وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

صحیح البخاری

مؤلّفہ

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ

ترجمہ و شرح

حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ

تحقیق و تفحص

جناب شبیر احمد صاحب ثاقب

صدر شعبہ حدیث جامعہ احمدیہ ربوہ

جلد سوم

www.alislam.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمدللہ ثم الحمدللہ بخاری ترجمہ وشرح حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ کی تیسری جلد تیار ہوکر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ مبارک کام جہاں مفید اور علمی و روحانی سیرابی کا باعث ہے وہاں اپنے علمی مواد اور دقیق مباحث کے لیے گہری تحقیق اور تفحص کا بھی متقاضی ہے اور اپنی وسعت و ہمہ جہتی کے لحاظ سے کسی ایک شخص کا رہین منت نہیں ہے۔ ہماری ٹیم میں میرے ساتھ علمی وتحقیقی معاونت اور کمپیوٹر setting وغیرہ میں مکرم محترم سید عطاء اللہ مجیب صاحب مربی سلسلہ متخصص فی الحدیث اور مکرم محترم جاوید اقبال یوسف صاحب مربی سلسلہ کی محنت، شوق اور عرق ریزی کا بہت حصہ ہے۔ مکرم ومحترم کلیم احمد صاحب طاہر مربی سلسلہ نے اس کی کمپوزنگ کی ذمہ داری سرانجام دی۔ فجزاهم الله احسن الجزاء۔

اس مجموعہ کا مطالعہ کرنے والے جملہ افراد سے اس مبارک کام کی تکمیل اور نافع الناس بننے کیلئے خصوصی دعا کی درخواست ہے۔ نیز حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ اور اُن کے ساتھ کام کرنے والے افراد کو بھی اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کی خدمات کو قبول فرما کر ان کو اس دنیا اور اگلے جہان میں احسن جزا عطاء فرمائے۔ (آمین)

والسلام
خاکسار
شبیر احمد ثاقب
صدر شعبہ حدیث جامعہ احمدیہ ربوہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فہرست

۲٤- کِتَابُ الزَّکَاۃِ ۱

أَبْوَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ

۲۵- كِتَابُ الْحَجِّ ۱۶۹

٢٦- كِتَابُ الْعُمْرَةِ ٤٤٤

۲۷- کِتَابُ المُحصَرِ ۴۷۵

۲۸- کِتَابُ جَزَاءِ الصَّیدِ ۴۹۲

۲۹- كِتَابُ فَضَائِلِ الْمَدِيْنَةِ ۵۳۶

۳۰- كِتَابُ الصَّوْمِ ۵۵۶

۳۱- كِتَابُ صَلَاةِ التَّرَاوِيحِ ۶۷۹

۳۲- كِتَابُ فَضْلِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۶۸۵

۳۳- كِتَابُ الْإِعْتِكَافِ ۶۹۷

۞۞۞۞۞۞۞

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۲۴-کِتَابُ الزَّکَاۃ

ترتیبِ ابواب پر ایک نظر: کتاب الزکوٰۃ میں بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا سابقہ طریق ملحوظ رکھا ہے کہ قرآن مجید کی آیات کو شرعی احکام کی اصل بنیاد قرار دے کر مستند احادیث کے ذریعہ سے ان کی تشریح کی ہے اور ضمناً ائمہ وفقہاء کے اختلاف پر تبصرہ کر کے اپنی رائے کا اظہار بھی کیا ہے۔ قارئین اس کتاب کے شروع سے آخر تک دیکھیں گے کہ موقع ومحل کی مناسبت سے ایک خاص ترتیب میں باب کا عنوان کسی نہ کسی آیت سے قائم کیا گیا ہے جو بطور اصل الاصول ہے اور پھر اس کے تحت روایتیں نقل کی گئی ہیں۔

بالعموم ایسے اصولی ابواب میں بعض اوقات صرف آیت کے اندراج پر ہی اکتفا ہے۔ شارحین کا خیال ہے کہ ایسے ابواب کے ضمن میں کسی روایت کا درج نہ کرنا اس لئے ہے کہ امام موصوفؒ کو آیت مندرجہ کی تائید میں کوئی مستند روایت دستیاب نہیں ہوئی۔ مگر شرح کرتے ہوئے جابجا ان کے اس خیال کا درست نہ ہونا ظاہر کیا گیا ہے۔ درحقیقت ایسے باب بطور اصل ہیں اور پھر اس کے تحت ضمنی ابواب قائم کر کے وضاحت کے لئے متعلقہ احادیث لائی گئی ہیں۔ مثلاً ''باب ۱'' سے باب ۵ تک وجوب زکوٰۃ کا مضمون ہے اور باب نمبر ۶، ۷ میں مسئلہ صدقہ وزکوٰۃ سے متعلق سلبی پہلو سے بحث کی گئی ہے۔ یعنی ان میں ایسے امور کا ذکر کیا گیا ہے جو صدقہ وزکوٰۃ کو باطل کر دیتے ہیں۔ جیسے حرام کے مال یا ریا کاری کی نیت سے صدقہ دینا۔ یہ سلبی صورت پیش کرنے کے بعد باب نمبر ۸ میں صدقہ وزکوٰۃ کی مثبت اور مقبول صورت پیش کی گئی ہے۔ اس مضمون سے متعلق باب نمبر ۹ تا ۱۱ تک کے عنوان اور حوالہ جات ہیں۔ پھر ایک اور اصولی آیت کو دو حصوں میں تقسیم کر کے دو علیحدہ علیحدہ باب (صدقة الاعلانية اور صدقة السرّ) قائم کئے ہیں اور ان میں کسی الگ آیت کا حوالہ نہیں دیا۔ لیکن مابعد کے ابواب اور روایتوں کو ترتیب دے کر یہ مضمون باب نمبر ۱۹ پر ختم کیا ہے اور پھر باب نمبر ۲۱ تا ۲۷ میں صدقہ سے متعلق متفرق ہدایات بیان کرنے کے بعد ایک عنوان بحوالہ آیت کریمہ وحدیث قائم کر کے سابقہ ابواب کے مضمون انفاق فی سبیل اللہ کو نمایاں کر دیا ہے۔ اس کے بعد پھر ایک اور اہم عنوان سے باب نمبر ۲۹ قائم کیا ہے۔ جس کا تعلق اصولی طور پر مصادرِ زکوٰۃ وصدقہ سے ہے۔ اس میں بھی صرف ایک آیت درج کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ لیکن اس کے بعد باب ۳۱ سے ۴۴ تک کا تعلق واضح طور پر نفس مضمون سے ہے اور باب ۴۵، ۴۶ میں جاندار مملوکہ اشیاء میں سے غلام اور گھوڑوں کا ذکر ہے کہ وہ زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہیں۔ باب نمبر ۴۹ میں پھر آیت درج کر کے باب ۵۳ تک مصارفِ زکوٰۃ وصدقہ میں قرآنی احکام کی وضاحت کی گئی ہے اور اس کے بعد باب نمبر ۵۴ میں زرعی پیداوار پر زکوٰۃ کا مضمون بیان کیا ہے۔

غرض اسی ترتیب سے شرعی احکام کی بنیاد آیات قرآنیہ پر قائم کی ہے اور پھر ان کے تحت صحیح احادیث کا اندراج بطور تشریح کیا ہے اور ائمہ وفقہاء کے اختلافات بھی ضمناً حل کئے ہیں جن سے اسلام میں اجتہاد کی وسعت اور قدرو قیمت کا پتہ چلتا ہے۔

اسلامی نظامِ زکوٰۃ وصدقات کی خصوصیات:

دوسرا اَمر جو قارئین کی خاص توجہ کے لائق ہے یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے کتاب الزکوٰۃ کے شروع میں اور موقع ومحل کی مناسبت سے جا بجا ان امور کا نمایاں طور پر ذکر کیا ہے جو اسلامی نظامِ مالیات (زکوٰۃ وصدقات) کے لئے بطور ممیّزات ہیں۔ یعنی وہ ایسی خصوصیات ہیں جو حکومتوں کے مالی نظامِ تحصیل سے اسلامی نظام کو اپنی وضع وشکل اور غرض وغایت میں ممتاز کر دیتی ہیں۔ یہ ممیّزات مجملاً حسب ذیل ہیں:-

اول: زکوٰۃ وصدقہ ان امور میں شامل کئے گئے ہیں جو تعبدی ہیں۔ یعنی بطور عبادت اور جن میں رضا وقربِ الٰہی کا حصول مدنظر ہے۔ (کتاب الایمان باب ۳۴، کتاب الزکوٰۃ باب ۲۷)

دوم: زکوٰۃ حقوق العباد میں سے واجب الادا حق شرعی قرار دیا گیا ہے اور اس کی غرض وغایت علاوہ اقتصادی اصلاح کے تزکیہ نفس بھی ہے۔ زکوٰۃ کی مشروعیت میں اخلاقی اور روحانی اعتبارات کو بالخصوص اہمیت دی گئی ہے۔ یہاں تک کہ اگر قوم میں ایک فرد بھی غریب نہ ہوتا تو بھی صاحبِ نصاب پر زکوٰۃ کی ادائیگی لازمی ہوتی۔ (باب نمبر ۱۶، ۲۳، ۳۰)

سوم: مختلف قسم کے اموال پر زکوٰۃ عائد کرنے کی غرض سے آمد کی ایک حد مقرر کی گئی ہے۔ جس کے نیچے مال زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہیں۔ شرعی اصطلاح میں اس حد کا نام نصاب ہے۔ مال جب اس مقررہ حد تک یا اس سے زیادہ ہو تو وہ خاص نسبت سے قابلِ زکوٰۃ ہوگا ورنہ نہیں۔ نصاب کی تعیین میں صاحبِ نصاب افراد کی اپنی ضروریاتِ زندگی کا تحفظ ویسا ہی ملحوظ رکھا گیا ہے جیسا کہ زکوٰۃ عائد کرنے میں غریب طبقہ کے افراد کی ضروریاتِ زندگی کا تحفظ۔ مثلاً غلہ جات کا نصاب پانچ وسق ہے جو کم از کم اکیس من کے برابر ہوتا ہے۔ کسی ایک قسم کے اناج کی یہ مقدار ایک کنبے کے لئے بالعموم کافی ہے۔ وعلیٰ ھٰذا القیاس دیگر اموال ظاہرہ کا نصاب بھی اس طرح پر مقرر کیا گیا ہے۔ (دیکھئے ابوابِ نصاب ۳۱ سے ۵۸ تک)

چہارم: اسلامی نظام صدقات وزکوٰۃ اپنے اندر بڑی وسعت اور لچک رکھتا ہے۔ کیا بلحاظ استفادہ یعنی قابل زکوٰۃ اموال کے اعتبار سے جو اسلامی نظام مالیات کے لئے بطور سرچشمہ ہیں اور کیا بلحاظ افادہ یعنی مواقع صَرف وانفاق فی سبیل اللہ کے۔ (باب نمبر ۲۹، ۴۹)

پنجم: مصارف زکوٰۃ کی آٹھ قسمیں مقرر کی گئی ہیں۔ جن میں سے پہلی قسم محتاج افراد کو ابتدائی ضروریاتِ زندگی مہیا کرنے سے متعلق ہے اور آخری قسم انفاق فی سبیل اللہ ہے جو اجتماعی ملی وملکی ضروریات پر حاوی ہے۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوں ابواب ۱۴ تا ۱۶، ۱۸، ۲۴، ۴۹)

سرکاری لگان اور ٹیکس وغیرہ کی ادائیگی کے باوجود زکوٰۃ کی ادائیگی کی ضرورت

زکوٰۃ کے تعلق میں یہ سوال بھی اٹھایا گیا ہے کہ جب افراد کو سرکاری لگان اور ٹیکس دینے پڑتے ہیں تو پھر زکوٰۃ ادا کرنے کی کیا وجہ باقی رہ جاتی ہے؟ اس کا مختصر جواب تو یہ ہے کہ مذکورہ بالا شرائط دنیاوی نظاموں میں نہیں پائی جاتیں۔ اسی لئے ان کے تحت مالی ادائیگیاں زکوٰۃ کا قائم مقام نہیں ہوسکتیں۔ سوائے اس ایک صورت کے کہ صاحب نصاب عنداللہ زکوٰۃ کے بارہ میں رکن اسلام کا پابند قرار پائے۔ اس کے لئے یہ راستہ کھلا ہے کہ اپنی نیت درست کرے اور نصاب کی رو سے اپنی آمد کا جائزہ لے اور دیکھے کہ جو ٹیکس اور لگان وغیرہ دنیوی نظام کے تحت دیئے گئے ہیں۔ اگر وہ واجب الادا زکوٰۃ سے کم ہیں تو باقی ماندہ زکوٰۃ اپنی آمد سے سال گزرنے پر یا بوقت فصل کٹائی نکالے اور اگر اس کی طرف سے زیادہ ادا ہوا ہو تو یہ زیادتی بطور صدقہ تصور کرے۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ کیونکہ اسلام کے نزدیک اعمال کی صحت وسقم کا دارومدار نیت وارادہ اور محاسبہ نفس پر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لقمہ کو بھی صدقہ قرار دیا ہے جو رضاءِ الٰہی کی خاطر خاوند اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتا ہے (روایت نمبر ۵۶) اور آپؐ نے صدقہ کی تعریف بہت وسیع معنوں میں فرمائی ہے۔ (باب نمبر ۳۰) مذکورہ بالا فتویٰ کا اطلاق صرف اموالِ ظاہرہ پر ہوگا نہ اموالِ باطنہ پر؛ جن کی زکوٰۃ لگان یا ٹیکس کی ادائیگی کے باوجود صاحب نصاب پر بہرحال واجب ہوگی۔ اس تعلق میں ملاحظہ ہو روایت نمبر ۱۴۲۰ نیز باب ۱۲، ۱۳، ۴۹۔

ملی وملکی اغراض کے لئے نظام مالیات کی بنیاد اور اس میں وسعت:

علاوہ ازیں اسلام نے انفاق فی سبیل اللہ کو صرف زکوٰۃ پر ہی منحصر نہیں رکھا۔ بلکہ طوعی صدقات کا وسیع دروازہ بھی کھولا ہے۔ جیسا کہ قارئین پر کتاب الزکوٰۃ کے مطالعہ سے یہ امر خود بخود ظاہر ہوجائے گا۔ دراصل زکوٰۃ کا تعلق عام حالات سے ہے۔ استثنائی حالات کی نزاکت کے پیش نظر اسلام نے ایک اور قانون جاری فرمایا ہے۔ جس کا منشاء ومقصد نفس نفیس کی زیادہ سے زیادہ قربانی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ. (التوبة: ١١١) یعنی اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس وعدہ کے ساتھ خرید لئے ہیں کہ انہیں اس کے بدلے میں جنت ملے گی۔ اس قسم کی غیر معمولی قربانی کی تلقین قرآن مجید میں جابجا کی گئی ہے اور آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے اس انتہائی قربانی کا نمونہ پیش فرمایا جس کی نظیر کہیں نہیں ملتی اور علماء نے اپنی تشریحات میں اسلام کے اس استثنائی قانونِ انفاق کو صراحت سے بیان کیا ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمۃ جو اپنے زمانہ کے مجدّد تھے فرماتے ہیں کہ غیر معمولی حوادث کے تدارک کے لئے ضروری ہے کہ علاوہ زکوٰۃ کے انفاق فی سبیل اللہ کا انتظام کیا جائے اور آپؒ نے اس کی وجہ ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے:-

اَلسِّرُّ فِي ذٰلِكَ اَنَّ الْحَاجَاتِ غَيْرُ مَحْصُوْرَةٍ وَلَيْسَ فِي بَيْتِ الْمَالِ فِي الْبِلَادِ الْخَالِصَةِ لِلْمُسْلِمِيْنَ غَيْرَ الزَّكٰوةِ كَثِيْرُ مَالٍ فَلَا بُدَّ مِنْ تَوَسُّعِهٖ لِتَكْفِيْ نَوَائِبَ الْمُدُنِيَّةِ. (حجة الله البالغة، من ابواب الزكاة، جزء ٢)

یعنی تمدنی ضرورتیں غیر محدود ہیں جنہیں زکوٰۃ پورا نہیں کرسکتی۔ اس کے لئے وسیع انتظام لازمی ہے۔ اس قسم کی غیر معمولی ضرورتوں کا فیصلہ امامِ وقت اور اولی الامر کی مرضی اور رائے پر چھوڑا گیا ہے۔ اجتہاد کا دروازہ اسلام میں ہمیشہ کے لئے کھلا ہے جو زمانی اور مکانی مشکلات حل کرنے کے لئے بطور کلید ہے۔

حالاتِ حاضرہ کی شراکت کا تقاضا:

آج فتنہ دجال اور فتنہ یاجوج وماجوج کی وجہ سے عالم اسلامی کو زندگی وموت کا جو خطرہ درپیش ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں اور اس فتنہ کے دفاع میں امت اسلامیہ پر ایک بہت بڑی مالی قربانی کا فرض قائم ہوتا ہے۔ جس کا تعلق اسلام کے دوسرے قانون سے ہے جو ہم سے نفس نفیس کی انتہائی قربانی کا تقاضا کرتا ہے اور جیسا کہ باب نمبر ۴۹ کتاب الزکوٰۃ کی تشریح میں وضاحت کی گئی ہے کہ انفاق فی سبیل اللہ کے مفہوم میں غایت درجہ وسعت ہے اور اس کا تعلق جہاد یعنی دفاع سے ہے، ملت وملک اور تبلیغ وحفاظت دین سے ہے۔ اس لئے اگر زکوٰۃ کی آمد سے یہ اہم دفاعی اور حفاظتی غرض پوری نہ ہوسکے تو لازمی طور پر مطلوبہ اخراجات کے لئے علاوہ زکوٰۃ کے صدقات کی غیر معمولی صورتیں اختیار کرنی پڑیں گی۔ ان حالات میں تقاضائے مصلحت کے قطعاً خلاف ہوگا کہ سرکاری ٹیکس جو محض دنیوی اغراض کے لئے ہیں زکوٰۃ وصدقات کی حد میں شمار ہونے لگیں۔ بلکہ ایسا کرنا منشائے شریعت کے خلاف ہے۔ سبیل اللہ اور حدود اللہ کی حفاظت کا فکر رکھنے والا اور رضائے الٰہی کا پیاسا انسان تو نہ صرف یہ کہ اپنے محاسبۂ اعمال کی میزان میں پورا اُترتا ہے بلکہ اس سے بڑھ کر قربانی کرتا ہے۔

(اس تعلق میں دیکھئے کتاب الزکوٰۃ باب نمبر ۱۸، ۲۱، ۲۲، ۲۷)

اس استثنائی قانون اور عام قانونِ زکوٰۃ وصدقات میں کوئی تناقض نہیں۔ ایک کا تعلق غیر معمولی حالات سے ہے اور دوسرے کا معمولی سے۔

عیسائی مستشرقین کا ایک اعتراض اور اس کا جواب:

اسلامی نظام زکوٰۃ وصدقات کے بارہ میں مذکورہ بالا وضاحت کے بعد بعض عیسائی مستشرقین کے اس لچر و پوچ اعتراض کا بودہ پن خود بخود نمایاں ہوجاتا ہے کہ اسلام نے زکوٰۃ کا جو حکم دیا ہے وہ اپنی وضع وشکل میں تمدنِ بشری کے ابتدائی دَور سے مخصوص ہے جبکہ انسان زراعت اور مواشی پر گزارہ کیا کرتا تھا اور یہ زکوٰۃ وصدقہ کا اسلامی طریق غیر ترقی یافتہ طبقہ معاشرہ کے زیادہ مناسب حال ہے؛ بہ نسبت اس کے کہ وہ آج کے ترقی یافتہ نظاموں کی گوناگوں ضرورتوں کو پورا کرنے والا ہو۔ اسلامی قانون تحصیل اموال وانفاق میں جو لچک اور وسعت ہے، اس کا دامن بلحاظ مصادر وموارد وتحصیل اور بلحاظ مواقع صَرف وانفاق دینی اور دنیاوی ہر قسم کی ضرورتوں پر حاوی وممتد ہے۔ اسلامی حکومتیں مشرق ومغرب میں پھیلیں اور جہاں جہاں وہ قائم ہوئیں، ان کے زیر سایہ رعایا کی تنگدستی خوشحالی سے تبدیل ہوگئی۔ یہاں تک کہ جیسا کہا گیا تھا۔ صدقہ قبول کرنے والا ان میں باقی نہ رہا۔ مگر اس نظام سے باہر مختلف ممالک میں جو حالت فقر وفاقہ، اخلاقی تنزل اور زبوں حالی ہے وہ محتاجِ بیان نہیں اور جس نامرادی اور خستہ حالی کی وہ عکاسی کرتی ہے وہ ظاہر وباہر ہے۔ (اس تعلق میں دیکھئے روایات ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۶)

نظامِ زکوٰۃ کا مجمل خاکہ:

ذیل میں اسلامی نظامِ زکوٰۃ کا خاکہ مجملاً پیش کیا جاتا ہے تا قارئین کے ذہن میں بوقت مطالعہ اس کتاب کی صورت وشکل مستحضر رہے۔اس خاکے سے اس کی حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہوجائے گی کہ آیا وہ احکام ابتدائی حالات معاشرۂ تمدن کے تقاضوں کی ایجاد ہے یا خالق بشر کی مشعل راہنمائی۔ قابلِ زکوٰۃ اموال کی اقسام حسب ذیل ہیں:-

اوّل: بے کار دولت جو کسی شکل میں بطور اندوختہ ہو جو نقد کی صورت میں یا سونا چاندی یا ہمارے بنکوں کے مروّجہ نوٹوں وغیرہ کی صورت۔ اس کا نصاب سکہ نقرئی کے اعتبار سے پانچ اوقیہ یا ساڑھے باون تولہ؛ اکیس اونس چاندی اور بلحاظِ کرنسی اتنی چاندی کی رائج الوقت قیمت کے مطابق؛ اس قدر یا اس سے زیادہ جمع شدہ دولت پر اڑھائی فیصد کے حساب سے زکوٰۃ عائد ہوگی۔ سونے کی صورت میں اس کا قیاس چاندی کے معیار پر ہوگا۔ یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت سے جس قدر سونا تبادلہ میں حاصل ہو، وہ سونے کا نصاب متصور ہوگا۔ نرخ چونکہ بدلتا رہتا ہے، اس لئے حساب میں بھی کم وبیش ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے اڑھائی فیصدی کی ہی نسبت سے زکوٰۃ نکالی جائے گی۔ ایسی بے کار دولت سال گزرنے پر اور قرضہ جات منہا کرنے کے بعد قابل زکوٰۃ ہوگی۔

دوم: زرعی پیداوار یعنی اجناس کا نصاب بلحاظِ وزن پانچ وسق ہے جو حجازی تول کی رو سے ۲٦ من دس سیر اور عراقی تول کی رو سے ۲۱ من کے قریب ہوتا ہے۔ زرعی پیداوار میں سال گزرنے کی شرط نہیں۔ بلکہ ہر فصل پر اگر پیداوار مذکورہ بالا مقدار میں یا اس سے زیادہ ہو تو زکوٰۃ بلحاظِ نوعیت آبپاشی اراضی مختلف ہوگی۔ یعنی پیداوار کا دسواں حصہ بصورتِ بارانی، بیسواں حصہ بصورت چاہی یا نہری وغیرہ۔ (دیکھئے باب نمبر ۵۵، ۵۸)

سوم: معدنیات یا اموالِ دفینہ کا نصاب اخراجات کان کنی وغیرہ منہا کرنے کے بعد حاصل شدہ مال پر خمس یعنی پانچواں حصہ زکوٰۃ عائد ہوگی۔ قطع نظر اس سے کہ وہ افراد کی ملکیت ہوں یا حکومت کی۔ دونوں صورتوں میں ایسے اموال قابل زکوٰۃ ہوں گے اور ان کی آمدنی آٹھ مصارف کے لئے مخصوص ہوگی۔ بعض فقہاء نے جواہر وسوائل (یعنی معدنی تیل وغیرہ) کو بھی معدنیات کی جنس میں شمار کیا ہے۔ (دیکھئے باب نمبر ٦۵، ٦٦)

چہارم: کاروباری سرمایہ جو بصورت تجارت یا صنعت وحرفت سال بھر لگا رہے۔ اس کی زکوٰۃ بھی رائج الوقت سکہ کی رو سے اڑھائی فیصدی ہوگی۔ تجارتی یا صنعتی کاروبار کا حساب کرتے وقت دکانوں اور کارخانوں کی عمارتیں، مشینری، آلات اور متعلقہ ساز وسامان وغیرہ محسوب نہ ہوں گے۔

پنجم: مواشی اگر کسب معاش کا ذریعہ ہوں تو ہر ایک جنس کا نصاب الگ الگ معین ہے۔ مثلاً پانچ سے نو اونٹ تک ایک بکری۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوں ابواب ۳٦ تا ٤۳۔

بطور قاعدہ کلیہ وہ اشیاء جو انسان کی حاجاتِ ضروریہ یا ذاتی استعمال کی ہیں؛ مثلاً رہائشی مکان، اثاث البیت ولباس، خانگی ضرورت کے لئے مال ومواشی اور آلات صنعت وزراعت وغیرہ اشیاء زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہیں۔ علی ہذا القیاس وہ زیور بھی جو زیر استعمال ہیں۔

مذکورہ بالا نصاب کی تعیین میں بھی افراد کی معاشی ضرورت کا تحفظ مقدم رکھا گیا ہے۔تزکیہ نفس یا اخلاقی وروحانی اعتبارات میں بھی دراصل افراد اور سوسائٹی کا تحفظ اور اس کی اعلیٰ سے اعلیٰ ترقی مقصود بالذات ہے۔ بے کار جمع شدہ دولت جو نصاب کی حد مقدار یا اس سے زیادہ ہو؛ اس پر جو زکوٰۃ عائد کی گئی ہے؛ اس کی علت غائی بھی یہی ہے کہ ایسی بے کار دولت والا انسان جو اسلامی معاشرہ کا فرد ہے اور اس کے نظام کی برکات سے متمتع ہے؛ اپنا سرمایہ زرعی، تجارتی یا صنعتی کاروبار پر لگائے۔ ورنہ سالانہ زکوٰۃ نکالتے رہنے پر اس کے سرمایہ کا خاتمہ ہو جائے گا۔

دولت کے متعلق اسلامی نظریہ: دولت کے متعلق اسلامی نظریہ یہ ہے کہ وہ طیباتِ اکل وشرب وغیرہ حوائج ضروریہ پر خرچ ہو یا پھر سامانِ زیست کی پیداوار میں نتیجہ خیز طریق پر لگائی جائے۔ جس کے لئے عقل وعمل درکار ہے۔ سیم وزر جو درحقیقت تبادلۂ اشیاء کا ذریعہ ہیں، وہ سود سے کسبِ معاش کا ذریعہ نہ بنائے جائیں۔ اسلام میں چونکہ سودی کاروبار حرام قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے اسلامی نظام کے ماتحت ایک فرد اپنی دولت سے متعلق مذکورہ بالا دو راستوں میں سے ایک راہ اختیار کر سکتا ہے۔ زکوٰۃ تو اس کو دونوں صورتوں میں دینا پڑے گی۔ پہلی صورت میں تجارتی حساب سے اور دوسری صورت میں اصل سرمایہ سے اور دونوں کا فرق ظاہر ہے۔ اسلامی نظام کی بنیاد رحم وشفقت ونیک تعاون اور تقویٰ پر ہے اور اس میں ایمان وعمل صالح اور محنت برمحل ہی قابل معاوضہ قرار دیئے گئے ہیں۔ اس لئے سود کی لین دین حرام کی گئی ہے کہ وہ روحِ اسلامی کے منافی ہے اور معاشرہ اسلامیہ میں اس کے لئے کوئی گنجائش نہیں کہ وہ اس کے تقاضاؤں کے خلاف ہے۔ یہ مجمل خاکہ ہے اسلامی نظام مالیات کا۔

اس تعلق میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسے ملک میں جس کی آبادی مخلوط ہو؛ مسلم اور غیر مسلم؛ دونوں کسب معاش کے ذرائع سے مستفید ہونے میں قانوناً آزاد ہوں، ایک مسلمان کاروباری جسے اپنے اموال پر زکوٰۃ ادا کرنی پڑتی ہے اور اس کے بالمقابل ایک غیر مسلم جو اس سے آزاد ہے وہ منڈی میں جہاں آزادانہ مقابلہ ہے؛ اپنی پونجی یا تو سستے داموں نکالے گا یا اگر نرخ کا تقرر مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے تو خواہ دونوں کی پونجی کا نکاس ایک نرخ پر ہو؛ حاصل کرنے میں غیر مسلم کا پلّہ بھاری رہے گا۔ کیونکہ زکوٰۃ کے بار سے وہ سبکدوش ہے اور آج جبکہ ساری دنیا ایک مشترکہ منڈی کی حالت میں ہے اور اقوامِ عالم پوری شدت سے مقابلہ میں سرگرم ہیں، مسلمان کے لئے جو زکوٰۃ ادا کرتا ہے دولت بڑھانے کے مواقع بظاہر سازگار نہیں معلوم ہوتے۔ خصوصاً جبکہ وہ قومیں سودی کاروبار سے بھی اپنی تجارت کو فروغ دینے میں مطلق العنان ہیں۔ جب صورت حال یہ ہے تو اسلام نے اپنے نظامِ مالیات میں اس کے تدارک کی کیا تجویز کی ہے؟

موجودہ موضوع یعنی زکوٰۃ کے تعلق میں اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ زکوٰۃ کے آٹھ مصارف (باب نمبر۱۴ تا ۱۸) کی غرض وغایت میں اس کا تدارک مضمر ہے۔ یعنی کمزور اور بے کار طبقہ کی ضروریاتِ زندگی کا تحفظ اس لئے کیا گیا ہے کہ اس کو بجائے عضوِ معطل کے کارآمد وجود بنایا جائے۔ یہ نظام اگر معقول اور منظّم طریق سے مضبوط بنیاد پر قائم کیا جائے تو یہی کمزور طبقہ قومی دولت بڑھانے کا سبب بن سکتا ہے۔ اس کے برعکس سود خور نظاموں میں افراد کی دولت لوٹ پوٹ کر چند ہاتھوں میں آتی رہتی ہے۔ جس سے سینکڑوں افراد سرمایہ داری کی زنجیروں میں جکڑ کر رہ جاتے ہیں۔

ہماری موجودہ مشکل اور اس کے حل کا صحیح طریق: یہ حصہ مضمون الگ تفصیل کا محتاج ہے جو اپنی جگہ پر بیان ہوگا۔ اس میں شبہ نہیں کہ موجودہ حالات میں عالم اسلامی کے سامنے ایک حقیقی مشکل درپیش ہے۔ جس کا حل دشوار نہیں۔ اگر اسلامی ممالک میں اولوالامر اسلام کی اصولی تعلیم مدنظر رکھتے ہوئے اپنے اجتہاد کو بروئے کار لائیں، جیسا کہ پہلے لایا گیا ہے۔ اگر ایسا کیا جائے تو یقیناً کئی راستے موجودہ مشکلات حل کرنے کے نکل سکتے ہیں۔ مگر اس کا طریق یہ نہیں کہ سودی کاروبار کرنے والے ممالک کی تقلید کی جائے۔ بلکہ وہ پاکیزہ طریق ہے جس کی طرف اسلام نے نظامِ زکوٰۃ میں ہماری راہنمائی فرمائی ہے اور جس کی بنیاد شفقت علیٰ خلق اللہ اور تعاون بالبر اور تقویٰ پر ہے۔ دونوں طریق یعنی زکوٰۃ اور سود آپس میں ضدین ہیں۔ سودی کاروبار میں ساہوکار افراد کا روپیہ اپنے پاس سمیٹتا اور ان کو تہی دست کرتا چلا جاتا ہے اور زکوٰۃ میں روپیہ کمزور افراد کو دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو معاشرہ کے کارآمد وجود بنا سکیں۔ صرف ضرورت ہے دانشمندانہ تنظیم کی اور ضرورت ہے اس دانشمندانہ اجتہاد کی جو موافق اور مخالف حالات کا جائزہ لے کر قوم کی خوابیدہ طاقتوں کو مثبت اور منفی جہتوں میں بیدار کرتا ہے۔ جیسا کہ اس سے قبل مسلمانوں نے اپنی قوتِ اجتہاد کو بروئے کار لا کر رومانی اور ایرانی قیاصرہ اور خستہ حال قوموں کی اصلاح کی۔ جس کا اقرار کئی غیر مسلم مصنفین کو بھی ہے؛ جیسا کہ M.N.Roy لکھتے ہیں:-

"The creed of Mohammad made peace at home, and the martial valour of the saracans conferred the same blessing on the people inhabiting the vast territories from Samarcand to Spain".

(The Historical Role of Islam, Chapter 2:The Mission of Islam, Page:20)

یعنی عقیدہ اسلام نے اپنے وطن میں امن قائم کیا اور عربوں کی سپاہیانہ قابلیت نے سمرقند سے سپین تک وسیع علاقوں میں آباد قوموں کو وہی امن کی برکت عطا کی جو عربوں کی قوم کو۔ اس تعلق میں دیکھئے کتاب الاذان تشریح باب ۱۵۲۔

بَاب ۱: وُجُوْبُ الزَّكَاةِ

زکوٰۃ کا فرض ہونا

وَقَوْلُ اللهِ تَعَالٰى: وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ (البقرة:٤٤) وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا حَدَّثَنِي أَبُو سُفْيَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَذَكَرَ حَدِيْثَ

اور اللہ تعالیٰ کا فرمانا: اور نماز کو تمام شروط کے ساتھ سنوار کر ادا کرو اور زکوٰۃ دو اور حضرت (عبداللہ) بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے تھے: ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا اور انہوں نے

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَأْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَالصِّلَةِ وَالْعَفَافِ.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ بیان کیا۔ کہا: آپؐ ہمیں نماز اور زکوٰۃ اور صلہ رحمی اور پاکدامنی کا حکم دیتے ہیں۔

۱۳۹۵: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ ابْنُ مَخْلَدٍ عَنْ زَكَرِيَّاءَ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ ادْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْا لِذَلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْا لِذَلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِي أَمْوَالِهِمْ تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ.

۱۳۹۵: ابوعاصم ضحاک بن مخلد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زکریا بن اسحاق سے، زکریا نے یحيٰ بن عبداللہ بن صیفی سے، یحيٰ نے ابومعبد سے، ابومعبد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا اور فرمایا: انہیں اس شہادت کی طرف دعوت دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ پس اگر وہ یہ مان لیں تو پھر انہیں (یہ) بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے رات دن میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ اس کو بھی مان لیں، پھر انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے اُن پر اُن کے مالوں میں صدقہ بھی فرض کیا ہے جو اُن کے مالداروں سے لیا اور اُن کے محتاجوں کی طرف لوٹایا جائے گا۔

اطرافه: ۱۴۵۸، ۱۴۹۶، ۲۴۴۸، ۴۳۴۷، ۷۳۷۱، ۷۳۷۲.

۱۳۹۶: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ ابْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ عَنْ مُّوسَى بْنِ طَلْحَةَ

۱۳۹۶: حفص بن عمر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے (محمد) بن عثمان بن عبداللہ بن موہب سے، محمد بن عثمان نے موسیٰ بن طلحہ

عَنْ أَبِي أَيُّوْبَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ قَالَ مَا لَهُ مَا لَهُ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَبٌ مَا لَهُ تَعْبُدُ اللهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيْمُ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ وَقَالَ بَهْزٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ عُثْمَانَ وَأَبُوهُ عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُمَا سَمِعَا مُوسَى بْنَ طَلْحَةَ عَنْ أَبِي أَيُّوْبَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ أَخْشَى أَنْ يَّكُوْنَ مُحَمَّدٌ غَيْرَ مَحْفُوْظٍ إِنَّمَا هُوَ عَمْرٌو.

اطرافه: ۵۹۸۲، ۵۹۸۳۔

سے، موسیٰ نے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: مجھے کوئی ایسا کام بتایئے جو مجھے جنت میں لے جائے۔ لوگوں نے کہا: اسے کیا ہوا ہے؟ اسے کیا ہوا ہے؟ (یعنی اس کے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہت بڑی ضرورت ہے۔ (تمہیں چاہیے کہ) اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہراؤ اور نماز سنوار کر ادا کرو اور زکوٰۃ دو اور صلہ رحمی کرو اور بہز (بن اسد) نے یوں نقل کیا: شعبہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) محمد بن عثمان اور ان کے باپ عثمان بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ ان دونوں نے موسیٰ بن طلحہ سے سنا۔ موسیٰ نے حضرت ابوایوبؓ سے، حضرت ابوایوبؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی روایت کی۔ ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: مجھے اندیشہ ہے کہ محمد (بن عثمان) صحیح نام نہ ہو بلکہ عمرو (بن عثمان) ہو۔

۱۳۹۷: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدِ بْنِ حَيَّانَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ أَعْرَابِيًّا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ

۱۳۹۷: محمد بن عبدالرحیم نے مجھ سے بیان کیا، (کہا:) عفان بن مسلم نے ہم سے بیان کیا کہ وہیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحيٰ بن سعید بن حیان سے، یحيٰ نے ابوزُرعہ سے۔ ابوزُرعہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک بدوی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: مجھے ایسے کام کا پتہ دیجئے

إِذَا عَمِلْتُهُ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَالَ تَعْبُدُ اللهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيْمُ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوْبَةَ وَتُؤَدِّي الزَّكَاةَ الْمَفْرُوْضَةَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا أَزِيْدُ عَلَى هَذَا فَلَمَّا وَلَّى قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَّنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَذَا

کہ جب میں وہ کرلوں تو جنت میں چلا جاؤں۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ کی عبادت کرو۔ اس میں کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور نمازِ فریضہ سنوار کر پڑھو اور مقررہ زکوۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔ اس نے کہا: اسی ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میں اس سے زیادہ نہیں کروں گا۔ جب وہ پیٹھ موڑ کر چلا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی خوشی ہو کہ جنتیوں میں سے کسی آدمی کو دیکھے تو وہ اسے دیکھ لے۔

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَّحْيَى عَنْ أَبِي حَيَّانَ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو زُرْعَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا

مسدد (بن مسرہد) نے ہم سے بیان کیا کہ یحيٰ (بن سعید قطان) سے مروی ہے۔ انہوں نے ابوحیان سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ابوزُرعہ نے نبی ﷺ سے روایت کرتے ہوئے مجھے یہی بتایا۔

۱۳۹۸: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا أَبُو جَمْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ هَذَا الْحَيَّ مِنْ رَّبِيْعَةَ قَدْ حَالَتْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ كُفَّارُ مُضَرَ وَلَسْنَا نَخْلُصُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ فَمُرْنَا بِشَيْءٍ نَّأْخُذُهُ عَنْكَ وَنَدْعُو إِلَيْهِ

۱۳۹۸: حجاج (بن منہال) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) حماد بن زید نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ابوجمرہ (نصر بن عمران ضبعی) نے ہمیں بتایا۔ کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا۔ وہ کہتے تھے: قبیلہ عبدالقیس کا وفد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور انہوں نے کہا: یارسول اللہ! یہ (ہمارے) قبیلہ ربیعہ سے ہے۔ ہمارے اور آپؐ کے درمیان کفار مضر (روک) ہیں۔ ہم سوائے محرم مہینوں کے آپؐ کے پاس سلامتی سے نہیں پہنچ سکتے۔ پس آپؐ ہمیں ایسی بات فرمائیں کہ ہم آپؐ سے اسے سیکھ لیں

مَنْ وَرَاءَنَا قَالَ آمُرُكُمْ بِأَرْبَعٍ وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ الْإِيْمَانِ بِاللّٰهِ وَشَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَعَقَدَ بِيَدِهِ هٰكَذَا وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ وَأَنْ تُؤَدُّوْا خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالنَّقِيْرِ وَالْمُزَفَّتِ وَقَالَ سُلَيْمَانُ وَأَبُو النُّعْمَانِ عَنْ حَمَّادٍ الْإِيْمَانِ بِاللّٰهِ شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ.

اور پھر جو ہمارے پیچھے ہیں ان کو اس کی طرف دعوت دیں۔ آپؐ نے فرمایا: میں تم کو چار باتیں کرنے کا حکم دیتا ہوں اور چار باتوں سے روکتا ہوں۔ اللہ پر ایمان لانا اور یہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنی انگلی کو کھڑا کر کے اس طرح اشارہ کیا۔ (یعنی ایک کام) اور نماز کو سنوار کر پڑھنا اور زکوٰۃ دینا اور یہ کہ جو مالِ غنیمت تمہیں حاصل ہو؛ اس کا پانچواں حصہ ادا کرنا اور میں تمہیں کدو کے تونبے اور سبز لاکھی مرتبان اور کریدی ہوئی لکڑی کے باسن اور روغنی برتن سے منع کرتا ہوں اور سلیمان (بن حرب) اور ابونعمان نے حماد سے روایت کرتے ہوئے (یوں) کہا: اللہ پر ایمان لانا اور گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اطرافه: ٥٣، ٨٧، ٥٢٣، ٣٠٩٥، ٣٥١٠، ٤٣٦٨، ٤٣٦٩، ٦١٧٦، ٧٢٦٦، ٧٥٥٦.

١٣٩٩: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْحَكَمُ ابْنُ نَافِعٍ أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ

۱۳۹۹: ابوالیمان حکم بن نافع نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعیب بن ابی حمزہ نے ہمیں بتایا کہ زُہری سے روایت ہے کہ عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے ہم سے بیان کیا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور عربوں میں سے جنہوں نے انکار کرنا تھا، انکار کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپؓ لوگوں سے کیسے لڑیں گے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑوں؛ اس وقت

النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَمَنْ قَالَهَا فَقَدْ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ وَحِسَابُهُ عَلَى اللّٰهِ.

تک کہ وہ یہ اقرار کرلیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پس جس نے یہ کلمہ کہا، اس نے مجھ سے اپنا مال اور جان بچالی۔ سوائے اس کے کہ جہاں حقوق کا تعلق ہو اور اس کا حساب اللہ پر رہے گا۔

اطرافه: ١٤٥٧، ٦٩٢٤، ٧٢٨٤.

١٤٠٠: فَقَالَ وَاللّٰهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ وَاللّٰهِ لَوْ مَنَعُوْنِي عَنَاقًا كَانُوْا يُؤَدُّوْنَهَا إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهَا قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَوَاللّٰهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ قَدْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ.

۱۴۰۰: اس پر (حضرت ابوبکرؓ نے) کہا: اللہ کی قسم! میں (ان سے) ضرور لڑوں گا جو نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق کرتے ہیں۔ کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ اللہ کی قسم! اگر انہوں نے مجھے بکری کا ایک بچہ بھی نہ دیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو میں وہ نہ دینے پر ان (لوگوں) سے ضرور لڑوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے: اللہ کی قسم! یہ اسی لئے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ یہی حق ہے۔

اطرافه: ١٤٥٦، ٦٩٢٥، ٧٢٨٥.

تشریح: **وُجُوبُ الزَّكٰوةِ:** اسلام کی بنیاد پانچ ارکان پر ہے۔ (کتاب الایمان باب نمبر۲ روایت نمبر۸) ان میں سے پہلا رُکن کلمۂ شہادت ہے۔ اس کے بعد چار رُکن ہیں۔ نماز، زکوٰۃ، حج اور رمضان کے روزے۔ جن کا تعلق عبادت سے ہے۔ اسلامی عبادت کی اصولاً چار قسمیں ہیں۔ اوّل قسم اظہارِ عبودیت یعنی ذاتِ باری تعالیٰ سے محبت و اطاعت کا اظہار جو ذکر و مناجات سے کیا جاتا ہے۔ اس کا نام اسلامی اصطلاح میں اَلتَّحِيَّات ہے۔ التحیات تَحِيَّة کی جمع ہے اور اس سے مراد وہ القاب ہیں، جن سے ایک بادشاہ مخاطب کیا جاتا ہے۔ دوسری قسم عبادت کی وہ اظہارِ محبت و اطاعت ہے جس کا تعلق اعضاء و جوارح سے ہے۔ اس کا نام اسلامی اصطلاح میں اَلصَّلَوَات ہے۔ اس عبادت کی مشق پنجگانہ نماز اور صیامِ رمضان سے کی جاتی ہے۔ تیسری قسم عبادت کی مالی قربانی ہے جس کا نام اسلامی اصطلاح میں اَلطَّيِّبَات ہے۔ چوتھی قسم عبادت کی نفس کی قربانی ہے۔ جس کا نام حج ہے اور اس جانی قربانی کی وجہ سے حج جہاد میں شمار کیا گیا ہے۔ حج درحقیقت حاوی ہے تمام اقسامِ عبادت پر اور حقیقت عبودیت کے اعتبار سے جامع ہے؛ شانِ ابراہیمی اور ہمہ گیر مرکزیت کا۔ اس کی تفصیل کتاب الحج میں آئے گی۔

باب اول کا عنوان زکوٰۃ کے وجوب پر قائم کیا گیا ہے اور امام بخاری نے اس تعلق میں زکوٰۃ کے معانی کی طرف توجہ دلانے کی غرض سے ابوسفیانؓ کے قول کا حوالہ دیا ہے جو لفظوں کے کچھ فرق کے ساتھ کتاب بدء الوحی روایت نمبر ۷ میں بھی مذکور ہے۔ زکوٰۃ کے لغوی معنی ہیں نشوونما، حالت رفاہیت وآسائش اور پاکیزہ خلق اور شرعی اصطلاح میں زکوٰۃ کے معنی ہیں اپنے مال ودولت سے نصاب کے مطابق غرباء کی بہبودی کے لئے صدقہ نکالنا۔ صدقہ کے معنی ہیں وہ عمل جو خالص رضاءِ الٰہی کے لئے کیا جائے۔

امام موصوفؒ نے زکوٰۃ کو صدقات میں شامل رکھا ہے اور جیسا کہ آئندہ ابواب میں آئے گا کہ نماز کی طرح مالی عبادت یعنی صدقات کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک فرض اور دوسرا طوعی۔ باب اول کی چھ روایتوں سے زکوٰۃ کے واجب ہونے کی بابت استدلال کیا گیا ہے اور اس کی غرض وغایت یہ بتائی گئی ہے: تُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ ۔یعنی قوم کے محتاجوں کو لوٹائی جائے گی۔ ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ معاشرہ میں جو اقتصادی تفاوت ہے کوئی امیر ہے کوئی غریب، وہ بذریعہ زکوٰۃ دور کیا جائے گا۔ زکوٰۃ سے مقصود اجتماعی مضبوطی اور استواری ہے اور اس لحاظ سے یہ اسلامی نظامِ معیشت کا ایک اہم رکن ہے۔ اس باب کی پہلی روایت میں لفظ صَدَقه سے مراد زکوٰۃ ہے۔ دوسری روایت میں زکوٰۃ جنت میں جانے کا سبب قرار دی گئی ہے۔ یعنی نہ دینے والا جہنم کی سزا کا مورد ہوگا اور یہ امر اس کے وجوب پر دال ہے۔ روایت نمبر ۱۳۹۶، ۱۳۹۷ ایک ہی واقعہ سے متعلق ہیں۔ مگر دوسری روایت پہلی کے لئے بطور تشریح لائی گئی ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں: تُقِيمُ الصَّلٰوةَ الْمَكْتُوبَةَ وَتُؤَدِّي الزَّكٰوةَ الْمَفْرُوضَةَ. روایت نمبر ۱۳۹۸، ۱۳۹۹ بھی اسی وجوب کی تائید میں ہیں۔ علاوہ ازیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عمل سے بھی یہی استدلال کیا گیا ہے۔ یعنی اگر وہ زکوٰۃ کی ادائیگی واجب نہ سمجھتے تو منکرین زکوٰۃ سے جنگ کیوں کرتے؟ ان کے نزدیک زکوٰۃ حقوق العباد میں سے ایک مالی حق ہے جس کا ادا کرنا لازمی ہے۔

روایت نمبر ۱۳۹۸ میں جس واقعہ کا ذکر ہے وہ کتاب الایمان زیر باب ۴۰ روایت نمبر ۵۳ نیز کتاب العلم زیر باب ۲۵ روایت نمبر ۸۷ میں بھی گذر چکا ہے۔ فتح مکہ کے بعد جو وفود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ میں آئے۔ ان میں سے پہلا وفد عبدالقیس کا تھا۔ یہ وفد بقیادت منذر بن اشجع ۸ھ میں آیا تھا اور اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قیام کر کے دین سیکھا اور واپس جا کر اپنی قوم کی ہدایت کا سبب ہوا؛ جس نے انشراحِ صدر سے اسلام قبول کیا۔ بنوسعد بن بکر نے ضمام بن ثعلبہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فتح مکہ کے بعد بھیجا تھا۔ انہوں نے بھی قسم دے کر آپؐ سے یہی سوالات کئے تھے۔ دیکھئے کتاب العلم باب ۶ روایت نمبر ۶۳۔

لفظِ زکوٰۃ کی وجہ تسمیہ خود قرآن مجید میں تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا (التوبة: ۱۰۳) کے الفاظ سے بیان فرمائی گئی ہے۔ یہ تطہیر وتزکیہ تین صورتوں میں ہوتا ہے۔ اخلاقی، اقتصادی اور اجتماعی۔ اخلاقی طور پر اس سے بخل، خودغرضی، حرص ولالچ، اسراف، استبداد، حبّ تملّق اور قساوتِ قلبی جیسے اخلاق دنیّہ کا تزکیہ ہوتا ہے اور اس کے مقابلہ میں ایثار، رحم، سخاوتِ نفس اور شفقت علیٰ خلق اللہ کے اوصافِ حمیدہ سے متصف ہونے کی توفیق ملتی ہے۔ اقتصادی تزکیہ غریب طبقے کی ابتدائی ضروریاتِ زندگی کا تحفظ ہونے سے حاصل ہوتا ہے۔ جب افراد کے کھانے پینے کی ضرورتیں مہیا ہوں تو وہ عام طور

پر اخلاقِ رزیلہ چوری، جھوٹ، فریب دہی وغیرہ کی طرف راغب نہیں ہوتے۔ یہ پست اخلاق فقر وفاقہ کا نتیجہ ہیں۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا (مسند الشهاب، الباب الثالث الجزء الخامس، باب كاد الفقر ان يكون كفرا، روایت نمبر ۵۸۶) لفظ کفر جامع ہے اور اس میں بداعتقادی اور بدخلقی دونوں شامل ہیں۔

اجتماعی تزکیہ جو نظامِ زکوٰۃ سے معاشرے کو حاصل ہوتا ہے، اس کی صورت بھی واضح ہے کہ اس سے قوم میں اقتصادی نشیب وفراز ہموار کرنے کے مواقع بہم پہنچائے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں خود دولت کا تزکیہ بھی تین طرح ہوتا ہے۔

اوّل: ذخیرہ اندوزی کا میلان جو دولت اور دولت مندوں میں ہے اس کی روک تھام ہوتی ہے۔

دوم: زکوٰۃ بے کار دولت کو کارآمد مصرف میں لانے کے لئے بطور مہمیز ہے جس سے افزائش دولت کے مواقع پیدا ہوتے ہیں۔

سوم: غریب طبقے کے افراد کی ابتدائی ضروریات جب مہیا ہوں گی تو وہ کسب معاش کے لائق ہوکر ملک کی مجموعی دولت بڑھانے کا موجب ہوں گے۔ لیکن وہ قوم جس کی اکثریت بھوکی، ننگی، بیمار، جاہل اور تہیدست ہے اور جس کی قدرتِ پیداوار محدود؛ وہ معاشرے کے لئے مفید ہونا تو کیا خود اپنے آپ کو بھی نہیں سنبھال سکتی۔ غرض زکوٰۃ اپنے وسیع معانی کے لحاظ سے معاشرے کے لئے بہت سی برکتوں کا موجب ہوتی ہے۔ اس لئے اسلام نے اس رکن کو بطور ایک فرض لازمی قرار دیا ہے۔ زکوٰۃ اس لحاظ سے بھی انسان کے روحانی تزکیہ اور ترقی کا باعث ہے کہ جب محض رضاءِ الٰہی کی خاطر ادا کی جائے تو تعلق باللہ پیدا ہوگا جو گناہ سے بچائے گا۔ کیونکہ اسی تعلق میں انسان کے روحانی معراج کی تکمیل ہے۔

عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ اِلَّا بِحَقِّهٖ: افرادِ اُمت کی سلامتی کا دارومدار حقوق کی ادائیگی ہی پر ہے۔ جس طرح ٹیکس کی عدم ادائیگی بغاوت اور مستوجب سزا ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ کی عدم ادائیگی بھی۔ حضرت عمرؓ نے پہلے حضرت ابوبکرؓ سے اتفاق نہیں کیا۔ مگر جب اِلَّا بِحَقِّهٖ کے الفاظ سے اُن کا استدلال سنا تو اُن کی رائے تسلیم کی۔ اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ صرف زبان سے لا الٰہ الا اللہ کہہ دینا عمل صالح نہ ہونے کی حالت میں قطعاً کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ (اس ضمن میں دیکھئے تشریح روایات نمبر ۲۲، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۴۳، ۴۹) اس تعلق میں کتاب الایمان روایت نمبر ۲۵ زیر باب ۱۷ خاص طور پر قابل توجہ ہے۔ اس باب کا عنوان یہ آیت ہے: فَإِنْ تَابُوْا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ (التوبة: ۵) اس صورت میں مذکورہ بالا آیت کا مضمون دہراتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَإِنْ تَابُوْا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ. (التوبة: ۱۱) یعنی اگر توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں۔ ان سے تعرض نہ کیا جائے۔ ان الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ ان تین باتوں میں سے کوئی ایک بات ترک کرنے والا مسلمان نہیں۔ اسلام کے پانچوں ارکان کی پابندی فرض ہے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اِلَّا بِحَقِّهٖ فرما کر انفاق فی سبیل اللہ کو معاشرہ کے کمزور طبقے کا حق قرار دیا ہے۔ (دیکھئے کتاب الزکوٰۃ باب نمبر ۴۸) یعنی ذی استطاعت لوگوں کا فرض ہے کہ احکامِ اسلامی کی پابندی کریں اور جو مالی حق ان پر عائد کیا گیا ہے وہ ادا کریں۔ اس صورت میں ان کے حقوق بھی محفوظ رہیں گے۔

اِلَّا بِحَقِّہٖ کے الفاظ سے حضرت ابوبکرؓ کا استدلال عمیق اور وسیع نظر پر دلالت کرتا ہے۔فریضہ زکوٰۃ کی بنیاد اس ارشادِ باری تعالیٰ پر مبنی ہے: وَفِی اَمْوَالِھِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (الذاریات:۲۰) یعنی مالداروں کے مالوں میں محتاجوں اور محروم طبقہ کا حق ہے۔ ذرائع پیداوار زمین اور جو کچھ کہ اس میں ہے، خدا تعالیٰ نے سب انسانوں کے لئے پیدا کئے ہیں۔فرماتا ہے: ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا (البقرۃ:۳۰) یعنی وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے وہ سب کا سب پیدا کیا جو زمین میں ہے۔بعض انسان موافق حالات میں ان اشیاء سے فائدہ اُٹھا کر دولت پیدا کرتے ہیں۔جبکہ بعض ناموافق حالات کی وجہ سے محروم رہ جاتے ہیں۔سرمایہ دار طبقہ جن لوگوں کی محنت سے دولت کمانے میں کام لیتا ہے جو معاوضہ اُن کو دیتا ہے وہ کسی صحیح معیار پر نہیں ہوتا۔ بلکہ مزدور کی کمزوری اس کو مجبور کرتی ہے کہ سرمایہ دار کی پیش کردہ شرائط منظور کر کے محنت کرے اور اس کی محنت کا جو معاوضہ دیا جاتا ہے وہ پورا معاوضہ نہیں ہوتا۔اس کی محنت کے نتیجہ میں جو پیداوار ہوتی ہے، اس میں مزدور کا حق واجب باقی رہ جاتا ہے، جو اُسے کسی نہ کسی صورت میں ملنا چاہیے۔ علاوہ ازیں معاشرے کا ایک طبقہ طبعی حالات کی وجہ سے کام کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔اس لئے یہ طبقہ مَا فِی الْاَرْضِ یعنی ذرائع پیداوار سے اپنی معاش کی صورت پیدا کرنے کے طبعی حق سے محروم رہ جاتا ہے۔دونوں قسم کے کمزور طبقوں کا طبعی حق دلانے اور اس طبعی کمزوری کی تلافی کی غرض سے فریضہ زکوٰۃ مالداروں پر بطور حق واجب عائد کیا گیا ہے اور جیسا کہ بتایا جا چکا ہے حضرت ابوبکرؓ کے نزدیک زکوٰۃ کی عدم ادائیگی بغاوت ہے اور زکوٰۃ نہ دینے والا معاشرہ اسلامیہ کا فرد نہیں رہتا اور یہ کہ اُس کی اِس بغاوت پر اُس سے جنگ کرنا ضروری ہے۔بے شک اسلام نے لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ {دین میں کوئی جبر نہیں} (البقرۃ:۲۵۷) کے ارشاد سے دین کے بارے میں آزادی دی ہے۔مگر جو فرد بظاہر اسلام کا دعوے دار ہے اور اسلامی سوسائٹی میں شامل ہو کر اس کی پناہ میں ہے اور اس کی برکات سے مستفید اور اپنے اجتماعی حقوق سے پورے طور پر متمتع ہے۔مگر جو فرائض اور واجبات اسلام نے بحیثیت اسلامی معاشرہ کے فرد ہونے کی حیثیت سے اُس پر عائد کئے ہیں اُن کو وہ ادا نہیں کرتا؛ ایسا فرد اجتماعی حفاظت اور پناہ کا حق نہیں رکھتا۔دنیا میں کوئی حکومت بھی قانون شکن اور باغی افراد کو برداشت نہیں کرتی۔اسلامی نظامِ زکوٰۃ وصدقات کا تعلق دراصل معاشرہ سے ہے نہ کسی ایک فرد سے اور اس کے نتائج اور اثرات کا تعلق بھی معاشرہ ہی سے ہے فرد سے نہیں۔

غرض اسلام میں فریضہ زکوٰۃ کی بنیاد اوّلاً افراد بشر کے اس خداداد طبعی حق پر رکھی ہے جو ذرائع پیداوار میں اُن کو حاصل ہے۔ثانیاً ملکیت کے نظریہ پر؛ یعنی موافق حالات کے تحت جائز طور پر جو فرد ذرائع پیداوار پر قابض ہے وہ اُن کا مالک ہے۔اُن سے استفادہ کا اوّل حق مالک کو ہے۔فِی اَمْوَالِھِمْ فرما کر اُن کا حق ملکیت وتصرف تسلیم کیا گیا ہے۔کیونکہ رضاءِ الٰہی اور ثواب کے حصول کا انحصار اس امر پر ہے کہ کوئی فرد اموال کا مالک ہو اور اپنے مالوں میں تصرف کرنے پر قادر۔اگر اس کی یہ مِلکیت اور قدرت تسلیم نہ کی جائے تو وہ کسی ثواب کا مستحق نہیں رہتا۔کیونکہ وہ اپنے اختیار سے زکوٰۃ وصدقات وغیرہ اعمالِ صالحہ بجا نہیں لاسکتا۔انسان اور حیوان میں یہی مابہ الامتیاز ہے کہ اوّل الذکر بالارادہ

مختار فی التصرف ہے۔ انسان کے اس طبعی امتیاز ہی پر نیک و بد اعمال اور ثواب وعقاب کا دارومدار ہے۔ انفرادی مِلکیت اور آزادی تصرف وعمل کا یہ حق اسلام تمام افراد بشر کے لئے تسلیم کرتا ہے اور اس تعلیم میں وہ شیوعیت (کیمونزم) وغیرہ فلسفی نظریات فکر سے اختلاف رکھتا ہے جو افراد کو اس طبعی حق سے بذریعہ جبر و اکراہ محروم کرتے ہیں۔ اسلام کی تعلیم حد اعتدال پر واقع ہے۔ ایک طرف وہ کمزور طبقہ کا طبعی حق محفوظ رکھتا ہے اور افراد کو اُٹھنے، پنپنے اور کارآمد وجود بننے کے مواقع بذریعہ قانون بہم پہنچاتا ہے اور دوسری طرف بذریعہ قانون ہی اُن کا فطرتی حق خود ارادیت اور اختیارِ تصرف محفوظ رکھتا ہے اور مسلمہ قانون کے تحت جو سب کے لئے یکساں ہے۔ جہاں جبر واکراہ کی ضرورت ہو وہاں اس سے کام لینے کی اجازت دیتا ہے۔

اس تعلق میں تفصیلی بحث کے لئے ملاحظہ ہو ''اسلام کا اقتصادی نظام'' مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ صفحہ ۲۲ تا ۳۷۔

بَاب ۲ : اَلْبَيْعَةُ عَلَى إِيْتَاءِ الزَّكَاةِ

زکوۃ دینے کی بیعت

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ (التوبة: ۱۱)

(اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:) اگر وہ توبہ کریں اور نماز سنوار کر پڑھیں اور زکوۃ دیں تو وہ تمہارے دین میں بھائی ہیں۔

١٤٠١: حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ عَنْ قَيْسٍ قَالَ قَالَ جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

۱۴۰۱: (محمد بن عبداللہ) بن نمیر نے ہم سے بیان کیا، کہا: میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا، (کہا:) اسماعیل (بن ابی خالد) نے ہمیں بتایا کہ قیس (بن حازم) سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: حضرت جریر بن عبداللہؓ نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت نماز سنوار کر پڑھنے، زکوۃ دینے اور ہر ایک مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر کی۔

اطرافه: ٥٧، ٥٢٤، ٢١٥٧، ٢٧١٤، ٢٧١٥، ٧٢٠٤۔

تشریح: اَلْبَيْعَةُ عَلٰى اِيْتَاءِ الزَّكَاةِ: سابقہ باب کے مضمون کی مزید تائید میں یہ باب قائم کیا گیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح نماز پڑھنے کی بیعت لی، اسی طرح زکوۃ ادا کرنے کی بھی۔ اور یہ عہد لینا اس کے وجوب پر دلالت کرتا ہے اور یہ معاہدہ پورا کرنا ضروری ہے۔ اس کا توڑنا مستوجب سزا ہے؛ دنیا

میں بھی اور آخرت میں بھی۔عنوانِ باب میں جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ توبہ تب ہی صحیح ہوتی ہے جب دونوں ارکان یعنی نماز وزکوۃ کی پابندی کی جائے۔حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کی روایت اس سے قبل کتاب الایمان زیرِ باب ۴۲ روایت نمبر ۵۷ میں گزر چکی ہے۔

بَاب ٣ : إِثْمُ مَانِعِ الزَّكَاةِ

زکوۃ نہ دینے والے کا گناہ

وَقَوْلُ اللهِ تَعَالَى: وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٣٤﴾ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴿٣٥﴾ (التوبة: ٣٤-٣٥)

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: جو سونا اور چاندی اکٹھا کر کے چھپا رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں انہیں خرچ نہیں کرتے تو انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری دیدے۔ جس دن جہنم کی آگ اُس (سونے چاندی) پر بھڑکائی جائے گی۔ پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور ان کے پہلو اور اُن کی پیٹھیں داغی جائیں گی۔ (تو کہا جائے گا) یہ ہے جو تم نے اپنی جانوں کے لیے جمع کیا تھا۔ سو اِس کا مزا چکھو جو تم اکٹھا کر کے چھپا رکھتے تھے۔

١٤٠٢ : حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ هُرْمُزَ الْأَعْرَجَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَأْتِي الْإِبِلُ عَلَى صَاحِبِهَا عَلَى خَيْرِ مَا كَانَتْ إِذَا هُوَ لَمْ يُعْطِ فِيْهَا حَقَّهَا تَطَؤُهُ بِأَخْفَافِهَا وَتَأْتِي الْغَنَمُ عَلَى صَاحِبِهَا عَلَى خَيْرِ مَا كَانَتْ إِذَا لَمْ يُعْطِ فِيْهَا

١۴٠٢: (ابوالیمان) حکم بن نافع نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعیب (بن ابی حمزہ) نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:) ابوالزناد نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالرحمٰن بن ہرمز اَعرج نے اسے بتایا کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (قیامت کے دن) اونٹ اپنے مالک کے پاس اچھی حالت میں آئیں گے؛ جیسے وہ تھے تو اگر اس نے ان کا وہ حق جو اُن سے متعلق ہے نہ دیا ہوگا تو وہ اس کو اپنے پاؤں سے

حَقَّهَا تَطَؤُهُ بِأَظْلَافِهَا وَتَنْطَحُهُ بِقُرُوْنِهَا وَقَالَ وَمِنْ حَقِّهَا أَنْ تُحْلَبَ عَلَى الْمَاءِ قَالَ وَلَا يَأْتِي أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِشَاةٍ يَحْمِلُهَا عَلَى رَقَبَتِهِ لَهَا يُعَارٌ فَيَقُوْلُ يَا مُحَمَّدُ فَأَقُوْلُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ بَلَّغْتُ وَلَا يَأْتِي بِبَعِيْرٍ يَحْمِلُهُ عَلَى رَقَبَتِهِ لَهُ رُغَاءٌ فَيَقُوْلُ يَا مُحَمَّدُ فَأَقُوْلُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ بَلَّغْتُ.

اطرافه: ٢٣٧٨، ٣٠٧٣، ٦٩٥٨۔

روندیں گے اور بکریاں بھی اپنے مالک کے پاس اچھی حالت میں آئیں گی جیسے وہ تھیں۔ اگر اس نے ان کا وہ حق جو اُن سے متعلق ہے نہ دیا ہوگا تو وہ اپنے کُھروں سے اس کو روندیں گی اور سینگوں سے ماریں گی۔ آپؐ نے فرمایا: بکریوں کا حق یہ بھی ہے کہ پانی پر پہنچ کر اُنہیں دوہا جائے۔ فرمایا: تم میں سے کوئی قیامت کے دن ایسی حالت میں نہ آئے کہ بکری کو اس نے اپنی گردن پر اُٹھایا ہوا ہو اور وہ بھائیں بھائیں کر رہی ہو۔ پھر وہ پکارے: محمد! میں کہوں گا: میں تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔ میں نے تو (پیغامِ حق) پوری طرح پہنچا دیا تھا اور نہ کوئی اپنی گردن پر اونٹ کو اُٹھائے ہوئے آئے کہ وہ بڑبڑ کر رہا ہو اور پھر وہ کہے: محمد! میں کہوں گا: میں تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔ میں نے تو (اللہ کا پیغام) اچھی طرح پہنچا دیا تھا۔

١٤٠٣: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ آتَاهُ اللهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ مُثِّلَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ لَهُ زَبِيْبَتَانِ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَأْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ يَعْنِي شِدْقَيْهِ ثُمَّ يَقُوْلُ أَنَا مَالُكَ أَنَا كَنْزُكَ ثُمَّ تَلَا :

۱۴۰۳: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ہاشم بن قاسم نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے ابوصالح روغن فروش سے، ابوصالح نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن (اس کا مال) اس گنجے سانپ کی شکل میں پیش کیا جائے گا جس کی آنکھوں پر اُبھرے ہوئے داغ ہوتے ہیں۔ وہ قیامت کے دن اس کے

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ { بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ ☆} الآيَة.

(آل عمران: ۱۸۱)

گلے کا ہار ہوگا۔ پھر وہ اس کی دونوں باچھیں پکڑے گا۔ پھر کہے گا: میں تیرا مال ہوں۔ میں تیرا خزانہ ہوں۔ اس کے بعد آپؐ نے یہ آیت پڑھی کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دیا ہو اور وہ اس میں بُخل کریں تو وہ یہ نہ سمجھیں کہ یہ بُخل ان کے لئے بہتر ہے۔ نہیں بلکہ وہ ان کے لئے بہت ہی بُرا ہے۔ عنقریب قیامت کے دن وہ مال جس سے متعلق انہوں نے بُخل کیا ان کے گلے کا ہار بنایا جائے گا۔☆

اطرافه: ٤٥٦٥، ٤٦٥٩، ٦٩٥٧۔

تشریح: **اِثْمُ مَانِعِ الزَّكَاةِ:** احکام کی اہمیت اور عدم اہمیت کا پتہ اس جزا و سزا سے چلتا ہے جو اعمال کے بجا لانے یا نہ بجالانے پر مرتب ہوتی ہے۔ یہی اصل مدنظر رکھ کر باب ۳ قائم کیا گیا ہے اور اس میں بتایا گیا ہے کہ تارک زکوٰۃ کس قسم کی خطرناک سزا کا مستحق ہوگا۔ اس لئے قرآنِ مجید میں اس کی نوعیت دردناک بتائی گئی ہے۔ یہی جمع کردہ سونا چاندی جہنم کی آگ میں گرم کر کے اس سے ان کی پیشانیاں، پیٹھیں اور ان کے پہلو داغے جائیں گے۔ روایت نمبر ۱۴۰۳ میں جس سزا کا ذکر کیا گیا ہے وہ بیانِ حقیقت ہے۔ عالمِ آخرت میں اعمال کس طرح مختلف شکلوں میں متمثل ہوں گے؟ اس کے مفصل بیان کے لیے دیکھئے: اسلامی اصول کی فلاسفی- ''دوسرا دقیقہ معرفت'' صفحہ ۹۴ تا ۹۸، روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۴۰۸ تا ۴۱۲۔

سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: روایت نمبر ۱۴۰۳ میں جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے اس کے مفہوم کی نسبت علماء کے درمیان اختلاف ہوا ہے کہ آیا سچ مچ ان کا مال گردن کا ہار بنے گا یا استعارہ ہے جس سے یہ مراد ہے کہ وہ اُن کے لئے وبالِ جان ہوگا۔ حیاتِ آخرت کے جتنے حالات ہیں ان کو ہم دنیا کی زندگی کے واقعات پر ہی قیاس کر کے سمجھ سکتے ہیں۔ ان کے سمجھنے کا اس کے سوا اور کوئی طریق نہیں۔ ان کی اصل حقیقت ہم سے مخفی ہے۔ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ (حم السجدة:۱۸) {پس کوئی ذی روح نہیں جانتا کہ اُن کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا کچھ چھپا کر رکھا گیا ہے۔} تفصیل کے لئے دیکھئے: اسلامی اصول کی فلاسفی- ''موت کے بعد انسان کی کیا حالت ہوتی ہے؟'' صفحہ ۸۲، روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۹۶۔ امام بخاریؒ نے بھی اس بیان کو تشبیہ قرار دے کر قرآنِ مجید کی ایک آیت کے حوالہ سے اس کا مفہوم واضح کیا ہے۔ (دیکھئے کتاب الزکوٰۃ، باب نمبر ۴۳) محولہ بالا آیت سے ظاہر ہے کہ اسلام نے ذخیرہ اندوزی ممنوع قرار دی ہے۔ مال کسب معاش کا ذریعہ ہے اور اسے بے کار محفوظ رکھنا گناہ۔ اس صورت میں اس کی زکوٰۃ بہر حال ادا ہوگی۔ اس طرح زکوٰۃ بڑا محرک ہے؛ کسب و اکتساب کے دائرہ کی توسیع اور ملکی ثروت کے

☆ یہ الفاظ فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء ۳ صفحہ ۳۳۸) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

نشو ونما کا۔ یہ تیسرا حکم ہے اسلامی تعلیم کے ان احکام میں سے جن کا تعلق اقتصادی اصلاح اور اجتماعی بہبود سے ہے۔
بخیل انسان سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے اس کے مال میں کمی آ جائے گی۔ لیکن اس کا یہ خیال غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا آتَيْتُمْ مِنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَأُوْلٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ○ (الروم:۴۰) یعنی اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی خاطر دی ہوئی زکوٰۃ مال بڑھانے کا موجب ہوتی ہے۔ اس ضمن میں کتاب الزکوٰۃ کے باب نمبر ۱۰، ۱۱، ۲۷، ۲۸ کی تشریح بھی دیکھئے۔

بَاب ٤ : مَا أُدِّيَ زَكَاتُهُ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ

جس مال کی زکوٰۃ دے دی جائے وہ کنز (یعنی مال قابل زکوٰۃ) نہیں رہتا

لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ.

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ اوقیہ سے کم (چاندی) میں زکوٰۃ نہیں۔

١٤٠٤ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ شَبِيْبِ بْنِ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ أَخْبِرْنِي عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ: وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ. (التوبة:٣٤) قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مَنْ كَنَزَهَا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهَا فَوَيْلٌ لَّهُ إِنَّمَا كَانَ هٰذَا قَبْلَ أَنْ تُنْزَلَ الزَّكَاةُ فَلَمَّا أُنْزِلَتْ جَعَلَهَا اللّٰهُ طُهْرًا لِلْأَمْوَالِ.

اطرافه: ٤٦٦١.

۱۴۰۴: احمد بن شبیب بن سعید نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) میرے باپ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یونس سے، یونس نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے خالد بن اسلم سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ہم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نکلے تو ایک بدوی نے پوچھا: مجھے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے معنے بتایئے: وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: جس نے (سونے چاندی کو) جمع کر رکھا اور اس کی زکوٰۃ نہ دی۔ اس کے لئے ہلاکت ہے اور یہ آیت زکوٰۃ کا حکم نازل کئے جانے سے پہلے کی ہے۔ جب زکوٰۃ فرض ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو مالوں کے پاک کرنے کا ذریعہ بنا دیا۔

١٤٠٥ : حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يَزِيْدَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ قَالَ الْأَوْزَاعِيُّ أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيْرٍ أَنَّ عَمْرَو بْنَ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِيْهِ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ.

اطرافه: ١٤٤٧، ١٤٥٩، ١٤٨٤۔

۱۴۰۵: اسحاق بن یزید نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعیب بن اسحاق نے ہمیں بتایا۔ اوزاعی نے کہا: یحیٰ بن ابی کثیر نے مجھے بتایا کہ عمرو بن یحیٰ بن عمارہ نے ان سے بیان کیا۔ ان کے باپ یحیٰ بن عمارہ بن ابی حسن سے مروی ہے۔ انہوں نے حضرت ابوسعید (خدری) رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ اوقیہ سے کم (چاندی) میں صدقہ نہیں اور نہ پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ ہے اور نہ پانچ وسق (کھجور) سے کم میں زکوٰۃ ہے۔

١٤٠٦ : حَدَّثَنَا عَلِيٌّ سَمِعَ هُشَيْمًا أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ مَرَرْتُ بِالرَّبَذَةِ فَإِذَا أَنَا بِأَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقُلْتُ لَهُ مَا أَنْزَلَكَ مَنْزِلَكَ هٰذَا قَالَ كُنْتُ بِالشَّأْمِ فَاخْتَلَفْتُ أَنَا وَمُعَاوِيَةُ فِي: وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. (التوبة:٣٤) **قَالَ مُعَاوِيَةُ نَزَلَتْ فِي أَهْلِ الْكِتَابِ فَقُلْتُ نَزَلَتْ فِيْنَا وَفِيْهِمْ فَكَانَ بَيْنِي**

۱۴۰۶: علی (بن ابی ہاشم) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ہشیم سے سنا۔ (ہشیم نے کہا:) حصین نے ہمیں بتایا کہ زید بن وہب سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: میں (مقام) ربذہ سے گزرا تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ وہاں ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا: آپؓ کا ڈیرہ یہاں کس نے لگا دیا ہے؟ کہنے لگے: میں شام میں تھا۔ میرا اور معاویہؓ کا اس آیت سے متعلق اختلاف ہوگیا وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ. {اور جو لوگ سونا اور چاندی ذخیرہ کرتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے} معاویہ نے کہا: یہ اہل کتاب کے حق میں

وَبَيْنَهُ فِي ذَاكَ وَكَتَبَ إِلَى عُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَشْكُوْنِي فَكَتَبَ إِلَيَّ عُثْمَانُ أَنِ اقْدَمِ الْمَدِيْنَةَ فَقَدِمْتُهَا فَكَثُرَ عَلَيَّ النَّاسُ حَتَّى كَأَنَّهُمْ لَمْ يَرَوْنِي قَبْلَ ذَلِكَ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِعُثْمَانَ فَقَالَ لِي إِنْ شِئْتَ تَنَحَّيْتَ فَكُنْتَ قَرِيْبًا فَذَاكَ الَّذِي أَنْزَلَنِي هَذَا الْمَنْزِلَ وَلَوْ أَمَّرُوْا عَلَيَّ حَبَشِيًّا لَسَمِعْتُ وَأَطَعْتُ.

اطرافه: ٤٦٦٠۔

نازل ہوئی ہے۔میں نے کہا: یہ ہمارے اور ان کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس وجہ سے میرے اور ان کے درمیان بحث چھڑ گئی۔ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو لکھا۔ میری شکایت کی۔ حضرت عثمانؓ نے مجھے لکھا کہ میں مدینہ چلا آؤں۔ چنانچہ میں مدینہ آیا۔ میرے پاس لوگ کثرت سے آنے لگے۔ جیسے انہوں نے مجھے اس سے پہلے کبھی دیکھا ہی نہیں تھا۔ میں نے حضرت عثمانؓ سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے مجھ سے کہا: اگر تم چاہو تو الگ ایک طرف رہو اور قریب ہی رہو۔ یہ بات ہے جس کی وجہ سے میں نے یہاں ڈیرہ لگایا ہے اور اگر مجھ پر حبشی کو بھی سردار بنا دیں تو میں اس کی بات سنوں گا اور اس کا کہا مانوں گا۔

١٤٠٧: حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ عَنِ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ جَلَسْتُ. وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو الْعَلَاءِ بْنُ الشِّخِّيْرِ أَنَّ الْأَحْنَفَ ابْنَ قَيْسٍ حَدَّثَهُمْ قَالَ جَلَسْتُ إِلَى مَلَإٍ مِّنْ قُرَيْشٍ فَجَاءَ رَجُلٌ خَشِنُ الشَّعَرِ وَالثِّيَابِ وَالْهَيْئَةِ حَتَّى قَامَ عَلَيْهِمْ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ بَشِّرْ الْكَانِزِيْنَ

١٤٠٧: عیاش (بن ولید) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبدالاعلیٰ نے ہم سے بیان کیا، (کہا: سعید) جُرَیری نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوالعلاء (یزید) سے، ابوالعلاء نے احنف بن قیس سے روایت کی کہ وہ کہتے تھے: میں بیٹھا تھا اور اسحاق بن منصور نے بھی مجھ سے بیان کیا، (کہا:) عبدالصمد (بن عبدالوارث) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا۔ (کہتے تھے:) ہم سے (سعید) جریری نے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ابوالعلاء بن شخیر نے ہم سے بیان کیا کہ احنف بن قیس نے انہیں بتایا، کہا: میں قریش کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں ایک شخص آیا جس کے بال سخت، کپڑے موٹے اور شکل بھدی؛

بِرَضْفٍ يُحْمَى عَلَيْهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ ثُمَّ يُوْضَعُ عَلَى حَلَمَةِ ثَدْيِ أَحَدِهِمْ حَتَّى يَخْرُجَ مِنْ نُغْضِ كَتِفِهِ وَيُوْضَعُ عَلَى نُغْضِ كَتِفِهِ حَتَّى يَخْرُجَ مِنْ حَلَمَةِ ثَدْيِهِ يَتَزَلْزَلُ ثُمَّ وَلَّى فَجَلَسَ إِلَى سَارِيَةٍ وَتَبِعْتُهُ وَجَلَسْتُ إِلَيْهِ وَأَنَا لَا أَدْرِي مَنْ هُوَ فَقُلْتُ لَهُ لَا أُرَى الْقَوْمَ إِلَّا قَدْ كَرِهُوْا الَّذِي قُلْتَ قَالَ إِنَّهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا.

وہ ان کے پاس کھڑا ہوگیا اور السلام علیکم کہا۔ پھر کہا: مال جمع کرنے والوں کو اس پتھر کی بشارت دے جو جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا۔ پھر ان میں سے ایک کے پستان کی بھٹنی پر رکھا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ ان کے مونڈھے کی اوپر والی ہڈی سے نکل جائے گا اور ان کے مونڈھے کی اوپر والی ہڈی پر رکھا جائے گا تو وہ ان کے پستان کی بھٹنی سے نکل آئے گا۔ اسی طرح وہ پتھر ڈھلکتا رہے گا۔ (یہ کہا) اور پیٹھ پھیر کر چل دیا اور ایک ستون کے پاس جا بیٹھا اور میں اس کے پیچھے گیا اور اس کے پاس جا بیٹھا اور میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کون ہے۔ میں نے اس سے کہا: میں سمجھتا ہوں جو بات آپ نے کہی ہے اسے (لوگوں نے) بُرا مانا ہے۔ اس نے کہا: یہ لوگ تو نہیں سمجھتے۔

١٤٠٨: قَالَ لِي خَلِيْلِي قَالَ قُلْتُ مَنْ خَلِيْلُكَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا ذَرٍّ أَتُبْصِرُ أُحُدًا قَالَ فَنَظَرْتُ إِلَى الشَّمْسِ مَا بَقِيَ مِنَ النَّهَارِ وَأَنَا أُرَى أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرْسِلُنِي فِي حَاجَةٍ لَهُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ مَا أُحِبُّ أَنَّ لِي مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا أُنْفِقُهُ كُلَّهُ إِلَّا ثَلَاثَةَ دَنَانِيْرَ وَإِنَّ هَؤُلَاءِ لَا يَعْقِلُوْنَ إِنَّمَا يَجْمَعُوْنَ الدُّنْيَا لَا وَاللهِ لَا أَسْأَلُهُمْ دُنْيَا وَلَا أَسْتَفْتِيْهِمْ

۱۴۰۸: میرے جانی دوست نے مجھ سے کہا: (احنف) کہتے تھے: میں نے پوچھا آپ کا جانی دوست کون ہے؟ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ (آپؐ نے فرمایا:) ابوذر! کیا تم اُحد پہاڑ کو دیکھتے ہو؟ کہتے تھے: اس پر میں نے سورج کو دیکھا کہ کتنا دن باقی ہے اور میں سمجھتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ مجھے کسی کام کے لئے بھیج رہے ہیں۔ میں نے کہا: ہاں۔ آپؐ نے فرمایا: میں نہیں چاہتا کہ میرے پاس اُحد پہاڑ برابر سونا ہو۔ اگر ہو تو میں سب اللہ کی راہ میں خرچ کر دوں تین اشرفیوں کے سوا۔ (پھر حضرت ابوذرؓ نے کہا:) اور یہ لوگ تو کچھ نہیں سمجھتے۔ بس دنیا ہی اکٹھی کر رہے ہیں۔ اللہ کی قسم! نہ مَیں ان سے دنیا کا سوال کروں گا

عَنْ دِيْنٍ حَتّٰى أَلْقَى اللهَ. اور نہ دین سے متعلق فتویٰ دریافت کروں گا۔ یہاں تک کہ اللہ سے جاملوں۔

اطرافه: ١٢٣٧، ٢٣٨٨، ٣٢٢٢، ٥٨٢٧، ٦٢٦٨، ٦٤٤٣، ٦٤٤٤، ٧٤٨٧.

تشریح: مَا اُدِّیَ زَکَاتُهُ فَلَیْسَ بِکَنْزٍ: حضرت ابوذرؓ وغیرہ جیسے زاہدین نے یہ فتویٰ دیا تھا کہ ہر مال جو کھانے پینے پہننے وغیرہ حاجاتِ ضروریہ سے بچ رہے، کَنْز یعنی جمع شدہ مال کہلائے گا اور ایسا مال آیت وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّةَ (التوبة :۳۴) کی رو سے موجب عذاب ہوگا۔ جمہور صحابہ کرامؓ ان کے اس فتویٰ کے خلاف تھے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعیین فرمادی کہ پانچ اوقیہ چاندی پانچ اونٹ یا پانچ وسق کھجور سے زائد مال اگر ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اس لئے ادائیگی زکوٰۃ کے بعد بچا ہوا مال کَنْز کی تعریف سے باہر ہوگا اور اس پابندی کی وجہ سے صاحب مال نفع بخش کاروبار تجارت یا صنعت وحرفت میں اسے لگانے پر مجبور ہوگا۔ ورنہ اس کا سارا مال رفتہ رفتہ ختم ہو جائے گا۔ بدوی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا؟ کیا اس کے علاوہ مجھ پر کوئی اور بھی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ فرمایا: نہیں۔ (روایت نمبر ۴۶) عنوانِ باب ایک مشہور اختلاف کی وجہ سے قائم کیا گیا ہے۔ بعض فقہاء نے ادائیگی زکوٰۃ کے بعد بھی مال کو جمع رکھنا مطلق حرام قرار دیا ہے جو درست نہیں۔ ورنہ اس مال پر بھی ادائیگی زکوٰۃ جاری رہتی۔ اسی بات کی طرف توجہ منعطف کرانے کی غرض سے یہ باب قائم کیا گیا ہے۔

روایت نمبر ۱۴۰۵ میں جن ذرائع پیداوار پر نصاب زکوٰۃ کا ذکر کیا گیا ہے وہ مجمل اور اصولی ہے۔ تفصیل کیلئے دیکھئے:

(۱) باب ۳۱ سے باب ۶۲ تک: نقدی کا نصاب زکوٰۃ پانچ اوقیہ (200 درہم یا ساڑھے باون تولہ) چاندی جس کی قیمت رائج الوقت سکے کے مطابق ہوگی۔ اس سے کم مال پر زکوٰۃ نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور اب تک بھی مبادلہ اشیاء کا معیار چاندی کے سکے پر رہا ہے۔ چاندی کے نصاب پر سونے کا نصاب مبنی ہے۔ یعنی جتنی قیمت کسی وقت پانچ اوقیہ چاندی کی ہوگی؛ اسی قیمت سے جتنا سونا خریدا جاسکتا ہے۔ اس مقدار سے زائد سونا ہو تو وہ قابل زکوٰۃ ہوگا۔

(۲) باب ۳۶ تا باب ۴۳: ہر مویشی کا نصاب علیحدہ ہے۔ مثلاً اونٹوں کا نصاب پانچ ہے۔ ان پر زکوٰۃ نہیں اس سے زیادہ ہوں تو وہ قابل زکوٰۃ ہوں گے۔

(۳) باب ۵۴ تا باب ۵۸: زرعی پیداوار غلہ جات اور قابل ذخیرہ پھلوں کا نصاب ۵ وسق ہے۔ یعنی 2/3 ٹن بمطابق اندازہ حجاز اور ایک ٹن بمطابق اندازۂ عراق۔ وسق ۶۰ صاع اور ایک صاع قریباً ایک پونڈ یا پونے تین پاؤ تقریباً۔ پانچ وسق (ایک ٹن یا چھبیس من دس سیر) غلہ ہو تو اس پر زکوٰۃ نہیں اور اس سے زیادہ پر مقررہ نسبت سے عائد ہوگی۔

فَلَمْ یُؤَدِّ زَکَاتَھَا: اگر مال جمع کرنا مطلق حرام ہوتا تو زکوٰۃ کا حکم عبث تھا۔ اسی بات کی طرف توجہ دلانے کی غرض سے حضرت ابن عمرؓ کے قول کا حوالہ دیا گیا ہے۔ (روایت نمبر ۱۴۰۴) جملہ قَبْلَ اَنْ تُنَزَّلَ الزَّکَاةُ سے نصاب زکوٰۃ اور متعلقہ احکام کا بیان مراد ہے۔ (فتح الباری جزء ۳ صفحہ ۳۴۵) روایت نمبر ۱۴۰۶ میں ایک ابہام ہے جس کی وضاحت

روایت نمبر ۱۴۰۷ اسے کی گئی ہے۔ پہلی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کے بکثرت آنے جانے کی وجہ سے حضرت ابوذرؓ کو مقامِ ربذہ میں چلے جانے کا حکم دیا گیا تھا۔ لیکن دوسری روایت میں اس امر کی تصریح ہے کہ وہ لوگوں میں مال جمع کرنے والوں کے خلاف نفرت کے جذبات اُبھارتے تھے اور اپنی رائے پر مصر تھے اور ایسے طریق سے اپنی رائے پیش کرتے تھے کہ فتنے کا اندیشہ ہوا۔ اس لئے انہیں مدینہ سے باہر جانے کا مشورہ دیا گیا۔ (اس تعلق میں کتاب العلم باب ۱۰ کی تشریح بھی ملاحظہ ہو)

کَنْز کیا ہے اور کس قدر مال پر اطلاق پاتا ہے؟ فقہاء کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہوا ہے اور اس اختلاف کی بناء پر مسائل کے استنباط میں بھی ان کی رائے مختلف ہے۔ اس تعلق میں باب ۲۳ و ۲۸ کی تشریح بھی دیکھئے۔ روپیہ جمع کرنے والے کی نسبت آیت محولہ بالا میں یہ جو تخصیص کی گئی ہے: وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا کہ مال جمع کر رکھا ہے اور وہ اسے خرچ نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کی سزا اِس آیت میں سخت بیان کی گئی ہے۔ حضرت ابوذرؓ نے اس سزا کی سختی کو تمثیلاً بیان کیا ہے۔ درحقیقت یہ بُخل و حرص ہی ہے کہ جو نہ صرف جمع کرنے والے انسان کی خداداد قوتِ عمل معطل کر دیتی ہے بلکہ دوسروں کو بھی بے کار جمع شدہ مال کے استفادہ سے محروم رکھتی ہے۔ بلکہ ساری قوم کی حالت اقتصادیہ کو منجمد کر کے اس کو کئی قسم کے خطرات میں ڈالنے کا موجب بنتی ہے۔ یہ نتائج ہر کس و ناکس کی سمجھ میں نہیں آتے۔ اس لئے اس مخصوص گناہ کے بھیانک نتائج سمجھانے اور واضح کرنے کے لئے اس کی سزا تمثیلاً بیان کی گئی ہے۔ مِلکیت اور انفاق معاشرہ کے دو اہم رکن ہیں۔ اگر مِلکیت سے کَنْز یعنی سرمایہ اندوزی کی صورت پیدا ہوتی ہے تو سرمایہ اندوز کا انجامِ بد محولہ بالا آیت میں واضح طور پر بتایا گیا ہے۔ لیکن اگر سرمایہ اندوزی کے ساتھ ساتھ انفاق فی سبیل اللہ کی مختلف صورتیں قائم رہیں تو پھر ملکیت مبارک اور اقتصادیات کی ترقی کے لئے ایک اہم رکن بن جاتی ہے۔ زکوٰۃ کی شرعی علت غائی درحقیقت تزکیہ نفس ہے۔ دولت مند میں ذخیرہ اندوزی کا ایک طبعی میلان ہوتا ہے۔ جتنا روپیہ کسی کے پاس جمع ہو؛ اتنا ہی وہ حریص اور مزید جمع کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ زکوٰۃ سے اس مخصوص طبعی میلان کی اصلاح بھی ہوتی ہے۔ ایک مسلمان دولت مند جو احکامِ اسلام کا پابند ہے، اپنی بے کار دولت سے متعلق دو راہوں میں سے ایک راہ اختیار کرنے پر مجبور ہے یا وہ اس کی زکوٰۃ نکالے گا۔ ورنہ اسے کاروبار میں لگائے گا۔ اس طرح دونوں صورتوں میں ہی اس کے اندوختہ سرمائے کا تزکیہ ہوتا رہتا ہے۔ اس تعلق میں دیکھئے باب نمبر ۱۱، ۲۳، ۲۸۔

بَاب ٥ : إِنْفَاقُ الْمَالِ فِي حَقِّهِ

مال خرچ کرنا جہاں خرچ کرنے کا حق ہے

١٤٠٩ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ

۱۴۰۹: محمد بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) یحییٰ نے ہمیں بتایا کہ اسماعیل (بن ابی خالد) سے مروی

حَدَّثَنِي قَيْسٌ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٍ آتَاهُ اللهُ مَالًا فَسَلَّطَهُ عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ وَرَجُلٍ آتَاهُ اللهُ حِكْمَةً فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا.

ہے۔ (انہوں نے کہا:) قیس (بن ابی حازم) نے مجھے بتایا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: رشک نہیں کرنا چاہیے مگر دو ہی (آدمیوں) پر۔ ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور پھر اس کو برمحل خرچ کرنے کی توفیق دے اور وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے صحیح علم دیا ہو اور وہ خود بھی اس پر عمل کرتا ہے اور لوگوں کو بھی سکھاتا ہے۔

اطرافه: ٧٣، ٧١٤١، ٧٣١٦۔

تشریح: اِنْفَاقُ الْمَالِ فِي حَقِّهٖ: عمل صالح کی تعریف اسلامی نقطہ نگاہ سے یہی ہے کہ برمحل ہو۔ قرآن مجید کا حکم اس بارے میں صریح ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۂ بنی اسرائیل میں جہاں فی سبیل اللہ خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے، وہاں اسراف سے روکتے ہوئے اس طرف توجہ دلاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی بعض کو رزق کشادگی سے دیتا ہے اور بعض پر اس کے راستے تنگ کر دیتا ہے اور اس کا ہر فعل اس کی دو صفتوں خَبِیْرٌ اور بَصِیْرٌ سے صادر ہوتا ہے۔ خَبِیْرٌ کے معنی اندرونی حال سے واقف اور بَصِیْرٌ کے معنی دور کے نتائج کو دیکھنے والا ہیں۔ انفاق میں انہی دو صفتوں کو اپنانے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ فرماتا ہے: اِنَّ رَبَّکَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَاءُ وَیَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ کَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرًا بَصِیْرًا ۝ (بنی اسرائیل: ۳۱) تیرا رب جس کے لئے چاہتا ہے رزق کو وسیع کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کرتا ہے۔ وہ یقیناً اپنے بندوں (کے حالات) سے خوب واقف اور خوب دیکھنے والا ہے۔ برمحل خرچ کرنے کی مثالوں کے لئے دیکھئے باب ۱۴ و باب ۱۵۔

بَاب ٦: اَلرِّيَاءُ فِي الصَّدَقَةِ

صدقہ میں ریاکاری

لِقَوْلِهِ: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى إِلَى قَوْلِهِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝٢٦٥ (البقرة: ٢٦٥)

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مومنو! اپنے صدقوں کو احسان جتا کر اور ایذا دہی سے برباد نہ کیا کرو۔ اس شخص کی طرح جو لوگوں کے دکھاوے کے لئے اپنا مال خرچ کرتا ہے اور اللہ اور یومِ آخرت پر یقین نہیں رکھتا اور اللہ ناشکر گزاروں کی راہنمائی نہیں کیا کرتا۔

وَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا صَلْدًا لَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ وَ قَالَ عِكْرِمَةُ وَابِلٌ مَطَرٌ شَدِيْدٌ وَ الطَّلُّ النَّدَى.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: صَلْدًا کے معنی ہیں اس پر کچھ نہیں، صاف، چٹیل اور عکرمہ نے کہا: وَابِلٌ کے معنی زوردار مینہ اور طَلٌّ کے معنی شبنم۔

تشریح: **اَلرِّيَاءُ فِي الصَّدَقَةِ:** اس باب کا عنوان بحوالہ آیت قائم کیا گیا ہے تا صدقہ کا سلبی پہلو نمایاں طور پر مدنظر رہے۔ صدقہ مشتق ہے صَدَقَ سے؛ جس کے معنی ہیں خالص عمل۔ (لسان العرب تحت لفظ صدق)

باب ٦ و ٧ میں صدقہ کی وہ صورتیں بیان کی گئی ہیں جن سے صدقہ کا مفہوم باطل ہو جاتا ہے۔

باب ٦ و ٧ کے تحت کوئی روایت نہیں لائی گئی۔ اس بارہ میں بعض شارحین کا خیال ہے کہ امام بخاریؒ کو اپنی شرائط صحت کے مطابق کوئی روایت نہیں ملی؛ مگر ایسا نہیں۔ روایتیں تو موجود ہیں۔ دیکھئے روایت نمبر ۱۴۱۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۴ وغیرہ۔ دراصل ان دونوں ابواب میں صدقہ کا مفہوم منفی جہت سے واضح کرنا مقصود ہے کہ کن حالات میں اس کا صحیح مفہوم قائم نہیں رہتا اور وہ باطل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ باب ٦ کے آخر میں الفاظ صَلْدًا اور وَابِلٌ کی تشریح اسی غرض سے کی گئی ہے کہ صدقہ اسی وقت تک صدقہ ہے جب اپنی حقیقت پر مبنی ہو۔ دل کی زمین اگر اچھی ہو تو وہ اُگائے گی خواہ بارش کم ہو یا زیادہ۔

بَاب ۷: لَا يَقْبَلُ اللهُ صَدَقَةً مِنْ غُلُوْلٍ

اللہ تعالیٰ چوری، خیانت اور رشوت کے مال سے صدقہ قبول نہیں کرتا

وَ لَا يَقْبَلُ إِلَّا مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ لِقَوْلِهِ: قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ؕ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ﴿۲۶۴﴾ (البقرة: ٢٦٤)

اور صرف پاکیزہ کمائی ہی سے قبول کرتا ہے۔ کیونکہ (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے: بھلی بات کہنا اور مغفرت بہتر ہیں اس صدقے سے جس کے بعد ایذا رسانی ہو اور اللہ بے نیاز، بردبار ہے۔

تشریح: **لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَدَقَةً مِّنْ غُلُوْلٍ:** یہ عنوانِ باب ایک مرفوع حدیث کا حصہ ہے جو امام مسلم نے نقل کی ہے: لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طُهُوْرٍ وَلَا صَدَقَةٌ مِنْ غُلُوْلٍ. (مسلم، كتاب الطهارة، باب وجوب الطهارة للصلاة) غُلُوْلٌ کے معنی خیانت کرنا، چوری کرنا، رشوت دینا اور غُلُوْلٌ اس مال کو بھی کہتے ہیں جو ناجائز ذرائع سے حاصل کیا جائے۔ صدقہ مقبول ہونے کے لئے جیسا یہ ضروری ہے کہ اُس میں ریاء، طعنہ اور ایذاء دہی کا شائبہ نہ ہو۔ ایسا ہی یہ بھی ضروری ہے کہ وہ کسب حلال سے ہو۔ مذکورہ بالا آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جب صدقہ احسان جتانے سے جو ایک ادنیٰ ایذاء دہی ہے باطل ہو جاتا ہے تو چوری، رشوت اور خیانت (جو کہ بہت بڑی ایذاء دہی کا

موجب ہیں) کے ذریعہ سے حاصل کردہ مال میں سے صدقہ کیونکر قبول ہوسکتا ہے؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام زکوٰۃ کے بارے میں تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"بعض لوگ زکوٰۃ دیتے ہیں مگر اس بات کا خیال نہیں رکھتے کہ یہ روپیہ حلال کی کمائی سے ہے یا حرام کی کمائی سے ہے۔ دیکھو اگر ایک کتا ذبح کیا جائے اور اس کے ذبح کرنے کے وقت اللہ اکبر بھی کہا جائے۔ ایسا ہی ایک سؤر لوازمات ذبح کے ساتھ مارا جائے تو وہ کتا یا سؤر کیا حلال ہو جائے گا؟ وہ تو بہرحال حرام ہی ہے۔ زکوٰۃ تو تزکیہ سے نکلی ہے۔ اس کے ذریعے سے مال پاک ہو جاتا ہے کہ انسان حلال کی روزی حاصل کرتا ہے اور پھر اس کو دین کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ انسانوں میں اس قسم کی غلطیاں ہیں کہ اصل حقیقت کو نہیں پہچانتے۔ ایسی باتوں سے دست بردار ہونا چاہیے۔ ارکانِ اسلام نجات دینے کے واسطے ہیں۔ مگر ان غلطیوں سے لوگ کہیں کے کہیں چلے جاتے ہیں۔"

(تقریر حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۲۶ دسمبر ۱۹۰۶ء- البدر ۱۰ جنوری ۱۹۰۷ء، صفحہ ۱۵ جلد ۶ نمبر ۱، ۲)

بَاب ۸: اَلصَّدَقَةُ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ

پاکیزہ کمائی سے صدقہ دینا

لِقَوْلِهِ: {[1] يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا} وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۷۷﴾ {[2] اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ} وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۸﴾ (البقرة: ۲۷۷-۲۷۸)

کیونکہ (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے: {اللہ سود کو گھٹاتا ہے[1]} اور صدقوں کو بڑھاتا ہے اور کسی ناشکر گزار بدکار کو پسند نہیں کرتا {جو لوگ مومن ہیں اور انہوں نے صلاحیت کے کام کئے ہیں اور نماز سنوار کر ادا کی ہے اور زکوٰۃ دی ہے؛ جس اجر کے وہ مستحق ہیں وہ ان کے لئے ان کے ربّ کے پاس موجود ہے[2]} اور نہ اُن کو (آئندہ کا) خوف ہوگا اور نہ وہ (گزشتہ پر) غم کھائیں گے۔

١٤١٠: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُنِيْرٍ سَمِعَ أَبَا النَّضْرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ

۱۴۱۰: عبداللہ بن منیر نے ہم سے بیان کیا کہ انہوں نے کہا۔ ابوالنضر سے سنا۔ (وہ کہتے تھے:)

[1] یہ الفاظ فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری مطبوعہ انصاریہ- دہلی، جزء ۶ صفحہ ۱۷)

[2] یہ الفاظ فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء ۳ حاشیہ صفحہ ۳۵۱) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ وَلَا يَقْبَلُ اللّٰهُ إِلَّا الطَّيِّبَ فَإِنَّ اللّٰهَ يَتَقَبَّلُهَا بِيَمِيْنِهِ ثُمَّ يُرَبِّيْهَا لِصَاحِبِهِ كَمَا يُرَبِّي أَحَدُكُمْ فَلُوَّهُ حَتّٰى تَكُوْنَ مِثْلَ الْجَبَلِ. تَابَعَهُ سُلَيْمَانُ عَنِ ابْنِ دِيْنَارٍ وَقَالَ وَرْقَاءُ عَنِ ابْنِ دِيْنَارٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوَاهُ مُسْلِمُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ وَزَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ وَسُهَيْلٌ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اطرافه: ٧٤٣٠۔

عبدالرحمٰن نے جو کہ عبداللہ بن دینار کے بیٹے ہیں ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے ابوصالح سے، ابوصالح نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے پاکیزہ کمائی سے ایک کھجور کے برابر بھی صدقہ دیا اور اللہ پاکیزہ چیز ہی قبول کرتا ہے اور اللہ اس صدقہ کو اپنے دائیں ہاتھ سے قبول کرتا ہے۔ پھر صدقہ دینے والے کے لئے اس کو بڑھاتا ہے؛ اسی طرح جس طرح کہ تم میں سے کوئی اپنا بچھیرا پالتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ (صدقہ) پہاڑ برابر ہو جاتا ہے۔ (عبدالرحمٰن کی طرح) سلیمان (بن بلال) نے بھی (عبداللہ) بن دینار سے یہ حدیث روایت کی اور ورقاء نے بھی (عبداللہ) بن دینار سے روایت کی۔ انہوں نے سعید بن یسار سے، سعید نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی ﷺ سے......

اور مسلم بن ابی مریم اور زید بن اسلم اور سہیل نے ابوصالح سے، ابوصالح نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی۔

تشریح: **اَلصَّدَقَةُ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ:** باب ٦، ٧ میں سلبی پہلو مدنظر رکھ کر صدقہ کے بارے میں شریعت اسلامیہ کی تعلیم پیش کی گئی ہے۔ یعنی صدقہ میں نہ ریاء ہو، نہ اظہارِ احسان اور نہ کسی قسم کی ایذا دہی اور صدقہ چوری، رشوت اور خیانت وغیرہ کے مال سے نہ دیا جائے۔ صدقہ مشتق ہے صِدق سے۔ صدق کے معنی ہیں خالص۔

باب نمبر ٨ میں صدقہ سے متعلق مثبت پہلو بیان کیا گیا ہے۔ یَمِین (دایاں ہاتھ) عربی زبان میں خیر و برکت اور قدرت و طاقت کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ یہاں اس کا وہی مفہوم ہے جو آیت فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا. (ال عمران: ٣٨) یعنی اچھی طرح قبول کرے گا اور بڑھائے گا۔ عرب لوگ عموماً یَمِین کا لفظ اسی

قسم کے محاورہ میں استعمال کرتے ہیں۔جیسے شماخ شاعر عرابہ کی تعریف میں کہتا ہے:-

اِذَا مَا رَايَةٌ رُفِعَتْ لِمَجْدٍ ۞ تَلَقَّاهَا عُرَابَةُ بِالْيَمِيْنِ

(لسان العرب تحت لفظ یمن)

یعنی جب بڑائی کے لئے جھنڈا بلند کیا جاتا ہے تو عرابہ دائیں ہاتھ سے اُسے لیتا ہے۔یعنی مضبوطی اور یمن و برکت سے۔

كَمَا يُرَبِّي اَحَدُكُمْ فَلُوَّهٗ: عرب اپنے گھوڑوں خصوصاً بچھیروں کی محبت اور پرورش میں مشہور ہیں۔اس لئے ان کو سمجھانے کی غرض سے بچھیرے کی مثال دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ نہیں دیکھتا کہ کھجور کا صرف ایک ہی دانہ صدقہ دیا گیا ہے۔بلکہ یہ دیکھتا ہے کہ صدقے کی شرطیں اس میں پائی جاتی ہیں یا نہیں۔اگر پائی جاتی ہوں تو وہ اسی ایک دانہ کو اتنی برکت دینے کا وعدہ فرماتا ہے کہ انسان اس کا قیاس بھی نہیں کرسکتا۔اُحد پہاڑ کی مثال بھی یہی سمجھانے کے لئے دی گئی ہے۔اس تعلق میں کتاب الایمان روایت نمبر ۴۷ بھی دیکھئے۔

صحیح مسلم کی روایت میں ہے: حَتّٰى تَكُوْنَ اَعْظَمَ مِنَ الْجَبَلِ (مسلم، کتاب الزكاة، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب و تربيتها) اور ایک روایت میں وَهِيَ اَعْظَمُ مِنْ اُحُدٍ کے الفاظ ہیں۔(فتح الباری جزء۳ صفحہ ۳۵۴) انفاق فی سبیل اللہ ان اسلامی احکام میں سے ہے جن کا تعلق قوم کی اقتصادی بہبود و ترقی سے ہے اور صدقہ اسلامی تعلیم کا ایک اہم رکن ہے کہ اس سے غریب طبقہ جو بوجہ تہی دستی معطل ہے، کارآمد وجود بننے کا موقع پاتا ہے۔اگر مالی امداد سے وہ کام کرنے کے قابل ہوگا تو وہ قومی ثروت بڑھانے کا موجب ہوگا۔علاوہ ازیں جو شخص اپنے مال سے فی سبیل اللہ صدقہ نکالتا ہے؛ خود اس کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اس کا مال کم نہیں ہوگا بلکہ بڑھتا رہے گا۔فرماتا ہے:

قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ (سبا:۴۰) يُخْلِفُهٗ کے معنے ہیں انفاق سے جو کمی ہوتی ہے وہ کمی پوری کرے گا۔ اَخْلَفَ الشَّجَرَةَ اس نے درخت کو پیوند لگایا تا اچھے پھل دے اور سلسلہ بارآوری قائم رہے۔(دیکھئے تشریح باب ۱۰ و ۲۸)

عنوانِ باب میں آیت محولہ بالا کا انتخاب بھی اس جہت سے قابل قدر ہے کہ اس میں سود کا ذکر ہے جو عین ضد ہے زکوٰۃ و صدقات کی کہ اس میں سودی کاروبار کرنے والا محتاج افراد سے ان کے اموال اس غرض سے اپنے پاس سمیٹتا ہے کہ اپنی دولت بڑھائے۔جبکہ زکوٰۃ میں ان کو مال دیا جاتا ہے کہ وہ اُٹھیں اور بڑھیں۔زکوٰۃ اور رِبا نتائج کے لحاظ سے بھی ضدین ہیں۔مَحَقَ کے معنی ہیں باطل کردینا۔ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا. اللہ سود کی غرض باطل کردیتا ہے۔یعنی اس کا مال نہیں بڑھتا اور اس میں برکت نہیں ہوتی۔(اس تعلق میں دیکھئے تشریح کتاب البيوع ابواب الربا، باب ۲۸) اِنَّ اللّٰهَ يَتَقَبَّلُهَا بِيَمِيْنِهٖ. اللہ دائیں ہاتھ سے اس کو قبول کرتا ہے یعنی اسے برکت دیتا ہے۔ایک حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انسان سے پوچھے گا کہ میں بھوکا تھا تو نے مجھے کھانے کو نہ دیا۔انسان تعجب سے پوچھے گا کہ آپ کب بھوکے تھے؟ فرمائے گا: میرا بندہ بھوکا تھا اور تو نے اسے نہ دیا۔(مسلم، کتاب البر والصلة، باب فضل عيادة المريض) حدیث مذکورہ بالا میں بھی صدقہ لینے والے کا ہاتھ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ قرار دیا گیا ہے۔

بَاب ٩ : اَلصَّدَقَةُ قَبْلَ الرَّدِّ

ردّ کئے جانے سے پہلے صدقہ دینا

١٤١١ : حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مَعْبَدُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تَصَدَّقُوْا فَإِنَّهُ يَأْتِي عَلَيْكُمْ زَمَانٌ يَمْشِي الرَّجُلُ بِصَدَقَتِهِ فَلَا يَجِدُ مَنْ يَّقْبَلُهَا يَقُوْلُ الرَّجُلُ لَوْ جِئْتَ بِهَا بِالْأَمْسِ لَقَبِلْتُهَا فَأَمَّا الْيَوْمَ فَلَا حَاجَةَ لِي بِهَا.

اطرافه: ١٤٢٤، ٧١٢٠۔

١٤١١: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) معبد بن خالد نے ہمیں بتایا، کہا: میں نے حارثہ بن وہب سے سنا کہ انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: صدقہ کرو۔ کیونکہ تم پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی اپنے صدقہ کو لئے پھرے گا اور وہ کسی کو نہیں پائے گا جو اسے قبول کرے۔ آدمی کہے گا: اگر تو اسے کل لاتا تو میں اسے لے لیتا۔ مگر آج تو مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔

١٤١٢ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتَّى يَكْثُرَ فِيْكُمُ الْمَالُ فَيَفِيْضَ حَتَّى يَهُمَّ رَبَّ الْمَالِ مَنْ يَّقْبَلُ صَدَقَتَهُ وَحَتَّى يَعْرِضَهُ فَيَقُوْلَ الَّذِي يَعْرِضُهُ عَلَيْهِ لَا أَرَبَ لِي.

١٤١٢: ابوالیمان (حکم بن نافع) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعیب نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ابوالزناد (ذکوان) نے عبدالرحمٰن (بن ہرمز اعرج) سے، عبدالرحمان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے فرمایا: وہ گھڑی اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک کہ تم میں مال اس قدر زیادہ نہ ہو جائے کہ سیلاب کی طرح بہہ پڑے۔ یہاں تک کہ مال دار کو ایسے شخص کی تلاش ہو گی جو اس کا صدقہ قبول کرے اور یہاں تک کہ جس کے سامنے پیش کرے گا وہ کہے گا: مجھے کوئی ضرورت نہیں۔

اطرافه: ٨٥، ١٠٣٦، ٣٦٠٨، ٤٦٣٥، ٤٦٣٦، ٦٠٣٧، ٦٥٠٦، ٦٩٣٥، ٧٠٦١، ٧١١٥، ٧١٢١۔

١٤١٣ :حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ النَّبِيْلُ أَخْبَرَنَا سَعْدَانُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُجَاهِدٍ حَدَّثَنَا مُحِلُّ بْنُ خَلِيْفَةَ الطَّائِيُّ قَالَ سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ كُنْتُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَهُ رَجُلَانِ أَحَدُهُمَا يَشْكُو الْعَيْلَةَ وَالْآخَرُ يَشْكُو قَطْعَ السَّبِيْلِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا قَطْعُ السَّبِيْلِ فَإِنَّهُ لَا يَأْتِي عَلَيْكَ إِلَّا قَلِيْلٌ حَتَّى تَخْرُجَ الْعِيْرُ إِلَى مَكَّةَ بِغَيْرِ خَفِيْرٍ وَأَمَّا الْعَيْلَةُ فَإِنَّ السَّاعَةَ لَا تَقُوْمُ حَتَّى يَطُوْفَ أَحَدُكُمْ بِصَدَقَتِهِ لَا يَجِدُ مَنْ يَّقْبَلُهَا مِنْهُ ثُمَّ لَيَقِفَنَّ أَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيِ اللهِ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ حِجَابٌ وَلَا تَرْجُمَانٌ يُتَرْجِمُ لَهُ ثُمَّ لَيَقُوْلَنَّ لَهُ أَلَمْ أُوتِكَ مَالًا فَلَيَقُوْلَنَّ بَلَى ثُمَّ لَيَقُوْلَنَّ أَلَمْ أُرْسِلْ إِلَيْكَ رَسُوْلًا فَلَيَقُوْلَنَّ بَلَى فَيَنْظُرُ عَنْ يَمِيْنِهِ فَلَا يَرَى إِلَّا النَّارَ ثُمَّ يَنْظُرُ عَنْ شِمَالِهِ فَلَا يَرَى إِلَّا النَّارَ فَلْيَتَّقِيَنَّ أَحَدُكُمُ النَّارَ وَلَوْ

۱۴۱۳: عبداللہ بن محمد (مسندی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابوعاصم نبیل نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) سعدان بن بشر نے ہمیں بتایا (کہا:) ابومجاہد (سعد طائی) نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا) مُحِل بن خلیفہ طائی نے ہمیں بتایا، کہا: میں نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا۔ اتنے میں دو شخص آپؐ کے پاس آئے۔ ان میں سے ایک اپنی محتاجی کا شکوہ کرتا تھا اور دوسرا رہزنی کا شکوہ کرتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رہزنی جو ہے تو اس کے متعلق یاد رکھو کہ تھوڑی دیر گزرے گی کہ جب قافلہ بغیر کسی محافظ کے مکہ کو جایا کرے گا اور جو محتاجی ہے تو وہ گھڑی اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک تم میں سے کوئی اپنے صدقہ کو لئے گھومتا نہ پھرے اور وہ کسی کو نہ پائے جو اس سے صدقہ قبول کرے۔ پھر اس کے بعد تم میں سے ایک ضرور اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوگا۔ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان نہ کوئی پردہ ہوگا اور نہ کوئی ترجمان جو اس کے لئے ترجمانی کرے۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے کہے گا: کیا میں نے تجھ کو مال نہیں دیا تھا؟ تو وہ جواب دے گا: کیوں نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کہے گا: کیا میں نے تیرے پاس رسول نہیں بھیجا تھا؟ وہ کہے گا: کیوں نہیں۔ پھر وہ اپنی دائیں طرف نظر کرے گا تو آگ ہی آگ دیکھے گا اور پھر بائیں طرف نظر کرے گا تو آگ ہی آگ دیکھے گا۔ اس لئے چاہیے کہ تم میں سے ہر ایک آگ سے بچاؤ کا سامان کرے۔ خواہ

بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَإِنْ لَّمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ.

کھجور کے ایک ٹکڑہ ہی سے ہو۔ اگر یہ بھی نہ پائے تو اچھی بات سے ہی۔

اطرافه: ١٤١٧، ٣٥٩٥، ٦٠٢٣، ٦٥٣٩، ٦٥٤٠، ٧٤٤٣، ٧٥١٢.

١٤١٤: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَطُوْفُ الرَّجُلُ فِيْهِ بِالصَّدَقَةِ مِنَ الذَّهَبِ ثُمَّ لَا يَجِدُ أَحَدًا يَأْخُذُهَا مِنْهُ وَيُرَى الرَّجُلُ الْوَاحِدُ يَتْبَعُهُ أَرْبَعُوْنَ امْرَأَةً يَلُذْنَ بِهِ مِنْ قِلَّةِ الرِّجَالِ وَكَثْرَةِ النِّسَاءِ.

۱۴۱۴: محمد بن علاء نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابواسامہ (حماد بن اسامہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے برید (بن عبداللہ) سے، برید نے ابوبردہ سے، ابوبردہ نے حضرت ابوموسیٰ (اشعری) رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوموسیٰؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: لوگوں پر ایسا زمانہ ضرور آئے گا جس میں آدمی سونے کا صدقہ لئے چکر لگائے گا۔ پھر بھی کسی کو نہیں پائے گا کہ جو اس سے وہ صدقہ لے اور ایک شخص دکھائی دے گا کہ اس کے پیچھے چالیس عورتیں ہوں گی۔ مردوں کی قلت اور عورتوں کی کثرت کی وجہ سے اس کی پناہ لے رہی ہوں گی۔

تشریح: اَلصَّدَقَةُ قَبْلَ الرَّدِّ: مختلف حالات کے تحت نیکی و بدی اور جائز و ناجائز اعمال کا تصور قائم ہوتا ہے۔ نماز جو ایک نیک عمل ہے بوقت جہاد جبکہ دشمن حملہ آور ہو عمل صالح نہیں کہلائے گی۔ اسی طرح باقی اعمال کی قدر و قیمت اور ثواب و عقاب میں کمی بیشی حالات پر منحصر ہے اور تنگی و کشائش کے وقت میں صدقہ کی قدر و قیمت بھی مختلف ہوگی۔ ایک تنگدست جو دو پیسے صدقہ دیتا ہے اور ایک دولت مند جو سینکڑوں روپے صدقہ کرتا ہے ہوسکتا ہے کہ دونوں ثواب میں برابر ہوں یا ایک روپیہ صدقہ دینے والا دولت مند سے ثواب میں بڑھ جائے اور اس کا صدقہ قبول ہو اور دوسرے کا رد، اگر وہ ریا کاری سے دیا گیا ہو۔ اسی نقطہ نظر کی طرف توجہ دلانے کے لئے یہ باب اور بعد کے ابواب نمبر ۱۰ تا ۱۴ قائم کئے گئے ہیں۔ یہ مضمون بطور تمہید کے ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ ایک زمانہ آنے والا ہے جب مسلمانوں میں کوئی محتاج نہیں رہے گا اور سب دولت مند ہو جائیں گے اور اس وقت صدقہ کی کوئی قدر و قیمت نہ ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اَلسَّاعَة سے مراد مسلمانوں کی تباہی کی گھڑی ہے۔ دیکھئے کتاب الایمان تشریح روایت نمبر ۵۰۔ روایت نمبر ۱۴۱۳ میں مذکور دونوں پیشگوئیاں حیرت انگیز صورت میں پوری ہوئیں۔ نیز ایک پیشگوئی کا ایک سے زائد مواقع اور مختلف زمانوں اور متنوع صورتوں میں پورا ہونا بھی ممکن ہے۔

بَاب ١٠ : اِتَّقُوْا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ

آگ سے بچو اگرچہ ایک ٹکڑا کھجور کے ذریعہ سے ہی

وَالْقَلِيْلُ مِنَ الصَّدَقَةِ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ الْآيَةَ وَإِلَى قَوْلِهِ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ. (البقرة:٢٦٦-٢٦٧)

اور تھوڑا سا صدقہ دینا۔ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:) اور ان کی مثال جو اپنے مالوں کو اللہ کی رضامندی حاصل کرنے اور اپنے آپ کو مضبوط بنانے کی غرض سے خرچ کرتے ہیں (اس باغ کی ہے جو ایک ٹیلے پر ہو......) اس کے لیے اس میں ہر قسم کے پھل ہوں۔

١٤١٥ : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ الْحَكَمُ هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللهِ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ آيَةُ الصَّدَقَةِ كُنَّا نُحَامِلُ فَجَاءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِشَيْءٍ كَثِيْرٍ فَقَالُوْا مُرَائِي وَجَاءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِصَاعٍ فَقَالُوْا إِنَّ اللهَ لَغَنِيٌّ عَنْ صَاعِ هٰذَا فَنَزَلَتْ: اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ الْآيَةَ. (التوبة:٧٩)

اطرافه: ١٤١٦، ٤٦٦٨، ٤٦٦٩.

١٤١٥: (ابوقدامہ) عبیداللہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابونعمان حکم جو عبداللہ بصری کے بیٹے ہیں نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) شعبہ (بن حجاج) نے ہمیں بتایا کہ سلیمان سے مروی ہے۔ انہوں نے ابووائل سے، ابووائل نے حضرت ابومسعود (انصاری) رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: جب صدقہ کی آیت نازل ہوئی؛ ہم بوجھ اُٹھایا کرتے تھے ایک شخص (حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ) آیا اور اس نے بہت سا صدقہ دیا۔ لوگوں نے کہا: ریا کار ہے اور ایک اور شخص (حضرت ابوعقیلؓ) آیا تو اس نے ایک صاع (کھجور) صدقہ میں دی تو لوگوں نے کہا: اللہ ایک صاع کا محتاج نہیں۔ تب یہ آیت نازل ہوئی کہ جو مومنوں میں سے بخوشی صدقہ دینے والوں کو صدقات کے بارے میں طعنہ دیتے ہیں اور ان کو جو اپنے مقدور کے سوا نہیں پاتے....

١٤١٦ : حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيْقٍ

١٤١٦: سعید بن یحییٰ نے ہم سے بیان کیا۔ (کہا:) میرے باپ نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:)

عَنْ أَبِي مَسْعُوْدٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ انْطَلَقَ أَحَدُنَا إِلَى السُّوْقِ فَتَحَامَلَ فَيُصِيْبُ الْمُدَّ وَإِنَّ لِبَعْضِهِمُ الْيَوْمَ لَمِائَةَ أَلْفٍ.

اعمش نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے شقیق سے، شقیق نے حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہمیں صدقہ کا حکم دیتے تو ہم میں سے کوئی بازار جاتا اور (وہاں مزدوری پر) بوجھ اُٹھاتا اور ایک مُدّ (غلہ) حاصل کرتا اور آج یہ حالت ہے کہ ان میں سے بعض کے پاس تو ایک ایک لاکھ (دینار) ہیں۔

اطرافه: ١٤١٥، ٤٦٦٨، ٤٦٦٩.

١٤١٧: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَعْقِلٍ قَالَ سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اتَّقُوْا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ.

۱۴۱۷: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہمیں بتایا کہ ابواسحاق (عمرو بن عبداللہ سبیعی) سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے عبداللہ بن معقل سے سنا۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے کہ آگ سے بچو خواہ ایک ٹکڑا کھجور کا دے کر۔

اطرافه: ١٤١٣، ٣٥٩٥، ٦٠٢٣، ٦٥٣٩، ٦٥٤٠، ٧٤٤٣، ٧٥١٢.

١٤١٨: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَتِ امْرَأَةٌ مَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا تَسْأَلُ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِي

۱۴۱۸: بشر بن محمد نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:) معمر نے ہمیں بتایا کہ زہری سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن ابی بکر بن حزم نے بتایا۔ انہوں نے عروہ (بن زبیر) سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ کہتی

شَيْئًا غَيْرَ تَمْرَةٍ فَأَعْطَيْتُهَا إِيَّاهَا فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا وَلَمْ تَأْكُلْ مِنْهَا ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ مَنِ ابْتُلِيَ مِنْ هَذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ.

تھیں: ایک عورت آئی۔اس کے ساتھ اس کی دو لڑکیاں تھیں۔وہ مانگ رہی تھی۔ میرے پاس اس نے سوائے ایک کھجور کے اور کچھ نہ پایا۔ میں نے اسے وہ کھجور دے دی اور اس نے اپنی دو لڑکیوں کے درمیان اسے بانٹ دیا اور خود اُسے نہ کھایا۔ پھر اٹھی اور باہر چلی گئی اور نبی ﷺ ہمارے پاس آئے اور میں نے آپؐ کو یہ واقعہ بتایا۔آپؐ نے فرمایا: جو اِن بیٹیوں کی وجہ سے کسی تکلیف میں مبتلا ہو تو وہ اس کے لئے آگ سے آڑ ہوں گی۔

اطرافه: ٥٩٩٥۔

تشریح: **اَلْقَلِيلُ مِنَ الصَّدَقَةِ:** اس باب کا مفہوم واضح ہے۔صدقہ خواہ تھوڑا ہو، انسان کے لئے موجب رحمت ہوتا ہے اور تھوڑا سمجھ کر دینے سے شرمانا نہیں چاہیے اور کسی کے طعن و تشنیع کی پرواہ نہ کی جائے۔

عنوان باب میں جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے وہ یہ ہے: وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ٥(البقرۃ:٢٦٦) جو لوگ اپنے مال اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے اور اپنے آپ کو مضبوط بنانے کے لئے خرچ کرتے ہیں ان (کے خرچ) کی حالت اُس باغ کی حالت کے مشابہ ہے جو اونچی جگہ پر ہو (اور) اُس پر تیز بارش ہوئی ہو جس (کی وجہ) سے وہ اپنا پھل دوچند لایا ہو اور اُس کی یہ کیفیت ہو کہ اگر اُس پر زور کی بارش نہ پڑے تو تھوڑی سی بارش ہی (اُس کے لئے کافی ہو جائے) اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُسے دیکھ رہا ہے۔اس آیت میں سمجھایا گیا ہے کہ نتائج کا دارومدار اعلیٰ اور خالص نیت پر ہے، نہ کمیت پر۔اگر دل کی زمین محبت الٰہی سے گداز ہو اور انسان اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے خرچ کرے تو خواہ وہ تھوڑا ہی ہو، اس کا نتیجہ بابرکت ہوگا۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ اللہ تعالیٰ کی نظر اعمال کی باطنی کیفیت پر ہوتی ہے۔اس تعلق میں دیکھئے کتاب الایمان تشریح باب ۴۱۔

جب انسان اپنے اعمال کی غرض و غایت بلند رکھتا ہو تو اس کی بلندی تمام چھوٹے بڑے فوائد و منافع پر حاوی ہو جاتی ہے۔جب رضاءِ الٰہی کے لئے کوئی کام کیا جاتا ہے تو دنیاوی مفاد بھی از خود اس کے اندر شامل ہو جاتے ہیں۔اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے اعمال صالح کی مثال جس کا نصب العین اعلیٰ ہو جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ سے دے کر اس کے نتائج (ضِعْفَيْنِ) دوہرے بتائے ہیں۔اِبْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ (حصولِ رضاءِ الٰہی) اور تَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ (اپنی مضبوطی) یہ وہ دوہرے اجر ہیں جن کی طرف ضِعْفَيْنِ سے اشارہ کیا گیا ہے۔رضائے الٰہی کا حصول روحانی فائدہ ہے اور اپنی مضبوطی سے مراد قومی تقویت ہے کہ صدقات کے ذریعہ سے غریب طبقہ کو اُٹھنے اور ترقی کرنے کا موقع ملتا ہے اور فقرہ مِنْ كُلِّ

الثَّمَرَاتِ سے مزید وضاحت کی گئی ہے کہ صدقہ وزکوٰۃ کے ذریعہ سے قوم کو ہر قسم کے روحانی اور جسمانی ثمرات سے بہرہ ور کیا جائے گا۔

روایت نمبر ۱۴۱۵ مقدارِ عمل کو اور روایت نمبر ۱۴۱۶ اِس کے نتائج کو واضح کرتی ہیں۔ روایت نمبر ۱۴۱۷ سے ارشادِ نبوی اور روایت نمبر ۱۴۱۸ سے صحابہ کرامؓ کے اس پر عمل کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور روایت نمبر ۱۴۱۵ میں جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے، اس میں بھی یہی سبق ہے کہ جتنی بھی توفیق ہو؛ رضائے الٰہی کے لئے خرچ کرنے سے دریغ نہیں کرنا چاہیے۔ مشار الیہا آیت سے پہلے ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ سے عہد کرتے ہیں کہ کشائش ہونے پر وہ صدقہ دیں گے۔ مگر جب ان کی حالت اچھی ہو جاتی ہے تو وہ اپنے عہد سے پھر جاتے ہیں۔ ایسے لوگ منافق ہیں۔ ان کے دلوں میں صدق و اخلاص نہیں ہوتا۔ اس لئے مال دار ہوتے ہوئے بھی خرچ نہیں کرتے اور جن کے اندر اخلاص ہوتا ہے وہ تنگدستی میں بھی خرچ کرتے ہیں۔ اَلَمْ يَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ○ اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ (التوبة: ۷۸-۷۹) کیا ان کو معلوم نہیں کہ اللہ ان کے مخفی مشوروں کو بھی جانتا ہے اور ان کے کھلے مشوروں کو بھی۔ یہ (منافق ہی) ہیں جو مومنوں میں سے خوشی سے بڑھ چڑھ کر صدقہ دینے والوں پر طنز کرتے ہیں (کہ وہ ریا کار ہیں) اور ان پر بھی جو سوائے اپنی محنت کی کمائی کے کوئی طاقت نہیں رکھتے۔ سو (باوجود اس قربانی کے) یہ اُن پر ہنسی کرتے ہیں۔ اللہ اُن کو ہنسی کی سزا دے گا اور ان کو دردناک عذاب ہوگا۔

ایک وہ وقت تھا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم محنت مزدوری کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے خرچ کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے صدقات کو قبول کرتے ہوئے بہت برکت دی اور آج یہ زمانہ ہے کہ مسلمانوں میں بعض لکھ پتی ہیں اور انہیں برمحل صدقات میں حصہ لینے کی توفیق نہیں ملتی۔ مواقع نمود وریاء پر کھلے ہاتھوں خرچ کرتے ہیں اور اس کی وجہ یہی ہے کہ ان کے قفسِ نفس سے روحِ اخلاص پرواز کر چکی ہے۔

روایت نمبر ۱۴۱۵ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت ابوعقیلؓ کا ذکر ہے۔ اوّل الذکر مالدار تاجر تھے اور انہوں نے چار یا آٹھ ہزار درہم کا صدقہ دیا تھا اور ثانی الذکر نے کنوئیں سے پانی نکالنے پر مزدوری حاصل کر کے ایک صاع (پونے تین سیر) کھجور حاصل کی تھی جو انہوں نے صدقہ میں دے دی۔ منافقوں نے دونوں کو نشانہ طعن و تشنیع بنایا اور یہی حال اُن کا ہمیشہ ہے۔ وہ نہ خود نیکی کرتے ہیں اور نہ دوسروں کی نیکی ان کو ایک آنکھ بھاتی ہے بلکہ اسے بُرا مانتے ہیں۔ روایت نمبر ۱۴۱۶ کے لئے دیکھئے کتاب الاجارۃ باب ۱۲، ۱۳۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ اسلامی تربیت سے انسان کا نفس کس قسم کے روحانی تزکیہ سے بہرہ مند ہوتا ہے۔ بغیر وسائل جبر و اکراہ کے وہ خوشی نفس سے نیک اعمال بجالانے میں اعلیٰ سے اعلیٰ قربانی کے لئے اپنے آپ کو مستعد پاتا ہے۔ نظریہ شیوعیت (کیمونزم) غافل ہے نفس بشری کے اس روشن پہلو سے اور وہ انسان کو اس کے مابہ الامتیاز سے تہی دست کر کے ایک حیوان کی سطح پر لے آتا ہے۔

بَاب ۱۱ : فَضْلُ صَدَقَةِ الشَّحِيْحِ الصَّحِيْحِ

بخیل حریص جو تندرست ہو اُس کے صدقہ دینے کی فضیلت

لِقَوْلِهِ: وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ (المنافقون: ۱۱) اَلْآيَةَ.

(اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے: جو کچھ بھی ہم نے تم کو دیا ہے، اس سے خرچ کرو۔ پیشتر اس کے کہ تم میں سے کسی کو موت کا وقت آ جائے۔

وَقَوْلِهِ: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ (البقرة: ۲۵۵) اَلْآيَةَ.

نیز (اللہ تعالیٰ کا) یہ قول کہ اے مومنو! جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے، اس سے خرچ کرو پیشتر اس کے کہ وہ دن آ جائے جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی (اور نہ دوستی اور نہ سفارش)

۱٤۱۹: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَيُّ الصَّدَقَةِ أَعْظَمُ أَجْرًا قَالَ أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيْحٌ شَحِيْحٌ تَخْشَى الْفَقْرَ وَتَأْمُلُ الْغِنَى وَلَا تُمْهِلُ حَتَّى إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ قُلْتَ لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ.

اطرافه: ۲۷٤۸۔

۱۴۱۹: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبدالواحد (بن زیاد) نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) عمارہ بن قعقاع نے ہمیں بتایا (کہا:) ابوزرعہ نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ہم سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ! ثواب میں کونسا صدقہ بڑھ کر ہے؟ آپؐ نے فرمایا: یہ کہ تو صدقہ کرے جب تو تندرست ہو۔ مال حاصل کرنے کی خواہش رکھتا ہو اور بخیل ہو۔ محتاجی سے ڈرے اور مالدار ہونے کی امید رکھتا ہو اور اتنی دیر نہ کر کہ جان حلق میں آ پہنچے اور تو کہے کہ فلاں کو اتنا دینا۔ فلاں کو اتنا دینا۔ حالانکہ فلاں کا تو ہو ہی چکا ہے۔

بَاب

۱۴۲۰: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ فِرَاسٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ بَعْضَ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّنَا أَسْرَعُ بِكَ لُحُوْقًا قَالَ أَطْوَلُكُنَّ يَدًا فَأَخَذُوْا قَصَبَةً يَذْرَعُوْنَهَا فَكَانَتْ سَوْدَةُ أَطْوَلَهُنَّ يَدًا فَعَلِمْنَا بَعْدُ أَنَّمَا كَانَتْ طُوْلَ يَدِهَا الصَّدَقَةُ وَكَانَتْ أَسْرَعَنَا لُحُوْقًا بِهِ وَكَانَتْ تُحِبُّ الصَّدَقَةَ.

۱۴۲۰: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابوعوانہ (وضاح یشکری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے فراس (بن یحيٰ) سے، فراس نے شعبی سے، شعبی نے مسروق سے، مسروق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی ﷺ کی بعض ازواج نے نبی ﷺ سے کہا: ہم میں سے کون سب سے جلدی آپؐ سے ملے گی؟ آپؐ نے فرمایا: جس کے ہاتھ زیادہ لمبے ہیں تو ایک لکڑی لے کر وہ اپنے اپنے ہاتھ ناپنے لگیں۔ حضرت سودہؓ کا ہاتھ سب سے زیادہ لمبا تھا۔ ہمیں بعد میں معلوم ہوا کہ ہاتھ کی لمبائی سے مراد تو صدقہ تھا اور ہم میں سے وہ زوجہ سب سے پہلے آنحضرت ﷺ سے ملیں جو صدقہ کو بہت پسند کرتی تھیں۔

تشریح: **فَضْلُ صَدَقَةِ الشَّحِيْحِ الصَّحِيْحِ**: بیماری میں انسان صدقہ کرنے پر راغب ہو جاتا ہے خصوصاً جب موت نظر آ رہی ہو۔ یہ صدقہ اس صدقہ کی مانند نہیں جس کا ذکر سابقہ باب (نمبر۱۰) میں گزر چکا ہے۔ ایسا ہی ایک سخی انسان بھی بالطبع سخاوت کرتا ہے۔ لیکن اگر بخیل ہو اور مال جمع کرنے کی حرص بھی رکھتا ہو۔ بیماری وغیرہ کی مصیبت میں بھی مبتلا نہ ہو اور صدقہ کرے تو وہ صدقہ زیادہ قابل قدر ہوگا۔ کیونکہ اس نے ان وجوہ کی موجودگی میں جو صدقہ کے مانع ہو سکتے تھے؛ اپنے نفس کا مقابلہ کر کے اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیا ہے۔ اس میں اسے اپنے نفس سے ایک بڑا جہاد کرنا پڑا ہے۔ عنوانِ باب میں جن دو آیتوں کا حوالہ دیا گیا ہے ان کا بھی یہی مفہوم ہے کہ صدقہ کا محرک موت وغیرہ کا خیال نہ ہو۔ ان میں سے پہلی آیت یہ ہے: وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْ لَا اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ (المنافقون:۱۱) {اور خرچ کرو اس میں سے جو ہم نے تمہیں دیا ہے پیشتر اس کے کہ تم میں سے کسی کو موت آ جائے تو وہ کہے: اے میرے ربّ! کاش تو نے مجھے تھوڑی سی مدت تک مہلت دی ہوتی تو میں ضرور صدقات دیتا اور نیکوکاروں میں سے ہو جاتا۔} اور دوسری آیت یہ ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ (البقرة:۲۵۵) {اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! خرچ کرو اس میں سے جو ہم نے تمہیں عطا کیا ہے پیشتر اس کے کہ وہ دن آ جائے جس میں نہ کوئی تجارت ہوگی اور نہ کوئی دوستی اور نہ کوئی شفاعت۔ اور کافر ہی ہیں جو ظلم کرنے والے

ہیں۔}امام بخاریؒ نے ان آیتوں کا حوالہ دے کر روایت نمبر ۱۴۱۹ کے ذریعہ یہی نکتہ واضح کیا ہے کہ مختلف حالات میں صدقہ کی نوعیت اور اس کی قدر و قیمت بدل جاتی ہے۔ وَالْكَافِرُوْنَ هُمُ الظَّالِمُوْن. یعنی ان حق وحکمت کی باتوں کا انکار کرنے والے درحقیقت خود اپنی جان پر ظلم کرتے ہیں اور اپنے آپ کو اعمال صالحہ کے نیک اور شیریں ثمرات سے محروم کر لیتے ہیں۔ نہ خرچ کرنا اس لحاظ سے بھی ظلم ہے کہ مال کو جو دراصل خرچ کرنے کے لئے ہے روک کر اسے بے کار حالت میں رکھنے کے یہ معنی ہیں کہ وہ اپنی قیمت اور افادیت سے محروم ہو جائے۔ ظلم کے معنی کسی کا حق چھیننا۔ مال کا حق یہ ہے کہ وہ ضرورتِ حقہ پر خرچ کیا جائے۔ اقتصادیات سے تعلق رکھنے والے اسلام میں دو عنصر ہیں؛ ملکیت اور انفاق فی سبیل اللہ۔ زکوٰۃ وصدقہ تہی دست افرادِ قوم کے اُٹھنے اور بڑھنے کا موقع بہم پہنچانے میں ممد ہوتے ہیں۔ اسی اعتبار سے اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ کے حکم پر عمل نہ کرنا ظلم ہوگا کہ اس بخل سے غریب طبقہ اپنی خداداد قوتوں کو بروئے کار لانے سے محروم رہے گا۔ اس کا نتیجہ ظاہر ہے۔ اقتصادی بدحالی، اخلاقی پستی اور قومی زوال۔ زکوٰۃ کے ذریعے سے جہاں قوم کی اقتصادی حالت کا تزکیہ اسی جہت سے ہوتا ہے کہ افراد کو کار آمد وجود بننے کا موقع ملتا ہے۔ وہاں افراد کا تزکیہ اس جہت سے بھی ہوتا ہے کہ بخل وحرص اور خودغرضی جیسے اخلاقِ رزیلہ کی اصلاح ہوتی ہے اور شفقت علیٰ خلق اللہ وغیرہ اخلاقِ فاضلہ کا نشوونما ہوتا ہے۔ اس تعلق میں باب نمبر ۳۰ بھی دیکھئے۔

اَطْوَلُكُنَّ يَدًا: حضرت عائشہؓ کی مذکورہ بالا روایت میں حضرت زینبؓ کا نام نظر انداز ہے۔ مورخین اسلام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد آپؐ کی ازواج میں سے حضرت زینبؓ پہلے فوت ہوئیں اور وہ بہت خیرات کیا کرتی تھیں اور قد وقامت کی بھی چھوٹی تھیں۔ حضرت زینبؓ کی وفات حضرت عمرؓ کی خلافت میں ہوئی اور حضرت سودہؓ کی وفات جن کے ہاتھ بظاہر لمبے تھے معاویہؓ کے دور میں ہوئی۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۳۶۲-۳۶۳) مذکورہ بالا روایت کے الفاظ فَعَلِمْنَا بَعْدُ اِنَّمَا كَانَتْ طُوْلَ يَدِهَا الصَّدَقَةَ سے واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ازواج پر ان کی غلط فہمی بعد میں ظاہر ہوئی۔ پہلے وہ سمجھتی تھیں کہ حضرت سودہؓ سب سے پہلے فوت ہوں گی مگر بعد میں معلوم ہوا کہ ہاتھوں کی ظاہری لمبائی مراد نہیں بلکہ مراد سخاوت تھی۔ حضرت عائشہؓ کی دوسری روایتوں میں حضرت زینب بنت جحشؓ کا نام صراحتاً لیا گیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعض دفعہ انہوں نے بوجہ شہرت حضرت زینبؓ کا نام نہیں لیا۔ امام بیہقیؒ نے کتاب دلائل میں شعبی کی یہی روایت بغیر مسروق اور حضرت عائشہؓ کا ذکر کرنے کے ان الفاظ میں نقل کی ہے: قُلْنَ النِّسْوَةُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَيُّنَا اَسْرَعُ لُحُوْقًا بِكَ قَالَ اَطْوَلُكُنَّ يَدًا فَأَخَذْنَ يَتَذَارَعْنَ اَيَّتُهُنَّ اَطْوَلُ يَدًا فَلَمَّا تُوُفِّيَتْ زَيْنَبُ عَلِمْنَ اَنَّهَا كَانَتْ اَطْوَلُهُنَّ يَدًا فِي الْخَيْرِ وَالصَّدَقَةِ. (دلائل النبوة للبيهقي، جماع ابواب إخبار النبيؐ بالكوائن بعده، باب ما جاء في إخبار النبيؐ بمن يكون أسرع لحوقا به من زوجاته، جزء۶ صفحہ۳۷۱) (فتح الباری جزء۳ صفحہ۳۶۳) یعنی عورتوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: ہم میں سے کون سب سے جلدی آپؐ سے ملے گی؟ آپؐ نے فرمایا: تم میں سے جس کے ہاتھ زیادہ لمبے ہیں۔ اس پر وہ ناپنے لگیں کہ ان میں سے کون لمبے ہاتھ والی ہے۔ پھر جب حضرت زینبؓ کی وفات ہوئی تو انہوں نے جان لیا کہ وہ صدقہ وخیرات میں ان میں سے لمبے ہاتھ والی تھیں۔

حاکم نے بھی کتاب المناقب میں یہی روایت (بسند یحیی بن سعید عن عمرۃ عن عائشہ) نقل کی ہے۔ (المستدرک

علی الصحیحن، کتاب المناقب من کتاب معرفة الصحابة ،باب ذکر زینب بنت جحشؓ،روایت نمبر٦٧٧٦)
بخاری کے بعض نسخوں کے مطابق روایت نمبر۱۴۲۰ باب۱۱ کے تحت ہے جبکہ بعض نسخوں کے مطابق الگ باب کے تحت ہے لیکن ان میں بھی اس باب کو عنوان کے بغیر قائم کیا گیا ہے جس کی وجہ یہی ہے کہ سابقہ باب سے اس کا تعلق ہے جس میں صدقے کی فضیلت کا ذکر آیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود صدقات میں سب پر سبقت رکھتے تھے۔ (روایت نمبر٦) اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے ساتھ ملنے کا موقع بھی سب سے پہلے حضرت زینبؓ ہی کو دیا جو سخی تھیں۔

بَاب ١٢: صَدَقَةُ الْعَلَانِيَةِ

اعلانیہ صدقہ کرنا

وَقَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ: اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً إِلَى قَوْلِهِ: وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۵﴾ (البقرة: ٢٧٥)

اور اللہ عزوجل کا یہ فرمانا: جو اپنے مالوں کو رات اور دن چھپا کر اور کھلم کھلا خرچ کرتے ہیں۔ (جس اجر کے وہ مستحق ہیں وہ ان کے لئے ان کے ربّ کے پاس ہے نہ انہیں آئندہ کا خوف ہوگا) اور نہ وہ گزشتہ پر غم کریں گے۔

بَاب ١٣: صَدَقَةُ السِّرِّ

چُھپ کر خیرات کرنا

وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا صَنَعَتْ[1] يَمِيْنُهُ وَقَوْلُهُ تَعَالَى: {[2] اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ} وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ {وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ وَاللهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۷۲﴾ [3]} الْآيَةَ.

اور حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے کہا: اور ایک وہ آدمی ہے کہ جس نے صدقہ کیا اور اسے اتنا چھپایا کہ اس کا دایاں ہاتھ جو خرچ[1] کرتا ہے اس کے بائیں کو خبر نہیں ہوتی اور اللہ تعالیٰ کا فرمانا: {اگر تم صدقات کو ظاہر کرو تو یہ بھی اچھا ہے[2]} اور اگر تم ان کو چھپاؤ اور محتاجوں کو دو تو یہ تمہارے لئے زیادہ اچھا ہے {[3] اور اللہ تعالیٰ تم سے تمہاری برائیاں (نیکیوں کے ذریعے) دور کردے گا اور اللہ تعالیٰ جو تم کرتے ہو اس سے خوب واقف ہے۔} (البقرة: ٢٧٢)

---

[1] فتح الباری مطبوعہ انصاریہ میں صَنَعَتْ کی جگہ تُنْفِقُ کا لفظ ہے (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ۳۶۴) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔
[2] یہ الفاظ فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ۳۶۴) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔
[3] یہ الفاظ فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہیں (فتح الباری مطبوعہ انصاریہ دہلی جزء٦ صفحہ۲۲) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تشریح: **یُنفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً:** باب ۱۲، ۱۳ کے عناوین کے تحت کوئی روایت درج نہیں کی گئی۔ شارحین کا خیال ہے کہ ان کے مطابق کوئی مستند روایت امام بخاریؒ کو نہیں ملی۔ (فتح الباری جزء ۳ صفحہ ۳۶۵) یہ خیال درست نہیں کیونکہ اس مفہوم کی کئی ایک روایتیں کتاب الزکوٰۃ میں موجود ہیں۔ مثال کے طور پر روایت نمبر ۱۴۲۰، ۱۴۲۵ دیکھئے۔ دراصل ان ابواب میں جن آیات کا حوالہ دیا گیا ہے ان میں دو قسم کے صدقات کا ذکر ہے۔ ایک اعلانیہ جس کا دیا جانا صاحبِ نصاب پر فرض ہے اور بیت المال کے لئے محصلین کے ذریعہ سے وصول کیا جاتا ہے اور دوسری قسم طوعی یعنی اختیاری اور بطور نفل۔ اس کے لئے پسندیدہ یہ ہے کہ اس میں اخفاء سے کام لیا جائے اور محتاجوں کو براہِ راست دیا جائے۔ آیت محولہ میں سِرًّا کے بعد فرمایا: وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ (البقرۃ: ۲۷۲) یعنی اگر تم صدقوں کو چھپاؤ اور محتاجوں کو دو، اس فرق کے پیش نظر ایک ہی آیت کو دو حصوں میں تقسیم کر کے دو الگ الگ عنوان قائم کئے گئے ہیں تا صدقات کی دونوں قسموں کی طرف توجہ منعطف کی جائے۔ صَدَقَةُ السِّرِّ کا تعلق اموالِ باطنیہ سے ہے۔ یعنی ایسے مالوں سے جن کی نگرانی اور حساب کتاب کرنا مشکل ہے۔ جیسے جمع زیورات اور اندوختہ نقد مال، عطیہ جات، ہدیئے اور نذرانے وغیرہ۔ ایسا مال اگر نصاب سے زیادہ ہو تو اس پر زکوٰۃ عائد ہوگی اور افراد اپنے طور پر زکوٰۃ نکالیں گے اور مستحق محتاج کو کسی ایسے ذریعہ سے دیدیں گے کہ اسے پتہ نہ لگے؛ یہ کس کی طرف سے ہے اور اعلانیہ صدقہ کا تعلق اموال ظاہرہ یعنی پیداوار زمین، مواشی، تجارت وغیرہ پر واجب الاداء زکوٰۃ سے ہے جو بیت المال کا حق ہے اور یہ زکوٰۃ از خود صَرف نہیں کی جا سکتی۔ ان دو ابواب کے قائم کرنے میں امام بخاریؒ نے جس لطیف تصرف سے کام لیا ہے اس کی مثال ملاحظہ ہو باب نمبر ۳۴ و ۳۵ میں جہاں ایک حدیث کے دو حصے ایک فقہی اختلاف حل کرنے کی غرض سے کئے ہیں۔

بَاب ١٤ : إِذَا تَصَدَّقَ عَلَى غَنِيٍّ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ

اگر مالدار کو صدقہ دے اور اسے معلوم نہ ہو

١٤٢١ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ سَارِقٍ فَأَصْبَحُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ عَلَى

۱۴۲۱: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعیب نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ابوزناد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص نے کہا: (آج) میں صدقہ ضرور کروں گا۔ چنانچہ وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور ایک چور کے ہاتھ میں اسے رکھ

سَارِقٍ فَقَالَ اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ زَانِيَةٍ فَأَصْبَحُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلَى زَانِيَةٍ فَقَالَ اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلَى زَانِيَةٍ لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدَيْ غَنِيٍّ فَأَصْبَحُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ عَلَى غَنِيٍّ فَقَالَ اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلَى سَارِقٍ وَعَلَى زَانِيَةٍ وَعَلَى غَنِيٍّ فَأُتِيَ فَقِيْلَ لَهُ أَمَّا صَدَقَتُكَ عَلَى سَارِقٍ فَلَعَلَّهُ أَنْ يَّسْتَعِفَّ عَنْ سَرِقَتِهِ وَأَمَّا الزَّانِيَةُ فَلَعَلَّهَا أَنْ تَسْتَعِفَّ عَنْ زِنَاهَا وَأَمَّا الْغَنِيُّ فَلَعَلَّهُ أَنْ يَّعْتَبِرَ فَيُنْفِقُ مِمَّا أَعْطَاهُ اللّٰهُ.

دیا۔ صبح کو لوگ باتیں کرنے لگے کہ چور کو صدقہ دیا گیا۔ (یہ سن کر) اس نے کہا: اے اللہ! تیرے لیے سب حمد ہے۔ میں اور صدقہ کروں گا۔ چنانچہ وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور ایک کنچنی کے ہاتھ میں اس نے رکھ دیا۔ صبح کو لوگ باتیں کرنے لگے کہ آج رات کنچنی کو صدقہ دیا گیا۔ اس پر اس نے کہا: اے اللہ! تیرے لئے ہی سب حمد ہے کہ کنچنی کو صدقہ ملا۔ میں اور صدقہ کروں گا۔ چنانچہ وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور ایک مالدار کے ہاتھوں میں اسے رکھ دیا۔ صبح کو لوگ باتیں کرنے لگے کہ غنی کو صدقہ دیا گیا تو اس نے کہا: اے اللہ! تیرے لئے ہی سب حمد ہے جو چور، کنچنی اور مالدار کو صدقہ دیا گیا۔ پھر اس کے پاس کوئی آیا اور اس نے اسے کہا کہ چور کو جو تو نے صدقہ دیا ہے ہوسکتا ہے کہ وہ چوری سے باز رہے اور جو کنچنی کو دیا ہے؛ ہوسکتا ہے کہ وہ زنا سے پرہیز کرے اور جو مالدار کو دیا ہے؛ ہوسکتا ہے کہ وہ عبرت حاصل کرے اور وہ مال جو اللہ نے اسے دیا ہے اس میں سے خرچ کرے۔

تشریح: اِذَا تَصَدَّقَ عَلٰى غَنِيٍّ: یہ باب بھی سابقہ ابواب کے تعلق میں ایک فقہی اختلاف کے پیش نظر قائم کیا گیا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے جہاں افراد کا یہ حق تسلیم کیا ہے وہ زکوٰۃ اپنے طور پر بھی محتاج کو بلا واسطۂ بیت المال دے سکتے ہیں، وہاں انہوں نے یہ پابندی بھی عائد کی ہے کہ والدین یا دادا یا بیٹے اور پوتے کو نہیں دی جاسکتی۔ امام احمد بن حنبلؒ نے باقی ائمہ کے ساتھ اتفاق کرتے ہوئے یہاں تک فتویٰ دیا ہے کہ ایک فرد ایک جماعت کو اور جماعت فرد کو بغیر توسط بیت المال زکوٰۃ دینے کے مجاز ہیں۔ (کتاب الفقه على المذاهب الاربعة، باب مصرف الزكوٰة)

امام بخاریؒ جمہور کی رائے سے متفق معلوم ہوتے ہیں۔ یعنی زکوٰۃ اموالِ باطنہ پر جواز قسم صَدَقَةُ السِّرّ ہیں محتاج کو براہِ راست دی جاسکتی ہے۔ البتہ وہ زکوٰۃ جو اموالِ ظاہرہ پر عائد ہوتی ہے وہ بیت المال ہی کو دی جانی چاہیے۔ سابقہ ابواب میں جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے؛ اس میں تُؤْتُوْهَا الْفُقَرَاءَ کا ارشاد سِرًّا کے ساتھ وابستہ ہے اور اعلانیہ صدقہ کا

ارشاد فَنِعِمَّا هِیَ پر ختم ہے جس سے ظاہر ہے کہ افراد کو خود دینے کی اجازت کا تعلق زکوٰۃ السرّ سے ہے۔ اگلا باب ۱۵ بھی مذکورہ بالا اختلاف کے پیش نظر قائم کیا گیا ہے۔ قرآنِ حکیم نے صدقات کی ادائیگی میں پر حکمت صورت اختیار کی ہے۔ ایک معین نظام کے تحت صدقات کی ادائیگی افراد کا تعلق محتاجوں سے منقطع کر دیتی ہے۔ جس سے شفقت و رحمت کے جذبات مدھم پڑنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ صدقات اعلانیہ دینے میں جبر و اکراہ اور احسان مندی کی صورت پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ اس لئے اسلام نے دونوں طریق اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ علاوہ ازیں اسلامی تعلیم کی رو سے جہاں سوال کرنا ممنوع ہے وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ وقارِ نفس قائم رکھا جائے اور انسان احساس کمتری سے محفوظ رہے۔ احوالِ ظاہرہ پر زکوٰۃ عائد کی گئی ہے جو صدقہ اعلانیہ ہے اس میں اجتماعی تحفظ کی یقینی صورت ہے جو افراد کی مرضی اور ان کے طوعی صدقات پر ترک نہیں کی جا سکتی اور نہ حکومت کے لئے ممکن ہے کہ وہ ہر طبقہ کے افراد کی ضرورتوں کا پورا علم رکھ سکے اور افراد ہی کو یہ علم ہو سکتا ہے کہ ان کے عزیز و اقارب اور دور و نزدیک کے افراد میں سے کون اور کس حالتِ محتاجی میں ہیں۔ اس لئے اسلام نے اجتماعی اور انفرادی ضرورتوں کے تحفظ کی صورتیں اپنے احکام میں ملحوظ رکھی ہیں۔

بَاب ١٥ : إِذَا تَصَدَّقَ عَلَى ابْنِهِ وَهُوَ لَا يَشْعُرُ

اگر اپنے بیٹے کو صدقہ دے جبکہ اسے معلوم نہ ہو

١٤٢٢ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيْلُ حَدَّثَنَا أَبُو الْجُوَيْرِيَةِ أَنَّ مَعْنَ بْنَ يَزِيْدَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ قَالَ بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَأَبِي وَجَدِّي وَخَطَبَ عَلَيَّ فَأَنْكَحَنِي وَخَاصَمْتُ إِلَيْهِ وَكَانَ أَبِي يَزِيْدُ أَخْرَجَ دَنَانِيْرَ يَتَصَدَّقُ بِهَا فَوَضَعَهَا عِنْدَ رَجُلٍ فِي الْمَسْجِدِ فَجِئْتُ فَأَخَذْتُهَا فَأَتَيْتُهُ بِهَا فَقَالَ وَاللهِ مَا إِيَّاكَ أَرَدْتُ فَخَاصَمْتُهُ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَكَ مَا

۱۴۲۲: محمد بن یوسف (فریابی) نے ہم سے بیان کیا (کہا) اسرائیل (بن یونس) نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ابوالجویریہ (حطان بن خفاف) نے ہمیں بتایا۔ حضرت معن بن یزید رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا، (کہا:) رسول اللہ ﷺ سے میں نے اور میرے باپ (حضرت یزیدؓ) اور میرے دادا (حضرت اخنس بن حبیبؓ) نے بیعت کی اور آپؐ نے میرا رشتہ تجویز کیا اور نکاح پڑھایا اور میں آپؐ کے پاس ایک مقدمہ لے کر گیا۔ میرے باپ حضرت یزیدؓ نے کچھ اشرفیاں خیرات کرنے کے لئے نکالیں اور مسجد میں ایک آدمی کے پاس رکھ دیں۔ میں اس کے پاس آیا اور میں نے وہ اشرفیاں لے لیں اور اپنے باپ کے پاس لے آیا۔ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں تجھے دینا نہیں چاہتا تھا۔ آخر میں نے ان کے خلاف رسول اللہ ﷺ کے

نَوَيْتَ يَا يَزِيْدُ وَلَكَ مَا أَخَذْتَ يَا مَعْنُ.

پاس یہ قضیہ پیش کیا۔ آپؐ نے فرمایا: یزید! تیرے لئے وہی ہے جس کی تو نے نیت کی اور معن! تیرے لئے ہے جو تو نے لے لیا۔

تشریح: اِذَا تَصَدَّقَ عَلَى ابْنِهِ: باب۱۴، ۱۵ صدقہ اعلانیہ وصدقۃ السر میں فرق بتانے کی غرض سے قائم کئے گئے ہیں نیز فقہی اختلاف کا حل بھی ان میں مدنظر ہے۔ مگر جس آیت کریمہ کا حوالہ باب۱۲، ۱۳ میں دیا گیا ہے، اس کے آخری حصہ کی وضاحت بھی ضمناً مقصود ہے اور وہ حصہ آیت یہ ہے: لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ ...... لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا (البقرۃ:۲۷۵) یعنی صدقہ کے مستحق وہ محتاج نہیں جو لوگوں سے لپٹ کر مانگتے پھرتے ہیں۔ اس قسم کی دریوزہ گری اسلام میں سخت ممنوع ہے۔ (باب۵۰ تا۵۳) بلکہ ایک امیر بھی محتاج ہوسکتا ہے۔ عزیز واقارب میں سے ایک بیٹا بھی محتاج ہوسکتا ہے۔ ایک چور اور زانیہ کو بھی صدقہ دیا جاسکتا ہے۔ تا وہ کسب حرام سے باز آئیں۔ پس محتاج کی تعریف کسی ایک قسم کے فرد یا طبقہ سے محدود کرنا مناسب نہیں؛ جیسا کہ بعض فقہاء نے کیا ہے۔ مذکورہ بالا مثالیں حاجت روائی کے موقع ومحل کی موٹی مثالیں ہیں۔ جن کا تعلق عموماً صدقۃ السرّ کے مواقع سے ہے۔ افراد کو اپنے اردگرد کے حالات کا بہتر علم ہوسکتا ہے۔ اس لئے انہیں اجازت دی گئی ہے کہ وہ اموال باطنہ سے جو زکوٰۃ نکالیں، وہ براہِ راست محتاجوں کی حاجت روائی میں خرچ کریں۔ اسلام نے اعلانیہ صدقہ کا بھی حکم دیا ہے جو بطور فرضِ واجب ہے اور ہر فرد صاحب نصاب پر عائد ہوتا ہے حتیٰ کہ ایک یتیم نابالغ پر بھی اگر اس کا مال نصاب سے زیادہ ہو، تا ملک کے اجتماعی استحکام کا تحفظ ہوسکے اور پوشیدہ طوعی صدقہ کا بھی دروازہ کھلا رکھا ہے تا مختلف طبقات کے افراد کی حاجت روائی کی صورت قائم رہنے کے علاوہ افراد کا تزکیہ نفس بھی ہوتا رہے جو زکوٰۃ کی اغراض میں سے ایک اہم غرض ہے۔

انجیل نے یہودیوں کی ریاکاری کے علاج کی غرض سے انفاق کی صرف ایک ہی صورت پر زور دیا ہے۔ یعنی صدقۃ السرّ (متی باب۶ آیت۵ تا۱۱) مگر اسلام نے اپنی کامل تعلیم میں دونوں صورتیں ملحوظ رکھی ہیں۔

بَاب ١٦: اَلصَّدَقَةُ بِالْيَمِيْنِ

دائیں ہاتھ سے صدقہ دینا

١٤٢٣: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ حَفْصِ ابْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ

۱۴۲۳: مسدد نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) یحيٰ (بن سعید قطان) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبیداللہ (عمری) سے روایت کی۔ کہا: خُبَیب بن عبدالرحمٰن نے مجھے بتایا۔ انہوں نے حفص بن عاصم سے، حفص

عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ تَعَالَى فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ إِمَامٌ عَدْلٌ وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ إِنِّي أَخَافُ اللهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ.

نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: سات شخص ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سایہ میں رکھے گا جس دن اس کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ عادل بادشاہ اور وہ جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں جوان ہوا ہو اور وہ آدمی جس کا دل سجدوں میں لگا ہوا ہے اور وہ دو آدمی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے محبت رکھی اور اس پر اکٹھے رہے اور اس پر جدا ہوئے اور وہ مرد جس کو عالی مرتبہ خوبصورت عورت نے بلایا ہو اور وہ (اسے) کہے: میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور وہ شخص جو صدقہ کرے اور اسے ایسا چھپائے کہ اس کے بائیں کو علم نہ ہو کہ اس کے دائیں نے کیا خرچ کیا ہے اور وہ آدمی جو تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور اس کے آنسو بہہ پڑیں۔

اطرافه: ٦٦٠، ٦٤٧٩، ٦٨٠٦۔

١٤٢٤: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي مَعْبَدُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ الْخُزَاعِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تَصَدَّقُوْا فَسَيَأْتِي عَلَيْكُمْ زَمَانٌ يَمْشِي الرَّجُلُ بِصَدَقَتِهِ فَيَقُوْلُ الرَّجُلُ لَوْ

۱۴۲۴: علی بن جعد نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: مجھے معبد بن خالد نے بتایا۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت حارثہ بن وہب خزاعی رضی اللہ عنہ سے سنا۔ کہتے تھے کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: صدقہ کرو کیونکہ عنقریب تم پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی اپنے صدقہ کو لے کر پھرے گا تو دوسرا آدمی (اسے)

جِئْتَ بِهَا بِالْأَمْسِ لَقَبِلْتُهَا مِنْكَ فَأَمَّا الْيَوْمَ فَلَا حَاجَةَ لِي فِيْهَا.

کہے گا: اگر تو کل لاتا تو میں تجھ سے اسے ضرور قبول کر لیتا مگر آج مجھے اس کی حاجت نہیں۔

اطرافه: ١٤١١، ٧١٢٠۔

تشریح: اَلصَّدَقَةُ بِالْيَمِيْنِ: انجیل میں بھی آتا ہے:-

”خبردار اپنے راستبازی کے کام آدمیوں کے سامنے دکھانے کے لئے نہ کرو۔ نہیں تو تمہارے باپ کے پاس جو آسمان پر ہے تمہارے لئے کچھ اجر نہیں ...... بلکہ جب تو خیرات کرے تو جو تیرا داہنا ہاتھ کرتا ہے اُسے تیرا بایاں ہاتھ نہ جانے۔ تا کہ تیری خیرات پوشیدہ رہے۔ اس صورت میں تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے تجھے بدلہ دے گا۔“ (متی باب ٦ آیت ١ تا ۵)

مگر صدقہ کے بارے میں وہ تفصیلات جو قرآن مجید نے بیان فرمائی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنہیں قولاً اور عملاً ہمارے لئے واضح کیا ہے وہ ہر پہلو سے کامل تعلیم پر مبنی ہے۔ ہر قسم کی عبادت میں اعلانیہ اور پوشیدہ دونوں صورتیں جاری کی گئی ہیں تا ظاہری عبادت سے لوگوں کے لئے تعلیم کا قابل تقلید نمونہ قائم ہو اور پوشیدہ عبادت سے خلوص عمل کی روح نشو ونما پاتی رہے۔

مذکورہ بالا عنوان کی وضاحت کے لئے دو روایتیں لائی گئی ہیں۔ روایت نمبر ۱۴۲۳ کا تعلق تو پوشیدہ صدقے سے ہے اور روایت نمبر ۱۴۲۴ سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ صحیح صدقہ وہ ہے جو برمحل اور تقاضائے حالات کے تحت ہو خواہ وہ ظاہر طریقہ سے ہو یا مخفی طریقہ سے۔

لَا تَعْلَمُ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهُ: لفظ یَمِیْن جیسا کہ باب ۸ میں بتایا جا چکا ہے اسی پر دلالت کرتا ہے۔ حدیث کے اس فقرے سے کہ بائیں ہاتھ کو معلوم نہ ہو یہ مراد نہیں کہ قطعاً کسی کو علم نہ ہو یا صدقہ دینے والے کے نفس کو بھی احساس نہ ہو۔ بلکہ نیکی بدی کا دارومدار شعور و احساس ہی پر ہے۔ اسی غلط فہمی سے محفوظ رکھنے کے لئے امام موصوفؒ نے روایت نمبر ۱۴۲۳ و ۱۴۲۴ کو ایک ہی عنوان کے تحت جمع کر دیا ہے۔ غرض دونوں قسم کے صدقات میں حالات کا مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ وہی اس کی قدر و قیمت کم و بیش کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں۔ روایت نمبر ۱۴۲۳ کی مزید وضاحت کے لیے دیکھئے کتاب الاذان روایت نمبر ٦٦٠۔

بَاب ١٧ : مَنْ أَمَرَ خَادِمَهُ بِالصَّدَقَةِ وَلَمْ يُنَاوِلْ بِنَفْسِهِ

اگر کوئی شخص اپنے خادم کو صدقہ دینے کا حکم کرے اور خود اپنے ہاتھ سے نہ دے

وَقَالَ أَبُو مُوْسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ أَحَدُ الْمُتَصَدِّقِيْنَ.

اور حضرت ابوموسیٰ (اشعریؓ) نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے یوں کہا: وہ (نوکر) بھی صدقہ دینے والوں سے ایک ہوگا۔

١٤٢٥ : حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا أَجْرُهَا بِمَا أَنْفَقَتْ وَلِزَوْجِهَا أَجْرُهُ بِمَا كَسَبَ وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذَلِكَ لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ أَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا.

۱۴۲۵: عثمان بن ابی شیبہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) جریر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے شقیق سے، شقیق نے مسروق سے، مسروق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت جب اپنے گھر کے کھانے سے کچھ خیرات کرے بشرطیکہ بگاڑنے والی نہ ہو تو اس کو اس کا اجر ملے گا۔ اس لئے کہ اس نے خرچ کیا اور اس کے خاوند کو بھی اجر ملے گا۔ اس لیے کہ اس نے کمایا اور خزانچی کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا اور ایک کا ثواب دوسرے کے ثواب کو کچھ بھی کم نہیں کرے گا۔

اطرافه: ١٤٣٧، ١٤٣٩، ١٤٤٠، ١٤٤١، ٢٠٦٥۔

تشریح: هُوَ اَحَدُ الْمُتَصَدِّقِيْنَ: عنوان مذکورہ بالا میں صدقہ دینے سے متعلق عدم احساس کی ایک اور صورت پیش کی گئی ہے۔ یعنی یہ کہ بالواسطہ صدقہ دے۔ مثلاً کارندے کو ہدایت کرے کہ فصل کی پیداوار میں سے مساکین اور محتاجوں کو اس قدر دیا جائے یا کارپرداز سے کہا جائے کہ ماہانہ ملنے پر اس قدر رقم بطور صدقہ دی جائے۔

بَاب ١٨ : لَا صَدَقَةَ إِلَّا عَنْ ظَهْرِ غِنًى

صدقہ نہیں ہوتا مگر اسی وقت کہ خود محتاج نہ ہو

وَمَنْ تَصَدَّقَ وَهُوَ مُحْتَاجٌ أَوْ أَهْلُهُ مُحْتَاجٌ أَوْ عَلَيْهِ دَيْنٌ فَالدَّيْنُ أَحَقُّ أَنْ يُقْضَى مِنَ الصَّدَقَةِ وَالْعِتْقِ وَالْهِبَةِ وَهُوَ رَدٌّ عَلَيْهِ لَيْسَ لَهُ أَنْ يُتْلِفَ أَمْوَالَ النَّاسِ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ إِتْلَافَهَا أَتْلَفَهُ اللهُ إِلَّا أَنْ يَّكُوْنَ مَعْرُوْفًا بِالصَّبْرِ فَيُؤْثِرَ عَلَى نَفْسِهِ وَلَوْ كَانَ بِهِ خَصَاصَةٌ كَفِعْلِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حِيْنَ تَصَدَّقَ بِمَالِهِ وَكَذٰلِكَ آثَرَ الْأَنْصَارُ الْمُهَاجِرِيْنَ وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ إِضَاعَةِ الْمَالِ فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يُّضَيِّعَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِعِلَّةِ الصَّدَقَةِ وَقَالَ كَعْبٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مَّالِي صَدَقَةً إِلَى اللهِ وَإِلَى رَسُوْلِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ قُلْتُ فَإِنِّي أُمْسِكُ سَهْمِي

اور جس نے صدقہ دیا حالانکہ خود محتاج ہے یا اس کے بال بچے محتاج ہیں یا اس پر قرض ہے تو قرضہ ادا کرنا بہ نسبت صدقہ دینے، غلام آزاد کرنے اور ہبہ کرنے کے زیادہ ضروری ہے اور یہ صدقہ وغیرہ اس کو واپس ہوگا۔ اسے حق نہیں کہ لوگوں کا مال تلف کرے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: جو لوگوں کے مال اس طرح برباد کرنا چاہتا ہے تو اللہ اُسے برباد کر دے گا۔ ہاں اگر وہ تکلیف برداشت کرنے میں مشہور ہے اور اپنے نفس پر (دوسروں کو) مقدم کرتا ہے۔ خواہ اسے احتیاج ہی ہو۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا۔ جب انہوں نے اپنا (سارا) مال صدقہ میں دے دیا اور اسی طرح انصار نے مہاجرین کو مقدم کیا اور نبی ﷺ نے مال ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اسے حق نہیں کہ لوگوں کا مال صدقہ کے بہانہ سے ضائع کرے اور حضرت کعب (بن مالک) رضی اللہ عنہ کہتے تھے۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! میری توبہ یہ بھی ہوگی کہ میں اپنے سارے مال سے دست بردار ہوکر اسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صدقہ کر دوں۔ آپؐ نے فرمایا: اپنے لئے اپنے مال سے کچھ رکھ لو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں نے کہا: پھر

الَّذِي بِخَيْبَرَ.

میں اپنے اس حصے کو جو خیبر میں ہے رکھ لیتا ہوں۔

١٤٢٦ : حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ عَنْ يُّوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ.

اطرافه: ١٤٢٨، ٥٣٥٥، ٥٣٥٦.

۱۴۲۶: عبدان نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یونس سے، یونس نے زہری سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: مجھے سعید بن مسیّب نے بتایا کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے تھے کہ آپؐ نے فرمایا: بہتر صدقہ وہی ہے جو حاجت پوری کرنے کے بعد ہو اور پہلے ان لوگوں سے شروع کرو جن کی روزی کے تم کفیل ہو۔

١٤٢٧ : حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلَى وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ عَنْ ظَهْرِ غِنًى وَمَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ.

۱۴۲۷: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) وہیب نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ہشام (بن عروہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے، حضرت حکیمؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: اونچا ہاتھ نیچے ہاتھ سے بہتر ہے اور پہلے ان کو دو جن کی تم پرورش کرتے ہو اور بہتر صدقہ وہی ہے جو ضرورت پوری کرنے کے بعد ہو اور جو سوال سے بچنا چاہے گا اللہ اسے بچائے گا اور جو غنا حاصل کرنا چاہے گا۔ اللہ اُسے غنی کر دے گا۔

١٤٢٨ : وَعَنْ وُهَيْبٍ قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِهٰذَا.

اطرافه: ١٤٢٦، ٥٣٥٥، ٥٣٥٦.

۱۴۲۸: اور وہیب سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: ہشام نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، (حضرت ابوہریرہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے) اسی طرح بیان کیا۔

١٤٢٩ : حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ح وَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَذَكَرَ الصَّدَقَةَ وَالتَّعَفُّفَ وَالْمَسْأَلَةَ الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى فَالْيَدُ الْعُلْيَا هِيَ الْمُنْفِقَةُ وَالسُّفْلَى هِيَ السَّائِلَةُ.

۱۴۲۹: ابونعمان نے ہم سے بیان کیا، کہا: حماد بن زید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب سے، ایوب نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔

اور عبداللہ بن مسلمہ نے بھی ہمیں بتایا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے؛ جبکہ آپؐ منبر پر تھے اور آپؐ نے صدقہ کرنے اور سوال سے بچنے اور سوال کرنے کا ذکر کیا؛ فرمایا: اونچا ہاتھ نیچے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔ اونچا ہاتھ تو وہی ہے جو خرچ کر رہا ہو اور نیچا ہاتھ وہ ہے جو سوال کر رہا ہو۔

تشریح: لَا صَدَقَةَ اِلَّا عَنْ ظَهْرِ غِنًى: فقہاء کے درمیان اس بارے میں بھی اختلاف ہوا ہے کہ آیا محتاج یا مقروض ہونے کی حالت میں صدقہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ باب کا عنوان حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت سے لیا گیا ہے جو نمبر ۱۴۲۶ کے تحت درج ہے۔ اس عنوان سے اسی اختلاف کی طرف اشارہ ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے بھی یہ روایت بایں الفاظ نقل کی ہے: خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى. (مسند احمد بن حنبل، جزء۲ صفحہ ۲۷۸) عنوانِ باب ہی میں ایک دوسری حدیث سے وضاحت کی گئی ہے کہ احتیاج سے مراد اپنی اور اپنے کنبے کی احتیاج اور مقروض ہونا ہے اور یہ کہ صدقہ میں زکوٰۃ اور عتق (یعنی غلاموں کی آزادی) اور ہبہ شامل ہیں۔ وَهُوَ رَدٌّ عَلَيْهِ یعنی اگر قرض خواہ دعویٰ کرے تو شریعت قاضی کو اختیار دیتی ہے کہ اس کا صدقہ واپس کر دے۔ تا کہ وہ پہلے قرض ادا کرے۔ کیونکہ قرضے کا حق صدقہ کے حق پر مقدم ہے۔ جن فقہاء نے صدقے کو حق اللہ یعنی عبادت قرار دیا ہے وہ قرض کی حالت میں بھی صدقہ دینا ضروری سمجھتے ہیں۔

عنوانِ باب میں تین روایتیں نقل کر کے امام بخاریؒ نے لَا صَدَقَةَ اِلَّا عَنْ ظَهْرِ غِنًى کے مفہوم کو مقید کر دیا ہے اور حضرت ابوبکرؓ اور انصارؓ کی مثال دے کر واضح کیا ہے کہ قناعت اور صبر کے ساتھ بھوک اور تنگ دستی کی تکلیفوں کو برداشت

کرنے والے بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو مخصوص حالات میں اپنا سارا مال بہ تقاضائے حالات اللہ تعالیٰ کے راستے میں پیش کر دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی قربانی ایک اعلیٰ درجہ کا اسوۂ حسنہ ہے کسی قسم کے ابتلاء کا خوف ان کو اور ان کے اہل وعیال کو نہیں ہوتا۔ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا. (البقرہ:۲۳۴) {کسی جان پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالا جاتا۔} ایسے لوگوں کے نفوس کی وسعت اپنی اپنی ہمت عالیہ کے مطابق ہی ہوتی ہے لیکن اگر یہ روحِ ایثار نہیں تو پھر عام قاعدہ لَا صَدَقَةَ اِلَّا عَنْ ظَهْرِ غِنًى ہی ہے کہ ضروری حاجات پوری کرنے کے بعد ہی صدقہ دیا جائے۔ حضرت ابوبکرؓ اور انصارؓ کے صدقات بھی درحقیقت ایک طرح عَنْ ظَهْرِ غِنًى یعنی استغنائے نفس کی وجہ ہی سے تھے۔ علاوہ ازیں دوسرے لوگوں کے اموال ضائع کرنے کا تعلق بھی ان کے صدقات کے ساتھ نہ تھا۔ عنوانِ باب کے تحت چار روایتیں جو ایک ہی معنی میں ہیں نقل کر کے حدیث لَا صَدَقَةَ اِلَّا عَنْ ظَهْرِ غِنًى کے مفہوم کو اور زیادہ واضح کر دیا ہے۔ سب کچھ دے کر پھر لوگوں سے اپنی ضرورتیں پورا کرنے کے لئے سوال شروع کر دینا اسلامی تعلیم کے خلاف ہے۔ ایسے صدقہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روک دیا ہے۔ بلکہ بعض نے جب پیش کیا تو آپؐ نے نہیں لیا۔ لیکن اگر کسی کو یقین ہو کہ وہ اپنے ذرائع معاش سے اپنا قرضہ چکا دے گا اور محتاج کی حاجت روائی کرنا یا زکوٰۃ دینا ضرورتِ حقہ ہے تو یہ فعل پسندیدہ ہے۔ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے متعلق مشہور ہے کہ وہ محتاج کی ضرورت قرض لے کر بھی پوری کرتی تھیں اور قرآن مجید کا ارشاد اس بارہ میں صریح ہے: وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (الحشر:۱۰) {اور خود اپنی جانوں پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں باوجود اس کے کہ انہیں خود تنگی درپیش تھی۔} یعنی مومن اپنی ذاتی ضرورتوں پر دوسروں کی ضرورت مقدم کرتے ہیں۔ اسی امر کی طرف توجہ منعطف کرانے کے لئے عنوانِ باب میں اس آیت کا نیز صحابہ کرامؓ کے اسوۂ حسنہ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں مسئلہ معنونہ کی بابت اصولی اور جامع تعلیم دی گئی ہے۔ فرماتا ہے: وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ط قُلِ الْعَفْوَ ط كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ o(البقرۃ:۲۲۰) تجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ وہ کیا اور کتنا خرچ کریں۔ کہو: اَلْعَفْوُ۔ عفو کے تین معانی ہیں۔ (۱) بہترین اور پسندیدہ شئے۔ (۲) جو ضرورت سے زائد ہو۔ (۳) بغیر سوال ومطالبہ دینا۔ انفاق کے ان تینوں معانی کی تفصیل اور ان کے محل وموقع کی تشریح پوری وضاحت سے کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں بھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے اسوہ حسنہ سے بھی۔ (اس تعلق میں دیکھئے باب ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۵۱، ۵۲) اس ضمن میں یہ یاد رہے کہ قرآنِ مجید نے زکوٰۃ وصدقہ فطر وغیرہ کے احکام عام حالات کے لئے صادر فرمائے ہیں مگر غیر معمولی حالات میں نفس نفیس کی انتہائی قربانی سے متعلق ہدایات بیان کی ہیں۔ فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ط ....(التوبۃ:۱۱۱) یعنی اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس وعدہ پر خرید لیے ہیں کہ انہیں اس کے بدلہ میں جنت ملے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے دونوں قسم کی ہدایات کے مطابق اعلیٰ درجہ کا نمونہ قربانی دکھایا۔

بَاب ١٩ : اَلْمَنَّانُ بِمَا أَعْطَى

جو دیا ہے اس پر احسان جتانے والا ہو

لِقَوْلِهِ: اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى (البقرة:٢٦٣) اَلْآيَةَ.

کیونکہ (اللہ عزوجل) فرماتا ہے: جو اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ پھر جو انہوں نے خرچ کیا ہوتا ہے، اس کے بعد نہ احسان جتاتے ہیں اور نہ ایذاء دیتے ہیں۔

تشریح: اَلْمَنَّانُ بِمَا اَعْطٰی: امام شہاب الدین احمد عسقلانیؒ کا یہ خیال ہے کہ امام بخاریؒ کو باب ہٰذا کے مطابق کوئی مستند حدیث نہیں ملی۔ اس لئے انہوں نے آیت نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے اور عنوانِ باب میں ضمناً حضرت ابوذرؓ کی روایت سے اشارہ کر دیا ہے جو امام مسلمؒ نے بایں الفاظ نقل کی ہے: ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمَنَّانُ الَّذِیْ لَا يُعْطِیْ شَيْئًا اِلَّا مَنَّهُ. (مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان غلظ تحریم إسبال الإزار والمنّ بالعطية) تین شخصوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کلام نہیں کرے گا۔ ایک وہ جو دے کر احسان جتاتا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری جزء٣ صفحہ ٣٧٧۔

باب ٦، ٧ میں مذکورہ بالا آیت کا حوالہ دیا گیا ہے اور اس کے تحت بھی کوئی روایت درج نہیں کی گئی۔ صدقات سے متعلق امام موصوفؒ نے جب ایک اہم عنوان قائم کیا ہے تو کتاب اللہ سے کسی ایک آیت کا حوالہ دے کر اسی پر اکتفاء کیا ہے اور اس تعلق میں دیگر ابواب قائم کر کے روایات سے مختلف مسائل کی تشریح فرمائی ہے۔ اس کی مثالیں پہلے بھی گزر چکی ہیں۔ آئندہ بھی آئیں گی۔

بَاب ٢٠ : مَنْ أَحَبَّ تَعْجِيْلَ الصَّدَقَةِ مِنْ يَّوْمِهَا

جو صدقہ جلدی دینا پسند کرے، اسی روز (جس روز صدقے والا مال آئے)

١٤٣٠ : حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ أَنَّ عُقْبَةَ بْنَ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ قَالَ صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ فَأَسْرَعَ ثُمَّ دَخَلَ

١٤٣٠: ابوعاصم (نبیل) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے عمر بن سعید سے، عمر نے ابن ابی ملیکہ سے روایت کی کہ حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا، کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی تو جلدی سے گھر گئے اور پھر باہر

الْبَيْتَ فَلَمْ يَلْبَثْ أَنْ خَرَجَ فَقُلْتُ أَوْ قِيْلَ لَهُ فَقَالَ كُنْتُ خَلَّفْتُ فِي الْبَيْتِ تِبْرًا مِنَ الصَّدَقَةِ فَكَرِهْتُ أَنْ أُبَيِّتَهُ فَقَسَمْتُهُ.

آ گئے۔ میں نے پوچھایا (کہا) آپؐ سے پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا: میں گھر میں صدقہ کے مال سے سونے کی ایک ڈلی چھوڑ آیا تھا۔ میں نے پسند نہ کیا کہ وہ رات بھر میرے پاس رہے۔اس لئے میں نے اُسے تقسیم کر دیا۔

اطرافہ: ٨٥١، ١٢٢١، ٦٢٧٥۔

تشریح: مَنْ اَحَبَّ تَعْجِيْلَ الصَّدَقَةِ: اس باب کا مقصد واضح ہے۔ جب میسر ہو تو اسی وقت صدقہ دینا پسندیدہ ہے۔ یہ نہ ہو کہ اسے رکھ چھوڑے اور آج کل کرتے ہوئے موقع ہاتھ سے گنوا دے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ کل کا دن اپنے ساتھ ایسی ضرورتیں لائے جو صدقہ دینے میں حائل ہوں۔ روایت نمبر ۱۴۳۰؛ کتاب الاذان روایت نمبر ۸۵۱ میں بھی گزر چکی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ○ (الانفال:۲۵) اے وہ جو مومن ہو اللہ اور اس کے رسول کی بات قبول کرو جب وہ تمہیں اس بات کی دعوت دے جو تمہیں زندہ کرے گی اور جان لو کہ اللہ؛ انسان اور اس کے دل کے درمیان روک پیدا کر دیا کرتا ہے اور تم اسی کی طرف زندہ کر کے لوٹائے جاؤ گے۔ بسا اوقات نیکی کی تحریک دل میں شدت سے پیدا ہوتی ہے۔ اگر وہ اس وقت نہ کی جائے تو پھر وہ تحریک مدھم بلکہ مردہ ہو جاتی ہے اور پھر توفیق نہیں ملتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اس بارہ میں پیش کیا گیا ہے کہ آپؐ نے صبح ہونے کا انتظار نہ فرمایا بلکہ جو گھر میں باقی تھا، اسے رات ہی میں مستحق کو بھیج دیا۔

بَاب ٢١: اَلتَّحْرِيْضُ عَلَى الصَّدَقَةِ وَالشَّفَاعَةُ فِيْهَا

صدقے سے متعلق لوگوں کو تحریک کرنا اور سفارش کرنا

١٤٣١: حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَدِيٌّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عِيْدٍ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلُ وَلَا بَعْدُ ثُمَّ مَالَ عَلَى النِّسَاءِ وَمَعَهُ بِلَالٌ

۱۴۳۱: مسلم (بن ابراہیم) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:) عدی (بن ثابت) نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے سعید بن جبیر سے، سعید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن باہر آئے اور دو رکعتیں پڑھائیں۔ نہ ان سے پہلے

فَوَعَظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ أَنْ يَتَصَدَّقْنَ فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي الْقُلْبَ وَالْخُرْصَ.

نماز پڑھی اور نہ بعد۔ پھر عورتوں کی طرف متوجہ ہوئے اور آپؐ کے ساتھ حضرت بلالؓ تھے۔ آپؐ نے انہیں نصیحت کی اور فرمایا کہ وہ صدقہ دیں تو کوئی عورت اپنا کنگن پھینکنے لگی اور کوئی بالی۔

اطرافه: ٩٨، ٨٦٣، ٩٦٢، ٩٦٤، ٩٧٥، ٩٧٧، ٩٧٩، ٩٨٩، ١٤٤٩، ٤٨٩٥، ٥٢٤٩، ٥٨٨٠، ٥٨٨١، ٥٨٨٣، ٧٣٢٥.

١٤٣٢: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا أَبُو بُرْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ حَدَّثَنَا أَبُو بُرْدَةَ بْنُ أَبِي مُوْسَى عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَاءَهُ السَّائِلُ أَوْ طُلِبَتْ إِلَيْهِ حَاجَةٌ قَالَ اشْفَعُوْا تُؤْجَرُوْا وَيَقْضِي اللهُ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاءَ.

۱۴۳۲: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبدالواحد (بن زیاد) نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:) ابو بردہ بن عبداللہ بن ابی بردہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابوبردہ بن ابی موسیٰ نے اپنے باپ (حضرت ابوموسیٰ اشعری) رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہوئے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب سائل آتا یا آپؐ کے پاس کوئی ضرورت پیش کی جاتی تو آپؐ (لوگوں سے) فرماتے: تم بھی سفارش کرو۔ تمہیں ثواب ملے گا اور اللہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے جتنی چاہے گا؛ حاجت پوری کردے گا۔

اطرافه: ٦٠٢٧، ٦٠٢٨، ٧٤٧٦.

١٤٣٣: حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ فَاطِمَةَ عَنْ أَسْمَاءَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُوْكِي فَيُوْكَى عَلَيْكِ.

۱۴۳۳: صدقہ بن فضل نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبدہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام سے، ہشام نے فاطمہ (بنت منذر) سے، فاطمہ نے بروایت حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ہمیں بتایا، کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: باندھ کر نہ رکھا کرو۔ (کھولو) ورنہ تم سے روک لیا جائے گا۔

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ عَبْدَةَ وَقَالَ لَا تُحْصِي فَيُحْصِيَ اللهُ عَلَيْكِ.

عثمان بن ابی شیبہ نے عبدہ سے روایت کرتے ہوئے یہی حدیث ہم سے بیان کی اور یہ الفاظ کہے: گنتے نہ رہا کرو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمہیں گن گن کر ہی دے گا۔

اطرافه: ١٤٣٤، ٢٥٩٠، ٢٥٩١۔

تشریح: **اَلتَّحرِيضُ عَلَى الصَّدَقَةِ وَالشَّفَاعَةُ فِيهَا:** تحریض اور شفاعت میں یہ فرق ہے کہ اوّل الذکر کے معنی ہیں صدقہ کی خوبیاں بیان کر کے ترغیب دلانا اور شفاعت کے معنی ہیں کسی سائل کی حاجت براری کے لئے سفارش کرنا۔ دونوں طرح سے انسان محتاجوں کی راحت کا ذریعہ بن کر صدقہ کا ثواب حاصل کرسکتا ہے۔ اس باب کے ضمن میں تین روایتیں نقل کی گئی ہیں۔ پہلی روایت کتاب العیدین میں مفصل گزر چکی ہے۔ ملاحظہ ہو کتاب العیدین باب ١٨ روایت نمبر ٩٧٧۔ دوسری روایت کتاب الادب زیر روایت نمبر ٦٠٢٧ میں مفصل آئے گی۔ تیسری روایت سے بتایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف یہ کہ عام وعظ میں صدقہ کے بارے میں نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ بلکہ حسب موقع فرداً فرداً بھی مؤثر پیرایہ میں تحریک فرماتے۔ جیسا کہ حضرت اسماءؓ کو آپؐ نے تحریک فرمائی۔ نیک تحریک سے قوم میں بیداری پیدا ہوتی ہے اور غافل انسان بھی فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ صدقات سے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل نہایت ضروری ہے۔ آپؐ نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ نیک تحریک بھی صدقہ ہی کی ایک قسم ہے۔ (باب ٣٠ روایت نمبر ١٤٤٥) جس میں بھلی بات بھی صدقہ کی طرح کفارۂ گناہ قرار دی گئی ہے۔ وعظ و نصیحت اور نیک کاموں کی تلقین قوم میں نیک روح پیدا کرنے اور اسے قائم رکھنے میں مد ہوتے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماءؓ کو نصیحت فرمائی اور وہ ان مشہور خواتین میں سے ہوئیں جو محتاجوں کی حاجت روائی میں ایک اعلیٰ نمونہ تھیں۔ اگر ان کے پاس نہ ہوتا تو قرض لے کر بھی حاجت مند کی حاجت پوی کرتیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا ارشاد میں ان لوگوں کے لئے سبق ہے جو اس لئے صدقہ دینے میں متامل ہوتے ہیں کہ ہم تبلیغ پر (یا کسی اور مدّ میں) خرچ کر چکے ہیں۔ ان کا یہ فعل اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک قسم کا بہی کھاتہ کھولنا ہے اور یہی منشاء ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا جو حضرت اسماءؓ سے آپؐ نے فرمایا کہ گن گن کر نہ دو۔ ورنہ تم سے بھی ایسا ہی سلوک ہوگا۔

بَاب ٢٢: اَلصَّدَقَةُ فِيمَا اسْتَطَاعَ

صدقہ دینا جتنی بھی استطاعت ہو

١٤٣٤: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ. وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ

١٤٣٤: ابوعاصم (ضحاک) نے ابن جریج سے روایت نقل کرتے ہوئے ہمیں بتایا اور محمد بن

الرَّحِيْمِ عَنْ حَجَّاجِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهَا جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تُوْعِي فَيُوْعِيَ اللهُ عَلَيْكِ ارْضَخِي مَا اسْتَطَعْتِ.

عبدالرحیم نے بھی مجھے بتایا۔انہوں نے حجاج بن محمد سے، حجاج نے ابن جریج سے نقل کیا۔انہوں نے کہا: ابن ابی مُلَیکہ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے عباد بن عبداللہ بن زبیر سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے (سن کر) اُن سے بیان کیا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں۔ آپؐ نے فرمایا: تھیلیوں میں بند کر کے نہ رکھ چھوڑ۔ ورنہ اللہ بھی تجھ سے بند رکھے گا۔ جو بھی مقدور ہو کچھ نہ کچھ دیتی رہو۔

اطرافه: ١٤٣٣، ٢٥٩٠، ٢٥٩١۔

تشریح: **اَلصَّدَقَةُ فِيْمَا اسْتَطَاعَ:** صدقے میں قلت وکثرت کا خیال نہ کیا جائے جتنی بھی توفیق ہو؛ دے دینا چاہیے۔ ورنہ نیکی کرنے کی جو توفیق اب حاصل ہے، اس سے محروم ہو جانے کا احتمال ہے۔ بعض لوگ اس خیال سے محروم رہ جاتے ہیں کہ تھوڑا کیا دینا ہے۔ اس بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد (مذکورہ باب١٠) دیکھئے۔ استطاعت وقدرت کا مفہوم حالات کے ساتھ بدلتا ہے۔ دیکھئے تشریح باب ١٨، ٣٠۔ جہاں عام حالات کے پیش نظر آپؐ نے یہی پسند فرمایا کہ اپنی ضرورتیں بھی مدنظر رکھی جائیں اور غرباء کی ضرورتیں بھی۔ زکوٰۃ وصدقہ کا قانون عام حالات سے متعلق ہے۔ مگر خاص حالات میں اسلام کا قانون یہ ہے کہ نفس اور مال ومنال کی کسی قربانی سے بھی دریغ نہ کیا جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (التوبة:١١١) اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس وعدے پر لئے ہیں کہ انہیں اس قربانی کے بدلے میں جنت ملے گی اور صحابہ کرامؓ نے اس پر عمل کیا اور اعلیٰ سے اعلیٰ قربانی کا نمونہ دکھایا۔ پس جس طرح عام حالات میں صدقہ وزکوٰۃ واجب العمل ارکان میں سے ہیں اسی طرح خاص حالاتِ خطرہ میں یہ خاص حکم بھی واجب العمل ہے۔ آج فتنہ دجال کی وجہ سے موت وزندگی کا جو خطرہ عالم اسلامی کو لاحق ہے اس کا تقاضا ہے کہ استثنائی قانون کے مطابق عمل کیا جائے۔

بَاب ٢٣ : اَلصَّدَقَةُ تُكَفِّرُ الْخَطِيْئَةَ

صدقہ گناہ کا کفارہ ہوتا ہے

١٤٣٥ :حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَيُّكُمْ يَحْفَظُ حَدِيْثَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْفِتْنَةِ قَالَ قُلْتُ أَنَا أَحْفَظُهُ كَمَا قَالَ قَالَ إِنَّكَ عَلَيْهِ لَجَرِيْءٌ فَكَيْفَ قَالَ قُلْتُ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ تُكَفِّرُهَا الصَّلَاةُ وَالصَّدَقَةُ وَالْمَعْرُوْفُ. قَالَ سُلَيْمَانُ قَدْ كَانَ يَقُوْلُ الصَّلَاةُ وَالصَّدَقَةُ وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ قَالَ لَيْسَ هَذِهِ أُرِيْدُ وَلَكِنِّي أُرِيْدُ الَّتِي تَمُوْجُ كَمَوْجِ الْبَحْرِ قَالَ قُلْتُ لَيْسَ عَلَيْكَ بِهَا يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بَأْسٌ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا بَابٌ مُغْلَقٌ قَالَ فَيُكْسَرُ الْبَابُ أَوْ يُفْتَحُ قَالَ قُلْتُ لَا بَلْ يُكْسَرُ قَالَ فَإِنَّهُ إِذَا كُسِرَ لَمْ يُغْلَقْ أَبَدًا قَالَ قُلْتُ أَجَلْ قَالَ فَهِبْنَا أَنْ نَسْأَلَهُ مَنِ

۱۴۳۵: قتیبہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) جریر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے ابووائل سے، ابووائل نے حضرت حذیفہ (بن یمان) رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: حضرت عمر (بن خطاب) رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تم میں سے کون فتنہ سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یاد رکھتا ہے؟ کہتے تھے: میں نے کہا میں اسے اسی طرح یاد رکھتا ہوں؛ جس طرح کہ آپؐ نے فرمایا تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا: تم تو اس امر میں بہت دلیر ہو۔ اچھا آپؐ نے کس طرح فرمایا؟ میں نے کہا: آدمی کے لئے فتنہ اس کی بیوی اور اس کے بچے اور اس کے پڑوسی کی وجہ سے ہوتا ہے؛ جسے نماز، صدقہ اور نیکی مٹا دیتے ہیں۔ سلیمان (بن مہران اعمش) کہتے تھے: نماز، صدقہ اور بھلی بات کا حکم کرنا اور بری بات سے روکنا (یہ فتنہ کو مٹا دیتا ہے۔) حضرت عمرؓ نے کہا: میری مراد یہ نہیں۔ بلکہ میری مراد وہ فتنہ ہے جو سمندر کی طرح موجزن ہوگا۔ حضرت حذیفہؓ کہتے تھے: میں نے کہا امیر المومنین! آپؓ کو اس کا کوئی خطرہ نہیں۔ آپؓ کے اور اس کے درمیان ایک بند دروازہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا: پھر کیا وہ دروازہ توڑا جائے گا یا کھولا جائے گا؟ کہتے تھے میں نے کہا: کھولا نہیں جائے توڑا جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے کہا: اگر توڑا جائے گا تو

الْبَابُ فَقُلْنَا لِمَسْرُوْقٍ سَلْهُ قَالَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ: عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قُلْنَا فَعَلِمَ عُمَرُ مَنْ تَعْنِي قَالَ نَعَمْ كَمَا أَنَّ دُوْنَ غَدٍ لَيْلَةً وَذٰلِكَ أَنِّي حَدَّثْتُهُ حَدِيْثًا لَيْسَ بِالْأَغَالِيْطِ.

پھر کبھی بھی بند نہ ہوگا۔ کہتے تھے: میں نے کہا: ہاں۔ (ابووائل نے) کہا: ہم جھجکے کہ حضرت حذیفہؓ سے پوچھیں کہ وہ دروازہ کون ہے؟ اس لئے ہم نے مسروق سے کہا: تم ان سے پوچھو۔ ابووائل کہتے تھے: چنانچہ مسروق نے اُن سے پوچھا۔ انہوں نے کہا: ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ☆۔'' کہتے تھے: ہم نے حضرت حذیفہؓ سے پوچھا: کیا حضرت عمرؓ جانتے تھے کہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کی مراد کون ہے؟ تو انہوں نے کہا: ہاں۔ اسی طرح جانتے تھے جس طرح کل سے پہلے آج کی رات اور یہ اس لئے کہ میں نے ان سے ایسی حدیث بیان کی جو قطعاً غلط نہ تھی۔

اطرافه: ٥٢٥، ١٨٩٥، ٣٥٨٦، ٧٠٩٦.

تشریح: اَلصَّدَقَةُ تُكَفِّرُ الْخَطِيْئَةَ: حضرت حذیفہؓ کی یہی روایت کتاب مواقیت الصلوۃ باب نمبر۴ میں دیکھئے۔ دعا اور صدقہ مصیبت کو ٹال دیتے ہیں۔ بسا اوقات تجربہ میں آتا ہے کہ منذر خواب دیکھی گئی اور اس کے بعد مصیبت کے آثار خواب کے مطابق ظاہر ہونے شروع ہوئے۔ صدقہ کرنے اور دعاؤں پر زور دینے سے مصیبت یکا یک رُک گئی اور ایسے طور سے وہ رُکتی ہے کہ خود انسان کا دل شہادت دیتا ہے کہ اس کا رُکنا خارق عادت ہے نہ امر اتفاقی۔

حضرت حذیفہؓ نے جس فتنہ کا پہلے ذکر کیا ہے اس کا سبب بھی بسا اوقات مال ہی ہوتا ہے اور یہ فتنہ انفرادی نوعیت کا ہے۔ مگر حضرت عمرؓ کی نظر میں وہ خطرناک فتنہ تھا جس میں عرب قوم گرفتارِ بلا ہوئی اور یہ وہی فتنہ ہے جس کا ظہور حضرت عمرؓ کی شہادت کے وقت ہو کر حضرت عثمانؓ کی خلافت کے ایام میں اور پھر اس کے بعد نہایت ہیبت ناک صورت اختیار کرتا چلا گیا۔ اس کا ایک سبب مالی حسد تھا۔ قوم میں بغاوت کا ایک بڑا سبب اقتصادی بدحالی ہے۔ صدقات جس طرح افراد کی اصلاحِ نفس اور بہبود کا موجب ہیں، اُسی طرح قوم میں اقتصادی نشیب وفراز کو برابر کرنے کا موجب بھی۔ اس طرح گویا وہ فتنہ کی بندش کا سبب بن کر اُن کی کمزوری کا کفارہ بنتے ہیں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اس فتنہ کا اور اس کے اسباب کا مفصل ذکر فرمایا ہے۔ آپؓ حضرت عثمانؓ کے زمانہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

''ایران وشام اور مصر کی فتوحات کے بعد اسلام اور دیگر مذاہب کے میل وملاپ سے جو فتوحات روحانی اسلام کو حاصل ہوئیں؛ وہی اس کے انتظامِ سیاسی کے اختلال کا باعث ہوگئیں۔ کروڑوں کروڑ آدمی اسلام کے اندر داخل ہوئے اور اس کی شاندار تعلیم کو دیکھ کر ایسے فدائی ہوئے کہ اس کے لیے جانیں دینے کے لیے

☆ دروازہ توڑنے سے مراد حضرت عمرؓ کا شہید کیا جانا ہے۔ (دیکھئے تشریح کتاب مواقیت الصلاۃ، باب ۴)

تیار ہو گئے۔ مگر اس قدر تعداد نو مسلموں کی بڑھ گئی کہ ان کی تعلیم کا کوئی ایسا انتظام نہ ہو سکا جو طمانیت بخش ہوتا۔
.....جب کوئی فتنہ پیدا ہونا ہوتا ہے تو اس کے اسباب بھی غیر معمولی طور پر جمع ہونے لگتے ہیں۔ اِدھر تو بعض حاسد طبائع میں صحابہؓ کے خلاف جوش پیدا ہونا شروع ہوا۔ اُدھر وہ اسلامی جوش جو ابتداءً ا ہر ایک مذہب تبدیل کرنے والے کے دل میں ہوتا ہے، ان نو مسلموں کے دلوں سے کم ہونے لگا.......اسلام کو قبول کرتے ہی انہوں نے خیال کر لیا تھا کہ وہ سب کچھ سیکھ گئے ہیں۔ جوشِ اسلام کے کم ہوتے ہی وہ تصرف جو اُن کے دلوں پر اسلام کو تھا؛ کم ہو گیا۔ اور وہ پھر اُن معاصی میں خوشی محسوس کرنے لگے جس میں وہ اسلام لانے سے پہلے مبتلاء تھے۔ ان کے جرائم پر اُن کو سزا ملی تو بجائے اصلاح کے سزا دینے والوں کی تخریب کرنے کے دَر پے ہو گئے اور آخر اتحادِ اسلامی میں ایک بہت بڑا رخنہ پیدا کرنے کا موجب ثابت ہوئے۔''

(تفصیل کے لیے دیکھئے اسلام میں اختلافات کا آغاز- انوار العلوم جلد۴ صفحہ ۱۹۶، ۲۰۱)

سو اُس زمانہ میں بیکار اور کاہل نوجوانوں کی کثرت سے دولتمند طبقے اور فقیر طبقے کی بنیاد قائم ہوئی، جس سے مسلمانوں میں فتنہ شروع ہوا۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدائی صحابہؓ میں سے ایک نہایت نیک اور متقی صحابیؓ تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان نصائح کو سن کر کہ دنیا سے مومن کو علیحدہ رہنا چاہیے، یہ اپنے مذاق کے مطابق مال جمع کرنے کو ناجائز سمجھتے تھے اور دولت سے نفرت کرتے تھے اور دوسرے لوگوں کو بھی سمجھاتے تھے کہ مال نہیں جمع کرنا چاہیے۔ ان کا مزید ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ اس موقع پر عبداللہ بن سبا (ایک یہودی جو اسلام کی بڑھتی ہوئی ترقی دیکھ کر اس غرض سے مسلمان ہوا تھا کہ کسی طرح مسلمانوں میں فتنہ ڈلوائے اور اس زمانہ کے فتنے اسی مفسد انسان کے اِرد گرد گھومتے ہیں) نے بھی حضرت ابوذر غفاریؓ کی اس طبیعت سے فائدہ اُٹھایا۔ شام میں سے گذرتے ہوئے اُس نے ان سے ملاقات کی اور کہا کہ دیکھئے کیا غضب ہو رہا ہے۔ معاویہ بیت المال کے اموال کو اللہ کا مال کہتا ہے۔ حالانکہ بیت المال کی کیا شرط ہے ہر ایک چیز اللہ تعالیٰ کی ہے۔ پھر وہ خاص طور پر اس مال کو مالُ اللہ کیوں کہتا ہے۔ حضرت ابوذرؓ تو آگے ہی اس تلقین میں لگے رہتے تھے کہ امراء کو چاہیے کہ سب مال غرباء میں تقسیم کر دیں کیونکہ مومن کے لیے آرام کی جگہ اگلا جہان ہی ہے اور اس شخص کی شرارت اور نیت سے آپ کو بالکل واقفیت نہ تھی۔ بس آپؓ اس کے دھوکہ میں آگئے اور خیال کیا کہ واقعہ میں بیت المال کے اموال کو مالُ اللہ کہنا درست نہیں۔.......لیکن حضرت ابوذرؓ کا یہ کہنا درست نہ تھا۔ (مأخوذ از ''اسلام میں اختلافات کا آغاز''- انوار العلوم جلد۴ صفحہ ۲۰۳ تا ۲۰۷)

عبداللہ بن سبا نے حجاز، شام، عراق اور مصر کے شہروں میں چکر لگائے اور لوگوں کے اندر حضرت عثمانؓ اور آپؓ کے امراء اور سپہ سالاروں کی عیش وعشرت اور دنیا طلبی کے متعلق انتہائی غلط اور بے بنیاد اعتراضات کر کے ان کے خلاف شدید جذباتِ نفرت پیدا کر دیے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ اس یہودی کی باتوں سے یہاں تک متاثر ہوئے کہ حضرت معاویہؓ کو ان کی وجہ سے دمشق میں فتنہ پیدا ہونے کا خوف ہو گیا۔ انہوں نے آیت وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ (التوبة: ۳۴) (یعنی جو لوگ سونا اور چاندی ذخیرہ کرتے ہیں) کے بارے میں اپنا نظریہ پیش کیا۔ انہوں نے یہ دیکھ کر کہ مسلمان سونا چاندی جمع کرنے کے پیچھے پڑ گئے ہیں، اس آیت کی بناء پر اُن کو نارِ جہنم کی وعید سے ڈرایا۔ امیر معاویہؓ نے کہا کہ اس کے مصداق تو

یہود ونصاریٰ ہیں نہ کہ مسلمان؛ جو کہ صالح اور پابند احکامِ الٰہی ہیں۔(اس تعلق میں کتاب الزکوۃ باب ۴ بھی دیکھئے۔) حضرت معاویہؓ کی شکایت پر حضرت عثمانؓ نے حضرت ابوذرؓ کو وہاں سے بلا لیا۔اس ضمن میں کتاب العلم باب ۱۰ ملاحظہ ہو۔

اس واقعہ میں حضرت ابوذرؓ کی ایمانی جرأت قابل قدر ہے لیکن ان کا یہ کہنا درست نہ تھا۔خصوصاً اس دور کے حالات کے ساتھ سازگار نہیں تھا جس میں نوجوان طبقہ بے کاری کی وجہ سے بے سرمایہ اور اُن کی حرص و آز اور تمنائیں سر بفلک تھیں اور اس کے ساتھ ہی وہ بے راہ رَو اور سرکش بھی تھا۔ایسے نازک حالات میں اسلامی احکام میں سے ایک حکم پر زور دینا اور باقی احکام کو نظر انداز کرنا فتنے کی آگ کو بھڑکانے کا موجب ہوسکتا تھا۔چنانچہ عبداللہ بن سبا نے اسی صورتِ حال سے ناجائز فائدہ اُٹھایا۔جس کے نتیجہ میں وہ کُشت وخون ہوا؛ جس نے اسلامی تاریخ کو داغ دار کر دیا۔

دروازے کے ٹوٹنے کے متعلق بیان کی گئی اس پیشگوئی کا مطالعہ کرنے والوں کے ذہنوں میں ایک یہ سوال بھی اُٹھتا ہے کہ ''یہ فتنہ حضرت عثمانؓ کے وقت میں کیوں اُٹھا؟'' حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اس کا بھی تفصیلاً جواب دیا ہے اور اس کے سایہ میں خلفاء راشدین اور صحابہ کرامؓ پر کئے جانے والے اعتراضات کو بھی دور کیا ہے۔آپؓ فرماتے ہیں:-

''بات یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں لوگ کثرت سے اسلام میں داخل ہوئے۔ان نومسلموں میں اکثر حصہ وہی تھا جو عربی زبان سے ناواقف تھا اور اس وجہ سے دین اسلام کا سیکھنا اس کے لیے ویسا آسان نہ تھا جیسا کہ عربوں کے لیے اور جو لوگ عربی جانتے بھی تھے،وہ ایرانیوں اور شامیوں سے میل ملاپ کی وجہ سے صدیوں سے ان گندے خیالات کا شکار رہے تھے جو اس وقت کے تمدن کا لازمی نتیجہ تھے۔علاوہ ازیں ایرانیوں اور مسیحیوں سے جنگوں کی وجہ سے اکثر صحابہ اور ان کے شاگردوں کی تمام طاقتیں دشمن کے حملوں کے ردّ کرنے میں صرف ہو رہی تھیں۔اس ایک طرف توجہ کا بیرونی دشمنوں کی طرف مشغول ہونا،دوسری طرف اکثر نومسلموں کا عربی زبان سے ناواقف ہونا یا عجمی خیالات سے متاثر ہونا دو عظیم الشان سبب تھے اس امر کے کہ اس وقت کے اکثر نومسلم دین سے کماحقہٗ واقف نہ ہو سکے۔حضرت عمرؓ کے وقت میں چونکہ جنگوں کا سلسلہ بہت بڑے پیمانے پر جاری تھا اور ہر وقت دشمن کا خطرہ لگا رہتا تھا لوگوں کو دوسری باتوں کے سوچنے کا موقع ہی نہ ملتا تھا اور پھر دشمن کے بالمقابل پڑے ہوئے ہونے کے باعث طبعاً مذہبی جوش بار بار رونما ہوتا تھا جو مذہبی تعلیم کی کمزوری پر پردہ ڈالے رکھتا تھا۔ حضرت عثمانؓ کے ابتدائی عہد میں بھی یہی حال رہا۔کچھ جنگیں بھی ہوتی رہیں اور کچھ پچھلا اثر لوگوں کے دلوں میں باقی رہا۔جب کسی قدر امن ہوا اور پچھلے جوش کا اثر بھی کم ہوا تب اس مذہبی کمزوری نے اپنا رنگ دکھایا اور دشمنانِ اسلام نے بھی اس موقع کو غنیمت سمجھا اور شرارت پر آمادہ ہوگئے۔غرض یہ فتنہ حضرت عثمانؓ کے کسی عمل کا نتیجہ نہ تھا بلکہ یہ حالات کسی خلیفہ کے وقت میں بھی پیدا ہو جاتے ،فتنہ نمودار ہو جاتا۔اور حضرت عثمانؓ کا صرف اس قدر قصور ہے کہ وہ ایسے زمانہ میں مسند خلافت پر متمکن ہوئے.....میں حیران ہوں کہ کس طرح بعض لوگ ان فسادات کو حضرت عثمانؓ کی کسی کمزوری کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔حالانکہ حضرت عمرؓ جن کو حضرت عثمانؓ کی خلافت کا خیال بھی نہیں ہوسکتا تھا،انہوں نے اپنے زمانہ خلافت میں اس فساد کے بیج کو معلوم کر لیا تھا.......''

(اسلام میں اختلافات کا آغاز''-انوار العلوم جلد۴ صفحہ ۱۹۸،۱۹۹)

بَاب ٢٤ : مَنْ تَصَدَّقَ فِي الشِّرْكِ ثُمَّ أَسْلَمَ

جس نے شرک (کی حالت) میں صدقہ کیا اور پھر وہ اسلام میں داخل ہو گیا ہو

١٤٣٦ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَرَأَيْتَ أَشْيَاءَ كُنْتُ أَتَحَنَّثُ بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ صَدَقَةٍ أَوْ عَتَاقَةٍ وَمِنْ صِلَةِ رَحِمٍ فَهَلْ فِيْهَا مِنْ أَجْرٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْلَمْتَ عَلَى مَا سَلَفَ مِنْ خَيْرٍ.

١٤٣٦: عبداللہ بن محمد (مسندی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ہشام نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:) معمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے عروہ سے، عروہ نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: میں نے کہا: یارسول اللہ! آپؐ کو وہ باتیں معلوم ہی ہیں جن کے ذریعہ سے میں جاہلیت میں گناہ کا ازالہ کیا کرتا تھا۔ یعنی صدقہ دینا یا غلام آزاد کرنا یا صلہ رحمی کرنا۔ کیا ان میں بھی کوئی ثواب ہوگا؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسلام میں اُنہی نیکیوں کی وجہ سے تو داخل ہوئے ہو جو پہلے ہوئی تھیں۔

اطرافه: ٢٢٢٠، ٢٥٣٨، ٥٩٩٢۔

تشریح: مَنْ تَصَدَّقَ فِي الشِّرْكِ ثُمَّ اَسْلَمَ: اس باب کے مفہوم کی مزید وضاحت کے لئے کتاب الایمان باب ٣١ حسن اسلام المرء بھی دیکھئے۔ صدقات کے طفیل نجات کی ایک صورت وہ بھی ہے جس کا ذکر روایت نمبر ١٤٣٥ میں کیا گیا ہے۔

بَاب ٢٥ : أَجْرُ الْخَادِمِ إِذَا تَصَدَّقَ بِأَمْرِ صَاحِبِهِ غَيْرَ مُفْسِدٍ

خادم کو ثواب اگر وہ اپنے آقا کے حکم سے صدقہ کرے؛ تلف کرنے والا نہ ہو

١٤٣٧ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ

١٤٣٧: قتیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا کہ جریر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے ابووائل سے، ابووائل نے مسروق سے، مسروق نے

اللهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَصَدَّقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ زَوْجِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا أَجْرُهَا وَلِزَوْجِهَا بِمَا كَسَبَ وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذَلِكَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب عورت اپنے خاوند کی خوراک میں سے صدقہ کرے۔ تلف کرنے والی نہ ہو تو اس کو اس کا اجر ملے گا اور اس کے خاوند کو بھی۔ کیونکہ اس نے کمایا ہے اور خزانچی کو بھی ایسا ہی۔

اطرافه: ١٤٢٥، ١٤٣٩، ١٤٤٠، ١٤٤١، ٢٠٦٥۔

١٤٣٨: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوْسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَازِنُ الْمُسْلِمُ الْأَمِيْنُ الَّذِي يُنْفِذُ وَرُبَّمَا قَالَ يُعْطِي مَا أُمِرَ بِهِ كَامِلًا مُوَفَّرًا طَيِّبًا بِهِ نَفْسُهُ فَيَدْفَعُهُ إِلَى الَّذِي أُمِرَ لَهُ بِهِ أَحَدُ الْمُتَصَدِّقِيْنَ.

۱۴۳۸: محمد بن علاء نے ہم سے بیان کیا کہ ابواُسامہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے برید بن عبداللہ سے، برید نے ابوبردہ سے، ابوبردہ نے حضرت ابوموسیٰؓ سے، حضرت ابوموسیٰؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا کہ خزانچی وہ امین مسلمان ہے جو نافذ کردے اور کبھی (راوی نے یہ) کہا: پورے کا پورا دیدے جس (کے دینے) کا اُسے حکم دیا گیا ہے۔ اس کا نفس اس دینے سے خوش ہو اور اس کو دے جسے دینے کا اُسے حکم ہوا ہے تو وہ بھی صدقہ کرنے والوں میں سے ہی (شمار) ہوگا۔

اطرافه: ٢٢٦٠، ٢٣١٩۔

تشریح: **اَجْرُ الْخَادِمِ اِذَا تَصَدَّقَ بِاَمْرِ صَاحِبِهٖ غَيْرَ مُفْسِدٍ:** فقہاء کے درمیان اختلاف ہوا ہے کہ آیا خادم اپنے مالک کے مال سے صدقہ کر سکتا ہے یا نہیں؟ ایسا ہی بیوی کے متعلق بھی۔ بعض کا خیال ہے کہ یہاں صدقے سے اس کے عیال پر اور اس کے اپنے کاروبار پر خرچ کرنا مراد ہے اور بعض نے خادم اور بیوی کے درمیان تمیز کی ہے۔ امام بخاریؒ بھی اسی مذہب کی تائید میں معلوم ہوتے ہیں۔ اسی لئے انہوں نے دو باب الگ الگ قائم کئے ہیں۔ باب نمبر ۲۵ میں خادم سے متعلق دو شرطوں کا ذکر نمایاں طور پر کیا گیا ہے۔ اوّل مالک کا اذن اور دوم مال ضائع نہ کرنا۔ روایت نمبر ۱۴۳۸ نقل کر کے ثواب صدقہ میں خادم کے شریک ہونے کی وجہ واضح کی گئی ہے کہ اگر صدقہ دیتے

وقت وہ بھی اپنے نفس میں خوشی محسوس کرے اور بغض وحسد اور تنگ ظرفی اور خودغرضی سے پاک ہو اور وہ امین ہو۔ جتنا دینے کا اسے حکم ہوا ہے وہ دے تو ایسا خادم بھی اپنے آقا کے ساتھ صدقہ کے ثواب میں شریک ہوگا۔ بسا اوقات سرکاری اور غیر سرکاری دفاتر میں دیکھا گیا ہے کہ افسرانِ بالا کے ماتحت عملے میں سے بعض تو کسی کارِ خیر سے متعلق اپنے افسران کے احکام انشراحِ صدر سے نافذ کرتے ہیں اور بعض انقباضِ خاطر اور ترش روئی سے۔ ان میں سے ایک تو اپنی خوش خلقی کی برکت سے ثواب میں شریک اور دوسرا بوجہ اپنی کج خلقی اس سے محروم ہو جاتا ہے۔

بَاب ٢٦

أَجْرُ الْمَرْأَةِ إِذَا تَصَدَّقَتْ أَوْ أَطْعَمَتْ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ

عورت کو ثواب جب وہ اپنے خاوند کے گھر سے صدقہ دے یا کھانا کھلائے؛ تلف کرنے والی نہ ہو

١٤٣٩: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ وَالْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْنِي إِذَا تَصَدَّقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا.

۱۴۳۹: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:) منصور (بن معتمر) اور اعمش نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابووائل سے، ابووائل نے مسروق سے، مسروق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، حضرت عائشہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ حضرت عائشہؓ کی بات کا مفہوم یہ تھا کہ جب عورت اپنے خاوند کے گھر سے صدقہ دے۔

اطرافه: ١٤٢٥، ١٤٣٧، ١٤٤٠، ١٤٤١، ٢٠٦٥۔

١٤٤٠: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَطْعَمَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ لَهَا أَجْرُهَا وَلَهُ

۱۴۴۰: عمر بن حفص نے (بھی) ہمیں بتایا۔ (کہا:) میرے باپ نے ہم سے بیان کیا کہ اعمش نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے (ابووائل) شقیق سے، شقیق نے مسروق سے، مسروق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ کہتی تھیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب عورت اپنے خاوند کے گھر

مِثْلُهُ وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذَلِكَ لَهُ بِمَا اكْتَسَبَ وَلَهَا بِمَا أَنْفَقَتْ.

سے کھلائے تلف کرنے والی نہ ہوتو اس کو اِس کا اجر ملے گا اور اُس کے خاوند کو بھی اِسی طرح اور خزانچی کو بھی اسی طرح۔ اس کے خاوند کو تو اس لئے کہ اُس نے کمایا اور عورت کو اِس لئے کہ اُس نے خرچ کیا۔

اطرافه: ١٤٢٥، ١٤٣٧، ١٤٣٩، ١٤٤١، ٢٠٦٥۔

١٤٤١: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ فَلَهَا أَجْرُهَا وَلِلزَّوْجِ بِمَا اكْتَسَبَ وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذَلِكَ.

۱۴۴۱: یحیٰ بن یحیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ جریر (بن عبدالحمید) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے شقیق سے، شقیق نے مسروق سے، مسروق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، حضرت عائشہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: جب عورت اپنے گھر کے کھانے سے خرچ کرے، ضائع کرنے والی نہ ہوتو اُس کو اِس کا ثواب ملے گا اور اس کے خاوند کو بھی اس لئے کہ اُس نے کمایا اور امین (خزانچی) کو بھی ویسے ہی۔

اطرافه: ١٤٢٥، ١٤٣٧، ١٤٣٩، ١٤٤٠، ٢٠٦٥۔

تشریح: **اَجْرُ الْمَرْأَةِ إِذَا تَصَدَّقَتْ اَوْ اَطْعَمَتْ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ:**
باب نمبر ٢٦ کے عنوان سے ظاہر ہے کہ عورت کے لئے اجازت حاصل کرنا ضروری نہیں۔ جائز طور پر خرچ کرنے کا حق بیوی کو حاصل ہے۔ اس لئے اس کے جائز تصرف کی نوعیت خادم اور خازن کے تصرف سے جدا ہے۔ وہ کسی مسکین کو کھانا کھلا سکتی ہے۔ غلّہ سے دے سکتی ہے۔ بشرطیکہ ضائع کرنے کی نیت نہ ہو۔ اس ضمن میں دیکھئے باب نمبر ١٧ روایت نمبر ١٤٢٥۔ جیسا کہ مال کمانے میں عقل ومحنت کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسا ہی اس کے خرچ کرنے میں بھی عقل وحزم، دوراندیشی اور حسن تصرف کی ضرورت ہے۔ بعض مستورات حماقت سے مال ضائع کرکے بجائے ثواب کے عتاب کی سزاوار ہوتی ہیں۔ اسی لئے حدیث مندرجہ بالا میں یہ شرط عائد کی گئی ہے کہ وہ برباد کرنے والی نہ ہو اور ایسی عورت کو جو عقلمندی سے اخراجات کا انتظام کرتے ہوئے اپنے خاوند کے مال سے صدقہ نکالتی ہے۔ وہ ثواب میں اپنے خاوند کے ساتھ برابر کی شریک ٹھہرائی گئی ہے۔ اس خزانچی کو ثواب ہوگا۔ بشرطیکہ وہ بطیب خاطر اور مطابق حکم تعمیل کرنے والا ہو تو خزانچی بھی صدقہ دینے والا ہی ہے۔

بَاب ٢٧ : قَوْلُ اللهِ تَعَالَى

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ﴿٦﴾ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ﴿٧﴾ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ﴿٨﴾
وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ﴿٩﴾ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ﴿١٠﴾ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ﴿١١﴾
(الليل: ٦-١١)

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا

جس نے دیا اور تقویٰ اختیار کیا اور اچھی باتوں کی تصدیق کی ہم اس کیلئے سہولتیں پیدا کردیں گے اور وہ جس نے بخل کیا اور بے پرواہی کی اور اچھی باتوں کو جھٹلایا؛ ہم اس کے لئے مشکلات پیدا کردیں گے۔

اَللّٰهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقَ مَالٍ خَلَفًا.

اے اللہ! مال خرچ کرنے والوں کو اس کا بدل دے۔

١٤٤٢ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ مُعَاوِيَةَ ابْنِ أَبِي مُزَرِّدٍ عَنْ أَبِي الْحُبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيْهِ إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُوْلُ أَحَدُهُمَا اللّٰهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَيَقُوْلُ الْآخَرُ اللّٰهُمَّ أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا.

١٤٤٢: اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، کہا: میرے بھائی (ابوبکر بن ابی اویس) نے مجھے بتایا۔ سلیمان (بن بلال) سے مروی ہے کہ انہوں نے معاویہ بن ابی مزرد سے، معاویہ نے ابوحباب (سعید بن یسار) سے، ابوحباب نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی دن بھی ایسا نہیں کہ جس میں دو فرشتے جبکہ بندے صبح کو اُٹھتے ہیں نازل نہ ہوتے ہوں۔ ان میں سے ایک کہتا ہے: اے اللہ! خرچ کرنے والے کو بدل عطا کر اور دوسرا کہتا ہے: بخیل کا مال رائیگاں جائے۔

تشریح: اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقَ مَالٍ خَلَفًا: سابقہ دو ابواب کی مناسبت سے یہ باب قائم کیا گیا ہے۔ خادم، امین اور گھر کی مالکہ اگر بخیل وحریص اور تنگ ظرف ہوں یا دیانتدار نہ ہوں تو خرچ کرتے وقت وہ مختلف بہانوں سے ایسی حرکات کے مرتکب ہو سکتے ہیں جس سے صدقہ لینے والے کے لئے بدمزگی پیدا ہو۔ مذکورہ بالا اشخاص کے ثواب صدقہ میں شریک ہونے کی طرف توجہ منعطف کرانے کے لئے امام موصوفؒ نے ایسی آیت کریمہ سے باب باندھا ہے کہ جس میں ایک طرف سخاوت، تقویٰ، تصدیق بالخیر (یعنی عملاً نفاذ) کا اور دوسری طرف بخل، حرص اور تکذیب بالخیر

(یعنی عدمِ نفاذ) کا ذکر ہے اور یہ تینوں باتیں الگ الگ محرک ہیں صدقات کی حسن ادائیگی میں یا نقص ادائیگی میں۔ یہ آیت اس شخص پر بھی صادق آتی ہے جس کے مال سے صدقہ دیا جاتا ہے اور ان لوگوں پر بھی جن کے ذریعہ سے صدقہ دیا جاسکتا ہے۔ تقویٰ، سخاوتِ نفس، دیانت وامانت اور رغبت خیر؛ دونوں قسم کے شخصوں کے لئے عمل صالح میں سہولتیں پیدا کر دیتی ہیں اور اس کے برعکس تنگ ظرفی، حرص، بُخل اور نیکی سے بے رغبتی اور لاپرواہی کارِ خیر کو کٹھن بنا دیتی ہیں۔ بلکہ ایسے اخلاق تو انسان کو نیکی سے کلیۃً محروم کر دیتے ہیں۔ عنوانِ باب میں آیت محولہ بالا کی تشریح کے لئے ایک حدیث کا حوالہ بھی دیا گیا ہے جس کے الفاظ ایک روایت کے مطابق اَللّٰھُمَّ اَعْطِ مُنْفِقَ مَالٍ خَلَفًا ہیں اور دوسری روایت کے مطابق اَللّٰھُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا مَالًا خَلَفًا ہیں۔ دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے۔ پہلی روایت جیسا کہ امام ابن حجر عسقلانیؒ نے لکھا ہے، ابن ابی حاتم نے بروایت حضرت ابودرداء مرفوعاً نقل کی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں: مَا مِنْ یَوْمٍ طَلَعَتْ فِیْهِ الشَّمْسُ اِلَّا وَبِجَنْبَتَیْھَا مَلَکَانِ یُنَادِیَانِ یَسْمَعُهُ خَلْقُ اللّٰهِ کُلُّھُمْ اِلَّا الثَّقَلَیْنِ یَاَیُّھَا النَّاسُ ھَلُمُّوْا اِلٰی رَبِّکُمْ اِنَّ مَا قَلَّ وَکَفٰی خَیْرٌ مِمَّا کَثُرَ وَاَلْھٰی وَلَا غَرَبَتْ شَمْسٌ اِلَّا وَبِجَنْبَتَیْھَا مَلَکَانِ یُنَادِیَانِ اَللّٰھُمَّ اَعْطِ مُنْفِقَ مَالٍ خَلَفًا. (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۳۸۴) گویا امام موصوفؒ نے آیت محولہ بالا کی مناسبت سے اس روایت کے باقی الفاظ ردّ کرتے ہوئے اس کی صحیح صورت پیش کی ہے۔ آیت کا موضوع یہ ہے کہ بعض کے لئے سہولتیں بہم پہنچیں گی اور بعض کے لئے دشواریاں اور حدیث سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ ملائکہ کے ذریعہ سے اپنی اس مشیئت کو نافذ کرتا ہے جو لوگ انفاق فی سبیل اللہ میں تنگدستی سے نہیں ڈرتے، اللہ تعالیٰ ان کے مال میں برکت پر برکت دیتا ہے اور جو لوگ اس سے ہاتھ کھینچتے ہیں ملائکہ کے ذریعہ سے ان کے لئے بیسیوں ایسے مواقع پیدا کر دیتا ہے جن میں ان کا وہ مال جس کے فی سبیل اللہ خرچ کرنے میں بخل سے کام لیتا ہے یونہی رائیگاں چلا جاتا ہے۔ مثلاً اگر کسی نے اللہ تعالیٰ کے لئے ایک روپیہ نکالنے میں بخل کیا تو بیماری میں اس کے دس خرچ ہو جاتے ہیں۔ ایسے واقعات کثرت سے مشاہدہ میں آتے رہتے ہیں جن سے یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ ہماری اقتصادیات کا انتظام مَلَکی تصرفات کے تحت ہے۔ آج سے تیرہ سو سال قبل صحابہ کرامؓ نے بحیثیت جماعت ان مَلَکی تصرفات کی کھلی کھلی شہادت قائم کی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والے مفلس نہیں ہو جاتے۔ بلکہ ان کے لئے ہر قسم کی سہولتیں پیدا کی جاتی ہیں اور آج پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت نے یہی شہادت دوبارہ قائم کی ہے۔ سینکڑوں ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں جو اپنی سابقہ اور موجودہ دو مختلف حالتوں کے نمونوں سے محولہ بالا آیت وحدیث کے مضمون کا مصداق نظر آتے ہیں۔ وہ تنگدستی کے زمانہ میں خرچ کرنے والے تھے اور ہر طرح سے وہ اور اُن کی اولادیں خوشحال ہیں اور یہی مشیئتِ الٰہی تمام بندگانِ خدا کے لئے ہے۔ مگر روحانی حقائق سمجھنے کے لئے روحانی بینائی کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِنْ شَیْءٍ فَھُوَ یُخْلِفُهٗ ۚ وَھُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ۝ (السبا:۴۰) {اور جو چیز بھی تم خرچ کرتے ہو تو وہی ہے جو اُس کا بدلہ دیتا ہے اور وہ رزق عطا کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔} اور فرماتا ہے: مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ کَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ

سُنْبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۗ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ o (البقرة :٢٦٢){اُن لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ایسے بیج کی طرح ہے جو سات بالیں اُگاتا ہو۔ ہر بالی میں سو دانے ہوں اور اللہ جسے چاہے (اس سے بھی) بہت بڑھا کر دیتا ہے۔ اور اللہ وسعت عطا کرنے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔} اور واقعات مذکورہ بالا حدیث اور ان آیاتِ کریمہ کی تصدیق کرتے ہیں۔ اس تعلق میں روایت نمبر ۱۴۱۶ بھی دیکھئے۔

بَاب٢٨ : مَثَلُ الْمُتَصَدِّقِ وَ الْبَخِيْلِ

صدقہ دینے والے اور بخیل کی مثال

١٤٤٣ : حَدَّثَنَا مُوْسَى حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْبَخِيْلِ وَالْمُتَصَدِّقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيْدٍ.

۱۴۴۳: موسیٰ (بن اسماعیل) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) وہیب نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا: عبداللہ) بن طاؤس نے ہمیں بتایا۔ ان کے باپ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخیل اور صدقہ دینے والے کی مثال ان دو شخصوں کی سی ہے جو لوہے کے جبّے پہنے ہوئے ہوں۔

وَحَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَثَلُ الْبَخِيْلِ وَالْمُنْفِقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيْدٍ مِنْ ثُدِيِّهِمَا إِلَى تَرَاقِيْهِمَا فَأَمَّا الْمُنْفِقُ فَلَا يُنْفِقُ إِلَّا سَبَغَتْ أَوْ وَفَرَتْ عَلَى جِلْدِهِ حَتَّى تُخْفِيَ بَنَانَهُ

اور ابوالیمان نے بھی ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعیب نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:) ابوزناد نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالرحمٰن نے انہیں بتایا۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: بخیل اور خرچ کرنے والے کی مثال ان دو شخصوں کی سی ہے جنہوں نے دو لوہے کے جُبّے چھاتیوں سے ہنسلیوں تک پہنے ہوئے ہوں اور جو خرچ کرنے والا ہوتا ہے جوں جوں خرچ کرتا جاتا ہے وہ جُبّہ اس کے بدن پر پھیلتا جاتا ہے یا (فرمایا:)

وَ تعفُوَ أَثَرَهُ وَأَمَّا الْبَخِيْلُ فَلاَ يُرِيْدُ أَنْ يُّنْفِقَ شَيْئًا إِلَّا لَزِقَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ مَكَانَهَا فَهُوَ يُوَسِّعُهَا وَلَا تَتَّسِعُ.

اتنا لمبا ہو جاتا ہے کہ اس کی انگلیوں کو چھپا لیتا ہے اور اس کے پاؤں کا نشان مٹاتا ہے اور بخیل جو ہے تو وہ جس وقت بھی خرچ کرنا نہیں چاہتا تو ہر حلقہ اپنی اپنی جگہ پر چمٹ کر رہ جاتا ہے۔ وہ اسے کشادہ کرنا چاہتا ہے مگر وہ کشادہ نہیں ہوتا۔

تَابَعَهُ الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ فِي الْجُبَّتَيْنِ

عبداللہ بن طاؤس کی طرح حسن بن مسلم نے طاؤس سے دو جُبّوں سے متعلق یہی روایت بیان کی۔

اطرافه: ١٤٤٤، ٢٩١٧، ٥٢٩٩، ٥٧٩٧.

١٤٤٤: وَقَالَ حَنْظَلَةُ عَنْ طَاوُسٍ جُنَّتَانِ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرٌ عَنِ ابْنِ هُرْمُزَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُنَّتَانِ.

۱۴۴۴: اور حنظلہ نے طاؤس سے لفظ دو زِرہیں نقل کیا اور لیث (بن سعد) نے کہا: جعفر نے (عبدالرحمٰن) بن ہرمز سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دو زرہیں روایت کرتے سنا۔

اطرافه: ١٤٤٣، ٢٩١٧، ٥٢٩٩، ٥٧٩٧.

تشریح: مَثَلُ الْمُتَصَدِّقِ وَالْبَخِيلِ: آیت مندرجہ باب نمبر ۲۸ کا مضمون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں تمثیلاً واضح کیا گیا ہے۔ نیکی ابتدا میں ہر شخص کے لئے عموماً مشکل ہوتی ہے طبعی شہوات ومیلانات کے غلبہ کی وجہ سے۔ لیکن جوں جوں انسان نیک عمل کرتا رہتا ہے نیکی کی راہ اس کے لئے آسان ہوتی جاتی ہے اور نیک نتائج اس کے لئے اور بھی انشراحِ صدر اور سہولت پیدا کر دیتے ہیں۔ لیکن اگر انسان ابتداء میں کوئی قدم نہیں اُٹھاتا تو وہ ایک عضوِ معطل کی طرح ہو جاتا ہے۔

رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُبَّتَان: مذکورہ بالا روایت کے آخر میں حسن بن مسلمؒ اور حنظلہؒ کے جو حوالے دیئے گئے ہیں وہ کتاب اللباس میں منقول ہیں۔ اس کی بعض سندوں میں جُبَّتَيْنِ کی جگہ جُنَّتَيْنِ ہے یعنی لوہے کی زِرہیں۔ مذکورہ بالا مثال اس قانونِ الٰہی کو واضح طور پر نمایاں کرتی ہے جس کا تعلق قدرتِ عمل سے ہے۔ باب نمبر ۴ کی روایت نمبر ۱۴۰۷ میں بھی اسی قسم کی ایک تمثیل عقابِ اخروی کے بارے میں گزر چکی ہے۔ نیز دیکھئے کتاب الایمان روایت نمبر ۴۷، باب نمبر ۳۵ جہاں رائی برابر نیکی کا بدلہ اُحد پہاڑ جتنا تمثیلاً بیان کیا گیا ہے اور باب ۴۳ کتاب الزکوٰۃ کے عنوان میں مذکورہ تمثیل کا مفہوم بحوالہ آیت کریمہ واضح کر دیا گیا ہے کہ اس سے مراد صدقہ نہ دینے والے کی حالت حالتِ دردوکرب ہے۔ اس تعلق میں دیکھئے روایت نمبر ۱۴۶۰، ۱۴۷۴۔

تَعْفُو اَثَرَهُ: اس کے نشانِ قدم کو مٹاتا ہے۔نشانِ قدم سے مراد سابقہ غلط رَوی ہے۔صدقہ بدیوں کے لئے کفارہ ہوتا ہے۔قرآنِ کریم میں نشانِ قدم سے مراد نتیجہ عمل ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَآثَارَهُمْ. (یٰسین :۱۳) یعنی جو عمل انہوں نے دنیا میں کئے تھے ہم ان کے نتائج محفوظ رکھتے ہیں۔ تُخْفِي بَنَانَهُ سے مراد یہ ہے کہ اس کے ہاتھ سے اگر کوئی برا عمل ہو گیا ہو تو صدقہ اس کو بھی چھپا دے گا۔مثال کا مفہوم عام ہے اور سابقہ باب کے مضمون کے عین مطابق۔قرآنِ مجید میں اسی طوقِ بخل کے بدنتائج کا ذکر کیا گیا ہے جو دنیا میں بخیل انسان کو انفاق فی سبیل اللہ سے روکتے ہیں؛فرماتا ہے: وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلِلّٰهِ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌo(آل عمران:۱۸۱){اور وہ لوگ جو اس میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے اُن کو اپنے فضل سے عطا کیا ہے، ہرگز گمان نہ کریں کہ یہ اُن کے لیے بہتر ہے بلکہ یہ تو ان کے لیے بہت بُرا ہے۔جس (مال) میں انہوں نے بخل سے کام لیا قیامت کے دن ضرور وہ اس کے طوق پہنائے جائیں گے۔اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی میراث ہے۔اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو ہمیشہ باخبر رہتا ہے۔}

بَاب ۲۹ : صَدَقَةُ الْكَسْبِ وَالتِّجَارَةِ

کسب اور تجارت (کے مال) میں سے صدقہ دینا

لِقَوْلِهِ تَعَالٰى: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ {☆ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۚ} إِلٰى قَوْلِهِ: اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۲۶۸﴾ (البقرة:۲۶۸)

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مومنو! عمدہ چیزیں جو تم نے کمائی ہیں، ان سے خرچ کرو{اور ان چیزوں سے بھی جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کی ہیں☆} اللہ بے نیاز (اور) بہت قابل تعریف ہے۔

تشریح: صَدَقَةُ الْكَسْبِ وَالتِّجَارَةِ: کسب سے مراد دستکاری ہے۔اقسام اموال زکوٰۃ کی تفصیل دینے سے پہلے قرآن مجید کی اس آیت سے مستقل باب قائم کیا ہے جو صدقات کے تعلق میں بطور اصل الاصول کے ہے۔صنعت وحرفت سے پیدا کردہ اشیاء پر بھی زکوٰۃ ہے اور زمین کی پیداوار پر بھی اور تجارت پر بھی۔اگرچہ تجارت کسب حلال ہی کی ایک شکل ہے۔لیکن چونکہ لفظ کسب سے ذہن اس کی طرف منتقل نہیں ہوتا، اس لئے عنوانِ باب میں اس کا الگ ذکر کیا گیا ہے اور بعض روایتوں میں آیت مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ کی تشریح بحوالہ مجاہدؒ ''تجارت'' کی گئی ہے۔ غالباً امام موصوفؒ نے عنوانِ باب میں ان روایتوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔(فتح الباری جزء۳ صفحہ ۳۸۸)

عنوانِ باب فی ذاتہٖ مستقل ہے۔لیکن اپنی تشریح وتفصیل کے لئے متعدد عنوانوں اور روایتوں کا متقاضی ہے۔اس لئے یہاں اس کے ضمن میں کسی روایت کا حوالہ نہیں دیا گیا۔یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ چونکہ امام موصوفؒ کو اس بارے میں

☆ یہ الفاظ فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہیں (فتح الباری مطبوعہ انصاریہ دہلی۔جزء۶ صفحہ ۳۱) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

کوئی مستند روایت نہیں ملی، اس لئے طبری، ابن ابی حاتمؒ اور شعبہؒ کی روایتوں کی طرف اشارہ کرنے پر اکتفاء کیا ہے۔
باب نمبر ٨ میں کسب طیب سے متعلق حدیث گزر چکی ہے اور جہاں تک اقسامِ صدقہ کا تعلق ہے بہت سی مستند احادیث اس بارے میں اگلے ابواب میں درج ہیں۔ ان میں زرعی وغیر زرعی موار دِکسب ومعاش کے تعلق میں بتایا گیا ہے کہ اگر کوئی شئے بغرضِ تجارت نہیں بلکہ ذاتی استعمال کے لئے ہے؛ جیسا کہ شہد تو اس پر زکوٰۃ نہیں۔ ورنہ جس شئے میں تجارتی کاروبار ہو، اس پر مطابق نصاب زکوٰۃ ہے۔

بَاب ٣٠: عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ
ہر مسلمان پر صدقہ کرنا ضروری ہے

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَلْيَعْمَلْ بِالْمَعْرُوْفِ.

جو نہ کر سکے تو چاہیے کہ وہ اچھی بات پر عمل کرے۔

١٤٤٥: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ فَقَالُوْا يَا نَبِيَّ اللهِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ قَالَ يَعْمَلُ بِيَدِهِ فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ وَيَتَصَدَّقُ قَالُوْا فَإِنْ لَّمْ يَجِدْ قَالَ يُعِيْنُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوْفَ قَالُوْا فَإِنْ لَّمْ يَجِدْ قَالَ فَلْيَعْمَلْ بِالْمَعْرُوْفِ وَلْيُمْسِكْ عَنِ الشَّرِّ فَإِنَّهَا لَهُ صَدَقَةٌ.

١۴۴۵: مسلم بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) سعید بن ابی بردہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے ان کے دادا (حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ) سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: ہر مسلمان پر صدقہ کرنا ضروری ہے۔ لوگوں نے کہا: یا نبی اللہ! جو شخص طاقت نہ رکھے؟ آپؐ نے فرمایا: وہ اپنے ہاتھ سے محنت کرے۔ خود بھی فائدہ اُٹھائے اور صدقہ بھی دے۔ انہوں نے کہا: اگر یہ بھی نہ ہو سکے؟ آپؐ نے فرمایا: حاجت مند مصیبت زدہ کی مدد کرے۔ انہوں نے کہا: اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو؟ آپؐ نے فرمایا: چاہیے کہ اچھی بات پر عمل کرے اور بدی سے باز رہے۔ یہی اُس کے لئے صدقہ ہے۔

اطرافه: ٦٠٢٢.

تشریح: **عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ:** باب نمبر ٢٩ میں مندرجہ آیت بطور اصل الاصول اور حکمِ واجب ہے۔ جس میں تمام مومن مخاطب کئے گئے ہیں۔ اس لئے اس ضروری حکم کی تفصیل دینے سے پہلے اس عام حکم

کے وجوب کی طرف توجہ دلائی ہے۔امام موصوفؒ کے نزدیک مومنین میں وہ لوگ بھی اس حکم کی پابندی میں شامل ہیں جو مفلس ہیں۔ان کا صدقہ یہ ہے کہ اچھے سلوک، نیک مشورہ اور وعظ ونصیحت سے لوگوں کو فائدہ پہنچائیں۔مثلاً کسی مصیبت زدہ کو نیک مشورہ دیا جائے اور ہوسکے تو اس کی سفارش کی جائے۔بیمار کو طبیب سے دوائی لا دی جائے۔عدل کو بھی آپؐ نے صدقہ میں شمار فرمایا ہے۔(روایت نمبر ۲۷۰۷) یا کم از کم کسی کو تکلیف نہ دی جائے اور اس طرح لوگوں کے لئے نیک نمونہ بنیں۔بیسیوں طریق سے انسان عملاً دوسروں کے لئے اپنے وجود کو مفید بنا سکتا ہے۔آیت مِمَّا رَزَقْنٰـهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○ (البقرہ:۴) کا بھی یہی مفہوم ہے کہ ہر خداداد طاقت مصرف میں لائی جائے۔صدقہ کے معنی ہر نیک عمل جو خالصاً رضاءِ الٰہی کی خاطر کیا جائے۔(دیکھئے کتاب الایمان باب نمبر ۴۱، ۵۰) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ بھی دیا اور مؤثر پیرایہ میں نصیحت بھی فرمائی۔

بَاب ۳۱: قَدْرُ كَمْ يُعْطَى مِنَ الزَّكَاةِ وَ الصَّدَقَةِ

زکوٰۃ اور صدقہ کس قدر دے؟

وَمَنْ أَعْطَى شَاةً.

اور جو ایک (پوری) بکری دے۔

۱٤٤٦: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ بُعِثَ إِلَى نُسَيْبَةَ الْأَنْصَارِيَّةِ بِشَاةٍ فَأَرْسَلَتْ إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا مِنْهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ فَقُلْتُ☆ لَا إِلَّا مَا أَرْسَلَتْ بِهِ نُسَيْبَةُ مِنْ تِلْكَ الشَّاةِ فَقَالَ هَاتِ قَدْ بَلَغَتْ مَحِلَّهَا.

اطرافه: ١٤٩٤، ٢٥٧٩.

۱۴۴۶: احمد بن یونس نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابوشہاب نے ہمیں بتایا۔انہوں نے خالد حذاء سے، خالد نے حفصہ بنت سیرین سے، حفصہ نے حضرت امّ عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں: نُسَیبہ انصاریہ کو ایک بکری بھیجی گئی تو انہوں نے اس میں سے کچھ (گوشت) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھیجا۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے پاس کچھ (کھانے کو) ہے؟ حضرت عائشہؓ نے کہا:☆ کچھ نہیں؛ سوائے اس گوشت کے جو نُسَیبہ نے اس بکری میں سے بھیجا ہے۔آپؐ نے فرمایا: لاؤ کیونکہ وہ اپنی جگہ پہنچ چکی ہے۔

☆ فتح الباری مطبوعہ بولاق میں لفظ فَقُلْتُ کی بجائے "فَقَالَتْ" ہے (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ ۳۹۰) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تشریح: **قَدْرُ كَمْ يُعْطَى مِنَ الزَّكَاةِ:** اس باب میں نصاب زکوٰۃ کی کمیت کا ذکر کرنا مقصود نہیں بلکہ ایک فقہی اختلاف مدنظر رکھ کر فتویٰ دیا گیا ہے۔ نصاب سے متعلق تو اگلے ابواب میں مفصل ذکر آئے گا۔ حاصل شدہ زکوٰۃ اور صدقہ میں سے کس قدر کسی کو دیا جائے یہ فقرہ دلالت کرتا ہے کہ اس بارے میں کوئی اختلاف ہے۔ یعنی یہ کہ ساری زکوٰۃ یا صدقہ کسی ایک مستحق کو دیا جائے یا وہ تقسیم کیا جائے۔ قرآن مجید فرماتا ہے: اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِى الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ط فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ○ (التوبة: ٦٠) {صدقات تو محض محتاجوں اور مسکینوں اور اُن (صدقات) کا انتظام کرنے والوں اور جن کی تالیفِ قلب کی جارہی ہو اور گردنوں کو آزاد کرانے اور چٹی میں مبتلا لوگوں اور اللہ کی راہ میں عمومی خرچ کرنے اور مسافروں کے لیے ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے ایک فرض ہے اور اللہ دائمی علم رکھنے والا (اور) بہت حکمت والا ہے۔} اس آیت میں تصریح ہے کہ صدقات کس قسم کے محتاجوں میں تقسیم کئے جائیں۔ اس بناء پر فقہاء میں اختلاف ہوا ہے کہ نصاب کی مقدار آیا ایک ہی شخص کو دی جاسکتی ہے یا مذکورہ بالا محتاجوں میں سے بعض یا سب میں بانٹی جائے۔ امام شافعیؒ نے سب کو شریک کرنے کے بارے میں فتویٰ دیا ہے اور امام مالکؒ و امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے کہ وہ ایک یا ایک سے زیادہ قسم کے محتاجوں میں تقسیم کی جائے۔ البتہ امام ابوحنیفہؒ نے صرف ایک شخص کو ہی زکوٰۃ بمقدارِ نصاب دینا ناپسند کیا ہے۔ جبکہ امام محمد بن حسنؒ نے اس میں کوئی حرج نہیں سمجھا۔ اس فقہی اختلاف کی تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری جزء۳ صفحہ۳۹۰ نیز دیکھئے بداية المجتهد، كتاب الزكاة، الجملة الخامسة، الفصل الأول، المسئلة الأولى هل يجوز ان تصرف جميع الصدقة الى صنف واحد)

امام بخاریؒ عنوانِ باب کے تحت جو روایت لائے ہیں اُس سے نہ صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ بکری بغیر تقسیم ایک کو دی گئی اور پھر اُس نے ذبح کرنے کے بعد بطور تحفہ تقسیم کی۔ بلکہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کے گوشت سے کھایا ہے۔ عنوانِ باب میں وَمَنْ اَعْطٰى شَاةً کا جواب اس لئے مقدر کر دیا گیا ہے کہ روایت مندرجہ سے ازخود واضح ہے کہ مستحقین میں ایک کو صدقہ دینے میں کوئی حرج نہیں۔ اس بارے میں صدقہ و زکوٰۃ سے متعلق کوئی خاص پابندی نہیں کی جاسکتی۔ یہ حالات پر موقوف ہے۔

بَاب ٣٢: زَكَاةُ الْوَرِقِ

چاندی کی زکوٰۃ

١٤٤٧: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ

۱۴۴۷: عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے ہمیں بتایا کہ عمرو بن یحییٰ مازنی سے مروی ہے۔ انہوں نے اپنے باپ

أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِيمَا دُوْنَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ مِنَ الْإِبِلِ وَلَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ.

(یحیٰ بن عمارہ) سے روایت کی، کہا: میں نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے سنا۔ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ مہار اونٹ سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہوتی اور پانچ اوقیہ (چاندی) سے کم میں زکوٰۃ نہیں اور پانچ وسق سے کم (حاصلاتِ زمین) میں زکوٰۃ نہیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو سَمِعَ أَبَاهُ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا.

محمد بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبدالوہاب نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: یحيٰ بن سعید نے مجھ سے بیان کیا، کہا: عمرو نے مجھے بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے سنا کہ حضرت ابوسعید (خدری) رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ (انہوں نے کہا:) میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی سنا ہے۔

اطرافه: ١٤٠٥، ١٤٥٩، ١٤٨٤۔

تشریح: **زَكَاةُ الْوَرِقِ:** روایت نمبر۱۴۴۷ زیر نمبر۱۴۰۵ میں بھی گزر چکی ہے۔ ان دونوں کے بیان میں تقدیم وتاخیر ہے۔ لَيْسَ فِيمَا دُوْنَ خَمْسِ اَوَاقٍ صَدَقَةٌ. پانچ اوقیہ سے مراد چاندی ہے۔ چونکہ مذکورہ بالا حدیث میں چاندی کا ذکر نہیں اس لئے دوسری روایتوں کی بناء پر عنوانِ باب میں اس کی تعیین کر دی گئی ہے۔ مذکورہ بالا مقدار سے کم چاندی پر زکوٰۃ نہیں۔ اس مقدار پر اس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ لی جائے گی۔ یعنی دس ماشہ سات رتی چار چاول۔ اگر چاندی کے ساتھ کوئی اور دھات ملی ہوئی ہو تو چاندی کا حساب کر کے مذکورہ بالا نصاب کے مطابق اس پر زکوٰۃ ہوگی۔ چاندی کے مذکورہ بالا نصاب کی نسبت تمام فقہاء کا اتفاق ہے۔ (بداية المجتهد، كتاب الزكاة، الجملة الثالثة، الفصل الأول فى المقدار الذى تجب فيه الزكاة من الفضة) لیکن بعض مالکی اس نصاب کے بارے میں دیگر فقہاء کے ساتھ اتفاق کرنے کے باوجود یہ رائے رکھتے ہیں کہ اگر پانچ اوقیہ سے خفیف سی کمی ہو تو وہ نظر انداز کی جا سکتی ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۳۹۲) مگر اس بارے میں جمہور کا مذہب ہی درست ہے۔ چاندی تمام ملکوں میں علی العموم قدیم الایام سے معیاری سکہ مبادلہ اشیاء میں تسلیم کی گئی ہے اور اس کا نرخ کم و بیش ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے نرخ رائج الوقت کے مطابق ۵ اَوقیہ (ساڑھے باون تولہ) چاندی کی رائج الوقت قیمت ہوگی۔ جس کے پاس اتنی چاندی کی رائج الوقت قیمت سال بھر جمع رہے وہ اس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ دے گا۔ یعنی اڑھائی فیصدی اور چاندی پر قیاس کر کے سونے کی زکوٰۃ نکالی جائے

گی۔ بنک نوٹ پر اُن کی رائج الوقت قیمت کے حساب سے زکوٰۃ لی جائے گی۔ کیونکہ وہ دراصل چاندی اور سونے کے قائم مقام ہیں اور حکومت وقت اس کی ضامن ہوتی ہے کہ وہ عندالضرورت نوٹوں کے بدلے میں چاندی یا سونا دے۔ ایسا ہی وہ سکّے جن میں سونا، چاندی، تانبا، نکل وغیرہ مخلوط ہوں ان میں سونے چاندی کی اصل مقدار ملحوظ رکھی جائے گی۔ اسی طرح مختلف ممالک کے ان سکوں میں بھی جو تجارتی اغراض کے لئے اکٹھے کئے جاتے ہیں زکوٰۃ ہوگی۔

یہ سوال کہ آیا سونے چاندی کا زیور جو استعمال میں ہو اُس پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ اس بارہ میں امام مالکؒ، امام احمدؒ اور امام شافعیؒ کا فتویٰ ہے کہ ایسے زیور پر زکوٰۃ نہیں۔ بلکہ اس سونے چاندی پر زکوٰۃ ہے جو ذریعہ کسب و تجارت ہو یا تحویل میں محفوظ ہو۔ امام ابوحنیفہؒ اس فتویٰ کے خلاف ہیں اور انہوں نے زیر استعمال زیور کو بھی قابل زکوٰۃ قرار دیا ہے۔ تا اُسے زکوٰۃ نہ دینے کا حیلہ نہ بنالیا جائے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے بداية المجتهد، كتاب الزكاة، الجملة الثانية)

آنحضرت ﷺ کا وعظ سن کر عورتوں نے جو زیور دیا۔ وہ عام صدقہ کی صورت تھی نہ کہ زکوٰۃ۔ (دیکھئے روایت نمبر ۱۴۳۱)

اگر سونے چاندی کا زیور استعمال میں نہ ہو تو اس کی حیثیت نقد مال کی سی ہوگی اور وہ ایک سال گزرنے پر قابل زکوٰۃ ہوگا۔

امام موصوفؒ نے عنوانِ باب ۳۳، ۳۴ میں چاندی سونے اور زیورات پر زکوٰۃ کا ذکر نظر انداز کیا ہے۔ غالباً اس کی وجہ مذکورہ بالا اختلاف ہے۔ آیت اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ (البقرة: ۲۶۸) {جو کچھ تم کماتے ہو اس میں سے پاکیزہ چیزیں خرچ کرو۔} کی تشریح میں پہلے اموالِ ظاہرہ پر زکوٰۃ کے ابواب قائم کر کے متعلقہ روایات درج کی گئی ہیں۔ اموالِ ظاہرہ اور اموالِ باطنہ اگرچہ فقہاء کی اصطلاحیں ہیں شرعی نہیں جن کا ذکر قرآن و حدیث میں ہو۔ مگر جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ قرآنِ مجید کے احکام اور خلفاءِ راشدین کے تعامل سے اس تقسیم کی مفہوماً تصدیق ہوتی ہے۔ (دیکھئے باب ۱۲، ۱۳)

اموالِ ظاہرہ میں ہر وہ سرمایہ شامل ہوگا جس کا بآسانی حساب کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کو معین صورت میں مشاہرہ ملتا ہے یا کرایہ مکانات اور بسوں اور ٹیکسوں وغیرہ سے آمدنی ہوتی ہے یا بنکوں میں سرمایہ جمع ہے جہاں باقاعدہ حساب رکھا جاتا ہے۔ یہ سب اور اسی طرح مویشی اور زرعی پیداوار، ہر تجارتی کاروبار کا نفع اور کانوں وغیرہ سے جو برآمد ہو۔

اموالِ باطنہ سے مراد ہر وہ متفرق آمدنی ہے جس کا حساب رکھنا اور اندازہ کرنا دقت طلب ہے۔ سکونتی مکان، اثاث البیت اور قابل استعمال اشیاء وغیرہ خارج از زکوٰۃ ہیں اور سامان از قسم آلات اور کارخانہ جات کی عمارتیں بھی۔

بَاب ۳۳: اَلْعَرْضُ فِي الزَّكَاةِ

زکوٰۃ میں (چاندی سونے کے سوا) اور چیزیں لینا

وَقَالَ طَاوُسٌ قَالَ مُعَاذٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لِأَهْلِ الْيَمَنِ ائْتُوْنِي بِعَرْضٍ ثِيَابٍ

اور طاؤس نے کہا: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے یمن والوں سے کہا کہ مجھے صدقہ میں جَو اور جوار

خَمِيْصٍ أَوْ لَبِيْسٍ فِي الصَّدَقَةِ مَكَانَ الشَّعِيْرِ وَالذُّرَةِ أَهْوَنُ عَلَيْكُمْ وَخَيْرٌ لِأَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ.

کی جگہ اوراشیاء دو۔ کپڑے ہوں جیسے کالی دھاری دار چادریں یا کوئی اور کپڑا اور یہ تم پر بھی زیادہ آسان ہوگا اور مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے لئے بھی اچھا ہوگا۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَّا خَالِدٌ فَقَدِ احْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ وَأَعْتُدَهُ فِي سَبِيْلِ اللهِ .

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور خالد جو ہے اس نے تو اپنی زرہیں اور اپنا سامانِ جنگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دیئے ہیں۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ فَلَمْ يَسْتَثْنِ صَدَقَةَ الْفَرْضِ مِنْ غَيْرِهَا فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي خُرْصَهَا وَسِخَابَهَا وَلَمْ يَخُصَّ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ مِنَ الْعُرُوْضِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم عورتیں صدقہ کرو خواہ اپنے زیوروں میں سے ہی۔ آپ نے فرض صدقے (یعنی زکوٰۃ) کو دوسری چیزوں سے مستثنیٰ نہیں کیا۔ چنانچہ کوئی عورت اپنی بالی پھینکنے لگی اور کوئی اپنے گلے کا ہار اور آپؐ نے سامانوں میں سے سونے اور چاندی کو مخصوص نہیں کیا۔

١٤٤٨ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهُ الَّتِي أَمَرَ اللهُ رَسُوْلَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتَ مَخَاضٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُ بِنْتُ لَبُوْنٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ وَيُعْطِيْهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا

۱۴۴۸: محمد بن عبد اللہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: میرے باپ (عبداللہ بن مثنیٰ) نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: مجھ سے ثمامہ (بن عبداللہ) نے بیان کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو وہ (زکوٰۃ) لکھ کر دی جس کا اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا تھا۔ (اس میں یہ بھی تھا) اور جس شخص کی زکوٰۃ ایک برس کی اونٹنی ہو اور وہ اُس کے پاس نہ ہو

أَوْ شَاتَيْنِ فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ عِنْدَهُ بِنْتُ مَخَاضٍ عَلَى وَجْهِهَا وَعِنْدَهُ ابْنُ لَبُوْنٍ فَإِنَّهُ يُقْبَلُ مِنْهُ وَلَيْسَ مَعَهُ شَيْءٌ.

مگر دو برس کی اونٹنی ہوتو اس سے وہی لے لی جائے اور زکوٰۃ وصول کرنے والا اسے بیس درہم یا دو بکریاں دے۔ اگر اس کے پاس ایک برس کی اونٹنی جیسی چاہیے نہ ہو اور اس کے پاس نر اونٹ دو برس کا ہو تو وہی اس سے لے لیا جائے گا اور اسے کچھ دیا نہیں جائے گا۔

اطرافه: ١٤٥٠، ١٤٥١، ١٤٥٣، ١٤٥٤، ١٤٥٥، ٢٤٨٧، ٣١٠٦، ٥٨٧٨، ٦٩٥٥۔

١٤٤٩: حَدَّثَنَا مُؤَمَّلٌ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَشْهَدُ عَلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَصَلَّى قَبْلَ الْخُطْبَةِ فَرَأَى أَنَّهُ لَمْ يُسْمِعِ النِّسَاءَ فَأَتَاهُنَّ وَمَعَهُ بِلَالٌ نَاشِرَ ثَوْبِهِ فَوَعَظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ أَنْ يَتَصَدَّقْنَ فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي وَأَشَارَ أَيُّوْبُ إِلَى أُذُنِهِ وَإِلَى حَلْقِهِ.

۱۴۴۹: مومل (بن ہشام) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) اسماعیل نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب سے روایت کی کہ عطاء بن ابی رباح سے مروی ہے وہ کہتے تھے: حضرت ابن عباسؓ نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے متعلق یہ گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ نے یقیناً خطبہ سے پہلے (عید کی) نماز پڑھی۔ آپؐ نے دیکھا کہ عورتوں کو نہیں سنا سکے۔ اس لئے آپؐ ان کے پاس آئے اور آپؐ کے ساتھ حضرت بلالؓ تھے جو اپنا کپڑا پھیلائے ہوئے تھے۔ آپؐ نے عورتوں کو نصیحت کی اور ان سے فرمایا کہ صدقہ دیں تو کوئی عورت یہ پھینکنے لگی (اور کوئی یہ) اور ایوب نے اپنے کان اور گلے کی طرف اشارہ کیا۔

اطرافه: ٩٨، ٨٦٣، ٩٦٢، ٩٦٤، ٩٧٥، ٩٧٧، ٩٧٩، ٩٨٩، ١٤٣١، ٤٨٩٥، ٥٢٤٩، ٥٨٨٠، ٥٨٨١، ٥٨٨٣، ٧٣٢٥۔

تشریح: **اَلْعَرْضُ فِي الزَّكَاةِ:** زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے مال کا جو حصہ شریعت نے مقرر کیا ہے، اگر وہ موجود نہ ہو یا مال میں سے الگ کر دینے کے بعد اس مال کو نقصان پہنچتا ہو یا ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے میں مشکلات ہوں تو اس کا معاوضہ بصورتِ قیمت یا اشیاء لیا جا سکتا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس قسم کا مبادلہ مطلق جائز ہے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک ایسا جائز نہیں۔ کیونکہ زکوٰۃ ان کے نزدیک بوجہ عبادت فرض عین ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مسکینوں کا حق ہے خواہ بصورتِ قیمت ادا کی جائے یا بصورتِ جنس۔ (بداية المجتهد)

نصاب زکوٰۃ سے متعلق جو پروانہ حضرت ابوبکرؓ نے لکھ کر دیا تھا اس میں اشیاء کے بدلے میں نقد ادا کرنے کا بھی ذکر ہے۔ (روایت نمبر ۱۴۵۴) امام بخاریؒ باوجودیکہ احناف کے ساتھ بعض مسائل میں اختلاف رکھتے ہیں اس بارے میں وہ اس حد تک اُن کے ساتھ متفق ہیں کہ عند الضرورت بدل بھی دیا جا سکتا ہے۔ دو حوالے جو عنوان باب میں دیئے گئے ہیں اور ان کے تحت جو دو روایتیں پیش کی گئی ہیں ان سے ضرورتِ مبادلہ کا پتہ چلتا ہے۔ روایت نمبر ۱۴۴۹ میں الفاظ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ نہیں ہیں۔ اس مفہوم کی روایت کتاب العیدین (روایت نمبر ۹۶۴) میں گزر چکی ہے۔ اس میں بھی یہ الفاظ نہیں ہیں۔ مگر مسلمؒ کی روایت میں محولہ بالا الفاظ ہیں۔ (مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقة والصدقة) اور امام موصوفؒ نے بطور تائید اس روایت کا حوالہ دیا ہے۔ جیسا کہ روایت نمبر ۹۶۴ میں وضاحت ہے کہ یہ صدقہ فطر نہ تھا بلکہ مطلق صدقہ تھا جس میں زکوٰۃ شامل ہے، اس لئے عنوان باب میں امام موصوفؒ نے فَلَمْ يَسْتَثْنِ کہہ کر شبہ کا ازالہ کیا ہے کہ تَصَدَّقْنَ کے حکم میں صدقہ فرض (یعنی زکوٰۃ) اور صدقہ نفل میں تمیز نہیں کی گئی۔ یہ حکم دونوں قسم پر شامل ہے۔ جس کے پاس چاندی سونے کا زیور تھا، اس نے وہ دیا اور جس کے پاس ہار تھا، اس نے وہ دیا۔ خُرص کے معنی کان کی بالیاں اور سِخَاب اس ہار کو کہتے ہیں جو مشک اور لونگ وغیرہ کا بنا ہوا ہوتا تھا۔ الفاظ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایسا صدقہ ہے جس کا دیا جانا ضروری ہے خواہ کسی صورت میں دیا جائے۔

قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم وَأَمَّا خَالِدٌ.....: یہ روایت مفصل دیکھئے نمبر ۱۴۶۸ میں۔ طاؤس کی روایت بطور تعلیق یعنی حوالہ ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۳۹۳) طاؤس بن کیسان ایک بہت بڑے پایہ کے تابعی اور فقیہ تھے۔ مکہ مکرمہ میں ان کی وفات ۱۰۵ھ میں ہوئی۔ عمرو بن دینارؒ کی ان سے متعلق یہ شہادت ہے کہ میں نے ان جیسا عالم باعمل کوئی نہیں دیکھا۔ روایت نمبر ۱۴۴۹ سے جو استدلال کیا گیا ہے، اس کے خلاف یہ اعتراض بھی کیا گیا ہے کہ اگر یہ صدقہ زکوٰۃ ہوتا تو نصاب اس میں ملحوظ رکھا جاتا۔ اس کا جواب بھی امام بخاریؒ نے (عنوانِ باب کے) آخری جملہ فَلَمْ يَخُصَّ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ مِنَ الْعُرُوضِ سے دیا ہے۔ یعنی تَصَدَّقْنَ کی تعمیل جس صورت وشکل سے کی گئی ہے اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمایا۔ خواہ کسی پر نصاب کے مطابق صدقہ واجب ہوتا تھا یا نہیں۔ آپؐ نے ہر حکم کی تعمیل میں سہولت مدنظر رکھی ہے۔

بَاب ٣٤: لَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ

جو (مال) جدا جدا ہوں وہ اکٹھے نہ کئے جائیں اور اکٹھے کو جدا نہ کیا جائے

وَيُذْكَرُ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

اور سالم سے مروی ہے۔ انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، حضرت ابن عمرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح (روایت کی۔)

١٤٥٠ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهُ الَّتِي فَرَضَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ.

۱۴۵۰: محمد بن عبداللہ انصاری نے ہم سے بیان کیا، کہا: میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ثمامہ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اُنہیں بتایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو وہ (زکوٰۃ) لکھ کر دی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض کی تھی۔ (اس میں یہ بھی تھا) اور صدقہ (کی ادائیگی) کے خوف سے جو مال جدا ہو وہ اکٹھا نہ کیا جائے اور جو اکٹھا ہے وہ جدا نہ کیا جائے۔

اطرافه: ١٤٤٨، ١٤٥١، ١٤٥٣، ١٤٥٤، ١٤٥٥، ٢٤٨٧، ٣١٠٦، ٥٨٧٨، ٦٩٥٥.

تشریح: **لَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ:** بھیڑ بکریوں کا نصاب زکوٰۃ ۴۰ سے کم ہوں تو معاف اور ۴۰ سے ۱۲۰ تک ایک بکری اور ۱۲۱ سے لے کر ۲۰۰ تک دو بکریاں اور ۲۰۱ سے لے کر ۳۰۰ تک تین بکریاں اور اگر اس سے اوپر ہوں تو ہر فیصدی پر ایک بکری۔ تین شخص ہوں اور ان میں سے ہر ایک کے پاس ۴۰ بکریاں ہوں تو ہر ایک پر ایک ایک بکری زکوٰۃ واجب ہوگی۔ لیکن اگر وہ تینوں اپنی بکریوں کو اکٹھا کر کے ۱۲۰ بکریوں پر ایک بکری زکوٰۃ دینا چاہیں تو یہ جائز نہ ہوگا۔ یہ جمع کرنے کی صورت ہے جو ممنوع ہے اور یہی مسئلہ باب نمبر ۳۴ کا عنوان ہے۔ اگر دو شریک ہوں اور ان کے پاس ۲۲۲ بکریاں ہوں جن پر اَز روئے نصاب تین بکریاں زکوٰۃ ہوگی اور اگر وہ جدا ہو جائیں تو پھر ہر ایک کو ایک ایک بکری دینی ہوگی۔ اس طرح ایک بکری کا فائدہ دونوں اُٹھا سکتے ہیں۔ اکٹھے مال کو جدا کرنے کی یہ صورت ہے جو جائز نہیں۔ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ سے یہی مراد ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے خوف سے انہیں اکٹھا یا الگ کر دیا جائے۔ جیسا بکریوں کا مالک زیادہ زکوٰۃ دینے سے بچنے کی غرض سے یہ صورتیں اختیار کر سکتا ہے اور یہ جائز نہیں۔ اسی طرح محصل زکوٰۃ کے لئے بھی جائز نہیں کہ دو بھائیوں کا مال جو جدا جدا ہو اور اس پر زکوٰۃ واجب نہ ہو؛ وہ ان کے مال کو مشترک قرار دے کر دونوں کو زکوٰۃ دینے پر مجبور کرے۔ جدا کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اگر چالیس بکریاں ہوں۔ بیس ایک گاؤں میں بھیج دی جائیں اور بیس دوسرے گاؤں میں اور ان پر زکوٰۃ نہ دی جائے۔ علیحدہ کرنے کی یہ صورت بھی جائز نہیں۔ لیکن اگر چاندی اور سونا ہر ایک اپنے نصاب سے کم ہو تو انہیں اکٹھا کر کے بموجب نصاب اس پر زکوٰۃ عائد ہوگی۔ مثلاً اگر کسی کے پاس دس دینار (اشرفیاں) اور ایک صد درہم ہوں اور اگر دس درہم کی ایک اشرفی ہو تو جائز ہوگا کہ دس دینار کو یک صد درہم شمار کر کے کل دوسو (۲۰۰) درہم پر چاندی کے نصاب (ساڑھے باون تولہ) کے حساب سے زکوٰۃ نکالی جائے یا چاندی کو سونے میں تبدیل کر کے سونے کے نصاب کے حساب سے زکوٰۃ دی جائے۔

سونے کا نصاب چاندی کے نصاب کی رو سے ہوگا۔ یعنی سونا اگر بمقدار قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی ہو تو اس پر اڑھائی فیصدی کے حساب سے زکوٰۃ عائد ہوگی۔

احناف سکے کو تبدیل کرنا ضروری نہیں سمجھتے۔ بلکہ ان کے نزدیک ہر ایک کی قیمت کا اندازہ کر کے اس کے مجموعہ پر زکوٰۃ کا حساب ہوگا۔ کرنسی نوٹوں کا بھی اسی پر قیاس کیا جائے گا۔ خلاصہ یہ کہ جس شخص کے پاس اتنا روپیہ یا پونڈ یا آنے پیسے یا نوٹ ہوں جن کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو تو اس قدر وزن کی چاندی کے معیار پر قیمت کا اندازہ کر کے اڑھائی فیصدی کے حساب سے زکوٰۃ لی جائے گی۔ یہ دونوں صورتیں جمع کی مذکورہ بالا صورتوں سے جدا ہیں۔ امام شافعیؒ وغیرہ اس صورتِ جمع کو بھی جائز نہیں سمجھتے۔ ان کے نزدیک زکوٰۃ بوجہ ایک عبادت ہونے کے فرضِ عین ہے۔ جبکہ ہر ایک جنس کا علیحدہ علیحدہ نصاب اور اس نصاب کا الگ الگ حق واجب مقرر کیا گیا ہے تو اس نصاب کے مطابق ہر ایک جنس کی علیحدہ علیحدہ زکوٰۃ مقررہ حق واجب کے مطابق نکالنی چاہیے۔ سونے کو چاندی اور چاندی کو سونے کے ساتھ اکٹھا کرنا ان کے نزدیک جائز نہیں۔ جیسا کہ بھیڑ بکریوں اور اونٹوں کو زکوٰۃ کی غرض سے ایک دوسرے کے ساتھ اکٹھا نہیں کیا جا سکتا۔ امام مالکؒ نے سکوں کو تبدیل کر کے چاندی کے نصاب پر زکوٰۃ نکالنے کا فتویٰ دیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری جزء۳ صفحہ۳۹۶- بداية المجتهد، كتاب الزكاة، الجملة الثالثة، الفصل الأول، المسئلة الثالثة يضم الذهب الى الفضة فى الزكاة ام لا ـ عنوان باب کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ امام مالکؒ کی رائے کی تائید میں ہیں۔

بَاب ٣٥: مَا كَانَ مِنْ خَلِيْطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ

جو (زکوٰۃ) دو شریکوں کی طرف سے ہو تو وہ دونوں آپس میں بحصہ رسدی حساب کر لیں

وَقَالَ طَاوُسٌ وَعَطَاءٌ إِذَا عَلِمَ الْخَلِيْطَانِ أَمْوَالَهُمَا فَلَا يُجْمَعُ مَالُهُمَا وَقَالَ سُفْيَانُ لَا تَجِبُ حَتَّى يَتِمَّ لِهٰذَا أَرْبَعُوْنَ شَاةً وَلِهٰذَا أَرْبَعُوْنَ شَاةً.

اور طاؤس اور عطاء نے کہا: جب دونوں شریک اپنے اپنے مالوں کو پہچانتے ہوں تو ان کا مال اکٹھا نہ کیا جائے اور سفیان (ثوری) نے کہا: (مشترک مال میں زکوٰۃ) واجب نہیں ہوتی، جب تک اس کی بھی چالیس بکریاں پوری نہ ہو جائیں اور اس کی بھی چالیس بکریاں پوری نہ ہو جائیں۔

١٤٥١: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ أَنَّ

۱۴۵۱: محمد بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا:

أَنَسًا حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهُ الَّتِي فَرَضَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيْطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ.

ثمامہ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت انسؓ نے انہیں بتایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو وہ زکوٰۃ لکھ کر دی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض کی تھی۔ (اس میں یہ ہے:) اور جو زکوٰۃ دو شریکوں کی ہو تو وہ آپس میں برابر کا حساب کر لیں۔

اطرافہ: ۱۴۴۸، ۱۴۵۰، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۲۴۸۷، ۳۱۰۶، ۵۸۷۸، ۶۹۵۵۔

تشریح: مَا كَانَ مِنْ خَلِيْطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ: مذکورہ بالا عنوان اُسی حدیث کے بقیہ الفاظ ہیں جس سے باب نمبر۳۴ کا عنوان لیا گیا ہے۔ پوری حدیث یوں ہے: لَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُفْتَرِقٍ وَّلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيْطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ. (ابو داؤد، کتاب الزکاۃ، باب فی زکاۃ السائمۃ) آخری حصہ حدیث کے مفہوم کے بارے میں فقہاء کے درمیان بہت اختلاف ہوا ہے۔ اس بارے میں ان کے دو بڑے بڑے گروہ ہیں۔ امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ وغیرہ نے خَلِيط کے معنی مطلق شریک کے کئے ہیں اور یہ فتویٰ دیا ہے کہ شرکاء پر زکوٰۃ اس وقت واجب ہوگی جب ہر ایک کا مال نصاب تک پہنچ جائے۔ مثلاً اگر ہر ایک کی چالیس چالیس بکریاں ہوں تو ان دونوں کی ۸۰ بکریوں پر ایک بکری زکوٰۃ ہوگی۔ يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ وہ اس زکوٰۃ میں مساوی طور پر شریک ہوں گے۔ ان میں سے جس نے ایک بکری دی ہے وہ اپنی بکری کی قیمت کا اندازہ کر کے نصف اپنے ساتھی سے وصول کر لے۔ دوسرا گروہ امام شافعیؒ وغیرہ کا ہے۔ ان کے نزدیک شراکت کا مال شخص واحد کے مال کی حیثیت رکھے گا اور مثلاً اگر دو شریکوں کی بکریاں ۴۰ تک پہنچ گئی ہوں تو ایک بکری زکوٰۃ اس مال پر واجب ہوگی بشرطیکہ ایک سال گزر جائے۔ قطع نظر اس کے کہ ان میں سے زید یا بکر کی کتنی بکریاں ہیں۔ گویا مشترکہ مال پر مجموعی حیثیت سے زکوٰۃ واجب ہوگی۔ خواہ ان میں سے ہر ایک کی بیس بکریاں ہوں یا کم وبیش شرکت کی صورت ہو یا خِلطت کی۔ خِلطة ان کے نزدیک یہ ہے کہ مختلف مالکوں کے ریوڑ ایک پاسبان کی زیر نگرانی ایک چراگاہ میں چرتے ہوں۔ ایک گھاٹ سے پیتے ہوں اور ایک ہی باڑے میں رات بسر کریں اور شرکۃ مالکانہ تصرف ونفع نقصان میں اتحاد کو کہتے ہیں۔ دونوں صورتوں میں زکوٰۃ کا اطلاق ریوڑ کے مجموعہ پر ہوگا۔

(کتاب الامّ- زیر عنوان صدقۃ الخلطاء)

يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ۔ ایسے دونوں قسم کے شریک باہمی حساب فہمی سے اپنے اپنے حصہ کے مساوی ایک دوسرے سے قیمت منہا لیں گے۔ محصل زکوٰۃ کا اس سے کوئی سروکار نہیں کہ از روئے شریعت کس کا نصاب پورا ہے اور کس کا نہیں۔ امام مالکؒ نے اس فتویٰ میں اتفاق کیا ہے۔ مگر اس کو صرف مواشی کی زکوٰۃ کے ساتھ محدود کیا ہے نہ عام مشترکہ اموال سے۔ جو درست نہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں عربوں کی تجارت کا زیادہ دارومدار

مواشی کی خرید وفروخت پر ہی تھا۔ اس لئے آپؐ نے اُن کا ذکر فرمایا ہے۔ ورنہ اصولی طور پر یہی قانون ہر قسم کی شراکت پر اطلاق پاتا ہے۔ امام شافعیؒ کے اس فتویٰ پر احناف کی طرف سے یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ جس مالک کا نصاب پورا نہیں ہوا، اس سے اَز روئے شریعت زکوٰۃ لینا کیسے جائز ہے؟ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک سے زکوٰۃ وصول کرنے میں جہاں تک ممکن ہو نرمی اور رعایت برتنے کا حکم دیا ہے۔ مذکورہ بالا طریق تحصیل میں گویا اس حکم کی بھی خلاف ورزی ہوگی۔ نصاب کے متعلق حدودِ شریعت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی پابندی اسی صورت میں ہوسکتی ہے جب مشترکہ مال میں دیکھا جائے کہ آیا ہر شریک کا مال نصاب کے مطابق ہے یا نہیں۔ مذکورہ بالا فتووں اور اعتراضوں کی وجہ سے امام بخاریؒ نے ایک فیصلہ پیش کیا ہے۔ ان کے مخصوص طریق استدلال کے مطابق یہ بات بہت قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ اُن کے نزدیک خِلْطَت کا لفظ شرکت کی نسبت زیادہ وسیع ہے۔ شرکت میں حصہ داروں کے مالوں کا امتیاز نہیں رہتا۔ نصاب کا تعلق تو دراصل مالوں سے ہے۔ جب مال کی تعیین نہیں تو نصاب کی تحقیق کرنے کی ضرورت نہیں۔ مشترکہ مال ایک فردِ واحد کا مال قرار دیا جائے گا۔ مگر خِلْطَت کی بعض صورتیں ایسی بھی ہیں جن میں مالوں کا امتیاز کیا جاسکتا ہے۔ ایک ہی حدیث کو دو حصے کر کے دو الگ الگ عنوان قائم کرنے سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ خلیط شریک سے جدا حیثیت رکھتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد لَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ کا تعلق شراکت سے ہے۔ جس میں شرکاء کے مالوں کا امتیاز نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن خِلْطَت کی بعض صورتیں ایسی بھی ہوسکتی ہیں جن میں ہر ایک شریک کا مال پہچانا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ بھیڑ بکریوں وغیرہ کے ریوڑ میں۔ ایسی صورت میں ہر ایک خلیط کا نصاب ملحوظ رکھنا ہوگا۔ اس فرق کو واضح کرنے کے لئے طاؤس اور عطاء بن ابی رباحؒ کے فتویٰ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ثانی الذکر بھی فقہائے مکہ میں سے چوٹی کے فقیہوں میں شمار ہوتے ہیں اور طاؤس؛ مجاہدؒ کے ہم عصر اور تابعی ہیں۔ اٹھاسی برس کی عمر پائی اور ۱۱۵ھ میں فوت ہوئے۔ ان کے نزدیک جب خلطت کی ایسی صورت ہو کہ ہر ایک شریک اپنے ریوڑ کو پہچان سکتا ہو تو اس پر نصاب کے مطابق زکوٰۃ واجب ہوگی۔ لیکن اگر نہ پہچان سکے تو پھر ایسے مشترکہ مال کو نہ مالک (خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ) کم زکوٰۃ دینے اور نہ محصل کمی زکوٰۃ کا خیال کر کے زیادہ زکوٰۃ لینے کی غرض سے اکٹھے مال کو الگ کرے۔ عنوانِ باب میں سفیان ثوریؒ کے فتویٰ کا بھی حوالہ دیا گیا ہے۔ انہوں نے اپنی جامع مسند میں لکھا ہے کہ عبیداللہ بن عمر سے خلیط کے معنی دریافت کرنے پر اُنہوں نے کہا: اِذَا كَانَ الْمَرَاحُ وَاحِدًا وَالرَّاعِيُ وَاحِدًا وَالدَّلْوُ وَاحِدًا۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۳۹۷) یعنی جب چراگاہ ایک ہو اور چرواہا ایک ہو اور ڈول یعنی آب رسانی کا انتظام ایک ہو۔ یہ ذکر کرنے کے بعد سفیان ثوریؒ نے مذکورہ بالا فتویٰ دیا ہے یعنی اس صورت میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ یہاں تک کہ اس کی بھی چالیس بکریاں پوری ہوجائیں اور اس کی بھی چالیس۔ [قَوْلُنَا لَا يَجِبُ عَلَى الْخَلِيْطَيْنِ شَيْءٌ إِلَّا اَنْ يَتِمَّ لِهٰذَا اَرْبَعِيْنَ وَلِهٰذَا اَرْبَعِيْنَ.] (مصنف عبد الرزاق، كتاب الزكاة، باب الخليطين، روایت نمبر ۶۸۳۹) اس فتویٰ کا حوالہ دینے سے بھی یہی امر ذہن نشین کرانا مقصود ہے کہ خلطت کی ایسی صورت میں جہاں مالوں کے درمیان امتیاز کیا جاسکتا ہو، ہر ایک کے لئے نصاب کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ امام بخاریؒ نے حالات کے مطابق دونوں فتووں کو قبول کیا ہے۔ یعنی

خلطت میں جہاں امتیاز کرنا ناممکن ہو۔جیسے آج کل کی کمپنیوں کی صورت ہے؛ جن کے سینکڑوں حصہ دار ہوتے ہیں۔ اغراضِ زکوٰۃ کے لحاظ سے مشترکہ مال ایک شخص واحد کے مال کی حیثیت رکھے گا اور کمپنی ادائیگی زکوٰۃ کی ذمہ دار ہوگی۔ بشرطیکہ مجموعی حیثیت میں وہ مال نصاب کے مطابق ہو۔حصہ دار اَفراد کے نصاب سے اس کا کوئی تعلق نہ ہوگا اور تمام شرکاء اس زکوٰۃ میں بحصہ رسدی شریک ہوں گے۔جس کا وہ خود اپنے طور پر فیصلہ کریں گے۔حکومتیں بھی ٹیکس اسی طریق پر وصول کرتی ہیں۔لیکن جہاں شرکت کی ایسی صورت نہ ہو بلکہ ہر ایک کا مال الگ الگ حیثیت رکھتا ہو وہاں افراد پر ان کے نصاب کے مطابق زکوٰۃ عائد ہوگی۔غیر مسلم زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہوں گے۔اس کا بار صرف مسلمان شرکاء پر پڑے گا۔زکوٰۃ کے لئے سال کی مدت نصاب کا ضروری حصہ ہے۔یعنی مال خواہ بصورتِ چاندی سونا ہو یا بصورتِ نقدی یا سامانِ تجارت یا مال مواشی۔ایک سال تک قبضہ وملکیت میں رہے تو ان سب پر زکوٰۃ مطابق نصاب عائد ہوگی۔زرعی پیداوار میں مدت بجائے سال کے ہر فصل ہے۔

بَاب ٣٦: زَكَاةُ الْإِبِلِ

اونٹوں کی زکوٰۃ

ذَكَرَهُ أَبُو بَكْرٍ وَأَبُو ذَرٍّ وَأَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابوبکر، حضرت ابوذر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے اسے بیان کیا۔

١٤٥٢ :حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ أَعْرَابِيًّا سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْهِجْرَةِ فَقَالَ وَيْحَكَ إِنَّ شَأْنَهَا شَدِيْدٌ فَهَلْ لَّكَ مِنْ إِبِلٍ تُؤَدِّي صَدَقَتَهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاعْمَلْ مِنْ وَّرَاءِ

۱۴۵۲: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ولید بن مسلم نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) اوزاعی نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابن شہاب نے مجھے بتایا کہ عطاء بن یزید سے مروی ہے۔انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک بدوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کرنے کی بابت پوچھا۔آپؐ نے فرمایا: ارے! وہ تو بہت مشکل کام ہے۔کیا تمہارے پاس کچھ اونٹ ہیں جن کی تم زکوٰۃ دو؟ اُس نے کہا:

الْبِحَارِ فَإِنَّ اللهَ لَنْ يَّتِرَكَ مِنْ عَمَلِكَ شَيْئًا.

ہاں۔آپؐ نے فرمایا: سمندروں کے پار بھی رہ کر اس پر عمل کرو گے تو اللہ تعالیٰ ہرگز تمہارے کسی عمل کا ثواب کچھ بھی کم نہ کرے گا۔

اطرافه: ۲۶۳۳، ۳۹۲۳، ٦١٦٥۔

تشریح: **زَكَاةُ الْاِبِلِ:** عنوانِ باب میں حضرت ابوبکرؓ کی جس روایت کا حوالہ دیا گیا ہے وہ مفصل روایت نمبر۱۴۵۳ میں مذکور ہے۔ حضرت ابوذرؓ کی روایت نمبر۱۴۶۰ اور حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کے لیے باب نمبر۳ دیکھا جائے۔ حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت کا حوالہ نمبر۱۴۶۰ کے آخر میں بھی دیا گیا ہے۔ ان روایتوں میں اونٹوں کی زکوٰۃ نکالنے کی صراحت اور نہ دینے پر سزا کا ذکر ہے۔ صدقہ وزکوٰۃ سے متعلقہ روایات پر اصولی تبصرہ کرنے کے بعد امام بخاریؒ نے قابل زکوٰۃ اموال کا ذکر نوع اور جنس وار کیا ہے۔ روایت نمبر۱۴۵۲ میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی جس روایت کا حوالہ دیا گیا ہے، وہ امام احمد بن حنبلؒ نے بھی نقل کی ہے اور اُس کے الفاظ یہ ہیں: عَنْ اَبِى سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَسَأَلَهُ عَنِ الْهِجْرَةِ فَقَالَ وَيْحَكَ اِنَّ الْهِجْرَةَ شَأْنُهَا شَدِيْدٌ فَهَلْ لَّكَ مِنْ اِبِلٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ هَلْ تُؤَدِّى صَدَقَتَهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ هَلْ تَمْنَحُ مِنْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ هَلْ تَحْلِبُهَا يَوْمَ وِرْدِهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاعْمَلْ مِنْ وَّرَآءِ الْبِحَارِ فَإِنَّ اللّٰهَ لَنْ يَّتِرَكَ مِنْ عَمَلِكَ شَيْئًا. (مسند احمد بن حنبل، جزء۳ صفحہ۱۴) امام بخاریؒ کی منقولہ روایت کے الفاظ گو مختلف ہیں مگر مفہوماً ایک ہی ہیں۔

بَاب ۳۷

مَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ بِنْتِ مَخَاضٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ

جس کے ذمہ زکوٰۃ ایک برس کی اونٹنی ہو جائے اور اس کے پاس وہ نہ ہو

١٤٥٣: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهُ فَرِيْضَةَ الصَّدَقَةِ الَّتِي أَمَرَ اللهُ رَسُوْلَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ مِنَ الْإِبِلِ صَدَقَةُ الْجَذَعَةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ

۱۴۵۳: محمد بن عبداللہ (انصاری) نے ہم سے بیان کیا، کہا: میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ثمامہ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے انہیں بتلایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اُن کو وہ صدقہ فریضہ لکھ کر دیا، جس کا اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا ہے۔ (اور اس میں یہ بھی تھا:) جس کے پاس اتنے اونٹ ہو

جَذَعَةٌ وَعِنْدَهُ حِقَّةٌ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ وَيَجْعَلُ مَعَهَا شَاتَيْنِ إِنِ اسْتَيْسَرَتَا لَهُ أَوْ عِشْرِينَ دِرْهَمًا وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ الْحِقَّةُ وَعِنْدَهُ الْجَذَعَةُ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْجَذَعَةُ وَيُعْطِيهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ إِلَّا بِنْتُ لَبُونٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ لَبُونٍ وَيُعْطِي شَاتَيْنِ أَوْ عِشْرِينَ دِرْهَمًا وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتَ لَبُونٍ وَعِنْدَهُ حِقَّةٌ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ وَيُعْطِيهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتَ لَبُونٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُ بِنْتُ مَخَاضٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ مَخَاضٍ وَيُعْطِي مَعَهَا عِشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ.

جائیں کہ چار برس کی اونٹنی ان کی زکوٰۃ ہو اور اُس کے پاس چار برس کی اونٹنی نہ ہو مگر اُس کے پاس تین برس کی اونٹنی ہو تو اس سے وہی لے لی جائے اور وہ اُس کے ساتھ دو بکریاں بھی دے، اگر اس کے لئے وہ میسر ہوں یا بیس درہم دے اور جس کے ذمہ زکوٰۃ تین برس کی اونٹنی ہو جائے مگر تین برس کی اونٹنی اس کے پاس نہ ہو اور اس کے پاس چار برس کی اونٹنی ہو تو وہی اس سے لے لی جائے اور محصل زکوٰۃ اس کو بیس درہم یا دو بکریاں دے اور جس کے ذمہ زکوٰۃ تین برس کی اونٹنی ہو جائے مگر اس کے پاس صرف دو ہی برس کی اونٹنی ہو تو اس سے دو ہی برس کی اونٹنی لے لی جائے اور وہ دو بکریاں یا بیس درہم دے اور جس کی زکوٰۃ دو برس کی اونٹنی ہو جائے اور اس کے پاس تین برس کی اونٹنی ہو تو تین ہی برس کی اونٹنی اس سے لے لی جائے اور محصل زکوٰۃ اس کو بیس درہم یا دو بکریاں دے اور جس کی زکوٰۃ دو برس کی اونٹنی ہو جائے اور وہ اس کے پاس نہ ہو اور اُس کے پاس ایک برس کی اونٹنی ہو تو اس سے ایک برس کی اونٹنی لے لی جائے اور وہ اس کے ساتھ بیس درہم یا دو بکریاں دے۔

اطرافه: ١٤٤٨، ١٤٥٠، ١٤٥١، ١٤٥٤، ١٤٥٥، ٢٤٨٧، ٣١٠٦، ٥٨٧٨، ٦٩٥٥۔

تشریح: **مَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ بِنْتِ مَخَاضٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ:** اونٹوں اور بکریوں کا نصاب اور حق واجب کی تفصیل باب نمبر ٣٨ میں مذکور ہے۔ اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس از روئے نصاب حق واجب سے زیادہ یا کم عمر کی اونٹنی یا بکری ہو تو محصل اس سے بڑی عمر کا جانور لے کر جو فرق ہو اُس کا اندازہ کرکے مالک جانور کو معاوضہ دے گا یا اگر اُس کے پاس کم عمر جانور ہو تو وہ محصل کو کمی بصورتِ نقد یا جانور دے کر فرق پورا کرے گا۔

بَاب ۳۸: زَكَاةُ الْغَنَمِ
بکریوں کی زکوٰۃ

١٤٥٤: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ ابْنِ الْمُثَنَّى الْأَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَنَسٍ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهُ هَذَا الْكِتَابَ لَمَّا وَجَّهَهُ إِلَى الْبَحْرَيْنِ:

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيْمِ

هَذِهِ فَرِيْضَةُ الصَّدَقَةِ الَّتِي فَرَضَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ وَالَّتِي أَمَرَ اللهُ بِهَا رَسُوْلَهُ فَمَنْ سُئِلَهَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلَى وَجْهِهَا فَلْيُعْطِهَا وَمَنْ سُئِلَ فَوْقَهَا فَلَا يُعْطِ فِي أَرْبَعٍ وَّعِشْرِيْنَ مِنَ الْإِبِلِ فَمَا دُوْنَهَا مِنَ الْغَنَمِ مِنْ كُلِّ خَمْسٍ شَاةٌ فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ إِلَى خَمْسٍ وَّثَلَاثِيْنَ فَفِيْهَا بِنْتُ مَخَاضٍ أُنْثَى فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَّثَلَاثِيْنَ إِلَى خَمْسٍ وَّأَرْبَعِيْنَ فَفِيْهَا بِنْتُ لَبُوْنٍ أُنْثَى فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَّأَرْبَعِيْنَ إِلَى سِتِّيْنَ

۱۴۵۴: محمد بن عبداللہ بن مثنیٰ انصاری نے ہم سے بیان کیا، کہا: میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ثمامہ بن عبداللہ بن انس نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت انسؓ نے انہیں بتایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب ان کو بحرین کی طرف بھیجا تو یہ پروانہ لکھ کر دیا:-

اللہ کے نام کے ساتھ جو رحمٰن رحیم ہے

یہ وہ فریضہ صدقہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے لئے ضروری قرار دیا اور جس کا حکم اللہ نے اپنے رسولؐ کو دیا ہے۔ اس لئے مسلمانوں میں سے جس سے یہ زکوٰۃ نصاب کے مطابق مانگی جائے؛ چاہیے کہ وہ اسے دے اور جس سے نصاب کے علاوہ مانگی جائے تو وہ نہ دے۔ چوبیس اونٹ یا ان سے کم ہوں تو ہر پانچ اونٹوں پر بکریوں میں سے ایک بکری (زکوٰۃ ہوگی۔) اور جب پچیس سے پینتیس تک اونٹ پہنچ جائیں تو ان میں ایک برس کی اونٹنی اور جب چھتیس سے پینتالیس تک پہنچ جائیں تو ان میں دو برس کی اونٹنی اور جب چھیالیس سے ساٹھ تک پہنچ جائیں تو ان میں تین برس کی اونٹنی جو اونٹ سے قابل جفت ہو اور اگر اکسٹھ سے پچھتر تک پہنچ جائیں تو

فَفِيْهَا حِقَّةٌ طَرُوْقَةُ الْجَمَلِ فَإِذَا بَلَغَتْ وَاحِدَةً وَّسِتِّيْنَ إِلَى خَمْسٍ وَّسَبْعِيْنَ فَفِيْهَا جَذَعَةٌ فَإِذَا بَلَغَتْ يَعْنِي سِتًّا وَسَبْعِيْنَ إِلَى تِسْعِيْنَ فَفِيْهَا بِنْتَا لَبُوْنٍ فَإِذَا بَلَغَتْ إِحْدَى وَتِسْعِيْنَ إِلَى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ فَفِيْهَا حِقَّتَانِ طَرُوْقَتَا الْجَمَلِ فَإِذَا زَادَتْ عَلَى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ فَفِي كُلِّ أَرْبَعِيْنَ بِنْتُ لَبُوْنٍ وَفِي كُلِّ خَمْسِيْنَ حِقَّةٌ وَمَنْ لَّمْ يَكُنْ مَعَهُ إِلَّا أَرْبَعٌ مِنَ الْإِبِلِ فَلَيْسَ فِيْهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ يَّشَاءَ رَبُّهَا فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا مِنَ الْإِبِلِ فَفِيْهَا شَاةٌ وَفِي صَدَقَةِ الْغَنَمِ فِي سَائِمَتِهَا إِذَا كَانَتْ أَرْبَعِيْنَ إِلَى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ شَاةٌ فَإِذَا زَادَتْ عَلَى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ إِلَى مِائَتَيْنِ شَاتَانِ فَإِذَا زَادَتْ عَلَى مِائَتَيْنِ إِلَى ثَلَاثِ مِائَةٍ فَفِيْهَا ثَلَاثٌ فَإِذَا زَادَتْ عَلَى ثَلَاثِ مِائَةٍ فَفِي كُلِّ مِائَةٍ شَاةٌ فَإِذَا كَانَتْ سَائِمَةُ الرَّجُلِ نَاقِصَةً مِنْ أَرْبَعِيْنَ شَاةً وَاحِدَةً فَلَيْسَ فِيْهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ يَّشَاءَ رَبُّهَا وَفِي الرِّقَّةِ رُبْعُ

ان میں چار برس کی اونٹنی۔ جب وہ یعنی چھہتر اونٹ نوے تک پہنچ جائیں تو ان میں دو برس کی دو اونٹنیاں اور جب اکانوے سے ایک سو بیس تک پہنچ جائیں تو ان میں تین برس کی دو اونٹنیاں جو اونٹ سے قابل جفت ہوں اور جب ایک سو بیس سے بڑھ جائیں تو پھر ہر چالیس پر دو برس کی اونٹنی اور ہر پچاس پر تین برس کی اونٹنی (زکوٰۃ ہوگی۔) اور جس کے پاس صرف چار ہی اونٹ ہوں تو ان میں کوئی صدقہ زکوٰۃ نہیں سوائے اس کے کہ ان کا مالک خود چاہے اور جب پانچ اونٹ ہوجائیں تو ان میں ایک بکری (زکوٰۃ ہوگی۔) اور بکریوں کے صدقہ سے متعلق- ان میں سے باہر چرنے والیوں کی بابت (یہ حکم ہے کہ) جب وہ چالیس سے ایک سو بیس تک پہنچ جائیں تو ایک بکری اور اگر ایک سو بیس سے دو سو تک بڑھ جائیں تو دو بکریاں اور اگر دو سو سے تین سو تک بڑھ جائیں تو ان میں تین (بکریاں) اور اگر تین سو سے بڑھ جائیں تو ہر سینکڑے میں ایک بکری (زکوٰۃ ہوگی) اور اگر کسی شخص کا باہر چرنے والا ریوڑ چالیس بکریوں سے ایک بھی کم ہو تو اس میں کوئی صدقہ زکوٰۃ نہیں؛ سوائے اس کے کہ اُن کا مالک خود چاہے اور چاندی میں چالیسواں حصہ (زکوٰۃ ہوگی۔) اور اگر صرف

الْعُشْرِ فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ إِلَّا تِسْعِيْنَ وَمِائَةً فَلَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ إِلَّا أَنْ يَّشَاءَ رَبُّهَا.

ایک سونوے درہم ہی (چاندی) ہوتو اس میں صدقہ زکوٰۃ نہیں؛ سوائے اس کے کہ اس کا مالک خود چاہے۔

اطرافه: ١٤٤٨، ١٤٥٠، ١٤٥١، ١٤٥٣، ١٤٥٥، ٢٤٨٧، ٣١٠٦، ٥٨٧٨، ٦٩٥٥۔

تشریح: اَلصَّدَقَةُ مِنَ الْاِبِلِ: باب نمبر ٣٤ کی تشریح میں روایت نمبر ١٤٥٤ کے دوسرے حصہ کی تشریح گزر چکی ہے۔ پہلے حصہ میں یہ ذکر ہے کہ پانچ اونٹوں سے کم پر زکوٰۃ نہیں۔لیکن پانچ سے نو مہار (اونٹ) پر ایک بکری- اور دس سے چودہ مہار تک دو بکریاں- اور پندرہ سے انیس مہار تک تین بکریاں- اور بیس سے چوبیس تک چار بکریاں- گویا چوبیس مہار اونٹ ہوں تو ہر پانچ اونٹ کے حساب سے ایک ایک بکری زکوٰۃ ہوگی اور پچیس سے پینتیس مہار اونٹ ہوں تو پھر بجائے بکری کے ایک اونٹنی یک سالہ- چھتیس سے لے کر پینتالیس مہار اونٹ پر ایک اونٹنی دوسالہ- چھیالیس سے لے کر ساٹھ مہار اونٹ پر ایک اونٹنی سہ سالہ- اکسٹھ سے لے کر پچھتر مہار اونٹ پر ایک اونٹنی چہار سالہ- ٧٦ سے لے کر ٩٠ مہار اونٹ پر دو اونٹنیاں دوسالہ- ٩١ سے لے کر ١٢٠ مہار اونٹ پر دو اونٹنیاں سہ سالہ- اور اگر ١٢٠ سے زیادہ ہوں تو ہر چالیس مہار اونٹوں پر ایک اونٹنی دو سالہ- اور ہر پچاس مہار پر ایک اونٹنی سہ سالہ- وعلیٰ ھٰذا القیاس۔ یہاں فقہاء کے درمیان اختلاف ہوا ہے۔ ابوبکر بن عمرو بن حزم کی ایک روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کا جو پروانہ لکھا، اُس میں یہ الفاظ ہیں: اِذَا زَادَتِ الْاِبِلُ عَلٰی مِائَةٍ وَّعِشْرِيْنَ اسْتُؤْنِفَتِ الْفَرِيْضَةُ. (بداية المجتهد، كتاب الزكاة، الجملة الثالثة، الفصل الثانى فى نصاب الإبل، المسئلة الأولى) یعنی جب ١٢٠ اونٹ سے مال بڑھ جائے تو پھر حق واجب کا حساب نئے سرے سے ہوگا۔ یعنی ایک سو بیس پر سہ سالہ دو اونٹنیاں اور پانچ پر ایک بکری اور جب ایک سو تیس ہو جائیں تو سہ سالہ دو اونٹنیاں اور دو بکریاں۔ وعلیٰ ھٰذا القیاس۔ ایک سو پچاس پر سہ سالہ دو اونٹنیاں اور ایک سالہ ایک اونٹنی۔ یہ مذہب فقہائے کوفہ یعنی امام ابوحنیفہؒ و ثوریؒ وغیرہ کا ہے۔ لیکن جمہور کے نزدیک روایت نمبر ١٤٥٤ زیادہ صحیح ہے۔
(تفصیل کے لیے دیکھئے بداية المجتهد، كتاب الزكاة، الجملة الثالثة، الفصل الثانى فى نصاب الإبل)
امام بخاریؒ جمہور کے مذہب کی تائید میں ہیں۔ چاندی سے متعلق نصاب کے لئے دیکھئے تشریح باب ٣٢۔

بَاب ٣٩

لَا تُؤْخَذُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ وَلَا ذَاتُ عَوَارٍ وَلَا تَيْسٌ إِلَّا مَا شَاءَ الْمُصَدِّقُ

صدقہ میں بوڑھی نہ لی جائے اور نہ عیب دار اور نہ بکرا لیکن صدقہ وصول کرنے والا چاہے تو لے سکتا ہے

١٤٥٥: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ أَنَّ

١٤٥٥: محمد بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا:

أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهُ الَّتِي أَمَرَ اللهُ رَسُوْلَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يُخْرَجُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ وَلَا ذَاتُ عَوَارٍ وَلَا تَيْسٌ إِلَّا مَا شَاءَ الْمُصَدِّقُ.

ثمامہ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو بتایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں وہ (صدقہ زکوٰۃ) لکھ کر دیا جس کا حکم اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا تھا (اور اس میں یہ بھی تھا) اس صدقہ میں بوڑھی (اونٹنی یا بکری) زکوٰۃ میں نہ نکالی جائے اور نہ عیب دار اور نہ بکرا؛ سوائے اس کے کہ صدقہ وصول کرنے والا چاہے (تو لے سکتا ہے۔)

اطرافه: ١٤٤٨، ١٤٥٠، ١٤٥١، ١٤٥٣، ١٤٥٤، ٢٤٨٧، ٣١٠٦، ٥٨٧٨، ٦٩٥٥۔

تشریح: لَا تُؤْخَذُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ وَلَا ذَاتُ عَوَارٍ وَلَا تَيْسٌ: روایت نمبر ۱۴۵۵ کے آخر میں جو استثناء حرف اِلَّا سے کیا گیا ہے، اس کا تعلق بعض فقہاء کے نزدیک ماقبل مذکورہ اشیاء کے ساتھ ہے۔ پہلی صورت میں اَلْمُصَدِّق کی دال مشدّد ہوگی- بمعنے صدقہ دینے والا یعنی اگر مالک بکرا دینے میں کوئی خاص نقصان نہیں دیکھتا تو وہ اسے بطور زکوٰۃ دے سکتا ہے۔ دوسری صورت میں یہ لفظ اَلْمُصْدِق پڑھا جائے گا بمعنی صدقہ وصول کرنے والا۔ یعنی اگر محصل دیکھتا ہے کہ کسی کے پاس بوڑھے یا عیب دار جانور ہی ہیں تو پھر اسے قبول کرنے کا اختیار ہے۔ یہ مذہب امام شافعیؒ کا ہے۔ ان کا یہ قول ہے: وَلَا تُؤْخَذُ ذَاتُ عَوَارٍ وَلَا تَيْسٌ وَلَا هَرِمَةٌ اِلَّا اَنْ يَّرَى الْمُصْدِقُ اَنَّ ذٰلِکَ اَفْضَلُ لِلْمَسَاكِيْنِ فَيَأْخُذُهُ عَلَى النَّظْرِ۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۴۰۴-۴۰۵) ترجمہ: اور نہ ایسا جانور لیا جائے گا جس کی آنکھ وغیرہ میں نقص ہو اور نہ بکرا اور نہ بوڑھی سوائے اس کے کہ صدقہ وصول کرنے والا سمجھے کہ یہ مساکین کے لئے بہتر ہے تو وہ اپنی رائے کے مطابق اس شرط پر لے لے کہ اگر منظور نہ ہوا تو واپس ہوگا۔

بعض مالکیوں کے نزدیک یہ جائز نہیں بلکہ صدقہ دینے والے کا فرض ہے کہ وہ اچھا جانور خرید کر دے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۴۰۵) خود امام مالکؒ کا وہی مذہب ہے جو امام شافعیؒ کا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک محصل کا اختیار نہیں کہ وہ ناقص جانور قبول کرے۔ کیونکہ ناقص نہ لئے جانے کی حدیث میں تصریح ہے۔ عنوانِ باب سے ظاہر ہے کہ امام بخاریؒ؛ امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی تائید میں ہیں۔ نہ لینے کو نمایاں کیا گیا ہے اور استثناء مقدر ہے۔ جبکہ حدیث کے الفاظ میں مخاطب زکوٰۃ دینے والا ہے۔ اس فتویٰ میں تقویٰ کا پہلو مدنظر ہے اور دوسرے فتویٰ میں سہولت۔

بَاب ٤٠ : أَخْذُ الْعَنَاقِ فِي الصَّدَقَةِ

بکری کا بچہ صدقہ (زکوٰۃ) میں لینا

١٤٥٦ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ. وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَاللهِ لَوْ مَنَعُوْنِي عَنَاقًا كَانُوْا يُؤَدُّوْنَهَا إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهَا.

۱۴۵۶: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعیب نے ہمیں بتایا کہ زہری سے مروی ہے۔اور لیث (بن سعد) نے بھی کہا: عبدالرحمٰن بن خالد نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود سے روایت کی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے تھے: اللہ کی قسم! اگر انہوں نے مجھے ایک بکری کا بچہ بھی نہ دیا جو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو میں ان کے نہ دینے پر ان سے ضرور مقابلہ کروں گا۔

اطرافه: ١٤٠٠، ٦٩٢٥، ٧٢٨٥.

١٤٥٧ : قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَمَا هُوَ إِلَّا أَنْ رَأَيْتُ أَنَّ اللهَ شَرَحَ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِالْقِتَالِ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ.

۱۴۵۷: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ اس لئے تھا کہ میں نے دیکھا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سینے کو مقابلے کے لیے کھول دیا تھا اور میں سمجھ گیا کہ یہی حق ہے۔

اطرافه: ١٣٩٩، ٦٩٢٤، ٧٢٨٤.

تشریح: **اَخْذُ الْعَنَاقِ فِي الصَّدَقَةِ:** حضرت عمرؓ نے بکری کا بچہ لینے سے انکار کیا۔اس وجہ سے فقہاء کے درمیان اختلاف ہوا ہے کہ آیا وہ لیا جائے یا نہ۔امام مالکؒ تو مطلق قبول کرنے کے حق میں ہیں۔مگر امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر مائیں نصاب صدقہ میں ہوں تو پلوٹھا لینا جائز ہوگا ورنہ نہیں۔عنوانِ باب اور مندرجہ آیت سے ظاہر ہے کہ امام بخاریؒ مطلق جواز کے حق میں ہیں۔

بَاب ٤١ : لَا تُؤْخَذُ كَرَائِمُ أَمْوَالِ النَّاسِ فِي الصَّدَقَةِ

صدقہ (زکوٰۃ) میں لوگوں کے چیدہ مال نہ لئے جائیں

١٤٥٨ : حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ أُمَيَّةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَعَثَ مُعَاذًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَلَى الْيَمَنِ قَالَ إِنَّكَ تَقْدَمُ عَلَى قَوْمٍ أَهْلِ كِتَابٍ فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ عِبَادَةُ اللهِ فَإِذَا عَرَفُوا اللهَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي يَوْمِهِمْ وَلَيْلَتِهِمْ فَإِذَا فَعَلُوا الصَّلَاةَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللهَ فَرَضَ عَلَيْهِمْ زَكَاةً {تُؤْخَذُ ☆} مِنْ أَمْوَالِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ فَإِذَا أَطَاعُوْا بِهَا فَخُذْ مِنْهُمْ وَتَوَقَّ كَرَائِمَ أَمْوَالِ النَّاسِ.

۱۴۵۸: امیہ بن بسطام نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) یزید بن زُریع نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) روح بن قاسم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اسماعیل بن امیہ سے، اسماعیل نے یحیٰ بن عبداللہ بن صیفی سے، یحیٰ نے ابومعبد (نافذ) سے، ابومعبد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن پر عامل مقرر کر کے بھیجا تو فرمایا: تم اہل کتاب لوگوں کے پاس جا رہے ہو اس لئے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت پہلی بات ہو جس کی طرف تم اُن کو بلاؤ۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کو قبول کر لیں تو پھر اُن کو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے پانچ نمازیں دن رات میں مقرر کی ہیں۔ جب وہ نمازیں ادا کریں تو پھر انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے اُن پر زکوٰۃ بھی فرض کی ہے جو اُن کے مالوں سے {لی جائے گی ☆} اور ان کے محتاجوں کو لوٹائی جائے گی۔ جب وہ اُس کو مان لیں تو اُن سے لو اور لوگوں کے عمدہ مالوں سے بچنا۔

اطرافه: ١٣٩٥، ١٤٩٦، ٢٤٤٨، ٤٣٤٧، ٧٣٧١، ٧٣٧٢۔

تشریح: لَا تُؤْخَذُ كَرَائِمُ اَمْوَالِ النَّاسِ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وصولی زکوٰۃ میں مالک کے حقوق کی نگہداشت رکھی ہے۔ مثلاً اگر عمدہ دودھ دینے والا جانور ہو یا ایک ہی نر جانور؛ جس سے نسل کشی کی

☆ لفظ "تُؤْخَذُ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ ۴۰۶) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

ضرورت ہے؛ ایسے جانوروں کے لینے سے مالک کا نقصان ہوگا۔

زکوۃ میں عیب دار چیز نہ لی جائے اور نہ بہترین مال۔ بَین بَین کی راہ اختیار کی جائے تا کہ نہ بیت المال کو نقصان ہو اور نہ مالک کو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کمزوریوں پر نظر رکھتے ہوئے احکام شریعت کے نفاذ میں میانہ روی کو پسند فرمایا ہے اور آیت لَنْ تَنَالُوْا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران:۹۳) یعنی تم کامل نیکی کو ہرگز نہیں پا سکتے جب تک کہ اپنی پسندیدہ اشیاء میں سے (خدا کے لئے) خرچ نہ کرو۔ اس آیت کے پیش نظر اُن افراد کے لئے بھی راستہ کھلا ہے جو اخلاص میں اس اعلیٰ پائے کے ہیں کہ جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی محبوب ترین اشیاء کا نذرانہ پیش نہ کر دیں؛ انہیں چین نہیں آتا اور ان اعلیٰ قسم کی قربانیوں میں آزادی دی گئی ہے۔ مگر جن امور میں احکامِ شریعت کی پابندی کا تعلق ہے وہاں احتیاط سے کام لیتے ہوئے اجرائے احکام میں سہولت کا پہلو مدنظر رکھا گیا ہے۔ مبادا کمزور لوگ ٹھوکر کھائیں۔

بَاب ٤٢ : لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ

پانچ اونٹوں سے کم میں زکوۃ نہیں ہے

١٤٥٩ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ الْمَازِنِيِّ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ مِّنَ التَّمْرِ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ أَوَاقٍ مِّنَ الْوَرِقِ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ ذَوْدٍ مِّنَ الْإِبِلِ صَدَقَةٌ.

اطرافه: ١٤٠٥، ١٤٤٧، ١٤٨٤۔

۱۴۵۹: عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ مازنی سے، انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ وسق سے کم کھجور میں صدقہ زکوۃ نہیں اور پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں صدقہ زکوۃ نہیں اور پانچ مہار اونٹ سے کم میں صدقہ زکوۃ نہیں۔

تشریح: **لَيْسَ فِيمَا دُوْنَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ:** اس باب کے قائم کرنے کی غرض سے متعلق شارحین میں اختلاف ہوا ہے۔ جبکہ یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کہ پانچ اونٹوں سے کم میں زکوۃ نہیں ہے۔ اس کا ذکر باب نمبر۳۲و۳۸ کے ضمن میں گزر چکا ہے۔ اس بارے میں ان کی توجیہیں دور کی معلوم ہوتی ہیں۔ صرف حدودِ شریعت کا بیان کرنا مقصود بالذات ہے۔ باب نمبر۳۲ میں چاندی کا نصاب اور باب نمبر۳۸ میں بھیڑ بکریوں کا نصاب مذکور ہے اور اس باب میں اونٹوں کے نصاب کا ذکر ہے اور اونٹوں پر قیاس کر کے گائے بیل کے نصاب کا ذکر اگلے باب میں کیا گیا ہے۔

بَاب ٤٣: زَكَاةُ الْبَقَرِ

گائے بیل کی زکوٰۃ

وَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَعْرِفَنَّ مَا جَاءَ اللهَ رَجُلٌ بِبَقَرَةٍ لَّهَا خُوَارٌ وَيُقَالُ جُؤَارٌ تَجْـَٔرُوْنَ☆ (النحل:٥٤) تَرْفَعُوْنَ أَصْوَاتَكُمْ كَمَا تَجْأَرُ الْبَقَرَةُ.

ابوحمید (ساعدی) کہتے تھے: نبی ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں بتائے دیتا ہوں؛ اللہ کے پاس اس شخص کا آنا کیسا ہوگا جو گائے اُٹھائے ہوئے آئے گا۔ وہ بائیں بائیں کر رہی ہوگی اور خُوَارٌ کی جگہ جُؤَارٌ بھی کہا جاتا ہے۔ يَجْأَرُوْنَ☆ (المؤمنون:٦٥) کے معنی ہیں وہ گھبراہٹ میں اور پناہ مانگنے کے لئے دردانگیز صورت میں اپنی آوازیں بلند کریں گے جس طرح گائے بائیں بائیں کرتی ہے۔

١٤٦٠: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنِ الْمَعْرُوْرِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ انْتَهَيْتُ إِلَيْهِ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ أَوْ وَالَّذِي لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ أَوْ كَمَا حَلَفَ مَا مِنْ رَجُلٍ تَكُوْنُ لَهُ إِبِلٌ أَوْ بَقَرٌ أَوْ غَنَمٌ لَا يُؤَدِّيْ حَقَّهَا إِلَّا أُتِيَ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْظَمَ مَا تَكُوْنُ

۱۴۶۰: عمر بن حفص بن غیاث نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) میرے باپ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) اعمش نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے معرور بن سُوَید سے، معرور نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں آپؐ کے (یعنی نبی ﷺ کے) پاس پہنچا۔ آپؐ نے فرمایا: اس کی قسم جس کے ہاتھ میری جان ہے یا فرمایا: اُسی کی قسم جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں یا ایسی ہی کچھ آپؐ نے قسم کھائی (اور فرمایا:) جس کے پاس اونٹ یا گائے بیل یا بکریاں ہوں؛ وہ اُن کی زکوۃ نہ دے تو ضرور

☆ بعض نسخوں میں اس جگہ "يَجْأَرُوْنَ يَرْفَعُوْنَ" کے الفاظ ہیں۔ (شرح صحیح البخاری للکرمانی) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

وَأَسْمَنَهُ تَطَؤُهُ بِأَخْفَافِهَا وَتَنْطَحُهُ بِقُرُوْنِهَا كُلَّمَا جَازَتْ أُخْرَاهَا رُدَّتْ عَلَيْهِ أُوْلَاهَا حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ.

قیامت کے دن وہ جانور ایسے ہی موٹے تازے لائے جائیں گے جیسے کہ وہ ہیں۔ اپنے پاؤں سے اس کو کچلیں گے اور سینگوں سے اُسے ماریں گے۔ جب (اس کے اوپر سے) آخری جانور گزر جائے گا تو اُن میں سے پہلے کو دوبارہ اُس کی طرف لوٹا دیا جائے گا۔ (ایسا ہی ہوتا رہے گا) یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے۔

رَوَاهُ بُكَيْرٌ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

یہی حدیث بکیر نے (ابن عبداللہ) ابوصالح سے، ابوصالح نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔

اطرافه: ٦٦٣٨۔

تشریح: **زَكَاةُ الْبَقَرِ:** جیسے لفظ اَلْغَنَم میں بکری، بھیڑ، دُنبہ شامل ہیں ایسا ہی اَلْبَقَر میں گائے، بیل، بھینس اور بھینسا شامل ہیں۔ بعض روایتوں میں ان مویشیوں کا نصاب مذکور ہے۔ مگر وہ مستند نہیں سمجھی گئیں۔ ان روایتوں میں سے ایک روایت حضرت معاذؓ سے منقول ہے جو اِن الفاظ سے شروع ہوتی ہے: اَنْ يَّأْخُذَ مِنَ الْبَقَرِ مِنْ كُلِّ ثَلَاثِيْنَ تَبِيْعًا وَمِنْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ مُسِنَّةً..... یعنی تیس راُس گائے سے کم ہوں تو معاف اور تیس راُس میں ایک سالہ بچھڑا اور چالیس راُس سے اُنسٹھ تک دو سالہ اور ساٹھ سے اُنہتر تک دو بچھڑے یک سالہ اور ستر سے ۷۹ تک ایک بچھڑا یک سالہ و ایک بچھڑا دو سالہ۔ ۸۰ سے ۸۹ تک دو بچھڑے دو سالہ۔ اور نوے سے ننانوے تک تین بچھڑے ایک سالہ اور سو پر دو بچھڑے یک سالہ و ایک بچھڑا دو سالہ۔ اور اس سے اوپر ہوں تو ہر تیس رأس پر یک سالہ اور ہر چالیس رأس پر ایک بچھڑا دو سالہ دیا جائے۔ (ابو داؤد، كتاب الزكاة، باب زكاة السائمة) (مسند احمد بن حنبل، جزء۵ صفحہ ۲۴۰)

حضرت معاذؓ کی مشار الیہا روایت امام بخاری و امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک مستند نہیں۔ مگر اصحاب سنن نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۴۰۸) حضرت معاذؓ سے متعلق یہ ثابت ہے کہ گائے بیل میں حق زکوٰۃ کی نسبت جب اُن سے اہل یمن نے دریافت کیا تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر کے جواب دینے کے لئے کہا۔ مگر جب وہ مدینہ منورہ پہنچے تو آنحضرت ﷺ فوت ہو چکے تھے۔ (مؤطا امام مالک، كتاب الزكاة، باب ماجاء في صدقة البقر) اس لئے اکثر فقہاء نے اس مسئلہ میں قیاس سے کام لیا ہے۔ امام بخاریؒ نے حضرت ابوذرؓ کی ہی روایت اس باب میں نقل کی ہے۔ اس روایت سے اور حضرت ابوہریرہؓ کی روایت سے جو امام مسلمؒ☆ نے نقل کی

☆ (مسلم، كتاب الزكاة، باب اثم مانع الزكاة)

ہے، یہ ثابت ہوتا ہے کہ گائے بیل کا ذکر زکوٰۃ کے ضمن میں وارد ہوا ہے اور یہ جانوران مویشیوں میں شامل ہیں جن کی زکوٰۃ دینا فرض ہے لیکن ان کے نصاب اور حق واجب کی تعیین کے بارے میں منقولہ روایات ان دونوں ائمہ کے نزدیک مستند نہیں۔ ابوحمید ساعدیؓ کا جو حوالہ عنوانِ باب میں نقل کیا گیا ہے وہ کتاب الحِیَل کے آخری باب میں مذکور ہے۔ اس روایت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ ان مویشیوں پر زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۴۰۷ تا ۴۰۹)

لَأَعْرِفَنَّ مَا جَاءَ اللَّهَ رَجُلٌ بِبَقَرَةٍ: اس جملہ کے دو طرح معنی کئے گئے ہیں۔ فقرہ مَا جَاءَ میں مَا مصدریہ ہے اور یہ سارا جملہ بلحاظ معنی کے یوں ہے مَجِئَ رَجُلٍ اِلَی اللّٰہِ یعنی اللہ کے پاس آدمی کا آنا جس طرح ہوگا میں تمہیں بتائے دیتا ہوں۔ دوسرا مفہوم یہ ہے کہ "ل" کو بجائے حرفِ تاکید کے لَا حرفِ نافیہ قرار دے کر اس فقرہ کو یوں پڑھا گیا ہے: لَا اَعْرِفَنَّ- یعنی میں تم میں ایسا آدمی نہ دیکھوں جس کی یہ حالت ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور گائے اُٹھائے آئے اور وہ بائیں بائیں کر رہی ہو۔ امام بخاریؒ نے اس جملہ کو تشبیہ قرار دے کر قرآنِ مجید کی آیت کے حوالہ سے اِس سے یہ مراد لی ہے کہ خود اس شخص کی یہ حالت ہوگی کہ وہ عذاب الٰہی کو دیکھ کر فریاد کر رہا ہوگا۔ ساری آیت یوں ہے: حَتّٰٓی اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِیْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ یَجْئَرُوْنَ٥ (المؤمنون: ٦٥) {یہاں تک کہ جب ہم ان کے خوشحال لوگوں کو عذاب کے ذریعہ پکڑ لیتے ہیں تو اچانک وہ چیخنے چلّانے لگتے ہیں۔} وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَیْهِ تَجْئَرُوْنَ٥ (النحل: ٥٤) {اور جو بھی تمہارے پاس نعمت ہے وہ اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ پھر جب تمہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اُسی کی طرف تم زاری کرتے (ہوئے جھکتے) ہو۔

بَاب ٤٤ : اَلزَّكَاةُ عَلَى الْأَقَارِبِ

رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُ أَجْرَانِ أَجْرُ الْقَرَابَةِ وَ {أَجْرُ ☆} الصَّدَقَةِ.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے دو ثواب ہیں۔ قرابت (یعنی صلہ رحمی) کا اجر اور صدقہ {کا اجر☆}

١٤٦١ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ أَبُو طَلْحَةَ أَكْثَرَ الْأَنْصَارِ بِالْمَدِيْنَةِ مَالًا

۱۴۶۱: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے ہمیں بتایا۔ اسحق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: حضرت ابوطلحہؓ مدینہ میں سب انصار سے زیادہ کھجوروں کے باغ رکھتے تھے اور

☆ لفظ "أَجْرُ"، فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ ۴۰۹) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

مِّنْ نَّخْلٍ وَكَانَ أَحَبَّ أَمْوَالِهِ إِلَيْهِ بَيْرُحَاءَ وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَّاءٍ فِيْهَا طَيِّبٍ قَالَ أَنَسٌ فَلَمَّا أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ : لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ﴿آل عمران:٩٣﴾ قَامَ أَبُو طَلْحَةَ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَقُوْلُ: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَإِنَّ أَحَبَّ أَمْوَالِي إِلَيَّ بَيْرُحَاءَ وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ أَرْجُو بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللهِ فَضَعْهَا يَا رَسُوْلَ اللهِ حَيْثُ أَرَاكَ اللهُ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَخٍ ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِيْنَ فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ أَفْعَلُ يَا رَسُوْلَ اللهِ فَقَسَمَهَا أَبُو طَلْحَةَ فِي أَقَارِبِهِ وَبَنِي عَمِّهِ.

تمام باغوں میں اُن کو بَیْرُحَاء کا باغ بہت پیارا تھا۔ وہ مسجد کے سامنے تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں جایا کرتے اور وہاں کا صاف ستھرا پانی پیا کرتے تھے۔ حضرت انسؓ کہتے تھے: جب یہ آیت اُتری: تم اس وقت تک نیکی ہرگز حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ اُن چیزوں سے خرچ نہ کرو جن سے تم کو محبت ہے۔ تو حضرت ابوطلحہؓ اُٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور انہوں نے کہا: یارسول اللہ! اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ o مجھے اپنے مالوں میں سے بَیْرُحَاء بہت ہی پیارا ہے اور یہی اللہ کے لئے صدقہ ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ میرے لئے نیکی اور ذخیرے کا موجب ہوگا۔ اس لئے یا رسول اللہ! جہاں اللہ تعالیٰ آپؐ کو مناسب سمجھائے؛ وہاں خرچ کریں۔ حضرت انسؓ کہتے تھے: اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہت اچھا۔ یہ مال تو نفع بخش ہے، یہ مال تو نفع بخش ہے اور میں نے سن لیا ہے جو تم نے کہا اور میں مناسب سمجھتا ہوں کہ تم اس کو قریبی رشتہ داروں میں تقسیم کردو۔ حضرت ابوطلحہؓ نے کہا: یارسول اللہ! میں ایسا ہی کروں گا۔ چنانچہ حضرت ابوطلحہؓ نے اسے اپنے قریبیوں اور اپنے چچا کے بیٹوں میں تقسیم کردیا۔

تَابَعَهُ رَوْحٌ وَقَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَإِسْمَاعِيْلُ عَنْ مَّالِكٍ رَايِحٌ.

(عبداللہ بن یوسف) کی طرح روح نے بھی اسے روایت کیا ہے اور یحییٰ بن یحییٰ اور اسماعیل نے مالک سے رَابِحٌ کی جگہ رَايِحٌ (یعنی زیادہ نکلنے والا) نقل کیا۔

اطرافه: ٢٣١٨، ٢٧٥٢، ٢٧٦٩، ٤٥٥٤، ٤٥٥٥، ٥٦١١۔

١٤٦٢: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي زَيْدٌ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ خَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَضْحًى أَوْ فِطْرٍ إِلَى الْمُصَلَّى ثُمَّ انْصَرَفَ فَوَعَظَ النَّاسَ وَأَمَرَهُمْ بِالصَّدَقَةِ فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ تَصَدَّقُوْا فَمَرَّ عَلَى النِّسَاءِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ فَإِنِّي رَأَيْتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ فَقُلْنَ وَبِمَ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ مَا رَأَيْتُ مِنْ نَّاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِيْنٍ أَذْهَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ إِحْدَاكُنَّ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ ثُمَّ انْصَرَفَ فَلَمَّا صَارَ إِلَى مَنْزِلِهِ جَاءَتْ زَيْنَبُ امْرَأَةُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ تَسْتَأْذِنُ عَلَيْهِ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللهِ هَذِهِ زَيْنَبُ فَقَالَ أَيُّ الزَّيَانِبِ فَقِيْلَ

۱۴۶۲: (سعید) بن ابی مریم نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) محمد بن جعفر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: زید (بن اسلم) نے مجھے بتایا۔ عیاض بن عبداللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ (حضرت ابوسعید خدریؓ نے کہا:) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ یا عید الفطر میں عیدگاہ کو نکلے۔ پھر آپؐ (نماز پڑھ کر) مڑے اور لوگوں کو وعظ کیا اور آپؐ نے انہیں صدقہ کا حکم دیا۔ آپؐ نے فرمایا: اے لوگو! صدقہ دیا کرو۔ پھر آپؐ عورتوں کے پاس سے گزرے اور فرمایا: اے عورتوں کی جماعت! تم بھی صدقہ کیا کرو۔ کیونکہ مجھ کو دکھلایا گیا ہے کہ تم دوزخیوں میں زیادہ تعداد میں تھیں۔ انہوں نے کہا: یہ کس لئے؟ یا رسول اللہ! فرمایا: تم لعنت بہت کرتی ہو اور خاوند کی ناشکری کرتی ہو۔ اے عورتوں کی جماعت! میں نے کم عقل اور ناقص دین اشخاص میں تم سے بڑھ کر ہوشیار مرد کی عقل کو کھونے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ پھر آپؐ لوٹ آئے۔ جب آپؐ اپنے گھر پہنچے تو حضرت (عبداللہ) بن مسعودؓ کی بیوی حضرت زینب آئیں۔ آپؐ سے اندر آنے کی اجازت لی اور کہا گیا: یارسول اللہ! یہ زینب ہے۔

امْرَأَةُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ نَعَمْ ائْذَنُوا لَهَا فَأُذِنَ لَهَا قَالَتْ يَا نَبِيَّ اللهِ إِنَّكَ أَمَرْتَ الْيَوْمَ بِالصَّدَقَةِ وَ كَانَ عِنْدِيْ حُلِيٌّ لِي فَأَرَدْتُّ أَنْ أَتَصَدَّقَ بِهَا فَزَعَمَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ أَنَّهُ وَ وَلَدُهُ أَحَقُّ مَنْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَلَيْهِمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ زَوْجُكِ وَ وَلَدُكِ أَحَقُّ مَنْ تَصَدَّقْتِ بِهِ عَلَيْهِمْ.

اطرافہ: ۳۰۴، ۱۹۵۱، ۲۷۵۸۔

آپؐ نے فرمایا: زینبوں میں سے کون سی زینب؟ آپؐ سے کہا گیا: ابن مسعودؓ کی بیوی۔ آپؐ نے فرمایا: اچھا اسے اجازت دو۔ چنانچہ اُنہیں اجازت دی گئی۔ حضرت زینبؓ نے کہا: اے اللہ کے نبی! آپؐ نے آج صدقہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ میرے پاس میرا ہی زیور ہے۔ میں نے ارادہ کیا تھا کہ یہی زیور صدقہ میں دے دوں۔ ابن مسعودؓ نے کہا: وہ اور ان کا بیٹا زیادہ حقدار ہیں اُن لوگوں سے جن کو میں نے صدقہ دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابن مسعودؓ نے درست کہا ہے۔ تیرا خاوند اور تیرا بیٹا ان سے زیادہ حق دار ہیں جن کو تو صدقہ دے۔

تشریح: **اَلزَّكَاةُ عَلَى الْاَقَارِب:** قرآنِ مجید میں صدقات کی تقسیم سے متعلق بایں الفاظ تصریح ہے: اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○ (التوبۃ: ۶۰) صدقات تو صرف فقراء اور مساکین کے لئے ہیں اور ان کارندوں کے لئے جو انتظام زکوٰۃ پر مقرر ہوں۔ نیز ان کے لئے جن کی تالیف قلب (دلجوئی) مطلوب ہو۔ (یعنی وہ لوگ جن کی ایمانی حالت کمزور ہو اور وہ تعلیم و تربیت اور اصلاحِ نفس کے محتاج ہوں اور ایسے کفار بھی مراد ہیں جو مصیبت زدہ ہوں۔ ان کی امداد وغیرہ کی جائے۔ اسلام کے لئے کسی قسم کا لالچ یا رشوت دینا مقصود نہیں بلکہ ہمدردئ مخلوق کی صورت ہے) اور اسی طرح گردنوں (یعنی قیدیوں) کے آزاد کرانے میں اور قرض داروں کی امداد میں اور اللہ کی راہ میں اور مسافر کی امداد کے لئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ فرض واجب ہے اور اللہ علیم و حکیم ہے۔

اِنَّمَا حصر کے لئے آتا ہے۔ گویا صدقات کی تقسیم آٹھ قسم کے لوگوں میں منحصر کردی گئی ہے۔ جن میں سے ایک قسم محتاجوں کی ہے جیسے معذور، یتامیٰ اور بیوگان وغیرہ جو اپنے گزارہ کے لئے دوسروں کے دست نگر ہوں اور دوسری قسم مسکینوں کی یعنی جو خوشحال ہونے کے بعد کسی سبب سے بے سروسامان ہو چکے ہوں یا کام کاج نہ کر سکتے ہوں اور کسی پر اپنی بدحالی کا اظہار نہ کریں۔ ایک حدیث میں آتا ہے: لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ يَطُوْفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلٰكِنِ الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيْهِ وَلَا يُفْطَنُ بِهٖ فَيُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ وَلَا يَقُوْمُ فَيَسْأَلُ النَّاسَ. (بخاری، کتاب الزکاۃ، باب قول اللّٰہ تعالٰی لا یسألون الناس إلحافا، روایت نمبر ۱۴۷۹) مسکین وہ نہیں ہے جو لوگوں کے پاس گھومتا پھرے۔ ایک دو لقمے اور ایک دو کھجوریں اُس کو در بدر لے جائیں۔ بلکہ مسکین وہ ہے جو اتنا مال نہیں پاتا کہ اس کی ضرورتوں کو پورا کردے اور نہ اُس کا حال کسی کو معلوم ہو کہ اس کو صدقہ دے اور نہ وہ اُٹھ کر لوگوں سے سوال کرتا پھرتا ہو۔

قرآن مجید کے محولہ بالاحکم کے پیش نظر تقسیم صدقات میں رشتہ داروں کی شمولیت کے بارے میں اختلاف ہوا ہے۔ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ سے ظاہر ہے کہ یہ فریضہ زکوۃ جو آٹھ قسم کے لوگوں سے مخصوص ہے؛ بلحاظِ فقر و مسکنت اس میں رشتہ دار اور غیر رشتہ دار کی تمیز نہیں کی گئی۔ اقرباء کو زکوۃ سے اس لئے محروم رکھنا کہ وہ رشتہ دار ہیں جائز نہیں۔ عنوان باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جس قول کا حوالہ دے کر ایسے صدقہ کی فضیلت کے بارے میں توجہ دلائی گئی ہے۔ وہ باب ۴۹ روایت نمبر ۱۴۶۶ میں مذکور ہے۔ باب ۴۴ کی روایتوں سے بھی اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ محتاج رشتہ داروں کو زکوۃ یا صدقہ دینا نہ صرف جائز بلکہ کارِ ثواب ہے۔ بوجہ اس کے کہ اس میں صلہ رحمی کے حکم کی بھی تعمیل ہوتی ہے۔ مندرجہ روایات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ایسی تقسیم آنحضرت ﷺ کی اجازت سے ہوئی۔ زکوۃ چونکہ بیت المال کا حق ہے اس لئے بغیر امام کے دوسرا شخص اس میں از خود تصرف نہیں کرسکتا۔ سوائے اس کے کہ ایسا صدقہ ہو جس کا تعلق اموالِ باطنہ سے ہے۔

تَابَعَهُ رَوْحٌ: امام مالکؒ سے روحؒ نے بھی یہی روایت نقل کی ہے جو کتاب الوصایا روایت نمبر ۲۷۶۹، کتاب التفسیر روایت نمبر ۴۵۵۴ میں آئے گی۔ یحیٰیؒ کی محولہ بالا روایت کتاب الوکالۃ (روایت نمبر ۲۳۱۸) میں ہے۔ رَايِحٌ سے مراد ایسا مال جو زیادہ نکلنے والا یعنی مقبول ہو۔

بَاب ٤٥: لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي فَرَسِهِ صَدَقَةٌ

مسلمان پر اس کے گھوڑے میں کوئی صدقہ نہیں

١٤٦٣: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي فَرَسِهِ وَغُلَامِهِ صَدَقَةٌ.

۱۴۶۳: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہمیں بتایا، (کہا:) ہم سے عبداللہ بن دینار نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میں نے سلیمان بن یسار سے سنا۔ وہ عراک بن مالک سے، عراک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے تھے کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: مسلمان پر اس کے گھوڑے اور غلام میں کوئی صدقہ نہیں۔

اطرافه: ١٤٦٤۔

بَاب ٤٦: لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي عَبْدِهِ صَدَقَةٌ

مسلمان پر اس کے غلام میں کوئی صدقہ نہیں

١٤٦٤: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا

۱۴۶۴: مسدد نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) یحیٰی

يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ خُثَيْمِ بْنِ عِرَاكِ ابْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ {ح وَحَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا خُثَيْمُ بْنُ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ☆} قَالَ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ صَدَقَةٌ فِي عَبْدِهِ وَلَا فِي فَرَسِهِ.

بن سعید نے ہمیں بتایا کہ خُثَیم بن عراک بن مالک سے مروی ہے انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کی۔{اور سلیمان بن حرب نے بھی ہم سے بیان کیا، (کہا:) وہیب بن خالد نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) خثیم بن عراک بن مالک نے ہمیں بتایا کہ اُن کے باپ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ☆} آپؐ نے فرمایا: مسلمان پر اس کے غلام میں صدقہ نہیں اور نہ اس کے گھوڑے میں۔

اطرافه: ١٤٦٣۔

تشریح: **لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي فَرَسِهِ وَ غُلَامِهِ صَدَقَةٌ:** باب۴۵، ۴۶ کے قائم کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی ہے کہ فقہاء کے درمیان گھوڑے اور غلام میں زکوٰۃ دینے سے متعلق اختلاف ہوا ہے۔ جمہور کا یہ مذہب ہے کہ ان میں زکوٰۃ نہیں خواہ وہ اپنے ذاتی استعمال کے لئے ہوں یا تجارت کے لئے۔ کیونکہ مذکورہ بالا حدیث کے الفاظ میں گھوڑا اور غلام اموالِ زکوٰۃ سے علی الاطلاق مستثنیٰ کئے گئے ہیں۔ مگر امام ابوحنیفہؒ نے ان میں بھی زکوٰۃ ضروری قرار دی ہے جبکہ وہ ذریعہ کسب معاش ہوں۔ آپ کے نزدیک تجارت کے مال میں زکوٰۃ کی ادائیگی ثابت ہے۔ اس لئے اس حدیث کا مفہوم محدود کرنا ہوگا کہ ایسا گھوڑا یا غلام جو اپنی خدمت کے لئے مخصوص ہو؛ اس میں زکوٰۃ نہیں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۴۱۲) (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ۳۵-۳۶)

(بداية المجتهد، كتاب الزكاة، الجملة الثانية فى معرفة ما تجب فيه الزكاة)

امام بخاریؒ: امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی تائید میں معلوم ہوتے ہیں۔ دو عنوان جو انہوں نے یکے بعد دیگرے قائم کئے ہیں، ان میں فَرَسِهِ اور عَبْدِهِ کو نمایاں کیا ہے اور صَدَقَة کا لفظ زکوٰۃ کی جگہ اختیار کیا ہے۔ یعنی ایسا گھوڑا یا غلام جو انسان کی ذاتی خدمت کے لئے ہو، اُس میں کسی قسم کا صدقہ واجب نہیں ہوتا سوائے صدقہ فطر کے جو غلام کی وجہ سے مالک پر عائد ہوتا ہے۔ البتہ تجارت کی صورت میں زکوٰۃ ہوگی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے پاس شام کے تاجر اسپ آئے اور انہوں نے زکوٰۃ پیش کی جو بعد مشورہ قبول کی گئی۔ (الهداية، كتاب الزكاة، فصل فى الخيل)

(سنن الدار قطني، كتاب الزكاة، باب زكاة مال التجارة وسقوطها عن الخيل والرقيق)

☆ روایت کے یہ الفاظ فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ۴۱۱) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تجارت کی غرض سے گھوڑے کی قیمت فروخت کا اندازہ کر کے اڑھائی فیصدی کے حساب سے زکوٰۃ حاصل کردہ منافع پر ہوگی۔عنوان باب ۲۹ میں جو آیت درج کی گئی ہے وہ تجارتی وصنعتی کاروبار کے بارے میں نص صریح ہے کہ ان سے حاصل کردہ منافع قابل زکوٰۃ ہے۔

بَاب ٤٧ : اَلصَّدَقَةُ عَلَى الْيَتَامَى

یتیموں کو صدقہ دینا

١٤٦٥ : حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي مَيْمُوْنَةَ حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ يَسَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يُحَدِّثُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى الْمِنْبَرِ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ فَقَالَ إِنَّ مِمَّا أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِيْ مَا يُفْتَحُ عَلَيْكُمْ مِّنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتِهَا فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَوَيَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ فَسَكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقِيْلَ لَهُ مَا شَأْنُكَ تُكَلِّمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يُكَلِّمُكَ فَرَأَيْنَا أَنَّهُ يُنْزَلُ عَلَيْهِ قَالَ فَمَسَحَ عَنْهُ الرُّحَضَاءَ فَقَالَ أَيْنَ السَّائِلُ وَكَأَنَّهُ حَمِدَهُ فَقَالَ إِنَّهُ لَا يَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ وَإِنَّ مِمَّا يُنْبِتُ الرَّبِيْعُ يَقْتُلُ أَوْ يُلِمُّ إِلَّا آكِلَةَ الْخَضْرَاءِ أَكَلَتْ

۱۴۶۵: معاذ بن فضالہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ہشام (دستوائی) نے ہمیں بتایا کہ یحيٰ (بن ابی کثیر) سے مروی ہے۔ انہوں نے ہلال بن ابی میمونہ سے روایت کی کہ (انہوں نے کہا:) ہم سے عطاء بن یسار نے بیان کیا۔ انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ بیان کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن منبر پر بیٹھے اور ہم بھی آپؐ کے اردگرد بیٹھ گئے۔ آپؐ نے فرمایا: میں جن باتوں سے اپنے بعد تمہارے متعلق ڈرتا ہوں، اُن میں سے دنیا کی وہ زیب وزینت بھی ہے جو تم پر (چاروں طرف سے) کھول دی جائے گی۔ اس پر ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! کیا خیر شر کو بھی لائے گی۔ نبی ﷺ خاموش رہے۔ اس شخص سے پوچھا گیا کہ کیا وجہ ہے تم نبی ﷺ سے بات کرتے ہو اور وہ تم سے بات نہیں کرتے۔ پھر ہم نے دیکھا کہ آپؐ پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ حضرت ابوسعیدؓ کہتے تھے: آپؐ نے (چہرے سے) پسینہ پونچھا اور فرمایا: یہ سوال کرنے والا کہاں ہے؟ جیسے آپؐ نے اس کے سوال کو پسند کیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: بات یہ ہے کہ

حَتَّى إِذَا امْتَدَّتْ خَاصِرَتَاهَا اسْتَقْبَلَتْ عَيْنَ الشَّمْسِ فَثَلَطَتْ وَبَالَتْ وَرَتَعَتْ وَإِنَّ هَذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ فَنِعْمَ صَاحِبُ الْمُسْلِمِ مَا أَعْطَى مِنْهُ الْمِسْكِيْنَ وَالْيَتِيْمَ وَابْنَ السَّبِيْلِ أَوْ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّهُ مَنْ يَّأْخُذُهُ بِغَيْرِ حَقِّهِ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ وَيَكُوْنُ شَهِيْدًا عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

بھلائی بدی نہیں لایا کرتی اور ربیع جو اُگاتی ہے اُن میں ایسی نباتات بھی ہوتی ہے جو مار ڈالتی ہے یا مرنے کے قریب کر دیتی ہے۔ مگر ہری گھاس کھانے والا جانور جس نے اتنا کھالیا ہو کہ جب اس کی دونوں کھوکھیں تن جائیں تو وہ سورج کی طرف منہ کر کے پتلا پاخانہ کرے اور پیشاب کرے اور چرتا رہے اور یہ مال بھی ہرا بھرا شیریں ہے اور مسلمان کا بہت ہی اچھا ساتھی، جب تک کہ وہ اس مال سے مسکین کو اور یتیم کو اور مسافر کو دیتا رہے یا جیسا نبی ﷺ نے فرمایا اور بات یہ ہے کہ جو اس مال کو ناجائز طور پر لے گا وہ اس کی مانند ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا اور وہ مال اس کے خلاف قیامت کے دن گواہ ہوگا۔

اطرافه: ۹۲۱، ۲۸۴۲، ۶۴۲۷۔

تشریح: اَلصَّدَقَةُ عَلَى الْيَتَامٰى: زکوٰۃ کی تقسیم میں جس آیت کا حوالہ باب نمبر۴۴ کی تشریح میں دیا گیا ہے، اس کی رو سے آٹھ قسم کے اشخاص اس میں شریک ہیں۔ فقراء، مساکین، عملہ تحصیل زکوٰۃ، مؤلفۃ القلوب، غلام لونڈی اور گرفتار مصیبت کی آزادی، مالی تاوان سے رہائی، فی سبیل اللہ یعنی دینی وملی کاموں میں اور ابن السبیل یعنی مسافروں کی امداد میں۔ یتامیٰ کا اس میں ذکر نہیں۔ محولہ بالا حدیث میں یتیم مستحقین صدقات میں شامل کئے گئے ہیں۔ یتیم اور اس کی پرورش کے بارے میں قرآن مجید میں علیحدہ تاکید کی گئی ہے۔ انفاق کے بارے میں آیت اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى.... (البقرۃ:۱۷۸) میں اقرباء اور یتامیٰ کا ذکر مقدم ہے۔ اس لئے لفظ فقراء یعنی محتاج میں یتامیٰ شامل ہیں۔ مگر چونکہ ان کی حالت زیادہ اہتمام کی محتاج ہے، اس لئے ان کے بارے میں الگ عنوان قائم کیا گیا ہے۔ اِنَّهٗ مَنْ يَّأْخُذُ بِغَيْرِ حَقِّهٖ کا یہ مفہوم زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص مال کو بغیر اس کا حق یعنی زکوٰۃ وصدقہ ادا کئے قبضہ میں رکھتا ہے وہ حریص ہے۔ يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ – اور یہ حرص اس کے لئے بدہضمی پیدا کرے گی اور اس کے لئے نقصان دہ ہوگی۔ ہر شئے جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے اپنے اندر بھلائی رکھتی ہے۔ مگر جو انسان خواہشات کی پیروی میں اسراف سے کام لیتا ہے اور خیر کو منبع شر بناتا ہے وہ نعمتِ الٰہی کا ناشکر گزار ہے۔ جو جانور کھا پی کر اپنے پیٹ کو

صاف کرتا رہتا ہے وہ چارے سے فائدہ اٹھانے کے قابل رہتا ہے۔ یہی حال اس انسان کا ہے جو حرص و ہوا کا مقابلہ کرتے ہوئے مال سے متعلق حقوق وواجبات ادا کرتا ہے۔ یتیم کو صدقہ دینے کا ذکر باب نمبر ۴۸ میں بھی آتا ہے۔ فقراء یعنی محتاجوں میں سے یتیم اوّل نمبر پر ہے کہ اس کا حق ادا کیا جائے۔ روایت نمبر ۱۴۶۵ کی مذکورہ بالا مثال روایت نمبر ۲۸۴۲ میں بھی دہرائی گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دولت کو مومن کا بہت اچھا ساتھی قرار دیا ہے۔ بشرطیکہ اس کا استعمال موقع ومحل پر ہو اور حقوق العباد اس کے ذریعہ سے ادا ہوتے رہیں۔ ورنہ اگر وہ نفس پروری اور خودغرضی کی راہوں میں خرچ ہو تو آخر وہ اسراف کی شکل اختیار کر کے انسان کی تباہی کا موجب ہوتی ہے۔

بَاب ٤٨ : اَلزَّكَاةُ عَلَى الزَّوْجِ وَالْأَيْتَامِ فِي الْحَجْرِ

خاوند کو اور گود میں لئے ہوئے یتیم بچے کو زکوٰۃ دینا

قَالَهُ أَبُو سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

یہ حضرت ابوسعیدؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا۔

١٤٦٦: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي شَقِيْقٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ فَذَكَرْتُهُ لِإِبْرَاهِيْمَ فَحَدَّثَنِي إِبْرَاهِيْمُ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللّٰهِ بِمِثْلِهِ سَوَاءً قَالَتْ كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ وَكَانَتْ زَيْنَبُ تُنْفِقُ عَلَى عَبْدِ اللّٰهِ وَأَيْتَامٍ فِي حَجْرِهَا فَقَالَتْ لِعَبْدِ اللّٰهِ سَلْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۴۶۶: عمر بن حفص (بن غیاث) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) میرے باپ نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) اعمش نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: شقیق نے مجھے بتایا۔ شقیق نے عمرو بن حارث سے، عمرو نے حضرت عبداللہ (بن مسعودؓ) کی بیوی حضرت زینب رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ اعمش نے کہا: میں نے اس حدیث کا ابراہیم (نخعی) سے ذکر کیا تو ابراہیم نے بالکل ایسی ہی حدیث مجھے بتائی۔ انہوں نے ابوعبیدہ سے، ابوعبیدہ نے عمرو بن حارث سے، عمرو نے حضرت عبداللہ (بن مسعودؓ) کی بیوی حضرت زینبؓ سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں: میں مسجد میں تھی۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپؐ نے فرمایا: تم عورتیں صدقہ کیا کرو۔ خواہ اپنے زیور ہی کا اور حضرت زینبؓ؛ حضرت عبداللہؓ پر اور چند یتیموں پر جو ان کی پرورش میں تھے خرچ کیا کرتی

أَيَجْزِي عَنِّي أَنْ أُنْفِقَ عَلَيْكَ وَعَلَى أَيْتَامِي[1] فِي حَجْرِي مِنَ الصَّدَقَةِ فَقَالَ سَلِي أَنْتِ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْتُ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ عَلَى الْبَابِ حَاجَتُهَا مِثْلُ حَاجَتِي فَمَرَّ عَلَيْنَا بِلَالٌ فَقُلْنَا سَلِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَجْزِيْ عَنِّي أَنْ أُنْفِقَ عَلَى زَوْجِي وَأَيْتَامٍ لِي فِي حَجْرِي وَقُلْنَا لَا تُخْبِرْ بِنَا فَدَخَلَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ مَنْ هُمَا قَالَ زَيْنَبُ قَالَ أَيُّ الزَّيَانِبِ قَالَ امْرَأَةُ عَبْدِ اللهِ قَالَ نَعَمْ وَلَهَا أَجْرَانِ أَجْرُ الْقَرَابَةِ وَأَجْرُ الصَّدَقَةِ.

تھیں۔ اس لئے انہوں نے حضرت عبداللہؓ کو کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھو؛ کیا میری طرف سے کافی نہیں ہوگا کہ میں اسی صدقہ سے تم پر اور {ان یتیموں[1]} پر جو میری پرورش میں ہیں خرچ کروں۔ تو حضرت عبداللہؓ نے کہا: رسول اللہ ﷺ سے تم خود ہی پوچھو۔ اس لئے میں نبی ﷺ کے پاس گئی۔ میں نے دروازے پر انصار میں سے ایک عورت پائی۔ اس کی حاجت بھی میری حاجت جیسی تھی۔ اتنے میں حضرت بلالؓ ہمارے پاس سے گزرے۔ ہم نے کہا: نبی ﷺ سے پوچھو کیا میری طرف سے یہ کافی ہوگا کہ میں اپنے خاوند اور چند ایسے یتیموں پر جو میری گود میں ہیں صدقہ سے خرچ کروں؟ اور ہم نے کہا: ہمارا پتہ نہ دینا۔ چنانچہ وہ اندر گئے اور انہوں نے آپؐ سے پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا: وہ دو عورتیں کون ہیں؟ حضرت بلالؓ نے کہا: زینب۔ آپؐ نے پوچھا: زینبوں میں سے کونسی؟ حضرت بلالؓ نے کہا: عبداللہ (بن مسعودؓ) کی بیوی۔ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ اس کے لئے دو اجر ہیں۔ قرابت کا اجر اور صدقہ کا اجر۔

١٤٦٧: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ {عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ[2]} قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَلِيَ أَجْرٌ أَنْ أُنْفِقَ عَلَى بَنِي أَبِي سَلَمَةَ

١٤٦٧: عثمان بن ابی شیبہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبدہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام سے، ہشام نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت زینب بنت امّ سلمہؓ سے، {حضرت زینبؓ نے حضرت امّ سلمہؓ سے روایت کی۔[2]} وہ کہتی تھیں: میں نے کہا: یارسول اللہ! کیا

---

[1] فتح الباری مطبوعہ بولاق میں لفظ "أَيْتَامِيْ" کی بجائے "أَيْتَامٍ" ہے۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ۴۱۳)

[2] لفظ "عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ۴۱۳)

إِنَّمَا هُمْ بَنِيَّ فَقَالَ أَنْفِقِي عَلَيْهِمْ فَلَكِ أَجْرُ مَا أَنْفَقْتِ عَلَيْهِمْ.

میرے لئے اجر ہوگا اگر میں ابوسلمہؓ کے بیٹوں پر خرچ کروں؟ وہ تو میرے ہی بیٹے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: ان پر خرچ کرو۔ جو بھی تم نے ان پر خرچ کیا ہے، اس کا اجر تمہیں ملے گا۔

اطرافہ: ٥٣٦٩

تشریح: اَلزَّكَاةُ عَلَى الزَّوْجِ وَالْاَيْتَامِ فِي الْحَجْرِ: عنوانِ باب میں حضرت ابوسعیدؓ کی جس روایت کا حوالہ دیا گیا ہے وہ باب ۴۴ میں گزر چکی ہے۔ دیکھئے روایت نمبر ۱۴۶۲۔ اس باب میں بھی یہ روایت دہرائی گئی ہے۔ اس میں یہ تصریح ہے کہ اس کے بچے پہلے خاوند کے تھے۔ سابقہ باب میں عام یتیموں کا ذکر ہے اور یہاں خاص یتیموں کا۔ ابوداؤد طیالسی اور نسائی ☆ کی روایتوں میں ہے کہ وہ یتیم بچے ان کے بھائی اور بہن کے تھے اور نسائی کی روایت میں خاوند کے متعلق یہ الفاظ ہیں: خَفِيفُ ذَاتِ الْيَدِ. ہلکے ہاتھ کا، محتاج، خالی ہاتھ۔ اس روایت سے امام شافعیؒ، ثوریؒ، محمد بن یوسفؒ، امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے یہ استدلال کیا ہے کہ عورت کا اپنے خاوند کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ لیکن اپنے والدین اور اپنی اولاد پر زکوٰۃ خرچ کرنا جائز نہیں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۴۱۵)

اس روایت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ حضرت زینبؓ نے عام صدقہ کی بابت دریافت کیا تھا نہ زکوٰۃ کے متعلق۔ جو بالاجماع اولاد کو دینا جائز نہیں۔ لیکن یہ استدلال اس لئے ساقط الاعتبار ہے کہ اولاد کے اخراجات کے لئے ماں شرعاً مکلّف نہیں بلکہ باپ ہے۔ اس لئے اس کا اپنی اولاد کو جن کے اخراجات مہیا کرنے کا ذمہ دار والد ہے زکوٰۃ دینا بے محل ہے۔ ماں جو ذمہ دار نہیں وہ اس پابندی سے آزاد ہو کر زکوٰۃ دے سکتی ہے۔ امام بخاریؒ نے غالباً اپنے استدلال کی بناء اس بات پر رکھی ہے کہ حضرت زینبؓ کہتی ہیں: أَيَجْزِىْ عَنِّى اَنْ اُنْفِقَ عَلَى زَوْجِى وَاَيْتَامٍ لِّى. یعنی کیا ایسا خرچ (صدقہ کا) قائم مقام ہوگا؛ جو میں اپنے خاوند اور اپنے یتیموں کے لئے کروں؟ چونکہ سوال مطلق صدقہ سے متعلق ہے اس لئے زکوٰۃ وغیرہ دونوں پر شامل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب نَعَمْ بھی دونوں ہی پر محمول کیا جائے گا۔ أَىْ تُجْزِئُ عَنْكِ فَرْضًا كَانَ اَوْ تَطَوُّعًا. یعنی تمہارا صدقہ تمہارے لئے کارآمد ہوگا خواہ فریضہ زکوٰۃ ہو یا طوعی صدقہ۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۴۱۵)

امام ابن حجر کے نزدیک مذکورہ استفسار دو مختلف سوال ہیں۔ روایت نمبر ۱۴۶۲ والا واقعہ تو زیور صدقہ میں دینے سے متعلق ہے اور روایت نمبر ۱۴۶۶ والا واقعہ گھریلو اخراجات سے متعلق ہے۔ مگر عنوانِ باب کے حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں روایتیں ایک ہیں اور جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ صَدَقَةُ السِّرّ اپنے طور پر خرچ کیا جاسکتا ہے اور محتاجوں میں سے عزیز و اقارب اوّل درجہ پر مستحق ہیں۔ (باب ۵، ۱۳، ۱۴، ۱۵) یہ امر کہ صَدَقَةُ السِّرّ یعنی اموال باطنہ پر واجب الاداء زکوٰۃ اپنے طور پر خرچ کی جاسکتی ہے جہاں قرآنِ مجید کی آیت اِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ. (البقرة: ۲۷۲) {اور اگر تم انہیں چھپاؤ اور انہیں حاجت مندوں کو دو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔} سے ظاہر ہے وہاں مذکورہ بالا اجازت اور خلفائے راشدین کے تعامل سے ثابت ہے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے اپنے عہد خلافت

☆ (نسائي، كتاب الزكاة، باب الصدقة على الأقارب)
(مسند أبى داؤد الطيالسى، الجزء السابع، ما روت زينب الثقفية، روايت نمبر ١٦٥٣)

میں اس امر کا خیال رکھا بلکہ حکم دیا کہ اموالِ باطنہ کی زکوٰۃ اپنے طور پر دی جائے۔ چنانچہ کشفُ الغُمَّہ میں بایں الفاظ تصریح ہے: كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُوَلِّيَ النَّاسَ تَفْرِقَةَ زَكَاةِ اَمْوَالِهِمُ الْبَاطِنَةِ وَكَانَ يَكِلُ اَمْرَ الْاَمْوَالِ الظَّاهِرَةِ اِلَى الْوُلَاةِ اَحَبَّ النَّاسُ ذٰلِكَ اَمْ كَرِهُوْهُ. (كشف الغمّة عن جميع الأمّة، كتاب أحكام الزكاة، باب كيفية إخراج الزكاة وتعجيلها، فصل فى حكم أخذ القيمة) اور مبسوط سرخسی میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے متعلق ہے: فَوَّضَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ الْاَدَاءَ اِلَى اَرْبَابِ الْاَمْوَالِ لَمَّا خَافَ الْمُشَقَّةَ وَالْحَرَجَ فِي تَفْتِيْشِ الْاَمْوَالِ عَلَيْهِمْ مِنْ سُعَاةِ السُّوْءِ فَكَانَ ذٰلِكَ تَوْكِيْلًا مِنْهُ لِصَاحِبِ الْمَالِ بِالْاَدَآءِ فَنُفِذَ تَوْكِيْلًا لِاَنَّهُ كَانَ عَنْ نَظْرٍ صَحِيْحٍ. (المبسوط، كتاب الزكاة، الفصل الرابع) یعنی حضرت عمرؓ نے اموالِ باطنہ کی تقسیم خود صاحب نصاب کے سپرد کی۔ مگر اموالِ ظاہرہ کی تحصیل و تقسیم کارکنانِ حکومت کا فرض قرار دیا؛ لوگ پسند کریں یا نہ کریں۔ حضرت عثمانؓ نے بھی اسی طرح کیا۔ جب اُنہیں برے کارکنوں سے لوگوں کی تکلیف کا خوف ہوا کہ وہ اُن کے مالوں کی چھان بین میں غلط رویہ اختیار کریں گے اور یہ بات مسئلہ سے متعلق آپ کی صحت فکر و نظر کا نتیجہ ہی تھا کہ آپ نے ایسا فرق ملحوظ رکھا۔ تا کہ اموالِ باطنہ کی تحقیق وغیرہ سے لوگوں کو کسی مشقت کا سامنا نہ ہو اور کارکنوں کو دست اندازی کا موقع نہ ملے۔ ان خلفاءؓ کے متعلق یہاں تک مروی ہے کہ اگر کوئی اموالِ باطنہ کی زکوٰۃ لاتا تو واپس کر دیتے اور تلقین فرماتے کہ مقامی حاجت مندوں میں تقسیم کی جائے۔

(دیکھئے كشف الغمة، كتاب أحكام الزكاة، باب كيفية إخراج الزكاة وتعجيلها، فصل فى حكم أخذ القيمة)

بَاب ٤٩

قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالَى: وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

اللہ تعالیٰ کا فرمانا: اور گردنوں کی آزادی میں اور قرض داروں کے لئے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو (التوبة: ٦٠)

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يُعْتِقُ مِنْ زَكَاةِ مَالِهِ وَيُعْطِي فِي الْحَجِّ وَقَالَ الْحَسَنُ إِنِ اشْتَرَى أَبَاهُ مِنَ الزَّكَاةِ جَازَ وَيُعْطِي فِي الْمُجَاهِدِيْنَ وَالَّذِي لَمْ يَحُجَّ ثُمَّ تَلَا اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ (التوبة: ٦٠)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مذکور ہے کہ (انہوں نے کہا:) اپنے مال کی زکوٰۃ سے غلام کو آزاد کرے اور حج کے لئے دے اور حسن (بصری) نے کہا: اگر زکوٰۃ سے اپنے باپ کو خریدے (اور اسے آزاد کر دے) تو جائز ہوگا اور جہاد کرنے والوں کے لئے بھی دے اور اسے بھی جس نے حج نہ کیا ہو۔ اس کے بعد انہوں نے یہ آیت پڑھی: ان مصرفوں میں

الْآيَةَ فِي أَيِّهَا أَعْطَيْتَ أَجْزَأَتْ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ خَالِدًا احْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي لَاسٍ حَمَلَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِبِلِ الصَّدَقَةِ لِلْحَجِّ.

سے جس میں بھی تم زکوٰة کا مال دو گے؛ فریضہ زکوٰة کے حق کو ادا کر دو گے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خالد نے تو اپنی زرہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دی ہیں اور حضرت ابولاس (زیاد خزاعیؓ) سے مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ کے اونٹ پر سوار کر کے حج کے لئے روانہ کیا۔

١٤٦٨: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّدَقَةِ فَقِيْلَ مَنَعَ ابْنُ جَمِيْلٍ وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ وَعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَنْقِمُ ابْنُ جَمِيْلٍ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ فَقِيْرًا فَأَغْنَاهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَأَمَّا خَالِدٌ فَإِنَّكُمْ تَظْلِمُوْنَ خَالِدًا قَدِ احْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ وَأَعْتُدَهُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَأَمَّا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَعَمُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهِيَ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ وَمِثْلُهَا مَعَهَا.

۱۴۶۸: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعیب نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ابوزناد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰة وصول کرنے کا حکم دیا۔ آپؐ سے کہا گیا: ابن جمیل اور خالد بن ولید اور عباس بن عبدالمطلب نے (زکوٰة) نہیں دی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا ابن جمیل اسی لئے برا مناتا ہے کہ وہ فقیر تھا۔ اسے اللہ اور اس کے رسول نے مالدار بنا دیا ہے اور خالد جو ہے تو تم خالد پر ظلم کرتے ہو۔ اُس نے تو اپنی زرہیں اور اپنا ساز و سامان اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دیا اور عباس بن عبدالمطلب جو ہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں اور وہ (یعنی زکوٰة) اُن پر فرض ہے اور اس کے علاوہ اتنی ہی اور۔

تَابَعَهُ ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ أَبِيْهِ وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ هِيَ عَلَيْهِ

(شعیب کی طرح) ابن ابی زناد نے بھی اپنے باپ سے یہی روایت کی اور ابن اسحٰق نے ابوزناد سے روایت

وَمِثْلُهَا مَعَهَا. وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ حُدِّثْتُ عَنِ الْأَعْرَجِ مِثْلَهُ.

کرتے ہوئے یہ الفاظ کہے: زکوٰۃ ان پر واجب ہے اور اتنی ہی اور۔ اور ابن جریج نے کہا: اعرج سے روایت کرتے ہوئے مجھے مِثْلُهَا کی جگہ مِثْلَهُ بتایا گیا۔

تشریح: وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيْلِ اللّٰهِ: آیتِ صدقہ محولہ بالا کی تشریح کے بارے میں بھی ائمہ کے درمیان اختلاف ہوا ہے۔ امام مالکؒ نے رِقاب سے مراد لونڈی غلام لی ہے۔ جنہیں خلیفہ وقت مالِ زکوٰۃ سے خرید کر آزاد کرے اور ایسے آزاد کردہ لونڈی اور غلام کا ورثہ بیت المال کا حق ہوگا۔ امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ مکاتب غلام ہے، جس نے اپنے مالک سے کچھ نقدی مقرر کر کے آزادی حاصل کی ہو اور پھر محنت مزدوری کر کے اسے بالاقساط یا جمع کر کے یکمشت ادا کرے۔ مگر بعض فقہاء نے مکاتب غلاموں کو غارِمِین یعنی مقروضوں میں شامل کیا ہے اور الرِّقاب سے مطلق غلامی سے آزادی دلانا مراد ہے قطع نظر اس سے کہ غلام مکاتب ہو یا غیر مکاتب، مسلم ہو یا غیر مسلم اور اس میں وہ بھی شامل ہیں جو بمنزلہ غلام ہوں۔ مثلاً قرض کی عدم ادائیگی کی وجہ سے قید میں ہوں۔ اَلْغَارِمِین سے وہ لوگ مراد ہیں جو براہِ راست ذمہ دار نہیں بلکہ کسی کی ضمانت دینے کی وجہ سے ماخوذ ہوں یا کسی رشتہ دار کی دیت اُنہیں دینی پڑے یا کسی اتفاقی حادثہ یا قصور کی وجہ سے جو اُن سے سرزد ہو گیا ہو، زیر بار ہوں یا تجارت میں دیوالیہ نکل گیا ہو۔ ایسے اشخاص اَلْغَارِمِین کی شق میں شامل ہیں۔ الفاظ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ کی تشریح میں امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ نے جہاد اور سرحدوں کی حفاظت جیسے کام مراد لئے ہیں۔ مگر امام شافعیؒ نے غازی مراد لیتے ہوئے یہ شرط عائد کی ہے کہ وہ مستحق ہو اور اسی شہر کا رہنے والا ہو۔ کیونکہ بموجب ارشادِ نبویؐ تُرَدُّ عَلٰی فُقَرَائِهِمْ (روایت نمبر ۱۴۵۸) زکوٰۃ ان کے نزدیک ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل نہیں کی جاسکتی اور بعض نے فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ سے حج مراد لیا ہے۔ غرض اس قسم کے فقیہانہ اختلاف مدنظر رکھتے ہوئے اس حصہ آیت کے تحت الگ باب قائم کیا ہے اور عنوانِ باب میں کچھ حوالے بھی پیش کئے ہیں۔ جن میں غلاموں اور جنگی قیدیوں کی آزادی اور مجاہدین اور حج کے لئے جانے والوں کی امداد میں خرچ کرنے کی صورتیں مروی ہیں۔ ان حوالہ جات اور ائمہ کی تشریحات کے پیش نظر سبیل اللہ کا مصرفِ زکوٰۃ علی الاطلاق ملّی و ملکی تنظیم و استحکام اور رفاہِ عامہ کے کاموں پر حاوی ہے۔ آیت متعلقہ مصارفِ زکوٰۃ جامع آیت ہے جو فردی اور اجتماعی ضرورتوں کو شامل رکھتی ہے۔

(حوالوں کی تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری جزء۳ صفحہ ۴۱۸- عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ ۴۴)

ان تمام صورتوں کو قبول کرتے ہوئے باب کے ذیل میں امام بخاریؒ نے جو روایت پیش کی ہے، اس سے مصرفِ زکوٰۃ کی وسعت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ حضرت خالدؓ بن ولید ایک مجاہد انسان تھے جو ہر وقت مسلح و برسرِ پیکار رہتے اور اس غرض کے لئے سامانِ جنگ پر وہ خرچ کرتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے اِس خرچ کو ان کی طرف سے فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ کی شق کے تحت قبول فرمایا ہے۔ ابوجہم بن جمیلؓ کے زکوٰۃ نہ دینے کو آپؐ نے ناپسند کیا اور اپنے چچا

سے زکوٰۃ دُگنی لینے کا ارشاد فرمایا۔ ان کے مقامِ قرابت کی وجہ سے دوگنا وصول کیا اور خالد بن ولیدؓ کی طرف سے معذرت فرمائی۔ خلاصہ یہ کہ امام مصرفِ زکوٰۃ سے متعلق وسعت اختیار کرنے کا مجاز ہے۔ آپؐ نے صدقہ کے اونٹوں پر حج کرنے کے لئے بعض صحابہ کو سوار کیا۔ (دیکھئے باب ۴۹) اور آپؐ کا یہ تصرف بھی فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ کی شق میں داخل ہے۔

قرآنِ مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام وہ کام جو رعایا کی بہبود و استحکام و حفاظت اور ان کی ترقی کے لئے ضروری ہیں مصرفِ زکوٰۃ سے متعلق ہیں۔ یعنی علماء کے نزدیک اس میں ملک کے نظم و نسق و تعمیری کام مثلاً شفا خانے، سڑکوں اور پلوں کی تعمیر اور پولیس اور فوج وغیرہ کے انتظامات سب شامل ہیں۔ امام مالکؒ بھی اسی وسعتِ مصرف کی تائید میں ہیں۔ کتاب الاحکام (ابن عربی) میں اُن کا قول اِن الفاظ میں منقول ہے: سُبُلُ اللّٰهِ كَثِيْرَةٌ......وَفِيْهَا الْغَزْوُ. یعنی اللہ کی راہیں جن میں مصرفِ زکوٰۃ سے خرچ کیا جانا چاہیے بہت ہیں اور اُن میں جنگیں بھی شامل ہیں اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے نزدیک آیت اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ میں لفظ اِنَّمَا حصر کے لئے نہیں جس سے بعض فقہاء نے سمجھا ہے کہ مذکورہ اقسام کے سوا زکوٰۃ خرچ نہ کی جائے۔ شاہ صاحب موصوفؒ نے ان کی اِس غلط فہمی کو بایں الفاظ دور فرمایا ہے: اَلْحَصْرُ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ اِضَافِيٌّ بِالنِّسْبَةِ اِلٰى مَا طَلَبَهُ الْمُنَافِقُوْنَ فِيْ صَرْفِهَا فِيْمَا يَشْتَهُوْنَ. (حجة الله البالغة، ابواب الزكاة، بيان المصارف) یعنی منافق چاہتے تھے کہ زکوٰۃ اُن کی خواہشات پوری کرنے کے لئے دی جائے۔ انہیں جواب دیا گیا ہے کہ زکوٰۃ کا مصرف تو فلاں فلاں قسم کے محتاجوں اور فی سبیل اللہ یعنی رفاہِ عامہ کے لئے ہے۔ غرض فی سبیل اللہ کی اصطلاح میں بہت وسعت ہے اور اسی وسعت کی طرف توجہ منعطف کروانے کی غرض سے مذکورہ بالا باب قائم کیا گیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ امام موصوفؒ نے سورۂ توبہ کی جس آیت (نمبر ۶۰) کا حوالہ دیا ہے، اُس میں مصارفِ زکوٰۃ کی آٹھ قسمیں بیان ہوئی ہیں جن کی تشریح متعدد ابواب میں اختلافِ فقہاء کے پیشِ نظر الگ الگ کی گئی ہے۔ یہ آٹھ قسمیں حسبِ ذیل ہیں:

(۱) اَلْفُقَرَآء- اس کی تشریح باب ۵۲، ۵۳ میں ہے۔ (۲) اَلْمَسَاكِيْن- اس کی تشریح کے لیے باب ۵۰ دیکھئے۔

(۳) وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا یعنی عملہ تحصیل زکوٰۃ - اس کی تشریح کے لیے باب ۶۷ دیکھئے۔

(۴) اَلْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ- اس کی تشریح کے لیے دیکھئے باب ۵۳ روایت نمبر ۱۴۷۸۔

(۵) وَفِي الرِّقَابِ یعنی غلاموں وغیرہ کی گلوخلاصی- اس کی تشریح کے لیے دیکھئے باب ۴۹۔

(۶) اَلْغَارِمِيْنَ یعنی جو دوسروں کی وجہ سے مالی طور پر زیر بار ہوں- اس کی تشریح کے لیے دیکھئے باب ۴۹، ۵۳۔

(۷) فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ یعنی رفاہِ عامہ- اس کے لیے دیکھئے باب ۴۹۔

(۸) وَابْنِ السَّبِيْلِ یعنی مسافر- اس کے لیے دیکھئے باب ۶۸۔

اس باب میں جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے، اُس میں مستحقین زکوٰۃ کے زمرہ میں مؤلفة القلوب کا بھی ذکر ہے۔ ان سے وہ لوگ مراد ہیں جن کی ایمانی حالت کمزور ہو اور وہ تعلیم و تربیت اور اصلاحِ نفس کے محتاج ہوں اور وہ لوگ بھی جو اسلام کی خوبیوں سے متاثر ہیں اور ضرورت ہے کہ ان سے نیک رابطہ قائم کیا جائے۔ فتنہ و فساد کا انسداد بھی اخراجات چاہتا ہے۔ یہ مصرف بھی اسی شق میں شامل ہے۔

بَاب ٥٠ : اَلْاِسْتِعْفَافُ عَنِ الْمَسْأَلَةِ

سوال سے بچنا

١٤٦٩ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ نَاسًا مِنَ الْأَنْصَارِ سَأَلُوْا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَاهُمْ ثُمَّ سَأَلُوْهُ فَأَعْطَاهُمْ ثُمَّ سَأَلُوْهُ فَأَعْطَاهُمْ حَتَّى نَفِدَ مَا عِنْدَهُ فَقَالَ مَا يَكُوْنُ عِنْدِي مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ أَدَّخِرَهُ عَنْكُمْ وَمَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللهُ وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللهُ وَمَنْ يَّتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللهُ وَمَا أُعْطِيَ أَحَدٌ عَطَاءً خَيْرًا وَأَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ.

اطرافه: ٦٤٧٠۔

۱۴۶۹: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے ہمیں بتایا کہ ابن شہاب سے مروی ہے۔ انہوں نے عطاء بن یزید لیثی سے، عطاء نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انصار میں سے کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے مانگا۔ آپؐ نے اُنہیں دیا۔ پھر انہوں نے آپؐ سے مانگا اور آپؐ نے انہیں دیا۔ پھر انہوں نے آپؐ سے مانگا اور آپؐ نے انہیں دیا۔ یہاں تک کہ آپؐ کے پاس جو تھا وہ ختم ہوگیا۔ آپؐ نے فرمایا: جو مال بھی میرے پاس ہوگا، میں اس کو تم سے ہرگز چھپا نہیں رکھوں گا اور جو سوال سے بچے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اُسے بچائے گا اور جو (دنیا کے مال سے) بے نیاز ہونا چاہے گا، اللہ تعالیٰ بھی اُسے بے نیاز کر دے گا اور جو اپنے نفس پر زور ڈال کر صبر کرے گا، اللہ تعالیٰ بھی اس کو صبر دے گا اور صبر سے بڑھ کر وسیع اور بہتر کسی کو بھی کوئی نعمت نہیں دی گئی۔

١٤٧٠ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأَنْ

۱۴۷۰: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے ہمیں بتایا کہ ابوزناد سے مروی ہے۔ انہوں نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُسی کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری

يَّأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ فَيَحْتَطِبَ عَلَى ظَهْرِهِ خَيْرٌ لَّهُ مِنْ أَنْ يَّأْتِيَ رَجُلًا فَيَسْأَلَهُ أَعْطَاهُ أَوْ مَنَعَهُ.

اطرافه: ۱٤۸۰، ۲۰۷٤، ۲۳۷٤۔

جان ہے یہ بہتر ہے کہ تم میں سے کوئی اپنی رسی لے اور اپنی پیٹھ پر لکڑیاں اُٹھالائے بہ نسبت اس کے کہ وہ کسی شخص کے پاس آئے اور اُس سے مانگے۔ وہ اُسے دے یا نہ دے۔

۱٤۷۱: حَدَّثَنَا مُوْسَى حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَأَنْ يَّأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ فَيَأْتِيَ بِحُزْمَةِ الْحَطَبِ عَلَى ظَهْرِهِ فَيَبِيْعَهَا فَيَكُفَّ اللهُ بِهَا وَجْهَهُ خَيْرٌ لَّهُ مِنْ أَنْ يَّسْأَلَ النَّاسَ أَعْطَوْهُ أَوْ مَنَعُوْهُ.

اطرافه: ۲۰۷۵، ۲۳۵۳۔

۱٤۷۱: موسیٰ (بن اسماعیل) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) وہیب نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ہشام نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، اُن کے باپ نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے، حضرت زبیرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: تم میں سے کوئی اپنی رسی لے اور اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا اُٹھا کر لائے اور پھر اُسے بیچے اور اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اس کی آبرو کو بچائے رکھے۔ یہ بات اُس کے لئے بہتر ہے اس بات سے کہ وہ لوگوں سے مانگے، وہ اس کو دیں یا نہ دیں۔

۱٤۷۲: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَسَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ حَكِيْمَ بْنَ حِزَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَانِي ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي ثُمَّ قَالَ يَا

۱٤۷۲: عبدان نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:) یونس نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے عروہ بن زبیر اور سعید بن مسیّب سے روایت کی کہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگا۔ آپؐ نے مجھے دیا۔ پھر میں نے آپؐ سے مانگا۔ پھر آپؐ نے دیا۔ پھر میں

حَكِيْمُ إِنَّ هَذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ فَمَنْ أَخَذَهُ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُوْرِكَ لَهُ فِيْهِ وَمَنْ أَخَذَهُ بِإِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيْهِ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى قَالَ حَكِيْمٌ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَرْزَأُ أَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا حَتَّى أُفَارِقَ الدُّنْيَا فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَدْعُو حَكِيْمًا إِلَى الْعَطَاءِ فَيَأْبَى أَنْ يَّقْبَلَهُ مِنْهُ ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ دَعَاهُ لِيُعْطِيَهُ فَأَبَى أَنْ يَّقْبَلَ مِنْهُ شَيْئًا فَقَالَ عُمَرُ إِنِّي أُشْهِدُكُمْ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلَى حَكِيْمٍ أَنِّي أَعْرِضُ عَلَيْهِ حَقَّهُ مِنْ هَذَا الْفَيْءِ فَيَأْبَى أَنْ يَّأْخُذَهُ فَلَمْ يَرْزَأْ حَكِيْمٌ أَحَدًا مِّنَ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى تُوُفِّيَ.

نے آپؐ سے مانگا۔ پھر آپؐ نے دیا۔ پھر فرمایا: حکیم! یہ مال تو ہرا بھرا میٹھا ہے۔ جس نے اس کو سخاوتِ نفس (یعنی استغناء) سے لیا تو اس کے لئے اس (مال) میں برکت دی جائے گی اور جس نے نفس کے لالچ سے لیا، اُس کے لیے اس میں برکت نہیں ڈالی جائے گی اور وہ اسی شخص کی مانند ہوگا جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا۔ اونچا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔ حضرت حکیمؓ کہتے تھے: میں نے کہا: یارسول اللہ! اُسی کی قسم جس نے آپؐ کو سچائی دے کر بھیجا ہے، میں آپؐ کے سوا کسی سے بھی کچھ نہیں لوں گا یہاں تک کہ دنیا سے چلا جاؤں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت حکیمؓ کو وظیفہ دینے کے لئے بلاتے تو وہ اُن سے وظیفہ لینے سے انکار کر دیتے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں بلایا کہ انہیں وظیفہ دیں تو بھی انہوں نے انکار کر دیا کہ اُن سے کچھ لیں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا: اے مسلمانوں کی جماعت! میں تمہیں گواہ ٹھہراتا ہوں۔ حکیم کو میں (بیت المال کی) آمدنی سے اُن کا حق پیش کرتا ہوں اور وہ انکار کرتے ہیں۔ اُسے نہیں لیتے۔ چنانچہ حضرت حکیمؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا لوگوں میں سے کسی سے کچھ نہیں لیا؛ یہاں تک کہ وہ فوت ہو گئے۔

اطرافه: ۲۷۵۰، ۳۱٤۳، ٦٤٤١۔

تشریح: **اَلْاِسْتِعْفَافُ عَنِ الْمَسْئَلَةِ:** مقاصدِ دینیہ کے لئے مانگنا جائز ہے مگر اپنی ذات کے لئے نہیں۔ باب نمبر ۵۰ کی پہلی روایت میں نصیحت ہے۔ دوسری وتیسری روایت میں محنت مزدوری کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ چوتھی روایت میں بتایا گیا ہے کہ حضرت حکیم بن حزامؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت پر اس عمدگی سے عمل کیا کہ کبھی کسی سے کچھ نہیں مانگا۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وحضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اپنے اپنے

عہدِ خلافت میں اُن کا واجبی وظیفہ پیش کرنے پر انہوں نے لینے سے انکار کر دیا۔

مَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ: جو سوال سے بچنا چاہے گا، اللہ تعالیٰ اسے بچائے گا۔ **وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ** جو لوگوں سے بے نیاز ہونا چاہے، اللہ اُسے بے نیاز کر دے گا۔ آج کل مسلمانوں میں اس قدر مانگنے والے فقیر اور درویش ہیں کہ کسی شہر میں چلے جاؤ، ان کی کثرت بھیانک نظارہ پیش کرتی ہے۔ **ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ...... ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا.** (البقرة:٦٢) یہ ذلت و مسکنت کی مار ان پر اس لئے پڑی کہ انہوں نے نافرمانی کی۔ جو ذلیل سے ذلیل قومیں تھیں، وہ محنت و مزدوری کر کے غنی ہو گئیں۔ جو غنی تھیں وہ مزدوری کو خلافِ عزت سمجھتے ہوئے محتاج و ذلیل ہو گئیں۔ اسلام نے زکوٰۃ و صدقات کا سلسلہ اس لئے نہیں قائم کیا تھا کہ سوالیوں اور فقیروں کی کثرت ہو بلکہ اس لئے کہ جن کے پاس روزی کمانے کے وسائل نہیں؛ وسائل بہم پہنچا کر وہ کمانے کے قابل بنائے جائیں۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ نے اسلام کے حکم کی غرض و غایت کو اچھی طرح سمجھا اور اس کے مطابق عمل کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سب غنی ہو گئے اور اُن میں کوئی زکوٰۃ و صدقہ قبول کرنے والا باقی نہ رہا۔ (روایت نمبر۱۴۱۲) زکوٰۃ کے مصارف میں مساکین کا طبقہ شامل کیا گیا ہے۔ اس سے مراد بالاتفاق وہ لوگ نہیں جو بھیک مانگتے پھریں۔ **لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ يَطُوْفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلٰكِنِ الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيْهِ وَلَا يُفْطَنُ بِهِ فَيُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ وَلَا يَقُوْمُ فَيَسْأَلُ النَّاسَ.** (روایت نمبر۱۴۷۹) یعنی مسکین وہ نہیں ہے جو لوگوں کے پاس گھومتا پھرے۔ ایک دو لقمے اور ایک دو کھجوریں اُس کو در بدر لے جائیں۔ بلکہ مسکین وہ ہے جس کے پاس سرمایہ نہیں کہ اپنے معاش کی صورت پیدا کر سکے اور نہ اُس کا حال کسی کو معلوم ہو کہ اس کو صدقہ دے اور نہ وہ اُٹھ کر لوگوں سے سوال کرتا پھرتا ہو۔ ہاں اس کی حالت فراست سے معلوم کی جا سکتی ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوال کو بقدرِ امکان ردّ نہیں کیا کرتے تھے۔ شرم و حیا اور جود و سخا کے اوصافِ حمیدہ سے آپؐ کی ذاتِ مبارک ستودہ صفات غایت درجہ متصف تھی۔ آپؐ نے اس موقع پر جبکہ آپؐ کے پاس دینے کے لئے کچھ نہ تھا؛ درد بھرے دل سے ایسی نصیحت فرمائی جس نے بہتوں کو سوال کی احتیاج سے مستغنی کر دیا۔ حضرت ابوسعید خدریؓ اور حضرت حکیم بن حزامؓ بھی انہی لوگوں میں سے ہیں۔ (اس تعلق میں دیکھئے کتاب الجہاد تشریح باب ۲۴ روایت نمبر۲۸۲۱) حضرت حکیم بن حزامؓ بعثت سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیقوں میں سے تھے اور فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے۔ غزوۂ حنین میں قبائل ہوازن کے اموالِ غنیمت میں سے انہیں بھی ایک سو اُونٹ دیئے گئے تھے۔ مزید طلب پر ایک سو اُونٹ اور دیئے گئے۔ اس پر بھی کفایت نہ کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سو اُونٹ اور دیئے اور مذکورہ بالا نصیحت فرمائی۔ اس نصیحت کا اُن پر اتنا گہرا اثر ہوا کہ ایک سو اُونٹ ہی پر کفایت کی اور آپؐ کی نصیحت میخ آہنی کی طرح ان کے دل میں گڑ گئی اور انہوں نے قابلِ رشک نمونہ دکھایا۔ (الإصابة – ذكر حكيم بن حزام بن خويلد)
(المعجم الكبير للطبراني – ما اسند حكيم بن حزام، روایت نمبر۳۰۸۲، جزء۳ صفحہ۱۹۰)

وَمَنْ اَخَذَهٗ بِاِشْرَافِ نَفْسٍ: اَشْرَفَ کے معنے ہیں جھانکا۔ اشرافِ نفس سے مراد یہ ہے کہ ملنے کے

باوجوداُور حاصل کرنے کے لئے جھانکنا۔یعنی حرص وطمع کرنا اور قانع نہ ہونا۔اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کھائے اور سیر نہ ہو۔ایسا کھانا اس کے لئے طبعًا وبالِ جان ہوگا۔غرض برکت کثرت وفراوانی میں نہیں بلکہ قناعت اور استغناءِ نفس میں ہے جو تھوڑی شئے میں بھی بآسانی حاصل ہوسکتی ہے۔قناعتِ نفس؛ راحت کا وہ احساس پیدا کرتا ہے جو دولت کی فراوانی نہیں کرسکتی۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ دولت کی فراوانی اِشرافِ نفس طمع وحرص کے بیسیوں دریچے کھول کر راحت کو اضطراب کی دائمی کیفیت میں تبدیل کردیتی ہے اور اس کی حالت یہ ہوتی ہے: كَالَّذِیْ یَأْكُلُ وَلَا یَشْبَعُ۔یعنی وہ اس شخص کی مانند ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا۔اور آیت وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ٥ (الحشر:١٠) {پس جو کوئی بھی نفس کی خساست سے بچایا جائے تو یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔} میں اسی حرص سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔شُحَّ کے معنے حرص اور بخل دونوں ہوتے ہیں۔سورۃ التغابن کی آیت نمبر ۱۷ میں شُحَّ بمعنے بخل وارد ہوا ہے اور سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۲۹ میں یہ لفظ دونوں معنوں میں ہے۔ان آیتوں میں بھی یہی بتایا گیا ہے کہ فلاح یعنی کامرانی اِسی امر میں ہے کہ انسان قانع ہو؛ حریص نہ ہو۔

بَاب ٥١ : مَنْ أَعْطَاهُ اللهُ شَيْئًا مِنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ وَّ لَا إِشْرَافِ نَفْسٍ

جس کو اللہ تعالیٰ بغیر مانگے اور بغیر طمعِ نفس کے دے

وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ⑳ (الذاريات: ٢٠)

اور اُن کے مالوں میں مانگنے والے کا اور اس کا جو مانگنے سے محروم ہے؛ حق ہے۔

١٤٧٣ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُّوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيْنِي الْعَطَاءَ فَأَقُوْلُ أَعْطِهِ مَنْ هُوَ أَفْقَرُ إِلَيْهِ مِنِّي فَقَالَ خُذْهُ إِذَا جَاءَكَ مِنْ هٰذَا الْمَالِ شَيْءٌ وَأَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَلَا سَائِلٍ فَخُذْهُ وَمَا لَا فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ.

اطرافه: ٧١٦٣، ٧١٦٤۔

۱۴۷۳: یحيٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) لیث نے ہمیں بتایا۔انہوں نے یونس سے، یونس نے زہری سے، زہری نے سالم سے روایت کی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے حضرت عمرؓ سے سنا۔وہ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے وظیفہ دیتے تو میں کہتا: آپؐ اُن کو دیجئے جو مجھ سے زیادہ اِس کے محتاج ہوں تو آپؐ فرماتے: اس مال میں سے جب کچھ تمہارے پاس آئے تو اُسے ایسی حالت میں لے لو جبکہ تم نہ خواہشمند ہو اور نہ سائل اور جو نہ ملے تو اپنے نفس کو اُس کے پیچھے مت لگاؤ۔

تشریح: مَنُ اَعطَاهُ اللّٰهُ شَيئًا مِنُ غَيرِ مَسُئلَةٍ وَّلَا اِشُرَافِ نَفُسٍ: امام بخاریؒ نے عنوانِ باب ''مَنُ'' سے قائم کر کے اور مذکورہ بالا آیت کا حوالہ دے کر جملہ شرطیہ کا جواب محذوف کر دیا ہے۔ آیت سے ظاہر ہے کہ دولتمندوں کی دولت میں دوسروں کا حق ہے۔ بغیر سوال کے اگر یہ حق کسی کو دیا جائے تو کیا وہ لینے سے انکار کرسکتا ہے؟ امام بخاریؒ نے اس کا جواب اس لئے حذف کر دیا ہے کہ اس کا تعلق مختلف حالات سے ہے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرؓ کو بیت المال سے بطور حق دیا تھا۔ آپؐ نے اُن کو عامل یعنی محصل زکوٰۃ مقرر کیا تھا۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۴۲۵) قرآنِ مجید کے ارشاد وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا (التوبۃ: ٦٠) کے مطابق انہیں اس خدمت کا حق ملنا چاہیئے تھا۔ مگر انہوں نے لینے سے انکار کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے اس شبہ کا ازالہ فرمایا کہ لینے کیلئے فقر و فاقہ ہی شرط نہیں۔ حضرت عمرؓ نے یہ سن کر کہا: آپؐ کا عطیہ میں نے قبول کرلیا۔ یہاں دونوں صورتیں پائی جاتی ہیں۔ سوال بھی نہیں اور لالچ نفس بھی نہیں۔ اَلْمَحْرُوْم کے معنی اَلْمُتَعَفِّفُ الَّذِیْ لَا يَسْأَلُ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۴۲۵) یعنی عفیف جو باوجود احتیاج کے نہیں مانگتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بے زبان جانوروں کو بھی اَلْمَحْرُوْم کے ذیل میں شمار کیا ہے۔ (اسلامی اصول کی فلاسفی، زیر عنوان ایصالِ خیر کی اقسام، صفحہ۴۳ - روحانی خزائن جلد۱۰ صفحہ۳۵۷)

قرآنِ مجید نے ایسے عمال یعنی کارکنوں کو جو غنی ہوں، ارشاد فَلْيَسْتَعْفِفْ سے ترغیب دی ہے کہ وہ اموالِ یتامیٰ کی حفاظت کا حقِ معاوضہ نہ لیں۔ (النساء: ۷) قومی خدمات میں بھی یہی ارشاد ملحوظ رکھا جا سکتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے بتقاضائے جذبہ ایثار انکار کیا تھا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن کی احتیاج کا اچھی طرح علم تھا۔ خود اُن کے اپنے الفاظ مَنْ هُوَ اَفْقَرُ مِنِّیْ بھی دلالت کرتے ہیں کہ وہ دولتمند نہ تھے۔

بَاب ٥٢: مَنْ سَأَلَ النَّاسَ تَكَثُّرًا

جو لوگوں سے اپنی دولت بڑھانے کے لئے مانگے

١٤٧٤: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ سَمِعْتُ حَمْزَةَ بْنَ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَسْأَلُ النَّاسَ حَتَّى يَأْتِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَيْسَ فِي

۱۴۷۴: یحيٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا کہ عبیداللہ بن ابی جعفر سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے حمزہ بن عبداللہ بن عمر سے سنا۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی ہمیشہ لوگوں سے مانگتا رہتا ہے؛ یہاں تک کہ قیامت کے دن وہ ایسی

وَجْهِهِ مُزْعَةُ لَحْمٍ.

حالت میں آئے گا کہ اُس کے منہ پر گوشت کی بوٹی بھی نہ ہوگی۔

١٤٧٥: وَقَالَ إِنَّ الشَّمْسَ تَدْنُو يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يَبْلُغَ الْعَرَقُ نِصْفَ الْأُذُنِ فَبَيْنَا هُمْ كَذَلِكَ اسْتَغَاثُوْا بِآدَمَ ثُمَّ بِمُوْسَى ثُمَّ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَزَادَ عَبْدُ اللهِ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي جَعْفَرٍ فَيَشْفَعُ لِيُقْضَى بَيْنَ الْخَلْقِ فَيَمْشِي حَتَّى يَأْخُذَ بِحَلْقَةِ الْبَابِ فَيَوْمَئِذٍ يَبْعَثُهُ اللهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا يَحْمَدُهُ أَهْلُ الْجَمْعِ كُلُّهُمْ وَقَالَ مُعَلَّى حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ رَاشِدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُسْلِمٍ أَخِي الزُّهْرِيِّ عَنْ حَمْزَةَ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْأَلَةِ.

اطرافه: ٤٧١٨.

۱۴۷۵: اور فرمایا: سورج قیامت کے دن اتنا قریب ہوگا کہ پسینہ کان کے نصف تک پہنچ جائے گا۔ لوگ اسی حالت میں ہوں گے کہ وہ حضرت آدمؑ سے فریاد کریں گے۔ پھر حضرت موسیٰؑ سے۔ پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ اور عبداللہ (بن صالح) نے اپنی روایت میں اتنا بڑھایا۔ (کہا:) لیث نے مجھ سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ابن ابی جعفر نے مجھ سے بیان کیا: پھر آپؐ سفارش کریں گے کہ مخلوق کے درمیان فیصلہ کیا جائے۔ آپؐ جا کر دروازے کا کنڈا تھام لیں گے۔ اُس دن اللہ تعالیٰ آپؐ کو مقامِ محمود پر کھڑا کرے گا۔ مجمع کے سب لوگ آپؐ کی تعریف کریں گے اور معلّٰی نے کہا کہ وہیب نے ہمیں بتایا۔ نعمان بن راشد سے مروی ہے۔ انہوں نے زہری کے بھائی عبداللہ بن مسلم سے، عبداللہ بن مسلم نے حمزہ (بن عبداللہ) سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا۔ انہوں نے سوال کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی ہی حدیث بیان کی۔

تشریح: مَنْ سَأَلَ النَّاسَ تَكَثُّرًا: امام ابن حجرؒ کا خیال ہے کہ باب نمبر ۵۲ کا عنوان روایت مَنْ سَأَلَ النَّاسَ اَمْوَالَهُمْ تَكَثُّرًا فَإِنَّمَا يَسْأَلُ جَمْرًا سے ماخوذ ہے جو امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں نقل کی ہے۔
(مسلم، کتاب الزکاۃ، باب کراهة المسألة للناس) (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۴۲۷)

اس باب میں اسی روایت کی تحقیق و تصحیح مدنظر ہے۔ جیسا کہ روایت نمبر ۱۴۷۵ کے آخر میں معلّٰی کی روایت کے حوالے سے بھی ظاہر ہے کہ مندرجہ سند کے ساتھ حدیث کا پہلا حصہ (مذکورہ نمبر ۱۴۷۴) ہی اصل روایت قرار دیا گیا ہے۔ وَقَالَ اِنَّ الشَّمْسَ...... کا تعلق اس سے نہیں۔ یہ روایت الگ ہے۔ گویا امام بخاریؒ کے نزدیک مَنْ سَأَلَ النَّاسَ

اَمْوَالَهُمْ تَكَثُّرًا اور مَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَسْأَلُ النَّاسَ دونوں کا مفہوم ایک ہے۔امام مسلمؒ کی روایت معناً درست ہے۔ لیکن جواب مَنْ سَأَلَ ...... میں اختلاف ہے۔ فَإِنَّمَا يَسْأَلُ جَمْرًا کی جگہ لَيْسَ فِي وَجْهِهِ مُزْعَةُ لَحْمٍ ہے۔ چہرے پر گوشت نہ ہوگا یعنی رونق نہ ہوگی کہ اُس نے مانگ مانگ کر اپنی عزت وآبرو ضائع کردی۔عالمِ آخرت میں سلسلہ مجازاۃ اس دنیا میں کئے ہوئے اعمال کے ہم شکل ہوگا۔(اس ضمن میں دیکھئے روایت نمبر۱۴۰۷، ۱۴۴۳، ۱۴۶۰) طبرانیؒ اور بزارؒ نے حضرت مسعود بن عمروؓ کی ایک مرفوع روایت نقل کی ہے جس کے یہ الفاظ ہیں: لَا يَزَالُ الْعَبْدُ يُسْأَلُ وَهُوَ غَنِيٌّ حَتَّى يُخْلَقَ وَجْهُهُ فَلَا يَكُوْنُ لَهُ عِنْدَ اللّٰهِ وَجْهٌ. (المعجم الكبير للطبراني، من اسمه مسعود، روایت نمبر۷۹۰، جزء۲۰صفحہ۳۳۳) (فتح الباری جزء۳صفحہ۴۲۷) یعنی غنی ہوکر مانگنے والے انسان کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی عزت وقدر نہ ہوگی۔ وَجْهٌ کے معنی وجاہت۔

بَاب ٥٣ : قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ط

اللہ تعالیٰ کا فرمانا: وہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے

(البقرة:٢٧٤)

وَكَمِ الْغِنَى وَقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيْهِ {لِقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ إِلَى قَوْلِهِ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿٢٧٤﴾ ☆} (البقرة: ٢٧٤)

اور کتنا مال دولتمندی کہلاتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ وہ اتنا مال نہیں پاتا جو اُس کی ضرورت پوری کردے۔{جیسا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: اُن محتاجوں کو دیا جائے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں گھر گئے ہیں۔ملک میں چل پھر نہیں سکتے۔ناواقف انہیں بوجہ سوال سے بچنے کے مالدار خیال کرتا ہے۔ .... تو اللہ تعالیٰ یقیناً اسے خوب جانتا ہے۔☆}

١٤٧٦ : حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

۱۴۷۶: حجاج بن منہال نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) محمد بن زیاد نے مجھے بتایا۔انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے

☆ یہ حصہ عبارت عمدۃ القاری کے متن کے مطابق ہے۔(عمدۃ القاری جزء۹صفحہ۵۹) نیز صحیح بخاری مطبوعہ آرام باغ میں الفاظ "يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ" بھی موجود ہیں۔ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِي تَرُدُّهُ الْأُكْلَةُ وَالْأُكْلَتَانِ وَلَكِنِ الْمِسْكِيْنُ الَّذِي لَيْسَ لَهُ غِنًى وَيَسْتَحْيِيْ أَوْ لَا يَسْأَلُ النَّاسَ إِلْحَافًا.

روایت کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: مسکین وہ نہیں ہے جو ایک دو لقمے کے لئے (دربدر) مانگتا پھرے۔ بلکہ مسکین وہ ہے جو محتاج ہو اور شرمائے اور لوگوں کے پیچھے پڑ کر نہ مانگے۔

اطرافه: ١٤٧٩، ٤٥٣٩.

١٤٧٧: حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عُلَيَّةَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنِ ابْنِ أَشْوَعَ عَنِ الشَّعْبِيِّ حَدَّثَنِي كَاتِبُ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كَتَبَ مُعَاوِيَةُ إِلَى الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنِ اكْتُبْ إِلَيَّ بِشَيْءٍ سَمِعْتَهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَتَبَ إِلَيْهِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ اللهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا قِيْلَ وَقَالَ وَإِضَاعَةَ الْمَالِ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ.

١۴٧٧: یعقوب بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) اسماعیل بن عُلَیَّہ نے ہم سے بیان کیا۔ خالد حذاء نے ہمیں بتایا کہ انہوں نے (سعید بن عمرو) بن اشوع سے، سعید نے شعبی سے روایت کی کہ (انہوں نے کہا:) حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے کارپرداز نے مجھ سے بیان کیا۔ وہ کہتے تھے کہ حضرت معاویہؓ نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو لکھا کہ مجھے کوئی ایسی حدیث لکھ کر بھیجیں جو آپؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو۔ چنانچہ انہوں نے معاویہ کو لکھا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تین باتیں ناپسند فرمائی ہیں۔ بے فائدہ بات کرنا اور مال کو ضائع کرنا اور زیادہ سوال کرنا۔

اطرافه: ٨٤٤، ٢٤٠٨، ٥٩٧٥، ٦٣٣٠، ٦٤٧٣، ٦٦١٥، ٧٢٩٢.

١٤٧٨: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غُرَيْرٍ الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ أَعْطَى رَسُوْلُ اللهِ

١۴٧٨: محمد بن غریر زہری نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) یعقوب بن ابراہیم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے صالح بن کیسان سے، صالح نے ابن شہاب سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: عامر بن سعد نے مجھے خبر دی کہ انہوں نے اپنے باپ (حضرت سعد بن ابی وقاصؓ) سے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَهْطًا وَأَنَا جَالِسٌ فِيْهِمْ قَالَ فَتَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ رَجُلًا لَمْ يُعْطِهِ وَهُوَ أَعْجَبُهُمْ إِلَيَّ فَقُمْتُ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَارَرْتُهُ فَقُلْتُ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ وَاللّٰهِ إِنِّي لَأُرَاهُ مُؤْمِنًا قَالَ أَوْ مُسْلِمًا قَالَ فَسَكَتُّ قَلِيْلًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ فِيْهِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ وَاللّٰهِ إِنِّي لَأُرَاهُ مُؤْمِنًا قَالَ أَوْ مُسْلِمًا قَالَ فَسَكَتُّ قَلِيْلًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ فِيْهِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ وَاللّٰهِ إِنِّي لَأُرَاهُ مُؤْمِنًا قَالَ أَوْ مُسْلِمًا {ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَ☆} إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ وَغَيْرُهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ خَشْيَةَ أَنْ يُكَبَّ فِي النَّارِ عَلَى وَجْهِهِ.

روایت کی۔ (انہوں نے کہا:) رسول اللہ ﷺ نے کچھ لوگوں کو مال دیا اور میں بھی اُنہی میں بیٹھا ہوا تھا۔ (حضرت سعدؓ) کہتے تھے: رسول اللہ ﷺ نے ان میں سے ایک آدمی کو چھوڑ دیا۔ آپؐ نے اس کو نہیں دیا اور اُن لوگوں میں سے وہی مجھے زیادہ پسند تھا۔ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس اُٹھ کر گیا اور آپؐ سے راز میں بات کی۔ فلاں سے متعلق آپؐ کا کیا خیال ہے؟ اللہ کی قسم! میں تو اُسے مومن سمجھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: یا مسلم۔ حضرت سعدؓ کہتے تھے: میں تھوڑی دیر خاموش رہا۔ پھر اُس کی نسبت جو میرا علم تھا، اُس نے مجھے بے بس کر دیا اور میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپؐ نے فلاں کو کیوں چھوڑ دیا؟ بخدا میں تو اُسے مومن ہی سمجھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: یا مسلم۔ حضرت سعدؓ کہتے تھے: میں تھوڑی دیر خاموش رہا۔ پھر جو حال اُس کا جانتا تھا؛ اُس نے مجھ پر غلبہ کیا اور میں نے کہا: یارسول اللہ! آپؐ نے فلاں کو کیوں چھوڑ دیا ہے؟ بخدا میں تو اُسے مومن سمجھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: یا مسلم۔ {تین بار یہی ہوا۔ آپؐ نے فرمایا:☆} میں ایک شخص کو دیتا ہوں۔ حالانکہ دوسرا شخص اُس سے زیادہ مجھ کو پیارا ہوتا ہے۔ اس لئے کہ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ آگ میں اوندھے منہ نہ گرایا جائے۔

وَعَنْ أَبِيْهِ عَنْ صَالِحٍ عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي

اور (یعقوب نے) اپنے باپ سے، ان کے باپ نے صالح سے، صالح نے اسماعیل بن محمد سے روایت کی کہ

☆ الفاظ "ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَ" فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء٣ حاشیہ صفحہ ٤٢٩)

يُحَدِّثُ بِهَذَا فَقَالَ فِي حَدِيْثِهِ فَضَرَبَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ فَجَمَعَ بَيْنَ عُنُقِي وَكَتِفِي ثُمَّ قَالَ أَقْبِلْ أَيْ سَعْدُ إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ.

انہوں نے کہا: میں نے اپنے باپ (محمد بن سعد) سے سنا۔ وہ بھی یہی بیان کرتے تھے اور انہوں نے اپنی روایت میں یہ کہا: رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ مارا اور میری گردن اور کندھے کے درمیانی حصے کو اپنے ہاتھ میں مضبوط پکڑ لیا اور اُس کے بعد فرمایا: سعد! اِدھر آؤ۔ میں ایک شخص کو دیتا ہوں۔ (آخر حدیث تک بیان کیا۔)

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ فَكُبْكِبُوْا (الشعراء:٩٥) قُلِبُوْا، مُكِبًّا (الملك:٢٢) أَكَبَّ الرَّجُلُ إِذَا كَانَ فِعْلُهُ غَيْرَ وَاقِعٍ عَلَى أَحَدٍ فَإِذَا وَقَعَ الْفِعْلُ قُلْتَ كَبَّهُ اللهُ لِوَجْهِهِ وَكَبَبْتُهُ أَنَا.

ابوعبداللہ (بخاریؒ) نے کہا: فَكُبْكِبُوْا کا لفظ جو (سورۃ الشعراء میں) آیا ہے اس کے معنی ہیں: اوندھے گرادیئے گئے اور (سورۃ الملک) میں جو مُكِبًّا کا لفظ ہے وہ اَكَبَّ الرَّجُلُ سے ہے جبکہ اَكَبَّ کا فعل دوسرے پر واقع نہ ہو۔ (یعنی فعل لازم ہو) اور جب یہ فعل متعدی ہو تو تُو کہے گا: اللہ تعالیٰ نے اُسے اوندھے منہ گرادیا اور میں نے اُسے اوندھے (منہ) گرایا۔

{قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ أَكْبَرُ مِنَ الزُّهْرِيِّ وَهُوَ قَدْ أَدْرَكَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ.☆}
اطرافه: ٢٧.

{ابوعبداللہ نے کہا: صالح بن کیسان؛ زہری سے بڑے ہیں اور وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے ملے ہیں۔☆}

١٤٧٩: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِي

۱۴۷۹: اسماعیل بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ابوزناد سے، ابوزناد نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسکین وہ نہیں ہے جو لوگوں کے پاس گھومتا

☆ یہ عبارت عمدۃ القاری میں روایت نمبر ۱۴۷۸ کے ساتھ جبکہ فتح الباری میں روایت نمبر ۱۴۸۰ کے آخر میں درج ہے۔
(عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ ۶۳) (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۴۲۹)

يَطُوْفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلٰكِنِ الْمِسْكِيْنُ الَّذِي لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيْهِ وَلَا يُفْطَنُ بِهِ فَيُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ وَلَا يَقُوْمُ فَيَسْأَلُ النَّاسَ.

اطرافه: ١٤٧٦، ٤٥٣٩۔

پھرے۔ ایک دو لقمے اور ایک دو کھجوریں اُس کو دربدر لے جائیں۔ بلکہ مسکین وہ ہے جو اتنا مال نہیں پاتا کہ اس کی ضرورتوں کو پورا کر دے اور نہ اُس کا حال کسی کو معلوم ہو کہ اس کو صدقہ دے اور نہ وہ اُٹھ کر لوگوں سے سوال کرتا پھرتا ہو۔

١٤٨٠ : حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَأَنْ يَّأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ ثُمَّ يَغْدُوَ أَحْسِبُهُ قَالَ إِلَى الْجَبَلِ فَيَحْتَطِبَ فَيَبِيْعَ فَيَأْكُلَ وَيَتَصَدَّقَ خَيْرٌ لَّهُ مِنْ أَنْ يَّسْأَلَ النَّاسَ.

اطرافه: ١٤٧٠، ٢٠٧٤، ٢٣٧٤۔

۱۴۸۰: عمر بن حفص بن غیاث نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) میرے باپ نے ہم سے بیان کیا۔ (اُنہوں نے کہا:) ہم سے اعمش نے بیان کیا، (کہا:) ابوصالح (ذکوان) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: یہ کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی رسی لے۔ پھر صبح کو۔ میرا خیال ہے یوں فرمایا۔ پہاڑ کی طرف نکل جائے اور لکڑیاں اکٹھی کرے اور اُن کو بیچے اور کھائے اور صدقہ بھی کرے۔ اُس کے لئے اِس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے مانگے۔

تشریح: لَا يَسْأَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا: اگر سوال مطلق منع ہو تو حاجت مند کی حاجت کا علم دوسروں کو نہیں ہوسکتا۔ اسلام بھیک مانگنے کو قطعی طور پر بند کرتا ہے اور حکومتوں نے بھی قانوناً اسے ممنوع قرار دے دیا ہے۔ لیکن نفاذ کمزور ہے۔ عہد نبویؐ نے نہ صرف اس کا نفاذ تزکیہ نفس کے ذریعہ سے کیا۔ بلکہ اقتصادی حالات کو اتنا بہتر بنا دیا کہ صدقہ قبول کرنے والے ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتے تھے۔ (روایت نمبر ۱۴۱۱)

بھیک مانگنے والا کون ہے؟ اَلَّذِیْ تَرُدُّهُ الْاُكْلَةُ وَالْاُكْلَتَانِ؟ (روایت نمبر ۱۴۷۶، ۱۴۷۹) یعنی جو لقمہ لقمہ کے لئے دربدر مارا مارا پھرتا ہے؟ یَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا کا بھی یہی مفہوم ہے کہ وہ لوگوں سے لپٹے رہتے ہیں۔ یعنی مانگنا اُن کا پیشہ ہوگیا ہے۔ قرآن مجید نے ایسے لوگوں کو لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا فرما کر اُن محتاجوں کی فہرست سے خارج کر دیا ہے جو صدقات کے مستحق ہیں بلکہ فرماتا ہے: لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا ....لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا. (البقرۃ:۲۷۴) یعنی ان محتاجوں کو صدقہ دیا جائے جو لوگوں سے نہیں مانگتے۔ مانگ کر روزی کمانے سے متعلق اسلام کی تعلیم سخت ہے۔ وہ

اسے غایت درجہ مکروہ فعل قرار دیتا ہے اور اس امر کو ترجیح دیتا ہے کہ انسان محنت مزدوری کر کے اپنی ضرورت کا سامان مہیا کرے۔ (روایت نمبر ۱۴۸۰) لیکن اس اعلیٰ تعلیم کے ساتھ اس نے بنی نوع انسان کے اس طبقہ کو نظر انداز نہیں کیا جو جسمانی طور پر کمزور اور معذور ہیں یا جن کی اقتصادی حالت اس قدر خراب ہے کہ کاروبار شروع نہیں کر سکتے اور امداد کے محتاج ہیں یا کسی اور سبب سے معذور ہیں۔ امام بخاریؒ نے قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰی کہہ کر جس آیت کا حوالہ دیا ہے، وہ یہ ہے: لِلْفُقَرَاءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ط وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ٥(البقرة:٢٧٤) یعنی (یہ مذکورہ بالا صدقات) اُن محتاجوں کے لئے ہیں جو اللہ کی راہ میں (دوسرے کاموں سے) روکے گئے ہیں (یعنی دین الٰہی کے کاموں پر انہیں سب کاموں سے فارغ کر کے لگا دیا گیا ہے۔) وہ ملک میں (آزادی سے) آ جا نہیں سکتے۔ (ایک) بے خبر (شخص اُن کے) سوال سے بچنے کے سبب سے انہیں غنی خیال کرتا ہے۔ تم اُن کی ہیئت سے پہچان سکتے ہو۔ وہ لوگوں سے لپٹ لپٹ کر سوال نہیں کرتے اور تم جو اچھا مال بھی (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو، اللہ اُس سے یقیناً خوب واقف ہے۔

اس آیت سے جملہ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا الگ کر کے اس کو باب کا عنوان قائم کرنے سے اوّل یہ سمجھانا مقصود ہے کہ فقیر یا محتاج جنہیں صدقہ یا زکوٰۃ دینے کا حکم ہے، وہ لوگ نہیں جن کا پیشہ مانگنا ہے۔ دوم یہ کہ سوال کا لفظ وسعت رکھتا ہے۔ اشارہ کنایہ سے بھی انسان اپنی حاجت دوسرے پر ظاہر کر سکتا ہے۔ ایسے اظہار سے گو ممانعت نہیں۔ مگر تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ فرما کر اس بات کی تلقین کی ہے کہ مالدار کا یہ فرض ہے کہ ایسے حاجت مندوں کو اپنی دانش و فراست سے شناخت کرے۔ کیونکہ ان کی حالت تو زہد و تقویٰ اور حیاء کی وجہ سے یہ ہے کہ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ (البقرة:٢٧٤) کہ ناواقف انہیں غنی سمجھتا ہے۔ اسلام جس طرح متمول افراد کو تلقین کرتا ہے کہ وہ بذاتِ خود اپنے ماحول میں اس بات کا خیال رکھیں کہ درحقیقت کون صحیح معنوں میں محتاج ہے۔ اسی طرح حکومت پر بھی یہ فرض عائد کرتا ہے کہ رعایا کی دیکھ بھال کرتی رہے اور از خود محتاج کی حاجت براری کر کے انہیں مانگنے کی لعنت سے بچائے۔ اس امر کی طرف خاص طور پر توجہ دلانے کے لئے امام بخاریؒ اس باب کے ضمن میں روایت نمبر ۱۴۷۸ لائے ہیں۔ جس کا نفس مضمون سے کوئی تعلق بظاہر معلوم نہیں ہوتا اور شارحین کو اس کے حل کرنے میں دقت محسوس ہوئی ہے۔ مگر امام موصوفؒ نے مخصوص طریق بیان کے موافق قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ فَكُبْكِبُوْا ...... کہہ کر كَبَّ اور اَكَبَّ سے متعلق متعدی و لازم کی بحث محض اس لئے اُٹھائی ہے کہ وہ قارئین پر اس حدیث کے لانے کی غرض واضح کریں۔ خلاصہ روایت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو (خَشْيَةَ اَنْ يُّكَبَّ فِي النَّارِ عَلٰى وَجْهِهٖ) بعض لوگوں کے متعلق یہ خدشہ ہوتا کہ کہیں وہ (سوال کرنے کی وجہ سے) اوندھے منہ آگ میں نہ ڈالے جائیں اور آپؐ ایسے کو ابتلاء سے بچانے کے لیے خود بخود دیا کرتے تھے۔ آپؐ کے اس عمل میں ہمارے لیے یہ نیک سبق ہے کہ ہم بھی محتاجوں کو مانگنے کے گناہ سے محفوظ رکھیں۔ جیسا کہ اُن کا بھی فرض ہے کہ وہ خود بچیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ تَعْرِفُهُمْ کا یہی مقصد ہے کہ خلیفہ وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

جانشین ہونے کی حیثیت سے، اسلامی حکومت زکوٰۃ کی تقسیم میں اور افرادِ امّت اتباعِ سنت کے واجب ہونے کی وجہ سے انفرادی صدقات کی تقسیم میں اس بات کا انتظار نہ کیا کریں کہ محتاج آ کر خود مانگیں بلکہ اُنہیں خود ایسے محتاجوں کا علم رکھنا چاہیے۔ ارشادِ باری تعالیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کو نظر انداز کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ عفت وعزتِ نفس کی اعلیٰ روح جو اسلام افراد میں پیدا کرنا چاہتا ہے، پیدا نہیں ہوگی۔ بلکہ مٹ جائے گی اور بھیک مانگنے کا سلسلہ وسیع ہوتا چلا جائے گا۔ آج جو مسلمانوں کی ناگفتہ بہ حالت ہے۔ اس کی یہی وجہ ہے کہ احکامِ اسلام کی بجا آوری میں حد درجہ غفلت وسہل انگاری ہے۔ اسلام قطعی طور پر مانگنے کے اس طریق کو روکتا ہے جو آج کل رائج ہے۔ بلکہ یہ چاہتا ہے کہ محتاج اپنی محتاجی کو پبلک پر ظاہر نہ ہونے دیں اور فقراء یعنی محتاجوں کی تعریف یہ کرتا ہے کہ اَلَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ..... جو خدمتِ دین کے لیے وقف ہوں اور اس وجہ سے کوئی دوسرا کاروبار کر کے صورتِ معاش پیدا نہ کر سکتے ہوں، یا وہ لوگ جو خدمتِ دین کرنا چاہتے ہیں مگر تنگ دست ہیں، یا وہ جو جنگ وغیرہ میں بیکار ہو چکے ہیں۔ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ کا جملہ اپنے معانی ومقاصد کے اعتبار سے بہت وسعت رکھتا ہے اور رفاہِ عامہ کے تمام امور پر حاوی ہے؛ خواہ وہ دینی ہوں یا دنیاوی۔ اسلام رضائے الٰہی کی خاطر بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالنے کو بھی فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ قرار دیتا ہے۔ (روایت نمبر ۵٦) اس لیے اس کے مفہوم کو دو تین شقوں میں محصور کرنا قرآنِ مجید اور احادیثِ نبویہؐ کی اصطلاع کے خلاف ہوگا۔ آیت اَلَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ..... میں اِس اَمر کی بھی صراحت ہے کہ قومی وملکی ضرورتیں مقدم کی جائیں۔ وہ زکوٰۃ کے اموال سے پہلے پوری کی جائیں۔ چنانچہ جب اسلام خطرہ میں تھا تو جہاد کے لئے امیر وغریب دونوں کو اس میں شریک ہونا پڑا تھا اور دونوں کو اس کے لئے تیاری کا حکم ہوا۔ اس لئے غنی وفقیر اور مسکین کی تعریف حالات کے ساتھ بدل جائے گی۔

وَكَمِ الْغِنَى: امام بخاریؒ کو یہ باب اس وجہ سے بھی قائم کرنے کی ضرورت پیش آئی کہ فقہاء نے یہ بحث اُٹھائی ہے کہ کس قدر مال ودولت ہو جس پر صدقہ واجب ہونا چاہیے۔ عنوانِ باب میں وَكَمِ الْغِنَى کہہ کر انہوں نے اس اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ فقہاء کے اس سوال کے جواب میں آیت لَا يَسْـأَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا کا اور روایت نمبر ۱٤۷٦، ۱٤۷۷ کا حوالہ دے کر بھیک مانگنے والوں کو مستحقین زکوٰۃ کی فہرست سے خارج کر دیا ہے اور آیت اَلَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ کا اور روایت نمبر ۱٤۷۹ کے الفاظ لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيْهِ کے حوالہ سے غناء کا تعین کیا ہے کہ اتنی دولت ہو جو اُس کی ضرورت پوری کر سکے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ محتاج کی یہ تعریف کرتا ہے کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں رُکے ہوئے ہوں۔ (لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ) سبیل اللہ کی بیسیوں صورتیں ہیں اور ہر صورت کے مطابق حاجت مند کی نوعیت جدا ہے۔

مشارالیہ مسئلہ کا یہ حل نہایت معقول ہے۔ فَجَزَاهُ اللّٰهُ عَنَّا خَيْرًا۔ امام مالکؒ کا یہی مذہب ہے۔ اس بارے میں کسی فقیہ کی یہ رائے ہے کہ صاحب نصاب ہو کسی کی رائے ہے کہ کھانے پینے کا سامان مہیا ہو۔ کسی نے چالیس درہم اور کسی نے پچاس درہم کو غنا قرار دیا ہے۔ مگر غنا کی یہ تعریف درست نہیں۔ (بداية المجتهد، كتاب الزكاة، الجملة الخامسة فيمن تجب له الصدقة، الفصل الثاني في الصدقة التي تقتضي صرفها اليهم)

اس موضوع کے بعض دیگر پہلوؤں کے لیے کتاب البیوع باب ۹ و ۱۵ کی تشریح بھی دیکھئے۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ أَكْبَرُ مِنَ الزُّهْرِيِّ وَهُوَ قَدْ أَدْرَكَ ابْنَ عُمَرَ:

روایت نمبر ۱۴۷۸ صالح بن کیسان سے مروی ہے۔ زہری ۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۳ھ میں فوت ہوئے اور صالح بن کیسان ۱۴۰ھ میں فوت ہوئے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ملاقات کی اور اُن سے باتیں سنیں۔ مگر زہری حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے نہیں مل سکے۔ بلکہ وہ سالم بن عبداللہ بن عمر سے ملے اور اُن سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی مروی روایتیں سنیں۔ (فتح الباری، جزء۳ صفحہ۴۳۲)

بَاب ٥٤: خَرْصُ التَّمْرِ

کھجوروں کا درختوں پر تخمینہ کرنا

١٤٨١: حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى عَنْ عَبَّاسٍ السَّاعِدِيِّ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ تَبُوْكَ فَلَمَّا جَاءَ وَادِيَ الْقُرٰى إِذَا امْرَأَةٌ فِي حَدِيْقَةٍ لَّهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ اخْرُصُوْا وَخَرَصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَةَ أَوْسُقٍ فَقَالَ لَهَا أَحْصِيْ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا فَلَمَّا أَتَيْنَا تَبُوْكَ قَالَ أَمَا إِنَّهَا سَتَهُبُّ اللَّيْلَةَ رِيْحٌ شَدِيْدَةٌ فَلَا يَقُوْمَنَّ أَحَدٌ وَمَنْ كَانَ مَعَهُ بَعِيْرٌ فَلْيَعْقِلْهُ فَعَقَلْنَاهَا وَهَبَّتْ رِيْحٌ شَدِيْدَةٌ فَقَامَ رَجُلٌ فَأَلْقَتْهُ بِجَبَلِ طَيِّءٍ وَأَهْدَى مَلِكُ أَيْلَةَ لِلنَّبِيِّ

۱۴۸۱: سہل بن بکار نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) وہیب (بن خالد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو بن یحيٰ سے، عمرو نے عباس ساعدی سے، ساعدی نے حضرت ابوحمید ساعدیؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: غزوۂ تبوک میں ہم نبی ﷺ کے ساتھ نکلے۔ جب آپؐ وادئ قریٰ میں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک عورت اپنے باغ میں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے فرمایا: اندازہ لگاؤ کتنی کھجور ہوگی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس وسق کا اندازہ لگایا اور آپؐ نے اُس عورت سے فرمایا: شمار کرنا جو کھجور اس باغ سے نکلے۔ جب ہم تبوک میں آئے تو آپؐ نے فرمایا: ہوشیار رہنا۔ آج رات سخت آندھی چلے گی اور کوئی کھڑا نہ رہے اور جس کے ساتھ اونٹ ہو وہ اُس کے گھٹنے باندھ دے۔ چنانچہ ہم نے اُن کو باندھ دیا اور زور کی آندھی چلی۔ ایک شخص کھڑا تھا تو آندھی

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةً بَيْضَاءَ وَكَسَاهُ بُرْدًا وَكَتَبَ لَهُ بِبَحْرِهِمْ فَلَمَّا أَتَى وَادِيَ الْقُرٰى قَالَ لِلْمَرْأَةِ كَمْ جَاءَ حَدِيْقَتُكِ قَالَتْ عَشَرَةَ أَوْسُقٍ خَرَاصَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي مُتَعَجِّلٌ إِلَى الْمَدِيْنَةِ فَمَنْ أَرَادَ مِنْكُمْ أَنْ يَّتَعَجَّلَ مَعِي فَلْيَتَعَجَّلْ فَلَمَّا قَالَ ابْنُ بَكَّارٍ كَلِمَةً مَعْنَاهَا أَشْرَفَ عَلَى الْمَدِيْنَةِ قَالَ هٰذِهِ طَابَةُ فَلَمَّا رَأَى أُحُدًا قَالَ هٰذَا جُبَيْلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ دُوْرِ الْأَنْصَارِ قَالُوْا بَلَى قَالَ دُوْرُ بَنِي النَّجَّارِ ثُمَّ دُوْرُ بَنِي عَبْدِ الْأَشْهَلِ ثُمَّ دُوْرُ بَنِي سَاعِدَةَ أَوْ دُوْرُ بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ وَفِي كُلِّ دُوْرِ الْأَنْصَارِ يَعْنِي خَيْرًا.

نے اُس کو طَی کے پہاڑوں پر پھینک دیا اور اَیْلَہ کے بادشاہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سفید خچر تحفہ دی اور آپؐ کو ایک اوڑھنے کی چادر پیش کی۔ آپؐ نے اس کے ملک کی حکومت اس کے نام لکھ دی۔ جب آپؐ وادیٔ قریٰ میں آئے تو آپؐ نے اس عورت سے پوچھا: تیرے باغ نے کتنا پھل دیا ہے؟ اس نے کہا: دس وسق۔ وہی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندازہ کیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے مدینہ جلدی پہنچنا ہے۔ اس لئے جو تم میں سے میرے ساتھ جلدی جانا چاہے جلدی چلے۔ جب (سہل) بن بکار نے ایک لفظ بولا جس کے معنی ہیں؛ مدینہ پر آ جھانکے تو آپؐ نے فرمایا: یہ طابہ ہے۔ جب آپؐ نے اُحد کو دیکھا تو آپؐ نے فرمایا: یہ پہاڑ ہے جس کو ہم سے محبت ہے اور ہم کو اس سے محبت ہے۔ (فرمایا:) میں تمہیں انصار کے بہترین گھر نہ بتاؤں؟ تو صحابہ نے کہا: ضرور۔ آپؐ نے فرمایا: بنی نجار کے گھر۔ پھر فرمایا: بنی عبدالاشہل کے گھر۔ پھر فرمایا: بنی ساعدہ یا بنی حارث بن خزرج کے گھر اور انصار کے سارے گھروں میں ہی ہے یعنی بھلائی۔

اطرافه: ١٨٧٢، ٣١٦١، ٣٧٩١، ٤٤٢٢.

١٤٨٢: وَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ حَدَّثَنِي عَمْرٌو ثُمَّ دَارُ بَنِي الْحَارِثِ ثُمَّ بَنِي سَاعِدَةَ وَقَالَ سُلَيْمَانُ عَنْ سَعْدِ

۱۴۸۲: اور سلیمان بن بلال نے کہا: عمرو نے مجھ سے بیان کیا۔ پھر بنی حارث (بن خزرج) کے گھر، پھر بنی ساعدہ کے گھر۔ اور سلیمان نے کہا: سعد بن

ابْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ عَنْ عَبَّاسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُحُدٌ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ كُلُّ بُسْتَانٍ عَلَيْهِ حَائِطٌ فَهُوَ حَدِيْقَةٌ وَمَا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ حَائِطٌ لَمْ يُقَلْ حَدِيْقَةٌ.

سعید سے مروی ہے۔ انہوں نے عمارہ بن غزیہ سے، عمارہ نے عباس (بن سہل بن سعد الساعدی) سے، عباس نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے یہ الفاظ کہے: اُحد وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں۔ ابوعبداللہ (بخاریؒ) نے کہا: جس باغ کے اردگرد چار دیواری ہو اُسے (عربی میں) حَدِیقہ کہتے ہیں اور جس کی چار دیواری نہ ہو اُسے حَدِیقہ نہیں کہتے۔

تشریح: **خَرْصُ التَّمْرِ:** پھل اور اناج کی تحصیلِ زکوٰۃ کے طریق میں بھی فقہاء کے درمیان اختلاف ہوا ہے کہ آیا حاصلات کی کمیت معلوم کرنے کے لئے ناپ تول سے کام لیا جائے یا تخمینے سے۔ امام ابوحنیفہؒ اور اُن کے شاگرد امام یوسف و امام محمد رحمۃ اللہ علیہم تخمینہ کو باطل قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک صاحب مال پر واجب ہے کہ اصل پیداوار کا دسواں حصہ زکوٰۃ نکالے خواہ تخمینہ زیادہ ہو یا کم۔ لیکن جمہور علماء نے اس روایت سے استدلال کیا ہے۔ جس میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن رواحہؓ وغیرہ کو خیبر بھیجا کرتے اور وہ کھجوروں کے پھل کا اندازہ کیا کرتے تھے۔ اس روایت کی بنا پر بعض فقہاء کی رائے ہے کہ پھل کا اندازہ کرنا جائز ہے۔ جن فقہاء نے تخمینہ کو باطل قرار دیا ہے، ان کے نزدیک روایت کے بالمقابل اصولِ شریعت ترک کرنا جائز نہیں۔ خصوصاً جبکہ یہ ثابت ہے کہ اہل خیبر سے وصولی از قبیل زکوٰۃ نہ تھی بلکہ بٹائی کی قسم سے تھی۔ جیسے آجکل مالک اور مزارعین کے درمیان ہوتی ہے اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اندازہ کر کے انہیں اختیار دیتے کہ یہ میرا اَندازہ ہے۔ اِنْ شِئْتُمْ فَلَكُمْ وَاِنْ شِئْتُمْ فَلِيْ. (بداية المجتهد، كتاب الزكاة، الجملة الثالثة فی معرفة كم تجب، الفصل الخامس فی نصاب الحبوب والثمار، المسئلة الثانية تقدير النصاب بالخرص) یعنی چاہو تو تم لے لو ورنہ میں لے لوں گا۔

وہ پھل جو ابھی کچے ہوں اور جن کے تلف ہو جانے کا احتمال ہو اُن کا نظری تخمینہ کر کے ان کے عوض پختہ کھجوریں معین مقدار میں ناپ تول کر لینا اِن فقہاء کے نزدیک یہ مُزَابنہ کی صورت ہے جو جائز نہیں۔ مُزَابنہ اس خرید و فروخت کو کہتے ہیں جس میں ایک ہی جنس کا مبادلہ ہو جبکہ اس کی کیفیت پختگی بھی نامعلوم ہو اور کمیت بھی نامعلوم۔ یہ سود کی صورت ہے جس سے شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منع فرمایا ہے۔ (دیکھئے کتاب البیوع باب ٨٢)

روایت نمبر ١٤٨١ سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار اپنے بعض صحابہؓ سے اندازہ کرنے کے لئے فرمایا اور خود بھی اندازہ کیا جو بعد میں صحیح ثابت ہوا۔ مگر یہ اندازہ زکوٰۃ یا جزیہ وصول کرنے کی خاطر نہ تھا اور

نہ اس واقعہ سے کوئی مسئلہ معین طور پر اخذ کیا جا سکتا ہے، بجز اس کے کہ یہ سمجھا جائے کہ جہاں فریقین کو اطمینان ہو تو وہ باہمی رضامندی سے لین دین میں تخمینہ کو ہی معیار قرار دے سکتے ہیں۔ امام بخاریؒ نے باب کا عنوان مصدریہ قائم کر کے اس مسئلہ کو جواز یا عدمِ جواز سے مقید نہیں کیا۔ ایسی تمام روایتیں جن میں حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو خیبر کی غیر پختہ کھجوریں یا حضرت عتاب بن اسیدؓ کو غیر پختہ انگور اندازہ کر کے اُن کے عوض پختہ کھجوریں یا منقّٰی لینے کی اجازت کا ذکر ہے۔ امام موصوفؒ اور امام مسلمؒ کے نزدیک مستند نہیں۔
(بداية المجتهد، كتاب الزكاة، الجملة الثالثة، الفصل الخامس، المسئلة الثانية تقدير النصاب بالخرص)

كُلُّ بُسْتَانٍ عَلَيْهِ حَائِطٌ فَهُوَ حَدِيْقَةٌ....: حدیقہ کی مذکورہ بالا تشریح بھی بے محل نہیں۔ امام موصوفؒ نے اسی ضمن میں فقہاء کے ایک اور اختلاف کی طرف اشارہ کر کے اس تشریح سے اُس کا جواب دیا ہے۔ بعض روایتوں میں کھجور اور بعض میں انگور کے تخمینہ کرنے کا ذکر آتا ہے۔ اس لئے فقہاء میں سے ایک گروہ نے کھجوروں کا اور دوسرے گروہ نے کھجور اور انگوروں کا اور تیسرے گروہ نے ہر ایک پھل کا تخمینہ کرنے کے بارے میں جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ (فتح الباری، جزء۳ صفحہ ۴۳۶-۴۳۷) امام بخاریؒ نے حدیقہ کی تشریح کرتے ہوئے پھلوں کی ساری اقسام شامل کی ہیں۔ روایت نمبر ۱۴۸۱ میں جس باغ کا ذکر ہے اُس میں کسی ایک پھل کی تخصیص نہیں۔

وَقَالَ سُلَيْمَانُ عَنْ سَعْد .....: اس حوالہ سے روایت مذکورہ بالا کے متصل ہونے کو ثابت کرنا مقصود ہے۔ یعنی یہ روایت موقوف نہیں۔ عمارہ بن غزیہ کی سند؛ عمرو بن یحییٰ مازنی کی سند (روایت نمبر ۱۴۸۱) سے مختلف ہے۔ اس میں عباس ساعدیؒ؛ حضرت ابوحمید ساعدیؓ سے روایت کرتے ہیں جو مرسل ہے۔ مگر دوسری روایت میں عباس ساعدیؒ اپنے باپ حضرت سہل ساعدیؓ سے روایت کرتے ہیں، جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔

اِنِّىْ مُتَعَجِّلٌ اِلَى الْمَدِيْنَةِ: ابواسماعیل ترمذیؒ نے سلیمانؒ سے یہی روایت ایوب بن سلیمان سے بسند ابوبکر بن ابی اویس نقل کی ہے. اس میں اس امر کی تصریح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے شہر میں داخل ہونے کے لئے نزدیک تر راستہ اختیار کیا جسے طریق غراب کہتے تھے اور عام راستہ چھوڑ دیا۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۴۳۶) (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ ٦٧)

بَاب ٥٥: اَلْعُشْرُ فِيمَا يُسْقَى مِنْ مَّاءِ السَّمَاءِ وَ بِالْمَاءِ الْجَارِيْ

جو بارانی کھیتی ہو اور جو کھیتی بہتے پانی سے سینچی جائے؛ دونوں میں دسواں حصہ ہے

وَلَمْ يَرَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِالْعَزِيْزِ فِي الْعَسَلِ شَيْئًا. اور عمر بن عبدالعزیز شہد میں (زکوٰۃ) نہیں سمجھتے تھے۔

١٤٨٣: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُوْنُسُ بْنُ يَزِيْدَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمِ

۱۴۸۳: سعید بن ابی مریم نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبداللہ بن وہب نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: یونس بن یزید نے مجھے بتایا۔ انہوں نے (ابن شہاب)

بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ فِيْمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُيُوْنُ أَوْ كَانَ عَثَرِيًّا الْعُشْرُ وَمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ هَذَا تَفْسِيْرُ الْأَوَّلِ لِأَنَّهُ لَمْ يُوَقِّتْ فِي الْأَوَّلِ يَعْنِي حَدِيْثَ ابْنِ عُمَرَ فِيْمَا سَقَتِ السَّمَاءُ الْعُشْرُ وَبَيَّنَ فِي هَذَا وَوَقَّتَ وَالزِّيَادَةُ مَقْبُوْلَةٌ وَالْمُفَسَّرُ يَقْضِيْ عَلَى الْمُبْهَمِ إِذَا رَوَاهُ أَهْلُ الثَّبْتِ كَمَا رَوَى الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُصَلِّ فِي الْكَعْبَةِ وَقَالَ بِلَالٌ قَدْ صَلَّى فَأُخِذَ بِقَوْلِ بِلَالٍ وَتُرِكَ قَوْلُ الْفَضْلِ.

زُہری سے، ابن شہاب نے سالم بن عبداللہ (بن عمر) سے، سالم نے اپنے باپ (حضرت عبداللہ) رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: جسے آسمان اور چشمے پانی دیں یا جو خود بخود سیراب ہو۔ اس میں (زکوٰۃ) دسواں حصہ ہوگی اور جو کنوئیں سے پانی نکال نکال کر سینچی جائے، اس میں بیسواں حصہ۔ ابوعبداللہ (بخاریؒ) نے کہا: یہ (حدیث) پہلی (حدیث) کی تشریح ہے۔ کیونکہ پہلی (یعنی حضرت ابوسعید خدریؓ کی حدیث) میں زکوٰۃ کی مقدار مقرر نہیں کی گئی۔ اس (حدیث) سے مراد (سالم بن عبداللہ) ابن عمرؓ کی حدیث ہے کہ جس کھیتی کو آسمان پانی پلائے اس میں دسواں حصہ ہے اور اس میں کھول کر بیان کیا گیا ہے اور مقدار مقرر کی گئی ہے اور زیادہ (تفصیل) مقبول ہے اور جس بات میں تشریح ہو وہ مبہم بات کا فیصلہ کر دیتی ہے، جبکہ اس کو ثقہ روایت کریں۔ جیسا کہ حضرت فضل بن عباسؓ کی روایت کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز نہیں پڑھی اور حضرت بلالؓ نے کہا: آپؐ نے پڑھی۔ تو حضرت بلالؓ کی بات قبول کی گئی اور حضرت فضلؓ کی بات چھوڑ دی گئی۔

تشریح: **اَلْعُشْرُ فِيْمَا يُسْقٰى مِنْ مَّاءِ السَّمَآءِ وَبِالْمَاءِ الْجَارِيْ:** اناج اور پھلوں کی زکوٰۃ کے بارے میں اتفاق ہے کہ بارانی کھیت کے حاصلات میں دسواں حصہ اور جو کنوئیں وغیرہ کے پانی سے سینچے جائیں، ان کے حاصلات میں بیسواں حصہ زکوٰۃ ہے۔ روایت نمبر ۱۴۸۳ میں بارانی کے علاوہ چشموں سے سیراب ہونے والے کھیتوں کا بھی ذکر ہے۔ مگر امام بخاریؒ نے عنوانِ باب میں اَلْمَاءُ الْجَارِيْ کے الفاظ بطور تشریح اختیار کئے ہیں۔ بعض روایتوں میں جنہیں ابوداؤدؒ نے قبول کیا ہے، یہ الفاظ آتے ہیں: فِيْمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْأَنْهَارُ وَالْعُيُوْنُ. (ابوداؤد، كتاب الزكاة، باب صدقة الزرع) یعنی ان زمینوں کی پیداوار میں جنہیں بارش، دریا اور چشمے

سیراب کریں۔ گویا امام موصوفؒ نے ان روایتوں کی طرف اشارہ کرکے ان کی صحت قبول کی ہے اور یہ امر روایت مندرجہ بالا سے بھی واضح ہے۔

أَوْ كَانَ عَثَرِيًّا .....: عَثَرِیّ وہ درخت یا فصلیں ہیں جنہیں زمین کا پانی بوجہ قریب ہونے کے کفایت کرے۔ وہ جڑوں کے ذریعے ضرورت کے مطابق پانی حاصل کرتے ہیں۔ بعض جگہ پانی دور ہوتا ہے اور نباتات کی جڑیں کافی پانی جذب نہیں کرسکتیں اور مرجھا جاتی ہیں۔

وَلَمْ يَرَ .....فِي الْعَسَلِ شَيْئًا: عنوانِ باب میں شہد پر زکوٰۃ نہ لینے کے بارے میں جس روایت کا حوالہ دیا گیا ہے، وہ مؤطا امام مالکؒ میں موصولاً مروی ہے۔ ابوبکر بن حزمؒ کو جبکہ وہ منیٰ میں تھے، عمر بن عبدالعزیز نے لکھا کہ گھوڑے اور شہد پر زکوٰۃ نہ لی جائے۔ (مؤطا امام مالک، كتاب الزكاة، باب ماجاء في صدقة الرقيق والخيل والعسل) اس کے خلاف عبدالرزاقؒ نے ایک روایت نقل کی ہے۔ جس میں عمر بن عبدالعزیزؒ کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ انہوں نے عروہ بن محمد سعدی کو شہد پر زکوٰۃ لینے کی اجازت دی۔ (مصنف عبد الرزاق، كتاب الزكاة، باب صدقة العسل، روایت نمبر ۶۹۶۸، جزء۴ صفحہ۶۲) یہ روایت کمزور ہے۔ مندرجہ حوالہ سے اس کا ردّ کرنا مقصود ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۴۳۸)

ترمذی میں حضرت ابن عمرؓ کی یہ روایت منقول ہے: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي الْعَسَلِ فِي كُلِّ عَشَرَةِ أَزُقٍّ زِقٌّ. یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دس مشکیزہ شہد میں ایک مشکیزہ۔ (ترمذی، كتاب الزكاة، باب ماجاء في زكاة العسل) اسی طرح ابوداؤدؒ میں مندرجہ روایت عمرو بن شعیب سے پایا جاتا ہے کہ قبیلہ بنی مُتعان کے ایک شخص ہلال نامی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سَلَبَہ وادی کا جنگل اس غرض سے اپنے لئے حاصل کیا کہ اس سے شہد حاصل کرے اور وہ دسواں حصہ زکوٰۃ دے گا اور حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں بھی وہ جنگل اسی شرط پر اُس کے نام رہا۔ (ابوداؤد، كتاب الزكاة، باب زكاة العسل) اس مضمون میں حضرت سعد بن ابی ذباب دوسیؓ کی روایت بھی ملتی ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور مسلمان ہوئے۔ وہ اپنی قوم کے امیر بنائے گئے۔ انہوں نے اُس سے شہد کا عُشر وصول کیا۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بھی وہ شہد پر عُشر وصول کرتے رہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں نے اپنی قوم سے کہا: فِي الْعَسَلِ زَكَاةٌ فَإِنَّهُ لَا خَيْرَ فِي مَالٍ لَا يُزَكّٰى. یعنی شہد میں بھی زکوٰۃ ہے۔ کیونکہ جس مال کی زکوٰۃ نہ دی جائے، اُس میں کوئی برکت نہیں۔ (مصنف ابن ابی شيبة، كتاب الزكاة، باب في العسل هل فيه زكاة أم لا، روایت نمبر ۱۰۰۵۳، جزء۲ صفحہ۳۷۳) (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ۱۷) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ شہد جنگلی مکھیوں کا تھا۔ جس کی تیاری میں خود آدمی کو کوئی محنت نہیں کرنی پڑتی۔ ورنہ بعض فقہاء کے نزدیک مکھیاں پال کر جو شہد تجارتی غرض سے حاصل کیا جاتا ہے اُس پر تجارت کا حکم عائد ہوگا۔ یعنی خرچ منہا کرکے حسب نصاب زکوٰۃ واجب ہوگی۔

مذکورہ بالا مسئلہ میں امام بخاریؒ کو اُن کی کڑی شرائطِ صحت کے مطابق کوئی مستند روایت نہیں ملی۔ بموجب آیت اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ. (البقرة: ۲۶۸) اے ایماندارو! جو کچھ تم نے کمایا ہے، اُس میں سے پاکیزہ چیزیں اور اُس میں سے بھی جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا ہے حسب توفیق خرچ کرو۔

جو اشیاء ذریعہ کسب معاش ہو سکتی ہیں ان میں سے ہر شئے پر زکوۃ عائد ہوگی؛ بشرطیکہ وہ بقدر نصاب ہوں۔

قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ هَذَا تَفْسِيرُ الْأَوَّلِ....: ان الفاظ کا اختصار ترجمے میں واضح کر دیا گیا ہے۔ اس اختصار میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت نمبر ١٤٤٧، ١٤٥٩ کی طرف اشارہ موجود ہے۔ یہ روایت نمبر ١٤٨٤ میں بھی دہرائی گئی ہے۔ اس میں اجمال ہے۔ مگر روایت نمبر ١٤٨٣ میں وضاحت ہے کہ کس شرط کے تحت کھیتی یا درختوں میں کتنی زکوۃ واجب ہے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت میں صرف نصاب کی تعیین کی گئی ہے۔

بَاب ٥٦ : لَيْسَ فِيمَا دُوْنَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ

پانچ وسق سے کم میں زکوۃ نہیں

١٤٨٤ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا مَالِكٌ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَيْسَ فِيمَا أَقَلَّ مِنْ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ وَلَا فِي أَقَلَّ مِنْ خَمْسَةٍ مِّنَ الْإِبِلِ الذَّوْدِ صَدَقَةٌ وَلَا فِي أَقَلَّ مِنْ خَمْسِ أَوَاقٍ مِّنَ الْوَرِقِ صَدَقَةٌ.

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ هَذَا تَفْسِيرُ الْأَوَّلِ إِذَا قَالَ لَيْسَ فِيمَا دُوْنَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ {لِكَوْنِهِ لَمْ يُبَيِّنْ ☆} وَيُؤْخَذُ أَبَدًا فِي الْعِلْمِ بِمَا زَادَ أَهْلُ الثَّبَتِ أَوْ بَيَّنُوْا.

اطرافه: ١٤٠٥، ١٤٤٧، ١٤٥٩.

١٤٨٤: مسدد نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) یحییٰ (بن سعید قطان) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے ہمیں بتایا۔ کہا: محمد بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوسعیدؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: جو چیز پانچ وسق سے کم ہو، اُس میں صدقہ (زکوۃ) نہیں اور نہ پانچ مہار اونٹوں سے کم میں صدقہ ہے اور نہ پانچ اوقیہ چاندی سے کم میں صدقہ ہے۔

ابوعبداللہ (بخاریؒ) نے کہا: یہ پہلے (قول) کی تفسیر ہے۔ جب آپؐ نے فرمایا کہ پانچ وسق سے کم میں زکوۃ نہیں۔ {کیونکہ راوی نے کھول کر بیان نہیں کیا ☆} اور (قاعدہ یہ ہے کہ) ہمیشہ علم میں اُن کے قول کو اختیار کیا جاتا ہے کہ جو اہل ثقہ زائد بات بتائیں یا اس کی شرح کریں۔

☆ الفاظ "لِكَوْنِهِ لَمْ يُبَيِّنْ" عمدۃ القاری کے مطابق ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء ٩ صفحہ ٧٧) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تشریح: لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ: وسق حجازی تول کے مطابق ۴من ۵ سیر ہوتا ہے۔۵ وسق کا اندازہ تقریباً اکیس من ہے۔جمہور کے نزدیک یہ نصاب زکوٰۃ اُن خوردنی زرعی اجناس کا ہے جو قابل ذخیرہ ہیں۔(بیج کا ذخیرہ زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہے۔) عام حالات میں کم از کم غلہ جو ایک خاندان کی خوراک کے لئے مکتفی ہوسکتا ہے، اسے شریعت نے بطور حد مقرر کیا ہے۔اس حد سے زیادہ ہوتو اجناس واجب زکوٰۃ ہوں گی ورنہ نہیں۔اس حد بندی کی رو سے شریعت کا منشاء ظاہر ہے کہ ٹیکس لگانے میں ان غرباء کا خیال رکھا جائے، جن کی زرعی پیداوار بمشکل اُن کے لئے کافی ہوسکتی ہے۔سابقہ باب میں زرعی پیداوار والی زمین کی قسموں کا ذکر ہے۔ایک بارانی زمین جس کی آبپاشی بارش یا قدرتی وسائل سے ہو، اس میں زکوٰۃ عُشر یعنی دسواں حصہ ہے اور دوسری قسم چاہی یعنی وہ زمینیں جن کی آبپاشی کنوؤں وغیرہ سے ہو۔اس میں زکوٰۃ بیسواں حصہ ہے۔ یہ سوال کہ زرعی حاصلات پر عشر یا نصف عشر وصول کرنے میں مذکورہ بالا نصاب (پانچ وسق) ملحوظ رکھا جائے گا یا بارانی حاصلاتِ زرعی کا دسواں اور چاہی یا نہری کا بیسواں حصہ وصول کیا جائے گا۔ جہاں تک نصاب کا تعلق ہے، ائمہ ثلاثہ تو متفق ہیں کہ محاصل زرعی پر جو نصاب سے زیادہ ہوں زکوٰۃ عائد ہوگی۔لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نصاب ملحوظ رکھنا ضروری نہیں بلکہ پیداوار کا دسواں یا بیسواں حصہ زکوٰۃ ہوگی؛ قطع نظر اس سے کہ وہ پانچ وسق سے کم ہو یا زیادہ۔

عنوانِ باب کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ امام بخاریؒ جمہور کے ساتھ متفق ہیں اور امام ابوحنیفہؒ کی رائے کے خلاف۔ جن کی دلیل یہ ہے کہ ۵ وسق نصاب کا تعین کھجوروں کے پھل سے متعلق ہے اور یہ خاص حکم ہے اور دوسرا حکم زرعی پیداوار سے متعلق ہے جو عام ہے اور بطور قاعدہ کلیہ۔اور خاص حکم بطور استثناء ہوگا جو مخصوص اور معین صورت میں ہی قبول کیا جائے گا۔سابقہ باب میں اسی استدلال کے کمزور ہونے کی طرف اشارہ کیا جاچکا ہے کہ ان دونوں حکموں میں کوئی تعارض نہیں ہے جو ایک حکم دوسرے حکم کی وجہ سے ترک کیا جائے بلکہ ان میں عموم وخصوص کا فرق ہے۔ایک میں ایجاز ہے اور دوسرے میں تفصیل ہے۔

زرعی محاصل کی زکوٰۃ کے تعلق میں فقہاء کے درمیان ایک اور اختلاف ہوا ہے کہ آیا ہر قسم کی زرعی پیدوار قابل زکوٰۃ ہے یا صرف وہ جو قابل ذخیرہ خوراک کی جنسیں ہیں۔امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تمام اجناس پر زکوٰۃ ہوگی خواہ خوردنی ہوں یا غیر خوردنی۔تازہ پھل اور پھول اور سبزی ترکاریاں، گھاس، سرکنڈا اور ایندھن وغیرہ سب پر دسواں یا بیسواں حصہ زکوٰۃ عائد ہوگی؛ جبکہ وہ ذریعہ کسب معاش ہوں۔لیکن امام احمد بن حنبلؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک صرف خوردنی قابل ذخیرہ اشیاء پر زکوٰۃ ہوگی جس پر ایک سال گزر جائے۔امام مالکؒ نے بھی تمام اجناس پر زکوٰۃ عائد قرار دی ہے خوردنی ہوں یا غیر خوردنی۔اس اختلاف کے تعلق میں محفوظ رائے یہ ہے کہ جو اشیاء مثلاً سبزی، ترکاری، پھل وغیرہ ذاتی استعمال کے لئے ہوں اور وہ پھول دار پودے جو آرائش کی غرض سے ہوں زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہوں گی اور باقی اشیاء جو قابل ذخیرہ اور قابل اندازہ ہوں اور تجارت کے لئے مقصود ہوں، ان میں نصاب کا مدنظر رکھنا ضروری ہے۔یعنی یہ کہ ۵ وسق یا ۵ وسق سے

زیادہ ہوں تو ان پر زکوٰۃ عائد ہوگی؛ بحساب عُشر یا نصف عشر۔ اَلدِّيْنُ يُسْرٌ - دینی امور میں آسانی کی راہ اختیار کرنا پسندیدہ ہے۔ (دیکھئے کتاب الایمان باب ۲۹ و ۳۲)

حکومت کی طرف جو لگان کا طریق رائج ہے اس میں نصاب ملحوظ نہیں۔ وہ زمین اور اس کی قسم اور آبپاشی کے طریق کے لحاظ سے ایک نسبت مقرر کرتی ہے۔ قطع نظر اس سے کہ پیداوار کتنی ہے۔ اگرچہ آمدنی ٹیکس میں آمد کی ایک حد مقرر ہوتی ہے۔ مگر اس کے علاوہ دیگر ٹیکسوں کو غور سے دیکھا جائے تو ان میں کوئی شے مستثنیٰ نہیں۔ خواہ وہ اشیاء اندرون ملک کی پیداوار ہوں یا بیرونِ ملک کی۔ اس قسم کے ٹیکسوں کی آمدنی کا جو مصرف ہے اس سے غریب طبقہ کی غربت دور کرنا مقصود بالذات نہیں۔ بلکہ نظم و نسق اور سیاست عامہ سے متعلقہ امورِ سلطنت کی سرانجام دہی زیادہ تر مدنظر ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رعایا میں اکثریت فلاکت زدہ ہے۔ گونا گوں ٹیکسوں اور لگانوں سے نیز سود در سود کے طریق کاروبار سے رعایا زیربار ہوتی چلی جارہی ہے اور موجودہ نظامِ حکومت میں سرمایہ داری کو فروغ ہے۔ اس کے برعکس نظام شریعت میں زکوٰۃ کے مصرف کا منشاء و مقصود واضح طور پر معین ہے۔ یعنی فقر و فاقہ اور غربت و مسکنت کا دور کرنا۔ یہ غرض مقدم ہے باقی تمام اغراض پر۔ چنانچہ نصاب کی تعیین بھی اسی غرض کی وجہ سے ہے کہ افراد کی ضروریات کا تحفظ ہو۔ حکومتیں جس طریق پر ٹیکس تجویز کرتی ہیں، اس میں یہ غرض مدنظر نہیں اور نہ ان کے پیش نظر احتساب یعنی رضائے الٰہی یا تزکیہ نفس ہے اور نہ اس حکومتی نظام میں اطاعت یعنی خوشی نفس سے بجا آوری کی وہ روح کارفرما ہوتی ہے جو نظامِ شریعت کی اطاعت میں ہوتی ہے اور نہ جبر و اکراہ کے طریق میں انسان کا امتیاز بحیثیت بالا رادہ ہستی قائم رہتا ہے۔

بَاب ٥٧ : أَخْذُ صَدَقَةِ التَّمْرِ عِنْدَ صِرَامِ النَّخْلِ

کھجور کے پھلوں کی کٹائی کے وقت زکوٰۃ لینا

وَهَلْ يُتْرَكُ الصَّبِيُّ فَيَمَسُّ تَمْرَ الصَّدَقَةِ.

اور کیا بچے کو زکوٰۃ کی کھجوریں چھونے دی جائیں؟

١٤٨٥ : حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ الْأَسَدِيُّ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتَى بِالتَّمْرِ عِنْدَ صِرَامِ النَّخْلِ

۱۴۸۵: عمر بن محمد بن حسن اسدی نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ابراہیم بن طہمان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے محمد بن زیاد سے، محمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجوروں کے پھلوں کی

فَيَجِيْءُ هَذَا بِتَمْرِهِ وَهَذَا مِنْ تَمْرِهِ حَتَّى يَصِيْرَ عِنْدَهُ كَوْمًا مِّنْ تَمْرٍ فَجَعَلَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَلْعَبَانِ بِذَلِكَ التَّمْرِ فَأَخَذَ أَحَدُهُمَا تَمْرَةً فَجَعَلَهُ فِي فِيْهِ فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْرَجَهَا مِنْ فِيْهِ فَقَالَ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ آلَ مُحَمَّدٍ لَا يَأْكُلُوْنَ الصَّدَقَةَ.

کٹائی کے وقت پختہ کھجوریں لائی جاتیں تو یہ بھی اپنی کھجوریں لاتا اور وہ بھی۔ یہاں تک کہ آپؐ کے پاس کھجوروں کا ڈھیر ہو جاتا اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کھجوروں سے کھیلنے لگتے۔ ان میں سے ایک نے کھجور لے کر اپنے منہ میں ڈال لی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو دیکھ لیا اور ان کے منہ سے وہ کھجور نکال دی اور فرمایا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ محمدؐ کی آل زکوٰۃ کا مال نہیں کھاتی۔

اطرافه: ١٤٩١، ٣٠٧٢.

تشریح: اَخْذُ صَدَقَةِ التَّمْرِ عِنْدَ صِرَامِ النَّخْلِ: امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ کے نزدیک پختگی سے پہلے جو پھل استعمال میں لایا جائے؛ زکوٰۃ لیتے وقت اُس کا بھی اندازہ کر کے حق واجب لینا چاہیے۔ مگر امام شافعیؒ کے نزدیک وہ محسوب نہ ہوگا۔ اس اختلاف میں امام شافعیؒ نے ایسی حدیثوں سے استدلال کیا ہے جن میں بایں الفاظ صراحت ہے: خَفِّفُوْا فِي الْخَرْصِ فَإِنَّ فِي الْمَالِ الْعَرِيَّةَ وَالْأُكْلَةَ ..... یعنی اندازہ کرنے میں سہولت سے کام لو؛ کیونکہ اُس میں سے عطیہ بھی دیا جاتا ہے اور کھایا بھی جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إِذَا خَرَصْتُمْ فَدَعُوْا الثُّلُثَ فَإِنْ لَّمْ تَدَعُوْا الثُّلُثَ فَدَعُوْا الرُّبُعَ. یعنی جب تم اندازہ کرو تو ایک تہائی چھوڑ دو۔ اگر ایک تہائی نہ چھوڑو تو ایک چوتھائی ہی۔ امام موصوفؒ اور امام شافعیؒ نے قرآنِ مجید کا یہ صریح ارشاد بھی بطور دلیل پیش کیا ہے: كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوْا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ. (الأنعام:١٤٢) یعنی جب پھل لگے تو کھاؤ اور کٹائی کے وقت اُس کا حق دو۔ حقِ زکوٰۃ کی ادائیگی کٹائی کے ساتھ وابستہ کی گئی ہے۔ (بداية المجتهد، كتاب الزكاة، الجملة الثالثة، الفصل الخامس فى نصاب الحبوب والثمار، المسئلة الثالثة)

غرض کٹائی سے پہلے پھل استعمال کرنے کی اجازت محدود رنگ میں ہے۔ مذکورہ بالا اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ وَآتُوْا حَقَّهُ میں ضمیر کا مرجع مال کی طرف ہے۔ یعنی سارے مال کا اندازہ کیا جائے۔ مگر امام شافعیؒ نے مشار الیہا روایات کو اس حکم کے لئے بطور تشریح خیال کیا ہے۔ وَآتُوْا حَقَّهُ کے حکم سے متعلق یہ بھی اختلاف ہوا ہے کہ آیا حق سے مراد زکوٰۃ ہے یا مطلق صدقہ۔ عنوانِ باب میں صَدَقَة کا لفظ اختیار کر کے اسے مطلق صدقہ قرار دیا ہے؛ جس میں زکوٰۃ شامل ہے۔ (فتح الباری جزء٣ صفحہ٤٤٢) باب ٥٧ کے تحت جو روایت درج کی گئی ہے، اس سے بھی صریح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صدقے کی پختہ کھجوریں کٹائی کے بعد لائی جاتیں۔

هَلْ يُتْرَكُ الصَّبِيُّ فَيَمَسُّ تَمْرَ الصَّدَقَةِ: آپؐ نے ایک موقع پر حضرت امام حسنؓ کو جبکہ وہ کمسن تھے کھجور کھانے کی اجازت نہیں دی؛ بلکہ ان کے منہ سے نکال کر پھینک دی۔ اس سے ایک مسئلہ تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ صدقے کا اعتبار اُس وقت سے ہے جبکہ پھل بطور صدقہ دئے جائیں نہ اُس وقت جبکہ وہ درخت پر ہوں۔ دوسرا اَمر آپؐ کے اسوۂ حسنہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپؐ نے بچے کو معصوم ہونے کی وجہ سے آزادی نہیں دی؛ بلکہ اس کی تربیت فرمائی۔ باغ کے پھل ضائع کرنے والے چونکہ اکثر بچے ہوتے ہیں- گوایسا پھل جو گھر کی ضرورت کے لئے استعمال میں آئے، زکوۃ نکالتے وقت محسوب نہیں ہوگا- مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ بچے پھل ضائع کرنے سے نہ روکے جائیں۔ بلکہ تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ اِن پھلوں کی حفاظت کی جائے کیونکہ ضائع ہونے کا اثر صدقے پر پڑے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہمارے سامنے ہے کہ ایک کھجور جو صدقے کی تھی، اس کے متعلق بھی اہتمام فرمایا۔ اسی اسوۂ حسنہ کی طرف توجہ دلانے کے لئے عنوانِ باب میں هَلْ يُتْرَكُ الصَّبِيُّ فَيَمَسُّ تَمْرَ الصَّدَقَةِ کے الفاظ اختیار کئے گئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کے صدقہ لینے یا نہ لینے کا جو مسئلہ ہے، اس کا ذکر الگ باب (نمبر ٦٠) میں آئے گا۔

بَاب ٥٨

مَنْ بَاعَ ثِمَارَهُ أَوْ نَخْلَهُ أَوْ أَرْضَهُ أَوْ زَرْعَهُ وَقَدْ وَجَبَ فِيْهِ الْعُشْرُ أَوِ الصَّدَقَةُ فَأَدَّى الزَّكَاةَ مِنْ غَيْرِهِ

جو شخص اپنے میوے یا کھجور کا درخت یا اپنی زمین یا اپنا کھیت بیچ دے بحالیکہ اُس میں دسواں حصہ یا صدقہ (زکوۃ) واجب ہو چکا ہو اور یہ زکوۃ اپنے دوسرے مال سے ادا کرے

أَوْ بَاعَ ثِمَارَهُ وَلَمْ تَجِبْ فِيْهِ الصَّدَقَةُ وَقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبِيْعُوْا الثَّمَرَةَ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا فَلَمْ يَحْظُرِ الْبَيْعَ بَعْدَ الصَّلَاحِ عَلَى أَحَدٍ وَلَمْ يَخُصَّ مَنْ وَّجَبَ عَلَيْهِ الزَّكَاةُ مِمَّنْ لَّمْ تَجِبْ.

یا اپنے میوے کو بیچے اور اس میں صدقہٴ زکوۃ ابھی واجب نہیں ہوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا: میوے کو اُس وقت تک نہ بیچا کرو جب تک کہ اُس میں پختگی ظاہر نہ ہو اور پختگی کے بعد کسی کو بیچنے سے منع نہیں فرمایا اور نہ آپؐ نے (بیچنے کی اجازت دینے میں) اُن لوگوں کو جن پر زکوۃ واجب ہوگئی ہو؛ اُن لوگوں پر کوئی خصوصیت دی ہے جن پر واجب نہ ہوئی ہو۔

١٤٨٦: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ دِيْنَارٍ

۱۴۸۶: حجاج (بن منہال) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبداللہ

سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ {الثَّمَرَةِ☆} حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا وَكَانَ إِذَا سُئِلَ عَنْ صَلَاحِهَا قَالَ حَتَّى تَذْهَبَ عَاهَتُهُ.

بن دینار نے مجھے بتایا۔ (انہوں نے کہا:) میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا۔ (وہ کہتے تھے) کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوروں☆ کو جب تک کہ اُن کی پختگی ظاہر نہ ہو؛ فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے اور حضرت ابن عمرؓ سے جب اُن کی پختگی سے متعلق پوچھا جاتا تو کہتے کہ جب اس کے خراب ہونے کا زمانہ گزر جائے۔

اطرافہ: ٢١٨٣، ٢١٩٤، ٢١٩٩، ٢٢٤٧، ٢٢٤٩۔

١٤٨٧: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ حَدَّثَنِي خَالِدُ بْنُ يَزِيْدَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا.

۱۴۸۷: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) لیث نے مجھ سے بیان کیا، (کہا:) خالد بن یزید نے مجھے بتایا۔ انہوں نے عطاء بن ابی رباح سے، عطاء نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھل بیچنے سے جب تک کہ اُن کی پختگی ظاہر نہ ہو جائے منع فرمایا ہے۔

اطرافہ: ٢١٨٩، ٢١٩٦، ٢٣٨١۔

١٤٨٨: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى تُزْهِيَ قَالَ حَتَّى تَحْمَارَّ.

۱۴۸۸: قتیبہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے حمید سے، حمید نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھل بیچنے سے جب تک کہ شوخ رنگ نہ ہو جائیں منع فرمایا۔ حَتّٰى تُزْهِيَ کے معنے فرمایا: حَتّٰى تَحْمَارَّ یعنی یہاں تک کہ سرخ ہو جائیں۔

اطرافہ: ٢١٩٥، ٢١٩٧، ٢١٩٨، ٢٢٠٨۔

☆ صحیح بخاری مطبوعہ قدیمی کتب خانہ میں لفظ ''الثَّمَرَة'' کی بجائے ''التَّمْرِ'' ہے۔ ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تشریح: **فَلَمْ يَحْظُرِ الْبَيْعَ بَعْدَ الصَّلَاحِ عَلٰى اَحَدٍ:** الفاظ فَلَمْ یَحْظُرِ الْبَیْعَ بَعْدَ الصَّلَاحِ عَلٰی اَحَدٍ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک پھلوں میں پختگی ظاہر ہونے کے بعد پھل یا فصل یا اناج بیچنا جائز ہے۔ خواہ اس میں زکوٰۃ واجب ہو۔ امام شافعیؒ اندازہ کرنے کے بعد اس کا بیچنا جائز نہیں سمجھتے، کیونکہ اس میں مسکینوں کا حق ہے۔ ان کے نزدیک اگر کوئی اندازہ کرنے کے بعد بیچتا ہے تو بیع باطل ہوگی۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مشتری کا اختیار ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کا ذمہ لے اور قیمت میں سے کاٹ لے۔ امام مالکؒ کے نزدیک یہ بائع کا فرض ہے کہ زکوٰۃ ادا کرے؛ سوائے اِس کے کہ مشتری سے سمجھوتہ کیا جائے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے بھی بائع ہی کا فرض قرار دیا ہے۔ فقہاء کی طرف سے سوال اٹھایا گیا ہے کہ آیا کسی چیز کی بیع سے اس کی واجب شدہ زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی؟ اس کا جواب عنوانِ باب ہی میں دیا گیا ہے کہ وہ ساقط نہیں ہوگی۔ اندازہ کے مطابق بائع کو اپنے دوسرے مال سے ادا کرنا چاہیے۔
(فتح الباری جزء۳ صفحہ۴۴۳)

وَلَمْ يَخُصَّ مَنْ وَّجَبَ عَلَيْهِ الزَّكَاةُ: بیع کے لیے زکوٰۃ کا واجب ہونا یا نہ ہونا شرط نہیں، بلکہ پھلوں کی پختگی شرط ہے۔ اسی امر کی طرف توجہ مبذول کرانے کی غرض سے لفظ تُزْهِيَ کی تشریح لفظ تَحْمَارَّ سے کی گئی ہے۔

بَاب ٥٩ : هَلْ يَشْتَرِيْ صَدَقَتَهُ

کیا اپنے صدقہ کو خریدے؟

وَلَا بَأْسَ أَنْ يَّشْتَرِيَ صَدَقَةَ غَيْرِهِ لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا نَهَى الْمُتَصَدِّقَ خَاصَّةً عَنِ الشِّرَاءِ وَلَمْ يَنْهَ غَيْرَهُ.

اور اس میں حرج نہیں کہ دوسرے کا صدقہ خریدے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف صدقہ دینے والے ہی کو خاص کر خریدنے سے منع فرمایا ہے، دوسرے کو منع نہیں فرمایا۔

١٤٨٩ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ تَصَدَّقَ بِفَرَسٍ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَوَجَدَهُ يُبَاعُ فَأَرَادَ أَنْ يَّشْتَرِيَهُ ثُمَّ

۱۴۸۹: یحییٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عقیل سے، عقیل نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے سالم سے روایت کی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے تھے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ایک گھوڑا بطور صدقہ دیا۔ پھر انہوں نے اسے

أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَأْمَرَهُ فَقَالَ لَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ فَبِذَلِكَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا لَا يَتْرُكُ أَنْ يَّبْتَاعَ شَيْئًا تَصَدَّقَ بِهِ إِلَّا جَعَلَهُ صَدَقَةً.

اطرافه: ۲۷۷۵، ۲۹۷۱، ۳۰۰۲۔

بکتے ہوئے دیکھا اور خریدنا چاہا۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپؐ سے اجازت چاہی۔ آپؐ نے فرمایا: اپنے صدقہ کو واپس نہ لو۔ اس لئے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اگر اسی چیز کو خرید لیتے جس کو وہ صدقہ میں دے چکے ہوتے تو اسے (اپنے پاس) نہیں رکھتے تھے؛ بلکہ ضرور اس کو صدقہ میں دے دیتے۔

۱۴۹۰: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ زَيْدِ ابْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ حَمَلْتُ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيْلِ اللهِ فَأَضَاعَهُ الَّذِي كَانَ عِنْدَهُ فَأَرَدْتُّ أَنْ أَشْتَرِيَهُ وَظَنَنْتُ أَنَّهُ يَبِيْعُهُ بِرُخْصٍ فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَشْتَرِ وَلَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ وَإِنْ أَعْطَاكَهُ بِدِرْهَمٍ فَإِنَّ الْعَائِدَ فِي صَدَقَتِهِ كَالْعَائِدِ فِي قَيْئِهِ.

اطرافه: ۲۶۲۳، ۲۶۳۶، ۲۹۷۰، ۳۰۰۳۔

۱۴۹۰: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک بن انس نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زید بن اسلم سے، زید نے اپنے باپ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا۔ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: اللہ کی راہ میں میں نے ایک گھوڑا سواری کے لئے دیا۔ جس کے پاس وہ تھا اس نے اس کو خراب کر دیا۔ میں نے اس کو خریدنا چاہا اور میں نے خیال کیا کہ وہ اسے سستا بیچے گا۔ اس لئے میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپؐ نے فرمایا: اسے مت خریدو اور اپنے صدقہ کو واپس نہ لو۔ خواہ وہ تجھ کو ایک درہم ہی میں دے۔ کیونکہ اپنے صدقے کو لوٹانے والا ایسا ہی ہے جیسے اپنی قے چاٹنے والا۔

تشریح: نَهَى الْمُتَصَدِّقَ خَاصَّةً عَنِ الشِّرَاءِ وَلَمْ يَنْهَ غَيْرَهُ: گزشتہ باب کی بناء پر ایک باریک سوال اُٹھایا گیا ہے کہ ایک شخص جو کھجوروں کا باغ خریدتا ہے؛ اگر اس پر صدقہ واجب ہے تو گویا وہ صدقہ کو بھی ساتھ خریدتا ہے اور یہ جائز نہ ہوگا۔ مگر یہ قیاس ایک قسم کا غلو ہے؛ جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے۔ فرماتا ہے: يٰأَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوْا فِي دِيْنِكُمْ (النساء: ۱۷۲) اے اہل کتاب! اپنے دین میں غلو نہ کرو۔ روایت نمبر ۱۴۸۹، ۱۴۹۰ میں اپنے صدقہ کو خریدنے کی ممانعت ہے۔ جو چیز قبضہ میں نہیں اور اس پر سال نہیں گزرا اُس میں خریدنے والے پر صدقہ

کیسے عائد ہوسکتا ہے؟ اگر بائع نے مشتری سے یہ سمجھوتہ کرلیا ہو کہ اس پر جو صدقہ واجب الادا ہے اس کو مشتری ادا کردے اور قیمت سے کاٹ لے تو یہ جائز ہے۔ اپنا صدقہ خریدنا جائز نہیں۔ لیکن غیر کا صدقہ خریدنے میں کوئی حرج نہیں۔ اپنا صدقہ خریدنے میں کئی قسم کی قبیح صورتیں پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ مثلاً قیمتی شئے سستے دام خرید لی۔ اس قسم کے لالچ میں حیل شرعیہ کے نام سے بہانے تراشے گئے ہیں تا حدودِ شریعت کی پابندیاں آسانی سے توڑی جاسکیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شریعتِ حقہ کی حرمت اور اس کی اصلی صورت وشکل قائم رکھنے کے لئے ہر وہ راہ بند کردی ہے جس سے نفس امارہ کو حیلہ سازی کا موقع مل سکتا ہو۔ روایت نمبر ۱۴۸۹، ۱۴۹۰ کا مضمون تقریباً ایک ہی ہے؛ بجز اس فرق کے کہ پہلی روایت کی سند حضرت ابن عمرؓ تک پہنچتی ہے اور دوسری حضرت عمرؓ تک۔

بَاب ٦٠: مَا يُذْكَرُ فِي الصَّدَقَةِ لِلنَّبِيِّ ﷺ {وَ آلِهِ☆}

نبی صلی اللہ علیہ وسلم {اور آپؐ کی آل☆} کے لئے صدقہ سے متعلق جو ذکر کیا جاتا ہے

١٤٩١: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أَخَذَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا تَمْرَةً مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَجَعَلَهَا فِي فِيهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِخْ كِخْ لِيَطْرَحَهَا ثُمَّ قَالَ أَمَا شَعَرْتَ أَنَّا لَا نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ.

۱۴۹۱: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) محمد بن زیاد نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور لی اور اپنے منہ میں ڈال لی۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُخ اُخ۔ تا کہ وہ اسے پھینک دے۔ پھر فرمایا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ ہم صدقہ کا مال نہیں کھایا کرتے۔

اطرافه: ١٤٨٥، ٣٠٧٢.

تشریح: مَا يُذْكَرُ فِي الصَّدَقَةِ لِلنَّبِيِّ ﷺ وَ آلِهِ: عنوانِ باب میں فقہاء کے اس اختلاف کی طرف اشارہ ہے جو اُن کے درمیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی اولاد کو صدقہ دیے جانے کے بارے میں ہوا ہے اور یہ تین باتوں میں ہے۔ جیسا کہ امام ابن حجرؒ نے اس کی تشریح کی ہے۔ اوّل یہ کہ آل سے مراد صرف آپؐ کی ذریت ہے یا بنو ہاشم اور بنو مطلب بھی اس میں شامل ہیں؟ امام شافعیؒ نے کہا ہے کہ مالِ غنیمت کی تقسیم میں آپؐ

☆ لفظ "وَ آلِهِ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ ۴۴۶) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

کے اقرباء کا جو حصہ رکھا گیا ہے (الانفال:۴۲) اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبائل قریش میں سے سوائے بنو ہاشم وبنو عبدالمطلب کے اور کسی کو شریک نہیں کیا اور یہ حصہ درحقیقت عطیہ ہے صدقہ نہیں۔ بلکہ صدقہ کے عوض میں دیا گیا ہے۔ (کیونکہ انفال کے معنے عطیے کے ہیں۔) امام مالکؒ وامام ابوحنیفہؒ نے صرف بنو ہاشم ہی کو آل میں شمار کیا ہے۔
(فتح الباری جزء۳ صفحہ ۴۴۶)

دوسری بات یہ کہ آیا زکوٰۃ وغیرہ کی کوئی صورت ایسی بھی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کے لئے جائز ہو؟ كُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ☆ ہر بھلائی صدقہ ہے تو کیا زکوٰۃ سے آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ اور قرضہ دینا بھی ناجائز ہوگا؟ امام شافعیؒ وامام احمد بن حنبلؒ نے زکوٰۃ، صدقہ فطر اور ایسے صدقہ کو جو محتاجوں کے لئے ہو؛ صرف انہی کے لئے مخصوص کیا ہے اور باقی صورتیں ہدیہ، نذرانہ وغیرہ کی سادات کے لئے جائز رکھی ہیں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۴۴۶)

تیسری بات یہ کہ آل نبیؐ آپس میں ایک دوسرے کو صدقہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟ امام ابو یوسفؒ نے ان کا آپس میں صدقہ لینا دینا جائز قرار دیا ہے۔ کیونکہ وہ سب ہم رتبہ ہیں۔ مالکیوں نے زکوٰۃ کے سوا باقی صدقات آپس میں لینے دینے جائز قرار دئے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ نے بھی اسے جائز قرار دیا ہے۔ بشرطیکہ ان میں سے کوئی ذی القربیٰ کے حصے سے کسی بناء پر محروم ہو۔ غرض ائمہ کے اس قسم کے اختلافات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام بخاریؒ نے جو روایت پیش کی ہے اس میں صدقہ اور اپنی آل کے لئے مطلق ممانعت صدقہ کا ذکر ہے۔ یہی روایت نمبر ۱۴۸۵ میں گزر چکی ہے۔ اس میں زکوٰۃ کی صراحت ہے۔ عنوانِ باب کے الفاظ مَا جَاءَ اَوْ مَا يُذْكَرُ بھی قابل توجہ ہیں جو مبہم ہیں۔ انفال یعنی مالِ غنیمت کی تقسیم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آل شامل ہے۔ مگر فی الحال اسلامی نظامِ حکومت قائم نہیں؛ اس لئے بعض ائمہ نے حالات بدلنے کی صورت بھی قابل تبدیل قرار دی ہے اور زکوٰۃ کے مصارف میں ان کے نزدیک سادات بھی ان کی اقتصادی حالت کی اصلاح کی غرض سے مثل دیگر حاجت مندوں کے شریک کئے جاسکتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کا اس بارہ میں یہی فتویٰ ہے۔ (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب المصرف، جزء ثانی)

ائمہ میں سے ایک فریق نے ادب و احتیاط کا پہلو مدنظر رکھتے ہوئے یہ مشورہ دیا ہے کہ سادات تحصیل زکوٰۃ و صدقات کے لئے بطور کارکن مقرر کئے جاسکتے ہیں۔ اس صورت میں مالِ زکوٰۃ سے اُن کو جو کچھ دیا جائے گا وہ زکوٰۃ نہیں بلکہ معاوضہ عمل ہوگا۔ عنوانِ باب میں امام بخاریؒ نے اپنی کسی رائے کا اظہار نہیں کیا۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا ارشاد کے پیش نظر احتیاط کا پہلو اختیار کیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ فقہاء کی آراء کو اپنے اپنے موقع ومحل پر قابلِ عمل سمجھتے ہیں۔ اس تعلق میں ایک نہایت ہی قابل قدر رائے کتاب ''دنیا کا محسن'' سے نقل کرنے کے لائق ہے۔ جس کا اظہار حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ یہ رائے فتویٰ کی شکل بھی رکھتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم الشان احسانات کے بارے میں گہرے شعور اور احساس کی بھی ترجمان ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں:-

---

☆ (مسلم، كتاب الزكاة، باب بيان أن اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف)

''رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی ترقی کے لئے اپنی ہی قربانی نہیں کی بلکہ اپنی آئندہ نسل کی بھی قربانی کی ہے اور یہ قربانی نہایت عظیم الشان قربانی ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ لوگ بڑی بڑی قربانیاں کر دیتے ہیں۔ لیکن ان قربانیوں کی غرض یہ ہوتی ہے کہ اُن کی اولاد کو فائدہ پہنچ جائے۔ پس اولاد کی قربانی اکثر اوقات اپنی قربانی سے بھی شاندار ہوتی ہے۔ آپؐ نے اس قربانی کا بھی نہایت شاندار نمونہ دکھایا ہے۔ چنانچہ آپؐ نے حکم دیا ہے کہ صدقات کا مال میری اولاد کے لئے منع ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا دانا انسان اس اَمر کو خوب سمجھ سکتا تھا کہ زمانہ یکساں نہیں رہتا۔ میری اولاد پر بھی ایسا وقت آ سکتا ہے اور آئے گا کہ وہ لوگوں کی امداد کی محتاج ہوگی۔ لیکن باوجود اس کے آپؐ نے فرمادیا کہ میری اولاد کے لئے صدقہ منع ہے گویا ایک ہی رستہ جو غرباء کی ترقی کے لئے کھلا ہے؛ اسے اپنی اولاد کے لئے بند کر دیا اور اس کی وجہ اس کے سوا کیا ہوسکتی ہے کہ آپؐ نے خیال فرمایا کہ اگر صدقہ میری اولاد کے لیے کھلا رہا تو اسرائیلی نبیوں کی اولاد کی طرح میری اُمت کے لوگ بھی میرے تعلق کی وجہ سے صدقہ میری اولاد ہی کو زیادہ تر دیں گے اور مسلمانوں کے دوسرے غرباء تکلیف اُٹھائیں گے۔ پس آپؐ نے دوسرے مسلمان غرباء کو تکلیف سے بچانے کے لئے اپنی اولاد کو صدقہ سے محروم کر دیا اور گویا دوسرے مسلمانوں کی خاطر اپنی اولاد کو قربان کر دیا۔ یہ کس قدر قربانی ہے اور کیسی شاندار قربانی ہے۔ اگر مسلمان اس قربانی کی حقیقت کو سمجھیں تو سادات کو کبھی تنگ دست نہ رہنے دیں۔ کیونکہ اس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے مسلمانوں کی خاطر اپنی اولاد کو قربان کیا ہے۔ مسلمانوں کا بھی فرض ہے کہ اس قربانی کے مقابلہ میں ایک شاندار قربانی کریں اور جس دروازہ کو صدقہ کی شکل میں بند کیا گیا ہے اسے ہدیہ کی شکل میں کھول دیں۔''

(دنیا کا محسن - انوار العلوم، جلد ۱۰ صفحہ ۳۰۷)

بَاب ٦١: اَلصَّدَقَةُ عَلَى مَوَالِي أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے غلاموں کوصدقہ دینا

١٤٩٢: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ وَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاةً مَيِّتَةً أُعْطِيَتْهَا مَوْلَاةٌ لِمَيْمُوْنَةَ مِنَ الصَّدَقَةِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَّا انْتَفَعْتُمْ بِجِلْدِهَا قَالُوْا إِنَّهَا مَيْتَةٌ قَالَ إِنَّمَا حَرُمَ أَكْلُهَا.

اطرافه: ٢٢٢١، ٥٥٣١، ٥٥٣٢.

۱۴۹۲: سعید بن عفیر نے ہم سے بیان کیا، (کہا: عبداللہ) بن وہب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یونس سے، یونس نے ابن شہاب سے روایت کی کہ (انہوں نے کہا:) عبیداللہ بن عبداللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ وہ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مری ہوئی بکری دیکھی جو حضرت میمونہؓ کی لونڈی کو صدقہ دے دی گئی تھی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: تم نے اس کی کھال سے کیوں فائدہ نہیں اٹھایا؟ انہوں نے کہا: وہ تو مردار تھی۔ آپؐ نے فرمایا: اس کا کھانا ہی حرام ہے۔

١٤٩٣: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا أَرَادَتْ أَنْ تَشْتَرِيَ بَرِيْرَةَ لِلْعِتْقِ وَأَرَادَ مَوَالِيْهَا أَنْ يَّشْتَرِطُوْا وَلَاءَهَا فَذَكَرَتْ عَائِشَةُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرِيْهَا فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ قَالَتْ وَأُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۴۹۳: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) حکم (بن عتبہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابراہیم (نخعی) سے، ابراہیم نے اسود سے، اسود نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ وہ بریرہؓ کو آزاد کرنے کے لئے خریدنا چاہتی تھیں اور اُس کے مالکوں نے چاہا کہ اس شرط پر کہ اس کے ترکے کے وہ حق دار ہوں گے۔ حضرت عائشہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اسے خرید لو۔ کیونکہ ترکہ تو اسی کا ہوتا ہے جو آزاد کرے۔ کہتی تھیں:

بِلَحْمٍ فَقُلْتُ هَذَا مَا تُصُدِّقَ بِهِ عَلَى بَرِيْرَةَ فَقَالَ هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ وَ لَنَا هَدِيَّةٌ.

نبی ﷺ کے پاس گوشت لایا گیا۔ میں نے کہا: یہ وہ گوشت ہے جو بریرہؓ کو بطور صدقہ دیا گیا ہے تو آپؐ نے فرمایا: اس کے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ۔

اطرافه: ٤٥٦، ٢١٥٥، ٢١٦٨، ٢٥٣٦، ٢٥٦٠، ٢٥٦١، ٢٥٦٣، ٢٥٦٤، ٢٥٦٥، ٢٥٧٨، ٢٧١٧، ٢٧٢٦، ٢٧٢٩، ٢٧٣٥، ٥٠٩٧، ٥٢٧٩، ٥٢٨٤، ٥٤٣٠، ٦٧١٧، ٦٧٥١، ٦٧٥٤، ٦٧٥٨، ٦٧٦٠۔

تشریح: اَلصَّدَقَةُ عَلٰى مَوَالِي اَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ: مَوَالِي مولیٰ کی جمع ہے۔ اس کے معنے ہیں دوست اور مددگار۔ اسلامی معاشرے میں یہ لفظ آزاد کردہ غلام کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے۔ آزادشدہ کنیز (لونڈی) کو مَوْلَاة کہتے ہیں۔ یہ باب ایک روایت کی وجہ سے قائم کیا ہے جو ترمذیؒ اور ابن حبانؒ وغیرہ نے صحیح قرار دی ہے اور وہ یہ ہے: اِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَحِلُّ لَنَا وَاِنَّ مَوَالِيَ الْقَوْمِ مِنْ اَنْفُسِهِمْ.☆ یعنی ہمارے لئے صدقہ جائز نہیں۔ قوم کے موالی (یعنی آزاد کردہ غلام یا متعاہد دوست) انہی میں سے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور بعض مالکیوں اور شافعیوں نے بھی اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ مگر جمہور اس کے خلاف ہیں۔ اُن کے نزدیک چونکہ خمس کی تقسیم میں موالی شریک نہیں کئے گئے، اس لئے وہ ذوی القربیٰ میں شمار نہیں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۴۴۸) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اَزواج سے متعلق بھی فقہاء نے اختلاف کیا ہے کہ آیا وہ آلِ نبیؐ میں شریک ہیں یا نہیں؟ گو روایت نمبر۱۴۹۳ کے الفاظ ''لَنَا هَدِيَّةٌ'' (وہ ہمارے لئے ہدیہ ہے۔) دلالت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہلِ بیت کو ذوی القربیٰ ہی میں شریک رکھا ہے۔ اس لئے امہات المومنین کی حرمت بھی ویسی ہی ہے جیسی آلِ نبیؐ کی۔ ازواج مطہرات کا الگ ذکر نہ کرنے سے بھی یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ امام موصوفؒ کے نزدیک آپؐ کے اہل بیت بھی مشارالیہ حرمت میں شریک ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس پاک نمونہ سے جہاں حقیقۃ الامر کا اظہار فرمایا ہے۔ وہاں نفس کی ایک بیماری کا بھی علاج کیا ہے۔ آپؐ نے اپنی اولاد کو صدقہ سے اس لئے منع فرمایا کہ ان کی نگاہ ان مالوں پر نہ ہو جو محتاجوں کے لئے مخصوص ہیں اور علو نفسی اور سیر چشمی جیسے خصائل حمیدہ کے خوگر ہوں اور ان اخلاق سے محفوظ رہیں جو اس طبقہ کے گھرانوں میں سرایت کر جاتے ہیں؛ جنہیں کسی مقدس شخصیت سے نسبت ہوتی ہے۔ آج کل پیروں، گدی نشینوں اور سید کہلانے والے خاندانوں کا جو حال ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرف اس خطرہ کا

☆ (ترمذی، كتاب الزكاة، باب ما جاء فى كراهية الصدقة للنبى وأهل بيته ومواليه)
(صحيح ابن حبان، كتاب الزكاة، باب مصارف الزكاة، ذكر الزجر عن أكل الصدقة المفروضة لآل محمدؐ، روایت نمبر۳۲۹۳، جزء۸ صفحہ۸۸)

تدارک فرمایا۔ دوسری طرف اس وہم کا بھی ازالہ فرمایا کہ صدقہ فی ذاتہٖ ایسی چیز ہے جس کا کھانا معیوب ہے۔ آپؐ نے اسے بطور ہدیہ قبول فرمایا اور خود طلب کر کے کھایا تا لوگوں میں بلا وجہ اس کے استعمال سے خوف یا کراہت پیدا نہ ہو۔ مگر آپؐ کے اس اسوۂ حسنہ کے برعکس عام طور پر مسلمانوں میں صدقہ کا گوشت استعمال کرنے کے بارے میں وہم پایا جاتا ہے۔ نیز بعض لوگ تکبر سے بھی صدقہ کا گوشت نہیں کھاتے۔ آپؐ نے اپنے اس اسوۂ حسنہ سے ہر بات میں اَفراط وتفریط کی اصلاح فرمائی ہے۔

بَاب ٦٢ : إِذَا تَحَوَّلَتِ الصَّدَقَةُ

جب صدقہ ایک جگہ سے دوسری جگہ چلا جائے

١٤٩٤ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ الْأَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَقَالَ هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ فَقَالَتْ لَا إِلَّا شَيْءٌ بَعَثَتْ بِهِ إِلَيْنَا نُسَيْبَةُ مِنَ الشَّاةِ الَّتِي بَعَثْتَ بِهَا مِنَ الصَّدَقَةِ فَقَالَ إِنَّهَا قَدْ بَلَغَتْ مَحِلَّهَا.

اطرافه: ١٤٤٦، ٢٥٧٩.

۱۴۹۴: علی بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) یزید بن زُرَیع نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) خالد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حفصہ بنت سیرین سے، حفصہ نے حضرت ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور آپؐ نے پوچھا: کیا تمہارے پاس کوئی شئے ہے؟ حضرت عائشہؓ نے کہا: کچھ نہیں سوائے گوشت کے جو ہمیں نُسَیبہ نے اس بکری سے بھیجا ہے جو آپؐ نے اس کو صدقے کے مال سے دی تھی۔ آپؐ نے فرمایا: وہ اپنے ٹھکانے پہنچ چکی ہے۔

١٤٩٥ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسَى حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ

۱۴۹۵: یحییٰ بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) وکیع نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قتادہ سے، قتادہ نے

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِلَحْمٍ تُصُدِّقَ بِهِ عَلَى بَرِيْرَةَ فَقَالَ هُوَ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ وَهُوَ لَنَا هَدِيَّةٌ. وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ سَمِعَ أَنَسًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اطرافه: ۲۵۷۷۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گوشت لایا گیا۔ وہ بریرہؓ کو صدقہ میں دیا گیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: وہ اس کے لئے تو صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ۔ اور ابوداؤد (طیالسی) کہتے تھے: شعبہ نے قتادہ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا۔ قتادہ نے حضرت انسؓ سے سنا۔ حضرت انسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔

تشریح: **اِذَا تَحَوَّلَتِ الصَّدَقَةُ:** یعنی صدقہ جب ایک شخص کو ملے اور وہ اُس کا مالک ہو جائے تو اس ملکیت کے ساتھ صدقہ کی صفت ختم ہو جاتی ہے۔ جب وہ دوسرے کو دے گا تو اس کے لئے صدقہ نہیں رہے گا؛ ہدیہ ہو جائے گا۔ نُسَیبہ حضرت ام عطیہ انصاریہؓ کا نام ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۴۴۹) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صدقہ کے اموال میں سے ایک بکری بھیجی تھی۔

وَقَالَ اَبُو دَاوُدَ أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ....: قتادہؒ کا حضرت انسؓ سے براہِ راست سننا ثابت کرنے کے لئے یہ حوالہ دیا گیا ہے۔ کیونکہ جو روایت (نمبر ۱۴۹۵) اُنہوں نے نقل کی ہے وہ معنعن ہے۔ یعنی عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ.

بَاب ۶۳
أَخْذُ الصَّدَقَةِ مِنَ الْأَغْنِيَاءِ وَتُرَدُّ فِي الْفُقَرَاءِ حَيْثُ كَانُوْا
مالداروں سے صدقہ زکوٰۃ لیا جائے اور محتاجوں میں تقسیم کیا جائے جہاں بھی وہ ہوں

۱۴۹۶: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ حِيْنَ بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ إِنَّكَ سَتَأْتِي قَوْمًا

۱۴۹۶: محمد (بن مقاتل) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں بتایا۔ (کہا:) زکریا بن اسحٰق نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحيٰ بن عبداللہ بن صیفی سے، یحيٰ نے حضرت ابن عباسؓ کے غلام ابومعبد (نافذ) سے، ابومعبد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ وہ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبلؓ سے جب

أَهْلَ كِتَابٍ فَإِذَا جِئْتَهُمْ فَادْعُهُمْ إِلَى أَنْ يَّشْهَدُوْا أَنْ لَّا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْا لَكَ بِذَلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْا لَكَ بِذَلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْا لَكَ بِذَلِكَ فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ.

آپؐ نے ان کو یمن کی طرف بھیجا؛ فرمایا: تم ایسی قوم کے پاس جاؤ گے جو اہل کتاب ہیں۔ جب ان کے پاس پہنچو تو انہیں اس بات کی دعوت دینا کہ وہ شہادت دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ اگر وہ تمہاری یہ بات مان لیں تو پھر اُنہیں یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے اُن پر رات دن میں پانچ نمازیں مقرر کی ہیں۔ اگر وہ تمہاری یہ بات مان لیں تو پھر ان کو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر صدقہ (زکوٰۃ) بھی فرض کیا ہے۔ جو اُن کے مالداروں سے لیا جائے گا اور ان کے محتاجوں کو دیا جائے گا۔ اگر وہ تمہاری یہ بات مان لیں تو خیال رکھنا۔ ان کے عمدہ مالوں کو نہ لینا اور مظلوم کی بددُعا سے بچنا کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی روک نہیں۔

اطرافه: ١٣٩٥، ١٤٥٨، ٢٤٤٨، ٤٣٤٧، ٧٣٧١، ٧٣٧٢۔

تشریح: **تُرَدُّ فِي الْفُقَرَآءِ حَيْثُ كَانُوْا:** حدیث نمبر۱۴۹۶ کے الفاظ تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ کی بناء پر فقہاء کے درمیان ایک جگہ سے دوسری جگہ صدقہ منتقل کئے جانے کے بارہ میں اختلاف ہوا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اُسے جائز قرار دیتے ہیں۔ مگر امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور جمہور کے نزدیک یہ ضروری ہے کہ جس جگہ سے صدقہ لیا جائے؛ اسی جگہ کے محتاج باشندوں میں تقسیم کیا جائے۔ شوافع صرف اس حالت میں انتقالِ صدقہ جائز سمجھتے ہیں جب اس جگہ مستحقین نہ ہوں جہاں سے صدقہ جمع کیا گیا ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۴۵۰)

امام بخاریؒ نے الفاظ حَيْثُ كَانُوْا سے اس امر کی تصریح کردی ہے کہ تقسیم زکوٰۃ کو کسی جگہ سے مخصوص کرنا منشائے شریعت کے منافی ہے۔ صدقہ محتاجوں کے لئے ہے جہاں بھی ہوں۔ عنوانِ باب میں اَغْنِيَائِهِمْ اور فُقَرَائِهِمْ کی ضمیریں حذف کر کے اَلْاَغْنِيَاءَ اور اَلْفُقَرَاءَ کے الفاظ اختیار کرنے سے بھی یہی واضح کرنا مقصود ہے کہ مطلق دولت منداور محتاج مراد ہیں جہاں کہیں بھی ہوں۔ مسلمان ہوں یا غیر مسلم۔ آیت اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسٰكِيْنِ میں بھی فقراء اور مساکین من حیث العموم مراد ہیں۔ علاوہ ازیں مندرجہ بالا روایت سے بھی ظاہر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معاذؓ کو یہ اختیار نہیں دے رہے تھے کہ زکوٰۃ اہل یمن سے لے کر وہیں اسے تقسیم کردینا، بلکہ آپؐ نے انہیں یہ تلقین فرمائی ہے کہ

اہل کتاب کو اسلام سکھانے میں تدریج سے کام لیا جائے اور انہیں سمجھایا جائے کہ زکوٰۃ کے بارے میں اسلام کی تعلیم کا اصل مقصد کیا ہے۔ تُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ سے هُمْ کی ضمیر کی بنا پر موشگافی اور تخصیص کرنا مناسب نہیں جبکہ قرآنِ مجید کے ارشاد میں ایسی تخصیص نہیں۔

بَاب ٦٤ : صَلَاةُ الْإِمَامِ وَ دُعَائُهُ لِصَاحِبِ الصَّدَقَةِ

امام کا صدقہ دینے والے کے لئے دعا (دعائے مغفرت ورحمت) کرنا

وَقَوْلُهُ: خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ (التوبة:١٠٣)

اور اللہ تعالیٰ کا فرمانا: ان کے مالوں سے صدقہ لے جس سے تو انہیں ظاہری اور باطنی طور پر پاک اور صاف کر دے اور ان کے لئے دعائے مغفرت اور رحمت کر۔ یقیناً تیری دعا اُن کے لیے سکینت کا موجب ہوگی۔

١٤٩٧: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَتِهِمْ قَالَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ فُلَانٍ فَأَتَاهُ أَبِي بِصَدَقَتِهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ أَبِي أَوْفَى.

اطرافه: ٤١٦٦، ٦٣٣٢، ٦٣٥٩۔

١٤٩٧: حفص بن عمر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو (بن مرہ) سے، عمرو نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بعض لوگ اپنا صدقہ لے کر آتے تو آپؐ فرماتے: اے اللہ! فلاں کی اولاد کی اولاد کو خاص رحمت سے نواز۔ میرے باپ بھی آپؐ کے پاس صدقہ لے کر آئے اور آپؐ نے فرمایا: اے اللہ! ابی اوفیٰ کی اولاد کو خاص رحمت سے نواز۔

تشریح: اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ: یہ باب بھی سابقہ مضمون واضح کرنے کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی نیابت میں خلیفہ وقت یا امامِ قوم مامور ہیں کہ مسلمانوں سے زکوٰۃ وصول کریں اور ان کی ظاہری اصلاح و باطنی پاکیزگی کے لئے جہاں دیگر وسائل اختیار کریں وہاں ان کے لئے دعائیں بھی کریں۔ اس لئے صدقات کے بارے میں عدم انتقال کی شرط لگانا اور اسی جگہ اسے تقسیم کر دینا؛ جہاں سے وہ حاصل ہوں؛ یہ درست نہیں۔ یہ امام کا فرض منصبی ہے کہ انہیں مناسب طور پر تقسیم کرے یا کرائے۔ تطہیر کا تعلق جسمانی پاکیزگی اور تزکیہ کا باطنی پاکیزگی سے ہے۔ حدیث میں آتا ہے: كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا.☆ قریب ہے کہ محتاجی کفر تک نوبت

☆ (العلل المتناهية، كتاب الزهد، حديث فى أن الفقر كاد يكون كفرا، روایت نمبر ١٣٤٦، جزء٢ صفحہ ٨٠٥)

پہنچادے۔افلاس کئی قسم کی ظاہری اور باطنی ناپاکیوں اور بداخلاقیوں کا موجب ہوتا ہے۔جن کا تدارک زکوٰۃ وصدقات سے کیا گیا ہے۔تقسیم زکوٰۃ وصدقہ میں اگر یہ مقصد ملحوظ نہ رکھا جائے تو شریعت اسلامی کے اس حکم کی صحیح معنوں میں تعمیل نہ ہوگی۔اس کے مصارف کا دائرہ امت کے کمزور طبقہ پر حاوی ہے؛ جہاں بھی یہ طبقہ پایا جائے۔

بَاب ٦٥ : مَا يُسْتَخْرَجُ مِنَ الْبَحْرِ

جو مال سمندر سے نکالا جائے

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لَيْسَ الْعَنْبَرُ بِرِكَازٍ هُوَ شَيْءٌ دَسَرَهُ الْبَحْرُ وَقَالَ الْحَسَنُ فِي الْعَنْبَرِ وَاللُّؤْلُؤِ الْخُمُسُ فَإِنَّمَا جَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ فِي الرِّكَازِ الْخُمُسَ لَيْسَ فِي الَّذِي يُصَابُ فِي الْمَاءِ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: عنبر☆ مال دفینہ نہیں ہے۔ وہ تو ایک چیز ہے جسے سمندر باہر پھینک دیتا ہے اور حسن نے کہا: عنبر اور موتیوں میں پانچواں حصہ زکوٰۃ ہے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف مالِ دفینہ میں ہی پانچواں حصہ رکھا ہے، نہ اس میں جو پانی میں سے ملے۔

١٤٩٨ : وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيْلَ سَأَلَ بَعْضَ بَنِي إِسْرَائِيْلَ بِأَنْ يُسْلِفَهُ أَلْفَ دِيْنَارٍ فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ فَخَرَجَ فِي الْبَحْرِ فَلَمْ يَجِدْ مَرْكَبًا فَأَخَذَ خَشَبَةً فَنَقَرَهَا فَأَدْخَلَ فِيْهَا أَلْفَ دِيْنَارٍ فَرَمَى بِهَا فِي

۱۴۹۸: اور لیث نے کہا: جعفر بن ربیعہ نے مجھے بتایا کہ عبدالرحمٰن بن ہرمز سے مروی ہے۔انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ بنی اسرائیل میں سے ایک شخص نے کسی اسرائیلی شخص سے ہزار اشرفی قرض مانگی تو اس نے اس کو وہ دے دیں۔ پھر وہ سمندر کو گیا تو اس نے کوئی کشتی نہ پائی۔اس نے ایک لکڑی لی اور اس کو کھودا اور اس میں ہزار اشرفی رکھ دی اور پھر اسے سمندر میں ڈال دیا۔وہ شخص جس نے

☆ اَلْعَنْبَرُ: امام شافعیؒ کے نزدیک یہ ایک پودا ہے جو سمندر کی تہہ میں ہوتا ہے۔ امام کرمانیؒ کے نزدیک اس سے مراد سمندر کی جھاگ ہے۔(فتح الباری جزء۳ صفحہ ۴۵۶)(عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ ۹۶)

الْبَحْرِ فَخَرَجَ الرَّجُلُ الَّذِي كَانَ أَسْلَفَهُ فَإِذَا بِالْخَشَبَةِ فَأَخَذَهَا لِأَهْلِهِ حَطَبًا فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ فَلَمَّا نَشَرَهَا وَجَدَ الْمَالَ.

اسے قرض دیا تھا؛ باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک لکڑی ہے۔ اس نے اس کو اپنے گھر والوں کے لئے بطور ایندھن کے لے لیا۔ پھر (راوی نے) پورا واقعہ بیان کیا۔ جب اس کو چیرا تو اُس نے وہ مال پایا۔

اطرافه: ٢٠٦٣، ٢٢٩١، ٢٤٠٤، ٢٤٣٠، ٢٧٣٤، ٦٢٦١۔

تشریح: مَا يُسْتَخْرَجُ مِنَ الْبَحْرِ: سمندر سے حاصل کردہ مال پر زکوٰۃ لینے کے بارے میں بھی فقہاء کے درمیان اختلاف ہوا ہے۔ عنوانِ باب میں اسی اختلاف کی طرف اشارہ کرنے کے لئے چند حوالے دیئے گئے ہیں۔ ان میں سے حضرت ابن عباسؓ کے فتوے کا حوالہ امام شافعیؒ نے اپنی کتاب الامّ میں بروایت سفیانؒ بن عیینہؒ اور حسن بصریؒ کا فتویٰ ابوعبیدؒ نے کتاب الاموال میں نقل کیا ہے۔ انہوں نے اموالِ دفینہ پر قیاس کر کے عنبر اور موتیوں میں بھی پانچواں حصہ زکوٰۃ قرار دی ہے۔ لیث بن سعد مصریؒ دوسری صدی کے فقہاء میں سے ہیں۔ ان کی روایت کو یہاں عنوانِ باب میں واوِ عاطفہ کے ساتھ بطور تعلیق نقل کیا ہے۔ لیکن کتاب البیوع میں یہ موصولاً نقل کی گئی ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۴۵۶-۴۵۷) ان تینوں حوالوں کو عنوانِ باب میں درج کر کے مسئلہ معنونہ سے متعلق کوئی واضح روایت اس کی تائید میں نہ پیش کرنے سے ظاہر ہے کہ امام بخاریؒ کو اس بارے میں کوئی مستند روایت نہیں ملی۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے عنوانِ باب کو بھی قصداً مبہم رکھا ہے۔ الفاظ فَإِنَّمَا جَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ فِي الرِّكَازِ الْخُمُسَ لَيْسَ فِي الَّذِي يُصَابُ فِي الْمَاءِ سے جو حسن بصریؒ کے حوالہ کے بعد نقل کئے گئے ہیں مذکورہ بالا قیاس ردّ کرنا مقصود ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول اگلے باب میں منقول ہے۔ (روایت نمبر ۱۴۹۹) موتی، مچھلی وغیرہ اشیاء اگر بصورتِ تجارت ذریعہ کسب معاش ہوں تو اُن پر حق واجب تجارتی حساب سے عائد ہوگا اور مٹی کا تیل پٹرول وغیرہ قسم کی اشیاء معدنیات پر قیاس کی جائیں گی۔ جن میں خمس ادا کرنے کی صراحت ہے؛ نہ زکوٰۃ پر جس کے لئے نصاب اور ایک سال کی مدت ضروری ہے۔ اس تعلق میں اگلا باب بھی ملاحظہ ہو۔ اسرائیلی واقعہ سے صرف اس قدر اشارہ کرنا مقصود ہے کہ سمندر کی اشیاء بھی دولت پیدا کرنے کا منبع ہیں اور قابل زکوٰۃ ہیں۔

بَاب ٦٦: فِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ

رکاز یعنی مال زیر زمین میں پانچواں حصہ ہے

وَقَالَ مَالِكٌ وَابْنُ إِدْرِيْسَ الرِّكَازُ دِفْنُ الْجَاهِلِيَّةِ فِي قَلِيْلِهِ وَكَثِيْرِهِ

اور مالکؒ اور (شافعی) ابن ادریسؒ نے کہا: رکاز وہ مال ہے جو زمانہ جاہلیت میں گاڑ دیا جاتا تھا۔ تھوڑا ہو

الْخُمُسُ وَلَيْسَ الْمَعْدِنُ بِرِكَازٍ وَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَعْدِنِ جُبَارٌ وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ وَأَخَذَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ مِنَ الْمَعَادِنِ مِنْ كُلِّ مِائَتَيْنِ خَمْسَةً وَقَالَ الْحَسَنُ مَا كَانَ مِنْ رِكَازٍ فِي أَرْضِ الْحَرْبِ فَفِيْهِ الْخُمُسُ وَمَا كَانَ مِنْ أَرْضِ السِّلْمِ فَفِيْهِ الزَّكَاةُ وَإِنْ وَّجَدْتَّ اللُّقَطَةَ فِي أَرْضِ الْعَدُوِّ فَعَرِّفْهَا وَإِنْ كَانَتْ مِنَ الْعَدُوِّ فَفِيْهَا الْخُمُسُ وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ الْمَعْدِنُ رِكَازٌ مِثْلُ دِفْنِ الْجَاهِلِيَّةِ لِأَنَّهُ يُقَالُ أَرْكَزَ الْمَعْدِنُ إِذَا {خَرَجَ☆} مِنْهُ شَيْءٌ قِيْلَ لَهُ قَدْ يُقَالُ لِمَنْ وُهِبَ لَهُ شَيْءٌ أَوْ رَبِحَ رِبْحًا كَثِيْرًا أَوْ كَثُرَ ثَمَرُهُ أَرْكَزْتَ ثُمَّ نَاقَضَ وَقَالَ لَا بَأْسَ أَنْ يَّكْتُمَهُ فَلَا يُؤَدِّيَ الْخُمُسَ.

یا بہت اس میں پانچواں حصہ ہے اور کان رِکاز نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کان میں کام کرتے ہوئے جو کسی حادثہ سے مر جائے، اس کے لئے کوئی تاوان نہیں اور مالِ دفینہ میں پانچواں حصہ ہے اور عمر بن عبدالعزیز نے کہا: کانوں میں ہر دوسو (درہم) پر پانچ (درہم) ہے اور حسن نے کہا: جو مالِ دفینہ دارالحرب میں ہو، اس میں پانچواں حصہ ہے اور جو دارالسلم (یعنی صلح اور امن کے علاقے میں) ہو اس میں زکوٰۃ ہے اور اگر تو دشمن کے ملک میں گری پڑی چیز پائے تو اس کی شناخت کروا۔ اگر وہ دشمن کی ہو تو اس میں پانچواں حصہ ہوگا اور بعض نے کہا: کان بھی زمانہ جاہلیت کے دفینہ کی طرح مالِ دفینہ ہے۔ کیونکہ جب کان سے کچھ {نکالا جائے☆} تو کہا جاتا ہے: اَرْكَزَ الْمَعْدِنُ. یعنی کان میں سے مالِ دفینہ نکلا۔ اسے یہ جواب دیا گیا کہ جس کو کوئی چیز بطور حصہ دی جائے یا وہ بہت نفع حاصل کرے یا اس کا پھل بہت ہو تو اُسے بھی کہا جاتا ہے: اَرْكَزْتَ یعنی تو نے مالِ دفینہ پالیا۔ پھر اس نے خود ہی اپنے قول کو ردّ کیا ہے اور کہا ہے: کوئی حرج نہیں اگر وہ اس کو چھپا لے اور پانچواں حصہ نہ دے۔

١٤٩٩: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ

١٤٩٩: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب

☆ ''خَرَجَ'' کی بجائے فتح الباری مطبوعہ بولاق میں ''أُخْرِجَ'' ہے۔ (فتح الباری جزء٣ حاشیہ صفحہ ٤٥٨) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَعَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعَجْمَاءُ جُبَارٌ وَالْبِئْرُ جُبَارٌ وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ.

سے، ابن شہاب نے سعید بن مسیّب اور ابوسلمہ بن عبدالرحمان سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جانور سے جو نقصان پہنچے، اُس کا تاوان نہیں۔ اسی طرح کنواں بھی قابل تاوان نہیں اور کان بھی قابل تاوان نہیں اور مالِ دفینہ میں پانچواں حصہ ہے۔

اطرافه: ٢٣٥٥، ٦٩١٢، ٦٩١٣۔

تشریح: **فِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ:** رِکاز سے مراد وہ مال ہے جو زیر زمین ہو۔ امام مالکؒ وامام شافعیؒ فقہائے حجاز میں سے ہیں۔ عنوانِ باب میں رکاز کی تعریف میں ان دونوں اماموں کا حوالہ اس لیے دیا گیا ہے کہ فقہائے عراق وشام میں سے امام ابوحنیفہؒ، ثوری اور اوزاعی رحمہم اللہ نے رِکاز میں معدنیات کو بھی شمار کیا ہے۔ جیسا کہ عنوانِ باب میں وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ کہہ کر ان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور ان کی دلیل کو لغت سے ردّ کیا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ اَرْكَزَهُ الرَّجُلُ اُس وقت کہا جاتا ہے؛ جب کوئی شخص زمین میں سونے کے ٹکڑے پائے۔ اس لئے رکاز میں معدن بھی شامل ہوسکتی ہے۔ اس کا امام بخاریؒ نے یہ جواب دیا ہے کہ اَرْكَزَ کے معنی یہ بھی ہیں کہ کسی شخص نے بہت نفع حاصل کیا۔ اَرْكَزَ الشَّجَرُ درخت بہت پھل لایا۔ اَرْكَزَ الرَّجُلُ آدمی کو ہبہ ملا یعنی مفت میں عطا کیا گیا تو پھر رِکاز میں اس اشتراکِ معنوی کی وجہ سے نفع، پھل وہبہ سب کو شامل کرنا ہوگا۔ مگر علامہ عینی نے امام ابوحنیفہؒ کی مدافعت کرتے ہوئے مجمع الغرائب اور نہایہ ابن اثیر کا حوالہ دیا ہے کہ رِکاز اور معدن ایک ہی ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ ۱۰۰)

ثُمَّ نَاقَضَ: یعنی امام ابوحنیفہؒ نے اپنے اس فتویٰ کے خلاف اجازت دی ہے کہ کوئی شخص اگر محتاج ہو تو معدن سے حاصل شدہ سونے چاندی کا پانچواں حصہ بجائے بیت المال کو دینے کے استعمال میں لاسکتا ہے۔ اس اجازت کے یہ معنی ہیں کہ نہ زکوٰۃ نکالے اور نہ پانچواں حصہ دے۔ زکوٰۃ خالص بیت المال کا حق ہے۔ کسی فرد کا حق نہیں کہ وہ خود گھر بیٹھے فیصلہ کرلے کہ فلاں مال پر اتنی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور چونکہ وہ خود محتاج ہے؛ اس لئے اسے استعمال کرسکتا ہے۔ امام بخاریؒ نے اس نقطہ نظر سے اسے ناجائز قرار دیا ہے۔ جمہور کی دلیل یہ ہے کہ اگر رِکاز اور معدن سے کان ہی مراد ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واوِ عاطفہ سے اِن دونوں کا الگ الگ ذکر نہ فرماتے۔ امامِ بخاریؒ نے عنوانِ باب میں حدیث وَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ فِي الْمَعْدِنِ جُبَارٌ وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُس کا حوالہ دے کر جمہور کی دلیل قبول کی ہے۔

جُبَارٌ کے معنے بلا تاوان یعنی اگر کان کے گرنے یا پھٹنے سے کارکن ہلاک ہوجائیں تو تاوان کا دعویٰ نہیں کرسکتے۔ لیکن مالکِ معدن اپنی خوشی سے ہلاک شدہ کے اقرباء کو دے سکتا ہے۔

وَأَخَذَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ .... : ابوعبید نے کتاب الاموال میں سفیان ثوریؒ کے حوالہ سے روایتاً نقل کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے معدن کو رِکاز پر قیاس کر کے اس میں پانچواں حصہ وصول کرنے کی ہدایت کی۔ پھر اس کے بعد ایک اور پروانہ لکھا کہ نصاب زکوٰۃ کے مطابق اس پر وصول کیا جائے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۴۵۹)

وَقَالَ الْحَسَنُ .... : ابن ابی شیبہ نے عاصم بن سلیمان احول بصری تابعیؒ کی سند سے حسن بصری کا محولہ بالا قول نقل کیا ہے۔ غالباً انہوں نے یہ فرق مالِ غنیمت پر قیاس کرنے کی وجہ سے کیا ہے جو بلا جنگ و مشقت حاصل ہوں، جن میں پانچواں حصہ ہے۔ (الانفال:۴۲) چونکہ مالِ غنیمت کا تعلق ایسی قوم سے ہے جو برسر پیکار ہے، اس لئے رِکاز کو مالِ غنیمت قرار دینے میں یہ شرط عائد کی گئی ہے کہ وہ بحالت دفینہ پایا جائے۔ **وَاِنْ وَّجَدْتَ اللُّقْطَةَ**- گری پڑی چیز سے متعلق بھی حسن بصریؒ کا یہی فتویٰ ہے کہ اگر دشمن کی زمین میں پائی جائے اور یہ ثابت ہو کہ برسر پیکار دشمن کی ہے تو وہ مالِ غنیمت شمار ہوگی اور اُس میں پانچواں حصہ ہے۔ عنوانِ باب میں یہ حوالے دینے کے بعد امام موصوف نے جو حدیث نقل کی ہے اُس میں رِکاز پر پانچواں حصہ علی الاطلاق دیے جانے کی تصریح ہے۔ مذکورہ بالا حوالوں کے لئے دیکھئے فتح الباری جزء۳ صفحہ ۴۵۸-۴۵۹۔

رِکاز کانیں ہوں یا مال دفینہ اِن میں خمس ہے اور اموالِ زکوٰۃ میں سے شمار نہیں ہوں گی۔ کیونکہ ان میں نہ نصاب ہے اور نہ ایک سال مدت گزرنے کی شرط اور نہ یہ شرط ہے کہ جامد ہو یا سیال یا منطبع جیسا کہ احناف نے ان کی تقسیم کر کے اول الذکر پر خمس عائد کیا ہے اور باقی دو کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ برخلاف امام شافعیؒ اور امام یوسفؒ کہ ان دونوں کے نزدیک تمام اقسام معدنیات خواہ وہ دھاتیں ہوں یا نمک کی قسم یا جواہر یا سیال چیزیں جیسے پارہ، لُک اور پٹرول وغیرہ۔ ان سب پر بلا استثنیٰ خمس ہے اور یہ کہ خمس بھی زکوٰۃ ہی کی قسم ہے جو رفاہِ عامہ کے لئے مقصود ہے۔

یہ فقیہانہ اختلاف باعتبارِ وجوب یا عدم وجوب نظر انداز کئے جانے کے لائق ہے۔ خمس معدنیات اور دفائن دونوں ہی میں واجب ہے۔ رِکاز حکومت کی ملکیت ہے۔ امام بخاریؒ نے عنوانِ باب میں اصل مسئلہ کو مذکورہ اختلافات پر مقدم رکھا ہے۔ یعنی ہر قسم کی معدنیات و دفائن میں خمس ہے۔ اس پر قیاس کیا گیا ہے جواہر، موتی، عنبر اور مچھلیوں وغیرہ کا بشرطیکہ تجارتی غرض سے ہوں اور اسی پر قیاس کیا جائے گا؛ پٹرول وغیرہ سیال مواد اور آثارِ قدیمہ کا جو ہمارے زمانہ میں زمین سے برآمد کئے جاتے ہیں۔ حکومت کا فرض ہے کہ ان کا خمس نکالے اور مصارفِ زکوٰۃ کے لئے مخصوص کرے۔ ایسا ہی افراد بھی دفائن اور معدنیات سے جو وہ حکومت سے ٹھیکہ پر لیتے ہیں، خمس ادا کریں۔

بَاب ٦٧ : قَوْلُ اللهِ تَعَالٰى وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا (التوبة: ٦٠)

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ زکوٰۃ کے حاصل کرنے والوں کو بھی دیا جائے

وَمُحَاسَبَةُ الْمُصَدِّقِيْنَ مَعَ الْإِمَامِ.

اور صدقات وصول کرنے والوں کا امام کے ساتھ حساب کتاب کرنا۔

١٥٠٠ : حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ مُوْسَى حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ اسْتَعْمَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِّنَ الْأَسْدِ عَلَى صَدَقَاتِ بَنِي سُلَيْمٍ يُدْعَى ابْنَ اللُّتْبِيَّةِ فَلَمَّا جَاءَ حَاسَبَهُ.

١٥٠٠: یوسف بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابواُسامہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ہشام بن عروہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسد قبیلہ کے ایک شخص کو بنی سلیم کے صدقات کو وصول کرنے کے لئے مقرر کیا۔ اسے ابن اللُّتْبِيَّه کہتے تھے۔ جب وہ آیا تو آپؐ نے اس سے حساب لیا۔

اطرافه: ٩٢٥، ٢٥٩٧، ٦٦٣٦، ٦٩٧٩، ٧١٧٤، ٧١٩٧۔

تشریح: مُحَاسَبَةُ الْمُصَدِّقِيْنَ: زکوٰۃ کے مصرف میں کارکنانِ تحصیل زکوٰۃ ادنیٰ و اعلیٰ سب شامل ہیں۔ سابقہ باب کی تشریح میں بیان کیا جا چکا ہے کہ کسی فرد کے لئے جائز نہیں کہ وہ زکوٰۃ کا خود حساب کر کے اُسے اپنے یا غیر کے لئے خرچ کرے۔ حتیٰ کہ محصلین بھی پابند ہیں کہ وہ زکوٰۃ کا حساب امام کے سامنے پیش کریں۔ اس میں سے خود بخود اپنے لئے رکھ لینا جائز نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عبداللہ بن لتبیہؓ سے جائزہ لینے کا واقعہ مختصراً یہی بات ذہن نشین کرانے کے لئے نقل کیا گیا ہے کہ قرآنِ مجید نے جن افراد کو زکوٰۃ کا مستحق ٹھہرایا ہے، ان کے لئے جائز نہیں کہ وہ بغیر اجازت امام کے زکوٰۃ میں سے اپنے لئے رکھ لیں۔ حضرت عبداللہ بن لتبیہؓ کے پاس زکوٰۃ کے مال میں سے کچھ پایا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاع ملنے پر ان سے حساب لیا تو انہوں نے کہا کہ یہ مال بطور ہدیہ انہیں دیا گیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: پھر گھر میں کیوں نہ بیٹھے رہے۔ وہیں ہدیہ پہنچ جاتا۔ (کتاب الهبة روایت نمبر ٢٥٩٧) قرآنِ مجید نے مصرفِ زکوٰۃ میں محتاجوں کا حق کارکنوں کے حق پر مقدم رکھا ہے۔ لیکن اس کے برعکس پبلک روپے کا بیشتر حصہ کارکنوں پر خرچ کر دیا جاتا ہے۔

بَاب٦٨ : اِسْتِعْمَالُ إِبِلِ الصَّدَقَةِ وَأَلْبَانِهَا لِأَبْنَاءِ السَّبِيْلِ

مسافروں کے لئے صدقہ کے اونٹوں اوران کے دودھ کا استعمال کرنا

١٥٠١ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ نَاسًا مِّنْ عُرَيْنَةَ اجْتَوَوُا الْمَدِيْنَةَ فَرَخَّصَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّأْتُوْا إِبِلَ الصَّدَقَةِ فَيَشْرَبُوْا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا فَقَتَلُوْا الرَّاعِيَ وَاسْتَاقُوْا الذَّوْدَ فَأَرْسَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُتِيَ بِهِمْ فَقَطَّعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ وَسَمَرَ أَعْيُنَهُمْ وَتَرَكَهُمْ بِالْحَرَّةِ يَعَضُّوْنَ الْحِجَارَةَ. تَابَعَهُ أَبُو قِلَابَةَ وَحُمَيْدٌ وَثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ.

۱۵۰۱: مسدد نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) یحییٰ (قطان) نے ہمیں بتایا کہ شعبہ سے مروی ہے کہ (انہوں نے کہا:) قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا کہ عرینہ کے کچھ لوگوں نے مدینہ کی آب و ہوا کو موافق نہ پایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دی کہ وہ صدقہ کے اونٹوں میں چلے جائیں اوران کا دودھ اور پیشاب پئیں۔ انہوں نے چرواہے کو مار ڈالا اور اونٹ ہانک کر لے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سواروں کو) ان کے پیچھے بھیجا۔ ان کو لایا گیا اوران کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے اور ان کی آنکھیں نکال دی گئیں اور انہیں پتھریلی زمین میں چھوڑ دیا۔ جہاں وہ پتھروں پر دانت مارتے۔ (قتادہ کی طرح) ابوقلابہ، حمید اور ثابت نے بھی حضرت انسؓ سے یہی بات بیان کی ہے۔

اطرافه: ٢٣٣، ٣٠١٨، ٤١٩٢، ٤١٩٣، ٤٦١٠، ٥٦٨٥، ٥٦٨٦، ٥٧٢٧، ٦٨٠٢، ٦٨٠٣، ٦٨٠٤، ٦٨٠٥، ٦٨٩٩۔

تشریح: اِسْتِعْمَالُ اِبِلِ الصَّدَقَةِ وَاَلْبَانِهَا لِاَبْنَاءِ السَّبِيْلِ: تقسیم زکوٰۃ کی ایک تو یہ صورت ہے کہ کسی کو کلیۃً دے دی جائے اور دوسری صورت یہ ہے کہ اصل مال محفوظ رکھتے ہوئے اس کے منافع سے فائدہ اٹھانے کا موقع ضرورت مندوں کو دیا جائے۔ اس دوسری صورت کی طرف توجہ منعطف کرانے کے لئے یہ باب قائم کیا گیا ہے۔ واقعہ مذکورہ بالا کی تفصیل کے لئے دیکھئے کتاب الوضوء- روایت نمبر۲۳۳۔ جہاں یہ روایت ابوقلابہ سے مروی ہے۔ حمید سے امام مسلمؒ، نسائیؒ ☆ اور ابن خزیمہؒ نے یہی روایت موصولاً نقل کی ہے۔ ثابت کی روایت کتاب الطب میں

☆ (مسلم، كتاب القسامة والمحاربين والقصاص والديات، باب حكم المحاربين والمرتدين)
(نسائى، كتاب تحريم الدم، ذكر اختلاف الناقلين لخبر حميد عن انس بن مالك فيه)

موصولاً منقول ہے۔(دیکھئے بخاری، کتاب الطب، باب الدواء بألبان الإبل، روایت نمبر۵۶۸۵)
(فتح الباری جزء۳صفحہ۴۶۲)

ابن السبیل کے تعلق میں ایک تو وہ صورت ہے جو روایت نمبر ۱۵۰۱ میں بیان ہوئی ہے۔اسی شق میں سفر کی سہولت کے لئے سڑکوں، پلوں اور مسافر خانوں کی تعمیر، کنوئیں بنوانا، حفاظتی چوکیاں قائم کرنا تا سفر پر امن ہو سکیں، ادارہ سیاحت کا قیام تا دوسرے ممالک میں آنے جانے میں آسانیاں پیدا ہوں اور ایک دوسرے سے فائدہ اُٹھانے کے مواقع اپنوں اور غیروں کے لئے بہم پہنچیں۔ اسلامی حکومتوں نے اپنے وقت میں یہ سب کام کئے۔ شیر شاہ سوری کی یادگار جرنیلی سڑک پشاور سے کلکتہ تک اب تک موجود ہے جس پر جابجا باؤلیاں (یعنی پکے کنویں) اور سرائیں بنائی گئیں اور محافظین کا انتظام بھی قافلوں کے لئے ہوتا تھا۔

بَاب ٦٩: وَسْمُ الْإِمَامِ إِبِلَ الصَّدَقَةِ بِيَدِهِ

صدقہ کے اونٹوں کو امام کا اپنے ہاتھ سے داغنا

١٥٠٢: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ غَدَوْتُ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ لِيُحَنِّكَهُ فَوَافَيْتُهُ فِي يَدِهِ الْمِيْسَمُ يَسِمُ إِبِلَ الصَّدَقَةِ.

اطرافه: ٥٥٤٢، ٥٨٢٤۔

۱۵۰۲: ابراہیم بن منذر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ولید (بن مسلم) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابوعمرو اوزاعی نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے مجھے بتایا۔ (کہتے تھے) کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا، کہا: میں صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عبداللہ بن ابی طلحہؓ کو لے کر گیا تا آپؐ اس کو گھٹی دیں۔ میں نے آپؐ کو پایا کہ آپؐ کے ہاتھ میں داغ دینے کا آلہ تھا۔ آپؐ صدقہ کے اونٹوں کو داغ دے رہے تھے۔

تشریح: **وَسْمُ الْإِمَامِ إِبِلَ الصَّدَقَةِ بِيَدِهِ**: یہ باب بھی یہی بات ذہن نشین کرانے کی غرض سے قائم کیا گیا ہے کہ صدقہ کی حفاظت اور اس کی تقسیم سے متعلق اہتمام رکھنا درحقیقت امام کے فرائض میں سے ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے ہاتھ سے صدقہ کے جانوروں کو نشان (مِیسم) سے داغا کرتے تھے۔ مبادا وہ دوسرے جانوروں سے مل جائیں اور شناخت کرنے میں دقت ہو یا کوئی شخص صدقہ دینے کے لئے اسے خریدے۔ خلفائے راشدین بھی آپؐ کے اسی اسوۂ حسنہ پر عمل کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ سے متعلق مروی ہے: رَأَى رَجُلٌ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ

يَهْنَأُ بَعِيرًا مِّنْ اِبِلِ الصَّدَقَةِ فَقَالَ لَهُ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَکَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَهَلْ اَمَرْتَ عَبْدًا مِّنْ عَبِيْدِ الصَّدَقَةِ يَكْفِيْکَ هَذَا فَالْتَفَتَ اِلَيْهِ عُمَرُ وَقَالَ وَأَیُّ عَبْدٍ هُوَ اَعْبَدُ مِنِّیْ اِنَّهُ مَنْ وَلِیَ اَمْرَ الْمُسْلِمِيْنَ فَهُوَ لِلْمُسْلِمِيْنَ يَجِبُ عَلَيْهِ لَهُمْ مَا يَجِبُ عَلَى الْعَبْدِ لِسَيِّدِهِ مِنَ النَّصِيْحَةِ وَاَدَاءِ الْاِمَانَةِ.

(عظمة الاسلام-تالیف محمود مهدی الاستانبولی،حاشیہ صفحہ۶۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسوۂ حسنہ میں ہمارے لئے یہ سبق ہے کہ زکوٰۃ بیت المال کا حق ہے اوراس کی حفاظت اور مصرف کا ذمہ دار خود امام یعنی خلیفہ وقت ہے۔ باب ۶۷ کے بعد یہ دو باب قائم کرنے سے یہی بات ذہن نشین کرانا مقصود ہے۔

احناف میں سے بعض نے صدقہ کے جانور داغنا مکروہ گردانا ہے کیونکہ ایک دوسری روایت میں جانور کو دکھ دینے کی ممانعت کے بارے میں تصریح ہے۔ امام ابن حجرؒ کا خیال ہے کہ اس لئے امام موصوفؒ نے یہ باب قائم کیا ہے۔(فتح الباری جزء۳ صفحہ۴۶۲) ممکن ہے یہ غرض بھی مدنظر ہو۔مگر عنوانِ باب امام کے ذاتی اہتمام پر بالوضاحت دلالت کرتا ہے۔

۞۞۞۞۞

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

أَبْوَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ☆

بَاب ٧٠: فَرْضُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ

صدقہ فطر کا فرض ہونا

وَرَأَى أَبُو الْعَالِيَةِ وَعَطَاءٌ وَابْنُ سِيْرِيْنَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ فَرِيْضَةً.

اور ابوالعالیہ، عطاء اور ابن سیرین صدقہ فطر کو فرض سمجھتے تھے۔

١٥٠٣: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ ابْنِ السَّكَنِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَهْضَمٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ نَافِعٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى وَالصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَأَمَرَ بِهَا أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ.

۱۵۰۳: یحيٰ بن محمد بن سکن نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) محمد بن جہضم نے ہمیں بتایا، (کہا:) اسماعیل بن جعفر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمر بن نافع سے، عمر نے اپنے باپ سے، انہوں نے (حضرت عبداللہ) ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ وہ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو زکوٰۃ فطر مسلمانوں پر فرض کی ہے خواہ غلام ہو یا آزاد، مرد ہو یا عورت، بڑا ہو یا چھوٹا اور آپؐ نے حکم دیا کہ وہ ادا کی جائے پیشتر اس کے کہ لوگ نماز کے لئے نکلیں۔

اطرافه: ١٥٠٤، ١٥٠٧، ١٥٠٩، ١٥١١، ١٥١٢.

تشریح: **فَرْضُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ:** صدقہ فطر کو فقہاء میں سے ایک فریق (احناف) واجب اور ایک دوسرا فریق سنت موکدہ قرار دیتا ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۴۶۳) عنوانِ باب میں جن فقہاء کے فتویٰ کا حوالہ

☆ الفاظ "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ أَبْوَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ" عمدۃ القاری کے مطابق ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ۱۰۷)

دیا گیا ہے، انہوں نے اس کی فرضیت سے متعلق تصریح کی ہے۔ابوالعالیہ رفیع بن مہران ریاحی بصری نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا زمانہ پایا اورانہیں دیکھا۔قرآن کریم کے بہت بڑے عالم تھے۔۹۰ھ میں فوت ہوئے۔(تھذیب التھذیب، حرف الراء المهملة، من اسمه رفیع، جزء۳صفحہ۲۴۶) یہ تینوں فقہاء مشہور ثقہ تابعین میں سے ہیں۔روایت نمبر۱۵۰۳ ۱۵۰۱ میں بجائے صدقہ فطر؛ زکوٰۃ کا لفظ ہے جو اس صدقے کی فرضیت پر دال ہے۔حکم وَآتُوا الزَّكَاةَ کی تشریح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس جس طرح فرمائی ہے، اسے قبول کرنا فرض ہے اور الفاظ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى وَالصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ بھی اسی فرضیت کو ظاہر کرتے ہیں۔حدیث نمبر۱۵۰۳ اور تواتر دونوں مسئلہ معنونہ کی تائید میں ہیں۔

بَاب ۷۱: صَدَقَةُ الْفِطْرِ عَلَى الْعَبْدِ وَغَيْرِهِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ

مسلمانوں میں سے غلام وغیرہ پر صدقہ فطر کی فرضیت

۱۵۰٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَضَ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ عَلَى كُلِّ حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ.

۱۵۰۴: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالکؒ نے ہمیں بتایا۔انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ فطر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو ہر آزاد یا غلام، مرد یا عورت مسلم پر فرض کی۔

اطرافه: ۱۵۰۳، ۱۵۰۷، ۱۵۰۹، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲۔

تشریح: صَدَقَةُ الْفِطْرِ عَلَى الْعَبْدِ وَغَيْرِهِ: یہ باب بھی سابقہ مضمون کی مزید وضاحت کے لئے قائم کیا گیا ہے۔صدقہ فطر فرض ہونے کی وجہ سے ہی غلاموں، نوکروں اور بچوں کی طرف سے دیا جاتا ہے۔ امام مالکؒ کی روایت مذکورہ بالا قتیبہؒ بن سعید نے بھی نقل کی ہے اور اس میں مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ کے الفاظ نہیں۔لیکن باقی تمام سندوں میں یہ الفاظ ہیں۔اسی لئے امام موصوفؒ نے عنوانِ باب میں ان الفاظ کو نمایاں کیا ہے۔

(تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری جزء۳صفحہ۴۶۶-۴۶۷)

بَاب ۷۲: {صَدَقَةُ الْفِطْرِ ☆} صَاعٌ مِنْ شَعِيرٍ
{صدقہ فطر☆} ایک صاع جو ہے

۱۵۰۵: حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُطْعِمُ الصَّدَقَةَ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ.

اطرافه: ۱۵۰۶، ۱۵۰۸، ۱۵۱۰۔

۱۵۰۵: قبیصہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سفیان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زید بن اسلم سے، زید نے عیاض بن عبداللہ سے، عیاض نے حضرت ابوسعید (خدری) رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: صدقہ فطر ایک صاع جو (مسکین کو) کھانے کے لئے دیا کرتے تھے۔

بَاب ۷۳: صَدَقَةُ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ
صدقہ فطر ایک صاع اناج ہے

۱۵۰۶: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ الْعَامِرِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ كُنَّا نُخْرِجُ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ أَقِطٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ زَبِيْبٍ.

اطرافه: ۱۵۰۵، ۱۵۰۸، ۱۵۱۰۔

۱۵۰۶: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زید بن اسلم سے، زید نے عیاض بن عبداللہ بن سعد بن ابی سرح عامری سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا۔ کہتے تھے: ہم زکوٰۃِ فطر ایک صاع خوراک نکالا کرتے تھے یا ایک صاع جو یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع کشمش۔

☆ الفاظ "صَدَقَةُ الْفِطْرِ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں (فتح الباری جزء ۳ حاشیہ صفحہ ۴۶۷) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

بَاب ٧٤: صَدَقَةُ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ

صدقہ فطر ایک صاع کھجور

١٥٠٧: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَّافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ قَالَ أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيرٍ قَالَ عَبْدُ اللهِ رضی اللہ عنہ فَجَعَلَ النَّاسُ عِدْلَهُ مُدَّيْنِ مِنْ حِنْطَةٍ.

۱۵۰۷: احمد بن یونس نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے روایت کی کہ حضرت عبداللہ (بن عمرؓ) نے کہا کہ نبی ﷺ نے زکوٰۃ فطر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جَو دینے کا حکم دیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے: لوگوں نے دو مد گیہوں (ایک صاع جَو) کے برابر مقرر کئے۔

اطرافه: ١٥٠٣، ١٥٠٤، ١٥٠٩، ١٥١١، ١٥١٢.

بَاب ٧٥: صَاعٌ مِنْ زَبِيْبٍ

ایک صاع کشمش

١٥٠٨: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُنِيْرٍ سَمِعَ يَزِيْدَ الْعَدَنِيَّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ حَدَّثَنِي عِيَاضُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُعْطِيْهَا فِي زَمَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيرٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ زَبِيْبٍ فَلَمَّا جَاءَ مُعَاوِيَةُ وَجَاءَتِ السَّمْرَاءُ قَالَ أُرَى مُدًّا مِّنْ هَذَا يَعْدِلُ مُدَّيْنِ.

۱۵۰۸: عبداللہ بن منیر نے ہم سے بیان کیا کہ انہوں نے یزید (بن ابی حکیم) عدنی سے سنا۔ (انہوں نے کہا:) سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔ زید بن اسلم سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: عیاض بن عبداللہ (بن سعد) بن ابی سرح نے مجھے بتایا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں (صدقہ فطر) ایک صاع اناج کا یا ایک صاع کھجور کا یا ایک صاع جَو کا یا ایک صاع کشمش کا دیا کرتے تھے۔ جب معاویہؓ آئے اور گندم بھی آئی تو حضرت ابوسعیدؓ کہتے تھے: میں سمجھتا ہوں کہ اس (گندم) کا مُدّ (اناج کے) دو مُدّ کے برابر ہے۔

اطرافه: ١٥٠٥، ١٥٠٦، ١٥١٠.

تشریح: صَـاعٌ جو حجاز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں رائج تھا، پونے تین سیر کے برابر تھا۔ امام موصوفؒ نے چار باب یکے بعد دیگرے قائم کرکے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ خوراک کی اجناس میں سے جو بھی میسر ہو؛ ایک صاع صدقہ فطر دیا جا سکتا ہے۔ باب ۷۳-۷۵ کے عنوانوں میں مختلف اجناس کا ذکر کرتے ہوئے لفظ صاع اس لئے دہرایا گیا ہے تا اس معین مقدار کی طرف توجہ دلائی جائے۔ باب ۷۵ کا عنوان بھی صرف صَـاعٌ مِنْ زَبِيْبٍ (یعنی ایک صاع کشمش) رکھا گیا ہے جس سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ خواہ جنس اعلیٰ قیمت کی ہو یا ادنیٰ قیمت کی۔ متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر جنس ایک ہی مقدار میں دی جائے گی۔ ان ابواب میں صاع کی تعیین و تکرار کا سبب یہ ہے کہ لوگوں نے اجناس کے درمیان تمیز کرکے عمدہ جنس چار مُدّ (یعنی ایک صاع) کی جگہ دو مُدّ دینے شروع کر دئے تھے۔ روایت نمبر ۱۵۰۷ کے آخر میں قَـالَ عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَجَعَلَ النَّاسُ عِدْلَهُ مُدَّيْنِ مِنْ حِنْطَةٍ کہہ کر اُن کے اسی تخمینہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ روایت نمبر ۱۵۰۸ کے آخر سے بھی واضح ہوتا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے شام کی اعلیٰ قسم کی گندم کا ایک مُدّ دوسری گندم کے دو مُدّ کے برابر قرار دیا تھا۔ روایت نمبر ۱۵۰۴، ۱۵۰۷ سے واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر کا فریضہ مقرر کرتے وقت جَو یا کھجور وغیرہ کے وزن میں فرق نہیں کیا بلکہ سب اجناس کا وزن ایک صاع ہی رکھا ہے۔ اس لئے معین مقدار کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

بَاب ٧٦: اَلصَّدَقَةُ قَبْلَ الْعِيْدِ

عید سے پہلے صدقہ فطر

١٥٠٩ : حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ.

۱۵۰۹: ہم سے آدم (بن ابی ایاس) نے بیان کیا، (کہا:) ہمیں حفص بن میسرہ نے بتایا۔ (انہوں نے کہا:) ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے (عید کی) نماز کے لئے نکلنے سے پہلے صدقہ فطر (ادا کرنے) کا حکم فرمایا۔

اطرافه: ١٥٠٣، ١٥٠٤، ١٥٠٧، ١٥١١، ١٥١٢.

١٥١٠ : حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ حَدَّثَنَا أَبُو عُمَرَ عَنْ زَيْدٍ عَنْ عِيَاضِ

۱۵۱۰: معاذ بن فضالہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابو عمر (حفص بن میسرہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے

بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُخْرِجُ فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ قَالَ أَبُو سَعِيْدٍ وَكَانَ طَعَامَنَا الشَّعِيْرُ وَالزَّبِيْبُ وَالْأَقِطُ وَالتَّمْرُ.

اطرافه: ١٥٠٥، ١٥٠٦، ١٥٠٨۔

زید (بن اسلم) سے، زید نے عیاض بن عبداللہ بن سعد سے، عیاض نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم عید فطر کے دن ایک صاع خوراک (صدقہ کے لئے) نکالا کرتے تھے۔ حضرت ابوسعیدؓ نے کہا: اور ہماری خوراک جو، کشمش، پنیر اور کھجور ہوتی تھی۔

تشریح: **اَلصَّدَقَةُ قَبْلَ الْعِيْدِ:** صدقہ فطر سے چونکہ غرض یہ ہے کہ غریب لوگ بھی عید کے دن امیروں کے ساتھ عید منائیں اور چونکہ رمضان ختم ہونے پر صبح ناشتہ کرنے کے بعد نمازِ عید کے لئے جانا ضروری ہے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی نماز پڑھنے سے قبل صدقہ فطر دیا جانا ضروری قرار دیا ہے۔ عنوانِ باب کو بھی اسی لئے جملہ اسمیہ سے قائم کر کے اِس مسئلہ کو بالجزم پیش کیا ہے۔ روایت نمبر ۱۵۰۹ زیر نمبر ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۷ بھی گزر چکی ہے۔ روایت نمبر ۱۵۱۰ کے فقرہ يَوْمَ الْفِطْرِ سے بظاہر پایا جاتا ہے کہ عید کے دن صدقہ فطر سارے دن میں کسی وقت دیا جاسکتا ہے۔ امام شافعیؒ نے انہی الفاظ کی بناء پر عید کا سارا دن ہی صدقہ دینے کے لئے مراد لیا ہے اور حضرت ابن عمرؓ کی روایت نمبر ۱۵۰۹ میں جو حکم ہے، اس کی تعمیل مستحب قرار دی ہے نہ فرض۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۴۷۳) اس اختلاف کے پیش نظر امام بخاریؒ کو جزم کے ساتھ عنوان اَلصَّدَقَةُ قَبْلَ الْعِيْدِ قائم کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی ہے۔

بَاب ۷۷: صَدَقَةُ الْفِطْرِ عَلَى الْحُرِّ وَالْمَمْلُوْكِ

آزاد اور غلام پر صدقہ فطر

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِي الْمَمْلُوْكِيْنَ لِلتِّجَارَةِ يُزَكَّى فِي التِّجَارَةِ وَيُزَكَّى فِي الْفِطْرِ.

اور زہری نے کہا: جو غلام لونڈیاں تجارت کے لئے ہوں؛ اُن کی زکوٰۃ بھی دی جائے اور صدقہ فطر بھی دیا جائے۔

١٥١١: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ

۱۵۱۱: ابونعمان نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) حماد بن زید نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ایوب (سختیانی) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع

فَرَضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ أَوْ قَالَ رَمَضَانَ عَلَى الذَّكَرِ وَالْأُنْثَى وَالْحُرِّ وَالْمَمْلُوْكِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ فَعَدَلَ النَّاسُ بِهِ نِصْفَ صَاعٍ مِّنْ بُرٍّ فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يُعْطِيْ التَّمْرَ فَأَعْوَزَ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ مِنَ التَّمْرِ فَأَعْطَى شَعِيْرًا فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُعْطِيْ عَنِ الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ حَتَّى إِنْ كَانَ يُعْطِيْ عَنْ بَنِيَّ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يُعْطِيْهَا الَّذِيْنَ يَقْبَلُوْنَهَا وَكَانُوْا يُعْطُوْنَ قَبْلَ الْفِطْرِ بِيَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ.

{قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ بَنِيَّ يَعْنِي كَانُوْا بَنِي نَافِعٍ قَالَ كَانُوْا يُعْطُوْنَ لِلْجَمْعِ لَا لِلْفُقَرَاءِ.☆}

نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر- یا یوں کہا: صدقہ رمضان- مرد اور عورت، آزاد اور غلام پر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جَو کا فرض کیا ہے۔ پھر لوگوں نے گیہوں کا آدھا صاع اس کے برابر قرار دیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کھجور دیا کرتے تھے۔ جب مدینہ والوں کے پاس کھجور کے درخت کم ہو گئے تو وہ جَو دینے لگے اور حضرت ابن عمرؓ چھوٹے اور بڑے کی طرف سے صدقہ فطر دیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ میرے بیٹوں کی طرف سے بھی دیتے تھے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما صدقہ ان لوگوں کو دیا کرتے تھے جو اُسے وصول کرتے اور صحابہؓ عید سے ایک یا دو دِن پہلے دیا کرتے تھے۔

{ابوعبداللہ (بخاریؒ) نے کہا: میرے بیٹوں سے مراد نافع کے بیٹے ہیں۔ امام بخاریؒ نے کہا: وہ صدقہ اکٹھا ہونے کے لئے دیا کرتے تھے نہ کہ محتاجوں کو۔☆}

اطرافه: ۱۵۰۳، ۱۵۰٤، ۱۵۰۷، ۱۵۰۹، ۱۵۱۲۔

تشریح: **صَدَقَةُ الْفِطْرِ عَلَى الْحُرِّ وَالْمَمْلُوْكِ:** باب ۷۷ کا مضمون باب ۷۱ کے مضمون سے جدا ہے۔ وہاں نہ صرف یہ ذکر ہے کہ صدقہ فطر تمام مسلمانوں پر علی الاطلاق فرض ہے بلکہ اس بارے میں روایت کی تحقیق بھی مدنظر تھی۔ مگر یہاں ایک اور فقہی اختلاف کو مدنظر رکھ کر عنوان قائم کیا گیا ہے۔ جیسا کہ وَقَالَ الزُّهْرِيُّ ..... کہہ کر توجہ اس اختلاف کی طرف منعطف کی ہے۔ باب ۴۶ میں گزر چکا ہے کہ گھر کے غلام، لونڈی پر کوئی زکوٰۃ نہیں۔ لیکن تجارت کے لئے جو غلام، لونڈیاں ہوں؛ کیا مالک قطع نظر اس سے کہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم؛ ان کی طرف سے بھی صدقہ فطر ادا کرے یا نہ کرے؟ یہ مسئلہ ہے جس کا جواب جمہور نے اثبات میں اور احناف، امام نخعیؒ اور امام ثوریؒ نے نفی

☆ یہ الفاظ فتح الباری مطبوعہ انصاریہ میں ہیں۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ ۴۷۳) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

میں دیا ہے۔حنفیوں کی دلیل یہ ہے کہ جب غلاموں کی زکوۃ نکالی جاتی ہے تو پھر زکوۃ فطر نکالنے کی ضرورت نہیں۔ایک ہی مال پر دو زکوتیں عائد نہیں ہوتیں۔(فتح الباری جزء۳صفحہ ۴۷۳) نافع حضرت ابن عمرؓ کے مسلم غلام تھے۔حضرت ابن عمرؓ اُن کی اوران کے بچوں کی طرف سے صدقہ فطر دیا کرتے تھے۔

باب ۷۱ میں اس امر کی تصریح ہے کہ صدقہ فطر مسلمانوں پر فرض ہے۔اگر غلام اور لونڈی مسلمان ہوں تو اُن پر بھی صدقہ فطر فرض ہے اور مالک کو چاہیے کہ جیسا کہ وہ اُن مملوکہ اشخاص پر جو تجارت کی غرض سے ہوں؛ زکوۃ ادا کرتا ہے؛ اسی طرح وہ صدقہ فطر بھی ادا کرے۔

كَانُوا يُعْطُونَ لِلْجَمْعِ لَا لِلْفُقَرَاءِ: امام بخاریؒ نے روایت نمبر ۱۵۱۱ کے آخر میں واردشدہ الفاظ يُعْطِيهَا الَّذِينَ يَقْبَلُونَهَا سے مراد محصّلین لئے ہیں۔(لفظ قَبِلَ لفظ قَبَضَ کے معانی میں ہے۔) امام ابن حجرؒ نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں امام وصولی کرنے کے لیے مقرر کرے اور بتایا ہے کہ یہ صدقہ فطر بھی محتاجوں میں تقسیم کرنے کے لئے جمع کیا جاتا تھا۔لوگ براہِ راست محتاجوں کو نہ دیتے۔(فتح الباری جزء۳صفحہ ۴۷۴) اس تعلق میں مؤطا امام مالک، كتاب الزكاة، باب وقت إرسال زكاة الفطر نیز بخاری، كتاب الوكالة، باب اذا وكل رجلا فترك الوكيل شيئا بھی ملاحظہ ہو۔مسلمان اب اسلام کے ان احکام، ان کی غرض وغایت اور اسوۂ آنحضرت ﷺ اور تعامل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھول بیٹھے ہیں۔زکوۃ اور صدقہ فطر جو ایک نظام کے تحت جمع اور تقسیم ہوتا تھا، اُسے ایسے طور سے دینا شروع کر دیا ہے کہ قوم کی حالت بجائے اصلاح پذیر ہونے کے بگڑ گئی ہے اور زکوۃ وصدقہ وخیرات کا موجودہ طریق فقیروں کی تعداد بڑھانے کا باعث بن گیا ہے۔اس میں طریق مسنون کو بحال کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

بَاب ۷۸: صَدَقَةُ الْفِطْرِ عَلَى الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ

صدقہ فطر چھوٹے اور بڑے پر

{قَالَ أَبُو عَمْرٍو وَرَأَى عُمَرُ وَعَلِيٌّ وَابْنُ عُمَرَ وَجَابِرٌ وَعَائِشَةُ وَطَاوسٌ وَعَطَاءٌ وَابْنُ سِيْرِيْنَ أَنْ يُزَكَّى مَالُ الْيَتِيْمِ وَقَالَ الزُّهْرِيُّ يُزَكَّى مَالُ الْمَجْنُوْنِ.☆}

{ابوعمرو نے کہا: حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت جابرؓ، حضرت عائشہؓ، طاؤس، عطاء اور ابن سیرین کی رائے تھی کہ یتیم کے مال سے بھی زکوۃ دی جائے اور زہری نے کہا: مجنون کے مال سے بھی زکوۃ دی جائے۔☆}

١٥١٢: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا

۱۵۱۲: مسدد نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) یحيٰ

☆ یہ الفاظ فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہیں۔(فتح الباری جزء۳حاشیہ صفحہ ۴۷۵) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ عَلَى الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ وَالْحُرِّ وَالْمَمْلُوْكِ.

(قطان) نے ہمیں بتایا کہ عبیداللہ (عمری) سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر ایک صاع جو یا ایک صاع کھجور چھوٹے اور بڑے، آزاد اور غلام پر فرض کیا ہے۔

اطرافه: ١٥٠٣، ١٥٠٤، ١٥٠٧، ١٥٠٩، ١٥١١.

تشریح: صَدَقَةُ الْفِطْرِ عَلَى الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ: صدقہ فطر میں چھوٹے بڑے، بالغ اور نابالغ کی تمیز نہیں کی گئی۔ نہ آزاد اور غلام کی اور نہ یتیم کی۔ اسی سے مسئلہ کی عمومیت ظاہر ہے۔ عنوانِ باب میں جو حوالے دئے گئے ہیں، ان سے بھی یہی عمومیت ثابت کرنا مقصود ہے اور فقہاء میں سے ایک فریق یعنی احناف کی رائے کا ردّ کیا ہے۔ جنہوں نے نابالغ کو اس لئے مستثنیٰ گردانا ہے کہ عبادت اس پر واجب نہیں اور چونکہ زکوٰۃ بھی عبادت ہی کی قسم ہے، اس لیے نابالغ پر واجب نہیں۔ (بداية المجتهد، كتاب زكاة الفطر، الفصل الثانى فيمن تجب عليه وعمن تجب) مگر اُن کا یہ خیال قیاس مع الفارق ہے۔ اگر نابالغ صاحب نصاب ہو تو اس کا ولی اور سرپرست زکوٰۃ وصدقہ اُس کے مال سے ادا کرنے کا ذمہ دار ہے۔ یہی حکم یتیم کے اموال پر بھی عائد ہوتا ہے۔ نماز وروزہ کی عبادت سے کم سن بچوں کی معذوری اُنہیں زکوٰۃ سے معذور نہیں ٹھہرا سکتی۔ کیونکہ شریعت اسلامیہ نے مربی (Guardian) کا فرض قرار دیا ہے کہ یتیم کا مال تجارت وغیرہ کے ذریعے بڑھائے اور اُس سے اُس کی معیشت کا انتظام کیا جائے۔ جیسا کہ فرماتا ہے: وَارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا...... (النساء:٦) عنوان باب میں بعض صحابہؓ وتابعینؒ کے فتویٰ کا حوالہ اسی اختلاف کے پیش نظر دیا گیا ہے جو یتیم کے مال میں سے صدقہ نکالنے کے بارے میں فقہاء کے درمیان ہوا ہے۔ زکوٰۃ ایسا فریضہ ہے کہ وہ کسی فرد سے بوجہ صغرسنی یا یتیمی ساقط نہیں ہوسکتا۔ بچہ بالغ ہو کر اپنے مربی (کفیل وسرپرست) کے عمل کی تصدیق کرسکتا ہے؛ اگر تصدیق کی ضرورت سمجھی جائے۔ خود امام ابوحنیفہؒ نے بھی فتویٰ دیا ہے کہ یتیم کی زرعی پیداوار پر زکوٰۃ عشر عائد کی جاسکتی ہے۔ کیونکہ زرعی پیداوار میں دوسرے لوگوں کی محنت شامل ہے۔ یہی صورت یتیم کے دوسرے اموال کی بھی ہے۔ ذرائع پیداوار سے جس قسم کی دولت پیدا ہوگی اس پر بہرحال نصاب وشرائط کے مطابق زکوٰۃ عائد ہوگی۔ اگر دولت نقدی کی صورت میں ہو تو اس دولت کو اسلام بیکار رکھنے کی اجازت نہیں دیتا، بلکہ اسے نفع بخش صورت میں کاروبار پر لگانے کی ہدایت کرتا ہے۔ عَنْ عَمْرِو ابْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ أَلَا مَنْ وَّلِيَ يَتِيْمًا لَّهُ مَالٌ فَلْيَتَّجِرْ فِيْهِ وَلَا

يَتْرُكُهُ حَتَّى تَأْكُلَهُ الصَّدَقَةُ. (ترمذی، کتاب الزکاة، باب ما جاء فی زکاة مال الیتیم) یعنی یتیم کے سرپرست کو چاہیے کہ وہ یتیم کے مال کو تجارت میں لگائے اور اُسے بے کار نہ رہنے دے کہ صدقہ اُسے کھا جائے۔ امام شافعیؒ کا فتویٰ کہ یتیم کے مال پر زکوٰۃ فرضِ واجب ہے؛ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر ہی مبنی ہے۔ وَاسْتَدَلَّ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِقَوْلِهِ ﷺ ابْتَغُوْا فِي اَمْوَالِ الْيَتَامٰى خَيْرًا كَيْلَا تَأْكُلَهُ الصَّدَقَةُ اَوْ تَأْكُلَهُ الزَّكَاةُ.
(المبسوط، کتاب الزکاة، الفصل الرابع، جزء۲ صفحہ۱۶۲)

امام بخاریؒ کو چونکہ اُن کی شرائط کے مطابق مستند روایت نہیں ملی، اس لئے انہوں نے روایت نمبر۱۵۱۲ پر ہی اپنے فتوٰی کی بنیاد رکھی ہے۔ کیونکہ صغیر کا لفظ عام ہے اور یتیم پر بھی اطلاق پاتا ہے اور عنوانِ باب میں صحابہؓ و تابعین کے فتویٰ اور تعامل کا ذکر کر کے مسئلہ معنونہ کی صحت میں قوت پیدا کر دی گئی ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞

خلاصہ کتاب الزکوٰۃ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرائض کی بحث کے تحت کتاب الزکوٰۃ میں صدقہ فطر کے ابواب کو بھی اس لئے شامل کیا ہے کہ ان دونوں میں فرق عموم وخصوص کا ہے۔ایک صدقہ زکوٰۃ ہے جس کے لئے نصاب اور مستحقین کی خاص حدود مقرر کی گئی ہیں اور دوسرا صدقہ فریضہ فطر جس میں امیر وغریب، چھوٹے بڑے کی کوئی تمیز نہیں رکھی گئی۔ نہ یتیم کو مستثنیٰ کیا گیا۔ جَو کھانے والا جَو، گندم کھانے والا گندم، کھجور پر گزارا کرنے والا کھجور کا صدقہ برابر مقدار میں دے اور یہ صدقہ نمازِ عید سے قبل دیا جائے گا۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝ (الاعلیٰ:۱۵،۱۶) تَزَكّٰى کے معنے زکوٰۃ نکالنے کے بھی ہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشادِ باری تعالیٰ کی تعمیل- جہاں تک الفاظ کے ظاہری مفہوم اور ان کی ترتیب کا تعلق ہے-خود بھی کی اور اپنی امت سے بھی کرائی۔احکام الٰہی کا پاس جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا اس کی مثال ملنا ناممکن ہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ۔

کتاب الزکوٰۃ کے خاتمہ پر قارئین کی توجہ اس حقیقت کی طرف منعطف کرانا بے محل نہ ہوگا کہ شریعتِ اسلامیہ کے احکام اپنے ساتھ کامل تفصیل رکھتے ہیں۔اس کا کوئی حکم ایسا نہیں جو فی ذاتہٖ کسی پہلو سے ناقص یا مبہم ہو۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاک نمونہ سے ان احکام کو اپنی امت کے لئے ہر طرح سے واضح فرما دیا ہے۔آپؐ کی شریعت لاریب ایک کامل دستور العمل ہے جس میں حیات بشریہ کی تمدنی ومعاشرتی ضروریات اصولاً وتفصیلاً بیان کر دی گئی ہیں اور اس کی تشریحات میں اپنے متبعین کو غیر کا محتاج نہیں رکھا۔مثال کے لئے مسائل زکوٰۃ وصدقات پر ایک سرسری نظر ڈال کر دیکھیں کہ وہ کہاں تک تفصیلی وعملی وضاحت اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔توریت وانجیل نے نرسنگے کی آواز کے ساتھ صدقہ دینے کو ریاکاری قرار دیتے ہوئے اعلانیہ صدقہ سے منع کیا ہے۔(متی باب ۶ آیت ۲،۳) مگر شریعت اسلامیہ نے جہاں صدقہ میں ریاکاری سے بشدّت روکا ہے۔(دیکھئے باب ۶، ۷، ۱۰، ۱۷) وہاں موقع ومحل کے مطابق اعلانیہ کے ساتھ پوشیدہ صدقہ دینے کی بھی تلقین کی ہے۔گویا اس بارہ میں اصلاحِ نفس وتمدن بشری کی ضرورت کے دونوں پہلوؤں کو مدنظر رکھا ہے۔(باب ۱۲، ۱۳، ۱۴) انجیل کہتی ہے: اس طور سے صدقہ دے کہ بائیں ہاتھ کو معلوم نہ ہو کہ دایاں کیا دے رہا ہے۔(متی باب ۶ آیت ۳،۴) یہ حکم وضاحت طلب ہے اور انجیل میں اس کی کوئی تشریح نہیں۔شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی یہ حکم دہرایا ہے۔مگر اس کے ساتھ تشریح فرمائی ہے اور اس کی وضاحت میں متعدد ہدایتیں بطور مثال بیان کی ہیں۔تا اس ارشاد کو بآسانی عملی جامہ پہنایا جاسکے۔

(دیکھئے باب۱۳ تا ۱۸) اور صدقہ کی غرض و غایت واضح کی ہے اور اس کا نظام معین شکل وصورت میں پیش کیا ہے۔(دیکھئے باب ۱ تا ۵)

علاوہ ازیں صدقہ سے متعلق بیسیوں ضروری مسائل ایسے ہیں جنہیں دیگر مذاہب نے چھوا تک نہیں۔مگر اسلام انہیں بالوضاحت ایک ایک کر کے لیتا اور ان کا مشرّح جواب دیتا ہے۔مثلاً

- ☆ صدقہ کی تعریف، قسمیں وعمومیت اور اس کا اطلاق (باب ۸، ۹، ۲۹، ۳۰، ۷۷، ۷۸)
- ☆ صدقہ میں کیا نیت ہو؟ (کتاب الزکوۃ باب ۶، کتاب الایمان باب ۴۱)
- ☆ کس قسم کی اقتصادی حالت میں دیا جائے۔(باب ۱۸، ۲۲)
- ☆ کس قسم کے مال سے دیا جائے یا نہ دیا جائے۔(باب ۷، ۸، ۲۹، ۴۵، ۴۶، ۶۵، ۶۶)
- ☆ دیتے وقت یا دینے کے بعد نفس کی کیا حالت ہو؟ (باب ۱۰)
- ☆ برمحل اور بروقت خرچ کرنے کے مواقع کیا کیا ہیں۔(باب ۵، ۹، ۱۵، ۱۶)
- ☆ کس قسم کا صدقہ افضل ہے۔(باب ۱۱)
- ☆ صدقہ دینے میں غیروں کی شرکت کی نوعیت (باب ۲۵، ۲۶)
- ☆ قابل صدقہ اموال کی تقسیم اور ان پر عائد کردہ صدقہ وزکوۃ کی تعیین (باب ۳۲ تا ۳۸، ۵۵، ۵۶)
- ☆ محصلین صدقات کو ضروری ہدایات (باب ۳۳ تا ۳۵، ۳۷، ۳۹ تا ۴۱، ۴۴، ۴۷، ۴۸، ۵۵، ۵۷، ۶۳، ۶۴)
- ☆ کن محتاجوں کو دیا جائے اور اُن میں سے کسے مقدم رکھا جائے (باب ۴۴، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۶۷، ۶۸)
- ☆ کس کو نہ دیا جائے۔(باب ۵۰ تا ۵۳)
- ☆ زکوۃ عائد ہونے کے لئے کتنی مالی مقدرت ضروری ہے۔(باب ۱۸، ۳۱، ۳۷، ۵۶)
- ☆ شرکت کی مختلف صورتیں اور ان سے متعلق اصولی ہدایات (باب ۳۴، ۳۵)
- ☆ اموالِ صدقہ سے متعلق احتیاط اور اس کی حفاظت وتقسیم کی ذمہ داری (باب ۲۵، ۲۶، ۵۷ تا ۶۰، ۶۹)
- ☆ صدقہ کی غرض وغایت (باب ۱، ۶۳، ۶۴)
- ☆ زکوۃ کو باطل کرنے والے امور (باب ۱۹)
- ☆ صدقہ سے متعلق متعدد اسلوب میں ترغیب وتحریص اور ترہیب وانذار (باب ۹ تا ۱۱، ۱۹ تا ۲۶، ۲۸ تا ۳۰)
- ☆ صدقات سے پیدا ہونے والے نقائص کا تدارک (باب ۵۰ تا ۵۳، ۶۰ تا ۶۲)

غرض بیسیوں قسم کے مسائل ہیں؛ جنہیں اسلام نے بالاستیعاب واضح کیا ہے۔ یہ کہنا کہ مذہب سے ان باتوں کا کیا تعلق اور ان کو بیان کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ ایسی باتیں ہیں جنہیں انسانی عقل، ضمیر اور

معاشرتی ضروریات خود بخود حل کر سکتی تھیں؛ ایک ایسا عذر ہے جو ہر نقص پر پردہ ڈالنے کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ مذکورہ بالا مسائل میں کئی ایک واضح مثالیں ایسی ملیں گی جنہیں اگر عقل پر ہی چھوڑا جاتا تو ان کا حل تو درکنار؛ عقل کا ان تک پہنچنا ہی ناممکن تھا۔ مثلاً برمحل خرچ کرنے کے مواقع ہی جو عام فہم معلوم ہوتے ہیں، لے لئے جائیں اور پھر ان سے متعلق شریعتِ اسلامیہ کی پیش کردہ تشریحات دیکھی جائیں کہ اس نے عقل کی راہنمائی کرکے اس کے قیاس کے لئے کس قدر وسیع دروازہ کھول دیا ہے۔ نیز عقل وضمیر کا فتویٰ ضرور کچھ نہ کچھ اختلاف اور نقص رکھتا ہے اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ تشریح میں وہ وحدت نہیں پیدا ہوسکتی جو معاشرے اور نظامِ جمہوری کے نظم اور ضبط وربط کے لئے ضروری ہے۔ پس اسلامی تعلیم کی تفصیلات میں بہت برکات ہیں ان میں سے ایک عظیم الشان برکت یہ ہے کہ وہ اپنے اندر نظامِ جمہوری کی وحدت قائم رکھنے کے لئے اس کی تمام ضرورتوں کا سامان اکمل واتم طور پر اپنے اندر رکھتا ہے۔ جس طرح وہ اصول میں ہماری راہنمائی کرتی ہے، اسی طرح وہ تفاصیل میں بھی ہماری راہنمائی کرتی ہے اور عقل اس کی مدد سے اپنے صحیح قیاس کے لئے ہر شعبہ زندگی وکردار میں اپنے سامنے دروازے کھلے ہوئے پاتی ہے۔ عقل اس کی حدود میں اپاہج نہیں ہوجاتی۔ بلکہ نور وبصیرت اور قوت و طاقت حاصل کرتی ہے۔ اس حقیقت کے سمجھنے کے لئے کتاب الزکوٰۃ ایک بہترین نمونہ ہے۔

فقہاء کے اختلافات؛ اجتہاد کی وسعت اور برکت پر بیّن شہادت ہیں اور یہ اجتہادی اختلاف ارشادِ نبویؐ ''اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَةٌ'' ☆ کا مصداق ہیں۔ مثال کے لئے دیکھیں فقہی اختلاف جس کا باب ۵۶ کی تشریح میں ذکر کیا گیا ہے۔ ایک گروہ کا نقطہ نظر بیت المال کے حق میں ہے اور دوسرے گروہ کا نقطہ نظر صاحبِ نصاب فرد کے حق میں ہے۔ ان میں سے کسی ایک نقطہ نظر کے مطابق عمل کر لینے سے کوئی شخص کسی مؤاخذہ کے تحت نہیں آتا۔

☆ (الاسرار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة، حرف الهمزة ، روایت نمبر۱۶۰)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۵- كِتَابُ الْحَجّ

أَصِيلي کی روایت کے مطابق اس کتاب کا نام کتاب المناسک ہے۔ اَلْمَنَاسِک جمع ہے مَنْسَک کی۔ نَسَکَ بمعنے تَزَهَّدَ و تَعَبَّدَ یعنی زہد وعبودیت اختیار کی۔ نسک لِلّٰهِ ای تطوّع بقُرْبَةٍ وَذَبَحَ لِوَجْهِهٖ۔ یعنی بطیب خاطر ایسے اعمال بجالائے جو اللہ تعالیٰ کے قرب کا موجب ہوئے اور اس کی رضامندی کے لئے ذبح کیا۔ لفظ مَنْسَک ہر ایسے عمل پر اطلاق پاتا ہے جس میں عبودیت اور قربانی کا مفہوم ہو اور اصطلاحِ شریعت میں اَلْمَنَاسِک سے مراد ابراہیمی قربانی اور اُس سے وابستہ اعمال ہیں۔ (اقرب الموارد- نسک)(لسان العرب - نسک)

اَلْحج کے لغوی معنے قصد کرنا، بار بار آنا اور متوجہ ہونا اور اصطلاحِ شریعت میں بیت اللہ کی زیارت کرنا اور اس سے متعلقہ اعمال؛ طواف وغیرہ بجالانا۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۴۷۶)

بَاب ۱ : وُجُوْبُ الْحَجِّ وَ فَضْلُهُ

حج کا واجب ہونا اور اس کی فضیلت

وَقَوْلُ اللّٰهِ : وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ۝۹۸ (آل عمران: ۹۸)

اور اللہ تعالیٰ کا فرمانا: اللہ تعالیٰ کے لئے بیت اللہ کا حج کرنا لوگوں پر فرض ہے۔ یعنی جنہیں وہاں جانے کی طاقت ہو اور جو (باوجود قدرت کے) انکار کرے تو اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔

۱۵۱۳ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ الْفَضْلُ رَدِيْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

۱۵۱۳: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے سلیمان بن یسار سے، سلیمان نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ فضل (بن عباسؓ) رسول اللہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَتِ امْرَأَةٌ مِّنْ خَثْعَمَ فَجَعَلَ الْفَضْلُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا وَتَنْظُرُ إِلَيْهِ وَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْرِفُ وَجْهَ الْفَضْلِ إِلَى الشِّقِّ الْآخَرِ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ فَرِيْضَةَ اللّٰهِ عَلَى عِبَادِهِ فِي الْحَجِّ أَدْرَكَتْ أَبِي شَيْخًا كَبِيْرًا لَا يَثْبُتُ عَلَى الرَّاحِلَةِ أَفَأَحُجُّ عَنْهُ قَالَ نَعَمْ وَذٰلِكَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ.

صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے (اونٹ پر) سوار تھے۔ اتنے میں خثعم قبیلہ کی ایک عورت آئی تو فضلؓ اسے دیکھنے لگے اور وہ عورت فضلؓ کو دیکھنے لگی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فضلؓ کا منہ دوسری طرف پھیر دیا۔ اس عورت نے کہا: یا رسول اللہ! فریضہ حج اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں پر ایسے وقت میں مقرر ہوا ہے کہ جب میرا باپ بہت بوڑھا ہے۔ وہ اونٹنی پر بھی جم کر نہیں بیٹھ سکتا۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کر لوں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں (تم اس کی طرف سے حج کرلو) اور یہ واقعہ حجۃ الوداع میں ہوا۔

اطرافه: ١٨٥٣، ١٨٥٤، ١٨٥٥، ٤٣٩٩، ٦٢٢٨۔

تشریح: **وُجُوبُ الْحَجِّ وَفَضْلُهُ:** کتاب الایمان باب ٢، روایت نمبر ٨ میں بتایا جا چکا ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ ارکان پر ہے۔ جن میں سے چوتھا رُکن حج ہے۔ اسی ترتیب سے امام بخاریؒ نے محولہ بالا ارکان سے متعلق احادیث جمع کی ہیں۔ عام طور پر یہی سمجھا جاتا ہے کہ نویں ذی الحجہ کو عرفات کے میدان میں جمع ہو کر عصر سے مغرب تک دعا کرنے کا نام حج ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حج کو صرف بیت اللہ کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔ آیت وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا ۝ (آل عمران: ٩٨) کی نحوی ترکیب حج کے مفہوم اور بیت اللہ کی اس مرکزی حیثیت کو نمایاں کرتی ہے۔ اس لئے امام بخاریؒ نے یہ آیت عنوانِ باب کے لئے اختیار کی ہے۔ آیت فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ ...... (البقرۃ: ١٥٩) سے بھی واضح ہوتا ہے کہ بیت اللہ ہی حج کا مرکزی نقطہ ہے نہ کہ عرفات۔ صفا و مروہ کے درمیان سعی (دوڑنا) اور عرفات میں جا کر دعا کرنا صرف ایسی عبادات ہیں جو ضمنی تعلق کی وجہ سے مناسکِ حج میں شمار کی گئی ہیں۔

پہلا باب حج کے وجوب اور اس کی فضیلت سے متعلق قائم کیا گیا ہے۔ ائمہ اور فقہاء کے درمیان اتفاق ہے کہ تین شرطیں پائی جانے پر حج فرض ہو جاتا ہے۔ سامانِ سفر، صحتِ بدنی اور پُر امن راہ۔ ان کے علاوہ فقہاء نے اسلام، بلوغت، عقل اور حرّیت بھی وجوب حج کی شرطوں میں شمار کی ہیں؛ جو ظاہر ہیں اور آیت کریمہ میں ضمناً شامل ہیں۔ ان میں سے پہلی تین باتیں صحتِ عمل کے لئے ضروری ہیں۔ حرّیت سے مراد آزادی یعنی تصرفاتِ عمل میں جب تک کوئی اپنے ارادہ کا مالک نہ ہوگا، کوئی کام نہیں کر سکتا۔ غیر کے ارادے کا پابند انسان مجبور ہے۔ جیسے لونڈی، غلام۔ قرآنِ مجید کی محولہ بالا آیت پہلی

تین شرطوں کے بارے میں نص صریح ہے۔ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۝ (آل عمران:۹۸) کی تشریح امام موصوفؒ نے روایت نمبر۱۵۱۳ سے کی ہے۔خثعمی عورت کے باپ پر فریضہ حج واجب تھا مگر وہ سفر کی طاقت نہ رکھتا تھا۔آپؐ نے اس کی بیٹی کو اجازت دی کہ وہ اس کی جگہ حج کرے۔گویا استطاعتِ سبیل سے مراد صرف صحتِ بدنی اور قدرتِ سفر ہی نہیں بلکہ مطلق مالی استطاعت ہے۔اگر محض سفر کی طاقت مراد ہوتی تو بوڑھے باپ کو معذور ٹھہرایا جاتا اور وہ فریضہ حج سے سبکدوش ہوتا۔مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بیٹی کو اجازت دی کہ وہ اس کی جگہ حج کرسکتی ہے۔اس سے وجوب حج کی نوعیت اور حج کی فضیلت ظاہر ہے۔نماز، زکوۃ اور روزہ ایسی عبادتیں ہیں جنہیں دوسرا شخص کسی کی طرف سے ادا نہیں کرسکتا۔مگر حج نیابتًا بھی ادا کیا جاسکتا ہے۔

بَاب ۲

قَوْلُ اللهِ تَعَالٰى: يَأْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّأْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ۝۲۸ لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ (الحج:۲۸،۲۹)

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: لوگ تیرے پاس آیا کریں۔ پیدل بھی اور ہر ایسی سواری پر بھی جو لمبے سفر کی وجہ سے دُبلی ہو۔ایسی سواریاں دور دراز گہرے راستوں سے آئیں گی تا آنے والے ان منافع کا مشاہدہ کریں جو ان کے لئے (مقدر) ہیں۔

فِجَاجًا (الأنبياء:۳۲) الطُّرُقُ الْوَاسِعَةُ. فِجاج کے معنی وسیع راستہ کے ہیں۔

۱۵۱٤: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيْسَى حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُّوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْكَبُ رَاحِلَتَهُ بِذِي الْحُلَيْفَةِ ثُمَّ يُهِلُّ حَتَّى☆ تَسْتَوِيَ بِهِ قَائِمَةً.

۱۵۱۴: احمد بن عیسیٰ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:عبداللہ) ابن وہب نے ہمیں بتایا۔انہوں نے یونس (بن یزید) سے، یونس نے ابن شہاب سے روایت کی کہ سالم بن عبداللہ (بن عمر) نے ان سے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذوالحلیفہ میں اپنی اونٹنی پر سوار ہوتے دیکھا جب☆ وہ آپؐ کو لے کر سیدھی کھڑی ہونے کو ہوتی تو آپؐ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ کہتے۔

اطرافه: ١٦٦، ١٥٥٢، ١٦٠٩، ٢٨٦٥، ٥٨٥١.

☆ فتح الباری مطبوعہ بولاق میں لفظ ''حَتّٰى'' کی بجائے ''حِيْنَ'' ہے۔(فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ۴۷۷)

١٥١٥: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى أَخْبَرَنَا الْوَلِيْدُ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ سَمِعَ عَطَاءً يُحَدِّثُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ إِهْلَالَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ حِيْنَ اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ. رَوَاهُ أَنَسٌ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ.

١٥١٥: ابراہیم بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ولید نے ہمیں بتایا، (کہا:) اوزاعی نے ہم سے بیان کیا کہ انہوں نے عطاء (بن ابی رباح) سے سنا۔ وہ حضرت جابر بن عبداللہ (انصاری) رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے تھے۔ (انہوں نے بیان کیا) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ سے احرام باندھا۔ جب آپؐ کی اونٹنی آپؐ کو لے کر سیدھی کھڑی ہوگئی۔ یہ بات حضرت انس اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے بھی روایت کی۔

تشریح: يَأْتُوكَ رِجَالًا وَّعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ: استطاعت سبیل کی مزید وضاحت مذکورہ بالا آیت سے کی گئی ہے۔ خواہ پیدل سفر کرنے کی توفیق ہو یا سوار ہو کر۔ اسحاق بن راھویہؒ اور ان جیسے فقیہوں نے مذکورہ بالا آیت میں رِجَالًا پہلے مذکور ہونے کی وجہ سے یہ مسئلہ استنباط کیا ہے کہ حج کے لئے پیدل جانا افضل ہے۔
(فتح الباری جزء۳ صفحہ۴۷۸)

امام موصوفؒ نے عنوانِ باب میں فِجَاج کے لغوی معنے بتا کر اس باب کے مقصود کی طرف توجہ منعطف کی ہے۔ یعنی اس میں وسعت ہے؛ کوئی پیدل جائے یا سوار ہو کر۔ فِجَاج کے معنے ہیں وسیع راستہ۔ اگر پیدل سفر میں فضیلت ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ضرور پیدل جاتے۔ مگر آپؐ کی سنت اس کے برعکس ہے۔ زمانہ جاہلیت میں عرب حج میں سوار ہو کر آنے کو معیوب سمجھتے تھے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۴۷۸)

رَوَاهُ أَنَسٌ وَابْنُ عَبَّاسٍ: حضرت انسؓ اور حضرت ابن عباسؓ کی محولہ بالا روایات کے لیے روایت نمبر۱۵۴۵، ۱۵۴۶ دیکھئے۔

بَاب٣: اَلْحَجُّ عَلَى الرَّحْلِ

پالان پر سوار ہو کر حج کرنا

١٥١٦: وَقَالَ أَبَانُ حَدَّثَنَا مَالِكُ ابْنُ دِيْنَارٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى

١٥١٦: اور ابان نے کہا: مالک بن دینار نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قاسم بن محمد سے، قاسم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مَعَهَا أَخَاهَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ فَأَعْمَرَهَا مِنَ التَّنْعِيْمِ وَحَمَلَهَا عَلَى قَتَبٍ.

نے ان کے ساتھ ان کے بھائی حضرت عبدالرحمٰنؓ کو بھیجا تو انہوں نے تنعیم سے اُن کو عمرہ کرایا اور پالان کی پچھلی لکڑی پر اُن کو سوار کیا۔

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ شُدُّوْا الرِّحَالَ فِي الْحَجِّ فَإِنَّهُ أَحَدُ الْجِهَادَيْنِ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: حج میں پالان باندھو۔ کیونکہ حج بھی دو جہادوں میں سے ایک جہاد ہے۔

اطرافہ: ۲۹۴، ۳۰۵، ۳۱٦، ۳۱۷، ۳۱۹، ۳۲۸، ۱۵۱۸، ۱۵۵٦، ۱۵٦۰، ۱۵٦۱، ۱۵٦۲، ۱٦۳۸، ۱٦۵۰، ۱۷۰۹، ۱۷۲۰، ۱۷۳۳، ۱۷۵۷، ۱۷٦۲، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸٦، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۲۹۵۲، ۲۹۸٤، ٤۳۹۵، ٤٤۰۱، ٤٤۰۸، ۵۳۲۹، ۵۵٤۸، ۵۵۵۹، ٦۱۵۷، ۷۲۲۹۔

۱۵۱۷: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا عَزْرَةُ ابْنُ ثَابِتٍ عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَنَسٍ قَالَ حَجَّ أَنَسٌ عَلَى رَحْلٍ وَلَمْ يَكُنْ شَحِيْحًا وَحَدَّثَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّ عَلَى رَحْلٍ وَكَانَتْ زَامِلَتَهُ.

۱۵۱۷: (اور) محمد بن ابی بکر نے ہم سے بیان کیا کہ یزید بن زُرَیع نے ہمیں بتایا، (کہا:) عزرہ بن ثابت نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ثمامہ بن عبداللہ بن انس سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: حضرت انسؓ نے پالان پر سوار ہو کر حج کیا اور وہ بخیل نہ تھے اور انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پالان پر سوار ہو کر حج کیا اور وہی سواری کا اونٹ آپؐ کی بار برداری کے لئے بھی تھا۔

۱۵۱۸: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ حَدَّثَنَا أَيْمَنُ بْنُ نَابِلٍ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اعْتَمَرْتُمْ وَلَمْ أَعْتَمِرْ فَقَالَ يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ اذْهَبْ بِأُخْتِكَ

۱۵۱۸: عمرو بن علی (فلاس) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابو عاصم نے ہمیں بتایا، (کہا:) ایمن بن نابل نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) قاسم بن محمد نے ہمیں بتایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپؐ نے عمرہ کر لیا ہے اور میں نے عمرہ نہیں کیا۔ آپؐ نے فرمایا: عبدالرحمٰن!

فَأَعْمِرْهَا مِنَ التَّنْعِيْمِ فَأَحْقَبَهَا عَلَى نَاقَةٍ فَاعْتَمَرَتْ.

اپنی بہن کو لے جاؤ اور انہیں تنعیم سے عمرہ کراؤ۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے ان کو اونٹنی پر اپنے پیچھے سوار کیا اور پھر انہوں (حضرت عائشہؓ) نے عمرہ کیا۔

اطرافه: ۲۹٤، ۳۰٥، ۳۱٦، ۳۱۷، ۳۱۹، ۳۲۸، ۱٥۱٦، ۱٥٥٦، ۱٥٦۰، ۱٥٦۱، ۱٥٦۲، ۱٦۳۸، ۱٦٥۰، ۱۷۰۹، ۱۷۲۰، ۱۷۳۳، ۱۷٥۷، ۱۷٦۲، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸٦، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۲۹٥۲، ۲۹۸٤، ٤۳۹٥، ٤٤۰۱، ٤٤۰۸، ٥۳۲۹، ٥٥٤۸، ٥٥٥۹، ٦۱٥۷، ۷۲۲۹.

تشریح: **اَلْحَجُّ عَلَى الرَّحْلِ:** پالان پر یا کجاوہ میں سوار ہو کر حج کرنے کا مسئلہ ثابت کرنا پیش نظر نہیں۔ بلکہ سابقہ ابواب کے مضمون کی مزید تائید مقصود ہے۔ جیسا کہ عنوانِ باب میں قاسم بن محمد کی روایت اور حضرت عمرؓ کے قول کا حوالہ دے کر اصل مقصود کی طرف توجہ منعطف کی ہے۔

تَنْعِيْم: مکہ مکرمہ میں حرم سے قریب ترین مقام ہے؛ جہاں سے حضرت عائشہؓ نے عمرہ کا احرام سوار ہو کر باندھا۔ اگر پیدل چل کر حج کرنے میں فضیلت کا مفہوم آیاتِ قرآن سے نکل سکتا تھا تو حضرت عائشہؓ تَنْعِيْم مقام سے پیدل چلنے کو ترجیح دیتیں۔ قاسم بن محمد کی جو روایت ابان کے حوالے سے عنوانِ باب میں منقول ہے، وہی اس باب کے تحت بروایت عمرو بن علی فلاس، نمبر ۱۵۱۸ میں دہرائی گئی ہے۔ اس لئے قرین قیاس ہے کہ امام بخاریؒ جہاں ضمناً سابقہ باب کے مضمون پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں؛ وہاں عمرو بن علی فلاس والی روایت کی تصحیح بھی ان کے مدنظر ہے۔ یہ روایت از روئے تحقیق امام ابن حجرؒ ابونعیم نے مستخرج میں موصولاً نقل کی ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۴۷۹) اس میں یہ الفاظ ہیں: وَحَمَلَهَا عَلَى قَتَبٍ. یعنی کجاوہ پر اُنہیں سوار کیا۔ قَتَبٍ بمعنی رَحْل ہے۔ فَأَحْقَبَهَا عَلَى نَاقَةٍ کے معنے ہیں اَرْدَفَ یعنی اپنے پیچھے بٹھایا۔ جس طرح بعض لوگوں نے لفظ رِجَالًا کے مقدم ہونے کی وجہ سے حج کے لئے پیدل چلنے کو ترجیح دی ہے۔ اسی طرح بعض نے روایات میں لفظ قَتَبٍ یا رَحْل دیکھ کر اس امر کو ترجیح دی ہے کہ پالان پر سوار ہو کر حج کے لئے جانا پسندیدہ ہے۔ کیونکہ اس میں سادگی ہے؛ جو حج کے لئے ضروری ہے اور ہودج و ہودہ میں آرام طلبی ہے۔ مگر امام موصوفؒ نے حضرت عمرؓ کے خطبے کا حوالہ دے کر لفظ رَحْل کے عام استعمال کی طرف توجہ دلائی ہے جس سے سواری کے اونٹ مراد ہیں۔

حضرت عمرؓ کا محولہ بالا قول مسند عبدالرزاق میں موصولاً مروی ہے۔ آپؓ نے ایک خطبہ کے دوران فرمایا: اِذَا وَضَعْتُمُ السُّرُوْجَ فَشُدُّوا الرِّحَالَ اِلَى الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَاِنَّهُ اَحَدُ الْجِهَادَيْنِ☆. یعنی جب زرہیں اُتار دو یعنی جنگ سے فارغ ہو تو حج اور عمرہ کے لئے کجاوے باندھو۔ کیونکہ وہ بھی ایک جہاد ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۴۸۰) یہاں رِحَال سے مراد رَاحِلَه (سواری) کے اونٹ ہیں۔

ایک تیسرا حوالہ محمد بن ابی بکر مقدمی کی روایت کا دیا گیا ہے۔ یہ امام بخاریؒ کے اساتذہ میں سے ہیں۔ اس حوالہ سے

☆ (مصنف عبد الرزاق، کتاب الجهاد، باب وجوب الغزو، روایت نمبر ۹۲۸۲، جزء۵ صفحہ ۱۷۴)

بھی ابونعیمؒ، ابن ابی شیبہؒ اور ابن ماجہؒ کی ان روایتوں کی تصحیح مقصود ہے جنہیں علامہ عینیؒ نے بالاستیعاب نقل کیا ہے۔ ان میں یہ الفاظ ہیں: عَنْ اَنَسٍ قَالَ حَجَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَلَی رَحْلٍ وَقَطِیْفَتُہٗ سَوَاءٌ اَوْ قَالَ لَا بِسَوَاءٍ لِاَرْبَعَةِ دَرَاهِمَ[1] ابن ماجہؒ کے یہ الفاظ ہیں کہ عَلَی رَحْلٍ وَقَطِیْفَةٍ تُسَاوِیْ اَرْبَعَةَ دَرَاهِمَ ...... ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ حَجَّةٌ لَّا رِيَآءَ فِيْهَا وَلَا سُمْعَةَ[2] (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ۱۳۲) (فتح الباری جزء۳ صفحہ۴۸۰) علی بن مدینی نے مقدمی کی روایت تسلیم نہیں کی اور منکر (یعنی غیر معروف) قرار دی ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۴۸۰)

غرض امام بخاریؒ نے ان روایتوں کا خلاصہ عنوانِ باب اَلْحَجُّ عَلَی الرَّحْلِ میں دے کر روایت نمبر ۱۵۱۸ سے اس امر کی مزید تائید کی ہے کہ حج کے لئے پیدل چل کر آنے کی فضیلت کا مسئلہ صحیح نہیں۔ قارئین امام موصوفؒ کے ان مخصوص تصرفات کو غور سے دیکھتے جائیں جو اُن کا مقصد واضح کرنے کے لئے بطور کلید ہیں۔ باب ۳ کے عنوان کو تین حوالوں سے واوِ عاطفہ سے وابستہ کیا ہے اور روایت جو اختیار کی ہے۔ اس میں تَنْعِیْم سے سوار ہو کر حضرت عائشہؓ کے حج کرنے کا ذکر ہے۔ اس میں پالان یا ہودہ کا ذکر نہیں اور اس کے بعد جو باب قائم کیا ہے، اس میں حج کی حقیقی فضیلت کا مضمون ہے۔ یعنی ایسا حج جس کی بنیاد طاعت شعاری پر ہو؛ نہ پالان، کجاوہ، ہودہ یا پیادگی سفر سے۔ زمانہ جاہلیت میں بعض عرب اس عقیدہ کے تھے کہ حج پاپیادہ کرنا چاہیے اور حرم میں سواری پر داخل ہونا خلافِ تعظیم سمجھا جاتا تھا۔ چونکہ دور و نزدیک سے حج کے لئے آنا ہوتا ہے، اس لئے اسلام نے دونوں طرح سفر کی اجازت دی ہے۔

بَاب ٤ : فَضْلُ الْحَجِّ الْمَبْرُوْرِ

اس حج کی فضیلت جو سراسر نیکی اور طاعت شعاری پر مبنی ہو

۱۵۱۹ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ قَالَ إِيْمَانٌ بِاللهِ وَرَسُوْلِهِ قِيْلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ جِهَادٌ فِي سَبِيْلِ اللهِ قِيْلَ

۱۵۱۹: عبدالعزیز بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابراہیم بن سعد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے سعید بن مسیّب سے، سعید نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ سے پوچھا گیا کہ عملوں میں سے کونسا عمل افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ پوچھا گیا: پھر اس کے بعد کونسا؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ کی راہ

[1] (مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الحج، باب ما یقول الرجل اذا استلم الحجر، جزء۳ صفحہ۴۴۲)
[2] (ابن ماجه، کتاب المناسک، باب الحج علی الرحل)

ثُمَّ مَاذَا قَالَ حَجٌّ مَّبْرُوْرٌ.

میں جہاد کرنا۔ پوچھا گیا: پھر کونسا؟ فرمایا: وہ حج جو سراسر نیکی اور طاعت شعاری پر مبنی ہو۔

اطرافه: ٢٦۔

١٥٢٠: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ أَخْبَرَنَا حَبِيْبُ ابْنُ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَرَى الْجِهَادَ أَفْضَلَ الْعَمَلِ أَفَلَا نُجَاهِدُ قَالَ لَا وَلٰكِنَّ أَفْضَلَ الْجِهَادِ حَجٌّ مَّبْرُوْرٌ.

١٥٢٠: عبدالرحمان بن مبارک نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) خالد (بن عبداللہ طحان) نے ہم سے بیان کیا۔ (کہا:) حبیب بن ابی عمرہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عائشہ بنت طلحہ سے، انہوں نے حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم جہاد کو ہر ایک عمل سے بڑھ کر دیکھتے ہیں۔ کیا ہم بھی جہاد نہ کریں؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں، سب سے بڑھ کر جہاد وہ حج ہے جو سراسر نیکی اور طاعت شعاری پر مبنی ہو۔

اطرافه: ١٨٦١، ٢٧٨٤، ٢٨٧٥، ٢٨٧٦۔

١٥٢١: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا سَيَّارٌ أَبُو الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ.

١٥٢١: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سیار ابوالحکم نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میں نے ابوحازم سے سنا۔ وہ کہتے تھے: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: جس نے اللہ کے لئے حج کیا اور پھر شہوانی بات نہ کی اور نہ احکامِ الٰہی کی نافرمانی کی تو وہ ایسا ہی (پاک ہوکر) لوٹے گا؛ جیسا اس دن (پاک) تھا؛ جس دن اس کی ماں نے اُسے جنا۔

اطرافه: ١٨١٩، ١٨٢٠۔

تشریح: فَضْلُ الْحَجِّ الْمَبْرُوْرِ: فضیلت حج سے متعلق غلط خیال کا ردّ کرنے کے بعد امام موصوفؒ نے باب نمبر۴ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں اس حج کو پیش کیا ہے جو حقیقت میں افضل ہے۔

حجِ مبرور یعنی وہ حج جو سراسر طاعت شعاری اور نیکی پر مبنی ہو اور اس کے ساتھ گناہ کا شائبہ نہ رہے۔ مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ اُمُّهُ (نمبر ۱۵۲۱) جو اللہ تعالیٰ کے لئے حج کرے اور نہ شہوت کی کوئی بات کرے، نہ نافرمانی کرے تو وہ ایسی حالت میں لوٹے گا جیسے کہ اس کی ماں نے اسے جنا۔ یہ حدیث قرآنِ مجید کی اس آیت کے مطابق ہے: اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۚ وَاتَّقُوْنِ يٰاُولِي الْاَلْبَابِ ٥(البقرۃ:۱۹۸) یعنی حج کے مہینے معلوم ہیں۔ پس جو شخص ان میں حج (کا ارادہ) پختہ کر لے۔ (اسے یاد رہے کہ) حج کے ایام میں نہ تو کوئی شہوت کی بات کرے اور نہ کوئی نافرمانی اور نہ کسی قسم کا جھگڑا اور نیکی کا جو کام بھی تم کرو گے، اللہ ضرور اس کی قدر کرے گا اور زادِراہ ساتھ لو۔ یقیناً بہتر زادِراہ تقویٰ ہے؛ اور اے عقل مندو! مجھ ہی سے ڈرو۔ (اس تعلق میں ملاحظہ ہو تشریح باب ۲۶)

حجِ مبرور اس لئے افضل الجہاد قرار دیا گیا ہے کہ اس میں ایک مسلمان کی انتہائی کوشش ہونی چاہیے کہ وہ تمام بدیوں سے کلیۃً اجتناب کرلے۔ اس میں اسے اپنے نفس کو مغلوب کرنا پڑتا ہے اور اس طرح وہ اپنے نفس کی قربانی کا نذرانہ پیش کرتا ہے۔ گویا حج آخری عہد ہے اس امر کا کہ وہ آئندہ بھی تمام بدیوں سے مجتنب رہے گا اور کسی قسم کی بھی نافرمانی نہیں کرے گا اور نہ لوگوں کے ساتھ اپنے تعلقات بگاڑے گا۔ اپنے نفس سے جہاد نہایت دشوار گزار منزل اور مشکل ترین مرحلہ ہے؛ جو نفس کی موت ہی کے بعد طے ہوتا ہے۔ اس لئے حج کو افضل الجہاد کہا گیا ہے۔ حج کا اصل مقصود یہی نفس کی قربانی ہے۔ چنانچہ سورۂ حج میں مناسکِ حج کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآئُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ. (الحج:۳۸) ان قربانیوں کے گوشت اور خون ہرگز اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچتے۔ لیکن تمہارا تقویٰ اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے۔ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ٥ (الحج: ۳۸) اسی طرح اس نے یہ قربانی کے جانور تمہارے تصرف میں کر دیے ہیں۔ تا تم جیسا کہ تمہاری راہنمائی کی ہے اللہ کو سب سے بڑا سمجھو (اور اسے ہر شئے پر مقدم رکھو) اور محسنوں کو بشارت دو۔ (محسن کے معنے ہیں نہایت اچھے کام کرنے والے وہ جن کے اعمال میں حسن نمایاں ہو۔) اس کے بعد معاً نفس کی قربانی کے تعلق میں فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ٥ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ ٥ (الحج:۳۹-۴۰) یقیناً اللہ تعالیٰ مومنوں سے مدافعت کرے گا۔ اللہ ہر خائن اور ناشکر گزار کو پسند نہیں کرتا۔ جن لوگوں سے جنگ کی جا رہی ہے؛ انہیں اجازت ہے کہ وہ اپنے دفاع میں جنگ کریں۔ کیونکہ وہ مظلوم ہیں اور اللہ تعالیٰ یقیناً ان کی مدد پر بڑی قدرت رکھتا ہے۔ اس سیاق کلام سے ظاہر ہے کہ مناسک حج سے متعلق احکام کا مدعا ومقصود نفس کی قربانی ہے اور اس بنیادی غرض وغایت کے پیش نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کو بہت بڑا جہاد قرار دیا ہے۔ جس کا مقصود احیاءِ ملّی ہے؛ جو ماں باپ اور بیٹے کی قربانی کا مطالبہ کرتا ہے۔ الفاظ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ سے اس خیانت اور ناشکر گزاری کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جو انسان کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں ظاہر ہوتی ہے۔ حج کی ابتداء

مقامِ تہلیل سے اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ کے الفاظ سے شروع ہوتی اور مقامِ منیٰ میں ایک ذبیحہ کے ساتھ ختم ہوتی ہے۔ مناسک حج کی اسی غرض وغایت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خطبہ الہامیہ میں فرماتے ہیں:-

”وَقَدْ اُشِیْرَ اِلَی ھٰذَا السِّرِّ الْمَکْتُوْمِ فِی کَلَامِ رَبِّنَا الْقَیُّوْمِ. فَقَالَ وَھُوَ اَصْدَقُ الصَّادِقِیْنَ. قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ. فَانْظُرْ کَیْفَ فَسَّرَ النُّسُکَ بِلَفْظِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ. وَاَشَارَ بِہٖ اِلَی حَقِیْقَۃِ الْاَضْحَاۃِ. فَفَکِّرُوْا فِیْہِ یَا ذَوِی الْحَصَاۃِ. وَمَنْ ضَحّٰی مَعَ عِلْمِ حَقِیْقَۃِ ضَحِیَّتِہٖ وَصِدْقِ طَوِیَّتِہٖ وَخُلُوْصِ نِیَّتِہٖ، فَقَدْ ضَحّٰی بِنَفْسِہٖ وَمُھْجَتِہٖ وَاَبْنَائِہٖ وَحَفَدَتِہٖ وَلَہٗ اَجْرٌ عَظِیْمٌ کَاَجْرِ اِبْرَاھِیْمَ عِنْدَ رَبِّہِ الْکَرِیْمِ.“

(ترجمہ) اور اس پوشیدہ بھید کی طرف خدا تعالیٰ کی کلام میں اشارت کی گئی۔ چنانچہ خدا جو اَصدق الصادقین ہے، اپنے رسول کو فرماتا ہے کہ ان لوگوں کو کہہ دے کہ میری نماز اور میری عبادت اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت سب اس خدا کے لئے ہے جو پروردگارِ عالمیان ہے۔ پس دیکھ کہ کیونکر نسک کے لفظ کی حیات اور ممات کے لفظ سے تفسیر کی ہے اور اس تفسیر سے قربانی کی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ پس اے عقل مندو! اس میں غور کرو اور جس نے اپنی قربانی کی حقیقت کو معلوم کر کے قربانی ادا کی اور صدقِ دل اور خلوصِ نیت کے ساتھ ادا کی، پس بہ تحقیق اس نے اپنی جان اور اپنے بیٹوں اور اپنے پوتوں کی قربانی کر دی اور اس کے لئے اجر بزرگ ہے جیسا کہ ابراہیمؑ کے لئے اس کے رب کے نزدیک اجر تھا۔

(خطبہ الہامیہ، روحانی خزائن جلد ۱۶ صفحہ ۴۳-۴۴)

اس روحانی مقصد کے علاوہ حج کے موقع پر مختلف اقوامِ عالم کا اجتماع ایک سادہ سفید لباس پہنے ایسا منظر پیش کرتا ہے جو اس عالمگیر اخوت و مساوات کی ترجمانی کرتا ہے جو اسلامی تعلیم کا مدعا و منشاء ہے۔ غرض مناسک حج ایک مقصودِ اعلیٰ کے لئے بطور علامت ہیں اور اس ابراہیمی قربانی کا نمونہ یاد دِلاتی ہے جو بیک وقت خاوند اور بیوی، باپ اور بیٹے کی انتہائی قربانیوں پر شامل تھی۔ (دیکھئے تشریح باب ۷۹)

آئندہ ابواب کی ترتیب اور حج کی صورت و شکل سمجھنے کے لئے قارئین مندرجہ ذیل مجمل خاکہ ذہن میں رکھیں:-

۱- **اَلْاَشْھُرُ الْحُرُمُ:** شوال، ذی قعدہ اور ذی الحج تین مہینے ہیں جن میں عرب لوگ ہر قسم کی تعدی اور ظلم ناجائز سمجھتے اور پُرامن رہتے تھے۔ انہی مہینوں میں سے کسی ایک مہینہ میں حج یا عمرہ کی نیت کی جا سکتی ہے۔ نیت بھی حج کا ضروری رکن ہے۔

۲- **مِیْقَات:** یہ لفظ ظرف ہے جو ظرفِ زماں اور ظرفِ مکاں دونوں پر اطلاق پاتا ہے۔ الغرض میقات وہ جگہ

ہے جہاں سے حج کی نیت سے احرام باندھا جاتا ہے۔ میقات میں سب سے پہلے احرام کی نیت کر کے غسل کرنا اور بدن اچھی طرح صاف کرنا مسنون ہے۔

میقات (زمانی یا مکانی) میں احرام باندھنا، رمی الجمار اور حلق (سر منڈھوانا) اور بعض سنن مثلاً طواف قدوم، افراد (یعنی پہلے حج الگ پھر عمرہ الگ کرنا) طواف کی دو رکعتیں، قیام و وقوفِ مزدلفہ و منیٰ اور طوافِ وداع شامل ہیں۔

حج اور عمرہ میں جو چیزیں ممنوع ہیں: سلے ہوئے کپڑے مرد کے لئے، نقاب، خوشبو، مباشرت اور مقدمات (بوسہ، ملامست، نکاح وغیرہ) اور شکار کرنا۔

۳- **احرام:** وہ مخصوص لباس ہے جو حاجی پہنتا ہے۔ دو سفید بن سلی چادریں؛ ایک بطور تہ بند اور دوسری بدن ڈھانپنے کے لئے۔ یہ لباس پہن لینے کے بعد بعض باتیں حرام ہو جاتی ہیں؛ اسی لئے ان چادروں کو احرام کہتے ہیں۔ حج بھی ایک عبادت ہے جس طرح نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد اِدھر اُدھر دیکھنا اور باتیں کرنا وغیرہ ممنوع ہے؛ اسی طرح احرام کے ساتھ بھی بعض پابندیاں حج کی نیت کرنے والے پر عائد ہو جاتی ہیں۔

۴- **تہلیل:** یعنی حج یا عمرہ یا دونوں کی نیت کر کے تلبیہ پکارے۔ یعنی بلند آواز سے یہ الفاظ کہے: لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْک اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ. تہلیل کے معنے ہیں: لا الٰہ الا اللہ کا اقرار بلند آواز سے کرنا۔

۵- احرام باندھ کر دو رکعت نفل پڑھنا بھی مسنون ہے۔ سفر حج اور ایام حج میں بھی تلبیہ بکثرت دہرانا مسنون ہے۔

۶- **طواف بیت اللہ:** حجرِ اسود کو بوسہ دے کر یا چھو کر سات دفعہ بیت اللہ کے چکر لگانا اور اس کے بعد حجر اسود اور بیت اللہ کے دروازے کے درمیان کعبہ کا پردہ پکڑ کر جو چاہے دعا کرے اور پھر مقامِ ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نفل پڑھ کر مندرجہ ذیل مناسک حج شروع کرے۔ ان کے لئے طہارت مستحب ہے واجب نہیں۔

۷- **سعی بین الصفا والمروۃ:** صفا و مروہ کے دمیان سات بار دوڑنا۔

۸- **وقوفِ عرفات:** یعنی عرفات میں ٹھہر کر عبادت و ذکر الٰہی اور دعائیں کرنا. درود شریف ان دعاؤں میں شامل ہے۔

۹- **مزدلفہ اور منیٰ میں قیام:** یہاں بھی عبادت اور ذکر الٰہی اور دعائیں کرنا۔

۱۰- منیٰ میں دسویں ذوالحج کو قربانی کرنا اور اس کے بعد حجامت کر کے احرام کھولنا۔ اس سے حج کی بعض پابندیوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔ لیکن ازدواجی تعلقات کی ممانعت بدستور قائم رہتی ہے۔ دورانِ قیام منیٰ میں بھی عبادت و ذکر الٰہی اور دعائیں کرنی چاہئیں۔

۱۱- **طوافِ زیارت:** جسے طوافِ رکن یا طواف افاضہ بھی کہتے ہیں۔ یہ طواف احرام کھولنے کے بعد قربانی کے دن ہی کیا جاتا ہے اور اہم رکن ہے۔ اس کے بعد حج کی پابندیوں سے پوری آزادی ہو جاتی ہے۔

۱۲- طواف زیارت کے بعد منیٰ کو اسی دن لوٹنا اور وہاں تین دن قیام کرنا۔

۱۳- **رمی الجمار**: یعنی تین جمرات (ڈھیریوں) پر کنکریاں پھینکنا اوران تین دنوں میں بھی عبادت، ذکر الٰہی اور دعائیں کرنا۔ اس بارہ میں اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے: وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُوْدَاتٍ (البقرة:۲۰۴) چند گنتی کے دنوں میں ذکر الٰہی کرو۔

۱۴- قیام منیٰ اور رمی الجمار کے بعد تیسرے دن یعنی تیرھویں ذوالحج کو بیت اللہ کا طواف کرنا۔

مذکورہ بالا مناسک حج ادا کرنے کے بعد چاہے مکہ مکرمہ میں رہے یا وہاں سے لوٹ آئے۔ اس آخری طواف کو طواف الوداع کہتے ہیں۔ یہ مجمل صورت وشکل ہے۔ حج کی تفصیل مستند روایات کی بنا پر آئندہ ابواب میں آئے گی۔

ان مناسک حج کی غرض وغایت کیا ہے۔ اس کے لئے دیکھئے تشریح باب ۵۶، ۶۳، ۷۹۔ مذکورہ بالا مناسک میں سے بعض تو ارکانِ حج ہیں۔ مثلاً احرام وتلبیہ، طواف، سعی، وقوفِ عرفات، طوافِ افاضہ اور بعض واجبات حج۔

بَاب ٥ : فَرْضُ مَوَاقِيْتِ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ

حج اور عمرہ کے لئے میقات کا تعین

١٥٢٢ : حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ أَنَّهُ أَتَى عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِي مَنْزِلِهِ وَلَهُ فُسْطَاطٌ وَسُرَادِقٌ فَسَأَلْتُهُ مِنْ أَيْنَ يَجُوْزُ أَنْ أَعْتَمِرَ قَالَ فَرَضَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا وَلِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَاالْحُلَيْفَةِ وَلِأَهْلِ الشَّأْمِ الْجُحْفَةَ.

اطرافه: ۱۳۳، ۱۵۲۵، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸۔

۱۵۲۲: مالک بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) زُہیر نے ہم سے بیان کیا، کہا: زید بن جبیر نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ان کی فرودگاہ میں آئے اور ان کا بہت بڑا خیمہ تھا اور قناتیں تھیں۔ (انہوں نے کہا:) میں نے ان سے پوچھا: مجھے کہاں سے اجازت ہے کہ میں عمرہ کا احرام باندھوں؟ تو انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد والوں کے لئے قرن المنازل اور مدینہ والوں کے لئے ذوالحلیفہ اور شام والوں کے لئے جحفہ احرام باندھنے کی جگہیں مقرر کی ہیں۔

تشریح: مَوَاقِيْتُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ: مواقیت جمع ہے میقات کی جس کے معنے ہیں مقررہ جگہ یا مقررہ وقت اور اصطلاحِ شریعت میں وہ مقام ہے جہاں سے حج کا احرام باندھا جاتا ہے۔ باب ۷ سے ۱۳ تک ہر ملک کے میقات کا ذکر مفصل آئے گا۔ یہ باب ایک اختلاف کو مدنظر رکھ کر قائم کیا گیا ہے۔ بعض فقہاء یعنی عطاء، ابراہیم نخعیؒ اور حسن بصریؒ میقات سے احرام باندھنا ضروری نہیں سمجھتے۔ (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ ۱۳۸) لیکن جمہور کے

نزدیک ضروری ہے۔ امام موصوفؒ بھی جمہور کے مذہب کی تائید میں ہیں۔ زید بن جبیرؒ جنہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے دریافت کیا جو فقہائے کوفہ میں سے ہیں؛ جامع صحیح بخاری میں ان کی صرف یہی ایک روایت ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۴۸۳) ان کے سوال کا جواب جو حضرت ابن عمرؓ نے دیا ہے قابل غور ہے۔ سائل نے میقات اہل عراق کے بارے میں دریافت کیا تھا۔ حضرت ابن عمرؓ نے ان تین میقاتوں کا ذکر کیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجدیوں، مدینیوں اور شامیوں کے لئے مقرر فرمائے ہیں۔ عراقیوں کے لئے خاموشی اختیار کی ہے۔ ان کے لئے ذاتِ عرق یا عقیق کا مقام ہے جسے روایت نمبر۱۵۳۱ کے مطابق حضرت عمرؓ اور مسلم کی روایت کے مطابق خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا ہے۔ (مسلم، کتاب الحج، باب مواقیت الحج و العمرة) مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کو اِس کا علم نہیں تھا۔ اس لئے انہوں نے صرف انہی مواقیت کا نام لیا ہے جن کے متعلق اُنہیں علم تھا۔ (اس تعلق میں روایت نمبر۱۵۲۵ بھی دیکھئے) روایت ہٰذا میں الفاظ فَرَضَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قابل توجہ ہیں۔ صحابہ کرامؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقرر کردہ حدود سے پس و پیش ہونا گناہ سمجھتے تھے۔ حضرت ابن عمرؓ نے سائل کو یہ جواب نہ دیا کہ جہاں سے چاہو احرام باندھو؛ بلکہ اپنے علم کے مطابق مقررہ میقات اُسے بتائے اور جس کے متعلق ان کو علم نہ تھا؛ خاموشی اختیار کی۔ اس تعلق میں اصولی طور پر یہ امر یاد رہے کہ دین اسلام ایک ضابطہ کا دین ہے جو اصول و قواعد پر مبنی ہے اور اس نے استثنائی حالات میں افراد کے لئے (اَلدِّيْنُ يُسْرٌ کے تحت) سہولت دی ہے۔ عام حالات میں نماز کے لئے بھی اوقات مقرر کئے گئے ہیں۔ مگر جہاں رات و دن یا اوقات کا اندازہ ممکن نہیں وہاں سہولت دی ہے۔ فرماتا ہے: وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ؕ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَرْضٰى ۙ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَآخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ (المزمل:۲۱) یعنی اور اللہ رات اور دن کو چھوٹا بڑا کرتا رہتا ہے۔ خدا (تعالیٰ) جانتا ہے کہ تم پوری طرح نماز کے وقت کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ پس اس نے تم پر رحم کیا ہے۔ پس چاہیے کہ قرآن (کریم) میں سے جتنا میسر ہو تم (رات کے وقت) پڑھ لیا کرو۔ اللہ (تعالیٰ) جانتا ہے کہ تم میں سے کچھ بیمار بھی ہوں گے اور کچھ تجارت کی غرض سے سفر پر بھی نکلیں گے اور کچھ لوگ (اللہ تعالیٰ) کے راستہ میں جہاد کرنے بھی نکلیں گے۔ پس (ہم بغیر حد بندی کے کہتے ہیں کہ) قرآن (کریم) میں سے جتنا میسر آئے پڑھ لیا کرو اور نمازیں قائم کیا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ (تعالیٰ) کو خوش کرنے کے لئے اپنے مال کا اچھا ٹکڑا کاٹ کر الگ کر دیا کرو۔

آیت يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اور عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ سے مراد یہ ہے کہ رات و دن کہیں چھوٹے اور کہیں بڑے ہیں اور اوقاتِ مقررہ ہر حالت میں ملحوظ رکھنا انسان کے لئے ناممکن ہے۔ آیت قُمِ الَّيْلَ (المزمل:۳) اور فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ (المزمل:۲۱) سے مراد مفسرین کے نزدیک نماز کی ادائیگی ہے۔

(الکشاف، تفسیر سورة المزمل، آیت ۲، ۲۰) (روح المعانی تفسیر سورة المزمل، آیت ۲، ۲۰)

اس کی تائید آنحضرت ﷺ کے ارشاد اُقْدُرُوا لَهُ سے بھی ہوتی ہے۔آپؐ نے حضرت نواس بن سمعانؓ کے دریافت کرنے پر اجازت دی کہ اوقاتِ نماز کے بارے میں مشکل ہوتو اندازہ کرلیا کرو۔(مسلم، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال) یہی سہولت مواقیت الحج اور اوقاتِ سحر وافطار کے بارے میں بھی ہے۔اسلامی تعلیم تکلفات سے خالی ہے اور حد اعتدال اور عین فطرت پر واقع ہے۔اس بارہ میں دیکھئے کتاب مواقیت الصلاۃ تشریح ابواب نمبر ا تا ۳۹۔

بَاب ٦: قَوْلُ اللهِ تَعَالٰى وَتَزَوَّدُوْا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: اور تم زادِراہ لیا کرو، کیونکہ بہتر زادِراہ وہی ہے جس میں بچاؤ کا سامان ہو (البقرۃ:۱۹۸)

۱۵۲۳: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ عَنْ وَرْقَاءَ عَنْ عَمْرِو ابْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ أَهْلُ الْيَمَنِ يَحُجُّوْنَ وَلَا يَتَزَوَّدُوْنَ وَيَقُوْلُوْنَ نَحْنُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ فَإِذَا قَدِمُوْا مَكَّةَ سَأَلُوا النَّاسَ فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالٰى: وَتَزَوَّدُوْا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى (البقرة:۱۹۸) رَوَاهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عِكْرِمَةَ مُرْسَلًا.

۱۵۲۳: یحییٰ بن بشر نے ہم سے بیان کیا،(کہا:) شبابہ (بن سوار) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ورقاء (بن عمر) سے، ورقاء نے عمرو بن دینار سے، عمرو نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ اہل یمن حج کیا کرتے تھے اور وہ زادِراہ نہیں لیتے تھے اور کہتے تھے: ہم تو متوکل ہیں۔ جب مکے میں پہنچتے تو لوگوں سے مانگتے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کی: اور تم زادِراہ لے لیا کرو، کیونکہ بہتر زادِ راہ وہی ہے جس میں بچاؤ کا سامان ہو۔ یہ حدیث ابن عیینہ نے عمرو سے، عمرو نے عکرمہ سے مرسل روایت کی ہے۔

تشریح: وَتَزَوَّدُوْا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى: اس باب کا مضمون واضح ہے۔شریعت اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ کھانے پینے وغیرہ کا سامان نہ ہو اور انسان حج کے لئے متوکل بن کر نکلے اور پھر اس کا توکل راستے ہی میں گم ہو جائے اور وہ دَر بدر بھیک مانگنا شروع کر دے۔ بھیک کی مذمت اور اس سے ممانعت کے بارے میں اسلام کی تعلیم واضح ہے۔(دیکھئے کتاب الزکاۃ باب نمبر ۵۰ تا ۵۳)

حج کے لئے پہلی اور ضروری شرط یہ ہے: مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا کہ آمدورفت کے لئے سامانِ سفر میسر ہو۔ ورنہ قرآنِ مجید کے اس صریح حکم کی نافرمانی ہوگی اور بے زادِراہ حج کرنے والے جو توکل کے مقام سے گر کر نانِ شبینہ کے لئے غیر اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہیں۔ حاجی نہیں بلکہ معصیت کے مرتکب ہوں گے۔

اس باب کا سابقہ باب کے اس مضمون سے کہ احرام باندھنے کے لئے کسی جگہ کی تخصیص نہیں، ایک ضمنی تعلق ہے۔اس میں یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ یہ خیال درست نہیں۔صحیح یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھنے کے لئے جگہیں مقرر فرمائی ہیں۔مسائل شرعیہ میں تقویٰ اور احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ابواب متعلقہ مواقیت میں یہ باب جملہ معترضہ کے طور پر ہے۔

بَاب ۷: مُهَلُّ أَهْلِ مَكَّةَ لِلْحَجِّ وَ الْعُمْرَةِ

حج اور عمرہ کے لئے اہل مکہ کے احرام باندھنے کی جگہ

۱۵۲٤: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَاالْحُلَيْفَةِ وَلِأَهْلِ الشَّأْمِ الْجُحْفَةَ وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ هُنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِهِنَّ مِمَّنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ وَمَنْ كَانَ دُوْنَ ذَلِكَ فَمِنْ حَيْثُ أَنْشَأَ حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ.

۱۵۲۴: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) وہیب نے ہم سے بیان کیا، (کہا: عبداللہ) ابن طاؤس نے ہمیں بتایا۔انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ اور اہل شام کے لئے جحفہ اور اہل نجد کے لئے قرن المنازل اور اہل یمن کے لئے یلملم احرام باندھنے کے مقامات مقرر کئے ہیں۔یہ اُن کے لئے بھی ہیں اور ان لوگوں کے لئے بھی جو دوسرے ملکوں سے آئیں۔یعنی جو حج اور عمرہ کرنا چاہتے ہوں اور جو اِن مقامات سے ورے رہتے ہوں تو پھر وہ جہاں سے شروع کریں۔اہل مکہ بھی مکہ ہی سے احرام باندھیں۔

اطرافه: ١٥٢٦، ١٥٢٩، ١٥٣٠، ١٨٤٥۔

تشریح: **مُهَلُّ أَهْلِ مَكَّةَ لِلْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ:** اہل مکہ کے لئے مکہ ہی میقات ہے۔حرم سے باہر کسی مقام میں وہ احرام باندھ سکتے ہیں۔لفظ مُهَلٌّ؛ اِهْلَال سے مشتق ہے۔ **اِهْلَال** کے معنے آواز بلند کرنا۔ **مُهَلٌّ** کے معنی وہ جگہ جہاں سے احرامِ حج باندھ کر تلبیہ حج یعنی لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ .... کی آواز بلند کی جاتی ہے۔ **ذو الحلیفه** مدینہ سے چھ میل کے قریب مکہ مکرمہ کے راستہ پر ہے اور یہ مقام مکہ مکرمہ سے ۱۹۸ میل کی مسافت پر ہے۔ **جُحفه** مکہ مکرمہ سے پانچ یا چھ منزل پر ہے۔ **قرن** یا **قرن المنازل** مکہ مکرمہ سے دو منزل ہے۔ **یلملم** بھی مکہ مکرمہ سے دو منزل ہے۔ایک منزل دس میل ہوتی ہے۔(فتح الباری جزء۳ صفحہ ۴۸۵-۴۸۶) مواقیت کے مزید تعارف کے لیے تشریح باب ۱۳ بھی دیکھئے۔

بَاب۸: مِيْقَاتُ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَلَا يُهِلُّوْا قَبْلَ ذِي الْحُلَيْفَةِ

اہل مدینہ کے لئے احرام باندھنے کی جگہ اور وہ ذوالحلیفہ سے پہلے احرام نہ باندھیں

١٥٢٥: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُهِلُّ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ وَأَهْلُ الشَّأْمِ مِنَ الْجُحْفَةِ وَأَهْلُ نَجْدٍ مِنْ قَرْنٍ قَالَ عَبْدُ اللهِ وَبَلَغَنِي أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيُهِلُّ أَهْلُ الْيَمَنِ مِنْ يَلَمْلَمَ.

۱۵۲۵: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل مدینہ ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں اور اہل شام جحفہ سے اور اہل نجد قرن سے۔ حضرت عبداللہ (بن عمرؓ) کہتے تھے: اور مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اور اہل یمن یلملم سے احرام باندھیں۔

اطرافه: ١٣٣، ١٥٢٢، ١٥٢٧، ١٥٢٨۔

تشریح: **مِيْقَاتُ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ:** عنوانِ باب میں ذوالحلیفہ سے قبل احرام نہ باندھنے کے متعلق جوفقرہ زائد کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک فریق کا یہ خیال ہے کہ حضرت ابن عباسؓ وحضرت ابن عمرؓ وحضرت ابن مسعودؓ وغیرہ صحابہ نے میقات سے پہلے احرام باندھا تھا۔ (بدایة المجتهد، کتاب الحج، القول فی شروط الإحرام) امام بخاریؒ کے نزدیک ایسی روایتیں جن میں ذوالحلیفہ سے قبل احرام باندھنے کا ذکر ہے؛ قابل اعتماد نہیں۔

ہجرت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جوفِ مدینہ کو حرم قرار دے دیا۔ جو تقریباً ساڑھے دس میل لمبا اور دس میل چوڑا ہے اور چاروں طرف پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے۔ جن میں متعدد بستیاں تھیں۔ ان بستیوں کے درمیان یثرب کی بستی واقع تھی جو آنحضرت ﷺ کی ہجرت گاہ ہوئی۔ جُحفہ، ذوالحلیفہ، وادئ عقیق، بئررومہ، غابہ، وادئ قناہ اور وادئ بطحاء اِسی میدانِ جوف میں واقع ہیں۔

بَاب ٩ : مُهَلُّ أَهْلِ الشَّأْمِ

اہل شام کے احرام باندھنے کی جگہ

١٥٢٦ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ وَقَّتَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَاالْحُلَيْفَةِ وَلِأَهْلِ الشَّأْمِ الْجُحْفَةَ وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ فَهُنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ أَهْلِهِنَّ لِمَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَمَنْ كَانَ دُوْنَهُنَّ فَمُهَلُّهُ مِنْ أَهْلِهِ وَكَذَاكَ حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ يُهِلُّوْنَ مِنْهَا.

١٥٢٦: مسدد نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) حماد (بن زید) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو بن دینار سے، عمرو نے طاؤس سے، طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ، اہل شام کے لئے جُحفہ، اہل نجد کے لئے قرن المنازل اور اہل یمن کے لئے یلملم احرام باندھنے کے مقامات مقرر کئے۔ یہ اُن ملکوں کے لئے بھی ہیں اور جو اُن میں دوسرے ملکوں سے آئیں۔ یعنی ان کے لئے جو حج اور عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں اور جو لوگ ان کے ورے رہتے ہوں تو اُن کے احرام باندھنے کی جگہ ان کے اپنے گھر ہی ہیں۔ اسی طرح اہل مکہ بھی مکہ ہی سے احرام باندھیں۔

اطرافه: ١٥٢٤، ١٥٢٩، ١٥٣٠، ١٨٤٥.

تشریح: روایت نمبر ١٥٢٦ میں دوسرے ممالک سے آنے والوں کے میقات کی بھی تعیین ہے اور اُن باشندوں کیلئے بھی جو مذکورہ بالا مقامات اور مکہ مکرمہ کے درمیان ہیں۔ ان کی اپنی بستی ہی ان کے لیے میقاتِ احرام ہے۔

بَاب ١٠ : مُهَلُّ أَهْلِ نَجْدٍ

اہل نجد کے لئے احرام باندھنے کی جگہ

١٥٢٧ : حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَفِظْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ عَنْ

١٥٢٧: علی (بن مدینی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سفیان (بن عیینہ) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ہم نے

سَالِمٍ عَنْ أَبِيْهِ وَقَّتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اطرافه: ۱۳۳، ۱۵۲۲، ۱۵۲۵، ۱۵۲۸۔

اس (حدیث) کو زہری سے یاد رکھا ہے۔ زہری نے سالم سے، سالم نے اپنے باپ (حضرت عبداللہ بن عمرؓ) سے روایت کی۔ (انہوں نے کہا:) نبی ﷺ نے احرام باندھنے کی جگہیں مقرر کی ہیں۔

۱۵۲۸ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مُهَلُّ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذُو الْحُلَيْفَةِ وَمُهَلُّ أَهْلِ الشَّأْمِ مَهْيَعَةُ وَهِيَ الْجُحْفَةُ وَأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنٌ قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا زَعَمُوْا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَلَمْ أَسْمَعْهُ وَمُهَلُّ أَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمُ.

اطرافه: ۱۳۳، ۱۵۲۲، ۱۵۲۵، ۱۵۲۷۔

۱۵۲۸: احمد (بن عیسیٰ حمدانی) نے (بھی) ہمیں بتایا، (کہا: عبداللہ) ابن وہب نے ہم سے بیان کیا، کہا: یونس نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے سالم بن عبداللہ سے، سالم نے اپنے باپ (حضرت عبداللہ) رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ (انہوں نے کہا:) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: اہل مدینہ کے لئے احرام باندھنے کی جگہ ذوالحلیفہ ہے اور اہل شام کے لئے احرام باندھنے کی جگہ مَہیَعہ ہے اور وہ جحفہ میں ہے اور اہل نجد کے لئے احرام باندھنے کی جگہ قرن ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ لوگوں کا خیال ہے مگر میں نے یہ نہیں سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو؛ اہل یمن کے لئے احرام باندھنے کی جگہ یلملم ہے۔

بَاب ۱۱ : مُهَلُّ مَنْ كَانَ دُوْنَ الْمَوَاقِيْتِ

جو مقررہ جگہوں کے ورے رہتے ہوں؛ ان کے احرام باندھنے کی جگہ

۱۵۲۹ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَمْرٍو عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ

۱۵۲۹: قتیبہ (بن سعید) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) حماد (بن زید) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو (بن دینار) سے، عمرو نے طاؤس سے، طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ

وَلِأَهْلِ الشَّأْمِ الْجُحْفَةَ وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا فَهُنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ أَهْلِهِنَّ مِمَّنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَمَنْ كَانَ دُوْنَهُنَّ فَمِنْ أَهْلِهِ حَتَّى إِنَّ أَهْلَ مَكَّةَ يُهِلُّوْنَ مِنْهَا.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ اور اہل شام کے لئے جحفہ اور اہل یمن کے لئے یلملم اور اہل نجد کے لئے قرن مقرر کئے۔ یہ ان ملکوں کے لئے بھی ہیں اور اُن لوگوں کے لئے بھی؛ جو اِن میں باہر سے آئیں۔ یعنی وہ جو حج اور عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں اور وہ جو اِن سے ورے رہتے ہوں وہ اپنے گھر سے ہی احرام باندھیں۔ یہاں تک کہ اہل مکہ بھی مکہ سے ہی احرام باندھیں۔

اطرافه: ۱۵۲٤، ۱۵۲٦، ۱۵۳۰، ۱۸٤۵۔

تشریح: **مُهَلُّ مَنْ كَانَ دُوْنَ الْمَوَاقِيْتِ:** فقہاء نے جہاں اس امر میں اتفاق کیا ہے کہ میقات اور مکہ مکرمہ کے درمیان رہنے والے اپنے اپنے ٹھکانوں سے ہی احرام باندھیں، وہاں اس بارے میں اجازت اور عدمِ اجازت، افضل اور غیر افضل کا سوال اُٹھا کر دو گروہ ہو گئے ہیں۔ ایک فریق یعنی امام مالکؒ و امام احمد بن حنبلؒ کا خیال ہے کہ چونکہ یہ اجازت ہے، اس لئے افضل یہی ہے کہ میقات میں آ کر احرام باندھے اور دوسرے فریق یعنی امام شافعیؒ، ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ وغیرہم نے کہا ہے کہ اجازت سے فائدہ اُٹھانا ہی افضل ہے۔

(بداية المجتهد، كتاب الحج، القول فى شروط الإحرام)

بَاب ۱۲ : مُهَلُّ أَهْلِ الْيَمَنِ

اہل یمن کے لئے احرام باندھنے کی جگہ

۱۵۳۰: حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلِأَهْلِ الشَّأْمِ الْجُحْفَةَ وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ هُنَّ

۱۵۳۰: معلّٰی بن اسد نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) وہیب (بن خالد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبداللہ بن طاؤس سے، عبداللہ نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ، اہل شام کے لئے جحفہ اور اہل نجد کے لئے قرن المنازل اور اہل یمن کے لیے یلملم

لِأَهْلِهِنَّ وَلِكُلِّ آتٍ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِهِمْ مِمَّنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَمَنْ كَانَ دُوْنَ ذَلِكَ فَمِنْ حَيْثُ أَنْشَأَ حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَّكَّةَ.

احرام باندھنے کی جگہیں مقرر کیں۔ یہ ان ملکوں کے رہنے والوں کے لئے بھی ہیں اور ہر ایک کے لئے جو اِن میں دوسرے ملک والوں میں سے آئے یعنی جو حج اور عمرہ کا ارادہ رکھتا ہو اور جو اِن مقامات سے ورے رہتے ہوں؛ وہ جہاں سے چلنے لگیں۔ اہل مکہ بھی مکہ سے احرام باندھیں۔

اطرافه: ١٥٢٤، ١٥٢٦، ١٥٢٩، ١٨٤٥۔

بَاب ١٣: ذَاتُ عِرْقٍ لِأَهْلِ الْعِرَاقِ

اہل عراق کے لئے ذاتِ عرق مقام ہے

١٥٣١: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا فُتِحَ هَذَانِ الْمِصْرَانِ أَتَوْا عُمَرَ فَقَالُوْا يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّ لِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا وَهُوَ جَوْرٌ عَنْ طَرِيْقِنَا وَإِنَّا إِنْ أَرَدْنَا قَرْنًا شَقَّ عَلَيْنَا قَالَ فَانْظُرُوْا حَذْوَهَا مِنْ طَرِيْقِكُمْ فَحَدَّ لَهُمْ ذَاتَ عِرْقٍ.

۱۵۳۱: علی بن مسلم نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبداللہ بن نمیر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبیداللہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت (عبداللہ) ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: جب یہ شہر فتح کئے گئے تو لوگ حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا: امیرالمومنین! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجد کے لئے قرن مقرر کیا ہے اور وہ ہمارے راستہ سے ایک طرف ہے اور اگر ہم قرن جانا چاہیں تو ہمارے لئے مشکل ہوگی۔ حضرت عمرؓ نے کہا: تم اپنے راستہ میں اس کے مقابل پر کوئی اور مقام دیکھو۔ چنانچہ انہوں نے ان کے لئے ذاتِ عرق مقرر کیا۔

تشریح: **ذَاتُ عِرْقٍ لِأَهْلِ الْعِرَاقِ:** باب ۵ کی تشریح کے ضمن میں یہ بتایا جاچکا ہے کہ صحیح مسلم[۱] کی ایک روایت میں ہے کہ عراق والوں کے لئے میقات ذات عرق کا مقام خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا تھا۔ نسائیؒ[۲] وغیرہ نے بھی اس مفہوم کی بعض روایتیں نقل کی ہیں۔ مگر یہ سب روایات امام بخاریؒ کے نزدیک

[۱] (مسلم، كتاب الحج، باب مواقيت الحج والعمرة) [۲] (نسائی، كتاب الحج، باب ميقات أهل العراق)

غیر مستند ہیں۔امام مالک، امام شافعیؒ، امام رافعیؒ اور امام نووی رحمہم اللہ نے بھی یہی رائے قائم کی ہے۔(فتح الباری جزء۳ صفحہ۴۹۱، ۴۹۲) (عمدۃ القاری جزء۹صفحہ۱۴۵) طاؤس، ابن سیرین اور جابر بن زیدؒ نے مذکورہ بالا حدیث سے استدلال کیا ہے کہ اہل عراق کے لئے کوئی میقات نہیں؛ جیسا کہ دوسرے ممالک کے لئے بھی نہیں۔(عمدۃ القاری جزء۹صفحہ۱۴۵) یعنی ان جگہوں سے آنے والے مقررہ شدہ میقات سے گزرتے ہوئے کسی ایسے مقام سے جو کسی میقات کے مقابل واقع ہو؛ احرام باندھ سکتے ہیں۔حضرت عمرؓ نے اپنے قیاس سے جو فتویٰ دیا ہے، دوسرے ممالک کے لئے بھی قابل عمل ہے۔یہ اُن کا قابل قدر اجتہاد ہے۔

لَمَّا فُتِحَ هَذَانِ الْمِصْرَانِ: ان دوشہروں سے مراد کوفہ اور بصرہ ہیں۔

خلاصہ یہ کہ پانچ مقامات سے احرامِ حج یا عمرہ باندھا جاسکتا ہے۔(۱) جُحفہ: یہ ایک گاؤں کا نام ہے جو مکہ ومدینہ کے درمیان تھا۔اب غیر آباد کھنڈرات ہیں اور اس کے قریب رابغ کی بستی ہے جو اہل مصر وشام، مغرب اور اس کے ماوراء اہل اندلس (سپین) اور روم وغیرہ کے باشندگان کے لئے احرام باندھنے کی جگہ ہے۔(۲) ذات عِرق: یہ گاؤں ہے جو مکہ سے دو منزل پر ہے۔عرق نامی پہاڑی کی وجہ سے اس کا یہ نام ہے۔ جو وادیٔ عقیق کے کنارے پر واقع ہے۔یہ جگہ اہل عراق اور مشرقی ممالک کے لئے میقات ہے۔(۳) ذو الحلیفہ: مدینہ سے پانچ میل اور مکہ مکرمہ سے نو منزل یعنی نو روز کا سفر۔یہ جگہ اہل مدینہ کی میقات ہے۔(۴) یلملم: تہامہ کی پہاڑیوں میں سے ایک پہاڑی کا نام ہے۔مکہ مکرمہ سے دو منزل دور ہے۔یہ اہل یمن واہل ہند کی میقات ہے۔(۵) قرن: یہ پہاڑی کا نام ہے؛ جو میدانِ عرفات میں واقع ہے۔مکہ سے دو منزل دور۔اسے قرن المنازل بھی کہتے ہیں۔یہ اہل نجد کی میقات ہے۔

مذکورہ بالا جگہوں یا ان کے محاذ پر کسی جگہ سے گزرتے وقت احرام باندھ سکتے ہیں۔ہوائی جہاز کے ذریعہ سے سفر کرنے والے جہاں سے سوار ہوں؛ حج یا عمرہ کی نیت سے احرام باندھیں؛ بہتر ہوگا۔اگر وہ عمرہ کی نیت سے احرام باندھ لیں اور مکہ مکرمہ میں پہنچ کر عمرہ کریں اور اس سے فارغ ہو کر احرام کھول ڈالیں، پھر وہاں میقاتِ مکہ سے حج کا احرام باندھیں تو یہ صورتِ افراد بھی جائز ہے۔طیارہ یا بحری جہاز پر سفر کرنے والوں کے لئے منتظمین کی طرف سے میقات یا اُس کے محاذ کا علم دیا جاتا ہے۔

بَاب ١٤ : {اَلصَّلَاةُ بِذِي الْحُلَيْفَةِ ☆}

{ذوالحلیفہ میں نماز پڑھنا☆}

١٥٣٢ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ

۱۵۳۲: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے ہمیں بتایا۔انہوں نے نافع سے،

☆عنوانِ باب کے یہ الفاظ فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہیں (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ۴۹۳) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ فَصَلَّى بِهَا وَكَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَفْعَلُ ذَلِكَ.

نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ (انہوں نے کہا:) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ کے میدان میں اپنی اونٹنی کو بٹھایا اور وہاں نماز پڑھی اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔

اطرافه: ٤٨٤، ١٥٣٣، ١٧٩٩۔

بَاب ١٥ : خُرُوْجُ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى طَرِيْقِ الشَّجَرَةِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا درخت والے راستہ سے گزر کر جانا

١٥٣٣ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ مِنْ طَرِيْقِ الشَّجَرَةِ وَيَدْخُلُ مِنْ طَرِيْقِ الْمُعَرَّسِ وَأَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ يُصَلِّي فِي مَسْجِدِ الشَّجَرَةِ وَإِذَا رَجَعَ صَلَّى بِذِي الْحُلَيْفَةِ بِبَطْنِ الْوَادِي وَبَاتَ حَتَّى يُصْبِحَ.

۱۵۳۳: ابراہیم بن منذر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) انس بن عیاض نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے عبیداللہ (عمری) سے، عبیداللہ نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم براستہ شجرہ مدینہ سے نکلا کرتے تھے اور براستہ معرس مدینہ میں آیا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ کو جانے کے لئے نکلتے تو آپؐ درخت والی مسجد میں نماز پڑھا کرتے تھے اور جب لوٹ کر آتے تو ذوالحلیفہ میں نالہ کے نشیب میں نماز پڑھتے اور وہیں صبح تک رات بسر کرتے۔

اطرافه: ٤٨٤، ١٥٣٢، ١٧٩٩۔

تشریح: بعض نسخوں میں باب نمبر۱۴ کا کوئی عنوان نہیں اور شارحین کا خیال ہے کہ عنوان یہ ظاہر کرنے کے لئے چھوڑا گیا کہ میقاتِ احرام کا مضمون ختم ہے اور نیا مضمون شروع ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ۱۴۶)

(فتح الباری جزء۳صفحہ۴۹۳) آیا عنوانِ باب بطور وقفہ کے کبھی چھوڑ دیا گیا ہو، میرے علم میں اس کی مثالیں نہیں۔

وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ اور حج کے لئے مدینہ منورہ سے نکلتے تھے۔اس لئے اہل مدینہ کے میقات ذوالحلیفہ سے متعلق جو باتیں امام موصوفؒ کو مستند طریق سے معلوم ہوئی ہیں؛ وہ تین ابواب (نمبر۱۴، ۱۵، ۱۶) میں نقل کردی ہیں۔مناسکِ حج سے ان باتوں کا کوئی تعلق نہیں؛ گو حضرت ابن عمرؓ اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شوقِ بیکراں میں ذوالحلیفہ میں ہی نماز پڑھتے اور اس راستے سے آیا جایا کرتے تھے۔ جہاں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گزرتے۔ (روایت نمبر۱۵۳۲، ۱۵۳۳) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کی وجہ سے وادیٔ عقیق، میدانِ ذوالحلیفہ، طریق معرس اور مسجد الشجرہ کو برکت اور تاریخی حیثیت حاصل ہے؛ جیسا کہ مقامات وادیٔ مکہ کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی وجہ سے برکت دی گئی۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ۔ اور ہمیں آپؐ کی اتباع کا وہ شوق عطا فرمائے جو صحابہ کرام کو تھا۔ آمین۔

بَاب ١٦ : قَوْلُ النَّبِيِّ ﷺ الْعَقِيْقُ وَادٍ مُّبَارَكٌ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ عقیق مبارک نالہ ہے

١٥٣٤ : حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ وَبِشْرُ بْنُ بَكْرٍ التِّنِّيْسِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنِي عِكْرِمَةُ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ إِنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَادِي الْعَقِيْقِ يَقُوْلُ أَتَانِي اللَّيْلَةَ آتٍ مِّنْ رَّبِّي فَقَالَ صَلِّ فِي هٰذَا الْوَادِي الْمُبَارَكِ وَقُلْ عُمْرَةٌ فِي حَجَّةٍ.

اطرافه: ٢٣٣٧، ٧٣٤٣۔

۱۵۳۴: (ابوبکر عبداللہ) حمیدی نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ولید اور بشر بن بکر تنیسی نے ہم سے بیان کیا۔ان دونوں نے کہا: اوزاعی نے ہمیں بتایا، کہا: یحيٰ (بن ابی کثیر) نے ہم سے بیان کیا، کہا: عکرمہ نے مجھے بتایا۔انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا۔وہ کہتے تھے کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا۔حضرت عمرؓ نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وادیٔ عقیق میں سنا۔آپؐ نے فرمایا: آج رات میرے پاس میرے ربّ کی طرف سے ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا: اس مبارک وادی میں نماز پڑھو اور کہو کہ حج مع عمرہ کیا کرو۔

۱۵۳۵ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ رُئِيَ وَهُوَ فِي مُعَرَّسٍ بِذِي الْحُلَيْفَةِ بِبَطْنِ الْوَادِي قِيْلَ لَهُ إِنَّكَ بِبَطْحَاءَ مُبَارَكَةٍ وَقَدْ أَنَاخَ بِنَا سَالِمٌ يَتَوَخَّى بِالْمُنَاخِ الَّذِي كَانَ عَبْدُ اللهِ يُنِيْخُ يَتَحَرَّى مُعَرَّسَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ أَسْفَلُ مِنَ الْمَسْجِدِ الَّذِي بِبَطْنِ الْوَادِي بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الطَّرِيْقِ وَسَطٌ مِّنْ ذَلِكَ.

۱۵۳۵: محمد بن ابی بکر (مقدمی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) فضیل بن سلیمان نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) موسیٰ بن عقبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: سالم بن عبداللہ نے مجھے بتایا کہ ان کے باپ (حضرت عبداللہ بن عمر) رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ جب آپؐ ذوالحلیفہ کی وادی کے نشیب میں رات کو خیمہ زن تھے۔ آپؐ نے خواب دیکھا۔ آپؐ سے کہا گیا کہ تم ایک مبارک میدان میں ہو۔ (موسیٰ بن عقبہ کہتے تھے:) اور سالم نے ہم کو بھی وہاں ٹھہرایا۔ وہ اس مقام کی تلاش کرتے تھے؛ جہاں حضرت عبداللہؓ اونٹ بٹھایا کرتے تھے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرودگاہ کی جستجو کرتے تھے اور وہ مقام اس مسجد کے نیچے ہے؛ جو وادی کے نشیب میں ہے۔ اس کے اور راستہ کے درمیان واقع ہے۔

اطرافه: ٤٨٣، ٢٣٣٦، ٧٣٤٥۔

تشریح: **اَلْعَقِيْقُ وَادٍ مُّبَارَكٌ:** عقیق مدینہ کے قریب وادی کا نام ہے۔ زمانہ جاہلیت میں شعراءِ عرب وغیرہ کا اس وادی میں اجتماع ہوتا اور میلے لگتے تھے۔ خصوصاً موسمِ سرما و بہار میں۔

عُمْرَةٌ فِي حَجَّةٍ: حرف "فی" بمعنی واوِ عاطفہ اور یہ بمعنی "مع" زبان عربی میں اکثر استعمال ہوتا ہے۔

بَطْنُ الْوَادِي: روایت نمبر ۱۵۳۵ میں وادیٔ عقیق کی جگہ بطن وادی کا ذکر ہے۔ پہلی روایت میں اس وادی کا نام مذکور ہے۔ دونوں روایتیں ایک دوسرے کے مضمون کی تائید و تکمیل کرتی ہیں۔

وَسَطٌ مِّنْ ذَلِكَ: وسط کے معنے متوسط یعنی درمیان میں واقع ہے۔

مقاماتِ احرام کا ذکر کرنے کے بعد امام بخاریؒ اب مناسک حج کا ذکر یکے بعد دیگرے ترتیب سے کریں گے۔

مناسکِ حج خلاصۃً یہ ہیں:-

(۱) احرام، إهلال و تلبیہ: یعنی احرام باندھتے وقت بلند آواز حج یا عمرہ کا نام لے کر لَبَّیْکَ اللّٰهُمَّ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ، لَا شَرِیْکَ لَکَ. یہ تلبیہ و تسبیح و تحمید و تکبیر بحالت احرام اثنائے سفر میں بیت اللہ پہنچنے تک جاری رہتا ہے اور اس کے بعد مندرجہ ذیل اعمال عبادتِ حج کا حصہ شمار ہوتے ہیں۔

(۲) طوافِ بیت اللہ، سعی بین الصفا والمروہ، وقوفِ عرفات، قیامِ مزدلفہ، قیامِ منٰی، رمیٔ جمرات اور قربانی۔ ہر ایک کی تفصیل علیحدہ ابواب میں دیکھئے۔

بَاب ۱۷ : غَسْلُ الْخَلُوْقِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِّنَ الثِّيَابِ

کپڑوں سے خوشبو کو تین بار دھونا

۱۵۳۶: قَالَ أَبُو عَاصِمٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ أَنَّ صَفْوَانَ ابْنَ يَعْلَى أَخْبَرَهُ أَنَّ يَعْلَى قَالَ لِعُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَرِنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ يُوْحَى إِلَيْهِ قَالَ فَبَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجِعْرَانَةِ وَمَعَهُ نَفَرٌ مِّنْ أَصْحَابِهِ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ كَيْفَ تَرَى فِي رَجُلٍ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَهُوَ مُتَضَمِّخٌ بِطِيْبٍ فَسَكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاعَةً فَجَاءَهُ الْوَحْيُ فَأَشَارَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِلَى يَعْلَى فَجَاءَ يَعْلَى وَعَلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَوْبٌ قَدْ أُظِلَّ بِهِ

۱۵۳۶: ابوعاصم (ضحاک بن مخلد) نے کہا: ابن جریج نے ہمیں بتایا، (کہا:) عطاء (بن ابی رباح) نے مجھے خبر دی کہ صفوان بن یعلیٰ نے بتایا۔ حضرت یعلیٰؓ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپؐ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے وقت میں مجھے دکھائیں جب آپؐ کو وحی ہو رہی ہو۔ حضرت یعلیٰؓ کہتے تھے: ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ میں تھے اور آپؐ کے ساتھ آپؐ کے صحابہ میں سے ایک جماعت بھی تھی۔ اس اثناء میں آپؐ کے پاس ایک شخص آیا۔ اس نے کہا: یارسول اللہ! آپؐ کا اس شخص کی نسبت کیا خیال ہے جس نے عمرہ کا احرام باندھا اور خوشبو سے لتھڑا ہوا ہو؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر خاموش رہے۔ اتنے میں آپؐ کو وحی ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت یعلیٰؓ کو اشارہ کیا اور حضرت یعلیٰؓ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ

فَأَدْخَلَ رَأْسَهُ فَإِذَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْمَرُّ الْوَجْهِ وَهُوَ يَغِطُّ ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ فَقَالَ أَيْنَ الَّذِي سَأَلَ عَنِ الْعُمْرَةِ فَأُتِيَ بِرَجُلٍ فَقَالَ اغْسِلِ الطِّيْبَ الَّذِي بِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَانْزِعْ عَنْكَ الْجُبَّةَ وَاصْنَعْ فِي عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِي حَجَّتِكَ قُلْتُ لِعَطَاءٍ أَرَادَ الْإِنْقَاءَ حِيْنَ أَمَرَهُ أَنْ يَّغْسِلَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَ نَعَمْ.

علیہ وسلم پر ایک کپڑا تھا؛ جس سے آپؐ پر سایہ کیا گیا تھا اور آپؐ نے اپنا سر اُس کے اندر کرلیا۔تو کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ سرخ ہے اور آپؐ خراٹے لے رہے ہیں۔ پھر اس کے بعد آپؐ سے یہ حالت جاتی رہی اور آپؐ نے فرمایا: وہ کہاں ہے جس نے عمرہ کی بابت پوچھا تھا؟ وہ آدمی لایا گیا۔ آپؐ نے فرمایا: وہ خوشبو جو کپڑے میں لگی ہے تین بار دھوڈال اور اس جبہ کو اُتار دے اور اپنے عمرہ میں وہی کر جو تو حج میں کرتا ہے۔ (ابن جریج کہتے تھے:) عطاء سے میں نے پوچھا: آپؐ نے جب اس کو تین بار دھونے کا حکم دیا تو آپؐ کی مراد اچھی طرح صاف کرنا تھی؟ انہوں نے کہا: ہاں۔

اطرافه: ۱۷۸۹، ۱۸۴۷، ۴۳۲۹، ۴۹۸۵.

تشریح: غَسْلُ الْخَلُوْقِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِّنَ الثِّيَابِ: احرام میں مردوں کے لئے دو سادہ سفید چادریں۔ ایک بطور تہ بند اور دوسری اوڑھنے کے لئے جس کا ایک سرا دائیں بغل سے نکال کر بائیں کندھے پر اور دوسرا بائیں بغل سے نکال کر دائیں کندھے پر لٹکایا جاتا ہے۔ عورتیں سادہ سلے ہوئے سفید کپڑے یعنی قمیص، پاجامہ اور دوپٹہ پہن لیتی ہیں۔ پھر برقعہ یا زیبائش اور بناؤ سنگار نہ ہو۔ احرام باندھنے سے پہلے مرد حجامت کرواسکتے ہیں مگر احرام کے بعد نہیں۔ احرام کے معنوں میں یہ بات مضمر ہے کہ حج کے مخصوص لباس پہننے کے ساتھ بعض باتیں حاجی کے لئے حرام ہوجاتی ہیں۔ جن میں سے خوشبو لگانا بھی ہے۔

اَلْخَلُوْق: ایک خوشبو ہے جس میں زعفران ڈالا جاتا تھا اور شادی بیاہ کے موقعوں پر یہ خوشبو استعمال ہوتی تھی اور بعض روایتوں میں بھی۔ جنہیں علامہ عینی نے مفصل نقل کیا ہے۔ بایں الفاظ صراحت ہے: فَأَتَاهُ رَجُلٌ عَلَيْهِ جُبَّةٌ بِهَا أَثَرٌ مِّنْ خَلُوْقٍ. یعنی آپؐ کے پاس ایک شخص آیا۔ اس کے چوغے پر خوشبو کا اثر نمایاں تھا۔ علامہ عینی کے نزدیک یہی وجہ ہے کہ مندرجہ بالا عنوانِ باب قائم کیا گیا ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ۱۵۰) روایت نمبر۱۵۳۶ میں کپڑوں کا ذکر نہیں، صرف یہ الفاظ ہیں: وَهُوَ مُتَضَمِّخٌ بِطِيْبٍ اور نہ خلوق کا ذکر ہے۔ اس کا جواب ان کی طرف سے یہ دیا گیا ہے کہ امام بخاریؒ کی عادت ہے کہ بعض دوسری روایات میں وارد شدہ الفاظ مدنظر رکھ کر عنوان قائم کرتے ہیں۔ جیسا کہ یہی روایت کتاب العمرة، باب۱۰، زیر رویت نمبر۱۷۸۹ بھی نقل کی گئی ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں: عَلَيْهِ جُبَّةٌ وَعَلَيْهِ أَثَرُ

الْخَلُوْقِ اَوْ قَالَ صُفْرَةٌ. مسند ابوداؤد طیالسیؒ میں یہ الفاظ ہیں: عَلَيْهِ جُبَّةٌ عَلَيْهَا اَثَرُ الْخَلُوْقِ.[1] اور مسلم کی روایت[2] میں بھی جو بسند عطاء منقول ہے یہی الفاظ ہیں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۴۹۸)

باب کا عنوان قائم کرنے میں جہاں یہ روایتیں مدنظر ہیں، وہاں ایک فقہی اختلاف کا حل بھی مدنظر ہے۔ حج اور عمرہ میں جو باتیں ترک کی جاتی ہیں اُن میں سے ایک خوشبو بھی ہے۔ بحالت احرام خوشبو نہ لگانے کے بارے میں فقہاء کے درمیان اتفاق ہے۔ لیکن احرام باندھتے وقت خوشبو لگانا جس کا اثر بوقت احرام بھی باقی رہے، اسے امام مالکؒ، محمد بن حسنؒ وغیرہ نے مکروہ قرار دیا ہے اور صفوان بن یعلیٰ کی مذکورہ بالا حدیث سے انہوں نے استدلال کیا ہے۔ مگر جمہور علماء (امام ابوحنیفہؒ، شافعیؒ، احمدؒ، سفیان ثوریؒ وغیرہ) نے خوشبو لگانا جائز سمجھا ہے۔ ان کا استدلال حضرت عائشہؓ کی روایت نمبر ۱۵۳۸، ۱۵۳۹ سے ہے۔ ان کے نزدیک صفوان بن یعلیٰ کا روایت کردہ واقعہ جعرانہ مقام کا ہے جو بالاتفاق ۸ھ میں ہوا۔ اس لئے بعد کا عمل قابل اعتماد ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۴۹۸) (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ ۱۵۲) علاوہ ازیں محرم (یعنی احرامِ حج باندھنے والے) کے لئے زعفران کا استعمال قطعاً ممنوع ہے۔ (باب ۲۱ روایت نمبر ۱۵۴۲) اس لئے قیاس یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالت احرام زعفران سے رنگے ہوئے کپڑے پہننا ناپسند فرمایا جو شادی بیاہ کے وقت پہنے جاتے ہیں۔ جمہور کی دلیل امام بخاریؒ نے قبول کی ہے۔ دراصل یہ اختلاف ہی اصل وجہ ہے کہ انہوں نے عنوانِ باب میں لفظ خلوق اور ثیاب کو نمایاں کرکے اس میں جعرانہ والا واقعہ درج کیا ہے اور اس کے بعد اَلطِّيْبُ عِنْدَ الْاِحْرَامِ کا باب ۱۸ الگ قائم کرکے اس میں حضرت عائشہؓ کی روایت نقل کی ہے۔

بَاب ۱۸: اَلطِّيْبُ عِنْدَ الْإِحْرَامِ

احرام باندھتے وقت خوشبو لگانا

وَمَا يَلْبَسُ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُّحْرِمَ وَيَتَرَجَّلَ وَيَدَّهِنَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَشَمُّ الْمُحْرِمُ الرَّيْحَانَ وَيَنْظُرُ فِي الْمِرْآةِ وَيَتَدَاوَى بِمَا يَأْكُلُ الزَّيْتِ وَالسَّمْنِ وَقَالَ عَطَاءٌ يَتَخَتَّمُ وَيَلْبَسُ الْهِمْيَانَ وَطَافَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَهُوَ مُحْرِمٌ وَقَدْ حَزَمَ عَلَى

اور جب احرام باندھنا چاہے تو کیا لباس پہنے اور کنگھی کرے اور تیل لگائے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: محرم خوشبودار پھول سونگھ سکتا ہے اور آئینہ بھی دیکھ سکتا ہے اور تیل اور گھی جو وہ کھاتا ہے اس سے علاج معالجہ بھی کر سکتا ہے۔ اور عطاء (بن ابی رباح) نے کہا: انگوٹھی بھی پہن سکتا ہے اور کمر کی پیٹی بھی پہنے۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جبکہ وہ احرام کی

---

[1] (مسند ابی داؤد الطیالسی، الجزء السادس، یعلی بن أمیة۔ روایت نمبر ۱۳۲۳)

[2] (مسلم، کتاب الحج، باب ما یباح للمحرم بحجّ او عمرة)

بَطْنِهِ بِثَوْبٍ وَلَمْ تَرَ عَائِشَةُ بِالتُّبَّانِ بَأْسًا {قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ يَعْنِي☆} لِلَّذِيْنَ يَرْحَلُوْنَ هَوْدَجَهَا.

حالت میں تھے؛ طواف کیا اور انہوں نے پیٹ پر کپڑا باندھا ہوا تھا۔ اور حضرت عائشہؓ نے جانگیہ (نکر) پہننے میں کوئی حرج نہیں سمجھا۔ {ابوعبداللہ (بخاریؒ) نے کہا: (حضرت عائشہؓ کی) مراد یہ ہے☆} کہ یہ ان لوگوں کے لئے جائز ہے جو اونٹ پر ہودج کستے ہیں۔

۱۵۳۷: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ جُبَيْرٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَدَّهِنُ بِالزَّيْتِ فَذَكَرْتُهُ لِإِبْرَاهِيْمَ قَالَ مَا تَصْنَعُ بِقَوْلِهِ.

۱۵۳۷: محمد بن یوسف (فریابی) نے ہم سے بیان کیا، کہا: سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے سعید بن جبیر سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: (حضرت عبداللہ) ابن عمر رضی اللہ عنہما (احرام باندھتے وقت) تیل لگاتے تھے۔ (منصور کہتے تھے:) میں نے ابراہیم سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: آپؒ سعید بن جبیرؒ کے اس قول کو کیا کریں گے۔

۱۵۳۸: حَدَّثَنِي الْأَسْوَدُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِيْصِ الطِّيْبِ فِي مَفَارِقِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ.

۱۵۳۸: (انہوں نے کہا کہ) اسود نے مجھے بتایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: گویا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ میں خوشبو کی چمک کو اَب بھی دیکھ رہی ہوں اور آپؐ احرام باندھے ہوئے تھے۔

۱۵۳۹: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كُنْتُ

۱۵۳۹: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبدالرحمٰن بن قاسم سے، عبدالرحمٰن نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں: میں رسول اللہ صلی اللہ

☆ الفاظ "قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰہِ یَعْنِی" نسخہ صغانی کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۵۰۱) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

أُطَيِّبُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِإِحْرَامِهِ حِيْنَ يُحْرِمُ وَلِحِلِّهِ قَبْلَ أَنْ يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ.

علیہ وسلم کو جب آپؐ احرام باندھتے خوشبو لگایا کرتی تھی اور ایسا ہی جب آپؐ احرام کھولتے یعنی بیت اللہ کا طواف کرنے سے پہلے۔

اطرافہ: ۱۷۵۴، ۵۹۲۲، ۵۹۲۸، ۵۹۳۰۔

تشریح: **اَلطِّيْبُ عِنْدَ الْإِحْرَامِ وَمَا يَلْبَسُ:** عنوانِ باب میں کئی ایک باتیں جن کا تعلق عام زینت کے ساتھ ہے؛ جمع کر کے مسئلہ کی اصل نوعیت واضح کی ہے۔ یعنی خوشبو لگانا، کنگھی کرنا، بالوں میں تیل لگانا، پھول سونگھنا، آئینہ دیکھنا اور انگوٹھی پہننا وغیرہ۔ اس فہرست میں امام موصوفؒ نے وَمَا يَلْبَسُ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُّحْرِمَ کہہ کر بعض قسم کے سلے ہوئے لباس کا بھی ذکر کیا ہے جو عند الضرورت پہننا پڑے۔ باب ۲۱ میں بھی لباس سے متعلق سوال اُٹھایا گیا ہے۔ لیکن وہاں قسم لباس مراد ہے۔ بعض فقہاء نے معمولی قسم کی زینت کی اشیاء کو بھی بوقت احرام مطلق ممنوع قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ابوبکر بن ابی شیبہؒ نے حضرت جابرؓ سے خوشبودار پھول سونگھنے کی کراہیت کا، طاؤس سے آئینہ دیکھنے کی ممانعت کا اور مجاہد سے ان کا یہ فتویٰ نقل کیا ہے کہ (إِنْ تَدَاوَى بِالسَّمْنِ أَوِ الزَّيْتِ فَعَلَيْهِ دَمٌ) اگر گھی یا زیتون کے تیل سے ہاتھ پیر پھٹنے کا علاج کیا جائے تو قربانی دینی ہوگی۔ پھول سونگھنا امام شافعیؒ کے نزدیک ممنوع اور امام مالکؒ اور احناف کے نزدیک مکروہ ہے۔ اس قسم کے فتاویٰ کا ردّ ان ابواب میں مقصود ہے۔

(فتح الباری جزء۳ صفحہ ۵۰۰) (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ ۱۵۳)

بحالت احرام مرد کے لئے سلے ہوئے کپڑے پہننا جائز نہیں۔ مگر پیٹی جس میں نقدی رکھی جاتی ہے وہ ایک ضرورت کے لئے ہے اور جائز ہے۔ ایسا ہی حضرت عائشہؓ نے ایک بار حج کے سفر میں چھوٹے پائجامے (نکریں) لڑکوں کو پہننے کے لئے کہا۔ کیونکہ وہ (ازار) تہ بند باندھے ہوئے تھے۔ کجاوہ باندھنے کی حالت میں برہنگی ہو جاتی تھی۔ یہ سلے ہوئے کپڑے پہننے کی اجازت بھی حالات کے تحت تھی۔ محرم کے لئے اس کے استعمال کی اجازت نہیں ہوتی۔

يَتَدَاوَى بِمَا يَأْكُلُ الزَّيْتِ وَالسَّمْنِ: میں "بِمَا" بِالَّذِیْ کے معنوں میں ہے۔ یعنی جو وہ کھاتا ہے۔ زیتون کا تیل اور گھی وغیرہ بطور علاج استعمال کرنا جائز ہے۔ ابوبکر ابن ابی شیبہؒ نے بھی حضرت ابن عباسؓ کی یہ روایت نقل کی ہے: يَتَدَاوَى الْمُحْرِمُ اور ان کی یہ روایت بھی مذکور ہے: إِذَا تَشَقَّقَتْ يَدَا الْمُحْرِمِ أَوْ رِجْلَاهُ فَلْيَدْهَنْهُمَا بِالزَّيْتِ أَوْ بِالسَّمْنِ. (مصنف ابن ابی شیبه، کتاب الحج، باب فیما یتداوی المحرم، جزء۳ صفحہ ۱۴۷، روایت نمبر ۱۲۹۲۱، ۱۲۹۲۲) یعنی محرم کے ہاتھ پاؤں اگر پھٹ جائیں تو ان پر تیل یا گھی لگانا جائز ہے۔

يَتَخَتَّمُ وَيَلْبَسُ الْهِمْيَانَ: انگوٹھی اور پیٹی پہننے کی بابت تمام فقہاء نے اجازت دی ہے؛ سوائے اسحاقؒ کے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۵۰۰) قَالَ عَطَاءٌ يَتَخَتَّمُ وَيَلْبَسُ الْهِمْيَانَ. یعنی انگوٹھی اور کمر بند پہنے۔ عطاء اور حضرت ابن عباسؓ کا یہی فتویٰ دار قطنی نے نقل کیا ہے۔ (سنن الدار قطنی، کتاب الحج، جزء۲ صفحہ ۲۳۳، روایت نمبر ۱۷)

وَطَافَ ابْنُ عُمَرَ.... وَقَدْ حَزَمَ عَلَى بَطْنِهِ بِثَوْبٍ: یہ قول امام شافعیؒ نے طاؤسؒ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عمرؓ کو طواف کرتے دیکھا اور انہوں نے اپنے پیٹ پر کپڑے کی پٹی باندھی ہوئی تھی۔ (مسند الشافعی، کتاب المناسک، جزء۱صفحہ۱۱۹) ابوبکرابن ابی شیبہؒ نے حضرت ابن عمرؓ کا یہ قول نقل کیا ہے: لَا تَعْقِدُ عَلَيْكَ شَيْئًا وَأَنْتَ مُحْرِمٌ. (مصنف ابن ابی شیبه، کتاب الحج، باب فی المحرم یعقد علی بطنه الثوب، جزء۳صفحہ۴۰۹) یعنی کوئی شے اپنے بدن پر نہ باندھ جبکہ تو بحالت احرام ہو۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ کو حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عمرؓ کے حوالے دینے کی ضرورت پیش آئی ہے۔غرض ابن ابی شیبہؒ اور اسحاقؒ کی اس قسم کی ممانعت کے بارے میں روایات قابل توجہ نہیں۔

امام موصوفؒ نے بوقت احرام عطر استعمال کرنے، سر میں تیل لگانے اور کنگھی کرنے کے بارے میں عنوانِ باب قائم کیا ہے اور اس باب سے متعلق تین روایتیں نقل کی ہیں جن سے یہ تینوں باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ مانگ کنگھی سے ہی نکالی جاتی ہے۔عنوانِ باب میں جو حوالہ جات دئے گئے ہیں۔ان سے جہاں صحابہ کرامؓ کی فقیہانہ وسعت نظر ثابت کرنا مقصود ہے۔وہاں ابوبکرابن ابی شیبہؒ وغیرہ کی روایات کا ردّ بھی مدنظر ہے۔

بَاب ۱۹ : مَنْ أَهَلَّ مُلَبِّدًا

جس نے بالوں کو جما کر احرام باندھا

۱۵۴۰ : حَدَّثَنَا أَصْبَغُ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ مُلَبِّدًا.

اطرافه: ۱۵۴۹، ۵۹۱۴، ۵۹۱۵۔

۱۵۴۰: اصبغ (بن فرج) نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبداللہ بن وہب نے ہمیں بتایا۔اُنہوں نے یونس سے، یونس نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے سالم سے، سالم نے اپنے باپ (حضرت عبداللہ بن عمر) رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ کہتے تھے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ .... پکارتے سنا۔(آپؐ نے) سر کے بال جمائے ہوئے تھے۔

تشریح: مَنْ أَهَلَّ مُلَبِّدًا: امام موصوفؒ نے باب ۱۹ کا عنوان جملہ شرطیہ رکھ کر جواب حذف کر دیا ہے اور اس ضمن میں روایت نمبر ۱۵۴۰ جو نقل کی گئی ہے، اس سے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے بال جمائے ہوئے تھے کہ پراگندہ نہ ہوں۔امام موصوفؒ نے جوابِ شرط غالباً اس لئے حذف کیا ہے کہ امام شافعیؒ نے بالوں کو جمانا مستحب قرار دیا ہے اور جمہور نے بال جمانے والے کے لیے سر منڈوانا بھی ضروری قرار دیا ہے اور یہ مسئلہ بعض ایسی روایتوں سے اخذ کیا ہے جو کمزور ہیں۔عرب بوقت سفر حج اور احرام کی حالت میں اپنے سر

کے بال جما لیتے تھے۔تا سر غبار، پھنسیوں اور جوؤں سے محفوظ رہے۔ تلبید (بال جمانے) میں خطمی، آس اور سدر کے بیج کا نقوع تیار کر کے اس میں گوند ملائی جاتی تھی۔

(كتاب الحيوان جاحظ، الجزء الخامس، في القمل والصّؤاب، تلبيد الشعر)

بَاب ۲۰ : اَلْإِهْلَالُ عِنْدَ مَسْجِدِ ذِي الْحُلَيْفَةِ

ذوالحلیفہ کی مسجد کے پاس اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ پکارا جائے

۱۵۴۱ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللهِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا. وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ مُّوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ يَقُوْلُ مَا أَهَلَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا مِنْ عِنْدِ الْمَسْجِدِ يَعْنِي مَسْجِدَ ذِي الْحُلَيْفَةِ.

۱۵۴۱: علی بن عبداللہ (ابن مدینی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سفیان (بن عیینہ) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) موسیٰ بن عقبہ نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) میں نے سالم بن عبداللہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: میں نے (حضرت عبداللہ) ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا۔ اور عبداللہ بن مسلمہ (قعنبی) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے موسیٰ بن عقبہ سے، موسیٰ نے سالم بن عبداللہ سے روایت کی کہ انہوں نے اپنے باپ سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے پاس ہی سے احرام باندھا۔ ان کی مراد ذوالحلیفہ کی مسجد تھی۔

تشریح: اَلْإِهْلَالُ عِنْدَ مَسْجِدِ ذِی الْحُلَيْفَةِ: باب نمبر ۸ میں اہل مدینہ کے احرام باندھنے کی جگہ کا ذکر گزر چکا ہے۔ یہ باب ایک اختلاف مدنظر رکھتے ہوئے قائم کیا گیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت نمبر ۱۵۴۵ سے ظاہر ہے کہ جب بیداء مقام پر آپؐ پہنچے تو آپؐ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے تو آپؐ نے اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ پکارا۔ اس روایت کی بناء پر ایک فریق بیداء سے ہی احرام حج کی ابتداء کرتا تھا اور حضرت ابن عمرؓ نے انہیں سختی سے روکا اور کہا کہ هٰذِهِ الْبَيْدَاءُ الَّتِی تُكَذِّبُوْنَ فِيْهَا عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاللّٰهِ مَا أَهَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلَّا مِنْ عِنْدِ الْمَسْجِدِ مَسْجِدِ ذِی الْحُلَيْفَةِ. (مسند الحميدی، فی الحج، روایت نمبر ۶۵۹، جزء۲ صفحہ ۲۹۱) یہ بیداء جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت تم خلاف واقعہ بیان کرتے ہو بخدا وہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لبیک نہیں پکارا۔ بلکہ مسجد کے پاس سے یعنی ذوالحلیفہ کی مسجد سے۔ امام مسلمؒ نے بھی یہ روایت بایں الفاظ نقل کی ہے:

كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِذَا قِيْلَ لَهُ الْإِحْرَامُ مِنَ الْبَيْدَاءِ قَالَ الْبَيْدَاءُ الَّتِی تَكْذِبُوْنَ فِيْهَا......

(مسلم، كتاب الحج، باب أمر أهل المدينة بالإحرام من عند مسجد ذی الحليفة)

غرض حضرت ابن عمرؓ نے حضرت ابن عباسؓ کی روایت قبول نہیں کی۔ ابوداؤدؒ اور حاکم کی روایتیں اس اختلاف کو حل کرتی ہیں کہ ذوالحلیفہ کی مسجد میں آپؐ نے دو رکعت پڑھنے کے بعد حج کا احرام باندھا اور لبیک پکارا۔ جو صحابہ وہاں موجود تھے، انہیں واقعہ یاد رہا۔ پھر آپؐ نے (جب سوار ہوئے) لبیک پکارا اور جن صحابہ نے آپؐ کو سوار ہوتے وقت لبیک پکارتے سنا، انہوں نے یہ واقعہ بیان کیا[1] اور تیسری بار پھر آپؐ نے اس وقت لبیک پکارا، جب بیداء کی گھاٹی پر چڑھے اور آپؐ کے ساتھی سمجھے کہ یہاں سے ابتدائے تلبیہ ہے[2] بناء بریں ہر سہ مقامات سے جمہور نے ہی تلبیہ کی ابتداء کرنا جائز قرار دیا ہے۔ عنوانِ باب سے امام بخاریؒ کی رائے اس بارے میں واضح ہے۔ بیداء کے معنے بیابان۔

بَاب ۲۱: مَا لَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ

محرم کیا کپڑے نہ پہنے

۱۵۴۲: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَا يَلْبَسُ الْقُمُصَ وَلَا الْعَمَائِمَ وَلَا السَّرَاوِيْلَاتِ وَلَا الْبَرَانِسَ وَلَا الْخِفَافَ إِلَّا أَحَدٌ لَا يَجِدُ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ وَلَا تَلْبَسُوْا مِنَ الثِّيَابِ شَيْئًا مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ أَوْ وَرْسٌ.

۱۵۴۲: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ! محرم کیا کپڑے پہنے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قمیص نہ پہنے اور نہ عمامہ اور نہ پاجامہ اور نہ کنٹوپ اور نہ موزے مگر جس کو جوتی نہ ملے تو وہ موزے پہنے اور انہیں ٹخنوں سے نیچے تک کاٹ ڈالے اور نہ وہ کوئی ایسا کپڑا پہنے جس میں زعفران یا ورس لگی ہو۔

{قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ وَلَا يَتَرَجَّلُ وَلَا يَحُكُّ جَسَدَهُ

{ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: محرم اپنا سر دھو سکتا ہے لیکن کنگھی نہ کرے، نہ اپنا بدن کھجلائے اور جوؤں

---

[1] اس حصہ کا ذکر کتاب الحج باب ۲ روایت نمبر ۱۵۱۴، ۱۵۱۵ میں بھی ہے۔
[2] (ابوداؤد، كتاب المناسك، باب في وقت الإحرام) (المستدرك لحاكم، كتاب المناسك، تلبية ما على الأرض من يمين الملبّى وشماله، جزء اوّل صفحہ ۴۵۱)

وَيُلْقِي الْقُمَّلَ مِنْ رَّأْسِهِ وَجَسَدِهِ فِي الْأَرْضِ.☆}

کو سر یا بدن سے نکال کر زمین پر ڈال دے۔ (ان کو مارے نہیں۔)☆}

اطرافہ:١٣٤، ٣٦٦، ١٨٣٨، ١٨٤٢، ٥٧٩٤، ٥٨٠٣، ٥٨٠٥، ٥٨٠٦، ٥٨٤٧، ٥٨٥٢۔

تشریح: اَلْخِفَاف: موزے۔ موزے سے مراد چمڑے کا موزہ ہے جو عرب میں مستعمل تھا اور اب بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ روایت کتاب العلم باب ۵۳ میں بھی گذر چکی ہے۔ مزید تشریح کے لیے دیکھئے روایت نمبر ۱۳۴ نیز کتاب جزاء الصید باب ۱۳ و ۱۵۔

بَاب ٢٢: اَلرُّكُوْبُ وَالِارْتِدَافُ فِي الْحَجِّ

حج میں سوار ہونا اور کسی کے پیچھے سواری پر بیٹھنا

١٥٤٣-١٥٤٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ يُوْنُسَ الْأَيْلِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ أُسَامَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَانَ رِدْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ إِلَى الْمُزْدَلِفَةِ ثُمَّ أَرْدَفَ الْفَضْلَ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ إِلَى مِنًى قَالَ فَكِلَاهُمَا قَالَ لَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلَبِّي حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ.

۱۵۴۳-۱۵۴۴: عبداللہ بن محمد نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) وہب بن جریر نے ہم سے بیان کیا کہ میرے باپ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یونس (بن یزید ایلی) سے، یونس نے زہری سے، زہری نے عبیداللہ بن عبداللہ سے، عبیداللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ عرفات سے مزدلفہ تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپؐ کے پیچھے سواری پر بیٹھے تھے۔ پھر آپؐ نے مزدلفہ سے منیٰ تک حضرت فضلؓ (بن عباسؓ) کو اپنے پیچھے بٹھایا۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: تو یہ دونوں کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لبیک کہتے رہے؛ یہاں تک کہ جمرۂ عقبہ پر آ کر آپؐ نے کنکریاں پھینکیں۔

اطراف الحديث١٥٤٣: ١٦٨٦۔
اطراف الحديث١٥٤٤: ١٦٧٠، ١٦٨٥، ١٦٨٧۔

تشریح: اَلرُّكُوْبُ وَالِارْتِدَافُ فِي الْحَجِّ: زمانہ جاہلیت میں سوار ہو کر حج کرنا خلاف تعظیم بیت اللہ اور سخت معیوب سمجھا جاتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول اور عمل سے اس وہم کا ازالہ فرمایا

☆ یہ عبارت فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ ۵۰۵)

جیسا کہ آپؐ نے الفاظِ تلبیہ کی بھی اصلاح فرمائی ہے۔ مشرکین عرب الفاظ لَا شَرِیْکَ کے بعد استثنیٰ کرتے اور کہتے تھے: اِلَّا شَرِیْکًا هُوَ لَکَ تَمْلِکُهُ وَمَا مَلَکَ۔ یعنی تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہی جو تیرا شریک ہے جس کا تو مالک ہے اور اس چیز کا بھی مالک ہے جس کا وہ تیرا شریک مالک ہے۔ (مسلم، کتاب الحج، باب التلبية و صفتها) (سنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الحج، باب ماكان المشركون يقولون في التلبية، روایت نمبر۸۸۱۹، جزء۵ صفحہ۴۵) (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ۲۶۵ تشریح باب ۶۷) اس روایت سے واضح ہے کہ آپؐ عرفات سے منیٰ تک سوار رہے اور سواری کی حالت ہی میں جمرۃ العقبہ پر کنکریاں پھینکیں اور یہ فعل خاتمہ حج ہے۔ اس ضمن میں باب نمبر ۱۰۱ بھی دیکھئے۔

بَاب۲۳: مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ وَالْأَرْدِيَةِ وَالْأُزُرِ

محرم کپڑوں، چادروں اور تہ بندوں میں کون کونسا لباس پہنے

وَلَبِسَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا الثِّيَابَ الْمُعَصْفَرَةَ وَهِيَ مُحْرِمَةٌ وَقَالَتْ لَا تَلَثَّمْ وَلَا تَتَبَرْقَعْ وَلَا تَلْبَسْ ثَوْبًا بِوَرْسٍ وَلَا زَعْفَرَانٍ وَقَالَ جَابِرٌ لَا أَرَى الْمُعَصْفَرَ طِيْبًا وَلَمْ تَرَ عَائِشَةُ بَأْسًا بِالْحُلِيِّ وَالثَّوْبِ الْأَسْوَدِ وَالْمُوَرَّدِ وَالْخُفِّ لِلْمَرْأَةِ وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ لَا بَأْسَ أَنْ يُبْدِلَ ثِيَابَهُ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کُسمی☆ رنگ کے کپڑے پہنے جبکہ وہ احرام باندھے ہوئے تھیں۔ اور وہ کہتی تھیں: نہ منہ پوش پہنے اور نہ برقعہ اور نہ ایسا کپڑا پہنے؛ جس میں ورس یا زعفران لگی ہو۔ اور حضرت جابرؓ نے کہا: میں کُسم کو خوشبو نہیں سمجھتا۔ اور حضرت عائشہؓ نے عورت کے لئے زیور اور سیاہ اور گلابی رنگ کے کپڑے اور موزے پہننے میں کوئی حرج نہیں سمجھا۔ ابراہیم (نخعی) نے کہا: کوئی حرج نہیں جو اپنے کپڑے بدلے۔

۱۵۴۵: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ انْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ

۱۵۴۵: محمد بن ابی بکر مقدمی نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) فضیل بن سلیمان نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ موسیٰ بن عقبہ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے کہا: کریب نے مجھے بتایا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے کنگھی کر کے، تیل لگانے، تہ بند اور

☆ کُسم ایک پھول ہے جس سے شہاب یعنی گہرا سرخ رنگ نکلتا ہے اور کپڑے رنگے جاتے ہیں۔ (اردو لغت- کسم)

الْمَدِيْنَةِ بَعْدَ مَا تَرَجَّلَ وَادَّهَنَ وَلَبِسَ إِزَارَهُ وَرِدَاءَهُ هُوَ وَأَصْحَابُهُ فَلَمْ يَنْهَ عَنْ شَيْءٍ مِنَ الْأَرْدِيَةِ وَالْأُزُرِ تُلْبَسُ إِلَّا الْمُزَعْفَرَةَ الَّتِي تَرْدَعُ عَلَى الْجِلْدِ فَأَصْبَحَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ حَتَّى اسْتَوَى عَلَى الْبَيْدَاءِ أَهَلَّ هُوَ وَأَصْحَابُهُ وَقَلَّدَ بَدَنَتَهُ وَذَلِكَ لِخَمْسٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ فَقَدِمَ مَكَّةَ لِأَرْبَعِ لَيَالٍ خَلَوْنَ مِنْ ذِي الْحَجَّةِ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلَمْ يَحِلَّ مِنْ أَجْلِ بُدْنِهِ لِأَنَّهُ قَلَّدَهَا ثُمَّ نَزَلَ بِأَعْلَى مَكَّةَ عِنْدَ الْحَجُوْنِ وَهُوَ مُهِلٌّ بِالْحَجِّ وَلَمْ يَقْرَبِ الْكَعْبَةَ بَعْدَ طَوَافِهِ بِهَا حَتَّى رَجَعَ مِنْ عَرَفَةَ وَأَمَرَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ يُقَصِّرُوْا مِنْ رُّءُوسِهِمْ ثُمَّ يَحِلُّوْا وَذَلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ مَّعَهُ بَدَنَةٌ قَلَّدَهَا وَمَنْ كَانَتْ مَعَهُ امْرَأَتُهُ فَهِيَ لَهُ حَلَالٌ وَالطِّيْبُ وَالثِّيَابُ.

اطرافه: ۱۶۲۵، ۱۷۳۱۔

چادر پہننے کے بعد اپنے صحابہ سمیت چل پڑے تو آپؐ نے چادروں اور تہ بندوں میں سے کوئی کپڑا پہننے سے نہیں روکا۔ مگر ایسے کپڑے نہ ہوں جو زعفران میں رنگے ہوں۔ یعنی وہ جس سے جسم پر زعفران لگے۔ آپؐ ذوالحلیفہ میں صبح تک رہے۔ پھر اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے۔ جب بیداء میں پہنچے تو آپؐ نے اور آپؐ کے صحابہ نے اَللّٰھُمَّ لَبَّیْک کہا اور اپنی قربانی والے اونٹ کے گلے میں ہار ڈالا اور اس وقت ذی القعدہ مہینے کے پانچ دن باقی تھے۔ آپؐ مکے میں جب ذوالحج کے چار دن گزر گئے تھے؛ پہنچے۔ آپؐ نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کی اور چونکہ قربانی کے اونٹ آپؐ کے ساتھ تھے اور آپؐ نے ان کے گلے میں ہار ڈالے تھے۔ اس لئے آپؐ نے احرام نہیں کھولا۔ اس کے بعد مکہ کے بالائی حصہ میں حَجُون پہاڑ کے نزدیک اُترے اور آپؐ حج کا احرام باندھے تھے اور طواف کرنے کے بعد کعبہ کے قریب نہیں گئے؛ جب تک کہ عرفہ سے نہیں لوٹے اور آپؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ بیت اللہ کا اور صفا و مروہ کے درمیان طواف کریں اور اس کے بعد اپنے بال کتروائیں اور پھر احرام کھول دیں۔ یہ حکم اس کے لئے تھا جس کے ساتھ قربانی کا اونٹ نہ تھا جسے ہار پہنایا گیا ہو۔ جس کے ساتھ بیوی ہو تو وہ اس کے لیے حلال تھی اور خوشبو لگانا اور کپڑے پہننا بھی۔

تشریح: **مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ ..... : اَلثَّوْب:** پہننے کالباس۔**اَلرِّدَاء:** وہ لباس جو کپڑوں کے اوپر پہنا جائے۔جیسے چوغہ، جبہ، دُھسّا، چادر وغیرہ۔لمبا کوٹ بھی رِداء کی قسم ہے۔**اَلْإِزَار:** تہہ بند۔ہرلباس جو نچلے حصہ میں پہنا جائے؛ اِزار کہلاتا ہے۔امام موصوفؒ نے عنوانِ باب میں ان تین قسم کے لباسوں کا ذکر کرکے روایت نمبر۱۵۴۵ کی بناء پر اِن میں سے احرام کے لئے چادر اور تہہ بند مخصوص کی ہے۔اس تخصیص کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس روایت کے الفاظ فَلَمْ يَنْهَ عَنْ شَيْءٍ مِّنَ الْاَرْدِيَةِ وَالْأُزُرِ سے ظاہر ہے کہ ہر قسم کی رداء اور اِزار پہننے کی اجازت ہے۔ مگر باب نمبر۲۱ کی روایت نمبر۱۵۴۲ میں قمیص، پگڑی، پاجامہ، برنس (کن ٹوپ) اور موزے پہننے کی صریح ممانعت ہے اور یہ سب سلے ہوئے لباس ہیں جو مردوں کے لئے احرام کے وقت پہننے ممنوع ہیں۔اس لئے امام موصوفؒ کو لباس احرام سے متعلق تخصیص کی ضرورت پڑی ہے اور اس لئے بھی کہ فقہاء نے سوال اُٹھایا ہے کہ اگر تہہ بند نہ ملے تو کیا پاجامہ پہن لے۔امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ جائز نہیں۔اگر پہنے تو فدیہ دے۔(**بداية المجتهد، كتاب الحج، القول فی التروک وهو ما يمنع الإحرام**) لیکن سوال یہ ہے کہ ایسے محتاج شخص پر جسے تہہ بند بھی میسر نہ ہو؛ حج واجب نہیں۔آنحضرت ﷺ نے سلے ہوئے لباس کے بارہ میں کوئی استثناء نہیں فرمائی۔جبکہ چپلیاں نہ ملنے کی صورت میں استثناء کی ہے۔(نمبر۱۵۴۲) احرام کے دو لباس ہیں جو حج سے خاص تعلق رکھتے ہیں؛ جن کا ذکر آگے آئے گا۔عرب لوگ ننگا طواف کرتے تھے۔ان میں سے جو متمدن تھے وہ صرف تہہ بند باندھتے، باقی کپڑے اُتار دیتے۔ایک شاعر کہتا ہے:-

لَمَّا رَأَيْتُ مُنَادِيَهُمْ أَلَمَّ بِهِمْ شَدَدْتُ مِئْزَرَ إِحْرَامِي وَلَبَّيْتُ

(المنشور لابن الجوزی، صفحه۴۸)

ترجمہ: جب میں نے اُن کے منادی کو آواز دیتے سنا کہ آؤ چلیں تو میں نے تہ بند باندھ لیا اور لبیک کہا۔

اَلثِّيَابُ الْمُعَصْفَرَةُ: عنوانِ باب میں چند حوالے دئے گئے ہیں۔پہلا حوالہ حضرت عائشہؓ کا ہے کہ انہوں نے اپنے احرام میں کسمی رنگ کے سلے ہوئے کپڑے پہنے۔یہ روایت سعید بن منصورؒ اور بیہقیؒ نے نقل کی ہے۔ امام مالکؒ نے کسم کا استعمال جائز قرار دیا ہے۔لیکن امام ابوحنیفہؒ اور امام ثوریؒ نے کسم کو بھی ایک قسم کی خوشبو قرار دے کر اس کے استعمال پر فدیہ عائد کیا ہے۔جمہور امام مالکؒ کی تائید میں ہیں۔(فتح الباری جزء۳ صفحہ۵۱۱)

(بداية المجتهد، كتاب الحج، القول فی التروک وهو ما يمنع الإحرام)

لَا تَلَثَّمْ وَلَا تَتَبَرْقَعْ: دوسرا حوالہ لثام (منہ پوش) اور برقعہ نہ پہننے کا ہے۔یہ بھی سعید اور بیہقی سے مروی ہے۔لِثام وہ نقاب ہے جو آنکھوں کے نیچے اور ناک پر باندھا جاتا ہے۔اور امام مالکؒ سے مروی ہے کہ فاطمہ بنت منذر کہتی تھیں کہ ہم بحالت احرام اوڑھنیوں میں منہ چھپائے رکھتے تھے۔اس بات پر ائمہ اور فقہاء کا اتفاق ہے کہ عورت بحالت احرام سر اور بالوں کو نہ ڈھانپے۔مگر انہوں نے چہرہ چھپانے کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔امام مالکؒ حضرت ابن عمرؓ کی روایت کی بناء پر چہرے کو ٹھوڑی سے اوپر سر تک ننگا رکھنے کے حق میں ہیں۔جبکہ امام شافعیؒ، ثوریؒ اور احمد بن حنبلؒ وغیرہ کے نزدیک چہرہ پیشانی تک چھپانا ضروری ہے۔(فتح الباری جزء۳ صفحہ۵۱۱)

(بداية المجتهد، كتاب الحج، القول فی التروک وهو ما يمنع الإحرام)

فقہاء کا یہ اختلاف دراصل قیاس پر مبنی ہے۔ اس میں نص صریح کوئی نہیں۔ سعیدؒ بن منصور نے اسود سے یہ روایت نقل کی ہے: عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ تَسْدِلُ الْمَرْأَةُ جِلْبَابَهَا مِنْ فَوْقِ رَأْسِهَا عَلَى وَجْهِهَا. حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: عورت اپنا جلباب (بڑی چادر) اپنے سر کے اوپر سے اپنے چہرے پر ڈال لے اور ابن منذر نے بھی ایک روایت ان الفاظ میں نقل کی ہے: عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَنَحْنُ مُحْرِمُوْنَ فَإِذَا مَرَّ بِنَا رَكْبٌ سَدَلْنَا عَلَى وُجُوْهِنَا الثَّوْبَ ...... وَإِذَا جَاوَزَ الرَّكْبُ رَفَعْنَاهُ. (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۵۱۱) (بداية المجتهد، كتاب الحج، القول في التروك وهو ما يمنع الإحرام) یعنی ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں بحالت احرام بغیر پردہ کے ہوتیں؛ جب قافلہ آتا تو کپڑا چہرے پر ڈال لیتیں اور جب گزر جاتا تو اسے اُٹھا لیتیں۔ غرض اس بات پر اجماع ہے کہ عورت بحالت احرام سلا ہوا لباس پہن سکتی ہے۔ اسی طرح موزے اور اوڑھنی بھی۔ مگر نقاب (برقعہ) نہیں۔ البتہ چہرے کو بوقت ضرورت ڈھانپ سکتی ہے۔

لَا اَرَى الْمُعَصْفَرَ طِيْبًا: تیسرا حوالہ حضرت جابر بن عبداللہؓ کے قول کا ہے۔ امام شافعیؒ اور مسددؒ نے ان سے یہ روایت ان الفاظ میں موصولاً نقل کی ہے: لَا تَلْبَسُ الْمَرْأَةُ ثِيَابَ الطِّيْبِ وَلَا اَرَى الْمُعَصْفَرَ طِيْبًا. (الأمّ للشافعي، كتاب الحج، باب ما تلبس المرأة من الثياب، جزء۲ صفحہ ۱۴۷) یعنی عورت خوشبودار کپڑے نہ پہنے۔ مگر کسم میرے نزدیک خوشبو نہیں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۵۱۱)

لَمْ تَرَ عَائِشَةُ بَأْسًا بِالْحُلِيِّ وَالثَّوْبِ الْأَسْوَدِ وَالْمُوَرَّدِ وَالْخُفِّ لِلْمَرْأَةِ: چوتھا حوالہ حضرت عائشہؓ کے فتویٰ کا ہے۔ بیہقی نے بھی زیور، سیاہ اور گلابی کپڑوں سے متعلق ایک روایت نقل کی ہے جس کے یہ الفاظ ہیں: أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتْ عَائِشَةَ مَا تَلْبَسُ الْمَرْأَةُ فِي إِحْرَامِهَا؟ قَالَتْ عَائِشَةُ: تَلْبَس مِنْ خَزِّهَا وَبَزِّهَا وَأَصْبَاغِهَا وَحُلِيِّهَا. (سنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الحج، باب ما تلبس المرأة المحرمة من الثياب، روایت نمبر ۸۸۶۱، جزء۵ صفحہ ۵۲) (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۵۱۱) ایک عورت نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ عورت اپنے احرام میں کیا لباس پہنے تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ اپنے ریشمی اور عام پوشاک پہنے اور ایسے ہی رنگ اور زیور بھی استعمال کرے۔ باب نمبر ۶۴ روایت نمبر ۱۶۱۸ میں حضرت عائشہؓ کے گلابی کپڑا پہننے کا ذکر ہے۔

لَا بَأْسَ اَنْ يُّبْدِلَ ثِيَابَهُ: پانچواں حوالہ ابراہیم نخعیؒ کے فتویٰ کا دیا گیا ہے۔ عطاء بن ابی رباحؒ کا بھی یہی فتویٰ تھا کہ بحالت احرام اگر کپڑے میلے ہو جائیں تو تبدیل کر لئے جائیں۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام تَنْعِيْم میں اپنے کپڑے تبدیل کئے۔ (سنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الحج، باب المحرم يلبس الثياب ما لم يهل فيه، روایت نمبر ۸۸۵۵، جزء۵ صفحہ ۵۲) (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ ۱۶۷) بعض لوگوں نے احرام کا لباس بدلنا ناپسند کیا۔ اس لئے ان کی غلطی کے ازالہ کی ضرورت پڑی ہے۔ ابراہیم نخعیؒ اور عطاء بن ابی رباح نے جواز کا فتویٰ ان الفاظ میں دیا ہے: يُغَيِّرُ الْمُحْرِمُ ثِيَابَهُ مَا شَآءَ. یعنی محرم چاہے تو کپڑے تبدیل کر سکتا ہے۔ سعید بن منصور نے ابراہیم نخعیؒ سے ان

الفاظ میں روایت نقل کی ہے: قَالَ كَانَ أَصْحَابُنَا إِذَا اَتَوْا بِئْرَ مَيْمُوْنٍ اغْتَسَلُوْا وَلَبِسُوْا أَحْسَنَ ثِيَابِهِمْ فَدَخَلُوْا فِيْهَا مَكَّةَ. ہمارے ساتھی جب چاہِ میمون پر آتے تو نہاتے اور اپنے اچھے کپڑے پہن کر مکہ میں داخل ہوتے۔
(فتح الباری جزء۳صفحہ۵۱۲)

خلاصہ باب یہ ہے کہ سلے ہوئے کپڑوں میں سے عورت نقاب اور برقعہ کے سوا باقی ہر قسم کا لباس اور رنگوں میں سے دو ممنوع رنگوں کے سوا باقی رنگ استعمال کرسکتی ہے اور عند الضرورت احرام کا جوڑا بھی تبدیل کیا جاسکتا ہے۔

اَلْمُزَعْفَرَةَ الَّتِيْ تَرْدَعُ......: الرَّدْعُ کے معانی ہیں اللَّطْخُ بِالزَّعْفَرَان یعنی زعفران سے رنگے ہوئے۔ نیز خوشبو کے نشان کو بھی کہتے ہیں۔ (لسان العرب تحت ردع)

وَلَمْ يَحِلَّ مِنْ اَجْلِ بُدْنِهِ: جب تک قربانی ذبح نہ کی جائے؛ تب تک احرام نہیں کھولا جاتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قربانی کے اونٹ تھے۔

اَلْحَجُوْنُ: مضافاتِ مکہ مکرمہ میں محصّب کے قریب ایک پہاڑی ہے جو بیت اللہ سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۹صفحہ۱۶۹)

أَمَرَ أَصْحَابَهُ اَنْ يَّطَّوَّفُوْا ...... ثُمَّ يُحِلُّوْا: یعنی صحابہؓ میں سے ان لوگوں کو جن کے ساتھ قربانی کے جانور نہ تھے سے فرمایا کہ بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے کے بعد اپنے بال کٹوائیں اور پھر احرام کھول دیں۔ انہوں نے تمتع یعنی حج و عمرہ اکٹھا ادا کرنے کی نیت کی تھی۔

بَاب ٢٤ : مَنْ بَاتَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ حَتَّى أَصْبَحَ

جو ذوالحلیفہ میں رات بسر کرے اور صبح تک ٹھہرے

قَالَهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت نقل کی۔

١٥٤٦ : حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ أَرْبَعًا وَبِذِي

۱۵۴۶: عبداللہ بن محمد (مسندی) نے مجھ سے بیان کیا، (کہا:) ہشام بن یوسف نے ہم سے بیان کیا۔ ابن جریج نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:) محمد بن منکدر نے ہمیں بتایا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں چار رکعت نماز پڑھی اور

الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ بَاتَ حَتَّى أَصْبَحَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ فَلَمَّا رَكِبَ رَاحِلَتَهُ وَاسْتَوَتْ بِهِ أَهَلَّ.

ذوالحلیفہ میں دورکعت۔ پھر آپؐ رات وہیں رہے۔ یہاں تک کہ آپؐ کو صبح وہیں ہوئی۔ جب آپؐ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور وہ آپؐ کو لے کر سیدھی کھڑی ہوگئی تو آپؐ نے اَللّٰھُمَّ لَبَّیک پکارا۔

اطرافه:۱۰۸۹، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۵۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱۴، ۱۷۱۵، ۲۹۵۱، ۲۹۸۶۔

۱۵۴۷: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا وَصَلَّى الْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ قَالَ وَأَحْسِبُهُ بَاتَ بِهَا حَتَّى أَصْبَحَ.

۱۵۴۷: قتیبہ (بن سعید) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبدالوہاب نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ایوب (سختیانی) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوقلابہ سے، ابوقلابہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ظہر کی چار رکعت نماز پڑھی اور ذوالحلیفہ میں عصر کی نماز دو رکعت۔ ابوقلابہ نے کہا: اور میرا خیال ہے آپ رات وہیں ٹھہرے۔ یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔

اطرافه:۱۰۸۹، ۱۵۴۶، ۱۵۴۸، ۱۵۵۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱۴، ۱۷۱۵، ۲۹۵۱، ۲۹۸۶۔

تشریح: **مَنْ بَاتَ بِذِی الْحُلَيْفَةِ:** عنوانِ باب میں الفاظ قَالَهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم بڑھا کر دراصل اس اختلاف کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جس کا مفصل ذکر باب نمبر ۲۰ کی تشریح کے ذکر میں ابھی گزر چکا ہے۔ سابقہ باب کی روایت (نمبر ۱۵۴۵) میں حضرت ابن عباسؓ کے الفاظ فَأَصْبَحَ بِذِی الْحُلَيْفَةِ قابل تشریح تھے۔ اس لئے اس روایت کے معاً بعد یہ باب قائم کیا گیا ہے۔ امام ابن حجرؒ اور علامہ عینیؒ کا خیال ہے کہ اس باب سے مقامِ احرام میں رات بسر کرنے اور صبح اُٹھ کر احرام باندھنے کا جواز ثابت کرنا مقصود ہے۔ کیونکہ یہ سوال اُٹھایا گیا ہے کہ میقات پر پہنچتے ہی معاً بعد احرام باندھ لینا چاہیے۔ اس میں توقف جائز نہیں۔ ابن بطال کی رائے میں میقات میں رات قیام کرنا ارکان حج میں سے نہیں۔ غالباً اسی لئے امام بخاریؒ نے جملہ شرطیہ کا جواب حذف کر دیا ہے۔

(شرح صحیح البخاری لابن بطال جزء۴ صفحہ ۲۱۹) (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۵۱۳) (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ ۱۶۹)

بَاب ۲۵ : رَفْعُ الصَّوْتِ بِالْإِهْلَالِ
لبیک کہنے میں آواز بلند کرنا

۱۵۴۸ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ الظُّهْرَ أَرْبَعًا وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ وَسَمِعْتُهُمْ يَصْرُخُوْنَ بِهِمَا جَمِيْعًا.

۱۵۴۸: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا۔ حماد بن زید نے ہمیں بتایا۔انہوں نے ایوب (سختیانی) سے، ایوب نے ابوقلابہ سے، ابوقلابہ نے حضرت انس (بن مالک) رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ظہر کی چار رکعت نماز پڑھی اور ذوالحلیفہ میں عصر کی دو رکعتیں اور میں نے سنا ہے کہ وہ حج اور عمرہ دونوں کا اکٹھا ہی نام لے کر بلند آواز سے لبیک پکارتے تھے۔

اطرافہ:۱۰۸۹، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۵۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱۴، ۱۷۱۵، ۲۹۵۱، ۲۹۸۶۔

تشریح: رَفْعُ الصَّوْتِ بِالْإِهْلَالِ: بعض فقہاء نے بلند آواز سے لبیک پکارنا ضروری قرار دیا ہے۔گو جمہور کے نزدیک یہ مستحب ہے نہ واجب۔امام مالکؒ نے جامع مسجد میں بلند آواز سے لبیک پکارنا ممنوع قرار دیا ہے۔ان کے نزدیک مسجد احرام، مسجد منیٰ اور دوسرے میقاتِ حج میں بلند آواز سے تلبیہ ضروری ہے۔[۱] انہوں نے اس بارے میں ایک حدیث نبوی سے استدلال کیا ہے جسے ابوداؤدؒ، ابن ماجہؒ، ترمذیؒ، اور حاکمؒ وغیرہ نے صحیح قرار دیا ہے۔اس کے الفاظ یہ ہیں: أَتَانِي جِبْرِيلُ فَأَمَرَنِي أَنْ آمُرَ أَصْحَابِي أَنْ يَّرْفَعُوا أَصْوَاتَهُمْ بِالْإِهْلَالِ وَالتَّلْبِيَةِ.[۲] یعنی جبریل میرے پاس آئے اور مجھ سے فرمایا کہ میں اپنے ساتھیوں کو حکم دوں کہ وہ اپنی آوازیں احرام باندھتے وقت اور تلبیہ میں بلند کیا کریں اور ابن ابی شیبہؒ نے بھی اس کی تائید میں نقل کیا ہے: كَانَ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَرْفَعُوْنَ أَصْوَاتَهُمْ بِالتَّلْبِيَةِ حَتّٰى تَبَحَّ أَصْوَاتُهُمْ [۳] یعنی صحابہ کرام اپنی آواز تلبیہ میں اتنی بلند کرتے کہ آوازیں بیٹھ جاتیں۔ جمہور نے بلندی پر چڑھتے اور ساتھیوں سے ملتے وقت تلبیہ بآوازِ بلند مستحب قرار دیا ہے۔

(تفصیل کیلئے دیکھئے بدایة المجتهد، کتاب الحج، القول فی الإحرام)

---

[۱] (مؤطا امام مالک، کتاب الحج، باب رفع الصوت بالإهلال)

[۲] (ترمذی، کتاب الحج، باب ماجاء فی رفع الصوت بالتلبية)(ابوداؤد، کتاب المناسک، باب کیف التلبية)
(ابن ماجه، کتاب المناسک، باب رفع الصوت بالتلبية)
(المستدرک علی الصحیحین، کتاب المناسک، باب تلبية رسول الله ﷺ)

[۳] (مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الحج، باب من کان یرفع صوته بالتلبية۔روایت نمبر ۱۵۰۵۷)

امام بخاریؒ نے باب کا عنوان اهـلال (احرام باندھنے پر آواز بلند کرنے) سے قائم کیا ہے اور اس کے معاً بعد تلبیہ کا باب الگ قائم کیا ہے۔ جس سے دونوں میں فرق دکھانا مقصود ہے کہ اہلال کا تعلق میقات سے ہے اور تلبیہ عام ہے۔ باب کا عنوان مصدر یہ رکھ کر اِسے مقید نہیں کیا۔ حالات پر یہ امر چھوڑا ہے۔ امام مالکؒ کی بھی یہی رائے ہے کہ ہر مقام پر آواز بلند کرنا ضروری نہیں۔

بَاب ٢٦ : اَلتَّلْبِيَةُ

لبیک کہنا

١٥٤٩ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ تَلْبِيَةَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ.

اطرافه: ١٥٤٠، ٥٩١٤، ٥٩١٥۔

۱۵۴۹: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لبیک یہ تھا: لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ۔ یعنی میں حاضر ہوں۔ اے میرے اللہ میں حاضر ہوں۔ میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں۔ میں حاضر ہوں۔ ہر خوبی اور ہر ایک نعمت تیری ہی ہے اور بادشاہی بھی تیری ہی ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔

١٥٥٠ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ أَبِي عَطِيَّةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ إِنِّي لَأَعْلَمُ كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلَبِّي لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ.

۱۵۵۰: محمد بن یوسف (فریابی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سفیان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے عمارہ سے، عمارہ نے ابوعطیہ سے، ابوعطیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں: میں خوب جانتی ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح لبیک کہا کرتے تھے۔ (یعنی) لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ۔

تَابَعَهُ أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ. وَقَالَ شُعْبَةُ أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ سَمِعْتُ خَيْثَمَةَ عَنْ أَبِي عَطِيَّةَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا.

(سفیان ثوری) کی طرح ابومعاویہ نے یہ بات (سلیمان بن مہران) اعمش سے روایت کی اور شعبہ نے کہا: سلیمان (اعمش) نے ہمیں بتایا۔ (کہتے تھے:) میں نے خیثمہ سے سنا۔ وہ ابوعطیہ سے روایت کرتے تھے۔ (ابوعطیہ نے کہا:) میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا۔

تشریح: اَلتَّلْبِيَّة: تلبیہ مصدر ہے لَبّٰی کا۔ لَبَّ بِالْمَكَانِ کے معنی ہیں: أَقَامَ بِهِ وَلَزِمَهُ کسی جگہ دائمی طور پر رہ پڑنا اور اس سے جدا نہ ہونا۔ لَبَّيْکَ کے معنی ہوں گے: تیرے حضور اَب حاضر ہوگیا ہوں۔ حرف "ك" اس میں ایسا ہی ہے جیسا لَدَيْکَ، عَلَيْکَ، اِلَيْکَ، جَنَانَيْکَ میں ہے۔ لَبَّ کے مفہوم میں توجہ یا رُخ کرنا بھی ہے۔ کہتے ہیں: دَارُ فُلَانٍ تَلُبُّ دَارِىْ. فلاں کے گھر کا رخ میرے گھر کی طرف ہے۔ لَبَّيْک کے معنے ہیں: أَنَا مُوَاجِهُکَ. میرا رُخ تیری طرف ہے۔ لَبَّ میں محبت واخلاص کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔ امْرَأَةٌ لَبَّةٌ: وہ عورت جو اپنے خاوند کی محبّ و مخلص ہو اور اُس سے جدا نہ ہو۔ حَسَبٌ لُبَابٌ کے معنی ہیں خالص حسب۔ اس مفہوم کے مطابق لَبَّيْکَ کے معانی ہیں: مَحَبَّتِىْ لَکَ وَإِخْلَاصِىْ. غرض لبیک اپنے معنی کے لحاظ سے عاشقانہ انداز اور وارفتگی کا فقرہ ہے۔ (لسان العرب تحت لبب) اور مسلمان کا حج دو کفنیاں پہن کر اِس ترانہ عشق سے شروع ہوتا ہے: لَبَّيْکَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْکَ، لَبَّيْکَ لَا شَرِيْکَ لَکَ لَبَّيْکَ...... میں تیری جناب میں محبت واخلاص سے حاضر ہوا ہوں۔ میرے اِن جذباتِ محبت میں تیرا کوئی شریک نہیں۔ اسلام کی عبادتیں دو قسم کی ہیں۔ ایک عبادت وہ جو کامل اطاعت پر مبنی ہے۔ جس سے خدا اور بندے کے درمیان آقا اور غلام کے سے تعلقات قائم رکھنا مقصود ہے۔ غلام اپنی نقل وحرکت میں اپنے مالک کی مرضی کے تابع ہوتا ہے۔ اس کا صرف یہ کام ہے کہ جو مالک چاہے، اُسے بجالائے۔ نماز میں ایک مسلمان اِيَّاکَ نَعْبُدُ کے اقرار سے اپنی اسی عبودیت کا عہد کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم بجالائے گا اور خواہش نفس سے کچھ نہیں کرے گا۔ یہ اسلامی عبادت تکبیر تحریمہ سے شروع ہوتی ہے۔ جس سے ہر بات سوا عبادت کے حرام ہو جاتی ہے اور کبریائی ذاتِ باری تعالیٰ کے سامنے نفس کی انانیت کا خاتمہ ہوتا ہے۔ مسلمان تکبیر تحریمہ کے ساتھ اپنے لئے وہ تمام باتیں حرام کر لیتا ہے جو آداب کبریائی اور عبودیت کے خلاف ہیں۔ دوسری قسم کی عبادت میں عاشقانہ انداز ہے اور وہ یہ حج ہے جو تلبیہ سے شروع ہوتا ہے۔ یہ عبادت بجائے تکبیر تحریمہ کے اهلال و تلبیه کے الفاظ سے شروع ہوتی ہے۔ جو جذبہ محبت و عشق شیفتگی اور وارفتگی کا کامل مفہوم اور مظاہرہ اپنے ساتھ رکھتی ہے۔ اس میں ایک مسلم دنیوی عیش وعشرت سے دستکش ہوکر ایک کفنی پہنتا اور ننگے سر اپنے محبوب ازلی کی طرف دیوانہ وار لپکتا اور کہتا جاتا ہے: لَبَّيْکَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْکَ، لَبَّيْکَ لَا شَرِيْکَ لَکَ لَبَّيْکَ...... نماز کی عبادت میں خادم ومخدوم کے آداب ہیں اور حج کی عبادت عاشق ومعشوق کا کامل نمونہ ہے۔

بَاب ٢٧

اَلتَّحْمِيْدُ وَالتَّسْبِيْحُ وَالتَّكْبِيْرُ قَبْلَ الْإِهْلَالِ عِنْدَ الرُّكُوْبِ عَلَى الدَّابَّةِ

احرام باندھتے وقت لبیک کہنے سے پہلے جب سواری پر سوار ہونے لگے

اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کی تسبیح اور اس کی بڑائی بیان کرنا

١٥٥١: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ مَعَهُ بِالْمَدِيْنَةِ الظُّهْرَ أَرْبَعًا وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ بَاتَ بِهَا حَتَّى أَصْبَحَ ثُمَّ رَكِبَ حَتَّى اسْتَوَتْ بِهِ عَلَى الْبَيْدَاءِ حَمِدَ اللهَ وَسَبَّحَ وَكَبَّرَ ثُمَّ أَهَلَّ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ وَأَهَلَّ النَّاسُ بِهِمَا فَلَمَّا قَدِمْنَا أَمَرَ النَّاسَ فَحَلُّوْا حَتَّى كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ أَهَلُّوْا بِالْحَجِّ قَالَ وَنَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَنَاتٍ بِيَدِهِ قِيَامًا وَذَبَحَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ كَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ قَالَ بَعْضُهُمْ هٰذَا عَنْ

١٥٥١: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) وہیب (بن خالد) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ایوب (سختیانی) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوقلابہ سے، ابوقلابہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں ظہر کی چار رکعت نماز پڑھی اور ہم نے بھی آپؐ کے ساتھ پڑھی اور ذوالحلیفہ میں عصر کی دو رکعت۔ پھر آپؐ رات کو وہیں رہے۔ یہاں تک کہ صبح ہوئی۔ پھر آپؐ سوار ہوئے۔ جب اونٹنی آپؐ کو لے کر بیداء میں پہنچی تو آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور سبحان اللہ اور اللہ اکبر کہا۔ پھر حج وعمرہ دونوں کا نام لے کر اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ کہا اور لوگوں نے بھی ان دونوں کا نام لے کر اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ پکارا۔ جب ہم مکہ میں آئے تو آپؐ نے لوگوں سے فرمایا اور انہوں نے احرام کھول ڈالے۔ پھر جب حج کی آٹھویں تاریخ ہوئی تو انہوں نے حج کا احرام باندھا۔ حضرت انسؓ کہتے تھے: اور نبی ﷺ نے قربانی کے اونٹ جبکہ وہ کھڑے تھے اپنے ہاتھ سے (ذبح) کئے اور رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں دو چتکبرے (یعنی دو رنگے) مینڈھے ذبح کئے۔ ابوعبداللہ نے کہا: بعض لوگوں نے یہ بات یوں روایت

أَيُّوْبَ عَنْ رَّجُلٍ عَنْ أَنَسٍ. کی۔ایوب سے مروی ہے کہ انہوں نے کسی شخص سے اور اُس شخص نے حضرت انسؓ سے روایت کی۔

اطرافہ:۱۰۸۹، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۷۱۲، ۱۷۱۴، ۱۷۱۵، ۲۹۵۱، ۲۹۸۶۔

تشریح: **اَلتَّحْمِيْدُ وَالتَّسْبِيْحُ وَالتَّكْبِيْرُ قَبْلَ الْإِهْلَالِ:** احرام کی بابت ائمہ کا اتفاق ہے کہ اس میں حج کی نیت کرنا ضروری ہے۔لیکن تلبیہ میں ان کا اختلاف ہے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ احرام باندھتے وقت تلبیہ ضروری نہیں سمجھتے تھے۔ان کے نزدیک صرف نیت کافی ہے۔مگر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک چونکہ تلبیہ حج تکبیر تحریمہ کے بالمقابل ہے۔اس لئے نیت وتلبیہ دونوں ضروری ہیں۔جمہور نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں تلبیہ مستحب قرار دیا ہے۔لیکن ضروری نہیں کہ صرف انہی الفاظ میں محدود کیا جائے۔تلبیہ کے الفاظ میں تبدیلی یا زیادتی کی جاسکتی ہے۔بشرطیکہ اصل مفہوم قائم رہے۔یعنی تسبیح وتحمید وتکبیر کے الفاظ بھی اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ کے قائم مقام ہوسکتے ہیں۔(فتح الباری جزء۳ صفحہ۵۱۹) (بداية المجتهد، كتاب الحج، باب القول فى الإحرام)

امام بخاریؒ نے تحمید وتسبیح وتکبیر اور تلبیہ کے درمیان ایک فرق نمایاں کیا ہے جو اکثر فقہاء وائمہ کی نظر سے اوجھل رہا ہے اور وہ یہ کہ تحمید وتسبیح وتکبیر کے الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سوار ہونے کے وقت دہرائے اور اس کے بعد جب اونٹنی کھڑی ہوگئی اور چلنے لگی تو آپؐ نے تلبیہ حج پکارا۔دونوں باتیں الگ الگ ہیں۔ایک دوسرے کی قائم مقام نہیں ہوسکتیں۔ علامہ عینیؒ کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ کا مذہب اس بارہ میں واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ تلبیہ میں کمی نہ کی جائے اور اگر ان کے علاوہ ہم معنی الفاظ بڑھائے جائیں تو یہ ناجائز نہیں۔ بلکہ مستحب ہے۔جس طرح چاہے کوئی اپنی عبودیت ومحبت کا اظہار کرے۔چنانچہ حضرت ابن عمرؓ الفاظِ تلبیہ کے علاوہ یہ الفاظ بھی کہتے: لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ وَالرَّغْبَاءُ إِلَيْكَ وَالْعَمَلُ. (مسلم، كتاب الحج، باب التلبية وصفتها ووقتها) ان الفاظ میں حضرت عمرؓ تلبیہ کیا کرتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے انہی کی اقتداء کی تھی۔(فتح الباری جزء۳ صفحہ۵۱۶) تلبیہ کے الفاظ جو امام مالکؒ سے مروی ہیں؛ وہ زیادہ صحیح اور مستند ہیں۔(دیکھئے روایت نمبر۱۵۴۹)

قَالَ بَعْضُهُمْ هٰذَا عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ رَّجُلٍ: یہ غیر معروف راوی کون ہے۔بعض کے نزدیک اس سے مراد اسماعیل بن علیہ ہیں جو درست نہیں۔کیونکہ باب نمبر۱۱۹ روایت نمبر۱۷۱۵ میں مسدد سے بسند اسماعیل بن علیہ کی روایت بغیر اس زیادتی کے مروی ہے۔ **عَنْ رَّجُلٍ** کی نسبت امام ابن حجرؒ کا خیال ہے کہ یہ ابوقلابہ ہی ہیں جن کے متعلق مذکورہ بالا سند نمبر۱۵۵۱ میں تصریح ہے جو وہیب سے مروی ہے۔وہیب راویوں میں ثقہ اور حجت مانے گئے ہیں۔ **هٰذَا** سے آخری حصہ روایت مراد ہے۔یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں دو چتکبرے مینڈھے ذبح کئے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۵۱۹)

امام بخاریؒ کے طریق استدلال کے پیش نظر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس طرف ضمناً اشارہ کررہے ہیں کہ کلماتِ تحمید وتسبیح وتکبیر کی نسبت یہ خیال کہ وہ تلبیہ کا قائم مقام ہوسکتے ہیں غیر معروف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ سے اس بارے میں دو آراء مروی ہیں۔ ایک وہ رائے جو جمہور کی رائے کے قریب ہے اور ایک یہ رائے کہ کلماتِ تحمیدی تلبیہ کے قائم مقام ہوسکتے ہیں اور یہ رائے غیر معروف ہے۔

بَاب ۲۸ : مَنْ أَهَلَّ حِيْنَ اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ قَائِمَةً

جس نے اس وقت لبیک کہا جب سواری اس کو لے کر سیدھی کھڑی ہوگئی ہو

۱۵۵۲ : حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ أَهَلَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ قَائِمَةً.

۱۵۵۲: ابوعاصم نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابن جریج نے ہمیں بتایا، کہا: صالح بن کیسان نے مجھے بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ وہ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت لبیک پکارا جب آپؐ کی اونٹنی آپؐ کو لے کر سیدھی کھڑی ہوگئی۔

اطرافه: ١٦٦، ١٥١٤، ١٦٠٩، ٢٨٦٥، ٥٨٥١.

تشریح: **مَنْ أَهَلَّ حِيْنَ اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ قَائِمَةً:** باب نمبر۲ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت جابر بن عبداللہؓ کی دو الگ الگ روایتیں گزر چکی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لبیک اس وقت پکارتے جب اونٹنی آپؐ کو لے کر سیدھی کھڑی ہوجاتی۔ روایت نمبر۱۵۵۲ بھی حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہی کی ہے جو ابن جریج سے مروی ہے۔ جنہوں نے صالح بن کیسان سے سنا اور صالح نے نافع سے۔ بعض روایتوں میں یہ ذکر ہے کہ انہوں نے نافع سے سنی۔ لیکن اس میں سماعت براہِ راست نہیں۔ بلکہ بالواسطہ ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ابن جریج روایتیں نقل کرنے میں محتاط ہیں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۵۲۰) صالح بن کیسانؒ؛ عمر بن عبدالعزیزؒ کی اولاد کے اتالیق تھے۔
(عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ۱۷۸)

سابقہ باب میں امام بخاریؒ نے جس فرق کی طرف توجہ دلائی ہے، اسے زیادہ مضبوط ثابت کرنے کی غرض سے یہ باب قائم کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں دیکھئے تشریح باب ۲۰۔ تلبیہ نشیب وفراز میں اُترتے چڑھتے وقت، سمندر و ہواؤں کے تلاطم و ہیجان اور طلوع وغروب آفتاب کے وقت، سواری پر بیٹھتے یا اُس سے اُترتے وقت بلند آواز سے کیا جاتا تھا۔ اسی طرح بیدار ہوجانے پر یا بوقت ملاقاتِ احباب بھی۔

بَاب ۲۹ : اَلْإِهْلَالُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ

قبلہ کی طرف منہ کرکے لبیک کہنا

۱۵۵۳ : قَالَ أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ نَّافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا إِذَا صَلَّى بِالْغَدَاةِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ أَمَرَ بِرَاحِلَتِهِ فَرُحِلَتْ ثُمَّ رَكِبَ فَإِذَا اسْتَوَتْ بِهِ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ قَائِمًا ثُمَّ يُلَبِّي حَتَّى يَبْلُغَ الْمَحْرَمَ☆ ثُمَّ يُمْسِكُ حَتَّى إِذَا جَاءَ ذَا طُوًى بَاتَ بِهِ حَتَّى يُصْبِحَ فَإِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ اغْتَسَلَ وَزَعَمَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَعَلَ ذَلِكَ. تَابَعَهُ إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَيُّوْبَ فِي الْغَسْلِ.

اطرافه: ۱۵۵٤، ۱۵۷۳، ۱۵۷٤.

۱۵۵۳: (اور) ابومعمر نے کہا: ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، (کہا:) ایوب (سختیانی) نے ہمیں بتایا۔ نافع سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب ذوالحلیفہ میں صبح کی نماز پڑھتے تو وہ اپنی اونٹنی کو تیار کرنے کا حکم دیتے۔ چنانچہ اس پر پالان رکھا جاتا۔ پھر وہ سوار ہوتے اور جب اونٹنی اُن کو لے کر سیدھی کھڑی ہوجاتی تو وہ قبلہ کی طرف منہ کرتے۔ پھر لبیک کہتے۔ یہاں تک کہ حرم☆ میں پہنچ جاتے۔ پھر رُک جاتے۔ یہاں تک کہ جب ذی طواء میں آتے؛ رات کو ٹھہرتے یہاں تک کہ صبح ہوجاتی۔ جب صبح کی نماز پڑھ چکتے تو آپؓ نہاتے اور کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی کیا۔ عبدالوارث کی طرح اسماعیل نے بھی ایوب سے نہانے سے متعلق یہی روایت نقل کی ہے۔

۱۵۵٤ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو الرَّبِيْعِ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ نَّافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا إِذَا أَرَادَ الْخُرُوْجَ إِلَى مَكَّةَ ادَّهَنَ بِدُهْنٍ لَيْسَ لَهُ رَائِحَةٌ طَيِّبَةٌ ثُمَّ يَأْتِي مَسْجِدَ

۱۵۵۴: سلیمان بن داؤد ابوربیع نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) فلیح (بن سلیمان) نے ہمیں بتایا کہ نافع سے مروی ہے۔ وہ کہتے تھے: (حضرت عبداللہ) بن عمر رضی اللہ عنہما جب مکے کو جانا چاہتے تو وہ بالوں کو تیل لگاتے؛ جس میں معمولی خوشبو ہوتی۔ پھر ذوالحلیفہ کی

☆ لفظ "اَلْمَحْرَم" کی بجائے فتح الباری مطبوعہ بولاق میں لفظ "اَلْحَرَم" ہے۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ۵۲۰)

الْحُلَيْفَةِ فَيُصَلِّيْ ثُمَّ يَرْكَبُ وَإِذَا اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ قَائِمَةً أَحْرَمَ ثُمَّ قَالَ هَكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ.

مسجد میں آتے اور نماز پڑھتے۔ پھر سوار ہوتے اور جب اُن کی اونٹنی اُن کو لے کر سیدھی کھڑی ہو جاتی تو احرام باندھتے۔ پھر کہتے: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اِسی طرح کرتے دیکھا ہے۔

اطرافه: ۱۵۵۳، ۱۵۷۳، ۱۵۷٤۔

تشریح: **اَلْإِهْلَالُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ:** قبلہ رخ ہو کر لبیک کہنا؛ اسی طرح آدابِ حج میں سے ہے جس طرح نماز کے لئے۔ اس بارے میں سب ائمہ متفق ہیں۔

تَابَعَهُ إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ: یعنی اسماعیل بن علیہ نے عبدالوارثؒ کی طرح یہ روایت نقل کی ہے۔ ان کی روایت باب نمبر ۳۸ (روایت نمبر ۱۵۷۳) میں دیکھئے۔ اس میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ذی طواء میں رات بسر کرنے اور نہانے کا ذکر ہے۔ جس کی وجہ سے باب کا الگ عنوان قائم کیا گیا ہے۔ ابو معمرؒ کی یہ روایت بطور تعلیق (حوالہ) نقل کی گئی ہے۔ دراصل باب ۲۷ کے تعلق ہی میں یہ باب اور باب ۳۰ قائم کئے گئے ہیں۔ جن سے مواقیت تلبیہ بتانے مقصود ہیں اور وہ فرق بھی جو اھلال اور تلبیہ میں ہے۔

بَاب ۳۰: اَلتَّلْبِيَةُ إِذَا انْحَدَرَ فِي الْوَادِيْ

جب وادی میں اُترے تو لبیک کہنا

۱۵۵۵: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَذَكَرُوْا الدَّجَّالَ أَنَّهُ قَالَ مَكْتُوْبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَمْ أَسْمَعْهُ وَلَكِنَّهُ قَالَ أَمَّا مُوْسَى كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ إِذِ انْحَدَرَ فِي الْوَادِيْ يُلَبِّيْ.

۱۵۵۵: محمد بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابن ابی عدی نے مجھے بتایا کہ (عبداللہ) بن عون سے مروی ہے۔ انہوں نے مجاہد سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تھے۔ لوگوں نے دجال کا ذکر کیا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہوگا۔ (مجاہد کہتے تھے:) حضرت ابن عباسؓ نے کہا: میں نے یہ نہیں سنا۔ البتہ آپؐ نے یہ فرمایا تھا: موسیٰؑ جب وادی میں اُترے تو وہ لبیک کہہ رہے تھے۔ گویا اَب بھی میں ان کو اُترتے دیکھ رہا ہوں۔

اطرافه: ۳۳۵۵، ۵۹۱۳۔

تشریح: اَلتَّلْبِيَةُ إِذَا انْحَدَرَ فِي الْوَادِيْ: مُحرِم کے لئے جس طرح بلندی پر چڑھتے وقت تلبیہ واجب ہے اسی طرح بلندی سے اُترتے وقت بھی۔ سفرِ حج میں مختلف موقعوں پر تلبیہ دہرانے کا حکم ہے تا حج کا مقصدِ اعلیٰ ذہن میں متحضر رہے اور محرم ابتدائے احرام سے جمرة العقبه تک لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ...... کہتا رہے۔ ائمہ فقہاء اور محدثین اس بارہ میں متفق ہیں۔ امام بخاریؒ نے مسئلہ معنونہ کے تعلق میں جس روایت سے استدلال کیا ہے یہ ایک حدیث کا حصہ ہے جو کتاب اللباس (روایت نمبر۵۹۱۳) اور کتاب الانبیاء (روایت نمبر۳۳۵۵) میں مفصل آئے گی۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت موسیٰ ؑ کو بحالت کشف یا رؤیا دیکھا کہ وہ وادی میں اُتر رہے ہیں اور لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ پکار رہے ہیں۔ محولہ بالا حدیث کے باقی حصوں کی تشریح اِنْ شَاءَ اللہ تعالیٰ اپنے موقعوں پر آئے گی۔

بَاب ۳۱: كَيْفَ تُهِلُّ الْحَائِضُ وَالنُّفَسَاءُ

حیض اور نفاس والی عورت کیونکر احرام باندھے

أَهَلَّ تُكَلَّمَ بِهِ وَاسْتَهْلَلْنَا وَأَهْلَلْنَا الْهِلَالَ كُلُّهُ مِنَ الظُّهُوْرِ وَاسْتَهَلَّ الْمَطَرُ خَرَجَ مِنَ السَّحَابِ، وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهٖ (المائدة: ۴) وَهُوَ مِنِ اسْتِهْلَالِ الصَّبِيِّ.

اَهَلَّ کے معنی بات کہہ دی۔ وَاسْتَهْلَلْنَا وَاَهْلَلْنَا الْهِلَالَ۔ ہم نے ہلال کو دیکھ لیا۔ ان سب کے معنی ظاہر ہونے کے ہیں اور اِسْتَهَلَّ الْمَطَرُ کے معنی ہیں پانی اَبر سے نکلا۔ اور قرآن شریف میں جو آیا ہے: وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهٖ تو یہ اِسْتِهْلَالِ الصَّبِيِّ سے مشتق ہے۔ یعنی پیدائش کے وقت بچے کا چلانا۔ اور اس کے معنی ہیں: جس پر غیر اللہ کا نام لیا جائے۔

۱۵۵۶: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ

۱۵۵۶: عبداللہ بن مسلمہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عروہ بن زبیر سے، عروہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع کے لئے نکلے اور ہم نے عمرہ کا

فَأَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيُهِلَّ بِالْحَجِّ مَعَ الْعُمْرَةِ ثُمَّ لَا يَحِلَّ حَتَّى يَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِيْعًا فَقَدِمْتُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ وَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَشَكَوْتُ ذَلِكَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ انْقُضِيْ رَأْسَكِ وَامْتَشِطِيْ وَأَهِلِّيْ بِالْحَجِّ وَدَعِي الْعُمْرَةَ فَفَعَلْتُ فَلَمَّا قَضَيْنَا الْحَجَّ أَرْسَلَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ إِلَى التَّنْعِيْمِ فَاعْتَمَرْتُ فَقَالَ هَذِهِ مَكَانَ عُمْرَتِكِ قَالَتْ فَطَافَ الَّذِيْنَ كَانُوْا أَهَلُّوْا بِالْعُمْرَةِ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حَلُّوْا ثُمَّ طَافُوْا طَوَافًا وَّاحِدًا☆ بَعْدَ أَنْ رَّجَعُوْا مِنْ مِّنًى وَأَمَّا الَّذِيْنَ جَمَعُوْا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَإِنَّمَا طَافُوْا طَوَافًا وَّاحِدًا.

احرام باندھا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جن لوگوں کے ساتھ قربانی ہو تو وہ حج کا مع عمرہ احرام باندھیں۔ پھر اس وقت تک احرام نہ کھولیں جب تک کہ وہ ان دونوں سے فارغ نہ ہو جائیں۔ چنانچہ میں مکہ میں پہنچی اور میں حائضہ تھی اور میں نے بیت اللہ کا طواف نہیں کیا تھا اور نہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کی تھی۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کی شکایت کی تو آپؐ نے فرمایا: اپنا سر کھول دو اور کنگھی کر لو اور حج کا احرام باندھو اور عمرہ کو رہنے دو۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ جب ہم حج کر چکے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کے ساتھ تنعیم کی طرف بھیجا۔ میں نے وہاں سے عمرہ کیا اور آپؐ نے فرمایا: یہ عمرہ تمہارے اس عمرہ کے بدلے میں ہے۔ کہتی تھیں کہ جن لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا، انہوں نے بیت اللہ اور صفا و مروہ کا طواف کیا اور پھر احرام کو کھول ڈالا۔ پھر منیٰ سے لوٹنے کے بعد انہوں نے ایک اور☆ طواف کیا اور جنہوں نے حج اور عمرہ اکٹھا کیا تھا تو انہوں نے صرف ایک ہی طواف کیا۔

اطرافه: ٢٩٤، ٣٠٥، ٣١٦، ٣١٧، ٣١٩، ٣٢٨، ١٥١٦، ١٥١٨، ١٥٦٠، ١٥٦١، ١٥٦٢، ١٦٣٨، ١٦٥٠، ١٧٠٩، ١٧٢٠، ١٧٣٣، ١٧٥٧، ١٧٦٢، ١٧٧١، ١٧٧٢، ١٧٨٣، ١٧٨٦، ١٧٨٧، ١٧٨٨، ٢٩٥٢، ٢٩٨٤، ٤٣٩٥، ٤٤٠١، ٤٤٠٨، ٥٣٢٩، ٥٥٤٨، ٥٥٥٩، ٦١٥٧، ٧٢٢٩۔

☆ الفاظ "طَوَافًا وَاحِدًا" کی بجائے فتح الباری مطبوعہ بولاق میں الفاظ "طَوَافًا آخَرَ" ہیں۔ (فتح الباری جزء ٣ حاشیہ صفحہ ٥٢٣)

تشریح: **كَيُفَ تُهِلُّ الْحَائِضُ وَالنُّفَسَآءُ:** حضرت عائشہؓ کے حج کا واقعہ مع تشریح باب ۳ میں گزر چکا ہے اور یہ روایت باب نمبر ۳۳ (روایت نمبر ۱۵۶۰) میں بھی آئے گی۔ یہاں صرف حائضہ اور نفاس والی کے احرام باندھنے کا مسئلہ زیر بحث ہے جس کے لئے مذکورہ بالا واقعہ سے استدلال کیا گیا ہے۔ عمرہ میں صرف طوافِ بیت اللہ اور سعی صفا و مروہ ہے۔ جس کے بعد سر کے بال منڈوا کر احرام کھول دیا جاتا ہے۔ عرفات و منیٰ میں جانے کی ضرورت نہیں اور نہ قربانی کی۔ جیسا کہ روایت نمبر ۱۵۵۶ کے الفاظ فَطَافَ الَّذِينَ كَانُوا أَهَلُّوا بِالْعُمْرَةِ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حَلُّوا سے واضح ہے۔ اس تعلق میں روایت نمبر ۱۵۵۹ بھی دیکھی جائے۔ حیض یا نفاس کا خون آنے پر عورت اگر محرمہ ہو تو احرام کھول لے اور اگر حج شروع ہونے سے قبل حیض بند ہو جائے تو وہ حج کا احرام باندھ لے۔ جیسا کہ حضرت عائشہؓ نے کیا۔ متعدد روایات پر یکجا نظر ڈالنے سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے عمرہ کی نیت کی تھی۔ اس روایت میں بھی ہے: فَأَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ. یعنی ہم نے عمرہ کے لئے لبیک پکارا۔ جن لوگوں کے ساتھ قربانی تھی۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر حج و عمرہ کی نیت کر لی اور جن کے پاس قربانی نہ تھی؛ انہوں نے صرف عمرہ کی نیت کی۔ فَكُنْتُ مِمَّنْ تَمَتَّعَ وَلَمْ يَسُقِ الْهَدْيَ (کتاب الحیض باب ۱۵ روایت نمبر ۳۱۶) اس کی تائید روایت نمبر ۳۱۷ سے بھی ہوتی ہے۔ جس میں یہ الفاظ ہیں: فَأَهَلَّ بَعْضُهُمْ بِعُمْرَةٍ وَأَهَلَّ بَعْضُهُمْ بِحَجٍّ وَكُنْتُ أَنَا مِمَّنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ. جن روایات میں یہ الفاظ ہیں: خَرَجْنَا لَا نَرَى إِلَّا الْحَجَّ (روایت نمبر ۲۹۴) یا مُهِلِّينَ بِالْحَجِّ (نمبر ۱۷۸۸) یا لَبَّيْنَا بِالْحَجِّ (باب نمبر ۸۲) تو اس کے صرف یہ معنے ہیں کہ مدینہ سے سفر کرتے وقت صحابہ کا خیال تھا کہ وہ حج کے لئے جا رہے ہیں۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان پر جن کے پاس قربانی نہیں تھی؛ انہوں نے عمرہ کا احرام باندھا اور حیض کی حالت دیکھ کر حضرت عائشہؓ کو صدمہ ہوا کہ اُن کا عمرہ بھی ضائع ہوا۔ اس وقت حج ابھی شروع نہیں ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے احرام کھولنے کے لئے فرمایا اور دو تین دن ہی میں خونِ حیض بند ہو گیا تو حضرت عائشہؓ نے احرام حج باندھا اور حج سے فارغ ہونے پر عمرہ کیا۔ عنوانِ باب میں لفظ اِهْلال کا لغوی معنی بتانا اتنا مقصود نہیں جتنا یہ امر کہ حیض یا نفاس والی عورت اس طرح کرے جس طرح حضرت عائشہؓ نے کیا تھا۔ یہی خلاصہ باب ہے۔ اس واقعہ کی نسبت پہلے رائے کا اظہار ہو چکا ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے کتاب الحیض تشریح روایت نمبر ۲۹۴، ۳۱۶، ۳۱۷)

بَاب ۳۲: مَنْ أَهَلَّ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ ﷺ كَإِهْلَالِ النَّبِيِّ ﷺ

جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح احرام باندھا

قَالَهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نقل کیا ہے۔

۱۵۵۷: حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ

۱۵۵۷: مکی بن ابراہیم نے ہمیں بتایا، (کہا:)

عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ عَطَاءٌ قَالَ جَابِرٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنْ يُقِيمَ عَلَى إِحْرَامِهِ وَذَكَرَ قَوْلَ سُرَاقَةَ.

ابن جریج سے مروی ہے کہ عطاء (بن ابی رباح) نے کہا: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: وہ اپنے احرام پر قائم رہیں۔ نیز حضرت جابرؓ نے حضرت سراقہؓ (بن مالک) کی بات کا ذکر کیا۔

اطرافه: ١٥٦٨، ١٥٧٠، ١٦٥١، ١٧٨٥، ٢٥٠٦، ٤٣٥٢، ٧٢٣٠، ٧٣٦٧.

١٥٥٨ : حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ الْهُذَلِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا سَلِيمُ بْنُ حَيَّانَ قَالَ سَمِعْتُ مَرْوَانَ الْأَصْفَرَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَدِمَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْيَمَنِ فَقَالَ بِمَا أَهْلَلْتَ قَالَ بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْلَا أَنَّ مَعِي الْهَدْيَ لَأَحْلَلْتُ.

۱۵۵۸: حسن بن علی خلال ہذلی نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبدالصمد (بن عبدالوارث) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سلیم بن حیان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: میں نے مروان اصفر سے سنا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس یمن سے آئے تو آنحضرت ﷺ نے ان سے پوچھا: تم نے کس کا احرام باندھا ہے؟ انہوں نے کہا: اسی کا جس کا نبی ﷺ نے۔ آپؐ نے فرمایا: اگر میرے ساتھ قربانی نہ ہوتی تو میں احرام کھول دیتا۔

{☆وَزَادَ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا أَهْلَلْتَ يَا عَلِيُّ قَالَ بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَأَهْدِ وَامْكُثْ حَرَامًا كَمَا أَنْتَ.}

{☆ اور محمد بن بکر نے ابن جریج سے یوں روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا: علی! تم نے کیا احرام باندھا؟ انہوں نے کہا: میں نے یہ پکارا کہ جو احرام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: تو قربانی دے اور احرام میں رہ؛ جیسے اب ہے۔}

☆ یہ عبارت فتح الباری مطبوعہ سلفیہ کے مطابق حدیث نمبر ۱۵۵۸ کے ساتھ ہے۔ جبکہ مطبوعہ انصاریہ کے مطابق حدیث نمبر ۱۵۵۷ کے ساتھ ہے۔ (فتح الباری جزء ۳ حاشیہ صفحہ ۵۲۴)

۱۵۵۹ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى قَوْمٍ[۱] بِالْيَمَنِ فَجِئْتُ وَهُوَ بِالْبَطْحَاءِ فَقَالَ بِمَا أَهْلَلْتَ قُلْتُ أَهْلَلْتُ كَإِهْلَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ مَعَكَ مِنْ هَدْيٍ قُلْتُ لَا فَأَمَرَنِي {أَنْ أَطُوفَ بِالْبَيْتِ[۲]} فَطُفْتُ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ أَمَرَنِي فَأَحْلَلْتُ فَأَتَيْتُ امْرَأَةً مِنْ قَوْمِي فَمَشَطَتْنِي أَوْ غَسَلَتْ رَأْسِي فَقَدِمَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ إِنْ نَأْخُذْ بِكِتَابِ اللهِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُنَا بِالتَّمَامِ قَالَ اللهُ: وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ {لِلّٰهِ[۳]} (البقرة:۱۹۷) وَإِنْ نَأْخُذْ بِسُنَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ حَتَّى نَحَرَ الْهَدْيَ.

۱۵۵۹: محمد بن یوسف (فریابی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قیس بن مسلم سے، قیس نے طارق بن شہاب سے، طارق نے حضرت ابوموسیٰ (اشعری) رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے مجھے میری[۱] قوم کی طرف یمن کی طرف بھیجا۔ میں واپس آیا اور اس وقت آپؐ بطحاء میں تھے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تم نے کس کا احرام باندھا ہے؟ تو میں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کے احرام کی طرح ہی احرام باندھا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تمہارے ساتھ قربانی ہے؟ میں نے کہا: نہیں تو آپؐ نے مجھ سے فرمایا کہ میں بیت اللہ کا طواف کرلوں[۲] چنانچہ میں نے بیت اللہ اور صفا ومروہ کا طواف کیا۔ پھر آپؐ نے مجھ سے فرمایا (کہ میں احرام کھول دوں۔) میں اپنی قوم کی ایک عورت کے پاس آیا تو اس نے مجھے کنگھی کی۔ یا کہا: میرا سر دھویا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے (یعنی خلیفہ ہوئے) تو انہوں نے کہا: اگر ہم اللہ کی کتاب پر عمل کریں تو وہ یہی حکم دیتی ہے کہ حج اور عمرہ کو پورا کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: حج اور عمرہ اللہ کے لئے[۳] پورے طور پر ادا کرو۔ اگر ہم نبی ﷺ کی سنت پر عمل کریں تو آپؐ نے بھی جب تک قربانی نہ کر لی؛ احرام نہیں کھولا۔

اطرافه: ۱۵٦۵، ۱۷۲٤، ۱۷۹۵، ٤۳٤٦، ٤۳۹۷۔

[۱] لفظ "قَوْمٍ" کی بجائے فتح الباری مطبوعہ بولاق میں لفظ "قَوْمِی" ہے۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ ۵۲۵) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔
[۲] الفاظ "اَنْ اَطُوفَ بِالْبَيْتِ" فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ ۵۲۵) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔
[۳] لفظ "لِلّٰهِ" مطبوعہ بولاق کے متن کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ ۵۲۵) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تشریح: **مَنْ أَهَلَّ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ ﷺ كَإِهْلَالِ النَّبِيِّ ﷺ:** عنوانِ باب میں واقعہ مندرجہ روایت نمبر ۱۵۵۸ کو زمانہ نبوی کے ساتھ مقید کرنے سے ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔اس واقعہ کی بناء پر امام شافعیؒ نے فتویٰ دیا ہے کہ کسی دوسرے شخص کی نیت کے مطابق احرام باندھنا جائز ہے۔حج کی نیت ہو یا عمرہ کی۔جمہور کی رائے اس فتویٰ کے خلاف ہے۔ان کے نزدیک حج یا عمرہ کی عبادت میں بھی نیت ہر شخص کی معین اور واضح ہونی چاہیے۔حضرت علیؓ کا واقعہ ایسے وقت سے تعلق رکھتا ہے جبکہ احکام کی وضاحت نہیں ہوئی تھی۔اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دی۔مگر اب جبکہ احکام کی تشریح ہو چکی ہے تو کسی مبہم نیت کے ساتھ عبادتِ حج یا عمرہ بجالانا جائز نہیں۔(عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ ۱۸۵) (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۵۲۵) قرآنِ مجید کا ارشاد **وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ** اس بارے میں واضح ہے۔یعنی اس آیت میں حج اور عمرہ دو معین عبادتیں پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔روایت نمبر ۱۵۵۹ کے آخر میں حضرت عمرؓ کا محولہ استدلال بھی یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نے آیت کی تشریح کر دی ہے کہ حج کے لئے قربانی کا ہونا ضروری ہے۔حضرت علیؓ کے ساتھ قربانی تھی۔(نمبر ۱۵۵۷، ۱۶۵۱) انہیں احرام کھولنے کی اجازت نہیں دی (**حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ**) یہاں تک کہ منیٰ میں قربانی ذبح نہ کر لی جائے اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے ساتھ قربانی نہ تھی۔اس لئے انہیں صرف عمرہ پورا کرنے کا ارشاد ہوا۔دونوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت کے ساتھ احرام باندھا تھا۔آپؐ نے حج اور عمرہ دونوں کی نیت کی تھی۔ایک کا صرف عمرہ ہوا اور دوسرے کا عمرہ اور حج دونوں ہوئے۔

حضرت علیؓ یا حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا نیت کرنا ایسی حالت میں تھا جبکہ انہیں معلوم نہ تھا کہ احکامِ حج کی کیا صورت ہے اور یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا احرام باندھا ہے۔لیکن توضیح وتشریح احکام کے بعد نیت مبہم رکھنے کا کوئی محل نہیں۔روایت نمبر ۱۵۵۹ کے آخر میں حضرت عمرؓ کے جس استدلال کا ذکر ہے وہ درحقیقت قران سے متعلق ہے۔(مزید تشریح کے لئے دیکھئے باب ۳۴ و ۳۶۔روایت نمبر ۱۵۵۹ سے ظاہر ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ مناسکِ حج کی تفصیلات سے ناواقف تھے۔

زمانہ جاہلیت میں عرب حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا بہت بڑا گناہ سمجھتے تھے۔(روایت نمبر ۱۵۶۴) قرآنِ مجید کے مذکورہ بالا حکم کی تشریح کے بعد ان عبادتوں کے متعلق مبہم نیت کرنا مناسب نہیں؛ یہ جمہور کی دلیل ہے۔عنوانِ باب کا حوالہ **قَالَهُ ابْنُ عُمَرَ** اور پہلی روایت کے آخر میں ابن جریج اور حضرت سراقہؓ کی روایت کا حوالہ نیز دوسری روایت کا انتخاب۔یہ تین ایسے قرینے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ امام موصوفؒ جمہور کے مذہب کی تائید میں ہیں۔حضرت ابن عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غایت درجہ اتباع میں مشہور ہیں۔کتاب المغازی میں ان کی روایت بکر بن عبداللہ مزنی سے منقول ہے۔لیکن اس واقعہ کا علم رکھنے کے باوجود ان کے متعلق یہ کہیں مذکور نہیں کہ انہوں نے کبھی اس کے خلاف عمل کیا ہو۔

وَذَكَرَ قَوْلَ سُرَاقَةَ: یعنی حضرت جابرؓ نے حضرت سراقہ بن مالک بن جعشمؓ کی بات کا ذکر کیا۔ان کی روایت کتاب العمرۃ باب ۶ روایت نمبر ۱۷۸۵ میں مفصل مروی ہے۔اس میں ذکر ہے کہ حضرت سراقہؓ نے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم سے جمرۃ العقبہ میں جبکہ آپؐ کنکریاں پھینک رہے تھے؛ دریافت کیا اور کہا: أَلَكُمْ هٰذِهِ خَاصَّةً يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ یارسول اللہ! یہ آپؐ کے لئے خاص طور پر ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: لَا بَلْ لِلْأَبَدِ ۔ یعنی حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا ہمیشہ کے لئے ہے۔ ہمارے لئے مخصوص نہیں۔

بَاب٣٣: قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ ۙ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ؕ

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: حج کے مقررہ مہینے ہیں۔ سو جو اِن میں حج کی نیت پختہ کر لے تو پھر حج میں نہ شہوت کی بات ہو اور نہ احکامِ الٰہی کی نافرمانی اور نہ کوئی جھگڑا

(البقرة:١٩٨)

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ؕ (البقرة:١٩٠) وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَشْهُرُ الْحَجِّ شَوَّالٌ وَذُو الْقَعْدَةِ وَعَشْرٌ مِّنْ ذِي الْحَجَّةِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مِنَ السُّنَّةِ أَنْ لَا يُحْرِمَ بِالْحَجِّ إِلَّا فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ. وَكَرِهَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنْ يُّحْرِمَ مِنْ خُرَاسَانَ أَوْ كَرْمَانَ.

(اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا:) وہ تجھ سے قمری مہینوں سے متعلق پوچھتے ہیں۔ کہو یہ لوگوں کے لئے اوقات کی تعیین کا ذریعہ ہیں اور حج (کی تعیین) کا بھی۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: حج کے مہینے شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحج کے دس دن ہیں۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: سنت تو یہ ہے کہ حج کا احرام حج کے مہینوں ہی میں باندھے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ناپسند کیا کہ خراسان یا کرمان سے احرام باندھے۔

١٥٦٠: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ حَدَّثَنَا أَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ سَمِعْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

١٥٦٠: محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ابوبکر حنفی نے مجھ سے بیان کیا، (کہا:) افلح بن حمید نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:) میں نے قاسم بن محمد کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے سنا۔ وہ کہتی تھیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ وَلَيَالِي الْحَجِّ وَحُرُمِ الْحَجِّ فَنَزَلْنَا بِسَرِفَ قَالَتْ فَخَرَجَ إِلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ مَنْ لَّمْ يَكُنْ مِّنْكُمْ مَعَهُ هَدْيٌ فَأَحَبَّ أَنْ يَّجْعَلَهَا عُمْرَةً فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ فَلَا. قَالَتْ فَالْآخِذُ بِهَا وَالتَّارِكُ لَهَا مِنْ أَصْحَابِهِ قَالَتْ فَأَمَّا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجَالٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فَكَانُوْا أَهْلَ قُوَّةٍ وَكَانَ مَعَهُمُ الْهَدْيُ فَلَمْ يَقْدِرُوْا عَلَى الْعُمْرَةِ قَالَتْ فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبْكِي فَقَالَ مَا يُبْكِيْكِ يَا هَنْتَاهُ قُلْتُ سَمِعْتُ قَوْلَكَ لِأَصْحَابِكَ فَمُنِعْتُ الْعُمْرَةَ قَالَ وَمَا شَأْنُكِ قُلْتُ لَا أُصَلِّي قَالَ فَلَا يَضِيْرُكِ إِنَّمَا أَنْتِ امْرَأَةٌ مِنْ بَنَاتِ آدَمَ كَتَبَ اللهُ عَلَيْكِ مَا كَتَبَ عَلَيْهِنَّ فَكُوْنِي فِي حَجَّتِكِ فَعَسَى اللهُ أَنْ يَّرْزُقَكِيْهَا قَالَتْ فَخَرَجْنَا فِي حَجَّتِهِ حَتَّى قَدِمْنَا مِنًى فَطَهَرْتُ ثُمَّ خَرَجْتُ مِنْ مِّنًى فَأَفَضْتُ بِالْبَيْتِ قَالَتْ ثُمَّ

کے ساتھ حج کے مہینوں اور حج کی راتوں میں اور حج کے محرمات ملحوظ رکھ کر نکلے اور مقامِ سرف میں اترے۔ وہ کہتی تھیں: آنحضرت ﷺ اپنے صحابہؓ کے پاس آئے اور فرمایا: تم میں سے جس کے ساتھ قربانی نہ ہو اور وہ چاہتا ہو کہ اس (حج) کو عمرہ کر دے تو وہ ایسا کرے اور جس کے ساتھ قربانی ہو تو وہ ایسا نہ کرے۔ (اپنے احرام میں رہے) انہوں نے کہا: پس آپؐ کے صحابہ میں سے کچھ ایسا کرنے والے تھے اور کچھ اسے چھوڑنے والے تھے۔ وہ کہتی تھیں: رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ میں سے وہ لوگ جو صاحبِ استطاعت تھے اور اُن کے ساتھ قربانی تھی۔ وہ یہ عمرہ نہ کر سکے۔ وہ کہتی تھیں: رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے اور میں رو رہی تھی۔ آپؐ نے فرمایا: ارے بھولی! تمہیں کیا بات رُلا رہی ہے؟ میں نے کہا: آپؐ نے جو بات صحابہؓ سے فرمائی ہے میں نے سن لی ہے۔ میں تو عمرہ سے محروم ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ میں نے کہا: میں نماز نہیں پڑھتی۔ آپؐ نے فرمایا: تو یہ بات تمہیں نقصان نہیں دے گی۔ تم تو آدم کی بیٹیوں میں سے ایک عورت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر وہی فرض کیا ہے جو اُن پر فرض کیا ہے۔ اس لئے تم اپنے حج ہی میں رہو۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں عمرہ بھی نصیب کرے۔ انہوں نے کہا: چنانچہ ہم (آپؐ کے ساتھ) اس حج میں نکلے۔ جب ہم منیٰ میں پہنچے تو میں اس وقت حیض سے پاک ہوئی۔ پھر میں منیٰ سے

خَرَجَتْ مَعَهُ فِي النَّفْرِ الْآخِرِ حَتَّى نَزَلَ الْمُحَصَّبَ وَنَزَلْنَا مَعَهُ فَدَعَا عَبْدَالرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ اخْرُجْ بِأُخْتِكَ مِنَ الْحَرَمِ فَلْتُهِلَّ بِعُمْرَةٍ ثُمَّ افْرُغَا ثُمَّ ائْتِيَا هَاهُنَا فَإِنِّي أَنْظُرُكُمَا حَتَّى تَأْتِيَانِي قَالَتْ فَخَرَجْنَا حَتَّى إِذَا فَرَغْتُ {وَفَرَغْتُ[1]} مِنَ الطَّوَافِ ثُمَّ جِئْتُهُ بِسَحَرَ فَقَالَ هَلْ فَرَغْتُمْ فَقُلْتُ نَعَمْ فَآذَنَ بِالرَّحِيلِ فِي أَصْحَابِهِ فَارْتَحَلَ النَّاسُ فَمَرَّ مُتَوَجِّهًا إِلَى الْمَدِيْنَةِ {قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ يَضِيْرُ[2]} ضَيْرِ مِنْ ضَارَ يَضِيْرُ ضَيْرًا وَيُقَالُ ضَارَ يَضُوْرُ ضَوْرًا وَضَرَّ يَضُرُّ ضَرًّا.

نکلی اور جا کر بیت اللہ کا طواف کیا۔ کہتی تھیں: اس کے بعد پھر میں آپؐ کے ساتھ آخری کوچ میں بھی نکلی۔ جب آپؐ مقامِ محصب میں آئے اور ہم بھی آپؐ کے ساتھ اُترے تو آپؐ نے عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کو بلایا اور کہا: اپنی بہن کو حرم سے باہر لے جاؤ۔ (وہاں سے) وہ عمرہ کا احرام باندھ لے۔ پھر دونوں عمرہ سے فارغ ہو کر یہیں آ جانا۔ میں تم دونوں کے آنے تک انتظار کروں گا۔ کہتی تھیں کہ ہم نکلے۔ جب میں طواف سے فارغ ہوئی اور وہ[1] بھی فارغ ہوئے تو میں سحری کے وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تم فارغ ہو چکے ہو؟ میں نے کہا: ہاں۔ تب آپؐ نے اپنے صحابہؓ میں کوچ کا اعلان کیا۔ لوگ چل پڑے۔ آپؐ مدینہ کا رخ کئے ہوئے (ان کے پاس سے) گزرے۔ {ابوعبداللہ نے کہا:[2]} ضَیْرٌ (کا لفظ) ضَارَ یَضِیْرُ ضَیْرًا سے ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ضَارَ یَضُوْرُ ضَوْرًا سے اور ضَرَّ یَضُرُّ ضَرًّا سے ہے۔

اطرافه: ۲۹٤، ۳۰۵، ۳۱٦، ۳۱۷، ۳۱۹، ۳۲۸، ۱۵۱٦، ۱۵۱۸، ۱۵۵٦، ۱۵٦۱، ۱۵٦۲، ۱٦۳۸، ۱٦۵۰، ۱۷۰۹، ۱۷۲۰، ۱۷۳۳، ۱۷۵۷، ۱۷٦۲، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸٦، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۲۹۵۲، ۲۹۸٤، ٤۳۹۵، ٤٤۰۱، ٤٤۰۸، ۵۳۲۹، ۵۵٤۸، ۵۵۵۹، ٦۱۵۷، ۷۲۲۹۔

تشریح: **اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ:** اس آیت کا مضمون واضح کرنے کے لئے یہ باب قائم کیا گیا ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مقررہ مہینوں میں کسی وقت حج کیا جا سکتا ہے۔ حالانکہ اس کے لیے ذوالحج مہینہ کی دسویں تاریخ مقرر ہے۔ اس سے قبل یا بعد حج نہیں کیا جا سکتا۔ امام بخاریؒ نے روایت نمبر ۱۵٦۰ پیش کر کے آیت کا مفہوم واضح کیا ہے کہ ان مہینوں میں سے کسی ایک مہینہ میں حج کا احرام باندھا جاتا ہے۔ دور دراز کے ملکوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے تین

[1] بعض نسخوں کے مطابق اس جگہ لفظ ''فَرَغَ'' ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۹ صفحہ ۱۹۴) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

[2] الفاظ ''قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ يَضِيْرُ'' فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء ۳ حاشیہ صفحہ ۵۲۹)

مہینے مقرر کئے گئے ہیں۔حج کی نیت کرنے اوراس کے لئے احرام باندھنے کی وجہ سے ہی شوال اور ذیقعدہ کو بھی حج کے مہینے قرار دیا گیا ہے۔محولہ بالا آیت کے دوسرے حصے فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ نے پہلے حصہ کی تشریح کر دی ہے۔یعنی ان تین مہینوں میں حج کی نیت کی جائے۔جملہ کی ترکیب یوں ہوگی: مَوَاقِيْتُ الْحَجِّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ یعنی بیت اللہ کا قصد کرنے کے لئے چند معین مہینے ہیں۔امام موصوفؒ نے دونوں آیتوں کو اکٹھا کر کے آیت نمبر ۱۹۰ سے آیت ۱۹۸ کی تشریح کی ہے۔

حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ کی روایات کو حاکمؒ اور بیہقیؒ نے مذکورہ بالا الفاظ میں اور ابن جریر نے قدرے تغیر لفظی سے نقل کیا ہے جو مفہوماً ایک ہی ہیں☆ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۵۲۹، ۵۳۰) حضرت عثمانؓ کی جس ناپسندیدگی کا عنوانِ باب میں ذکر کیا گیا ہے؛ اس کے متعلق واقعہ یہ ہے کہ جب عبداللہ بن عامر نے خراسان فتح کیا تو انہوں نے بطور شکرانہ خراسان کے شہر نیشاپور سے ہی حج کی نیت کر کے احرام باندھ لیا تھا۔خلیفہ وقت کو جب معلوم ہوا تو انہوں نے اسے ناپسندیدہ کیا۔اسی زمانہ میں خراسان اور مکہ کے درمیان فاصلہ طے کرنے کے لئے اڑھائی تین ماہ خرچ ہوتے تھے۔گویا حج کے مہینوں سے قبل انہوں نے احرام باندھا جو جائز نہ تھا۔(فتح الباری جزء۳ صفحہ ۵۳۰)

امام مالکؒ کے نزدیک اگر کوئی شخص میقاتِ زمنی سے قبل احرام باندھ لے تو گو اس کا یہ فعل مکروہ ہوگا؛ مگر اس کا احرام باندھنا درست ہوگا۔بعض فقہاء یہ جائز نہیں سمجھتے۔امام شافعیؒ کے نزدیک اس کا یہ احرام صرف عمرہ کے لئے ہوسکتا ہے۔حج کے لئے نہیں۔کیونکہ عمرہ سال میں ہر وقت کیا جاسکتا ہے۔جمہور اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ سے شوال، ذیقعدہ کے مہینے اور ذوالحج کے صرف دس دن مراد لیتے ہیں۔مگر امام مالکؒ کے نزدیک ذوالحج کا سارا مہینہ شامل ہے۔ اَشْهُرٌ جمع مکسر ہے جو کم از کم تین مہینوں پر اطلاق پاسکتا ہے۔اس لئے ان کے نزدیک اگر کوئی شخص طوافِ افاضہ ذوالحج کے خاتمہ پر کرنا چاہے تو کرسکتا ہے۔میقات کے معنی مقررہ وقت یا مقررہ جگہ۔میقات زمنی کے متعلق مذکورہ بالا اختلاف کی تفصیل کے لیے دیکھئے: عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ ۱۹۱۔نیز بدایة المجتهد، كتاب الحج، القول فى ميقات الزمان.

ضَيْرٌ مِنْ ضَارَ يَضِيْرُ ......: امام بخاریؒ نے روایت نمبر ۱۵۶۰ کے آخر میں لفظ ضَيْر کی جو گردان کی ہے وہ اپنی رائے ظاہر کرنے کی غرض سے ہے۔یعنی معین میقات سے قبل احرام حج باندھنا نص صریح اور سنت نبویہ کے خلاف ہے اور جائز نہیں۔مقررہ حدود کی پابندی ضروری ہے؛ نہ صرف میقاتِ زمنی بلکہ میقات مکانی کی بھی۔جیسا کہ حضرت عائشہؓ نے آنحضرت ﷺ کے ارشاد کی تعمیل میں حدودِ حرم سے باہر جا کر احرام باندھا۔اس لئے روایت کے آخر میں لفظ ضَرّ کی لغوی تشریح بلاوجہ نہیں۔بلکہ اسی ضرورت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ہے۔ ضَرّ ذوالمعانی لفظ ہے اور ضروری ہونے پر دلالت کرتا ہے۔زمانہ جاہلیت میں عرب تین مہینوں کو اشہر حرم کے نام سے موسوم کرتے تھے ان میں لڑائی، دنگہ فساد، لوٹ مار وغیرہ ممنوع سمجھتے تھے اور یہ مہینے امن وامان کے مہینے تھے۔البتہ عندالضرورت اپنی مرضی سے ان مہینوں کو آگے پیچھے کر لیتے جسے نسئی کہتے تھے۔(دیکھئے التوبة: ۳۷) اسلام نے اسے باطل قرار دے کر ان مہینوں کی حرمت بحال کی۔

☆ (سنن الكبرىٰ للبيهقى، كتاب الحج، جماع ابواب وقت الحج والعمرة، باب بيان اشهر الحج)
(المستدرك على الصحيحين، كتاب المناسك، باب لا يحرم بالحج الّا فى اشهر الحج، جزء اوّل صفحہ ۴۴۸)

بَاب ٣٤

اَلتَّمَتُّعُ وَالْقِرَانُ وَالْإِفْرَادُ بِالْحَجِّ وَفَسْخُ الْحَجِّ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ مَّعَهُ هَدْيٌ

تمتع اور قران اور مفرد حج کرنا جس کے ساتھ قربانی نہ ہو اس کا حج فسخ کرنا

١٥٦١: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نُرَى إِلَّا أَنَّهُ الْحَجُّ فَلَمَّا قَدِمْنَا تَطَوَّفْنَا بِالْبَيْتِ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْيَ أَنْ يَّحِلَّ فَحَلَّ مَنْ لَّمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْيَ وَنِسَاؤُهُ لَمْ يَسُقْنَ فَأَحْلَلْنَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَحِضْتُ فَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللهِ يَرْجِعُ النَّاسُ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ وَأَرْجِعُ أَنَا بِحَجَّةٍ قَالَ وَمَا طُفْتِ لَيَالِيَ قَدِمْنَا مَكَّةَ قُلْتُ لَا قَالَ فَاذْهَبِيْ مَعَ أَخِيْكِ إِلَى التَّنْعِيْمِ فَأَهِلِّي بِعُمْرَةٍ ثُمَّ مَوْعِدُكِ كَذَا وَكَذَا قَالَتْ صَفِيَّةُ مَا أُرَانِي إِلَّا حَابِسَتَهُمْ قَالَ عَقْرٰى حَلْقٰى أَوَ مَا طُفْتِ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَتْ قُلْتُ بَلٰى قَالَ

۱۵۶۱: عثمان (بن ابی شیبہ) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) جریر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے ابراہیم (نخعی) سے، ابراہیم نے اسود سے، اسود نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ (وہ کہتی تھیں:) ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے اور ہم یہی سمجھتے تھے کہ یہ حج ہے۔ جب ہم (مکے میں) پہنچے؛ ہم نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ پھر نبی ﷺ نے حکم دیا: جو قربانی کا جانور نہ لایا ہو وہ احرام کھول ڈالے۔ چنانچہ جو قربانی نہیں لائے تھے انہوں نے احرام کھول ڈالے اور آنحضرت ﷺ کی ازواج قربانی نہیں لائی تھیں۔ اس لئے انہوں نے بھی احرام کھول ڈالے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں: مجھے حیض آ گیا۔ اس لئے میں نے بیت اللہ کا طواف نہیں کیا۔ جب محصب کی رات ہوئی (حضرت عائشہؓ) نے کہا: یا رسول اللہ! لوگ تو عمرہ اور حج کر کے لوٹیں گے اور میں صرف حج ہی کر کے واپس ہوں گی۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تم نے ان راتوں میں طواف نہیں کیا تھا جب ہم مکہ میں آئے تھے؟ میں نے کہا: نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اچھا تم اپنے بھائی کے ساتھ تنعیم تک جاؤ۔ وہاں سے عمرے کا احرام باندھ لو۔ پھر عمرے سے فارغ ہو کر فلاں جگہ پر مجھ سے مل جانا۔ (امّ المؤمنین)

لَا بَأْسَ انْفِرِي قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَلَقِيَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُصْعِدٌ مِّنْ مَّكَّةَ وَأَنَا مُنْهَبِطَةٌ عَلَيْهَا أَوْ أَنَا مُصْعِدَةٌ وَهُوَ مُنْهَبِطٌ مِّنْهَا.

حضرت صفیہؓ کہنے لگیں: میں شاید آپؐ کو روک رکھوں گی۔ آپؐ نے فرمایا: اے بھلی مانس☆ ! کیا تم نے دسویں تاریخ طواف نہیں کیا تھا۔ کہنے لگیں: میں نے کہا کہ ہاں کیوں نہیں۔ (طواف تو کر چکی ہوں۔) آپؐ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں؛ کوچ کرو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں: پھر نبی ﷺ مجھ سے ملے اور آپؐ اس وقت مکہ سے چڑھائی پر جا رہے تھے اور میں مکہ کی طرف آ رہی تھی یا کہا: میں چڑھائی پر جا رہی تھی اور آپؐ اُتر رہے تھے۔

اطرافہ: ۲۹٤، ۳۰٥، ۳۱٦، ۳۱۷، ۳۱۹، ۳۲۸، ۱٥۱٦، ۱٥۱۸، ۱٥٥٦، ۱٥٦۰، ۱٥٦۲، ۱٦۳۸، ۱٦٥۰، ۱۷۰۹، ۱۷۲۰، ۱۷۳۳، ۱۷٥۷، ۱۷٦۲، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸٦، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۲۹٥۲، ۲۹۸٤، ٤۳۹٥، ٤٤۰۱، ٤٤۰۸، ٥۳۲۹، ٥٥٤۸، ٥٥٥۹، ٦۱٥۷، ۷۲۲۹.

۱٥٦۲: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِالْحَجِّ وَأَهَلَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ فَأَمَّا مَنْ أَهَلَّ بِالْحَجِّ أَوْ جَمَعَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لَمْ

۱٥٦۲: عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوالاسود محمد بن عبدالرحمٰن بن نوفل سے، ابوالاسود نے عروہ بن زبیر سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع کے سال نکلے اور ہم میں سے وہ بھی تھے جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا اور وہ بھی جنہوں نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا تھا اور ہم میں سے وہ بھی تھے جنہوں نے حج کا احرام باندھا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا۔ وہ جنہوں نے حج کا احرام باندھا تھا یا حج اور عمرہ کو اکٹھا کیا تھا؛ انہوں نے احرام نہیں کھولے جب

☆عَقْرَی کا معنی ہے بانجھ اور حَلْقَی یعنی بال کاٹنے والی۔ لیکن یہاں یہ الفاظ اپنے ظاہری معنوں میں نہیں بلکہ ان سے مراد اُس اضطراب کا اظہار ہے جو بعض وقت انسان ایسے موقع پر محسوس کرتا ہے۔ مفہوماً ''اے بھلی مانس'' یا ''اللہ کی بندی'' مراد ہے۔

يَحِلُّوْا حَتَّى كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ.

تک کہ ذبح کرنے کا دن یعنی دسویں تاریخ نہیں ہوئی۔

اطرافہ: ٢٩٤، ٣٠٥، ٣١٦، ٣١٧، ٣١٩، ٣٢٨، ١٥١٦، ١٥١٨، ١٥٥٦، ١٥٦٠، ١٥٦١، ١٦٣٨، ١٦٥٠، ١٧٠٩، ١٧٢٠، ١٧٣٣، ١٧٥٧، ١٧٦٢، ١٧٧١، ١٧٧٢، ١٧٨٣، ١٧٨٦، ١٧٨٧، ١٧٨٨، ٢٩٥٢، ٢٩٨٤، ٤٣٩٥، ٤٤٠١، ٤٤٠٨، ٥٣٢٩، ٥٥٤٨، ٥٥٥٩، ٦١٥٧، ٧٢٢٩.

١٥٦٣ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ مَّرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ شَهِدْتُّ عُثْمَانَ وَعَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَعُثْمَانُ يَنْهَى عَنِ الْمُتْعَةِ وَأَنْ يُّجْمَعَ بَيْنَهُمَا فَلَمَّا رَأَى عَلِيٌّ أَهَلَّ بِهِمَا لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ قَالَ مَا كُنْتُ لِأَدَعَ سُنَّةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْلِ أَحَدٍ.

اطرافہ: ١٥٦٩.

۱۵۶۳: محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) غندر نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حکم سے، حکم نے علی بن حسین (امام زین العابدین) سے، انہوں نے مروان بن حکم سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کا زمانہ پایا ہے اور حضرت عثمانؓ تمتع اور قران سے منع کیا کرتے تھے۔ جب حضرت علیؓ نے یہ دیکھا تو انہوں نے ان دونوں کا احرام باندھ کر پکارا کہ میں عمرہ اور حج کے لئے حاضر ہو رہا ہوں اور کہنے لگے کہ میں کسی کے کہنے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔

١٥٦٤ : حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانُوْا يَرَوْنَ أَنَّ الْعُمْرَةَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ مِنْ أَفْجَرِ الْفُجُوْرِ فِي الْأَرْضِ وَيَجْعَلُوْنَ الْمُحَرَّمَ صَفَرًا وَيَقُوْلُوْنَ إِذَا بَرَا الدَّبَرْ وَعَفَا الْأَثَرْ وَانْسَلَخَ صَفَرْ حَلَّتِ الْعُمْرَةُ لِمَنِ

۱۵۶۴: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) وہیب (بن خالد) نے ہم سے بیان کیا، (کہا: عبداللہ) ابن طاؤس نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: (عرب) لوگ سمجھتے تھے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا زمین میں بڑا گناہ ہے اور محرم کو صفر کر لیتے اور کہتے کہ جب اونٹ کی پیٹھ اچھی ہو جائے گی اور زخم کا اثر مٹ

اعْتَمَر قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ صَبِيْحَةَ رَابِعَةٍ مُهِلِّيْنَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَّجْعَلُوْهَا عُمْرَةً فَتَعَاظَمَ ذَٰلِكَ عِنْدَهُمْ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ أَيُّ الْحِلِّ قَالَ حِلٌّ كُلُّهُ.

جائے گا اور صفر کا مہینہ گزر جائے گا تو جو عمرہ کرنا چاہے اس کے لئے عمرہ جائز ہوگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ چوتھی تاریخ ذوالحجہ کی صبح کو حج کا احرام باندھ کر مکے میں آئے۔ آپؐ نے انہیں حکم دیا کہ حج کو عمرہ کر دیں اور یہ بات ان کے نزدیک بہت ہی بڑی تھی اس لئے انہوں نے کہا: یارسول اللہ! کون سی بات حلال ہے؟ فرمایا: سب حلال باتیں۔

اطرافه: ۱۰۸۵، ۲۵۰۵، ۳۸۳۲۔

۱۵۶۵: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي مُوْسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَهُ بِالْحِلِّ.

۱۵۶۵: محمد بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) غندر (محمد بن جعفر) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قیس بن مسلم سے، قیس نے طارق بن شہاب سے، طارق نے حضرت ابوموسیٰ (اشعری) رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپؐ نے انہیں احرام کھولنے کا حکم دیا۔

اطرافه: ۱۵۵۹، ۱۷۲۴، ۱۷۹۵، ٤٣٤٦، ٤٣٩٧۔

۱۵۶۶: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ. وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا شَأْنُ النَّاسِ حَلُّوْا بِعُمْرَةٍ وَلَمْ تَحْلِلْ أَنْتَ مِنْ

۱۵۶۶: اسماعیل (بن ابی اویس) نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے مجھے بتایا اور عبداللہ بن یوسف نے بھی ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے، حضرت ابن عمرؓ نے نبی ﷺ کی زوجہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! لوگوں کو کیا ہوا؟ عمرہ کی نیت کر کے انہوں نے احرام کھول ڈالے

عُمْرَتِكَ قَالَ إِنِّي لَبَّدْتُّ رَأْسِي وَقَلَّدْتُّ هَدْيِي فَلَا أَحِلُّ حَتَّى أَنْحَرَ.

اور آپؐ نے عمرہ (کی نیت) کرکے احرام نہیں کھولا؟ آپؐ نے فرمایا: میں نے اپنے سر کے بال جما لئے تھے اور اپنی قربانی کے گلے میں ہار ڈالا تھا اس لئے میں جب تک ذبح نہ کرلوں؛ احرام نہیں کھولوں گا۔

اطرافه: ١٦٩٧، ١٧٢٥، ٤٣٩٨، ٥٩١٦.

١٥٦٧: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنَا أَبُو جَمْرَةَ نَصْرُ بْنُ عِمْرَانَ الضُّبَعِيُّ قَالَ تَمَتَّعْتُ فَنَهَانِي نَاسٌ فَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَأَمَرَنِي فَرَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنَّ رَجُلًا يَقُوْلُ لِي حَجٌّ مَّبْرُوْرٌ وَعُمْرَةٌ مُّتَقَبَّلَةٌ فَأَخْبَرْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ سُنَّةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي أَقِمْ عِنْدِي فَأَجْعَلَ لَكَ سَهْمًا مِّنْ مَّالِي قَالَ شُعْبَةُ فَقُلْتُ لِمَ فَقَالَ لِلرُّؤْيَا الَّتِي رَأَيْتُ.

۱۵۶۷: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابوجمرہ نصر بن عمران ضبعی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: میں نے تمتع کیا تو لوگوں نے مجھے منع کیا۔ اس لئے میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا۔ انہوں نے مجھے (تمتع کرنے کے لئے) فرمایا۔ پھر میں نے خواب میں دیکھا جیسے کوئی شخص مجھ سے کہہ رہا ہے: تمہارا حج سراسر نیکی پر مبنی ہے اور عمرہ بھی تمہارا مقبول ہے۔ میں نے حضرت ابن عباسؓ کو بتایا۔ انہوں نے کہا: (تمتع) نبی ﷺ کی سنت ہے۔ انہوں نے مجھ سے کہا: میرے پاس رہو اور میں تمہارے لئے اپنے مال میں سے ایک حصہ مقرر کردوں گا۔ شعبہ کہتے تھے کہ میں نے پوچھا: کس لئے؟ انہوں نے جواب دیا: اس خواب کی وجہ سے جو میں نے دیکھی ہے۔

اطرافه: ١٦٨٨.

١٥٦٨: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ قَالَ قَدِمْتُ مُتَمَتِّعًا مَّكَّةَ بِعُمْرَةٍ فَدَخَلْنَا قَبْلَ التَّرْوِيَةِ بِثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فَقَالَ لِي أُنَاسٌ مِّنْ أَهْلِ مَكَّةَ تَصِيْرُ الْآنَ حَجَّتُكَ مَكِّيَّةً فَدَخَلْتُ عَلَى

۱۵۶۸: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا کہ ابوشہاب نے ہمیں بتایا۔ وہ کہتے تھے: میں تمتع کی نیت سے عمرہ کا احرام باندھ کر مکے میں آیا۔ ہم آٹھویں ذوالحج سے تین دن پہلے (مکہ میں) پہنچے۔ اہل مکہ میں سے چند لوگوں نے مجھے کہا: آپ کا حج مکی ہو جائے گا۔

عَطَاءٍ أَسْتَفْتِيْهِ فَقَالَ حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ حَجَّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ سَاقَ الْبُدْنَ مَعَهُ وَقَدْ أَهَلُّوْا بِالْحَجِّ مُفْرَدًا فَقَالَ لَهُمْ أَحِلُّوْا مِنْ إِحْرَامِكُمْ بِطَوَافِ الْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَقَصِّرُوْا ثُمَّ أَقِيْمُوْا حَلَالًا حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ فَأَهِلُّوْا بِالْحَجِّ وَاجْعَلُوا الَّتِي قَدِمْتُمْ بِهَا مُتْعَةً فَقَالُوْا كَيْفَ نَجْعَلُهَا مُتْعَةً وَقَدْ سَمَّيْنَا الْحَجَّ فَقَالَ افْعَلُوْا مَا أَمَرْتُكُمْ فَلَوْلَا أَنِّي سُقْتُ الْهَدْيَ لَفَعَلْتُ مِثْلَ الَّذِي أَمَرْتُكُمْ وَلَكِنْ لَّا يَحِلُّ مِنِّي حَرَامٌ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ فَفَعَلُوْا. {قَالَ أَبُو عَبْد اللهِ أَبُو شِهَابٍ لَيْسَ لَهُ حَدِيْثٌ مُسْنَدٌ إِلَّا هَذَا.☆}

میں عطاء (بن ابی رباح) کے پاس ان سے مسئلہ پوچھنے کے لئے گیا۔ انہوں نے کہا: مجھ سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس وقت حج کیا تھا کہ جب آپؐ اپنے ساتھ قربانی کے جانور لے گئے تھے اور لوگوں نے صرف حج کا ہی احرام باندھا تھا۔ آپؐ نے ان سے فرمایا: بیت اللہ کا طواف کر کے اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کر کے احرام کھول دو اور بال کٹا لو۔ پھر اسی طرح بغیر احرام ٹھہرے رہو۔ یہاں تک کہ جب آٹھویں تاریخ ہو تو حج کا احرام باندھو اور جو تم نے پہلے کیا تھا اس کو تمتع کر دو۔ انہوں نے کہا: ہم اسے تمتع کیسے کر دیں بحالیکہ ہم نے حج کا نام لیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم کو جو حکم دیا ہے، اسے کرو۔ اگر میں قربانی نہ لایا ہوتا تو میں بھی ویسا ہی کرتا جیسا میں نے تم کو حکم دیا ہے لیکن جب تک قربانی اپنے ٹھکانے نہ پہنچ جائے وہ کام جو کہ حقیقت میں حرام ہے مجھ سے اگر ہو جائے تو حلال نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ انہوں نے احرام کھول ڈالے۔ {ابوعبداللہ نے کہا: ابوشہاب کی یہی ایک مستند حدیث ہے۔☆}

اطرافه: ١٥٥٧، ١٥٧٠، ١٦٥١، ١٧٨٥، ٢٥٠٦، ٤٣٥٢، ٧٢٣٠، ٧٣٦٧.

١٥٦٩: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْأَعْوَرُ عَنْ

۱۵۶۹: قتیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) حجاج بن محمد اعور نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے

☆ یہ الفاظ فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ ۵۳۳) ترجمہ ان کے مطابق ہے۔

شُعْبَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ اخْتَلَفَ عَلِيٌّ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَهُمَا بِعُسْفَانَ فِي الْمُتْعَةِ فَقَالَ عَلِيٌّ مَا تُرِيْدُ إِلَّا[1] أَنْ تَنْهَى عَنْ أَمْرٍ فَعَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ {قَالَ عُثْمَانُ دَعْنِي عَنْكَ قَالَ[2]} فَلَمَّا رَأَى ذٰلِكَ عَلِيٌّ أَهَلَّ بِهِمَا جَمِيْعًا.

اطرافه: ۱۵٦۳۔

شعبہ سے، شعبہ نے عمرو بن مرہ سے، عمرو نے سعید بن مسیّب سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے تمتع سے متعلق جبکہ وہ دونوں (مقام) عسفان میں تھے؛ اختلاف کیا۔ حضرت علیؓ نے کہا: آپؓ کا مقصد کیا ہے[1] کہ آپؓ اس کام سے منع کرتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے کیا؟ {[2] حضرت عثمانؓ نے کہا: جانے دیجئے؛ بحث چھوڑئے۔ سعید کہتے تھے:} جب حضرت علیؓ نے یہ دیکھا تو انہوں نے ان دونوں کا اکٹھے ہی احرام باندھا۔

تشریح: اَلتَّمَتُّعُ وَالْقِرَانُ وَالْإِفْرَادُ بِالْحَجِّ: اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں فرماتا ہے: فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ. (البقرة :۱۹۷) یعنی جو حج کے ساتھ عمرہ سے فائدہ اٹھائے تو جو قربانی میسر ہو، کی جائے۔ عمرہ کے لغوی معنی ہیں آباد رکھنا۔ نیز کہتے ہیں: عَمَرَ اللّٰهَ إِذَا عَبَدَهُ، يَعْمُرُ رَبَّهُ أَيْ يُصَلِّي وَيَصُوْمُ. یعنی اس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور نماز پڑھتا ہے اور روزے رکھتا ہے۔ نیز اس کے معنی ہیں زیارت کرنا (لسان العرب، تحت لفظ عمر) اور از روئے اصطلاحِ شریعت سال میں کسی وقت میقات سے احرام باندھنا، بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کا طواف کر کے احرام کھول دینا، حجامت کرانا اور اگر چاہے تو قربانی کرنا۔ عمرہ کی دو صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ حج سے پہلے حج کے مہینوں ہی میں میقات سے عمرہ کا احرام باندھے اور نیت یہ ہو کہ عمرہ سے فارغ ہو کر مکہ مکرمہ ہی میں ٹھہرے گا۔ یہاں تک کہ حج کا موسم آنے پر حج کرنے کے بعد وطن کو لوٹے گا۔ یہ صورت تمتع کی ہے۔ عمرہ کی دوسری صورت قِران والی ہے۔ یعنی حج کا احرام باندھتے وقت عمرہ کی بھی نیت کرے اور احرام نہ کھولا جائے؛ جب تک کہ حج کے بعد عمرہ بھی نہ کر لے۔ یہ عمرہ حج سے پہلے بھی ہوسکتا ہے اور بعد بھی۔ قِران میں احرام باندھنے کی تین صورتیں ہیں۔ پہلی صورت میں احرام باندھتے وقت حج و عمرہ دونوں کی نیت کی جائے۔ دوسری یہ کہ عمرہ کا احرام باندھا جائے پھر معاً حج کے موقع پر حج کی نیت کر لی جائے۔ تیسری یہ کہ حج کا احرام باندھا جائے پھر اس کے بعد عمرہ بھی کر لیا جائے۔ قِران کی پہلی صورت پر تو سب ائمہ کا اتفاق ہے مگر باقی دو صورتوں سے متعلق اختلاف رائے ہے۔ اِفراد کے معنی ہیں الگ کرنا۔ یعنی حج کا الگ احرام باندھنا اور مناسک حج سے فارغ ہونے کے بعد مواقیت حج کے علاوہ کسی اور مہینے میں

[1] لفظ ”اِلَّا“ کی بجائے فتح الباری مطبوعہ بولاق میں ”اِلَى“ ہے (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ ۵۳۳) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔
[2] یہ الفاظ فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ ۵۳۳) ترجمہ ان کے مطابق ہے۔

نیا احرام باندھ کر الگ عمرہ کرنا۔ فسخ حج یہ ہے کہ حج کا احرام باندھا جائے پھر بجائے حج؛ عمرہ کر کے احرام کھول دیا جائے۔ بعض فقہاء کے نزدیک یہ صورت فسخ جائز نہیں۔ مگر امام بخاریؒ کے نزدیک (جیسا کہ امام ابن حجرؒ نے اشارہ کیا ہے) نیت حج کی صورت میں بھی اگر قربانی میسر نہ ہو تو حج فسخ ہوسکتا ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۵۳۳) ان چاروں صورتوں کو واضح کرنے کی غرض سے نو (۹) روایتیں اس باب کے ضمن میں درج کی گئی ہیں۔ پہلی دو روایتیں (نمبر ۱۵۶۱، ۱۵۶۲) حضرت عائشہؓ کی ہیں جس میں انہوں نے حج کے بعد عمرہ کا احرام باندھا اور یہ صورت تمتع کی تھی۔ واقعہ مذکورہ حجۃ الوداع میں ہوا تھا۔ جیسا کہ دوسری روایت میں اس کی صراحت ہے اور اس میں قِران کا بھی ذکر ہے۔ **اَوْ جَمَعَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لَمْ يَحِلُّوْا حَتَّى كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ**. یعنی حج اور عمرہ اکٹھا کیا اور احرام نہیں کھولا یہاں تک کہ قربانی کا دن آیا۔

عَقْرٰى حَلْقٰى: روایت نمبر ۱۵۶۱ میں الفاظ عَقْرٰى حَلْقٰى قابل تشریح ہیں۔ یہ الفاظ اپنے ظاہری معنوں میں نہیں بلکہ ان سے مراد اس اضطراب کا اظہار ہے جو بعض وقت انسان ایسے موقع پر محسوس کرتا ہے اور یہ ہلکی سی توبیخ کا بھی رنگ رکھتے ہیں۔ تحریص وترغیب کے موقع پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ دعا یا بددعا کے معنوں میں یہ فقرہ استعمال نہیں ہوتا۔ (لسان العرب، عقر) (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ ۱۹۷) نیز عَقَرَ کا ایک معانی حَبَسَهُ عَنِ السَّيْرِ (المنجد فی اللغة– عقر) بھی ہے یعنی اُس نے اُسے چلنے سے روک دیا۔ اس صورت میں سیاق وسباق کے مطابق مفہوم بھی اخذ ہوسکتا ہے کہ وہ آپؐ کو اور صحابہ کو چلنے سے روکنے کا موجب بن رہی ہیں اور لفظ حَلْقَى میں حج کی علامتوں میں سے بال کاٹنے کی علامت کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

وَعُثْمَانُ يَنْهَى عَنِ الْمُتْعَةِ وَاَنْ يُّجْمَعَ بَيْنَهُمَا: تیسری روایت (نمبر ۱۵۶۳) حکم بن عُتَیبہ کی ہے جو بسند امام زین العابدین علی بن حسین اور مروان بن حکم منقول ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ گویا حضرت عثمانؓ نے تمتع اور قِران سے روکا ہے اور حضرت علیؓ نے اس ممانعت کو سنت نبویہ کے خلاف دیکھ کر عمرہ اور حج کا احرام باندھا۔ اس روایت کی تائید سعید بن مسیّب کی روایت (نمبر ۱۵۶۹) سے بھی ہوتی ہے۔ امام بخاریؒ پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ وہ مروان بن حکم جیسے اشخاص کی روایت بھی قبول کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں ایسے لوگوں کی روایتیں انہوں نے اسی صورت میں قبول کی ہیں جب دوسری سندوں اور قرائن سے ان کی صحت کا ان کو یقین ہوا۔

حضرت عثمانؓ نے غالباً اِفراد کو تمتع اور قِران سے افضل سمجھ کر نیز بعض نامناسب صورتیں پیدا ہو جانے پر لوگوں کو ان سے روکا ہے ورنہ اس کا جواز اُن سے مخفی نہ تھا۔ اس روایت سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ صحابہ کے درمیان بھی اس بارے میں کچھ اختلاف پیدا ہوا تھا۔ مگر باوجود اس کے تعامل وہی رہا اور حضرت عثمانؓ نے اس کے بعد کسی کو نہیں روکا۔ **مَا كُنْتُ لِأَدَعَ سُنَّةَ النَّبِيِّ ﷺ**. نسائی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: **فَقَالَ عُثْمَانُ أَتَفْعَلُهَا وَأَنَا أَنْهَى عَنْهَا فَقَالَ عَلِيٌّ لَمْ اَكُنْ لِأَدَعَ سُنَّةَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ لِأَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ**. (نسائی، کتاب مناسک الحج، باب القِران) یعنی حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ کو کہا: کیا تم وہ کام کرتے ہو جس سے میں منع کرتا ہوں؟ حضرت علیؓ نے کہا: میں لوگوں میں سے کسی کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑنے والا نہیں ہوں۔ مذکورہ بالا روایت میں حضرت علیؓ کے مندرجہ الفاظ سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ جواب حضرت عثمانؓ کی بات پر دیا ہے جو یہاں مقدر ہے۔ صحابہ کرام اور تابعین میں سے ایک فریق نے قِران کو اِفراد اور تمتع سے افضل قرار دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اختیار کیا تھا۔ یہی

مذہب امام ابوحنیفہ اور ثوری رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ کا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اِفراد کا احرام باندھا تھا۔ مگر زمانہ جاہلیت کے باطل عقیدہ کی اصلاح کرنے کی غرض سے آپؐ نے حج کے ایام میں عمرہ کی نیت بھی کر لی اور صحابہ کو بھی عمرہ کرنے کے لئے فرمایا۔ زمانہ جاہلیت میں حج کے موسم میں عمرہ سخت گناہ سمجھا جاتا تھا۔ یہی بات واضح کرنے کے لئے امام موصوف نے اس باب میں چوتھی روایت (نمبر ۱۵۶۴) پیش کی ہے۔ اس تعلق میں باب ۳۶ کی تشریح بھی دیکھئے۔

أَيُّ الْحِلِّ: حج میں سلا ہوا لباس پہننا، عطر وغیرہ لگانا اور ازدواجی تعلق جائز نہیں۔ صحابہ کرامؓ معین طور پر دریافت کرنا چاہتے تھے کہ عمرہ کا احرام کھولنے پر کونسی باتیں جائز ہیں۔ پانچویں روایت پہلے (نمبر ۱۵۵۹ میں) مفصل گزر چکی ہے۔ اس روایت سے فسخ حج کی صورت واضح ہے۔ **فَأَمَرَهُ بِالْحِلِّ.** آپؐ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے فرمایا: عمرہ کرنے کے بعد حج کا احرام کھول دیں۔ انہوں نے دونوں کی نیت کی تھی۔ چنانچہ انہوں نے کھول دیا۔ (دیکھئے روایت نمبر ۱۵۵۹)

چھٹی روایت حضرت ابن عمرؓ کی ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ خیال درست نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج بصورت اِفراد کیا ہے۔ یعنی اس سال عمرہ نہیں کیا۔ حضرت حفصہؓ کے سوال **وَلَمْ تَحْلِلْ اَنْتَ مِنْ عُمْرَتِکَ** سے ظاہر ہے کہ آپؐ نے عمرہ کیا۔

تَمَتَّعْتُ فَنَهَانِي نَاسٌ: ساتویں روایت کا تعلق حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے عرصہ خلافت سے ہے۔ یہ بھی تمتع سے روکا کرتے تھے۔ ان کے نزدیک تمتع صرف اس شخص کے لئے ہے جو بوجہ بیماری یا خطرہ کی وجہ سے حج نہ کر سکے۔ جب امن ہو تو وہ بیت اللہ میں آکر عمرہ کر کے احرام کھول دے اور پھر آئندہ سال تمتع (عمرہ اور حج) کر لے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۵۴۲) (بدایۃ المجتہد، کتاب الحج، القول فی التمتع) انہوں نے آیت **فَإِذَا اَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ** (البقرۃ:۱۹۷) [پس جب تم امن میں آجاؤ تو جو حج کے ساتھ عمرہ سے فائدہ اُٹھائے تو جو قربانی میسر ہو؛ کی جائے] سے استنباط کیا ہے مگر ان کا یہ استنباط صحیح نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے اسے قبول نہیں کیا۔

لَايَحِلُّ مِنِّيْ حَرَامٌ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ: آٹھویں روایت موسیٰ بن نافع ابوشہاب کی ہے۔ اس روایت میں اس امر کی تصریح کی ہے کہ **وَقَدْ اَهَلُّوْا بِالْحَجِّ مُفْرَدًا.** صحابہ کرام نے صرف حج کا احرام باندھا تھا جو حکماً کھولا گیا۔ اس سے فسخ حج کی صورت واضح ہے۔ **تَصِيْرُ الْآنَ حَجَّتُکَ مَكِّيَّةً.** یعنی ثواب کم ہوگا۔ جیسا کہ اہل مکہ کو حج کے لئے سفر کی مشقت نہیں جھیلنی پڑتی۔ تمہاری حالت بھی ان جیسی ہے۔ کیونکہ تمتع کی صورت میں احرام کھولنا اور حج کے لئے مکے میں ہی نیا احرام باندھنا ہوگا۔ اس ضمن میں دیکھئے تشریح باب ۳۷۔ یہ بحث کہ اِفراد، تمتع اور قران کی صورتوں میں سے کون سی افضل ہے؟ اس کا جواب روایت نمبر ۱۵۶۸ سے دیا گیا ہے۔ اصل ثواب حکم کی تعمیل میں ہے۔ اگر کسی کے ساتھ قربانی ہو تو قِران افضل ہے اور اگر نہ ہو تو عمرہ۔ اگر اپنی غلطی معلوم ہونے پر حج فسخ کرنا پڑے تو پھر یہ بھی افضل ہے۔

قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ ......: امام موصوفؒ نے اس روایت کو مستند مرفوع قرار دے کر اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔اس سے یہ مراد نہیں کہ ایسے راوی کی روایت قابل التفات نہیں جیسا کہ مغلطائیؒ کا خیال ہے۔امام ابن حجرؒ نے بھی ان کے اس خیال کو ردّ کیا ہے۔(فتح الباری جزء۳صفحہ۵۴۴)

نویں روایت سعید بن مسیّب کی ہے۔اس سے ثابت کیا گیا ہے کہ باوجود اختلاف کے سابقہ تعامل برقرار رہا اور حضرت علیؓ کا استدلال اوران کا عمل قابل تمسک ہے۔غرض امام موصوف نے ایک معین ترتیب میں یہ روایتیں پیش کر کے زیرعنوان مختلف صورتوں کی وضاحت کی ہے۔

رویت نمبر۱۵۶۴ سے ظاہر ہے کہ زمانہ جاہلیت میں بھی عمرہ ہوتا تھا۔مگر حج کے مہینوں میں عمرہ بہت بڑا گناہ سمجھا جاتا تھا۔عرب رجب کے مہینہ میں عمرہ کرتے تھےاوروہ اَشْهُرُ الْحُرُم میں سے قابل عزت مہینہ شمار کیا گیا ہے تا لوگ امن سے عمرہ ادا کر کے اپنے گھروں کو لوٹیں۔مظالم کے انسداد اور مظلوموں کی حق رسی کی غرض سے جو حلف الفضول کی جماعت قائم ہوئی تھی؛اس کا قیام اس وجہ سے ہوا تھا کہ زمانہ جاہلیت میں عاص بن وائل نے زبیدی قبیلہ کے ایک شخص سے سامان خریدا اوراس کی قیمت دینے سے انکار کر دیا تھا۔اس نے آل فہر کو مخاطب کر کے مدد طلب کی۔مندرجہ ذیل اشعار اس کی طرف منسوب ہیں جن سے عمرہ کے وجوداوراس کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔کہتا ہے:-

يَـا آلَ فَهْـرٍ لِـمَـظْلُومٍ بِضَـاعَـتَـهُ　　بِبَـطْـنِ مَـكَّةَ نَـائِـي الـدَّارِ وَالنَّفر
وَمُـحْـرِمٍ شَعْـثٌ لَمْ يَقْضِ عُمْرَتَهُ　　يَا آلَ غَالِبٍ بَيْنَ الْحِجْرِ وَالْحَجَرِ
أَ قَـائِـمٌ فِـي بَـنِـي سَهْمٍ بِذِمَّتِهِمْ　　اَمْ ذَاهِـبٌ فِـي ضَلَالٍ مَالُ مُعْتَمِرُ

(اخبار مكة، ذكر حلف الفضول وسببه وتفسيره، جزء۵صفحہ۱۹۰)
(التذكرة الحمدونية، الباب الثاني عشر ما جاء في العدل والجور)

ترجمہ:اے فہر کی اولاد!اس شخص کی مدد کو پہنچو جس کے سامانِ تجارت میں ظلم کیا گیا ہے اوراس کا حق مارا گیا ہے۔مکہ کی وادی میں ایسی حالت میں جبکہ وہ اپنے گھر اور اپنے لوگوں سے دور ہے۔احرام باندھے ہوئے ہے،غبار آلودہ ہے۔ابھی تک اس نے اپنا عمرہ ادا نہیں کیا۔اے آل غالب!حجر اور حجر کے درمیان بنی سہم میں سے کوئی ہے جو اپنی ذمہ داری کو پورا کرنے ولا ہو یا عمرہ کرنے والے کا مال اسی طرح ضائع چلا جائے گا۔

بَاب ۳۵: مَنْ لَبَّى بِالْحَجِّ وَسَمَّاهُ

جس نے حج کے لئے لبیک کہا اور حج کا نام لیا

۱۵۷۰: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يَقُولُ حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ

۱۵۷۰: مسدد نے ہم سے بیان کیا،(کہا:) حماد بن زید نے ہمیں بتایا۔انہوں نے ایوب (سختیانی) سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے مجاہد سے

اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَدِمْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَقُوْلُ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلْنَاهَا عُمْرَةً.

سنا۔ وہ کہتے تھے: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (مکہ میں) آئے اور ہم یہ کہہ رہے تھے: لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ بِالْحَجِّ. یعنی ہم حاضر ہیں۔ اے اللہ! ہم حاضر ہیں حج کرنے کے لئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا اور ہم نے حج کو عمرہ کر دیا۔

اطرافه: ۱۵۵۷، ۱۵۶۸، ۱۶۵۱، ۱۷۸۵، ۲۵۰۶، ۴۳۵۲، ۷۲۳۰، ۷۳۶۷.

تشریح: مَنْ لَبَّى بِالْحَجِّ وَسَمَّاهُ: تمتع کی دو صورتیں ایسی ہیں جن کی نسبت اختلاف کیا گیا ہے۔ ایک حج کی نیت فسخ کر کے عمرہ کی نیت کرنا اور دوسری صورت وہ ہے جو سابقہ باب کی تشریح میں بیان کی گئی ہے۔ فسخ حج کی صورت کو بھی علماءِ صدرِ اوّل جمہور اور دیگر فقہاء نے صحابہ کرام کے لئے خاص قرار دے کر دوسروں کے لئے ناپسند کی ہے۔ کیونکہ جمہور کے نزدیک اب جبکہ احکام کی وضاحت ہو چکی ہے؛ فسخ کی صورت منسوخ ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے، اپنے وقت میں اسے جائز قرار دیا تھا۔ (دیکھئے روایت نمبر ۱۵۶۷) اور امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ نے بھی ان کی تائید کی ہے۔ (فتح الباری جزء ۳ صفحہ ۵۴۴) تفصیل کے لئے دیکھئے بداية المجتهد، كتاب الحج، القول فی التمتع.

امام موصوفؒ نے عنوانِ باب میں اسی امر کی طرف توجہ خصوصیت سے منعطف کی ہے کہ صحابہ کرام نے صرف حج کی نیت ہی نہیں کی تھی جو فسخ کی گئی تھی بلکہ اس کا احرام باندھ کر اور حج کا نام لے کر تلبیہ بھی پکارا اور پھر اسے فسخ کیا تھا کیونکہ حج کی شرطیں مکمل نہ تھیں۔ فسخ حج کے جواز کا صرف اسی قدر مفہوم ہے کہ اگر ضرورتِ حقہ کے ماتحت حج فسخ کرنا پڑے تو فسخ کیا جا سکتا ہے۔ یہ معنی نہیں کہ عمداً فسخ کرنے کی نیت سے حج کا احرام باندھ کر اسے فسخ کیا جائے۔ اسی امر کے پیش نظر مَنْ کا جواب مقدر کیا گیا ہے۔ جو یہ ہے: جَازَ لَهُ اَنْ يُفْسِخَ عِنْدَ الضَّرُوْرَةِ. یعنی جائز ہے کہ ضرورت کے وقت حج فسخ کر دے۔

بَاب ٣٦: اَلتَّمَتُّعُ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تمتع

١٥٧١: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنِي مُطَرِّفٌ عَنْ عِمْرَانَ رَضِيَ اللهُ

۱۵۷۱: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ہمام (بن یحییٰ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قتادہ سے روایت کی۔ کہا: مطرف نے مجھے بتایا کہ

عَنْهُ قَالَ تَمَتَّعْنَا عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَ الْقُرْآنُ قَالَ رَجُلٌ بِرَأْيِهِ مَا شَاءَ.

اطرافه: ٤٥١٨.

حضرت عمران (بن حصین) رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔انہوں نے کہا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تمتع کیا اور اس کے متعلق وحی بھی نازل ہوئی مگر ایک شخص نے اپنی رائے سے جو چاہا کہہ دیا۔

تشریح: **اَلتَّمَتُّعُ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ:** امام موصوفؒ نے مختلف عناوین اور مختلف سندوں سے اس صورتِ تمتع کی؛ جس کے بارے میں اختلاف ہوا ہے؛ وضاحت کی ہے۔ روایت نمبر ۱۵۵۹ میں گذر چکا ہے کہ حضرت عمرؓ نے آیت وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ (البقرة :۱۹۷) اور سنت نبویہ کی بناء پر قِران کی اصل تمتع قرار دیا ہے اور تمتع کی وہ صورت جس کے اختیار کرنے کے لئے صحابہ کو حکم دیا گیا تھا؛ وہ ان کے نزدیک ایک وقتی ضرورت تھی۔ تمتع کے معنی فائدہ اُٹھانا۔ آیت فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ (البقرة :۱۹۷) سے یہ سمجھا گیا ہے کہ عمرہ کرنے کے بعد احرام کی پابندی سے آزادی حاصل کر کے حلال باتوں سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے اور اس کے بعد حج کے لئے احرام باندھا جائے۔ حضرت عمرؓ نے اس بات سے روکا اور فرمایا کہ تمتع اصل میں یہ ہے کہ حج کے ایام میں حج اور عمرہ دونوں ایک ہی احرام سے کئے جائیں اور یہ صورت قِران کی ہے۔ حضرت عمرؓ اور ان کے بعد حضرت عثمانؓ نے تمتع کی باقی صورتوں سے روکا ہے۔ حضرت عمرؓ سے متعلق تو یہاں تک مروی ہے کہ اگر دوسری صورت اختیار کی گئی تو سزا دی جائے گی۔ (بداية المجتهد، كتاب الحج، القول فى التمتع)

قَالَ رَجُلٌ بِرَأْيِهِ: اس سے مراد حضرت عمرؓ ہی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے روکا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمتع میں نامناسب صورت پیدا ہو جانے پر حضرت عمرؓ کو روکنا پڑا۔ اسی طرح فسخ حج بھی اگر بلا ضرورت ہو تو یقیناً قابل اعتراض ہے۔ نصِ صریح فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ (البقرة:۱۹۷) اور ارشاد وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ (البقرة:۱۹۷) نیز سنت نبویہ کے پیش نظر حضرت عمرؓ نے ایسا فرمایا تھا۔ لیکن بعض حالات میں انسان کو مکہ مکرمہ میں حج شروع ہونے سے قبل جانے کی ضرورت ہوتی ہے اور وہاں اپنے تعلقات یا کاروبار کی وجہ سے ٹھہرنا پڑتا ہے۔ ایسی صورت میں دیر تک بحالت احرام رہنا موجب تکلیف تھا۔ اس لئے اِفراد کی صورت سے فائدہ اُٹھایا گیا۔ (دیکھئے باب ۳۴) حضرت علیؓ نے اس بارے میں سختی ناپسند کی۔ یہی امر ذہن نشین کرانے کے لئے تمتع سے متعلق مذکورہ بالا عنوان الگ قائم کر کے روایت نمبر ۱۵۷۱ لائی گئی ہے۔ اس میں تمتع کے بارے میں وحی الٰہی کا حوالہ دے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل پیش کیا گیا ہے۔

بَاب ۳۷: قَوْلُ اللهِ تَعَالٰى
ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

اللہ تعالیٰ کا فرمانا: یہ (روزے) اس کے لئے ہیں جس کے گھر والے مسجدِ حرام کے باشندے نہ ہوں (البقرۃ:۱۹۷)

۱۵۷۲: وَقَالَ أَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ ابْنُ حُسَيْنٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْشَرٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ مُتْعَةِ الْحَجِّ فَقَالَ أَهَلَّ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْأَنْصَارُ وَأَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَأَهْلَلْنَا فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلُوْا إِهْلَالَكُمْ بِالْحَجِّ عُمْرَةً إِلَّا مَنْ قَلَّدَ الْهَدْيَ فَطُفْنَا بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَأَتَيْنَا النِّسَاءَ وَلَبِسْنَا الثِّيَابَ وَقَالَ مَنْ قَلَّدَ الْهَدْيَ فَإِنَّهُ لَا يَحِلُّ لَهُ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ثُمَّ أَمَرَنَا عَشِيَّةَ التَّرْوِيَةِ أَنْ نُهِلَّ بِالْحَجِّ فَإِذَا فَرَغْنَا مِنَ الْمَنَاسِكِ جِئْنَا فَطُفْنَا بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَقَدْ تَمَّ حَجُّنَا وَعَلَيْنَا الْهَدْيُ كَمَا قَالَ اللهُ

۱۵۷۲: ابوکامل فضیل بن حسین بصری نے کہا: ابومعشر (یوسف بن یزید براء) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عثمان بن غیاث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ان سے حج میں تمتع کرنے کی بابت پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا: مہاجرین اور انصار اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے حجۃ الوداع میں احرام باندھا اور ہم نے بھی احرام باندھا۔ جب ہم مکے میں پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے اس حج کا احرام عمرہ میں بدل دو؛ سوائے ان کے جنہوں نے قربانی کے گلے میں ہار ڈالا ہو۔ ہم نے بیت اللہ کا اور صفا و مروہ کے درمیان طواف کیا۔ پھر ہم نے اپنی عورتوں سے مباشرت بھی کی اور سلے کپڑے پہنے۔ آپؐ نے فرمایا: جس نے قربانی کے گلے میں ہار ڈالا ہو؛ اس کے لئے یہ باتیں جائز نہیں جب تک کہ قربانی ذبح نہ ہو لے۔ پھر آپؐ نے ہمیں ذوالحج کی آٹھویں تاریخ کی شام کو حکم دیا کہ ہم حج کا احرام باندھیں اور جب ہم حج کی عبادتوں سے فارغ

تَعَالٰى: فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ط (البقرة:۱۹۷) إِلَى أَمْصَارِكُمْ. اَلشَّاةُ تَجْزِي فَجَمَعُوْا نُسُكَيْنِ فِي عَامٍ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَإِنَّ اللهَ تَعَالٰى أَنْزَلَهُ فِي كِتَابِهِ وَسَنَّهُ نَبِيُّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَاحَهُ لِلنَّاسِ غَيْرَ أَهْلِ مَكَّةَ قَالَ اللهُ: ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط (البقرة:۱۹۷) وَأَشْهُرُ الْحَجِّ الَّتِي ذَكَرَ اللهُ تَعَالٰى {فِي كِتَابِهِ☆} شَوَّالٌ وَذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحَجَّةِ فَمَنْ تَمَتَّعَ فِي هَذِهِ الْأَشْهُرِ فَعَلَيْهِ دَمٌ أَوْ صَوْمٌ. وَالرَّفَثُ الْجِمَاعُ وَالْفُسُوْقُ الْمَعَاصِي وَالْجِدَالُ الْمِرَاءُ.

ہوئے تو ہم (مکے میں) آئے اور بیت اللہ اور صفا و مروہ کا طواف کیا کیونکہ ہمارا حج پورے طور پر ادا ہو چکا تھا اور ہم پر قربانی واجب ہوگئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: جو قربانی میسر ہو، وہ کرے اور جو نہ پائے تو وہ تین روزے حج کے دنوں میں رکھے اور (پھر) سات روزے رکھو جب تم اپنے شہروں کو لوٹو۔ ایک بکری بھی قربانی میں کافی ہے۔ چنانچہ صحابہ نے ایک ہی سال میں دونوں عبادتیں جمع کیں یعنی حج اور عمرہ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت اپنی کتاب میں نازل فرمائی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو عملاً جاری فرمایا اور ان لوگوں کے لئے جو مکے کے رہنے والے نہیں، تمتع جائز قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ اجازت ان لوگوں کے لئے ہے جن کے اہل بیت مسجدِ حرام کے باشندے نہ ہوں اور حج کے مہینے جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب☆ میں فرمایا ہے؛ یہ ہیں: شوال، ذیقعدہ اور ذوالحج۔ اور جس نے ان مہینوں میں تمتع کیا تو اس کے لئے قربانی دینا یا روزہ رکھنا لازم ہے۔ اور رَفَث کے معنی جماع اور فُسُوق کے معنی احکامِ الٰہی کی نافرمانی اور جِدَال کے معنی جھگڑا۔

تشریح: ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ: آیت فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ (البقرة:۱۹۷) سے واضح ہے کہ تمتع میں عمرہ سے فارغ ہونے پر جو قربانی میسر ہو کی جائے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ. یعنی اگر قربانی میسر نہ ہو تو تین روزے ایام حج میں اور سات روزے حج سے فارغ ہونے کے بعد

☆ الفاظ فِي كِتَابِهِ فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ ۵۴۷) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

بوقتِ واپسی۔قربانی جیسے حج میں ضروری ہے ایسا ہی تمتع میں بھی۔اور قربانی میسر نہ ہونے پر حج وغیرہ دونوں صورتوں میں تین روزے رکھنے ہوں گے۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ. تمتع کی یہ اجازت ان لوگوں کے لئے ہے جن کا خاندان مسجد حرام کا باشندہ نہ ہو۔ حَاضِر کے معنی شہری۔ بَادٍ کے معنی بادیہ نشین۔مفہومِ آیت کے بارے میں اختلاف ہوا ہے۔حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ سے امام مالکؒ وغیرہ نے اہل مکہ اور اس کے قرب وجوار میں رہنے والے مراد لئے ہیں اور مجاہدؒ اور طاؤس بن کیسانؒ نے صرف اہل حرم۔طاؤس بھی تابعی اور اعلیٰ پایہ کے فقیہہ اور مجاہدؒ وعمرو بن دینارؒ کے ہم عصر تھے۔مکہ مکرمہ میں ۱۰۶ھ میں فوت ہوئے۔[1] امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے بھی امام مالکؒ کی تائید کی ہے اور ایسے مضافات کو اہل حرم میں ہی شامل رکھا ہے جہاں نماز قصر کرنا جائز نہیں۔امام ابوحنیفہؒ،عطاء بن ابی رباح اور مکحول بن عبداللہ کے نزدیک مواقیت احرام سے لے کر مکہ مکرمہ تک کے رہنے والے سب حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ میں شامل ہیں۔(فتح الباری جزء۳صفحہ۵۴۷)(عمدۃ القاری جزء۹صفحہ۲۰۵) مکحولؒ شام کے فقہاء میں سے تھے اور اعلیٰ پایہ کے مفتی۔۱۱۸ھ میں فوت ہوئے۔[2] غرض فقہاء کے مذکورہ بالا اختلاف کے پیش نظر یہ باب قائم کیا گیا ہے۔

محولہ بالا آیت کی رو سے اہل مکہ حج کے ایام میں تمتع نہیں کرسکتے۔جمہور کے نزدیک تمتع کے لئے ضروری ہے کہ ایک ہی سفر ہو اور حج کے مہینوں میں حج سے قبل کیا جائے اور تمتع کرنے والا مکہ مکرمہ کا باشندہ نہ ہو۔اگر ان شرطوں میں سے ایک شرط بھی مفقود ہو تو تمتع کی صورت نہیں رہے گی۔محولہ بالا روایت سے جو بطور تعلیق یعنی حاشیہ ہے؛ واضح ہے کہ تمتع کرنے والے صحابہ مکہ کے باشندے نہ تھے اور یہ صحابہ دو قسم کے تھے۔ایک وہ جن کے ساتھ قربانی تھی اور دوسرے وہ جن کے ساتھ قربانی نہ تھی۔عمرہ سے فارغ ہونے پر قربانی نہ رکھنے والوں کا احرام کھلوایا گیا اور پھر آٹھویں تاریخ ذوالحج کو جب حج شروع ہوا تو انہیں حج کا احرام باندھنے کے لئے کہا گیا اور جن کے ساتھ قربانی تھی؛ انہیں عمرہ کے بعد بحالت احرام رہنے کا حکم دیا گیا۔ان کے علاوہ کچھ ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے صرف حج کا احرام باندھا تھا۔(روایت نمبر۱۵۶۲) غرض یہ سب باہر سے آنے والے تھے۔اس باب کی روایت کو وَقَالَ سے شروع کیا ہے۔اس سے سابقہ ابواب کے مضمون کی تائید کرنا مقصود ہے کہ تمتع میں عمرہ کا احرام کھولنے اور احرام نہ کھولنے کی؛ دونوں صورتیں ہیں۔امام مالکؒ کے نزدیک تمتع میں پانچویں شرط یہ بھی ہے کہ عمرہ بھی حج کے مہینے میں ہو اور اس کا احرام ضرور کھولا جائے۔مگر جیسا کہ باب ۳۶ کی تشریح میں بتایا جاچکا ہے کہ قِران بھی درحقیقت تمتع ہی کی ایک صورت ہے جس میں احرام نہیں کھولا جاتا۔

---

[1] (تهذيب التهذيب، حرف الطاء، من اسمه طاؤس–طاؤس بن كيسان)

[2] (تهذيب التهذيب، الميم مع الكاف، من اسمه مكحول)

بَاب ۳۸: اَلْاِغْتِسَالُ عِنْدَ دُخُوْلِ مَكَّةَ

مکہ میں داخل ہوتے وقت غسل کرنا

۱۵۷۳: حَدَّثَنِي يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ أَخْبَرَنَا أَيُّوْبُ عَنْ نَّافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا إِذَا دَخَلَ أَدْنَى الْحَرَمِ أَمْسَكَ عَنِ التَّلْبِيَةِ ثُمَّ يَبِيْتُ بِذِي طُوًى ثُمَّ يُصَلِّي بِهِ الصُّبْحَ وَيَغْتَسِلُ وَيُحَدِّثُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ.

۱۵۷۳: یعقوب بن ابراہیم نے مجھ سے بیان کیا کہ (اسماعیل) بن علیہ نے ہم سے بیان کیا کہ ایوب (سختیانی) نے ہمیں بتایا کہ نافع سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب حرم سے قریب ترین مقام میں پہنچتے تو لبیک کہنے سے رک جاتے۔ پھر وہ وادیٔ ذی طویٰ میں رات بسر کرتے اور صبح کی نماز بھی وہیں پڑھتے اور نہاتے اور بیان کرتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہی کیا کرتے تھے۔

اطرافه: ۱۵۵۳، ۱۵۵٤، ۱۵۷٤.

تشریح: اَلْاِغْتِسَالُ عِنْدَ دُخُوْلِ مَكَّةَ: مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے کچھ آداب ہیں جن میں سے بعض واجب ہیں اور بعض مسنون ومستحب۔ باب ۳۸ سے باب ۵۱ تک اسی قسم کے آداب کا ذکر ہے اور ضمناً اس شہر کی فضیلت کا بھی بیان ہے اور اس بارے میں جو غلو سے کام لیا گیا ہے اس کا بھی ذکر ہے۔ پہلا ادب غسل ہے۔ محرم کے لئے تین غسل ثابت ہیں۔ ایک غسل احرام باندھتے وقت، دوسرا غسل مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے وقت جو درحقیقت غسل طواف ہے۔ تیسرا غسل عرفات کے روز۔ یہ غسل قائمقام وضو کے ہیں جو نماز کے لئے بطور شرط ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک یہ تینوں غسل ضروری ہیں۔ جمہور کے نزدیک مستحب۔ امام ابوحنیفہؒ اور ثوریؒ کے نزدیک وضو ان کا قائمقام ہوسکتا ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۵۴۹) (بداية المجتهد، كتاب الحج، القول في الإحرام)

روایت نمبر ۱۵۷۳ زیر باب ۲۹ بطور تعلیق مفصل گزر چکی ہے۔ (نمبر ۱۵۵۳) اور باب ۱۴۸ میں بھی آئے گی۔ ان مواقع کے علاوہ اگر محرم کسی اور موقع پر نہانا چاہے تو نہا سکتا ہے ممانعت نہیں۔ اس تعلق میں باب ۷۸ کی تشریح بھی ملاحظہ ہو۔

بَاب ٣٩ : دُخُوْلُ مَكَّةَ نَهَارًا أَوْ لَيْلًا

مکہ میں دن یا رات کو داخل ہونا

بَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِي طُوًى حَتَّى أَصْبَحَ ثُمَّ دَخَلَ مَكَّةَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَفْعَلُهُ.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی طویٰ میں رات گذاری اور صبح تک وہیں رہے۔ پھر مکہ میں داخل ہوئے۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما یہی کیا کرتے۔

١٥٧٤ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ بَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِي طُوًى حَتَّى أَصْبَحَ ثُمَّ دَخَلَ مَكَّةَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَفْعَلُهُ.

اطرافه: ١٥٥٣، ١٥٥٤، ١٥٧٣.

۱۵۷۴: مسدد نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) یحيٰ (بن سعید قطان) نے ہمیں بتایا۔ عبیداللہ (عمری) سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: نافع نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ وہ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی طویٰ میں رات گزاری اور صبح تک وہیں رہے۔ پھر مکہ میں داخل ہوئے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما یہی کیا کرتے۔

تشریح: **دُخُوْلُ مَكَّةَ نَهَارًا اَوْ لَيْلًا:** روایت نمبر ۱۵۷۴ سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں دن کے وقت داخل ہوئے تھے اور حضرت ابن عمرؓ بھی آپؐ کی اتباع میں دن ہی کو اس میں داخل ہوتے۔ اس سے بعض فقہاء نے دن کے وقت داخل ہونے کا استنباط کیا ہے۔ امام بخاریؒ نے عنوانِ باب میں اَوْ لَيْلًا کہہ کر دونوں وقتوں میں داخل ہونے کو برابر قرار دیا ہے۔ عطاء بن ابی رباح کا ایک قول مروی ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ امام تھے اور دن کے وقت لوگوں کا استقبال کرنا آسان تھا۔ اس لئے ان کی سہولت کے لئے آپؐ مکہ مکرمہ میں دن کے وقت داخل ہوئے تھے۔ دوسرے لوگ جب چاہیں داخل ہو سکتے ہیں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۵۵۰) آنحضرت ﷺ عمرۂ جعرانہ کے لئے مکہ مکرمہ میں رات کو داخل ہوئے اور عمرہ کرنے کے بعد آپؐ نے جعرانہ میں قیامِ شب فرمایا اور پھر دوسرے دن سورج ڈھلنے پر وہاں سے روانہ ہوئے۔ یہ روایت نسائی نے نقل کر کے باب کا عنوان ان الفاظ سے قائم کیا ہے: دُخُوْلُ مَكَّةَ لَيْلًا. (نسائی، کتاب مناسک الحج، باب ۱۰۴) امام بخاریؒ نے نسائی کی روایت اس لئے نظر انداز کی ہے کہ ان کی شرائط کے مطابق نہیں۔ لیکن عنوانِ باب میں نَهَارًا اَوْ لَيْلًا سے مسئلہ کی بابت دونوں باتیں جائز رکھی ہیں اور اس لئے عنوانِ باب مصدر یہ ہے۔ اگلا باب بھی ان مسائل سے متعلق ہے جن میں غلو سے کام لیا گیا ہے۔

بَاب ٤٠ : مِنْ أَيْنَ يَدْخُلُ مَكَّةَ

مکہ میں کدھر سے داخل ہو

١٥٧٥ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنِي مَعْنٌ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ {مَكَّةَ ☆} مِنَ الثَّنِيَّةِ الْعُلْيَا وَيَخْرُجُ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلَى.

اطرافه: ١٥٧٦۔

۱۵۷۵: ابراہیم بن منذر نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ معن (بن عیسیٰ) نے مجھے بتایا، کہا: مالک نے مجھے بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ[۱] میں اونچی گھاٹی سے داخل ہوا کرتے تھے اور نچلی گھاٹی سے نکلا کرتے تھے۔

بَاب ٤١ : مِنْ أَيْنَ يَخْرُجُ مِنْ مَّكَّةَ

مکہ سے کس طرف کو نکلے

١٥٧٦ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ مِنْ كَدَاءٍ مِنَ الثَّنِيَّةِ الْعُلْيَا الَّتِي بِالْبَطْحَاءِ وَيَخْرُجُ ☆ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلَى.

۱۵۷۶: مسدد بن مسرہد بصری نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) یحییٰ نے ہمیں بتایا کہ عبید اللہ سے مروی ہے۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں کداء کی اس اونچی گھاٹی سے داخل ہوئے جو بطحاء میں ہے اور نچلی گھاٹی سے نکلے۔[۲]

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ كَانَ يُقَالُ هُوَ مُسَدَّدٌ كَاسْمِهِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ

ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: (مسدد کے متعلق) بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے نام کی طرح ہمیشہ صراطِ مستقیم

---

[۱] لفظ "مَكَّةَ"، فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ ۵۵۰) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

[۲] "يَخْرُجُ" کی بجائے فتح الباری مطبوعہ بولاق میں "خَرَجَ" ہے۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ۵۵۱) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ مَعِينٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ يَقُوْلُ لَوْ أَنَّ مُسَدَّدًا أَتَيْتُهُ فِي بَيْتِهِ فَحَدَّثْتُهُ لَاسْتَحَقَّ ذَلِكَ وَمَا أُبَالِي كُتُبِي كَانَتْ عِنْدِي أَوْ عِنْدَ مُسَدَّدٍ.

اطرافه: ۱۵۷۵۔

اختیار کرنے والے ہیں۔ ابوعبداللہ نے کہا: میں نے یحیٰی بن معین سے سنا۔ وہ کہتے تھے: میں نے یحیٰی بن سعید سے سنا۔ وہ کہتے تھے: اگر مسدد کے پاس مَیں اُن کے گھر پر آتا تو میں اُن سے احادیث بیان کرتا اور وہ اس کے حقدار ہیں اور مجھے پرواہ نہیں ہوتی کہ میری کتابیں میرے پاس ہیں یا مسدد کے پاس۔

۱۵۷۷ : حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ وَمُحَمَّدُ ابْنُ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا جَاءَ إِلَى مَكَّةَ دَخَلَ مِنْ أَعْلَاهَا وَخَرَجَ مِنْ أَسْفَلِهَا.

۱۵۷۷: حمیدی اور محمد بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: سفیان بن عیینہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام بن عروہ سے، ہشام نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں آئے تو آپؐ اوپر کی طرف سے داخل ہوئے اور (جب گئے) تو اس کی نچلی طرف سے گئے۔

اطرافه: ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۴۲۹۰، ۴۲۹۱۔

۱۵۷۸ : حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ وَخَرَجَ مِنْ كُدًا مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ.

۱۵۷۸: محمود بن غیلان مروَزِی نے ہم سے بیان کیا کہ ابواسامہ نے ہمیں بتایا، (کہا:) ہشام بن عروہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح کے سال کداء سے داخل ہوئے اور کُدیٰ سے نکلے جو مکہ سے بلندی پر ہے۔

اطرافه: ۱۵۷۷، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۴۲۹۰، ۴۲۹۱۔

۱۵۷۹ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا عَمْرٌو عَنْ هِشَامِ بْنِ

۱۵۷۹: احمد (بن عیسیٰ) نے ہم سے بیان کیا، (کہا: عبداللہ) بن وہب نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:)

عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ أَعْلَى مَكَّةَ قَالَ هِشَامٌ وَكَانَ عُرْوَةُ يَدْخُلُ عَلَى كِلْتَيْهِمَا مِنْ كَدَاءٍ وَكُدًا وَأَكْثَرُ مَا يَدْخُلُ مِنْ كَدَاءٍ☆ وَكَانَتْ أَقْرَبَهُمَا إِلَى مَنْزِلِهِ.

عمرو (بن حارث) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام بن عروہ سے، ہشام نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال کداء سے جو مکہ کے بالائی جانب ہے داخل ہوئے۔ ہشام نے کہا: اور عروہ ان دونوں یعنی کداء اور کدیٰ سے داخل ہوئے اور اکثر کدیٰ☆ سے داخل ہوتے اور یہ ان کے گھر کے زیادہ قریب تھا۔

اطرافه: ١٥٧٧، ١٥٧٨، ١٥٨٠، ١٥٨١، ٤٢٩٠، ٤٢٩١۔

١٥٨٠: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ وَكَانَ عُرْوَةُ أَكْثَرَ مَا يَدْخُلُ مِنْ كَدَاءٍ وَكَانَ أَقْرَبَهُمَا إِلَى مَنْزِلِهِ.

۱۵۸۰: عبداللہ بن عبدالوہاب نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) حاتم (بن اسماعیل) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام سے، ہشام نے عروہ سے روایت کی کہ (انہوں نے کہا:) نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال کداء سے داخل ہوئے جو کہ مکہ سے بلندی پر ہے اور عروہ بھی اکثر کداء ہی سے داخل ہوتے اور وہ مقام ان کے گھر سے زیادہ قریب تھا۔

اطرافه: ١٥٧٧، ١٥٧٨، ١٥٧٩، ١٥٨١، ٤٢٩٠، ٤٢٩١۔

١٥٨١: حَدَّثَنَا مُوْسَى حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيْهِ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ وَكَانَ عُرْوَةُ يَدْخُلُ مِنْهُمَا كِلَيْهِمَا وَأَكْثَرُ مَا يَدْخُلُ مِنْ كَدَاءٍ أَقْرَبِهِمَا إِلَى مَنْزِلِهِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ

۱۵۸۱: موسیٰ (بن اسماعیل) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) وہیب (بن خالد) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ہشام نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی۔ (انہوں نے کہا:) فتح مکہ کے سال نبی ﷺ کداء سے داخل ہوئے اور عروہ اُن دونوں سے داخل ہوجایا کرتے تھے اور اکثر کداء ہی سے داخل ہوتے جو کہ

☆ فتح الباری مطبوعہ بولاق میں اس جگہ لفظ "کُدًا" ہے۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ ۵۵۱) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

كَدَاءٌ وَ كُدًا مَوْضِعَانِ. ان کے گھر سے زیادہ قریب تھا۔ ابوعبداللہ (بخاریؒ) نے کہا: کداء اور کدیٰ دو جگہیں ہیں۔

اطرافه: ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۴۲۹۰، ۴۲۹۱۔

تشریح: يَدْخُلُ مِنَ الثَّنِيَّةِ الْعُلْيَا وَيَخْرُجُ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلَى: اونچی گھاٹی جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ یا حج کے موقع پر داخل ہوئے کَدَاء کہلاتی ہے اور وہ گھاٹی جو نشیب میں واقع ہے اور جس سے آپ لوٹے اس کا نام کُدیٰ ہے۔ امام موصوف نے عنوانِ باب کو استفہامیہ رکھ کر اس سوال کی طرف اشارہ کیا ہے جو محققین کے زیر بحث رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کس راستے سے مکہ میں داخل ہوئے۔ مدینہ سے آتے وقت مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے لئے ایک راستہ کَدَاء کی گھاٹی سے گزرتا ہے جو دو پہاڑیوں کے درمیان واقع ہے اسے حجون بھی کہتے ہیں۔ اب یہاں سے راستہ مقبرہ معلیٰ میں سے گزرتا ہے۔ دوسرا راستہ کُدیٰ سے گذرتا ہے۔ یہ بھی گھاٹی ہے جو کَدَاء سے نیچی ہے۔ ثَنِيَّة عربی زبان میں دو پہاڑیوں کے درمیان واقع گھاٹی کو کہتے ہیں۔ فتح مکہ کے روز بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کَدَاء گھاٹی سے ہو کر شہر میں داخل ہوئے۔ یہ گھاٹی سب سے اونچی پہاڑیوں کے درمیان ہے۔ اس سے سارا شہر نمایاں طور پر دکھائی دیتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اعمال میں نیت اور معنوی مناسبت نمایاں ہے۔ کَدَاء کی گھاٹی پر مشکل سے چڑھا جاتا تھا۔ حسان بن ثابت قریش کو مخاطب کرتے اور کہتے ہیں:-

عَدِمْتُ بُنَيَّتِي اِنْ لَّمْ تَرَوْهَا تُثِيْرُ النَّقْعَ مَطْلَعُهَا كَدَاء

یعنی تم دیکھو گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر اسی مشکل گھاٹی سے غبار اُڑاتے ہوئے مکہ میں داخل ہوگا۔ اگر ایسا نہ ہوا تو میں اپنی اکلوتی پیاری بچی سے محروم ہو جاؤں۔ اس گھاٹی کے راستے کو فراخ اور ہموار کر دیا گیا ہے تا حاجیوں کے لئے آسانی ہو۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۵۵۲، ۵۵۳)

هُوَ مُسَدَّدٌ كَاسْمِهِ: باب ۴۱ کی پہلی روایت (نمبر ۱۵۷۶) جو مسدد بن مسرہد سے مروی ہے نقل کرنے کے بعد امام بخاریؒ نے انہیں غایت درجہ ثقہ قرار دیا ہے اور اپنی اس رائے کی تائید میں یحيٰ بن معینؒ کی شہادت بھی نقل کی ہے۔ یحيٰ بن معینؒ فن جرح و تعدیل میں امام مانے گئے ہیں۔ اسی طرح یحيٰ بن سعید قطانؒ بھی۔ (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ۲۰۹، ۲۱۰) مسدد کے معنی ہیں صراطِ مستقیم کو ہمیشہ اختیار کرنے والا۔ مسدد بن مسرہد کا یہ تعارف بلا وجہ اور بے محل نہیں۔ لفظ کَدَاء اور کُدیٰ نے بوجہ مشابہت حرفی مؤرخین کے لئے شبہ پیدا کر دیا تھا کہ مکہ کے اردگرد کی پہاڑیوں میں سے کونسی پہاڑی کَدَاء اور کونسی کُدیٰ تھی۔ زیر باب عروہ ہی کی روایات (۱۵۷۹، ۱۵۸۰) میں کبھی کَدَاء ہے اور کبھی کُدیٰ۔ اس شبہ کے ازالہ کی غرض سے روایت نمبر ۱۵۸۱ کے آخر میں بتایا گیا ہے کہ کَدَاء اور کُدیٰ دو الگ الگ جگہیں ہیں۔ مکہ مکرمہ متعدد پہاڑیوں کے درمیان وادی بطحاء میں واقع ہے اور لوگ ان پہاڑیوں سے گزر کر شہر میں داخل ہوا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز اور اس کے بعد ایامِ حج وغیرہ میں داخل شہر ہونے کے لئے سب سے اونچی اور مشکل گھاٹی کو اختیار فرمایا۔ اس بارہ میں جو روایات نقل کی گئی ہیں؛ ان میں مسدد کی روایت صحیح اور واضح ہے۔

مسند صحیح بخاری نہ صرف مسائل متعلقہ عقائد و اعمال ہی کی کتاب ہے بلکہ تاریخی واقعات کو بھی صحیح طور پر ضبط کرتی ہے۔اس لئے اس کا نام جامع رکھا گیا ہے۔آگے جا کر اس کتاب کی جامعیت واضح سے واضح تر ہوتی جائے گی۔ان روایتوں کے اختیار کرنے اور ان کو ترتیب دینے میں امام بخاریؒ نے عمیق غور وفکر سے کام لیا ہے۔اس سے جرح اور تعدیل میں بھی ان کی نظر ثاقب کا پتہ چلتا ہے۔

ہشام بن عروہ سے پانچ روایتیں نقل کی گئی ہیں۔پہلی روایت (نمبر ۱۵۷۷) سفیان بن عیینہ ہلالی سے مروی ہے جو صحت وضبطِ حدیث اور روایت میں ہر پہلو سے باتفاق اعلیٰ درجہ کے ثقہ مانے گئے ہیں۔یہ تابعی ہیں۔۱۰۷ھ میں مقامِ کوفہ میں پیدا ہوئے اور مکہ مکرمہ میں فوت ہوئے۔سن وفات ۱۶۷ھ ہے۔زہریؒ کے شاگرد تھے۔امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ اور سفیان ثوریؒ جیسے علماء نے ان سے علم حدیث اخذ کیا۔(**تهذيب التهذيب، من اسمه سفيان- سفيان بن عيينه**) مسددؒ کی تائید میں ان کی روایت پیش کی گئی ہے اور یہ روایت معقول ہے۔تیسری روایت (نمبر ۱۵۷۸) بھی معقول ہے جو ابواُسامہ حماد بن اُسامہ سے مروی ہے اور اس میں بظاہر یہ سقم ہے کہ کُدیٰ پہاڑی اونچائی پر واقع شدہ بتائی گئی ہے۔امام احمد بن حنبلؒ سے مروی ہے کہ ابواسامہؒ سے یہ غلطی نہیں ہوئی بلکہ محمود بن غیلان سے ہوئی۔(فتح الباری جزء ۳ صفحہ ۵۵۲) روایت کا یہ سقم عمرو بن حارث اور حاتم بن اسماعیل کی روایتوں سے دور کیا گیا ہے۔(روایت نمبر ۱۵۷۹، ۱۵۸۰) عمروآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت جویریہؓ کے بھائی تھے۔یہ دونوں راوی ثقہ ہیں اور ان کی روایتوں میں کَدَاء گھاٹی اونچائی پر واقع شدہ بیان کی گئی ہے۔پانچویں روایت (نمبر ۱۵۸۱) وہیب بن خالد سے منقول ہے۔اس میں بیان ہے کہ کَدَاء عروہ بن زبیر کے گھر کے قریب واقع ہے۔اس سے قبل کی روایت (نمبر ۱۵۸۰) جو حاتم سے مروی ہے وہ بھی اسی کی تائید کرتی ہے۔یہ دونوں روایتیں (نمبر ۱۵۸۰، ۱۵۸۱) مرسل ہیں۔مگر تیسری روایت (نمبر ۱۵۷۹) جو عمرو بن حارث سے موصولاً مروی ہے ان کے خلاف ہے۔اس میں کُدیٰ کا موقع ان کے مکان سے قریب بیان کیا ہے جس سے وہ اکثر آیا جایا کرتے تھے۔مرسل روایتوں (نمبر ۱۵۸۰، ۱۵۸۱) پر موصول روایت (نمبر ۱۵۷۹) مقدم کی گئی ہے۔حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے مکانات کا محل وقوع اب تک محفوظ بتایا جاتا ہے اور وہاں جو خاندان ہے وہ اپنے آپ کو ان کی طرف منسوب کرتا ہے۔یہ گھر صفا ومروہ کے درمیان مروہ مقام کے قریب واقع ہے۔کَدَاء والا راستہ مقبرہ معلیٰ سے ہوتا ہوا صفا ومروہ کے درمیان سے گذرتا ہے جو صفا کی نسبت دامنِ مروہ سے زیادہ قریب ہے۔

بَاب ٤٢ : فَضْلُ مَكَّةَ وَ بُنْيَانُهَا

مکہ کی فضیلت اور اس کا بنایا جانا

وَقَوْلُهُ تَعَالَى: وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا ۖ وَاتَّخِذُوا مِنْ

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: (یعنی وہ وقت بھی یاد کرو) جب ہم نے اس گھر یعنی کعبہ کو اجتماع کی جگہ اور

مَّقَامِ اِبۡرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَعَهِدۡنَاۤ اِلٰٓى اِبۡرٰهٖمَ وَاِسۡمٰعِيۡلَ اَنۡ طَهِّرَا بَيۡتِىَ لِلطَّآٮِٕفِيۡنَ وَالۡعٰكِفِيۡنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوۡدِ ﴿۱۲۶﴾ وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰهٖمُ رَبِّ اجۡعَلۡ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارۡزُقۡ اَهۡلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنۡ اٰمَنَ مِنۡهُمۡ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ‌ؕ قَالَ وَمَنۡ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيۡلًا ثُمَّ اَضۡطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ‌ؕ وَبِئۡسَ الۡمَصِيۡرُ ﴿۱۲۷﴾ وَاِذۡ يَرۡفَعُ اِبۡرٰهٖمُ الۡقَوَاعِدَ مِنَ الۡبَيۡتِ وَاِسۡمٰعِيۡلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ﴿۱۲۸﴾ رَبَّنَا وَاجۡعَلۡنَا مُسۡلِمَيۡنِ لَكَ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسۡلِمَةً لَّكَ ۖ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبۡ عَلَيۡنَا ۚ اِنَّكَ اَنۡتَ التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ ﴿۱۲۹﴾ (البقرة:١٢٦-١٢٩)

باعث امن بنایا (اور حکم دیا) کہ مقامِ ابراہیم کو نماز گاہ بناؤ اور ہم نے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کو تاکیدی حکم دیا کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف بیٹھنے والوں اور رکوع کرنے والوں (اور) سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک اور صاف رکھنا۔ (اور وہ وقت بھی یاد کرو) جب حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی۔ اے میرے رب! اسے پُر امن شہر بنا دے اور اس کے رہنے والوں کو ہر قسم کے پھل عطا کر یعنی ان میں سے ان کو جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان لائیں۔ (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: جو کفر کرے گا تو میں اسے بھی کچھ مدت تک فائدہ پہنچاؤں گا۔ پھر اسے جہنم کے عذاب کے لئے لاچار کر دوں گا اور یہ بہت ہی بُرا انجام ہے اور جب حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ اس گھر کی بنیادیں اٹھا رہے تھے (اور دونوں یہ دعا کرتے جاتے تھے:) اے ہمارے ربّ! ہماری طرف سے (یہ خدمت) قبول فرما۔ تو ہی ہے جو خوب سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔ اے ہمارے ربّ! ہمیں اپنا فرمانبردار بنا اور ہماری نسل میں سے بھی اپنی ایک فرمانبردار اُمت پیدا کر اور ہمیں ہماری عبادت کے طریقے دکھا اور ہماری طرف مہربانی سے بار بار متوجہ ہو۔ تو بہت ہی توجہ کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

١٥٨٢: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ

١٥٨٢: عبداللہ بن محمد (مسندی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابو عاصم (نبیل) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ابن جریج نے مجھے بتایا۔ انہوں نے کہا: عمرو بن دینار نے مجھے بتایا انہوں نے کہا کہ میں

اللهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا بُنِيَتِ الْكَعْبَةُ ذَهَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَبَّاسٌ يَنْقُلَانِ الْحِجَارَةَ فَقَالَ الْعَبَّاسُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلْ إِزَارَكَ عَلَى رَقَبَتِكَ فَخَرَّ إِلَى الْأَرْضِ وَطَمَحَتْ عَيْنَاهُ إِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ أَرِنِي إِزَارِي فَشَدَّهُ عَلَيْهِ.

اطرافه: ٣٦٤، ٣٨٢٩.

نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا۔ وہ کہتے تھے: جب کعبہ دوبارہ بننا شروع ہوا تو نبی ﷺ اور حضرت عباسؓ گئے کہ پتھر ڈھوئیں۔ حضرت عباسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اپنا تہ بند اپنے کندھے پر رکھ لو۔ (آپؐ نے ایسا ہی کیا) اور آپؐ زمین پر بے ہوش ہو کر گر پڑے اور آپؐ کی آنکھیں آسمان کی طرف لگ گئیں۔ آپؐ نے فرمایا: میرا تہ بند مجھے دکھانا۔ آپؐ نے اسے مضبوط باندھ لیا۔

١٥٨٣: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ أَخْبَرَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا أَلَمْ تَرَيْ أَنَّ قَوْمَكِ لَمَّا بَنَوا الْكَعْبَةَ اقْتَصَرُوْا عَنْ قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيْمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَلَا تَرُدُّهَا عَلَى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ لَوْلَا حِدْثَانُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ لَفَعَلْتُ.

١٥٨٣: عبداللہ بن مسلمہ (قعنبی) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے سالم بن عبداللہ (بن عمرؓ) سے روایت کی کہ عبداللہ بن محمد بن ابی بکر نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ سے مروی ہے رضی اللہ عنہم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے کہا: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہاری قوم نے جب کعبہ بنایا تو اس نے حضرت ابراہیمؑ کی بنیادوں سے چھوٹا رکھا۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپؐ حضرت ابراہیمؑ کی بنیادوں پر اس کو کیوں نہیں لوٹا دیتے؟ آپؐ نے فرمایا: اگر تمہاری قوم کفر سے نئی نئی نہ نکلی ہوتی تو میں ضرور ایسا کرتا۔

فَقَالَ عَبْدُ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَئِنْ

حضرت عبداللہ (بن عمر) رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر

كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا سَمِعَتْ هَذَا مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أُرَى رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكَ اسْتِلَامَ الرُّكْنَيْنِ اللَّذَيْنِ يَلِيَانِ الْحِجْرَ إِلَّا أَنَّ الْبَيْتَ لَمْ يُتَمَّمْ عَلَى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيْمَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا تھا تو میں سمجھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں رکنوں کا چومنا جو کہ حطیم کے قریب ہیں اسی لئے ترک کر دیا کہ بیت اللہ حضرت ابراہیمؑ کی بنیادوں پر پورے طور پر نہیں بنایا گیا تھا۔

اطرافه: ١٢٦، ١٥٨٤، ١٥٨٥، ١٥٨٦، ٣٣٦٨، ٤٤٨٤، ٧٢٤٣۔

١٥٨٤: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ حَدَّثَنَا أَشْعَثُ عَنِ الْأَسْوَدِ ابْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَدْرِ أَمِنَ الْبَيْتِ هُوَ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ فَمَا لَهُمْ لَمْ يُدْخِلُوْهُ فِي الْبَيْتِ قَالَ إِنَّ قَوْمَكِ قَصَّرَتْ بِهِمُ النَّفَقَةُ قُلْتُ فَمَا شَأْنُ بَابِهِ مُرْتَفِعًا قَالَ فَعَلَ ذَلِكَ قَوْمُكِ لِيُدْخِلُوْا مَنْ شَاءُوْا وَيَمْنَعُوْا مَنْ شَاءُوْا وَلَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيْثٌ عَهْدُهُمْ بِالْجَاهِلِيَّةِ فَأَخَافُ أَنْ تُنْكِرَ قُلُوْبُهُمْ أَنْ أُدْخِلَ الْجَدْرَ فِي الْبَيْتِ وَأَنْ أُلْصِقَ بَابَهُ بِالْأَرْضِ.

۱۵۸۴: مسدد نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابوالاحوص (سلام بن سلیم حنفی) نے ہم سے بیان کیا کہ اشعث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اسود بن یزید سے، اسود نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں: میں نے نبی ﷺ سے (حطیم کی) دیوار کے متعلق پوچھا کہ کیا وہ بیت اللہ کا (حصہ) ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ میں نے کہا: پھر ان کو کیا ہوا کہ انہوں نے اسے بیت اللہ میں داخل نہیں کیا؟ آپؐ نے فرمایا: تمہاری قوم کے پاس اخراجات کم ہو گئے تھے۔ میں نے پوچھا: پھر اس کا یہ دروازہ کیوں اونچا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: تمہاری قوم نے یہ اس لئے کیا کہ وہ جسے چاہیں اندر لے جائیں اور جس کو چاہیں روک دیں اور اگر تمہاری قوم جاہلیت سے قریب زمانہ کی نہ ہوتی جس سے مجھے اندیشہ ہے کہ ان کے دل برا مانیں گے کہ میں حطیم کو بیت اللہ میں شامل کروں اور بیت اللہ کے دروازہ کو زمین سے ملا دوں (تو ایسا کر دیتا۔)

اطرافه: ١٢٦، ١٥٨٣، ١٥٨٥، ١٥٨٦، ٣٣٦٨، ٤٤٨٤، ٧٢٤٣۔

١٥٨٥ : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ لِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا حَدَاثَةُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ لَنَقَضْتُ الْبَيْتَ ثُمَّ لَبَنَيْتُهُ عَلَى أَسَاسِ إِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَإِنَّ قُرَيْشًا اسْتَقْصَرَتْ بِنَاءَهُ وَجَعَلْتُ لَهُ خَلْفًا قَالَ أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ خَلْفًا يَعْنِي بَابًا.

١٥٨٥: عبید بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابواسامہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام سے، ہشام نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: اگر تمہاری قوم کفر سے قریب زمانہ کی نہ ہوتی تو میں اس گھر کو گرا دیتا اور پھر اسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر بناتا۔ کیونکہ قریش نے اس کی عمارت کو چھوٹا کر دیا ہے اور میں اس میں ایک دوسرا (دروازہ پہلے دروازے کے) مقابل میں بنا دیتا۔ (اور) ابومعاویہ کہتے تھے: ہشام نے خلف ہی کا لفظ ہم سے بیان کیا۔ اس سے ان کی مراد دروازہ ہے۔

اطرافه: ١٢٦، ١٥٨٣، ١٥٨٤، ١٥٨٦، ٣٣٦٨، ٤٤٨٤، ٧٢٤٣۔

١٥٨٦ : حَدَّثَنَا بَيَانُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا يَزِيْدُ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ رُوْمَانَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا يَا عَائِشَةُ لَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ لَأَمَرْتُ بِالْبَيْتِ فَهُدِمَ فَأَدْخَلْتُ فِيْهِ مَا أُخْرِجَ مِنْهُ وَأَلْزَقْتُهُ بِالْأَرْضِ وَجَعَلْتُ لَهُ بَابَيْنِ بَابًا شَرْقِيًّا وَبَابًا غَرْبِيًّا فَبَلَغْتُ بِهِ أَسَاسَ إِبْرَاهِيْمَ فَذَلِكَ

١٥٨٦: بیان بن عمرو نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) یزید (بن ہارون) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) جریر بن حازم نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:) یزید بن رومان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: عائشہ! اگر تمہاری قوم جاہلیت سے قریب زمانہ کی نہ ہوتی تو میں بیت اللہ کی نسبت حکم دیتا اور وہ گرایا جاتا۔ پھر اس میں میں وہ حصہ جو اس سے خارج کیا گیا تھا شامل کر دیتا اور اس (کی بنیاد) کو زمین سے ملا دیتا اور اس میں دو

الَّذِي حَمَلَ ابْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَلَى هَدْمِهِ قَالَ يَزِيْدُ وَشَهِدْتُّ ابْنَ الزُّبَيْرِ حِيْنَ هَدَمَهُ وَبَنَاهُ وَأَدْخَلَ فِيْهِ مِنَ الْحِجْرِ وَقَدْ رَأَيْتُ أَسَاسَ إِبْرَاهِيْمَ حِجَارَةً كَأَسْنِمَةِ الْإِبِلِ قَالَ جَرِيْرٌ فَقُلْتُ لَهُ أَيْنَ مَوْضِعُهُ قَالَ أُرِيْكَهُ الْآنَ فَدَخَلْتُ مَعَهُ الْحِجْرَ فَأَشَارَ إِلَى مَكَانٍ فَقَالَ هَاهُنَا قَالَ جَرِيْرٌ فَحَزَرْتُ مِنَ الْحِجْرِ سِتَّةَ أَذْرُعٍ أَوْ نَحْوَهَا.

دروازے رکھتا ایک شرقی اور ایک غربی۔ اور ابراہیمیؑ بنیاد تک اس کو لے جاتا۔ اس بات نے (حضرت عبداللہ) بن زبیر رضی اللہ عنہما کو بیت اللہ کے گرانے پر آمادہ کیا۔ یزید کہتے تھے: میں حضرت ابن زبیرؓ کے پاس موجود تھا؛ جب انہوں نے اس کو گرایا اور بنایا اور اس میں حطیم کو داخل کیا اور میں نے ابراہیمیؑ بنیاد کے پتھر بھی دیکھے جو اونٹوں کے کوہانوں جتنے تھے۔ جریر کہتے تھے کہ میں نے (یزید بن ہارون سے) پوچھا کہ ابراہیمیؑ بنیاد کی جگہ کہاں ہے؟ تو انہوں نے کہا: میں ابھی تم کو دکھائے دیتا ہوں۔ چنانچہ میں ان کے ساتھ حطیم میں داخل ہوا تو انہوں نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا اور کہا: یہاں ہے۔ جریر کہتے تھے: میں نے حطیم کا چھ ہاتھ یا اس کے قریب اندازہ کیا۔

اطرافه: ١٢٦، ١٥٨٣، ١٥٨٤، ١٥٨٥، ٣٣٦٨، ٤٤٨٤، ٧٢٤٣۔

تشریح: فَضْلُ مَكَّةَ وَبُنْيَانُهَا: عنوانِ باب میں مکہ کی فضیلت اور اس کی تعمیر کا ذکر ہے اور اس ضمن میں جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے اس میں بیت اللہ کے قبلہ ٹھہرائے جانے کے ذکر کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دو دعائیں درج ہیں۔ اوّل رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا آمِنًا. یعنی اے میرے ربّ اس مقام کو پُرامن شہر بنا اور دوسری وَارْزُقْ اَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ اس کے باشندوں کو رزق اور ثمرات (ثمرۂ محنت کا نتیجہ یعنی بار وبر) عطا کر۔ اس دعا کے پیش نظر عنوان میں مکہ کی تعمیر کا ذکر نمایاں کرتے ہوئے یہ بتایا گیا ہے کہ تعمیر بیت اللہ کی غرض و غایت ہی کی وجہ سے مکہ کو فضیلت حاصل ہوئی اور وہ غرض یہ تھی کہ بیت اللہ توحید باری تعالیٰ کا گھر بنایا اور اسے ہر ایک قسم کے شرک اور صنم پرستی سے محفوظ رکھا جائے تا معتکفین اور رکوع وسجود کرنے والے اپنی دنیاوی ضروریاتِ زندگی سے فارغ البال ہو کر خدا تعالیٰ کی عبادت پُرامن فضا میں کر سکیں۔ (ابراھیم:۳۵ تا ۳۸) ان آیات میں بھی اسی ابراہیمی دعا کا ذکر کیا گیا ہے: اِنِّی اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ...... یعنی میں نے اپنی ذریت کو بے آب وگیاہ وادی میں آباد کر دیا ہے۔ جہاں اسبابِ معیشت کی کوئی صورت نہیں اور غیر آباد پہاڑوں اور لق ودق بیابان میں واقع ہونے کی وجہ سے وہ امن کی جگہ بھی نہیں تو انہیں رزق دے اور اس جگہ کو حرم پُرامن بنا۔ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلَاةَ. اے ہمارے پروردگار! تا وہ

(فکرروزگار سے آزاد ہوکر یکسوئی سے) نماز قائم کریں۔ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِىٓ اِلَيْهِمْ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف محبت سے مائل کردے اوراس طرح ان کے رزق وامن کا سامان قہروجبری وسائل سے نہیں بلکہ محبت اوراخلاقِ فاضلہ کی حکومت سے ہو۔جس کا تختہ دلوں پر قائم ہوتا ہے۔اس ابراہیمی دعا کی قبولیت کی طرف اشارہ کرکے سورۃ القریش میں اللہ تعالیٰ قریش پر احسان جتاتا ہے اور فرماتا ہے: فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ الَّذِىْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّآمَنَهُمْ مِّـنْ خَـوْفٍ. قریش کو چاہیے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں (نہ کہ کسی اور کی) وہ رب جس نے کھانے کو بھی دیا اور خوف وخطر سے بچایا۔غرض شہر مکہ کی مشارالیہ فضیلت اپنی ذات میں نہیں۔ بلکہ بیت اللہ کی وجہ سے ہے اوراس مقصد عظیم کے طفیل یہ فضیلت ہے جس کے لئے اس گھر کی بنیاد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں سے از سرنو رکھی گئی تھی۔

اس باب میں پانچ روایتیں نقل کی گئی ہیں۔ایک روایت حضرت جابر بن عبداللہؓ کی ۱۵۸۲ اور باقی روایتیں حضرت عائشہؓ کی چار سندوں سے (نمبر۱۵۸۳تا۱۵۸۶) ہیں۔حضرت جابرؓ کی روایت تو مرسل ہے خود حضرت جابرؓ تعمیر کعبہ کے وقت موجود نہ تھے اور یہ نہیں بتایا کہ انہوں نے کس شخص سے یہ واقعہ سنا ہے۔ان کی روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب بیت اللہ نئے سرے سے بنایا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس میں شریک تھے۔آس پاس کی پہاڑیوں سے آپؐ بھی اپنے چچا حضرت عباسؓ کے ساتھ پتھر ڈھوتے تھے۔اس واقعہ سے متعلق مختلف روایتیں ہیں جو بوجہ غیر مستند ہونے کے امام موصوفؒ نے قبول نہیں کیں۔

قرآنِ مجید کی آیت اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ ......(آل عمران :۹۷) میں تصریح ہے کہ سب سے پہلا گھر جس کی بنیاد لوگوں کی عبادت کے لئے رکھی گئی وہ ہے جو وادی مکہ میں ہے اور جسے سورۂ حج آیت ۳۰،۳۴ میں اَلْبَيْتُ الْعَتِيْق (یعنی قدیم گھر) بھی کہا گیا ہے۔خدا تعالیٰ کی وحی کے تحت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے [وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرَاهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ.... (البقرۃ:۱۲۸)] اس کی بنیادوں کو دوبارہ بلند کیا۔

حضرت ابراہیمؑ کلدانی تھے اوران کی پیدائش خاندانِ حمورابی کی پہلی سلطنت بابل کے ایام میں ہوئی۔حمورابی عموری خاندان کا چھٹا بادشاہ تھا۔یہ زمانہ حضرت مسیح علیہ السلام سے دو ہزار چار سو ساٹھ سال قبل کا ہے۔عاد اور ثمود کا زمانہ اس سے قبل کا ہے۔قرآن مجید میں ان قوموں کا ذکر وارد ہوا ہے کہ ان میں بھی نبی مبعوث ہوئے تھے۔جب شامیوں کی ہجرت عرب کے جنوبی علاقوں سے چار ہزار سال قبل مسیح عراقِ عرب کی شاداب وادیوں میں ہوئی تو عاد ثمود کی قومیں علاقہ جات دوّ، دھناء، عالج، یبرین دبار اور حضرموت میں عمان اور یمن کے علاقہ جات اور حجر اور وادی قریٰ وغیرہ میں آباد تھیں۔ حضرت ہودؑ نبی ان میں بھیجے گئے اور حضرت صالحؑ نبی قوم ثمود میں مبعوث ہوئے۔حضرت شعیب علیہ السلام مدین میں مبعوث ہوئے۔ان کا علاقہ ہوازن تھا جو اطرافِ شام سے متصل تھا۔مدین سمندر کے کنارے عقبہ کے قریب ان کا تجارتی مرکز تھا۔اس دور کی تاریخ کے اوراقِ پارینہ کی داستان کچھ تو عہد نامہ قدیم میں موجود ہے اور کچھ زبان زد خلائق قصوں اور رسم ورواج میں جھلک دکھاتی ہے جنہیں علامہ طبری نے اپنی تاریخ میں محفوظ کرلیا ہے اوراب موجودہ زمانے کے حیرت انگیز

اکتشافات ان کے آثارِ قدیمہ کو برسر مطالعہ لا رہے ہیں۔ان سب پر نظر غائر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصر میں جب سلطنت ثیبہ عروج پر تھی؛ اس کے تعلقات عربوں کے ساتھ بھی تھے۔یہی سامی مہاجر عراق میں آرامی، شام میں آموری، کنعان وغیرہ میں کنعانی اور موآبی اور مصر میں رعاۃ (چرواہے) کہلائے اور مؤرخین نے ان سب کو عمالقہ کے نام سے موسوم کیا ہے۔کلدانی اور عبرانی قوم بھی انہیں میں سے ایک شاخ تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بعد میں عبرانیوں کے جدامجد ہوئے۔آپؑ کی پیدائش حضرت مسیح علیہ السلام سے دو ہزار سال قبل کلدانی شہر اُور (عراقِ عرب) میں ہوئی۔بعد میں آپؑ اپنے والد کے ساتھ حران علاقہ میں منتقل ہوئے جو اُور کے مغرب میں واقع تھا اور آخر مذہبی مخالفت کی شدت پر آپؑ کو حران سے کنعان میں ہجرت کرنی پڑی اور یہاں سے آپؑ کی دور دور سفروں کی تاریخ شروع ہوتی ہے۔جس کا کچھ ذکر تو عہد قدیم کے صحیفوں میں پایا جاتا ہے اور کچھ زبان زد روایات و عربوں کے رسم ورواج میں۔

(دیباچہ قوافل العروبہ جزء اوّل از محمد جمیل بیہم بیروتی)

یہ ساری قومیں جن کا ذکر اختصار سے اوپر کیا گیا ہے ہر دور میں آپس میں تعلقات رکھتی رہی ہیں۔جن کا ثبوت ان کی زبان سے بھی ملتا ہے اور تحریری کتبوں سے بھی جو تصویری زبان میں ہیں۔پہلے خیال تھا کہ اس زبان کے موجد اوّل مصر کے سامی تھے مگر اب تازہ آثار سے ثبوت بہم پہنچا ہے کہ قدیم ترین سامی عرب تصویری زبان کے موجد اوّل ہیں نہ کہ مصری۔قدیم مصریوں نے ان سے یہ طرزِ تحریر حاصل کی تھی۔ارضِ حجاز نہایت ہی قدیم وقتوں میں جو موجودہ اصطلاح میں اَزمنہ قبل از تاریخ کے نام سے موسوم ہیں؛ بہت بڑی سلطنتوں کا گہوارہ عرصہ دراز تک بنی رہی اور مختلف جگہوں میں دفن شدہ قدیم آبادیوں کے کھنڈرات اور کتبے تصویری زبان میں جو آج کل برآمد ہو رہے ہیں پتہ دیتے ہیں کہ وادیٔ مکہ اقوامِ قدیمہ عاد وثمود وغیرہ کا مذہبی مرکز تھی۔خود قرآنِ مجید نے ان کا ذکر کیا ہے۔(دیکھئے سورۃ ق) محمد نعمان جارم مصری عالم نے اپنی تصنیف "ادیان العرب فی الجاهلية" میں بیت اللہ کی قدامت کے بارے میں بعض روایتیں بھی نقل کی ہیں جن سے وادیٔ مکہ کی قدیم ترین مذہبی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔

(ادیان العرب فی الجاهلية، تعظيم العجم و العرب لكعبة، صفحه ۳۲)

قرآنِ مجید نے اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ (آل عمران:۹۷) فرما کر بیت اللہ کو پہلا گھر عبادتِ الٰہی کا قرار دیا ہے۔نیز فرمایا: وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ (الحج:۳۰) یعنی چاہیے کہ وہ بیت عتیق کا طواف کریں۔عتیق کے معنی قدیم اور دنیاوی حکومتوں سے آزاد۔ان دونوں آیتوں سے ظاہر ہے کہ بیت اللہ باعتبارِ قدامت اوّلیت سے ممتاز ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ارضِ بابل سے ہجرت اور کنعان میں سکونت اور اپنے اہل بیت اور ذریت میں سے ایک حصہ کو دور دراز سفر کی مشقت برداشت کر کے بے آب وگیاہ وادی کے کنارے رہنا اور ان کا اس میں آباد کرنا بلاوجہ نہیں ہوسکتا تھا اور زمانہ جاہلیت سے عربوں میں بیت اللہ کا حج، عمرہ اور اس کا طواف اور اس میں اعتکاف اور باقی مقامات میں عبادت اور قربانی کا وجود بھی بتاتا ہے کہ انہوں نے ملت ابراہیمی کی یادگار ایک حد تک قائم رکھی ہے۔اس سے کم از کم اتنا

ضرور معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے ہی مناسک حج کی بنیاد ڈالی گئی تھی۔ حتیٰ کہ زمانہ جاہلیت میں بیت اللہ میں اعتکاف بھی ہوتا تھا۔ (روایت نمبر۲۰۳۲) چنانچہ قرآنِ مجید میں مناسک کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے: وَاِذْ بَوَّأْنَا لِاِبْرَاهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْئًا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِo وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّأْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍo (الحج:۳۸،۳۷) یعنی اور (یاد کر) جب ہم نے ابراہیمؑ کو بیت اللہ کی جگہ پر رہائش کا موقع دیا (اور کہا) کہ کسی چیز کو ہمارا شریک نہ بناؤ اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں کے لئے اور کھڑے ہو کر عبادت کرنے والوں کے لئے اور رکوع کرنے والوں کے لئے اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک کر اور تمام لوگوں میں اعلان کر دے کہ وہ حج کی نیت سے تیرے پاس آیا کریں؛ پیدل بھی اور ہر ایسی سواری پر بھی جو لمبے سفر کی وجہ سے دبلی ہوگئی ہو۔ (ایسی سواریاں) دور دور سے گہرے راستوں پر سے ہوتی ہوئی آئیں گی۔

اس آیت سے بھی ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور نشاندہی پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وادی مکہ میں بیت اللہ کی بنیاد نئے سرے سے اٹھا کر مناسک حج کی سنت جاری کی ہے۔ یہ خلاصہ ہے اس موضوع کا؛ جس کے لئے اس باب میں فضیلتِ مکہ کا عنوان قائم کر کے اس کی طرف آیات محولہ بالا سے اشارہ کیا گیا ہے۔ (اس تعلق میں باب نمبر۱،۲ کی تشریح بھی دیکھئے۔) باقی روایتیں بھی قریش کی اس نئی تعمیر سے متعلق ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ قریش نے سابقہ بنیاد سے ہٹا کر اسے بنایا جو جگہ چھوڑی گئی تھی اسے حطیم یا حجر کہتے ہیں۔ بوقت طواف اس کو بیت اللہ کا حصہ سمجھ کر اسے طواف میں شامل کیا جاتا ہے۔ قریش کے پاس سامانِ تعمیر کم ہو گیا تھا؛ اس لئے انہوں نے چھوٹا کر دیا۔ البتہ اس کی اونچائی دُگنی کر دی گئی۔ اس کے اندر چھ ستون بنائے گئے اور اس پر چھت بھی ڈالی گئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو بے چھت چوکور کوٹھا سا بنایا تھا۔ قریش نے اس دفعہ اس کا ایک دروازہ بھی رکھا جو زمین سے بہت اونچا اور تنگ تھا تا لوگ اپنی مرضی سے داخل ہونے کی کوشش نہ کریں۔ داخل کرنے والوں کی مرضی کے مطابق داخل ہوں۔ (روایت نمبر۱۵۸۴)

فَذٰلِكَ الَّذِيْ حَمَلَ ابْنَ الزُّبَيْرِ عَلٰى هَدْمِهِ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ بیت اللہ اصل بنیادوں پر بنایا جائے اور دروازہ اونچا نہ ہو۔ سطح زمین کے قریب ہو اور اس کے مقابل میں ایک اور دروازہ غربی جانب رکھا جائے تا لوگوں کو اندر آنے اور باہر جانے میں سہولت رہے۔ مگر اس اندیشہ سے کہ لوگ ابتلا میں پڑیں گے آپؐ نے ایسا نہیں کیا۔ ۶۴ھ میں آتش زدگی سے جب کعبہ کو نقصان پہنچا تو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اس کی دوبارہ تعمیر کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے مطابق حطیم کو بھی شامل کر لیا۔ انہوں نے کعبہ کے اندر بجائے چھ ستونوں کی جگہ صرف تین ستون ہی بنوائے۔ لیکن عبدالملک بن مروان نے حجاج بن یوسف کے ذریعے گروا کر پھر بیت اللہ کو جیسا پہلے تھا ویسا ہی بنوا دیا۔ صرف تین ستونوں والی تبدیلی بحال رکھی اور توجیہہ یہ کی کہ جس بات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؛ اسے کرنے کا حق کسی کو نہیں پہنچتا اور روایت مذکورہ بالا میں اسی واقعہ کا ذکر ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۵۶۲،۵۶۴)

غرض ان چار روایتوں کا بلا وجہ اعادہ نہیں کیا گیا بلکہ بلحاظ مضمون وہ ایک دوسرے کے لئے بطور تتمہ ہیں۔ رہا یہ امر کہ ان روایتوں سے فضیلت مکہ کیسے ثابت ہوتی ہے؟ مندرجہ روایتوں کا تعلق دراصل عنوانِ باب کے دوسرے حصے سے ہے۔ یعنی تعمیر مکہ سے اور فضیلت کے بارہ میں آیت محولہ بالا پیش کی گئی ہے جس سے واضح ہے کہ مکہ مکرمہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا مَثَابَةً لِلنَّاسِ وَاَمْنًا کے مطابق روحانی فیوض و برکات میں مرجع خلائق بنا اور لوگوں کو یہ حکم ہوا: وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى (البقرة:۱۲۶) کہ مقام ابراہیم کو اپنی نماز گاہ بناؤ۔ کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دنیا کے سامنے سب سے پہلے واضح طور پر کامل نمونہ اس امر کا پیش کیا ہے کہ محبت الٰہی میں عاشقانِ الٰہی کو کس کس قسم کی قربانیاں کرنی پڑتی ہیں۔ عہد قدیم کی تاریخ کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خداوند کے لئے ارضِ موعودہ میں متعدد قربان گاہیں قائم کیں۔ ایک کنعان میں بمقام نابلس (پیدائش۱۲: ۷) دوسری قربان گاہ جو تورات میں بیت ایل کے نام سے موسوم کی گئی ہے۔ نابلس کی قربان گاہ کو بھی بیت ایل یعنی بیت اللہ کہا گیا ہے۔ (پیدائش۱۲: ۸) چنانچہ یہ مقام تاریخ میں خاص طور بتیل کے نام سے مشہور ہے جو نابلس اور خلیل الرحمٰن کے عین درمیان بیت المقدس سے سات میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور یہ حضرت یشوع کی پہلی فتح کا مقام ہے۔ آج کل اسے بلیتن کہتے ہیں۔ تیسری قربان گاہ دکن کی طرف سفر کرتے ہوئے بئر شیبہ میں بنائی۔ یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دو کنویں اور حضرت اسحاق علیہ السلام نے پانچ کنویں کھدوائے جس سے اس جگہ کا نام بئر سبع (سات کنویں) مشہور ہوا۔ شیبہ کے معنی قسم قسم کا کنواں۔ یہاں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جنوب کی طرف پے در پے سفر کرتے ہوئے مصر کا رُخ کیا۔ (پیدائش۱۲: ۹) تورات کے بیان کے مطابق ایک چوتھی قربان گاہ حبرون (خلیل الرحمٰن) میں بنائی۔ (پیدائش۱۳: ۱۸) ان امور سے یہ بات یقینی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ آپ کے یہ سفر اور آپ کی یہ قربان گاہیں کسی خاص حکم اور معین مقصد کے ماتحت تھیں۔ توحید کی خاطر اپنے خویش و اقارب اور اپنا ملک و وطن چھوڑنے اور اپنے اکلوتے بیٹے کا ذبیحہ پیش کرنے پر آمادگی کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے انہیں دو بشارتیں متعدد بار دیں؛ کثرتِ نسل اور موعودہ ملک کی وراثت۔ (پیدائش۱۳: ۱۵ تا ۱۷) اور انہیں حکم دیا کہ اس زمین کے طول و عرض میں چکر لگاؤ۔ مشرق و مغرب میں بھی اور شمال و جنوب میں بھی۔ دراصل ہجرتِ ابراہیمی کی ابتداء ایک مہتم بالشان حکم اور وعدہ الٰہی کے ساتھ ہوئی تھی۔ (پیدائش۱۲: ۱ تا ۳) اور ارض موعودہ میں کنعان، عرب و مصر وغیرہ کے علاقے بھی شامل تھے۔ (پیدائش۱۵: ۱۸) عہد قدیم کی تاریخ اور جغرافیہ سے ناقابل انکار شہادت ملتی ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی اولاد ارضِ حجاز میں چاروں طرف پھیل گئی تھی۔ ان کے بیٹوں کے نام قیدار، دوماہ، تیماء وغیرہ کے علاقہ جات اب تک مشہور ہیں۔

(تفصیل کیلئے دیکھئے فصل الخطاب- آنحضرت ﷺ کے متعلق تیسری بشارت ''حضرت اسماعیلؑ کے بیٹوں کی سکونت گاہ'' صفحہ ۲۷۹ تا ۲۸۲)

اہل عرب کی قومی روایات اور مذہبی رسومات کا ابراہیمی طریقِ عبادت (طواف) اور مناسکِ ابراہیمی یعنی قربانی وغیرہ سے مطابقت نیز ان کے درمیان عہد کا نشان یعنی ختنہ کی رسم کا پایا جانا جو حضرت اسماعیلؑ کی ولادت پر بطور نشانِ ابدی عہد قائم ہوا۔ (پیدائش باب ۱۷) علاوہ ازیں حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرف عربوں کا

منسوب ہونا اوران امور سے متعلق اقوامِ عرب کا نسلاً بعد نسلٍ اتفاق؛ یہ سب باتیں بیّن شہاداتِ متواترہ ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وادیٔ مکہ سے گہرا تعلق ہے اور کعبہ وہ بیت ایل ہے جس کی بنیادیں بھی انہی کے مبارک ہاتھوں سے اُٹھائی گئی تھیں۔ کیونکہ وہ جہاں کہیں بھی وحی الٰہی کے ماتحت موعودہ ملک کے کسی حصہ میں گئے وہاں ضرور قربان گاہ قائم کی۔ کنعان سے جنوب کی طرف واقع ملک قادس اور صحرائے شور کے درمیان حضرت ابراہیم علیہ السلام کا رہائش اختیار کرنے کا پتہ بھی بائبل سے چلتا ہے۔ (پیدائش باب۲۰ آیت ۱) قادس اور صحرائے شور (جفار) عرب کا خالص حصہ ہیں۔ اسی سفر کے اثناء میں حضرت اسحٰق علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام اس سے بہت قبل پیدا ہو چکے تھے اور ان کی عمر ۱۳ برس سے زائد ہو چکی تھی۔ (پیدائش باب ۱۷ آیت ۲۱ تا ۲۷) اور ذبیحہ کا واقعہ بھی اسی سفر سے متعلق ہے۔ (پیدائش ۲۲:۱ تا ۱۹) گو موجودہ تورات میں ذبیحہ کا موضوع حضرت اسحٰق علیہ السلام کو بنایا گیا ہے مگر امتحان کی تلخی اور اس میں غایت درجہ وفاداری کا نمونہ اس وقت نمایاں ہوسکتا ہے کہ جب تعبیر خواب کی چھری اکلوتے بیٹے کی گردن پر رکھی گئی ہو۔ عربی تورات میں مشارالیہ وحی الٰہی کے الفاظ فَلَمْ تُمْسِکْ ابْنَکَ وَحِیْدَکَ عَنِّیْ ہیں۔ (پیدائش ۲۲:۱۲ تا ۱۶) حضرت ہاجرہ کی ہجرت کا واقعہ بھی اسی صحرا سے تعلق رکھتا ہے جہاں انہوں نے تسلی بخش خواب دیکھا اور جس کی وجہ سے انہوں نے چشمہ کا نام ''بَرلحی رئی'' رکھا۔ (پیدائش ۱۶:۱۴) عریش اس کے قریب واقع ہے۔ حضرت اسحٰقؑ اکلوتے بیٹے نہیں کہلا سکتے کیونکہ حضرت اسماعیلؑ ان کے پلوٹھے بیٹے موجود تھے۔ اگرچہ یہودیوں اور عیسائیوں نے حضرت اسماعیلؑ کو لونڈی کا بیٹا قرار دے کر ان کو نبوت کی وراثت سے محروم کیا ہے۔ مگر تورات نے ان کو نبوت اور موعودہ برکات سے محروم نہیں کیا۔ (پیدائش ۱۶:۱۰ تا ۱۳ نیز ۱۷:۲۰) بلکہ انہی کو سب سے اول موعودہ برکات کا وارث ٹھہرایا ہے جس کی وجہ سے ابدی عہد کا نشان ان کو پہلے پہل لگایا گیا۔ (پیدائش ۱۷:۱۰ تا ۱۵)

علاوہ ازیں ایک اور بات بھی قابل غور ہے کہ عہد قدیم کی تاریخ یعنی کتاب پیدائش حضرت اسحٰق علیہ السلام کی سوانح زندگی کو مفصل بیان کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ کہاں اور کس طرح ان کی شادی کا انتظام ہوا اور کیا کیا واقعات انہیں پیش آئے مگر اس کے برعکس حضرت اسماعیل علیہ السلام کی سوانح حیات کے بارے میں خاموشی اختیار کی ہے۔ صرف ان کی اولاد کی ایک مختصر سی فہرست دے کر اس کے بعد حضرت اسحٰق وحضرت یعقوب علیہما السلام کے سوانح حیات کا ذکر مفصل کرتی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ کنعان و فلسطین کی تاریخ قدیم میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کا کوئی مقام نہیں جبکہ خطۂ عرب اور اس کی تاریخ میں ان کا اور ان کی اولاد کا تذکرہ پایا جاتا ہے اور اس کے طول وعرض میں ان کے آثار جابجا ملتے ہیں۔ یہ امر ثبوت ہے اس بات کا کہ عرب کا علاقہ حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جائے ہجرت ہے۔ جس میں وہ ایسے طور سے جا بسے کہ ان کا تعلق ارضِ کنعان سے تقریباً منقطع ہو گیا اور یہ کہ ان کے ماویٰ ومسکن اور ان کے سوانح حیات سے متعلق عربوں کی تاریخ قدیم زیادہ قابل اعتبار ہے؛ بہ نسبت عہدِ قدیم کی کنعانی تاریخ کے جو اس بارے میں خاموش ہے یہودیوں اور عیسائیوں کے پاس اس اعتراض کا کوئی جواب نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حضرت

اسماعیل علیہ السلام کے متعلق بہت سی برکات کا وعدہ فرمایا تھا اور ان کی نسل کو ایک بہت بڑی قوم بنائے جانے کی بشارت دی اور جبکہ تورات میں حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ کے ایک بنجر اور غیر آباد علاقہ کی طرف ہجرت کرنے کا واقعہ بھی مذکور ہے بلکہ اس امر کی بھی صراحت ہے کہ یہ مقامِ ہجرت فاران کا بیابان ہے تو پھر اگر ان سب باتوں کی مصداق عرب کی قوم اور ارضِ حجاز نہیں تو ان کے علاوہ کونسی دوسری قوم ہے جو اپنے آپ کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل قرار دیتی ہے اور کونسا علاقہ ہے جس میں بنی اسماعیل کے آثار ونشانات ایسے واضح طور پر پائے جاتے ہیں جیسے ارض حجاز میں پائے جاتے ہیں۔ کہاں قیدار، دوماہ اور تیماء کے قبیلے آباد ہیں اور کس جگہ یسعیاہ نبی کی پیشگوئی کے مطابق مدیان اور عیفہ کی سانڈنیاں آئیں جن کے متعلق لکھا ہے کہ سباء سے آئیں گی اور خداوند کی حمد کا اعلان کریں گی۔(یسعیاہ ۶:۶۰) ہاں بیت ایل کے پاس یہ سانڈنیاں اور اونٹوں کی قطاریں اور قیدار کی ساری بھیڑیں جمع ہوئیں اور نبیط (ابن اسماعیل) کے مینڈھے خداوند کی منظوری کے واسطے مذبح پر چڑھائے جاتے ہیں۔ یقیناً سوائے مکہ اور کعبہ کے نوشتہ کی یہ بشارتیں کسی اور بزرگی اور شوکت والے گھر پر چسپاں نہیں ہوسکتیں اور یہود اور نصاریٰ مذکورہ بالا سوال کا جواب تا قیامت نہیں دے سکتے۔ مزید دیکھئے تشریح باب نمبر ۵۷۔

بَاب ٤٣ : فَضْلُ الْحَرَمِ

حرم کی فضیلت

وَقَوْلُهُ تَعَالَى: اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ ۡ وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ﴿۹۲﴾ (النمل: ۹۲)

اور یہ جو آیت ہے: اور مجھے یہی حکم دیا گیا ہے کہ اس شہر کے اس ربّ کی عبادت کروں جس نے اس کو حرم قرار دیا ہے۔ اسی کی ہر شے ہے۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہو جاؤں۔

وَقَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ: اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۸﴾ (القصص: ۵۸)

اور یہ آیت: اور کیا ہم نے انہیں ایک ایسے پرامن حرم میں مضبوط نہیں کیا کہ جن کی طرف ہر قسم کے میوے ہماری طرف سے بطور رزق لائے جاتے ہیں (یہ سب کچھ ہے) مگر ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔

۱۵۸۷ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ عَنْ

۱۵۸۷: علی بن عبداللہ (بن جعفر) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) جریر بن عبدالحمید نے ہمیں بتایا۔ انہوں

مَّنْصُوْرٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ إِنَّ هٰذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللّٰهُ لَا يُعْضَدُ شَوْكُهُ وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهُ وَلَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهُ إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا.

نے منصور سے، منصور نے مجاہد سے، مجاہد نے طاؤس سے، طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا: اس شہر کو اللہ نے حرم قرار دیا ہے۔ اس کا کانٹا نہ توڑا جائے اور نہ اس کا شکار بھگایا جائے اور نہ اس کی گری پڑی چیز کوئی اُٹھائے؛ سوائے اس شخص کے جو اُس کی شناخت کرائے (تا جس کی ہو اُس کو پہنچ جائے۔)

اطرافه: ۱۳۴۹، ۱۸۳۳، ۱۸۳٤، ۲۰۹۰، ۲٤۳۳، ۲۷۸۳، ۲۸۲۵، ۳۰۷۷، ۳۱۸۹، ٤۳۱۳۔

تشریح: **فَضْلُ الْحَرَمِ:** حرم عربی زبان میں قابل تعظیم اور محفوظ شئی کو کہتے ہیں۔ جس کی حمایت وحفاظت اور ادب انسان کے لئے ضروری ہو۔ بیوی کو حرم اسی لئے کہتے ہیں اور شرعی اصطلاح میں بیت اللہ کا وہ احاطہ ہے جو بیت اللہ کی وجہ سے قابل ادب اور امن کی جگہ ہے۔ ہر قسم کا جنگ وجدال اور خلافِ شریعت فعل اس میں قطعی طور پر ممنوع ہوتا ہے۔ جیسا کہ باب کی حدیث سے واضح ہے۔ حرم کا یہ مفہوم مکہ مکرمہ اور اس کے مضافات پر بھی اطلاق پاتا ہے۔ عنوانِ باب میں جو دو آیتیں درج ہیں ان سے سارا شہر حرم قرار دیا گیا ہے۔ روایت نمبر ۱۵۸۷ مزید تشریح کے لئے لائی گئی ہے اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ مکہ مکرمہ کے علاقے اور شکار گاہیں وغیرہ بھی حرم ہیں۔ حرم کا حدود اربعہ مدینہ کی طرف تین میل۔ جس میں تنعیم بھی واقع ہے۔ یمن اور عراق کی طرف سات میل، جدہ کی طرف دس میل، جعرانہ کی طرف پانچ میل اور طائف کی طرف گیارہ میل۔ (عمدۃ القاری جزء ۹ صفحہ ۲۲۲) ان حدود میں واقع شدہ بستیاں مکہ مکرمہ کے لئے بطور محافظ تھیں۔ آیت اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا آمِنًا (القصص: ۵۸) کا یہ مفہوم بھی ہے کہ ہم نے بیت اللہ کی عزت دلوں میں اس طور سے قائم کر دی ہے کہ اہل بادیہ اس کی حفاظت وحمایت کرنا اپنا مذہبی فرض سمجھتے ہیں۔ چنانچہ فتح مکہ کے بعد خزاعہ اور ہوازن وغیرہ قبائل کا آنحضرت ﷺ سے جنگ کے لئے بھڑک اُٹھنا اسی مذہبی حمیت کی وجہ سے تھا۔ مکہ مکرمہ کے بعض اطراف میں غیر آباد کوہستانی سلسلہ ہے؛ اس لئے حدودِ حرم کی مسافت مختلف جہت سے کم وبیش ہے۔ ان حدود سے آگے کا علاقہ حِلّ کہلاتا ہے۔ اسی حِلّ و حَرَم کا ذکر حضرت زین العابدین ابن حسینؓ کے متعلق مشہور مرثیہ میں کیا گیا ہے:

هٰذَا الَّذِي تَعْرِفُ الْبَطْحَاءُ وَطْأَتَهُ   وَالْبَيْتُ يَعْرِفُهُ وَالْحِلُّ وَالْحَرَمُ

(الأغاني، الجزء الخامس عشر، أخبار الحزين ونسبه)

حرم کے آداب میں سے ہے کہ اس کے اندر محرماتِ الٰہیہ کا خاص طور پر پاس رکھا جائے اور کوئی شخص اس کے امن میں کسی قسم کا رخنہ نہ ڈالے۔ بلکہ حرم کے اندر خشوع وخضوع سے عبادت کی جائے اور ذکر الٰہی اور دعائیں کثرت سے ہوں۔

بَاب ٤٤ : تَوْرِيْثُ دُوْرِ مَكَّةَ وَبَيْعُهَا وَشِرَائُهَا

مکہ کے گھر وراثت میں دینا اوران کا بیچنا اوران کا خریدنا

وَأَنَّ النَّاسَ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ سَوَاءٌ خَاصَّةً لِقَوْلِهِ تَعَالَى: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِىْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ ۨالْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ ؕ وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۭ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ۝ (الحج:٢٦)

اورلوگ خاص کر مسجد حرام میں برابر ہیں۔خصوصاً اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جن لوگوں نے کفر کیا اور وہ اللہ کی راہ سے اور اس مسجد حرام سے روک رہے ہیں جس کو ہم نے سبھی لوگوں کے لئے بنایا ہے۔اس کے باشندے اور اہل بادیہ برابر ہیں اور جس نے ناحق اس کی بے حرمتی کرنے کا ارادہ کیا ہم اسے دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

{قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ☆} الْبَادِي الطَّارِئُ مَعْكُوْفًا مَحْبُوْسًا.

{ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا:☆} بَادِی (کے معنی ہیں) باہر سے آنے والا۔ مَعْکُوْف (جو قرآن میں آیا ہے اس کے معنی ہیں) روکے ہوئے۔

١٥٨٨ : حَدَّثَنَا أَصْبَغُ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَيْنَ تَنْزِلُ فِي دَارِكَ بِمَكَّةَ فَقَالَ وَهَلْ تَرَكَ عَقِيْلٌ مِنْ رِبَاعٍ أَوْ دُوْرٍ وَكَانَ عَقِيْلٌ وَرِثَ أَبَا طَالِبٍ هُوَ وَطَالِبٌ وَلَمْ يَرِثْهُ جَعْفَرٌ وَلَا عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا شَيْئًا لِأَنَّهُمَا

١٥٨٨: اصبغ (بن فرج) نے ہم سے بیان کیا، کہا: (عبداللہ) بن وہب نے مجھے بتایا۔انہوں نے یونس سے، یونس نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے علی بن حسین سے، انہوں نے عمرو بن عثمان سے، عمرو نے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے پوچھا: یارسول اللہ! آپؐ مکہ کے اپنے محلّہ میں کہاں اُتریں گے؟ آپؐ نے فرمایا: کیا عقیل نے ہمارے لئے کوئی محلّہ یا مکان چھوڑا ہے اور عقیل اور طالب (اپنے باپ) ابوطالب کے وارث ہوئے

☆ الفاظ "قَالَ اَبُو عَبدِ اللّٰہِ" فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہیں (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ ۵۶۸) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

كَانَا مُسْلِمَيْنِ وَكَانَ عَقِيْلٌ وَطَالِبٌ كَافِرَيْنِ فَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ لَا يَرِثُ الْمُؤْمِنُ الْكَافِرَ. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَكَانُوْا يَتَأَوَّلُوْنَ قَوْلَ اللّٰهِ تَعَالٰى: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ الْآيَةَ (الأنفال: ۷۳)

تھے اور حضرت جعفر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے ان سے وراثت میں کچھ نہیں لیا تھا۔ کیونکہ وہ دونوں مسلمان تھے اور عقیل اور طالب کافر۔ اس لئے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ مومن کافر کا وارث نہیں ہوتا۔ ابن شہاب نے کہا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے استدلال کرتے تھے: جو ایمان لائے ہیں اور ہجرت کی ہے اور انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا ہے اور وہ لوگ جنہوں نے مہاجرین کو جگہ دی اور ان کی مدد کی؛ وہی ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔

اطرافه: ۳۰۵۸، ۴۲۸۲، ۶۷۶۴۔

تشریح: تَوْرِيْثُ دُوْرِ مَكَّةَ وَبَيْعُهَا: بعض نے بیت اللہ کی عزت کے منافی سمجھا ہے کہ مکہ کے گھر بیچے یا خریدے یا ورثے میں دیئے جائیں۔ یہ مسئلہ بھی از قبیل غلوّ ہے۔ امام ابن حجرؒ کی رائے ہے کہ یہ باب ایسی روایتوں کے ردّ میں قائم کیا گیا ہے جن سے مذکورہ بالا رائے کی تائید ہوتی ہو۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۵۶۸) علامہ عینی نے بھی ایسی روایتوں کا پایا جانا تسلیم کیا ہے جن میں سے علقمہ بن نضلہ کی ایک مشہور روایت ہے اور اس کو امام طحاویؒ نے بھی مختلف سندوں اور ثقہ راویوں سے نقل کیا ہے۔ خلاصہ ان کا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانے میں گھر نہیں بیچے جاتے تھے اور نہ وہ کرایہ پر دئے جاتے تھے اور کھلی چراگاہیں تھیں جن میں ریوڑ چراتے اور جہاں کوئی چاہتا؛ رہتا۔ اسی طرح امام طحاویؒ نے ایک اور روایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کعبہ کے گھروں کا بیچنا یا انہیں کرایہ پر دینا جائز نہیں۔ (شرح معانی الآثار، کتاب البیوع، باب بیع أرض مکة و إجاراتها، جزء۴ صفحہ ۴۸، ۴۹) (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ ۲۲۵) عبدالرزاق نے ابن جریج سے نقل کیا ہے کہ عطاء بن ابی رباح حرم میں مکان کرایہ پر دینے سے منع کیا کرتے تھے اور انہوں نے ابن جریج کو بتایا کہ حضرت عمرؓ نے مکہ مکرمہ میں گھروں کے آنگنوں اور ان کے سامنے خالی جگہوں کا احاطہ کر کے بند کرنے سے روکا کہ مبادا حاجیوں کو ٹھہرنے میں دقت ہو۔ (مصنف عبد الرزاق، کتاب المناسک، باب فی الحرم وهل تبوّب دور مكة والكراء بمنى، روایت نمبر ۹۲۱۰، جزء۵ صفحہ ۱۴۶) لوگوں نے مسافروں کے ازدحام سے بچنے اور اپنی جگہوں سے فائدہ اٹھانے کی غرض سے چاردیواریاں بنا کر ان کو دروازوں سے محفوظ رکھنے اور کرایہ پر دینے کا طریق شروع کر دیا تھا۔ جس سے حضرت عمرؓ نے منع فرمایا اور مہمانِ بیت اللہ کے ساتھ حسن سلوک برتنے کی تلقین کی۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۵۶۹) یہ ایک انتظامی صورت

تھی مگر بعد میں اس قسم کی روایتوں کے پیش نظر فقہاء نے اس باب کو مسئلہ کی شکل وصورت دے دی۔بعض نے جواز کا اور بعض نے عدمِ جواز کا فتویٰ دیا یہاں تک کہ عدمِ جواز کا فتویٰ دینے والوں نے آیت سَوَآءَ الْعٰكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ سے بھی استنباط کیا۔ائمہ مالکؒ، ثوریؒ، ابوحنیفہؒ اور عطاء بن ابی رباحؒ کی بھی یہی رائے ہے۔مگر امام ابویوسفؒ وامام شافعیؒ وامام احمد بن حنبلؒ نے گھروں کا بیچنا اور کرایہ پر دینا جائز قرار دیا ہے اور اسی فتویٰ کے جواز میں روایت نمبر ۱۵۸۸ سے استدلال کیا ہے۔کیونکہ اس میں عقیل کا حق وراثت تسلیم کیا گیا ہے۔قرآنِ مجید کی محولہ بالا آیت سے جو استدلال کیا گیا ہے ان کے نزدیک صحیح نہیں کیونکہ اس میں بجائے حرم؛ مسجد حرام کی تخصیص کی گئی ہے اور اس سے مراد عارضی طور پر آنے والے لوگ ہیں۔ان کے مستقل قیام کا سوال نہیں۔(عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ۲۲۵)(فتح الباری جزء۳ صفحہ۵۶۹) اسی طرف توجہ دلانے کے لئے امام بخاریؒ نے لفظ اَلْبَاد کی شرح لفظ الطَّارِئ سے کی ہے۔ طَرُوْء بمعنی عارضی طور سے آنا اور الطَّارِئ کے معنی عارضی طور پر آنے والا اور لفظ عَاكِف کے معنے مقیم، مستقل رہائش رکھنے والا۔(لسان العرب تحت لفظ طرأ، عكف) امام بخاریؒ نے لفظ عَاكِف کی جگہ مَعْكُوْفًا کی جو شرح اختیار کی ہے تو درحقیقت اس سے وہ ان فقہاء کا استدلال نظرانداز کر رہے ہیں جنہوں نے آیت سَوَآءَ الْعٰكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ کی بناء پر فتویٰ دیا ہے کہ مکہ مکرمہ میں مکانات فروخت کرنا اور کرایہ پر دینا جائز نہیں اور آیت وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ (الفتح:۲۶) کی طرف توجہ منعطف کی ہے کہ اہل مکہ نے مسلمانوں کو حج کرنے سے روکا اور قربانیاں ذبح نہیں ہونے دیں۔اس لئے آیت سَوَآءَ الْعٰكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ کا مفہوم یہ ہے کہ سب لوگ مسجد حرام میں آزادی سے مذہبی فرائض ادا کر سکتے ہیں۔کوئی حق نہیں رکھتا کہ دوسرے کو روکے۔کسی خرید وفروخت اور کرایہ پر مکان دینے کی ممانعت سے آیت کا تعلق نہیں۔امام موصوفؒ نے مذکورہ بالا فقہی استنباط کی غلطی واضح کرنے کی غرض سے ہی وَأَنَّ النَّاسَ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ سَوَاءٌ خَاصَّةً کے الفاظ بڑھائے ہیں۔یعنی تمام لوگ بیت اللہ میں عبادت گزاری کا حق رکھتے ہیں۔

بَاب ٤٥ : نُزُوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ میں اُترنا

{قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ نُسِبَتِ الدُّوْرُ إِلَى عَقِيْلٍ وَتُوْرَثُ الدُّوْرُ وَتُبَاعُ وَتُشْتَرٰى☆}

{ابوعبداللہ نے کہا: گھر عقیل کی طرف منسوب ہوئے اور گھر وراثتاً دیئے جاتے ہیں اور بیچے بھی جاتے ہیں اور خریدے بھی جاتے ہیں۔☆}

۱۵۸۹ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا

۱۵۸۹: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا، (کہا:)

☆ یہ عبارت فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہے۔(فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ۵۷۱) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ أَرَادَ قُدُوْمَ مَكَّةَ مَنْزِلُنَا غَدًا إِنْ شَاءَ اللهُ بِخَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ حَيْثُ تَقَاسَمُوْا عَلَى الْكُفْرِ.

شعیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ابوسلمہ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ کو آنے کا ارادہ کیا؛ فرمایا: کل ہماری منزل خیف بنی کنانہ میں ہوگی جہاں (قریش نے) کفر پر ایک دوسرے سے قسمیں لی تھیں۔

اطرافه: ١٥٩٠، ٣٨٨٢، ٤٢٨٤، ٤٢٨٥، ٧٤٧٩.

١٥٩٠: حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْغَدِ يَوْمَ النَّحْرِ وَهُوَ بِمِنًى نَحْنُ نَازِلُوْنَ غَدًا بِخَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ حَيْثُ تَقَاسَمُوْا عَلَى الْكُفْرِ يَعْنِي بِذَلِكَ الْمُحَصَّبَ وَذَلِكَ أَنَّ قُرَيْشًا وَكِنَانَةَ تَحَالَفَتْ عَلَى بَنِي هَاشِمٍ وَبَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَوْ بَنِي الْمُطَّلِبِ أَنْ لَا يُنَاكِحُوْهُمْ وَلَا يُبَايِعُوْهُمْ حَتَّى يُسْلِمُوْا إِلَيْهِمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ سَلَامَةُ عَنْ عُقَيْلٍ وَيَحْيَى بْنُ الضَّحَّاكِ عَنِ

١٥٩٠: حمیدی نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ولید نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) اوزاعی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: زہری نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم النحر سے اگلے دن (یعنی گیارھویں ذوالحج) کو جبکہ آپؐ منیٰ میں تھے؛ فرمایا: ہم کل خیف بنی کنانہ میں اُتریں گے جہاں انہوں نے کفر پر ایک دوسرے سے قسمیں لی تھیں۔ اس سے آپؐ کی مراد مقامِ محصب تھا اور یہ واقعہ یوں ہوا تھا کہ قریش اور کنانہ نے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب یا بنی مطلب کے خلاف ایکا کر کے آپس میں ایک دوسرے سے قسمیں لی تھیں کہ نہ ان سے بیاہ شادی ہوگی اور نہ خرید و فروخت کریں گے تاوقتیکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے سپرد کر دیں۔ اور سلامہ (بن روح) نے عقیل سے اور یحیٰ بن ضحاک نے اوزاعی سے یہ

الْأَوْزَاعِيِّ أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ وَقَالَا بَنِي هَاشِمٍ وَبَنِي الْمُطَّلِبِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ بَنِي الْمُطَّلِبِ أَشْبَهُ.

روایت نقل کرتے ہوئے کہا کہ ابن شہاب نے مجھے بتایا اور ان دونوں نے الفاظ بنی ہاشم اور بنی مطلب روایت میں نقل کئے ہیں۔ ابوعبداللہ نے کہا: بنی مطلب کا لفظ زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔

اطرافه: ۱۵۸۹، ۳۸۸۲، ٤۲۸٤، ٤۲۸٥، ۷٤۷۹۔

تشریح: **نُزُوْلُ النَّبِيِّ ﷺ مَكَّةَ:** امام بخاریؒ نے سابقہ باب کو مصدر یہ رکھ کر اپنی رائے ظاہر نہیں کی تھی بلکہ صرف ایک فریق کے استدلال کو غلط ثابت کیا تھا مگر اس باب میں اپنی رائے ظاہر کردی ہے۔ اس ضمن میں جو دو روایتیں نقل کی گئی ہیں وہ دونوں مل کر مضمون بالکل واضح کر دیتی ہیں۔ پہلی روایت میں بنی کنانہ کی طرف علاقہ منسوب کیا گیا ہے۔ خَیْف کے معنی پہاڑی کا ڈھلوان جو سیلاب کی زد سے باہر ہو۔ (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ۲۲۹) دوسری روایت سے واضح کیا ہے کہ یہ علاقہ محصب تھا جس میں نضر بن کنانہ کی اولاد آباد تھی اور وہ اس کے مالک تھے۔ قریش بھی نضر بن کنانہ کی اولاد میں سے تھے۔ چونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور آپؐ کا مقاطعہ کرنے میں پیش پیش تھے اس لئے ان کا ذکر خصوصیت سے علیحدہ کیا گیا ہے۔ پہلی روایت میں لفظ غَدًا سے وقت کی تعیین نہیں ہوتی۔ دوسری روایت نے اس کی وضاحت کردی ہے اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تو آپؐ کس جگہ تھے یعنی وَهُوَ بِمِنًى. یہ تشریح بھی زہریؒ سے مروی ہے۔ مقاطعہ کا محولہ بالا واقعہ دعویٰ نبوت کے ساتویں سال میں ہوا اور تین سال رہا۔ اس کی تفصیل کتاب الجهاد والسير، باب۲ میں دیکھئے۔

قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ بَنِى الْمُطَّلِبِ اَشْبَهُ: مطلب اور ہاشم دونوں بھائی تھے اور عبدمناف کے بیٹے۔ قریش نے مقاطعہ بنی عبدمناف سے کیا تھا۔ اس لئے صحیح روایت وہ ہے جس میں بنی ہاشم اور بنی مطلب کے مقاطعہ کا ذکر ہے۔ عبدالمطلب چونکہ ہاشم کے بیٹے تھے، اس لئے بنی ہاشم کہہ کر بنی عبدالمطلب کا ذکر کرنا عبث تھا۔ (اس تعلق میں کتاب الجهاد والسير، باب ۱۸۰ روایت نمبر ۳۰۵۸ بھی دیکھئے۔) مقاطعہ کا واقعہ ۶۱۶ء کا ہے۔ شجرۂ نسب کے لیے کتاب المناقب، باب۲ ملاحظہ کریں۔

بَاب ٤٦: قَوْلُ اللهِ تَعَالىٰ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿۳۶﴾

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: اور جب ابراہیمؑ نے دعا کی اے میرے ربّ! اس شہر کو پرامن بنا اور مجھے اور میری اولاد کو بچا کہ ہم بتوں کو پوجیں۔

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ اے میرے ربّ! انہوں نے تو بہت سے لوگوں کو بہکا

فَمَنۡ تَبِعَنِیۡ فَاِنَّهٗ مِنِّیۡ ۚ وَ مَنۡ عَصَانِیۡ فَاِنَّکَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۳۶﴾ رَبَّنَاۤ اِنِّیۡۤ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجۡعَلۡ اَفۡئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَهۡوِیۡۤ اِلَیۡهِمۡ الآيَةَ
(إبراهيم: ۳۶-۳۸)

دیا ہے۔[پس جس نے میری پیروی کی تو وہ یقیناً مجھ سے ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو یقیناً تُو بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔اے ہمارے ربّ! یقیناً میں نے اپنی اولاد میں سے بعض کو ایک بے آب وگیاہ وادی میں تیرے معزز گھر کے پاس آباد کر دیا ہے۔اے ہمارے ربّ! تا کہ وہ نماز قائم کریں۔ پس لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے۔]

تشریح: باب کا الگ عنوان قائم نہیں کیا گیا۔شارحین نے اس کی کوئی معقول توجیہہ پیش نہیں کی جو قابل ذکر ہو۔ البتہ کرمانیؒ کا خیال ہے کہ چونکہ اس آیت کے مطابق امام بخاریؒ کو کوئی روایت نہیں ملی؛ اس لیے عنوانِ باب پر اکتفا کیا ہے۔(شرح البخاری کرمانی جلد ۸صفحہ ۱۱۱، ۱۱۲)(عمدۃ القاری جزء۹صفحہ ۲۳۱) لیکن یہ توجیہہ تسلی بخش نہیں۔ اس سے قبل بھی متعدد بار اسی قسم کی مثالیں گزر چکی ہیں۔اس باب کا تعلق دراصل سابقہ ابواب کے مضمون سے ہے۔اس لئے عنوان قائم کر کے اسے سابقہ ابواب سے وابستہ کر دیا ہے اور کوئی روایت درج نہیں کی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی دعا میں عرض کرتے ہیں: اِنِّی اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِی بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ . یعنی میں نے تیری ربوبیت پر بھروسہ رکھتے ہوئے اپنی اولاد کو ایک بنجر زمین میں ٹھہرایا ہے۔ فَاجۡعَلۡ اَفۡئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَهۡوِیۡ اِلَیۡهِمۡ وَارۡزُقۡهُمۡ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمۡ یَشۡکُرُوۡنَ ○ (ابراهيم: ۳۸) انہیں ممتاز بنا کہ لوگوں کے دل ان کی طرف جھکیں اور انہیں رزق عطا کر۔آیت سَوَآءَ الۡعٰکِفُ فِیۡهِ وَالۡبَادِ سے مساوات کا جو مفہوم نکالا گیا ہے وہ درست نہیں۔ذریتِ ابراہیمؑ کو اس خداداد ملکیت اور اس کے ثمرات سے محروم رکھنا اور ان سے ہر قسم کا امتیاز چھین لینا منشاءِ دعا کے منافی ہے۔اس لطیف استدلال سے امام موصوفؒ نے ایسے مسائل کا ردّ کیا ہے جن میں غلوّ ہو۔احکام کے تعلق میں امام بخاریؒ کا وقفہ وقفہ پر قرآنِ مجید کی آیات کا حوالہ دینے سے جو اصل مقصود ہے، اس کا ذکر باب ا و ۲ کی محولہ آیات کے ضمن میں کیا جا چکا ہے۔یعنی فقیہانہ موشگافیاں حج کے اصل مقصد کو ذہنوں سے اوجھل نہ کر دیں۔چنانچہ باب ۴۵ کے تحت کوئی آیت درج نہیں اور ظاہر ہے کہ مذکورہ بالا دعا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو لق ودق بیابان میں آباد کرنے کی غرض وغایت کا ذکر کیا ہے جو ان کی زندگی کا نصب العین تھا۔استیصالِ شرک اور قیامِ توحید میں اولاد کو شریک رکھنا اور انہیں اس مقدس غرض وغایت کے لئے وقف کر دینا ہر مسلمان کا فرض ہے۔اس تعلق میں تفسیر کبیر-تفسیر سورۃ الفیل وسورۃ القریش بھی دیکھئے۔

بَاب ٤٧ : قَوْلُ اللهِ تَعَالٰى

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ۭ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٩٨﴾

اللہ تعالیٰ کا فرمانا: اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو جو بیت الحرام ہے لوگوں کے قیام کا ذریعہ بنایا ہے اور حرم کے مہینہ (یعنی ذوالحج) کو بھی اور قربانی کے جانوروں کو اور قربانی کی علامت کے طور پر پٹے پہنائے ہوئے جانوروں کو۔ یہ (تنبیہ) اس لیے ہے تا کہ تم جان لو کہ اللہ اُسے خوب جانتا ہے جو بھی آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور یہ کہ اللہ ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے۔ (المائدۃ:٩٨)

١٥٩١ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُخَرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ.

اطرافه: ١٥٩٦.

١٥٩١: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سفیان (بن عیینہ) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) زیاد بن سعد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہریؒ سے، زہری نے سعید بن میسّب سے، سعید نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: کعبہ کو حبشیوں میں سے چھوٹی پنڈلیوں والا ویران کرے گا۔

١٥٩٢ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ هُوَ ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي حَفْصَةَ عَنِ

١٥٩٢: یحيٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عقیل سے، عقیل نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عروہ سے روایت کی۔ عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ اور محمد بن مقاتل نے مجھ سے بیان کیا، کہا: عبداللہ جو مبارک کے بیٹے ہیں؛ نے مجھے بتایا۔

الزُّهْرِيّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانُوْا يَصُوْمُوْنَ عَاشُوْرَاءَ قَبْلَ أَنْ يُّفْرَضَ رَمَضَانُ وَكَانَ يَوْمًا تُسْتَرُ فِيْهِ الْكَعْبَةُ فَلَمَّا فَرَضَ اللهُ رَمَضَانَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَاءَ أَنْ يَّصُوْمَهُ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ شَاءَ أَنْ يَّتْرُكَهُ فَلْيَتْرُكْهُ.

انہوں نے کہا: محمد بن ابی حفصہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں: رمضان فرض کئے جانے سے پہلے لوگ عاشورہ (دسویں محرم) کو روزہ رکھا کرتے تھے اور یہ وہ دن تھا جس میں کعبہ کو پردہ پہنایا جاتا۔ جب اللہ تعالیٰ نے رمضان (میں روزے) فرض کئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عاشورہ کا روزہ رکھنا چاہے وہ روزہ رکھے اور جو چھوڑنا چاہے وہ چھوڑ دے۔

اطرافه: ۱۸۹۳، ۲۰۰۱، ۲۰۰۲، ۳۸۳۱، ۴۵۰۲، ۴۵۰۴۔

۱۵۹۳: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ حَجَّاجٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي عُتْبَةَ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيُحَجَّنَّ الْبَيْتُ وَلَيُعْتَمَرَنَّ بَعْدَ خُرُوْجِ يَأْجُوْجَ وَمَأْجُوْجَ. تَابَعَهُ أَبَانُ وَعِمْرَانُ عَنْ قَتَادَةَ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتَّى لَا يُحَجَّ الْبَيْتُ وَالْأَوَّلُ أَكْثَرُ. {قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ☆} سَمِعَ قَتَادَةُ عَبْدَ اللهِ وَعَبْدُ اللهِ أَبَا سَعِيْدٍ.

۱۵۹۳: احمد (بن حفص) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) میرے باپ نے ہم سے بیان کیا۔ ابراہیم (بن طہمان) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حجاج بن حجاج (اسلمی) سے، حجاج نے قتادہ سے، قتادہ نے عبداللہ بن ابی عتبہ سے، عبداللہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: یاجوج ماجوج کے نکلنے کے بعد بھی بیت اللہ کا حج ہوتا رہے گا اور عمرہ بھی ہوتا رہے گا۔ حجاج بن حجاج کی طرح یہی حدیث ابان اور عمران نے بھی قتادہ سے روایت کی اور عبدالرحمٰن نے کہا: شعبہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: وہ ساعت اس وقت آئے گی جب بیت اللہ کا حج نہیں کیا جائے گا۔ {ابوعبداللہ نے کہا:☆} پہلی روایت زیادہ مشہور ہے۔ قتادہ نے عبداللہ (بن ابی عتبہ) سے اور عبداللہ نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے سنا۔

☆ الفاظ "قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰہ" بعض دیگر نسخوں کے مطابق ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ۲۳۶) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تشریح: یہ باب سابقہ مضمون سے متعلق ہے۔یعنی وادی غیر ذی زرع میں اللہ تعالیٰ نے کعبہ اور حج کے مہینے اور قربانیوں کو لوگوں کی معاش کا ذریعہ بنایا ہے۔اس لئے وہ اپنے ان حقوق سے محروم نہیں کئے جاسکتے جو ذریعہ معاش ہیں۔اس باب میں تین روایتیں نقل کی ہیں۔پہلی روایت ایک پیشگوئی پر مشتمل ہے جو یہ واضح کرنے کے لئے لائی گئی ہے کہ بیت اللہ کی حرمت وعزت اس وقت تک محفوظ و ماموں ہے جب تک کہ غیر قوم کا اس میں جابرانہ تصرف نہیں ہوتا۔دوسری روایت اس تعلق میں لائی گئی ہے کہ عاشورہ کے دن کعبہ پر غلاف چڑھایا جاتا تھا قطع نظر اس خیال سے کہ اس دن رواجاً روزہ رکھا جاتا تھا۔آپؐ نے عاشورہ کا روزہ رکھنا یا نہ رکھنا؛ روزہ رکھنے والے کی مرضی پر چھوڑا ہے۔یہ ہجرت کا ابتدائی زمانہ تھا۔غلاف چڑھانے کے یہ معنی ہیں کہ مسلمان بیت اللہ کی حفاظت کے ذمہ وار ہیں۔تیسری روایت بھی ایک پیشگوئی پر مشتمل ہے۔جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یاجوج وماجوج کے زمانہ میں بھی باوجود کثرتِ فتن وفساد اور شدتِ خطرات کے بیت اللہ محفوظ رہے گا اور حج وعمرہ کا سلسلہ کبھی بند نہیں ہوگا۔ان پیشگوئیوں کی تفصیل ان شاء اللہ اپنے موقع پر آئے گی۔اس باب میں بیت اللہ پر غلاف چڑھانے اور اس کے گرائے جانے کا ذکر ہے۔اس کے متعلق دو مستقل باب یکے بعد دیگرے الگ قائم کئے گئے ہیں۔(دیکھئے باب ۴۸، ۴۹)

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ: روایت نمبر ۱۵۹۳ کے آخر میں حاشیہ اس لئے بڑھایا گیا ہے کہ قتادہ بن دعامہ سدوسی کی روایت سے متعلق تدلیس کا جو شبہ ہوسکتا ہے اس کا ازالہ کیا جائے۔یعنی ان کی اس **معنعن** روایت کے بارے میں یہ تصریح موجود ہے کہ قتادہؒ نے عبداللہ بن ابی عتبہ سے اور عبداللہ نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے اسے خود سنا۔

بَاب ٤٨ : كِسْوَةُ الْكَعْبَةِ

غلافِ کعبہ

١٥٩٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا وَاصِلٌ الْأَحْدَبُ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ جِئْتُ إِلَى شَيْبَةَ.

۱۵۹۴: عبداللہ بن عبدالوہاب نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) خالد بن حارث نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا کہ واصل احدب نے ہم سے بیان کیا۔انہوں نے ابووائل سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں حضرت شیبہؓ (بن عثمان) کے پاس آیا۔

وَحَدَّثَنَا قَبِيصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ وَّاصِلٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ جَلَسْتُ مَعَ شَيْبَةَ عَلَى الْكُرْسِيِّ فِي الْكَعْبَةِ فَقَالَ

اور قبیصہ نے بھی ہم سے بیان کیا، (کہا:) سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔انہوں نے واصل سے، واصل نے ابووائل سے روایت کی۔انہوں نے کہا: میں حضرت

لَقَدْ جَلَسَ هَذَا الْمَجْلِسَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ لَّا أَدَعَ فِيْهَا صَفْرَاءَ وَلَا بَيْضَاءَ إِلَّا قَسَمْتُهُ قُلْتُ إِنَّ صَاحِبَيْكَ لَمْ يَفْعَلَا قَالَ هُمَا الْمَرْءَانِ أَقْتَدِي بِهِمَا.

اطرافه: ۷۲۷۵۔

شیبہؒ کے ساتھ کعبہ میں شاہ نشین پر بیٹھا تھا۔ حضرت شیبہؒ نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس جگہ بیٹھے تھے اور انہوں نے کہا: میں ارادہ کر چکا ہوں کہ کعبہ میں نہ سونا رہنے دوں نہ چاندی؛ سبھی بانٹ دوں۔ میں نے کہا: آپؓ کے دونوں ساتھیوں نے تو ایسا نہیں کیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا: انہی دونوں آدمیوں کی میں پیروی کروں گا۔

تشریح: **كِسْوَةُ الْكَعْبَةِ:** روایت نمبر۱۵۹۲ سے واضح ہے کہ کعبہ پر غلاف چڑھانے کی رسم قدیم سے ہے۔ اس تعلق میں علامہ ابن حجرؒ نے اس باب کی ذیل میں مختلف روایتیں نقل کی ہیں کہ کس نے یہ رسم جاری کی۔ (دیکھئے فتح الباری جزء۳ صفحہ۵۷۹) امام موصوفؒ نے ان روایتوں کو بوجہ غیر مستند ہونے کے نظر انداز کیا ہے۔ اس بارہ میں عنوان قائم کر کے اس کا مضمون مبہم کر دیا گیا ہے۔ شارحین نے کئی قسم کی توجیہات سے اس عنوان کو مکمل کیا ہے۔ مثلاً غلاف کعبہ کی تقسیم سے متعلق حکم۔ مگر اس سے بات بنتی نظر نہیں آتی۔ کیونکہ عنوانِ باب کے تحت جو روایت لائی گئی ہے اس میں غلافِ کعبہ کا ذکر نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مکہ کے گھروں کو کرایہ پر دینے اور ان کی خرید و فروخت کے ضمن میں غلافِ کعبہ کا ذکر اس تعلق میں لایا گیا ہے۔ اس سے ہر سال بیسیوں محتاج فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ تقسیم ہونے پر اس کو خود استعمال کرتے ہیں یا بیچتے ہیں۔ محولہ بالا روایت میں چونکہ وضاحت نہیں اس لئے عنوان کو بھی غیر واضح رکھا گیا ہے۔

جَلَسْتُ مَعَ شَيْبَةَ: حضرت شیبہؒ جو اس کے راوی ہیں عثمان بن طلحہ بن عبد العزیٰ الحجبی کے بیٹے تھے۔ یہ فتح مکہ کے روز مسلمان ہوئے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت شیبہؒ اور ان کے چچازاد بھائی کو کعبہ کی چابیاں دیتے ہوئے فرمایا تھا: خُذُوْهُ يَا بَنِي أَبِي طَلْحَةَ خَالِدَةً تَالِدَةً إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا يَأْخُذُ مِنْكُمْ إِلَّا ظَالِمٌ. (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ۲۳۶-۲۳۷) یعنی اے بنی ابی طلحہ! تم اسے قدیم سے رکھنے کی وجہ سے قیامت تک رکھو۔ تم سے یہ ظالم کے سوا کوئی نہیں لے گا۔ یہ بوجہ دربانی کعبہ کے حجبی کہلاتے تھے۔ کرسی سے مراد شاہ نشین ہے۔

لَا أَدَعَ فِيْهَا صَفْرَآءَ وَلَا بَيْضَآءَ: روایت میں جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ کعبہ میں جو نذرانے بطور نقدی پیش کئے جاتے تھے وہ وہاں جمع رکھے جاتے تھے۔ ابووائل شقیق بن سلمہ کے ہاتھ کسی شخص نے کچھ نقدی بطور نذرانہ بھیجی۔ جب وہ بیت اللہ میں داخل ہوئے تو حضرت شیبہؒ بھی شہ نشین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ابووائل نے وہ نقدی ان کو دی تو انہوں نے کہا کہ یہ آپ ہی لے لیں۔ ابووائل نے کہا: نہیں۔ اگر میں نے ہی لینی ہوتی تو میں یہاں لے کر نہ آتا۔ اس پر حضرت شیبہؒ نے انہیں حضرت عمرؓ کا واقعہ سنایا کہ انہوں نے خانہ کعبہ کا خزانہ محتاجوں میں تقسیم کرنا چاہا تو میں نے انہیں یہ کہہ کر روکا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ خزانہ تقسیم نہیں کیا۔ امام ابن حجرؒ کا خیال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غالباً یہ اموال قریش کے جذبات کو ملحوظ رکھتے ہوئے

تقسیم نہیں کیے۔ وہ ان نذرانوں کو مقدس سمجھتے تھے۔ اپنے اس خیال کی تائید میں انہوں نے امام مسلمؒ کی ایک روایت پیش کی ہے جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ وہ یہ ہے: **لَوْ لَا اَنَّ قَوْمَكِ حَدِيْثُو عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ اَوْ قَالَ بِكُفْرٍ لَأَنْفَقْتُ كَنْزَ الْكَعْبَةِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَجَعَلْتُ بَابَهَا بِالْاَرْضِ.** (مسلم، کتاب الحج، باب نقض الكعبة وبنائها) یعنی اگر تیری قوم کا زمانہ جاہلیت سے یا کہا کفر سے قریب نہ ہوتا تو میں کعبہ کا خزانہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کر دیتا اور اس کے دروازہ کو زمین سے ملا دیتا۔ اور فاکہیؒ نے کتاب مکہ میں نقل کیا ہے کہ فتح مکہ کے دن آنحضرت ﷺ نے کعبہ میں ۶۰ اوقیہ سونا پایا اور آپؐ سے کہا گیا کہ اس سے جنگ میں فائدہ اُٹھایا جائے مگر آپؐ نے وہ سونا نہیں لیا۔ (اخبار مكة، ذكر الذهب الذي وجده النبي ﷺ في الكعبة، جزء۵ صفحہ۲۳۵) قریش کے جذبات کا لحاظ رکھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ ان اموال میں تصرف کرنا جائز تھا۔ مصلحت وقت کے تقاضا سے ان میں تصرف نہیں کیا گیا۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۵۷۷)

فاکہیؒ نے کتاب مکہ میں حضرت عائشہؓ کی یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ حضرت شیبہؓ حجبی ان کے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس چڑھاوے کے کپڑے بہت جمع ہو جاتے ہیں تو ہم انہیں اتار کر گہرے گڑھوں میں دفن کر دیتے ہیں مبادا انہیں حائضہ عورتیں اور جنبی مرد پہنیں تو حضرت عائشہؓ نے ان سے کہا: **بِئْسَمَا صَنَعْتَ وَلٰكِنْ بِعْهَا فَاجْعَلْ ثَمَنَهَا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَفِي الْمَسَاكِيْنِ فَإِنَّهَا اِذَا نُزِعَتْ عَنْهَا لَمْ يَضُرَّ مَنْ لَّبِسَهَا مِنْ حَائِضٍ اَوْ جُنُبٍ.** یہ تو تم نے بہت بُرا کیا ہے۔ لیکن چاہیے کہ تم انہیں بیچو اور ان کی قیمت اللہ تعالیٰ کی راہ میں اور مساکین میں خرچ کرو۔ کیونکہ جب وہ (کعبہ) سے اُتار لیے جاتے ہیں تو حائضہ یا جنبی کا انہیں پہننا نقصان دہ نہیں۔ حضرت عائشہؓ کے اس فتوے کے بعد حضرت شیبہؓ ان کپڑوں کو یمن بھیج کر فروخت کرتے اور ان کی قیمت محتاجوں میں تقسیم کی جاتی۔

(اخبار مكة، ذكر ماذا يفعل بالكسوة القديمة للكعبة، جزء۵ صفحہ۲۳۱) (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۵۷۸)

مذکورہ بالا روایتوں کے پیش نظر یہ قیاس بعید نہیں کہ امام بخاریؒ نے سابقہ ابواب کے ضمن میں کسوۂ کعبہ کا عنوان قائم کیا ہو۔ چونکہ محولہ بالا روایت کسی معین صورت کو پیش نہیں کرتی اور انہیں اس کے سوا کوئی مستند روایت اس بارے میں نہیں ملی۔ اس لیے عمداً انہوں نے بھی عنوان کو مبہم رکھا ہے۔ تعامل تو اب بھی یہی ہے کہ ہر سال غلافِ کعبہ بطور تبرک اہل مکہ میں تقسیم ہوتا ہے اور اس سے لوگ فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ چونکہ اِن میں آدابِ مکہ مکرمہ کا ذکر ہے اس لیے ضمناً بیت اللہ کے غلاف کا ذکر بھی کیا گیا ہے جس کو بطور تبرک تقسیم کیا جاتا ہے اور اشارةً بتایا ہے کہ اس بارہ میں کوئی صحیح روایت مروی نہیں۔

بَاب ٤٩ : هَدْمُ الْكَعْبَةِ

کعبے کا گرایا جانا

قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْزُو جَيْشٌ الْكَعْبَةَ فَيُخْسَفُ بِهِمْ.

(اور) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک لشکر کعبہ پر چڑھائی کرے گا وہ ذلیل اور تباہ کر دیا جائے گا۔

١٥٩٥: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ الْأَخْنَسِ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَأَنِّي بِهِ أَسْوَدَ أَفْحَجَ يَقْلَعُهَا حَجَرًا حَجَرًا.

۱۵۹۵: عمرو بن علی (فلاس) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) یحییٰ بن سعید (قطان) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبیداللہ بن اخنس نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:) ابن ابی ملیکہ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، حضرت ابن عباسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ اس میں ایک کالا پھِڈا ہے جو ایک ایک پتھر کر کے اس کو اکھیڑ رہا ہے۔

١٥٩٦: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ.

۱۵۹۶: یحییٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یونس سے، یونس نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے سعید بن مسیّب سے روایت کی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کعبہ کو حبشیوں میں سے چھوٹی پنڈلیوں والا برباد کرے گا۔

اطرافہ: ۱۵۹۱۔

تشریح: **يَغْزُو جَيْشٌ الْكَعْبَةَ:** عنوانِ باب میں حضرت عائشہؓ کی جس روایت کا ذکر کیا گیا ہے؛ اس کے لیے کتاب البیوع باب ۴۹ روایت نمبر ۲۱۱۸ مع تشریح دیکھئے۔ اس کے الفاظ ہیں: يَغْزُو جَيْشٌ الْكَعْبَةَ فَإِذَا كَانُوا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ كَيْفَ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ وَفِيهِمْ أَسْوَاقُهُمْ وَمَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ قَالَ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ ثُمَّ يُبْعَثُونَ عَلَى نِيَّاتِهِمْ. یعنی کعبہ پر ایک لشکر چڑھائی کرے گا۔ جب وہ بیداء میں پہنچے گا تو اوّل سے لے کر آخر تک سب زمین میں دھنس جائیں گے۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں: میں نے کہا: یا رسول اللہ! وہ اوّل سے آخر تک کیسے دھنس جائیں گے۔ جبکہ وہاں منڈیاں بھی ہوں گی اور ایسے لوگ بھی ہونگے جو اُن میں سے نہیں ہونگے۔ فرمایا: وہ اوّل سے آخر تک دھنسا دیے جائیں گے۔ پھر اپنی اپنی نیتوں کے مطابق اُٹھائے جائیں گے۔ روایت نمبر ۱۵۹۱ (زیر باب ۴۷) مذکورہ بالا اور سندوں کے ساتھ نقل

کر کے حضرت عائشہؓ کی محولہ بالا روایت کے تحت کردی گئی ہے۔ اس ترتیب سے ظاہر ہے کہ حملہ آور خود تباہ ہوگا۔

كَأَنِّي بِهِ أَسْوَدَ أَفْحَجَ يَقْلَعُهَا حَجَرًا حَجَرًا: امام بخاریؒ کے نزدیک یہ پیشگوئی بیت اللہ کی عارضی تخریب سے متعلق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عنوانِ باب میں حضرت عائشہؓ کی روایت ۲۱۱۸ کی طرف توجہ منعطف کر کے یہ فقرہ بطور وضاحت بڑھایا ہے کہ وہ ذلیل اور تباہ کردیا جائے گا۔ یعنی جن روایتوں میں بیت اللہ کی مکمل تخریب کا ذکر ہے وہ ان کے نزدیک صحیح نہیں۔ كَأَنِّي بِهِ میں بِهِ کی ضمیر کا مرجع بیت اللہ بھی ہوسکتا ہے اور گرانے والا بھی اور یہ بھی جائز ہے کہ یہ ضمیر مبہم ہو جس کی تشریح مابعد کے جملہ سے ہوتی ہو۔ یعنی میں یہ بات دیکھ رہا ہوں کہ ایک کالا پھڈا آدمی ہے جو بیت اللہ کو ایک ایک پتھر کر کے اُکھیڑ رہا ہے۔ یہ روایت مشہور ہے جو متعدد راویوں سے تغیر لفظی کے ساتھ مروی ہے۔ امام احمد بن حنبل اور ابوداؤد طیالسی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: يُبَايَعُ لِرَجُلٍ مَا بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ وَأَوَّلُ مَنْ يَّسْتَحِلُّ هَذَا الْبَيْتَ أَهْلُهُ فَإِذَا اسْتَحَلُّوْهُ فَلَا تَسْأَلْ عَنْ هَلَكَةِ الْعَرَبِ ثُمَّ يَجِيْءُ الْحَبَشَةُ فَيُخَرِّبُوْنَهُ خَرَابًا لَا يَعْمُرُ بَعْدَهُ أَبَدًا وَهُمُ الَّذِيْنَ يَسْتَخْرِجُوْنَ كَنْزَهُ (مسند ابوداؤد الطيالسي، ماروى سعيدبن سمعان عن أبي هريرةؓ، روایت نمبر۲۳۷۳ صفحہ ۳۱۲-۳۱۳) (مسند احمد بن حنبل، جزء۲ صفحہ ۲۹۱) یعنی رکن اور مقام کے درمیان ایک شخص کی بیعت کی جائے گی اور بیت اللہ والے پہلے لوگ ہوں گے جو اس کی بے حرمتی کریں گے اور اگر انہوں نے اس کی بے حرمتی کی تو عربوں کی ہلاکت کے متعلق مت پوچھو کہ وہ کتنی خطرناک ہوگی۔ پھر (اس کے ساتھ) اہلِ حبشہ آئیں گے اور وہ اسے برباد کریں گے اور اس کے بعد کبھی بھی اس کو آباد نہیں کریں گے اور وہ لوگ ہیں جو اس کے خزانے کو نکال لیں گے۔ نعیم بن حماد کی روایت میں ہے: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى أُصَيْلِعَ أُفَيْدِعَ أَفْحَجَ عَلَى ظَهْرِ الْكَعْبَةِ يَضْرِبُهَا بِالْكَرْزَنَةِ. (الفتن لنعيم بن حماد، خروج الحبشة، جزء۲ صفحہ ۶۷۱) گویا کہ میں ایک گنجے کو دیکھ رہا ہوں جو پھڈا ہے کہ وہ کعبہ کی چھت پر ہے اور اسے گرز سے گرا رہا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے الفاظ میں اسے یوں نقل کیا ہے: يُخَرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ وَيَسْلُبُهَا حِلْيَتَهَا وَيُجَرِّدُهَا مِنْ كِسْوَتِهَا وَلَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ أُصَيْلِعَ أُفَيْدِعَ يَضْرِبُ عَلَيْهَا بِمِسْحَاتِهِ وَمِعْوَلِهِ. (مسند احمد بن حنبل، جزء۲ صفحہ ۲۲۰) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھوٹی پنڈلیوں والا حبشی کعبہ کو برباد کرے گا اور اس کے زیورات لوٹے گا اور اس کا غلاف اُتار لے گا اور میں اسے ایسا دیکھتا ہوں کہ وہ گنجا ہے اور پھڈا ہے۔ اس پر اپنی کسّی اور کدال مار رہا ہے اور علامہ ابن جوزی نے حضرت حذیفہؓ کی ایک لمبی روایت جس میں تخریب مکہ و مدینہ و یمن کا ذکر ہے؛ بایں الفاظ نقل کی ہے: حَبَشِيٌّ أَفْحَجُ السَّاقَيْنِ أَزْرَقُ الْعَيْنَيْنِ أَفْطَسُ الْأَنْفِ كَبِيْرُ الْبَطْنِ. ابوعبید کی تصنیف کتاب الغریب میں حضرت علیؓ سے یوں مروی ہے: اسْتَكْثِرُوْا مِنَ الطَّوَافِ بِهٰذَا الْبَيْتِ قَبْلَ أَنْ يُّحَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ فَكَأَنِّي بِرَجُلٍ مِنَ الْحَبَشَةِ أَصْلَعَ وَأَصْمَعَ حَمْشِ السَّاقَيْنِ قَائِدٌ عَلَيْهَا وَهِيَ تُهْدَمُ. حاکم کی مرفوع روایت میں ہے: أَصْمَعُ وَأَفْدَعُ بِيَدِهِ مِعْوَلٌ يَهْدِمُهَا حَجَرًا

حَجَرًا.☆ ایسی اور بھی متعدد روایتیں ہیں جن میں سے ایک روایت حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: تَـخْـرُجُ الْحَبَشَةُ بَعْدَ نَزُوْلِ عِيسَى عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَيَبْعَثُ عِيسَى طَائِفَةً فَيُهْزَمُوْنَ. حلیمی نے بھی ذکر کیا ہے کہ یہ پیشگوئی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں پوری ہوگی اور شور برپا ہوگا کہ پنڈلیوں والے نے مکہ مکرمہ پر چڑھائی کی ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی طرف ایک دستہ فوج بھیجیں گے تو وہ شکست کھا جائیں گے۔ علامہ عینیؒ نے یہ روایتیں اپنی شرح میں نقل کی ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ۲۳۲-۲۳۳ زیر تشریح روایت نمبر۱۵۹۱)

میری رائے میں باب نمبر۴۹ میں ان مختلف روایتوں کے پیش نظر تخریب کعبہ سے متعلق اصل پیشگوئی کے الفاظ کی تصحیح اور ان روایتوں کی تغلیط کرنا مقصود ہے جن میں یہ ہے کہ خانہ کعبہ ہمیشہ کے لئے ویران کر دیا جائے گا۔ پھر وہ کبھی آباد نہ ہوگا۔ یہ قرآن مجید کی اس صریح پیشگوئی کے خلاف ہے جس کا ذکر باب ۴۶ و ۴۷ کے عناوین میں بحوالہ آیات کیا گیا ہے۔

أَفْحَج کے معانی پھڈا۔ أُصَيْلَع ٹیڑھی پنڈلیوں والا۔ أَقْرَع گنجا۔ اَفْطَس چپٹی ناک والا؛ جسے پنجابی میں پھینا کہتے ہیں۔ اَفْرَع، اُفَيْرِع ٹیڑھے جوڑوں والا؛ بےڈول۔ أَصْمَع چھوٹے کانوں والا۔ حَمْشُ السَّاقَيْنِ جس کی پنڈلیوں پر پھنسیوں کے داغ ہوں۔

بَاب ۵۰: مَا ذُكِرَ فِي الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ

حجر اسود کے متعلق جو کچھ ذکر کیا گیا ہے

۱۵۹۷: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ جَاءَ إِلَى الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ فَقَبَّلَهُ فَقَالَ إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ.

اطرافه: ۱۶۰۵، ۱۶۱۰۔

۱۵۹۷: محمد بن کثیر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے ابراہیم (نخعی) سے، ابراہیم نے عابس بن ربیعہ سے، عابس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ حجر اسود کے پاس آئے اور اس کو چوما اور کہا: میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہی ہے؛ نہ نقصان دے سکتا ہے نہ نفع اور اگر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے چومتے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے ہرگز نہ چومتا۔

☆ (مستدرک علی الصحیحین، کتاب المناسک، باب من اراد الحج فلیتعجل، جزء۱ صفحہ۴۴۸)

تشریح: **مَا ذُكِرَ فِي الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ:** یہ باب بھی درحقیقت اسی قسم کی تصحیح کے پیشِ نظر قائم کیا گیا ہے جس کا ذکر سابقہ باب کی شرح میں ابھی ہو چکا ہے۔ حجر اسود سے متعلق بہت سی روایتیں ہیں جو امام بخاری کے معیار پر صحیح نہیں اترتیں۔ مثلاً ان میں سے ایک روایت جو غریب ہے حجر اسود اور مقام ابراہیم کو دو ہیرے قرار دیا گیا ہے۔ جن کا نور اللہ تعالیٰ نے عمداً بجھا دیا ہے ورنہ مشرق و مغرب ان سے روشن ہو جاتے۔ (ترمذی، **کتاب الحج، باب ما جاء في فضل الحجر الأسود والركن والمقام**) اس روایت کا ایک راوی ابو یحییٰ ہے جو غیر معروف اور غیر معتبر ہے۔ اسی طرح حضرت ابن عباسؓ سے ایک روایت نقل کی گئی ہے کہ حجر اسود جنت سے نازل ہوا اور دودھ سے زیادہ سفید تھا مگر بنی آدم کے گناہوں نے اسے سیاہ کر دیا۔ (ترمذی، **کتاب الحج، باب ما جاء في فضل الحجر الأسود والركن والمقام**) یہ روایت بھی مشتبہ ہے اور ایک یہ روایت بھی ہے کہ حجر اسود کی زبان اور ہونٹ ہوں گے اور وہ گواہی دے گا کہ کس نے اسے چوما۔ (**صحیح ابن خزیمه، کتاب المناسک، باب ذکر صفة الحجر یوم القیامة، جزء۴ صفحہ۲۲۱**) تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری جزء۳ صفحہ۵۸۳۔

غرض اس قسم کی تمام غیر مستند روایتیں امام موصوفؒ نے ردّ کی ہیں اور روایت نمبر ۱۵۹۷ قبول کی ہے۔ مشرک اقوام عرب و عجم گھڑے ہوئے پتھروں کی پوجا کرتے تھے اور انہیں نفع و نقصان کا مالک سمجھتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان کے مشرکانہ خیال کا ردّ فرمایا ہے تا مسلمانوں میں سے ناواقف لوگوں کو اس پتھر کی نسبت کوئی غلط فہمی نہ ہو۔ عبادت میں حمد و تعریف، فروتنی، امید و بیم اور دعا ہوتی ہے اور ان باتوں میں سے کسی ایک بات کا بھی حجر اسود کے چومنے یا چھونے سے قطعاً کوئی تعلق نہیں اور نہ حجر اسود تقبیل (چومنے) اور استلام (چھونے) سے مخصوص ہے۔ بلکہ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رکن یمانی بھی چوما جاتا تھا۔ بعض صحابہ تو بیت اللہ کے چاروں رکن اور ہر حصہ کو چومنا جائز سمجھتے تھے۔ (روایت نمبر ۱۶۰۸) عنوان باب ۵۸ میں ہے کہ حجر اسود کا چومنا ضروری نہیں صرف ہاتھ سے چھونا کافی ہے۔ محبوب حقیقی کی طرف ہر شئے جو منسوب ہوتی ہے وہ محبان صادق کی نظر میں محبوب ہوتی ہے خواہ وہ اپنی ذات میں کتنی ہی بے حقیقت ہو (روایت نمبر ۱۶۰۵) عاشق اور محبّ اپنی محبت کا اظہار مختلف طریق سے کرتا ہے۔ چاہے وہ اپنی محبت کا اظہار چومنے سے کرے، چاہے چھونے سے۔ آستانہ بارگاہِ الٰہی جو اصل مقصود ہے، اس کی ایک ظاہری علامت بیت اللہ اور اس میں رکھا گیا حجر اسود ہے اور اس کو بوسہ دے کر یا چوم کر طواف شروع کیا جاتا ہے۔ گویا یہ بھی ان آداب میں ایک ادب ہے جس کا تعلق بیت اللہ سے ہے۔ **وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ.** (**الحج:۳۳**) [اور جو کوئی شعائر اللہ کو عظمت دے گا تو یقیناً یہ بات دلوں کے تقویٰ کی علامت ہے۔]

حجر اسود سے متعلق غیر مستند روایات کی بناء پر مخالفین اسلام کی طرف سے جو اعتراضات کئے گئے ہیں ان کا نہایت لطیف اور مدلل جواب چشمہ معرفت میں دیکھئے۔ (چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۹۹ تا ۱۰۱) نیز دیکھئے تشریح باب ۵۶، ۶۰۔

بَاب ٥١ : إِغْلَاقُ الْبَيْتِ وَيُصَلِّي فِي أَيِّ نَوَاحِي الْبَيْتِ شَاءَ

کعبہ کا (دروازہ اندر سے) بند کر دینا اور بیت اللہ کے جس کونے میں چاہے نماز پڑھے

١٥٩٨ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ قَالَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ هُوَ وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ فَأَغْلَقُوْا عَلَيْهِمْ {مِنْ دَاخِلٍ☆} فَلَمَّا فَتَحُوْا كُنْتُ أَوَّلَ مَنْ وَّلَجَ فَلَقِيْتُ بِلَالًا فَسَأَلْتُهُ هَلْ صَلَّى فِيْهِ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ بَيْنَ الْعَمُوْدَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ.

۱۵۹۸: قتیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے سالم سے، سالم نے اپنے باپ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اُسامہ بن زیدؓ، بلالؓ اور عثمانؓ بن طلحہ بیت اللہ میں داخل ہوئے۔ انہوں نے اپنے لیے {اندر سے دروازہ☆} بند کر دیا۔ جب انہوں نے دروازہ کھولا تو میں پہلے تھا جو اندر گیا اور میں بلالؓ سے ملا اور ان سے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ دو یمنی ستونوں کے درمیان۔

اطرافہ: ٣٩٧، ٤٦٨، ٥٠٤، ٥٠٥، ٥٠٦، ١١٦٧، ١٥٩٩، ٢٩٨٨، ٤٢٨٩، ٤٤٠٠۔

تشریح: **يُصَلِّي فِي اَيِّ نَوَاحِي الْبَيْتِ شَآءَ:** مذکورہ بالا عنوان ایک فقہی اختلاف مدنظر رکھ کر قائم کیا گیا ہے۔ قرآنِ مجید کے حکم فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (البقرة:۱۴۵) کے تحت نماز میں ضروری ہے کہ منہ بیت اللہ کی طرف ہو۔ اس پر سوال اٹھایا گیا ہے: آیا بیت اللہ کے اندر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کدھر منہ کرے اور اگر چاروں طرف منہ کر سکتا ہے تو دروازہ کی طرف منہ کرنے سے بیت اللہ کا کوئی حصہ سامنے نہ ہوگا بلکہ صرف خلا ہوگا۔ امام مالکؒ کے نزدیک تو بیت اللہ اور حطیم میں نماز نہ پڑھی جائے۔ نہ فرض، نہ طواف کی دو رکعتیں، نہ وتر اور نہ صبح کی دو سنتیں۔ البتہ نفل پڑھ سکتا ہے۔ اگر نماز فریضہ پڑھے تو اسے اسی طرح یہ نماز دوبارہ پڑھنی چاہیے جس طرح کہ وہ نماز دوبارہ پڑھی جاتی ہے جو غلطی سے قبلہ کے سوا کسی اَور طرف منہ کر کے پڑھی جائے۔ امام احمد بن حنبلؒ کی بھی یہی رائے ہے۔ امام شافعیؒ اور جمہور نے بیت اللہ کے اندر ہر طرف نماز پڑھنا جائز قرار دیا ہے۔ دروازہ کی طرف بھی منہ کر کے نماز پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ وہ بند ہو۔ (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ۲۴۲) اس آخری حصہ فتویٰ کو عنوان میں مصدر یہ

☆ ابوعوانہ کے نزدیک الفاظ "مِنْ دَاخِلٍ" بھی متن میں شامل ہیں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۵۸۶) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

رکھا ہے جس سے ظاہر ہے کہ امام بخاریؒ اس میں جمہور کے ساتھ متفق نہیں۔ اندر سے دروازہ لوگوں کے ازدحام سے بچنے اور خلوت کی غرض سے بند کیا گیا تھا جیسا کہ صلح حدیبیہ کے بعد جو عمرہ ہوا۔ اس میں بھی لوگوں کے ازدحام سے بچانے کے لئے آپؐ کو اوٹ کی گئی تھی۔ (روایت نمبر ۱۶۰۰) روایت نمبر ۱۶۰۱ کا واقعہ فتح مکہ کے زمانہ کا ہے۔ اس کی تصریح کتاب المغازی باب ۴۸ و ۵۰ میں دیکھئے۔

بَاب ٥٢ : اَلصَّلَاةُ فِي الْكَعْبَةِ

کعبہ میں نماز پڑھنا

١٥٩٩ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ إِذَا دَخَلَ الْكَعْبَةَ مَشَى قِبَلَ الْوَجْهِ حِيْنَ يَدْخُلُ وَيَجْعَلُ الْبَابَ قِبَلَ الظَّهْرِ يَمْشِي حَتَّى يَكُوْنَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِدَارِ الَّذِي قِبَلَ وَجْهِهِ قَرِيْبًا مِنْ ثَلَاثِ أَذْرُعٍ فَيُصَلِّي يَتَوَخَّى الْمَكَانَ الَّذِي أَخْبَرَهُ بِلَالٌ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِيْهِ وَلَيْسَ عَلَى أَحَدٍ بَأْسٌ أَنْ يُّصَلِّيَ فِي أَيِّ نَوَاحِي الْبَيْتِ شَاءَ.

۱۵۹۹: احمد بن محمد نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں بتایا، (کہا:) موسیٰ بن عقبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ وہ جب کعبہ میں داخل ہوتے تو داخل ہوتے وقت سیدھے چلے جاتے اور اپنی پیٹھ دروازے کے مقابل رکھتے۔ اتنا چلتے کہ آپؓ کے اور اس دیوار کے درمیان جو آپؓ کے منہ کے سامنے ہوتی تقریباً تین ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا تو آپؓ وہاں نماز کے لئے اس جگہ کا قصد کرتے جس سے متعلق حضرت بلالؓ نے انہیں بتایا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں نماز پڑھی ہے اور کسی پر کچھ قباحت نہیں کہ بیت اللہ کے جس کونے میں چاہے نماز پڑھے۔

اطرافه: ٣٩٧، ٤٦٨، ٥٠٤، ٥٠٥، ٥٠٦، ١١٦٧، ١٥٩٨، ٢٩٨٨، ٤٢٨٩، ٤٤٠٠۔

تشریح: **اَلصَّلَاةُ فِي الْكَعْبَةِ:** یہ باب بھی سابقہ مسئلہ کے ضمن میں ہی قائم کیا گیا ہے۔ روایت نمبر ۱۵۹۹ میں اس بات کی صراحت ہے کہ کعبہ کے اندر جدھر چاہے؛ نماز پڑھے؛ خواہ فریضہ ہو یا غیر فریضہ۔ محولہ بالا روایت میں دروازہ بند کرنے کا ذکر نہیں۔ بحالیکہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا غایت درجہ التزام رکھتے تھے۔

بَاب ۵۳: مَنْ لَّمْ يَدْخُلِ الْكَعْبَةَ

جو کعبہ میں داخل نہ ہو

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَحُجُّ كَثِيْرًا وَلَا يَدْخُلُ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اکثر حج کرتے اور اندر نہ جاتے۔

۱۶۰۰: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا خَالِدُ ابْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ وَمَعَهُ مَنْ يَّسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ أَدَخَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَعْبَةَ قَالَ لَا.

اطرافه: ۱۷۹۱، ۴۱۸۸، ۴۲۵۵.

۱۶۰۰: مسدد نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) خالد بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ اسماعیل بن ابی خالد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ سے روایت کی، کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کیا تو بیت اللہ کا طواف کیا اور مقامِ ابراہیم کے پیچھے دو رکعتیں پڑھیں اور آپؐ کے ساتھ وہ صحابہ بھی تھے جنہوں نے آپؐ کو لوگوں سے اوٹ میں کرلیا تھا۔ ایک شخص نے (حضرت ابن ابی اوفیٰؓ) سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے تھے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔

تشریح: مَنْ لَّمْ يَدْخُلِ الْكَعْبَةَ: یہ بھی سوال اٹھایا گیا ہے کہ آیا کعبہ کے اندر جانا اور اس میں دو رکعتیں پڑھنا مناسک حج میں سے ہے یا نہیں۔ بعض نے اسے مناسک حج میں شمار کیا ہے جو صحیح نہیں۔ کیونکہ فتح مکہ کے زمانہ میں حج کا کوئی موقع نہ تھا اور نہ آپؐ احرام باندھے ہوئے تھے۔ آپؐ کا اس میں داخل ہونا اور دو رکعتیں پڑھنا بطور شکرانہ تھا اور روایت نمبر ۱۶۰۰ میں مذکورہ واقعہ کا تعلق اس عمرہ سے ہے جو صلح حدیبیہ کے نتیجہ میں آپؐ نے دوسرے سال یعنی سات ہجری میں کیا تھا۔ اس وقت کعبہ میں ۳۶۰ بت تھے۔ اس لئے آپؐ اس میں داخل نہیں ہوئے اور مقامِ ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھی۔ مگر فتح مکہ کے روز وہ بت کعبہ سے نکال دیئے گئے پھر آپؐ اس میں داخل ہوئے۔ (روایت نمبر ۱۶۰۱)

يَحُجُّ كَثِيْرًا وَلَا يَدْخُلُ: عنوانِ باب میں حضرت ابن عمرؓ سے متعلق جو حوالہ نقل کیا گیا ہے وہ سفیان ثوریؒ نے اپنی جامع میں بروایت عبداللہ بن ولید علونی نقل کیا ہے۔ یہ روایت امام بخاریؒ کی گذشتہ باب میں نقل کردہ روایت نمبر ۱۵۹۹ کے بظاہر خلاف ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں: اَنَّهُ كَانَ اِذَا دَخَلَ الْكَعْبَةَ مَشَى... مگر یہ اختلاف دور ہو جاتا ہے اگر معنونہ حوالہ حج سے مخصوص سمجھا جائے اور ۱۵۹۹ کی روایت عام رکھی جائے۔ (عمدۃ القاری جزء ۹ صفحہ ۲۴۵، ۲۴۶) یعنی حج میں ضروری نہیں کہ بیت اللہ میں داخل ہو کر دو رکعتیں پڑھی جائیں البتہ مقامِ ابراہیم میں نماز پڑھنا مناسک حج میں سے ہے۔

بَاب ٥٤: مَنْ كَبَّرَ فِي نَوَاحِي الْكَعْبَةِ

جس نے کعبہ کے کونوں میں اللہ اکبر کہا

١٦٠١: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ أَبَى أَنْ يَّدْخُلَ الْبَيْتَ وَفِيْهِ الْآلِهَةُ فَأَمَرَ بِهَا فَأُخْرِجَتْ فَأَخْرَجُوْا صُوْرَةَ إِبْرَاهِيْمَ وَإِسْمَاعِيْلَ فِي أَيْدِيْهِمَا الْأَزْلَامُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاتَلَهُمُ اللهُ أَمَا وَاللهِ قَدْ عَلِمُوْا أَنَّهُمَا لَمْ يَسْتَقْسِمَا بِهَا قَطُّ فَدَخَلَ الْبَيْتَ فَكَبَّرَ فِي نَوَاحِيْهِ وَلَمْ يُصَلِّ فِيْهِ.

اطرافه: ۳۹۸، ۳۳۵۱، ۳۳۵۲، ٤٢٢٨۔

۱۶۰۱: ابومعمر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبدالوارث نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ایوب نے ہمیں بتایا، (کہا:) عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب (مکہ میں) آئے تو آپؐ نے بیت اللہ کے اندر جانے سے ایسی حالت میں انکار کیا کہ بت وہاں ہوں۔ آپؐ نے ان کے نکالنے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ نکالے گئے اور لوگوں نے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی مورتیں بھی نکالیں۔ ان کے ہاتھوں میں قرعہ ڈالنے کے تیر تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ ان مشرکوں کا ناس کرے۔ اللہ کی قسم! انہیں خوب معلوم ہے کہ وہ دونوں (یعنی ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ) ان تیروں کے ذریعہ سے کبھی تقسیم نہیں کرتے تھے۔ آپؐ بیت اللہ میں داخل ہوئے اور اس کے کونوں میں اللہ اکبر کہا اور اس میں نماز نہیں پڑھی۔

تشریح: **مَنْ كَبَّرَ فِي نَوَاحِي الْكَعْبَةِ:** روایت نمبر ۱۶۰۱ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ اس میں کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کا ذکر نہیں بلکہ اللہ اکبر کہنے کا ذکر ہے۔ حضرت ابن عباسؓ خود اس وقت موجود نہ تھے۔ مگر ان کی یہ روایت قبول کی گئی ہے۔ اس کی وجہ جیسا کہ امام ابن حجرؒ نے بیان کی ہے؛ یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے یہ روایت کبھی اپنے بھائی حضرت فضلؓ [1] سے اور کبھی حضرت اسامہؓ [2] سے نقل کی ہے۔ حضرت فضلؓ کی موجودگی کا پتہ ایک شاذ روایت سے چلتا ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۵۹۱) مگر حضرت اسامہؓ اس موقع پر یقیناً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے (روایت نمبر۱۵۹۸) تکبیر سے متعلق ان کی روایت اسی طرح ہے جس طرح کہ حضرت بلالؓ کی روایت نماز پڑھنے سے متعلق۔ اس لئے دونوں روایتیں قبول کی گئی ہیں۔ باب ۵۳و۵۴ دونوں کو مَنْ سے قائم کر کے مسئلہ کی صورت واضح کی گئی ہے۔ یعنی دونوں باتیں مناسک حج میں سے نہیں ہیں۔

---

[1] (مسند احمد بن حنبل، مسند بنی هاشم، مسند الفضل بن عباس، جزء۱ صفحہ۲۱۰)

[2] (مسلم، كتاب الحج، باب استحباب دخول الكعبة للحاج وغيره والصلاة فيها)

بَاب ۵۵ : كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الرَّمَلِ

رمل کی ابتداء کیسے ہوئی

١٦٠٢ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ هُوَ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ فَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ إِنَّهُ يَقْدَمُ عَلَيْكُمْ وَقَدْ وَهَنَهُمْ حُمَّى يَثْرِبَ فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّرْمُلُوْا الْأَشْوَاطَ الثَّلَاثَةَ وَأَنْ يَّمْشُوْا بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ وَلَمْ يَمْنَعْهُ أَنْ يَّأْمُرَهُمْ أَنْ يَّرْمُلُوا الْأَشْوَاطَ كُلَّهَا إِلَّا الْإِبْقَاءُ عَلَيْهِمْ.

اطرافه: ٤٢٥٦.

۱۶۰۲: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) حماد بن زید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب سے، ایوب نے سعید بن جبیر سے، سعید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ (مکہ میں) آئے تو مشرک کہنے لگے: تمہارے پاس ایسے لوگ آرہے ہیں جن کو مدینہ کے بخار نے بودا (کمزور) کردیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ وہ طواف کے تین پھیرے سینہ اُبھار کر فوجی چال سے چلیں اور دو (یمانی) رکنوں کے درمیان حسب معمول۔ اور آپؐ نے انہیں سارے پھیرے فوجی چال سے چلنے کے لئے اس وجہ سے حکم نہیں دیا کہ انہیں سہولت رہے۔

تشریح: كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الرَّمَلِ: رَمَل کے معنی سینہ ابھار کر ہاتھ اور کندھے باری باری ہلاتے ہوئے تیز چلنا۔ جیسے فوجی پریڈ میں چلتے ہیں۔ شَـوط کے معنی وہ فاصلہ جہاں تک دوڑنا مقصود ہو اس کی آخری حدّ کو بھی شوط کہتے ہیں اور اس دوڑ کو بھی۔ یہاں طواف مراد ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۵۹۲، ۵۹۳) (لسان العرب، شوط)

حج میں بیت اللہ کے سات پھیرے ہوتے ہیں۔ تین تیز گام چلے جائیں اور چار معمولی چال سے۔ صلح حدیبیہ کے بعد جو عمرہ کیا گیا تھا اسے عمرہ قضا کہتے ہیں۔ صحابہ کو لاغر اندام دیکھ کر کفارِ مکہ کی طرف سے طعنہ دیا گیا تو آپؐ نے موقع محل کے تقاضا سے تیز گام چلنے کا ارشاد فرمایا۔ بعد میں یہ فعل بلاضرورت سمجھا گیا۔ اس لئے ایسا چلنے یا نہ چلنے کے متعلق اختلاف ہوا ہے۔ اگلا باب اسی اختلاف کو مدنظر رکھ کر باندھا گیا ہے۔

بَاب ٥٦: اِسْتِلَامُ الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ حِيْنَ يَقْدَمُ مَكَّةَ أَوَّلَ مَا يَطُوْفُ وَيَرْمُلُ ثَلَاثًا

جب مکہ میں آئے تو طواف کرنے سے پہلے حجر اسود کو چھونا اور تین پھیرے فوجی انداز سے چلے

١٦٠٣: حَدَّثَنَا أَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ يَقْدَمُ مَكَّةَ إِذَا اسْتَلَمَ الرُّكْنَ الْأَسْوَدَ أَوَّلَ مَا يَطُوْفُ يَخُبُّ ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ مِنَ السَّبْعِ.

۱۶۰۳: اصبغ بن فرج نے ہم سے بیان کیا، (کہا: عبداللہ) بن وہب نے مجھے بتایا۔ انہوں نے یونس سے، یونس نے ابن شہاب (زہری) سے، زہری نے سالم سے، سالم نے اپنے باپ (حضرت عبداللہ بن عمر) رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ جب آپؐ مکہ میں آتے تو طواف شروع کرنے سے پہلے حجر اسود کو چھوتے۔ سات پھیروں میں سے تین پھیرے فوجی چال سے چل کر طے کرتے۔

اطرافه: ١٦٠٤، ١٦١٦، ١٦١٧، ١٦٤٤۔

تشریح: اسْتِلَامُ الْحَجَرِ...... وَيَرْمُلُ ثَلَاثًا: اس باب میں دو عنوان ہیں۔ ایک مصدر یہ رکھا گیا ہے۔ اس وجہ سے کہ حجر اسود کو چومنا یا چھونا دونوں جائز ہیں۔ لیکن دوسرے عنوان سے ظاہر ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک پہلے تین پھیرے فوجی چال سے چلنا واجب العمل سنت ہے۔ حجر اسود چومنے سے متعلق حضرت عمرؓ کا قول روایت نمبر ۱۵۹۷ میں گزر چکا ہے۔ اس قول سے ظاہر ہے کہ اس چومنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا عاشقانہ جذبہ ملحوظ رکھا گیا ہے اور یہی جذبہ رمل کے اختیار کرنے میں بھی پیش نظر رہنا چاہیے۔ اسلام نے دو قسم کی عبادتیں مقرر کی ہیں۔ ایک وہ جس میں اطاعت و ادب کا پہلو غالب ہے اور اس کا ہر رکن اپنے ساتھ کوئی نہ کوئی معقول وجہ رکھتا ہے۔ جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ۔ اور دوسری قسم عبادت کی وہ ہے کہ جس میں اطاعت کے ساتھ عاشقانہ جذبہ غالب ہے۔ حج کے جتنے ارکان ہیں؛ ان میں اکثر یہی جذبۂ محبت و عشق کام کرتا ہے۔ مجنونِ لیلیٰ نے عشق کے دستور کو اپنے ایک شعر میں نہایت عمدگی سے واضح کیا ہے۔ کہتا ہے:-

أَمُرُّ عَلَى الدِّيَارِ دِيَارِ لَيْلَى   أُقَبِّلُ ذَا الْجِدَارَ وَذَا الْجِدَارَا
وَمَا حُبُّ الدِّيَارِ شَغَفْنَ قَلْبِيْ   وَلَكِنْ حُبُّ مَنْ سَكَنَ الدِّيَارَا

(المحاضرات في الأدب واللغة، اسم المؤلف ونسبه، تتمة أخرى في أحكام التسمية)

یعنی لیلیٰ کے گھروں سے گزرتا ہوں۔ کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں اور کبھی اس دیوار کو۔ (شاید لیلیٰ کا سایہ یہاں پڑا ہو یا وہاں)

ان گھروں کی محبت نے میرے دل کو چھلنی نہیں کیا بلکہ مکین کی محبت نے۔ یہی وہ جذبہ عشق ہے جس نے حضرت عمرؓ کی زبان سے یہ فقرہ نکلوایا: اِنّی اَعْلَمُ اَنَّکَ حَجَرٌ لا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَو لا اَنّی رَأَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ یُقَبِّلُکَ مَا قَبَّلْتُکَ (روایت نمبر ۱۵۹۷) یہ صحیح نہیں کہ اس چومنے میں شرک کا شائبہ پایا جاتا ہے۔ روزانہ والدین اپنے بچوں کو جذبہ محبت سے چومتے ہیں مگر ان کا چومنا شرک نہیں۔ حضرت عمرؓ نے مذکورہ بالا فقرہ سے احتمالِ شرک دور کیا ہے اور اس عاشقانہ جذبہ کی طرف توجہ دلائی ہے جو اس فعل کا اصل باعث ہے۔ عاشق صادق کی نظر میں اس سے بڑھ کر اور کوئی معقول وجہ نہیں کہ اس کا تعلق کسی نہ کسی طرح اس کے معشوق کے ساتھ ہو۔ اسے اور کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔

امام بخاریؒ نے ایک ہی باب میں حجر اسود کو چومنے اور فوجی چال سے دوڑنے کے معنوں کو جمع کر کے ان کی ایک ہی ماہیت کی طرف توجہ منعطف کی ہے اور اس طرح ان فقہاء (طاؤس، عطاء اور حسن بصری وغیرہ) کو جواب دیا ہے جو رمل کو سنت نہیں سمجھتے۔ ائمہ اربعہؒ نے اسے سنت قرار دیا ہے۔ (عمدۃ القاری، شرح باب ۵۵، جزء ۹ صفحہ ۲۴۹) (بدایۃ المجتھد، کتاب الحج، القول فی الطواف بالبیت) اگلے باب میں امام موصوفؒ نے فریق اول کو ایک اور جواب دیا ہے کہ اگر رمل وقتی بات تھی تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں رمل کیوں کیا۔ (دیکھئے روایت نمبر ۱۶۰۴)

بَاب ٥٧: اَلرَّمَلُ فِي الْحَجِّ وَ الْعُمْرَةِ

حج اور عمرہ میں فوجی انداز سے چلنا

١٦٠٤: حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ سَعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَشْوَاطٍ وَمَشَى أَرْبَعَةً فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ. تَابَعَهُ اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي كَثِيْرُ بْنُ فَرْقَدٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۱۶۰۴: محمد (بن سلام) نے مجھ سے بیان کیا، (کہا:) سُرَیج بن نعمان نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) فلیح نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حج اور عمرہ میں تین پھیرے دوڑ کر چلے اور چار پھیرے معمولی چال سے۔ سریج کی طرح لیث نے بھی یہی بات روایت کی، کہا: کثیر بن فرقد نے مجھے بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، حضرت ابن عمرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔

اطرافه: ١٦٠٣، ١٦١٦، ١٦١٧، ١٦٤٤.

١٦٠٥: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لِلرُّكْنِ أَمَا وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَلَمَكَ مَا اسْتَلَمْتُكَ فَاسْتَلَمَهُ ثُمَّ قَالَ فَمَا لَنَا وَلِلرَّمَلِ إِنَّمَا كُنَّا رَاءَيْنَا بِهِ الْمُشْرِكِيْنَ وَقَدْ أَهْلَكَهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ شَيْءٌ صَنَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا نُحِبُّ أَنْ نَتْرُكَهُ.

اطرافه: ١٥٩٧، ١٦١٠۔

۱۶۰۵: سعید بن ابی مریم نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) محمد بن جعفر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: زید بن اسلم نے مجھے بتایا اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے (دورانِ طواف) حجرِ اسود کو مخاطب کر کے کہا: اللہ کی قسم! میں تو جانتا ہوں کہ تُو تو ایک پتھر ہے۔ نہ نقصان دے سکتا ہے اور نہ نفع اور اگر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا ہوتا کہ آپؐ نے تجھے بوسہ دیا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔ یہ کہہ کر انہوں نے اسے چوما۔ پھر اس کے بعد کہا: اب ہمیں (طواف میں) فوجی انداز سے چلنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم نے تو یہ مشرکوں کو دکھانا تھا۔ اب تو اللہ تعالیٰ نے ان کو تباہ کر دیا ہے۔ پھر کہنے لگے: وہ بات جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی، ہمیں پسند نہیں کہ ہم اسے چھوڑ دیں۔

١٦٠٦: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ مَا تَرَكْتُ اسْتِلَامَ هٰذَيْنِ الرُّكْنَيْنِ فِي شِدَّةٍ وَلَا رَخَاءٍ مُنْذُ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُمَا قُلْتُ لِنَافِعٍ أَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَمْشِي بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ قَالَ إِنَّمَا كَانَ يَمْشِي لِيَكُوْنَ أَيْسَرَ لِاسْتِلَامِهِ.

اطرافه: ١٦١١۔

۱۶۰۶: مسدد نے ہم سے بیان کیا۔ یحيٰ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبیداللہ (عمری) سے، عبیداللہ نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ میں نے حجرِ اسود اور رکنِ یمانی کا چومنا نہ تکلیف میں چھوڑا اور نہ آرام میں؛ جب سے کہ میں نے نبی ﷺ کو ان دونوں کو چومتے دیکھا۔ (عبیداللہ نے کہا:) میں نے نافع سے پوچھا: کیا حضرت ابن عمرؓ دونوں یمانی رکنوں کے درمیان حسبِ معمول چلتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: صرف اس لئے معمولی چال چلتے تھے کہ اس کے چومنے میں آسانی ہو۔

تشریح: **اَلرَّمَلُ فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ:** اس باب میں تین روایتیں ہیں۔پہلی روایت حضرت ابن عمرؓ کی ہے جوموقوف ہے۔مگرلیث کی سند کا حوالہ دے کر اسے موصول ثابت کیا ہے۔نسائیؒ اور بیہقیؒ نے لیثؒ کی یہ روایت نقل کی ہے۔اس میں یہ الفاظ ہیں: اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يَخُبُّ فِي طَوَافِهِ حِيْنَ يَقْدَمُ فِي حَجٍّ اَوْ عُمْرَةٍ ثَلَاثًا وَيَمْشِيْ أَرْبَعًا قَالَ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَفْعَلُ ذٰلِكَ. (نسائی، کتاب مناسک الحج، باب الرمل فی الحج والعمرة) (سنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الحج، باب الرمل فی الطواف فی الحج والعمرة، روایت نمبر۹۰۵۳، جزء۵صفحہ۸۱) یعنی حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے طواف میں تین باردوڑتے اور چار بار عام چال سے چلتے۔انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے۔یہی مضمون تیسری روایت میں جو مسدد سے منقول ہے دہرایا گیا ہے۔اس کی صحت واضح ہے۔دوسری روایت جوحضرت عمرؓ سے متعلق مروی ہے،اس سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔یعنی یہ کہ رمل کی ضرورت تونہیں معلوم ہوتی مگر (شَيْءٌ صَنَعَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَلَا نُحِبُّ اَنْ نَتْرُكَهُ) محبت کا یہ تقاضانہیں کہ جو بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہو؛ اسے ہم چھوڑ دیں۔حج کے تمام ارکان درحقیقت جذباتِ محبت وعشق کے مظاہرات ہیں۔احرام اور تلبیہ کے بعد مکہ مکرمہ میں پہنچ کرارکان حج شروع کرنے سے قبل حجراسود کو چوما یا چھوا جاتا ہے، بیت اللہ کا طواف کیا جاتا ہے۔یہ سب ظاہری علامتیں ہیں۔حجراسود بِن گھڑا ایک سیاہ پتھر ہے جو پونے تین ہاتھ زمین سے اونچا ہے اور بیت اللہ کے دروازے سے قریب مشرقی کونے کی بنیاد میں پیوست کیا ہوا ہے۔ تورات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد نے جہاں بھی خارق عادت ربانی تجلی مشاہدہ کی، وہیں انہوں نے بن گھڑے پتھر نصب کرکے خداوند کے لئے ایک نشان قائم کردیا تھا۔(پیدائش باب۱۲ آیت ۷،۸،۹،باب۱۳ آیت۱۸،باب۳۵ آیت۱۵،یشوع باب۴ آیت۷) وادی مکہ میں واقع بیت اللہ میں بھی ایک پتھر ہے جسے اہل عرب کی روایات حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب کرتی ہیں۔حضرت مسیح علیہ السلام یوروشلم کی تباہی اور آسمانی بادشاہت کے بنی اسرائیل سے چھینا جانے اور ایک دوسری قوم کو اس کے دیئے جانے کی پیشگوئی میں ایک پتھر کا ذکر فرماتے ہیں کہ معماروں نے اسے ردّ کیا تھا مگر وہی کونے کا پتھر ٹھہرا۔جس پر وہ گرے گا اسے چکنا چور کردے گا اور جو اس پر گرا وہ چکنا چور ہوگا۔(متی باب۲۱ آیت ۳۳ تا ۴۲) یہ کونے کا پتھر جسے معماروں نے ردی شئے سمجھا تھا وہی پتھر ہے جو وادئ مکہ میں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے مبارک ہاتھوں سے بیت اللہ کے لئے کونے کا پتھر بنا۔ اسے حسب معمول خداوند کے عہد کی یادگار کے طور پر وہاں رکھا گیا۔یہود فن استعمار وتعمیر میں ید طولیٰ رکھتے تھے اور عربوں کو ایک حقیر قوم سمجھتے۔حضرت مسیح علیہ السلام نے محولہ بالا پیشگوئی کی تشریح کے ضمن میں اس کونے کے پتھر سے متعلق حضرت داؤد علیہ السلام کی پیشگوئی کا حوالہ دیا ہے۔(زبور-باب ۱۱۸،آیت۲۲) اس پیشگوئی میں خداوند کے نام پر آنے والے مبارک شخص کی خوشخبری دی گئی ہے اور اس کا آنا خارق عادت اور عجیب قرار دیا گیا ہے۔حضرت مسیح علیہ السلام نے اسی داؤدی پیشگوئی کا حوالہ دے کر اسے واضح فرمایا ہے۔چنانچہ بنی اسرائیل سے آسمانی بادشاہت چھینا جانا اور دوسری قوم کو اس

کا وارث بنایا جانا۔ یہ دونوں باتیں واقعہ میں ظہور ہو کر ردّ کردہ کونے والے پتھر کی ماہیت از خود ظاہر کر رہی ہیں کہ وہ کونے کا پتھر کیسا مبارک تھا اور کس طرح آسمانی بادشاہت میں ہمیشہ ہمیش کے لئے بطور علامت ٹھہرا۔ حضرت دانیال علیہ السلام کی پیشگوئی مندرجہ باب ۲ آیت ۴۴، ۴۵ میں بھی اس خارق عادت پتھر کی وضاحت کی گئی ہے کہ وہ پہاڑ سے ہاتھوں کے بغیر کاٹا گیا اور وہ تمام دنیاوی مملکتوں کو پیس ڈالے گا اور اس سے ایک ابدی بادشاہت کی بنیاد قائم ہوگی۔ حضرت یسعیاہ علیہ السلام نے اس کونے کے پتھر کو ابتلاء اور آزمائش کا پتھر قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل نے اپنا عہد و میثاق توڑ ڈالا اور ان کو سزا دی جائے گی۔ ایک پتھر بنیاد کے لئے رکھا جائے گا۔ آزمودہ پتھر محکم بنیاد کے لئے کونے کے سرے کا پتھر جو اس پر ایمان لائے گا قائم رہے گا اور بنی اسرائیل کا عہد منسوخ ہو جائے گا۔ (یسعیاہ باب ۲۸ آیت ۱۶ تا ۱۸) اور پھر اپنی ایک دوسری پیشگوئی میں قیدار کی سرزمین کو اس عظیم الشان انقلاب کے لئے مخصوص فرمایا ہے۔ (یسعیاہ باب ۲۱ آیت ۱۱ تا ۱۷ باب ۶۰ آیت ۶، ۷) اور بے کس ہاجرہ کی اولاد کو بانجھ قرار دیتے ہوئے ان کو جننے اور ابدی عہد اور امتوں کا پیشوا اور فرمانروا بنائے جانے کی بشارت دی ہے اور اس میں حضرت داؤد علیہ السلام کی پیشگوئی کا بھی حوالہ دیا گیا ہے۔ (زبور باب ۱۱۸ آیت ۲۲) کونے کے پتھر سے وابستہ عظیم الشان پیشگوئی کو حضرت حجی نبی علیہ السلام نے اور زیادہ واضح کیا ہے۔ وادیٔ مکہ سے پیدا ہونے والے نبی کو سب قوموں کا ممدوث (محمد) قرار دیا ہے اور فرماتے ہیں کہ اس کے آنے پر سب قومیں ہلائی جائیں گی۔ زمین و آسمان میں انقلاب واقع ہوگا اور بیت اللہ بزرگی سے بھر دیا جائے گا۔ اس آخری گھر کی بزرگی پہلے گھر کی بزرگی سے بہت بڑی ہوگی۔ (بائبل- حجی باب ۲ آیت ۹) اور اس جگہ کو سلامتی دی جائے گی۔

غرض حضرت مسیح علیہ السلام کی پیشگوئی کا سلسلہ لمبا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ انبیاء کی ہم معنی پیشگوئیاں پیہم و پیوستہ ہیں۔ سو وہ مہتم بالشان پیشگوئی ہے جو ایک زاویہ کے پتھر حجر اسود اور سلامتی و بزرگی کے آخری گھر سے وابستہ ہے۔ جس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں سے قائم ہوئی اور پھر تکمیل سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں سے ہوئی۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی **فَكُنْتُ أَنَا تِلْكَ اللَّبِنَةَ** فرماتے ہوئے اپنے آپ کو اسی کونے کے پتھر کا مصداق ٹھہرایا ہے۔ (**بخاری، کتاب المناقب، باب خاتم النبیینؐ،** روایت نمبر ۳۵۳۵) (**مسلم، کتاب الفضائل، باب ذکر کونہ ﷺ خاتم النبیین**) اس عظیم الشان عہد خداوندی کے نشان کی عظمت کی وجہ سے اس کو عزت و اکرام کی نظر سے دیکھا اور بوسہ دیا جاتا ہے۔ تجلیاتِ الٰہیہ کا یہ ایک ایسا حیرت انگیز نشان ہے جسے زمانہ نہیں مٹا سکتا۔ اس کے پس پردہ خدائے قدوس کی اپنے ایک بندہ سے راز و نیاز اور گفت و شنید، حضرت ابراہیمؑ کی صحرا نوردی، آپؑ کے تکمیل مقاصد میں بیوی بیٹے کی پوری موافقت اور حضرت ہاجرہ کی ہجرت اور کوہ پیمائی کی عجیب و غریب داستان کا کرشمہ پنہاں و کارفرما ہے جو غور کرنے والوں کے ایمان کو تازہ کرتا ہے۔ اس ضمن میں تشریح باب ۴۰-۴۲ و ۶۰ بھی ملاحظہ ہو۔

بَاب ۵۸: اِسْتِلَامُ الرُّكْنِ بِالْمِحْجَنِ

حجر اسود کو چھڑی سے چھونا

۱۶۰۷: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ وَيَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلَى بَعِيرٍ يَسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمِحْجَنٍ. تَابَعَهُ الدَّرَاوَرْدِيُّ عَنِ ابْنِ أَخِي الزُّهْرِيِّ عَنْ عَمِّهِ.

۱۶۰۷: احمد بن صالح اور یحیٰی بن سلیمان نے ہم سے بیان کیا۔ ان دونوں نے کہا: (عبداللہ) بن وہب نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: یونس نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عبیداللہ بن عبداللہ سے، عبیداللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے حجۃ الوداع میں (اپنے) اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا۔ آپؐ حجر اسود کو ایک چھڑی کے ذریعہ سے چھوتے۔ یونس کی طرح (عبدالعزیز) دراوردی نے بھی یہ بات کہی۔ انہوں نے زہری کے بھتیجے سے روایت کی۔ انہوں نے اپنے چچا سے۔

اطرافه: ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۳۲، ۵۲۹۳۔

تشریح: اِسْتِلَامُ الرُّكْنِ بِالْمِحْجَنِ: جس واقعہ کی بنا پر باب ۵۸ قائم کیا گیا ہے وہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری کی حالت میں بیت اللہ کا طواف کرتے وقت حجر اسود کو چھڑی سے چھوا۔ ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بیمار تھے۔ طواف کرنے کے بعد اونٹنی کو بٹھایا اور دو رکعتیں ادا کیں۔ (ابو داؤد، کتاب المناسک، باب الطواف الواجب) اس بناء پر امام مالکؒ وامام ابوحنیفہؒ کی رائے میں بوجہ عذر اگر سواری پر طواف کیا جائے تو یہ جائز ہوگا ورنہ نہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ۲۵۳) بعض روایتوں میں آتا ہے کہ حجۃ الوداع میں کثرتِ ازدحام کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سوار ہونا پڑا۔ تا آپؐ کو شائقینِ دیدار دیکھ سکیں اور آپؐ کو ہجوم کے ریلے سے تکلیف نہ پہنچے۔ (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ۲۵۳) جمہور کا مذہب حجر اسود کے بارے میں یہ ہے کہ اسے ہاتھ سے چھو کر ہاتھ کو بوسہ دیا جائے اور اگر ہاتھ سے نہ چھو سکے تو چھڑی کو چھو کر اس چھڑی کو بوسہ دیا جائے۔ اور اگر یہ بھی نہ کر سکے تو اشارہ ہی کافی ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۵۹۷) امام مالکؒ نے جمہور کے مذہب سے اتفاق نہیں کیا۔ ان کے نزدیک ہاتھ وغیرہ کو بوسہ دینے کی ضرورت نہیں۔ اگر حجرِ اسود کو بوسہ نہ دے سکے تو ہاتھ وغیرہ سے اشارہ کرنا ہی کافی ہے۔ اگر یہ بھی نہ کرے تو کوئی حرج نہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ۲۵۳) (فتح الباری جزء۳ صفحہ۵۹۷) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حجرِ اسود کو چھڑی سے چھونا بتاتا ہے کہ چومنا فرض نہیں بلکہ سنت ہے۔ دیکھئے تشریح باب ۵۶۔

لفظ اِستِلام کے معنی بھی مطلق چھونا ہے۔ دیکھئے تشریح باب ۶۰۔

تَابَعَهُ الدَّرَاوَرْدِيُّ : روایت کے آخر میں جس متابعت کا حوالہ دیا گیا ہے اس میں فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلَى بَعِيرٍ کے الفاظ نہیں باقی الفاظ ہیں۔ اسی واقعہ کی بعض دیگر روایات مثلاً لیثؒ وغیرہ کی روایت میں عبیداللہ راوی کا ذکر نہیں بلکہ ابن شہابؒ کے بعد عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ہے۔ اس اختلاف کے پیش نظر عبدالعزیز دراوردیؒ کی روایت کا بھی حوالہ دیا گیا ہے۔ جس میں عبیداللہ کے واسطے کا ذکر موجود ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۵۹۶)

بَاب ۵۹: مَنْ لَّمْ يَسْتَلِمْ إِلَّا الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ

جس نے صرف دو یمانی رکنوں کو ہی چھوا

۱۶۰۸: وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنْ أَبِي الشَّعْثَاءِ أَنَّهُ قَالَ وَمَنْ يَتَّقِي شَيْئًا مِّنَ الْبَيْتِ وَكَانَ مُعَاوِيَةُ يَسْتَلِمُ الْأَرْكَانَ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا إِنَّهُ لَا يُسْتَلَمُ☆ هَذَانِ الرُّكْنَانِ فَقَالَ لَيْسَ شَيْءٌ مِّنَ الْبَيْتِ مَهْجُورًا وَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَسْتَلِمُهُنَّ كُلَّهُنَّ.

۱۶۰۸: اور محمد بن بکر نے کہا: ہمیں ابن جریج نے بتایا کہ عمرو بن دینار نے ابوشعثاء سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا۔ انہوں نے کہا: کعبہ کی کسی چیز سے کون پرہیز کرتا ہے۔ (سب چیزیں قابل بوسہ ہیں) اور معاویہؓ (چاروں) ستونوں کو چومتے تھے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا: ہم☆ ان دو ستونوں (یعنی شامی اور عراقی) کو نہیں چوما کرتے تو معاویہؓ نے (ان سے) کہا: بیت اللہ کی کوئی ایسی چیز نہیں جو چھوڑی جائے۔ اور حضرت (عبداللہ) بن زبیر رضی اللہ عنہما سبھی کو چومتے تھے۔

۱۶۰۹: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمْ أَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۶۰۹: ابوالولید (طیالسی) نے ہم سے بیان کیا کہ لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے سالم بن عبداللہ سے، سالم نے اپنے باپ (حضرت عبداللہ بن عمر) رضی اللہ عنہما سے

☆ الفاظ "لَا يُسْتَلَمُ هَذَانِ الرُّكْنَانِ" کی بجائے فتح الباری مطبوعہ انصاریہ میں الفاظ "لَا نَسْتَلِمُ هَذَيْنِ الرُّكْنَيْنِ" ہیں۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ۵۹۷) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

يَسْتَلِمُ مِنَ الْبَيْتِ إِلَّا الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ.

روایت کی۔انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ آپؐ بیت اللہ میں سوا دو یمنی ستونوں کے کسی اور کو بھی چومتے ہوں۔

اطرافه: ١٦٦، ١٥١٤، ١٥٥٢، ٢٨٦٥، ٥٨٥١.

تشریح: **مَنْ لَّمْ يَسْتَلِمْ اِلَّا الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ**: بیت اللہ کے جنوبی کونوں کو اس وجہ سے رکن یمانی کہتے ہیں کہ یمن مکہ مکرمہ کے جنوب میں واقعہ ہے اور شمالی کونوں کو رکن شامی۔شام مکہ مکرمہ کے شمال میں واقع ہے۔جنوب مشرقی زاویہ میں حجرِ اسود باہر کی طرف دیوار میں پیوست ہے۔اس لئے اس زاویہ کو رکن اسود بھی کہتے ہیں۔دونوں رکن یمانی ابراہیمی بنیاد پر واقع ہیں مگر رکن شامی اصل بنیاد سے ہٹ کر بنائے گئے تھے۔جس سے بیت اللہ کے جانب شمال کچھ جگہ بچ رہی ہے۔اس حصہ کو حطیم کہتے ہیں۔طوافِ بیت اللہ میں حطیم شامل کرلیا جاتا ہے اور دورانِ طواف یمانی رکنوں کے قریب گزرتے ہوئے یمانی دو رکن چھوئے جاتے ہیں مگر شامی رکن اصل بنیاد پر نہ ہونے کی وجہ سے نہیں چھوئے جاتے۔روایت نمبر ۱۶۰۸ سے ظاہر ہے کہ معاویہ اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے شامی رکنوں کو بھی چھوا۔حضرت ابن زبیرؓ نے بیت اللہ کو گرا کر اسے اصل بنیاوں پر قائم کیا تھا۔(روایت نمبر ۱۵۸۶) اس لئے ان کے چھونے سے متعلق تو توجیہہ ہوسکتی ہے مگر معاویہؓ کے فعل سے بظاہر کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی سوا اس کے کہ یہ ان کا اجتہاد سمجھا جائے۔جن فقہاء نے چاروں رکنوں کو چھونے کی نسبت فتویٰ دیا ہے وہ حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں۔ان کا قول ہے: كُنَّا نَرَى اِذَا طُفْنَا اَنْ نَّسْتَلِمَ الْاَرْكَانَ كُلَّهَا. (بداية المجتهد، كتاب الحج، القول فى الطواف بالبيت والكلام فى صفته) ہم یہی سمجھتے تھے کہ طواف کے وقت تمام ارکان کا استلام کریں۔مگر یہ قول حجت نہیں ہوسکتا۔روایت میں ان کے سابقہ خیال اور عمل کا ذکر کیا گیا ہے۔تقبیل واستلام اور طواف میں جو امور ضروری ہیں وہ ذکرِ الٰہی اور دعائیں ہیں۔(الحج:۳۵ تا ۳۸) ورنہ یہ امور صرف ظاہری علامتیں ہیں۔اظہارِ محبت وعشق کی یہ اصلی روح ہے ارکانِ حج وعمرہ میں۔(اس تعلق میں دیکھئے کتاب الحج تشریح باب۴)

اس باب میں پہلے تین حوالے منقول ہیں۔(زیر روایت نمبر ۱۶۰۸) پہلا حوالہ جابر بن زید ابوالشعثاء کا ہے: وَمَنْ يَّتَّقِىْ شَيْئًا مِّنَ الْبَيْتِ؟ یہ استفہامِ انکاری ہے۔یعنی بیت اللہ کے کسی حصے کو چومنے سے کوئی پرہیز نہیں کرے گا۔دوسرا حوالہ امام احمد بن حنبلؒ [۱] نے بھی موصولاً بجائے ابوالشعثاء کے ابوطفیل سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عباسؓ اور معاویہؓ کے ساتھ حج کیا تو معاویہؓ شامی رکنوں کو بھی چومتے تھے۔حضرت ابن عباسؓ نے ان سے کہا کہ انہیں نہیں چھوا جاتا۔تیسرا حوالہ ابن ابی شیبہ [۲] نے عباد بن عبداللہ بن زبیر سے اور امام مالکؒ [۳] نے عروہ بن زبیر سے نقل کیا ہے کہ وہ جب

[۱] (مسند احمد بن حنبل، مسند بنی هاشم، مسند ابن عباس، جزء اول صفحه ۳۳۲)

[۲] (مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الحج، باب فیما یسم من الأرکان، روایت نمبر ۱۴۹۹۵)

[۳] (مؤطا امام مالک، کتاب الحج، باب الاستلام فی الطواف)

بیت اللہ کا طواف کرتے تو تمام رکنوں کو چھوتے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۵۹۷، ۵۹۸) (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ ۲۵۴) ان حوالوں کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت نقل کی گئی ہے جس سے عنوانِ باب از خود واضح ہو جاتا ہے۔ یعنی جس نے رکن یمانی کے سوا کسی اور رکن کو نہ چھوا؛ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی۔ (اس تعلق میں روایت ۱۵۸۳ بھی دیکھئے)

بَاب ٦٠: تَقْبِيْلُ الْحَجَرِ

حجرِ اسود کو چومنا

١٦١٠: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ أَخْبَرَنَا وَرْقَاءُ أَخْبَرَنَا زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَبَّلَ الْحَجَرَ وَقَالَ لَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَكَ مَا قَبَّلْتُكَ.

اطرافه: ١٥٩٧، ١٦٠٥.

۱۶۱۰: احمد بن سنان نے ہم سے بیان کیا۔ یزید بن ہارون نے ہم سے بیان کیا کہ ہمیں ورقاء نے بتایا۔ زید بن اسلم نے ہمیں خبر دی کہ ان کے باپ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے حجرِ اسود کو بوسہ دیا اور کہا: اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا ہوتا کہ آپؐ نے تجھے چوما ہے تو میں کبھی تجھے نہ چومتا۔

١٦١١: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَرَبِيٍّ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ اسْتِلَامِ الْحَجَرِ فَقَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ قَالَ قُلْتُ أَرَأَيْتَ إِنْ زُحِمْتُ أَرَأَيْتَ إِنْ غُلِبْتُ قَالَ اجْعَلْ أَرَأَيْتَ بِالْيَمَنِ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ.

۱۶۱۱: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ حماد (بن زید) نے ہمیں بتایا۔ زبیر بن عربی سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حجرِ اسود کو چومنے کی بابت پوچھا تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسے (ہاتھ سے) چھوتے اور چومتے دیکھا ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے پوچھا: بھلا بتائیں اگر مَیں ہجوم میں ہوں اور بے بس ہو جاؤں؟ تو انہوں نے کہا: یہ اگر مگر یمن میں رکھو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسے چھوتے اور چومتے

{قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ الْفِرَبْرِيُّ وَجَدْتُّ فِي كِتَابِ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ أَبُوعَبْدِ اللهِ الزُّبَيْرُ بْنُ عَدِيٍّ كُوْفِيٌّ وَالزُّبَيْرُ بْنُ عَرَبِيٍّ بَصرِيٌّ. ☆}

دیکھا ہے۔{(اور) محمد بن یوسف فربری نے کہا: میں نے ابوجعفر (بن ابی حاتم) کی کتاب میں (یہ لکھا ہوا) دیکھا۔ ابوعبداللہ نے کہا کہ زبیر بن عدی کوفہ کے رہنے والے ہیں اور زبیر بن عربی بصرہ کے رہنے والے☆}

اطرافه: ١٦٠٦۔

تشریح: **يَسْتَلِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ:** اِسْتِلَام کے معنی چھونا۔ سلام سے مشتق ہے۔ سلامتی کی دعا دیتے وقت ہاتھ سے اشارہ کیا جاتا ہے۔ تَقْبِيْل کے معنی ہیں بوسہ دینا۔ باب نمبر ۵۶ کا عنوان اِسْتِلَام سے قائم کیا گیا ہے۔ روایت نمبر ۱۶۰۵، ۱۶۱۰ کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ حجرِ اسود ہاتھ سے چھوا بھی جاتا اور چوما بھی جاتا۔ روایت نمبر ۱۶۱۱ کے الفاظ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَسْتَلِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ سے واضح ہے کہ استلام اور تقبیل میں فرق ہے۔ یہی فرق واضح کرنے کے لئے یہ باب قائم کیا گیا ہے۔ رکن یمانی کو چھوا یا اس کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ مگر حجرِ اسود کو اگر ہو سکے تو ضرور بوسہ دیا جائے۔ چونکہ طواف کے پھیروں میں یہ امر مشکل ہے؛ اس لئے جب کوئی حجرِ اسود کے مقابل آئے تو اس کو بھی ہاتھ سے اشارہ کرسکتا ہے۔ کیونکہ طواف کی گزرگاہ اور بیت اللہ کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ رکھا گیا ہے۔ اگر بیت اللہ کے اندر جانے کا موقع ملے تو حجر اسود کو ہاتھ سے چھونا اور بوسہ دینا سنت نبوی ہے۔

أَرَأَيْتَ اِنْ غُلِبْتُ: یعنی اگر لوگ دھکے دیں اور آگے نہ جانے دیں تو پھر کیا کیا جائے؟ اس پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس لئے جھنجلائے کہ مخلص انسان دھکوں کی پرواہ نہیں کرتا۔ وہ ضرور اپنا راستہ نکال لیتا ہے اور پھر اگر امکان نہیں تو شریعت تکلیف مالا یطاق میں نہیں ڈالتی۔ اس لیے ایسے سوال کر کے عذرات کا دروازہ نہیں کھولنا چاہیے۔

روایت نمبر ۱۶۱۱ کے آخر میں محمد بن یوسف فربریؒ کے حوالہ سے ایک تصحیح کی گئی ہے۔ ابوجعفر محمد بن ابی حاتم وراق امام بخاریؒ کے نقل نویس تھے۔ فربریؒ کے ایک شاگرد ابواحمد جرجانی نے روایت نمبر ۱۶۱۱ میں راوی کا نام زبیر بن عدی نقل کیا ہے جو صحیح نہیں۔ یہ اور شخص ہے جو کوفہ کا باشندہ تھا۔

بَاب ٦١: مَنْ أَشَارَ إِلَى الرُّكْنِ إِذَا أَتَى عَلَيْهِ

جو حجر اسود کو اشارہ کرے جب اس کے بالمقابل آئے

١٦١٢: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ

۱۶۱۲: محمد بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبدالوہاب نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) خالد (حذاء)

☆ یہ عبارت فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ ۶۰۰) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَيْتِ عَلَى بَعِيرٍ كُلَّمَا أَتَى عَلَى الرُّكْنِ أَشَارَ إِلَيْهِ.

نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر سوار ہوکر بیت اللہ کا طواف کیا۔ جب آپؐ حجرِ اسود کے سامنے آتے تو آپؐ اس کی طرف اشارہ کرتے۔

اطرافه: ١٦٠٧، ١٦١٣، ١٦٣٢، ٥٢٩٣.

تشریح: مَنْ اَشَارَ اِلَی الرُّكْنِ اِذَا اَتَی عَلَيْهِ: آج کل بوقت طواف ہاتھ سے اشارہ ہی کیا جاتا ہے اور یہ بھی جائز ہے۔(اس تعلق میں دیکھئے تشریح باب ۵۸)

بَاب ٦٢: اَلتَّكْبِيْرُ عِنْدَ الرُّكْنِ

حجر اسود کے پاس اللہ اکبر کہنا

١٦١٣: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا خَالِدُ ابْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَيْتِ عَلَى بَعِيرٍ كُلَّمَا أَتَى الرُّكْنَ أَشَارَ إِلَيْهِ بِشَيْءٍ كَانَ عِنْدَهُ وَكَبَّرَ. تَابَعَهُ إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ.

۱۶۱۳: مسدد نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) خالد بن عبداللہ (طحان) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) خالد حذاء نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر سوار ہوکر بیت اللہ کا طواف کیا۔ جب آپؐ حجر اسود کے پاس آتے تو آپؐ اس کی طرف کسی چیز سے جو آپؐ کے پاس تھی؛ اشارہ کرکے اللہ اکبر کہتے۔ خالد طحان کی طرح ابراہیم بن طہمان نے خالد حذاء سے روایت کی۔

اطرافه: ١٦٠٧، ١٦١٢، ١٦٣٢، ٥٢٩٣.

تشریح: اَشَارَ اِلَيْهِ بِشَیْءٍ كَانَ عِنْدَهُ وَكَبَّرَ: محولہ بالا روایت سے ظاہر ہے کہ اشارہ کرنا اور اللہ اکبر کہنا جائز ہے۔ اول الذکر مسئلہ سے متعلق امام مالکؒ کی رائے باب ۵۸ کی تشریح میں گزر چکی ہے۔ اس تکبیر کو بھی بعض فقہاء نے سنت قرار دیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جس تکبیر کا ذکر روایت نمبر ۱۶۱۳ میں ہے وہ حج

کے موقع پر نہیں کہی گئی تھی بلکہ فتح مکہ کے موقع پر اور یہ تکبیر فتح وظفر کے اعلان میں تھی۔ بیت اللہ وعدہ کے مطابق بتوں سے پاک وصاف کیا گیا اور اس طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِيْنَ وَالْعَاكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ. (البقرۃ:۱۲۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں سے پورا ہوا۔ اگر اس یاد کو تازہ کرنے کی غرض سے کوئی اس موقع پر آ کر اللہ اکبر کہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن یہ دونوں باتیں ارکانِ حج میں سے نہیں۔ اس لئے یہ حاجیوں کے ذوق پر چھوڑا گیا ہے۔ اس تعلق میں باب ۵۴ مع تشریح بھی دیکھئے۔

بَاب ٦٣: مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ إِذَا قَدِمَ مَكَّةَ قَبْلَ أَنْ يَّرْجِعَ إِلَى بَيْتِهِ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّفَا

جو شخص مکہ میں آ کر اپنے گھر کو لوٹنے سے پہلے بیت اللہ کا طواف کرے پھر دو رکعتیں پڑھے پھر میدانِ صفا کی طرف نکلے

١٦١٤-١٦١٥: حَدَّثَنَا أَصْبَغُ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ذَكَرْتُ لِعُرْوَةَ قَالَ فَأَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ حِيْنَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ تَوَضَّأَ ثُمَّ طَافَ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً ثُمَّ حَجَّ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا مِثْلَهُ ثُمَّ حَجَجْتُ مَعَ أَبِي الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَأَوَّلُ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوَافُ ثُمَّ رَأَيْتُ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارَ يَفْعَلُوْنَهُ وَقَدْ أَخْبَرَتْنِي أُمِّي أَنَّهَا أَهَلَّتْ هِيَ وَأُخْتُهَا وَالزُّبَيْرُ وَفُلَانٌ وَفُلَانٌ

۱۶۱۴-۱۶۱۵: اصبغ (بن فرج) نے ہمیں بتایا کہ (عبداللہ) بن وہب سے مروی ہے کہ (انہوں نے کہا:) عمرو (بن حارث) نے مجھے بتایا۔ محمد بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے۔ (انہوں نے کہا:) میں نے عروہ سے ذکر کیا۔ انہوں نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے بتایا کہ جب نبی ﷺ (مکہ میں) آئے تو پہلا کام جس سے آپؐ نے حج شروع کیا؛ یہ تھا کہ آپؐ نے وضو کیا۔ اس کے بعد طواف کیا۔ یہ عمرہ نہیں تھا۔ آپؐ کے بعد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے اسی طرح حج کیا۔ (عروہ نے کہا:) پھر میں نے اپنے والد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا۔ پہلا کام جس سے انہوں نے حج شروع کیا؛ طواف تھا۔ پھر میں نے مہاجرین وانصار کو یہی کرتے دیکھا اور میری والدہ

بِعُمْرَةٍ فَلَمَّا مَسَحُوا الرُّكْنَ حَلُّوْا.

(حضرت اسماءؓ) نے بھی مجھے بتایا کہ انہوں نے اور ان کی بہن (حضرت عائشہؓ) اور حضرت زبیرؓ اور فلاں فلاں لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا۔ جب انہوں نے حجرِ اسود کو چوما؛ اس وقت انہوں نے احرام کھولا۔

اطراف الحديث ١٦١٤: ١٦٤١۔
اطراف الحديث ١٦١٥: ١٦٤٢، ١٧٩٦۔

١٦١٦: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ أَنَسٌ حَدَّثَنَا مُوْسَى ابْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا طَافَ فِي الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ أَوَّلَ مَا يَقْدَمُ سَعَى ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ وَمَشَى أَرْبَعَةً ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ يَطُوْفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

۱۶۱۶: ابراہیم بن منذر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابوضمرہ انس (بن عیاض) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) موسیٰ بن عقبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حج اور عمرہ کے لئے (مکہ میں) آتے تو پہلے طواف کرتے۔ تین پھیرے دوڑ کر چلتے اور چار پھیرے حسب معمول چلتے۔ پھر دو رکعتیں پڑھتے۔ اس کے بعد صفا و مروہ کے درمیان طواف کرتے۔

اطرافه: ١٦٠٣، ١٦٠٤، ١٦١٧، ١٦٤٤۔

١٦١٧: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ الطَّوَافَ الْأَوَّلَ يَخُبُّ ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ وَيَمْشِي أَرْبَعَةً وَأَنَّهُ كَانَ يَسْعَى بَطْنَ الْمَسِيْلِ إِذَا

۱۶۱۷: ابراہیم بن منذر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) انس بن عیاض نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبیداللہ (عمری) سے، عبیداللہ نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت اللہ کا پہلا طواف (طوافِ قدوم) کرتے تو تین پھیرے دوڑ کر چلتے اور چار پھیرے حسب معمول چلتے اور جب صفا و مروہ کے درمیان

طَافَ بَیْنَ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةِ. طواف کرتے تو آپؐ نالے کے نشیب میں دوڑتے۔

اطرافہ: ۱۶۰۳، ۱۶۰٤، ۱۶۱٦، ۱٦٤٤۔

تشریح: مَنْ طَافَ بِالْبَیْتِ...... ثُمَّ صَلَّی رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ خَرَجَ اِلَی الصَّفَا: باب کی پہلی روایت کے الفاظ فَلَمَّا مَسَحُوْا الرُّکْنَ حَلُّوْا سے ظاہر ہوتا ہے کہ حجرِ اسود کو چھونے کے بعد احرام کھول دیے جاتے ہیں۔ ابن تین نے رکن سے مروہ کا رُکن مراد لیا ہے جو سعیٔ صفا مروہ کی آخری حد ہے۔ یہاں عمرہ سے متعلق مناسک ختم ہوتے ہیں۔ مگر امام ابن حجرؒ نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت اسماءؓ کی اس روایت میں جو ابوالاسود سے مروی ہے یہ الفاظ ہیں: فَلَمَّا مَسَحْنَا الْبَیْتَ اَحْلَلْنَا. (روایت نمبر ۱۷۹٦) اس سے واضح ہے کہ مسحِ رکن کنایہ ہے جس سے مراد بیت اللہ کا طواف ہے۔ حج اور عمرہ دونوں میں حجرِ اسود سے طواف شروع ہوتا ہے اور اسی پر ختم ہوتا ہے۔ علامہ نوویؒ نے محولہ بالا جملے سے مراد طوافِ بیت اللہ اور سعیٔ صفا و مروہ دونوں لئے ہیں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ٦۰۲)

امام بخاریؒ نے اس کی تشریح نہ صرف عنوانِ باب میں ہی کر دی ہے بلکہ اس کے بعد کی دو روایتیں (نمبر ۱۶۱٦، ۱٦۱۷) لا کر منقولہ روایت فَلَمَّا مَسَحْنَا الْبَیْتَ اَحْلَلْنَا. (روایت نمبر ۱۷۹٦) کے غایت درجہ اختصار کو زیادہ واضح کر دیا ہے۔ اس تشریح کو سمجھنے کے لئے اصل واقعہ اور ارکانِ حج اور عروہ بن زبیر کا مذہب ذہن میں مستحضر ہونا چاہیے۔

امام مسلمؒ ☆ نے محولہ بالا واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ لیکن امام بخاریؒ نے صرف وہ حصہ لیا ہے جو مستند و مرفوع روایت میں آیا ہے۔ عروہ بن زبیر کے نزدیک حج میں طوافِ بیت اللہ کے علاوہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا بھی ضروری رکن ہے۔ مگر حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک سعی ضروری نہیں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ٦۰۳) ان کا یہ اختلاف مشہور تھا۔ ایک عراقی شخص نے محمد بن عبدالرحمٰن سے کہا کہ عروہ سے دریافت کریں آیا حج کا احرام طوافِ بیت اللہ کے بعد کھول دیا جائے؟ تو ان کے سوال پر عروہ نے جواب دیا کہ جس نے حج کا احرام باندھا ہو؛ وہ حج کر کے ہی احرام کھول سکتا ہے۔ محمد بن عبدالرحمٰن نے عروہ کا یہ جواب سن کر اس عراقی سے کہا کہ ان سے کہیں کہ ایک شخص نے بتایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ایسا ہی کیا اور حضرت زبیرؓ اور حضرت اسماءؓ نے بھی۔ عروہ نے جواب دیا کہ وہ شخص خود آ کر کیوں نہیں پوچھتا؟ میرا خیال ہے کہ یہ پوچھنے والا عراقی ہے۔ اس نے غلط کہا ہے۔ قَدْ حَجَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَأَخْبَرَتْنِی عَائِشَةُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ اَوَّلَ شَیْءٍ بَدَأَ بِهِ حِیْنَ قَدِمَ مَكَّةَ اَنَّهُ تَوَضَّأَ ثُمَّ طَافَ بِالْبَیْتِ...... آگے وہی روایت ہے سوائے اِس کے کہ مسلم کی روایت میں لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً کی جگہ الفاظ لَمْ یَكُنْ غَیْرُهُ ہیں۔ یعنی حج کے سوا اور کچھ نہیں ہوا۔ اس قسم کا خفیف سا اختلاف ان روایتوں میں ہے۔ مسلم کی روایت کے الفاظ جو عروہ ہی سے منقول ہیں؛ یہ ہیں: وَقَدْ أَخْبَرَتْنِی اُمِّیْ أَنَّهَا أَقْبَلَتْ هِیَ وَأُخْتُهَا وَالزُّبَیْرُ وَفُلَانٌ وَّفُلَانٌ بِعُمْرَةٍ قَطُّ فَلَمَّا مَسَحُوْا الرُّكْنَ حَلُّوْا. یعنی میری والدہ (حضرت اسماءؓ) نے مجھے بتایا کہ وہ اور ان کی بہن حضرت عائشہؓ اور حضرت زبیرؓ اور فلاں فلاں عمرہ کے لئے کبھی آئے تو جب رکن کا مسح کر چکے؛ احرام کھول دیئے۔ یہ وہ لمبی روایت ہے جس کی توضیح و تشریح دوسری مستند روایتوں کی مدد سے کرنا

☆ (مسلم، کتاب الحج، باب مایلزم من طاف بالبیت وسعی من البقاء علی الاحرام وترک التحلل)

یہاں مقصود ہے۔ یہ واقعہ باب ۸۷ میں ایک دوسری سند سے مفصل منقول ہے۔(دیکھئے روایت نمبر ۱۶۴۱)

حج میں طواف تین ہوتے ہیں۔ ایک طوافِ قدوم یعنی وہ طواف جو مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے وقت کیا جاتا ہے۔ دوسرا طوافِ افاضہ جس کی نسبت قرآنِ مجید میں بایں الفاظ ارشاد ہے: ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ۝ (الحج:۳۰) {پھر چاہیئے کہ وہ اپنی (بدیوں کی) میل کو دور کریں اور اپنی منتوں کو پورا کریں اور اس قدیم گھر کا طواف کریں۔} نیز دیکھئے سورۂ بقرہ آیت ۲۰۰۔ منیٰ میں قربانی کرکے جمرة العقبہ پر رمی کرنے کے بعد بیت اللہ کا طواف کیا جاتا ہے اور یہ طواف حج کے ضروری ارکان میں سے ہے۔ تیسرا طواف الوداع ہے جو مکہ مکرمہ سے لوٹتے وقت کیا جاتا ہے۔ ان طوافوں میں سے طواف الافاضہ کے فرض ہونے پر ائمہ اور فقہاء کا اتفاق ہے۔ عروہ بن زبیر کے قول فَلَمَّا مَسَحُوا الرُّكْنَ حَلُّوا سے طواف الافاضہ مراد ہے جس سے پہلے طوافِ قدوم، دو رکعت نماز اور سعی ہیں۔ یہی مراد عروہ بن زبیر کی ہے۔ باب ۴۲ کی تشریح میں بتایا جاچکا ہے کہ بیت اللہ کا طواف ایک طریق عبادت تھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جاری کیا اور آپؑ کے بعد اسرائیلی انبیاء سابقین نے بھی قائم رکھا۔ عیسائی اب تک کنیسہ قیامہ میں اپنے حج کے ایام میں طواف کرتے ہیں۔ زبور میں اسی پروانہ وار طوافِ عشق ومحبت کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔ ''میں تیرے مذبح کا طواف کروں گا تاکہ شکر گزاری کی آواز بلند کروں اور تیرے سب عجیب کاموں کو بیان کروں۔'' (زبور باب ۲۶ آیت ۶، ۷) اسلام نے بھی اس طریق عبادت کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یاد میں قائم رکھا ہے۔

بَاب ٦٤: طَوَافُ النِّسَاءِ مَعَ الرِّجَالِ

مردوں کے ساتھ عورتوں کا طواف کرنا

١٦١٨: وَقَالَ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ إِذْ مَنَعَ ابْنُ هِشَامٍ النِّسَاءَ الطَّوَافَ مَعَ الرِّجَالِ قَالَ كَيْفَ يَمْنَعُهُنَّ☆ وَقَدْ طَافَ نِسَاءُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ الرِّجَالِ قُلْتُ أَبَعْدَ الْحِجَابِ أَوْ قَبْلُ قَالَ إِي

۱۶۱۸: اور عمرو بن علی نے (مجھ سے) کہا: ابوعاصم نے ہم سے بیان کیا کہ ابن جریج نے کہا: عطاء نے مجھے بتایا۔ جب ابن ہشام نے عورتوں کو مردوں کے ساتھ طواف کرنے سے منع کیا تو عطاء نے کہا: تم☆ ان کو کیسے منع کرتے ہو بحالیکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے بھی مردوں کے ساتھ طواف کیا۔ (ابن جریج کہتے تھے:) میں نے پوچھا: حجاب کے

☆ ''كَيْفَ يَمْنَعُهُنَّ'' یعنی وہ ان کو کیسے منع کرتے ہیں؟ کی بجائے فتح الباری مطبوعہ بولاق میں لفظ ''كَيْفَ تَمْنَعُهُنَّ'' ہے۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ ۶۰۵) مندرجہ بالا ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

لَعَمْرِي لَقَدْ أَدْرَكْتُهُ بَعْدَ الْحِجَابِ قُلْتُ كَيْفَ يُخَالِطْنَ الرِّجَالَ قَالَ لَمْ يَكُنَّ يُخَالِطْنَ كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا تَطُوْفُ حَجْرَةً مِّنَ الرِّجَالِ لَا تُخَالِطُهُمْ فَقَالَتِ امْرَأَةٌ انْطَلِقِيْ نَسْتَلِمْ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَتْ انْطَلِقِي عَنْكِ وَأَبَتْ يَخْرُجْنَ مُتَنَكِّرَاتٍ بِاللَّيْلِ فَيَطُفْنَ مَعَ الرِّجَالِ وَلَكِنَّهُنَّ كُنَّ إِذَا دَخَلْنَ الْبَيْتَ قُمْنَ حَتَّى يَدْخُلْنَ وَأُخْرِجَ الرِّجَالُ وَكُنْتُ آتِي عَائِشَةَ أَنَا وَعُبَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ وَهِيَ مُجَاوِرَةٌ فِي جَوْفِ ثَبِيْرٍ قُلْتُ وَمَا حِجَابُهَا قَالَ هِيَ فِي قُبَّةٍ تُرْكِيَّةٍ لَّهَا غِشَاءٌ وَمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَهَا غَيْرُ ذٰلِكَ وَرَأَيْتُ عَلَيْهَا دِرْعًا مُوَرَّدًا.

بعد یا پہلے؟ تو انہوں نے کہا: ہاں مجھے اپنے عقیدہ کی قسم! حجاب کے بعد میں نے یہ طواف کرتے پایا۔ (ابن جریج) کہتے تھے: میں نے کہا: عورتیں مردوں سے کیسے مل جل جاتی تھیں؟ انہوں نے کہا: عورتیں ملتی جلتی نہ تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لوگوں سے ایک طرف جدا طواف کرتیں۔ ان سے ملا جلا نہیں کرتی تھیں۔ ایک عورت نے ان سے کہا: ام المؤمنین! چلیں حجرِ اسود چومیں۔ انہوں نے کہا: خود جاؤ اور انکار کیا۔ عورتیں رات کو اپنی ہیئت بدل کر نکلتیں اور مردوں کے ساتھ طواف کرتیں۔ البتہ جب بیت اللہ میں داخل ہوتیں تو داخل ہوتے وقت ٹھہر جاتیں اور مرد باہر کر دئے جاتے۔ میں اور عبید بن عمیر حضرت عائشہؓ کے پاس آیا کرتے اور وہ ثبیر پہاڑ کے میدان میں ٹھہری تھیں۔ میں نے کہا: (ابن جریج کہتے تھے میں نے پوچھا:) ان کا پردہ کیسا تھا؟ تو انہوں نے کہا: وہ ایک ترکی خیمہ میں تھیں جس کا ایک پردہ تھا۔ ہمارے اور ان کے درمیان اس کے سوا اور کچھ نہیں تھا اور میں نے دیکھا کہ وہ ایک گلابی قمیص پہنے ہوئے تھیں۔

١٦١٩: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ شَكَوْتُ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ

١٦١٩: اسماعیل (بن ابی اویس) نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے محمد بن عبدالرحمٰن بن نوفل سے، انہوں نے عروہ بن زبیر سے، عروہ نے حضرت زینب بنت ابی سلمہؓ سے، حضرت زینبؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں کہ میں نے رسول اللہ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي أَشْتَكِيْ فَقَالَ طُوْفِي مِنْ وَّرَاءِ النَّاسِ وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ فَطُفْتُ وَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَئِذٍ يُصَلِّيْ إِلَى جَنْبِ الْبَيْتِ وَهُوَ يَقْرَأُ : وَالطُّوْرِ ۝٢ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۝٣ (الطور:۲-۳)

صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ میں بیمار ہوں تو آپؐ نے فرمایا: سوار ہو کر لوگوں کے پیچھے پیچھے طواف کرلو۔ میں نے (لوگوں کے پیچھے) طواف کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بیت اللہ کے پہلو میں نماز ادا کر رہے تھے اور آپؐ سورۃ "وَالطُّوْرِ وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ" تلاوت فرما رہے تھے۔

اطرافه: ٤٦٤، ١٦٢٦، ١٦٣٣، ٤٨٥٣۔

تشریح: **طَوَافُ النِّسَاءِ مَعَ الرِّجَالِ:** مذکورہ بالا عنوان قائم کر کے افراط وتفریط کے مابین صورت واضح کی ہے۔ یعنی یہ کہ عورتیں مردوں کے پیچھے یا ایک طرف ہٹ کر بغیر اس کے کہ آپس میں ملیں جلیں بیت اللہ کا طواف کر سکتی ہیں۔ (روایت نمبر ۱۶۱۹) پردہ کے بارے میں باب ۲۳ کی تشریح میں تفصیل گزر چکی ہے۔ عورتیں حج میں اوڑھنیاں استعمال کر سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ اگر چاہتیں تو رات کے وقت طواف کر لیتیں۔ روایت نمبر ۱۶۱۸ کو واؤ عاطفہ سے شروع کر کے اسے عنوانِ باب کا حصہ قرار دیا ہے تا اس بارے میں مختلف نقطہ ہائے نظر سامنے آجائیں۔ یہ بطور تعلیق کے اسی لئے رکھا ہے۔ ابو عاصم نبیل ضحاک بن مخلد امام بخاریؒ کے استاد ہیں۔ مذکورہ بالا روایت انہوں نے اپنے استاد سے براہ راست نہیں بلکہ عمرو بن علی باہلی کے واسطہ سے اخذ کی ہے۔ محدثین وشارحین کو اس روایت کی تحقیق میں بڑی دقت ہوئی ہے لیکن عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج کی یہی روایت علامہ عبدالرزاق کی مسند اور علامہ فاکہیؒ کی کتاب مکہ میں مختلف سند سے مروی ہے۔ (**مصنف عبد الرزاق، کتاب المناسک، باب طواف الرجال والنساء معا،** روایت نمبر ۹۰۱۸، جزء۵ صفحہ ۶۶) (**أخبار مكة، ذكر اوّل من فرق بين الرجال والنساء فی الطواف،** روایت نمبر ۴۸۳، جزء اول صفحہ ۲۵۱) (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۶۰۶)

إِذْ مَنَعَ ابْنُ هِشَامٍ النِّسَاءَ: ابن ہشامؒ جن کی متابعت کا ذکر روایت ۱۶۸۱ میں کیا گیا ہے ابراہیم ہیں؛ جو ہشام بن عبدالملک بن مروان کے ماموں تھے۔ جنہیں انہوں نے امیر مدینہ اور ان کے بھائی محمد کو امیر مکہ مقرر کیا تھا۔ ہشام نے اپنی خلافت میں ابراہیم کو حج کا نگرانِ اعلیٰ مقرر کیا اور انہوں نے عورتوں کو مردوں کے ساتھ حج کرنے سے روکا تو عطاء بن ابی رباحؒ نے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا۔ محولہ بالا گفتگو ابن جریج اور عطاءؒ کے درمیان ہوئی۔ عطاءؒ نے اسی مسئلہ کو واضح کرنے کے لئے سب باتیں انہیں بتائیں۔ جن سے ظاہر ہے کہ اس میں تشدد مناسب نہیں۔ عبدالعزیز بن جریج مکی تابعی ہیں۔ انہوں نے حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے روایتیں نقل کی ہیں۔ ان کے بیٹے عبدالملک فقیہہ تھے۔ ان کی روایتیں جو ان کے باپ سے منقول ہیں مستند ہیں۔

بَاب ٦٥ : اَلْكَلَامُ فِي الطَّوَافِ
طواف میں باتیں کرنا

١٦٢٠ :حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوْسَى حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ الْأَحْوَلُ أَنَّ طَاوُسًا أَخْبَرَهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ وَهُوَ يَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ بِإِنْسَانٍ رَبَطَ يَدَهُ إِلَى إِنْسَانٍ بِسَيْرٍ أَوْ بِخَيْطٍ أَوْ بِشَيْءٍ غَيْرِ ذٰلِكَ فَقَطَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ ثُمَّ قَالَ قُدْهُ بِيَدِهِ.

۱۶۲۰: ابراہیم بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ ہشام (صنعانی) نے ہمیں بتایا کہ ابن جریج نے ان سے بیان کیا، (کہا:) سلیمان (بن ابی مسلم) احول نے مجھے بتایا کہ طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے انہیں بتایا کہ نبی ﷺ جبکہ آپؐ کعبہ کا طواف کر رہے تھے؛ ایک آدمی کے پاس سے گزرے کہ جس نے اپنا ہاتھ ایک دوسرے آدمی سے تسمہ یا دھاگہ یا کسی اور چیز کے ذریعے باندھ رکھا تھا۔ آپؐ نے اس کو اپنے ہاتھ سے کاٹ دیا۔ پھر فرمایا: اسے اپنے ہاتھ سے پکڑ کر لے چلو۔

اطرافه: ١٦٢١، ٦٧٠٢، ٦٧٠٣۔

تشریح: اَلْكَلَامُ فِي الطَّوَافِ: بیت اللہ کا طواف مناسکِ حج میں سے ایک ضروری رکن ہے۔ یہاں تک کہ بعض فقہاء کے نزدیک حضرت ابن عباسؓ کی مشہور روایت کے مطابق کہ طواف ایک قسم کی نماز ہی ہے۔ یہ روایت اصحاب السنن نے نقل کی ہے اور ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں: اَلطَّوَافُ حَوْلَ الْبَيْتِ مِثْلُ الصَّلَاةِ إِلَّا أَنَّكُمْ تَتَكَلَّمُوْنَ فِيْهِ فَمَنْ تَكَلَّمَ فِيْهِ فَلَا يَتَكَلَّمَنَّ إِلَّا بِخَيْرٍ. ☆ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۶۰۹) یعنی بیت اللہ کا طواف مثل نماز کے ہے البتہ تم اس میں گفتگو کرتے ہو۔ جو شخص اس کے دوران گفتگو کرے وہ سوائے بھلی بات کے اور کچھ نہ کہے۔ ایک دوسری سند میں أَنَّ اللّٰهَ أَحَلَّ فِيْهِ الْمَنْطِقَ کے الفاظ ہیں۔ یعنی اللہ نے اس میں گفتگو کی اجازت دی ہے۔ طاؤسؒ کی ہی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: اَلطَّوَافُ بِالْبَيْتِ صَلَاةٌ فَأَقِلُّوْا مِنَ الْكَلَامِ. (نسائی، کتاب مناسک الحج، باب إباحة الكلام فی الطواف) یعنی طوافِ بیت اللہ بھی

☆ (ترمذی، کتاب الحج، باب ما جاء فی الکلام فی الطواف) (دارمی، کتاب المناسک، باب الکلام فی الطواف) (صحیح ابن حبان، کتاب الحج، ذکر الإخبار عن إباحة الكلام للطائف حول البیت العتیق، روایت نمبر ۳۸۳۶، جزء۹ صفحہ۱۴۳) (صحیح ابن خزیمة، کتاب المناسک، باب الرخصة فی التکلم بالخیر فی الطواف، روایت نمبر ۲۷۳۹، جزء۴ صفحہ۲۲۲)

نماز ہی ہے۔اس میں گفتگو کم کریں۔حضرت ابن عباسؓ کی اسی روایت کے پیش نظر یہ باب قائم کیا گیا ہے۔طاؤسؒ بڑے پایہ کے عالم باعمل فقیہہ اور محدث ہیں۔مکہ مکرمہ میں فوت ہوئے۔سن وفات ۱۰۶ھ ہے۔زہری اور ان کے سوا بہت سے لوگوں نے ان سے روایتیں اخذ کی ہیں۔(تهذيب التهذيب، من اسمه طاؤس، طاؤس بن كيسان) امام بخاریؒ نے روایت نمبر ۱۶۲۰ کو ان کی مذکورہ بالا مشہور روایت (نمبر ۱۶۲۱) پر مقدم کیا ہے۔جس سے ظاہر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالتِ طواف بات کی جو ایک نصیحت تھی۔اس سے معلوم ہوا کہ طواف میں عندالضرورت بات کی جاسکتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ امام موصوفؒ نے عنوانِ باب کو مصدر یہ رکھ کر مسئلہ کو کسی معین فتویٰ سے مقید نہیں کیا۔

مَرَّ.... بِاِنْسَانٍ رَبَطَ يَدَهُ اِلَى اِنْسَانٍ: دو شخص جو ایک دوسرے سے بندھے ہوئے طواف کر رہے تھے؛ انہوں نے نذر مانی تھی کہ وہ دونوں اسی طرح ایک دوسرے سے بندھے ہی بیت اللہ میں جا کر طواف کریں گے۔ آنحضرت ﷺ نے ایسی نذر کو شیطانی فعل قرار دیا ہے۔امام احمد بن حنبلؒ اور علامہ فاکہیؒ نے یہ واقعہ مفصل بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھ کر فرمایا: مَا بَالُ الْقِرَانِ یعنی اس طرح جوڑنے کی کیا وجہ ہے؟ ان کا جواب سن کر آپؐ نے فرمایا: لَيْسَ هَذَا نَذْرًا...... إِنَّمَا النَّذْرُ مَا ابْتُغِيَ بِهِ وَجْهُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ. یہ نذر نہیں؛ نذر تو وہ عمل ہے جس میں رضاءِ الٰہی مطلوب ہو۔(مسند احمد بن حنبل جزء۲ صفحہ ۱۸۳) طبرانی کی روایت میں ہے: اِنَّ هَذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ. یعنی یہ شیطانی عمل ہے۔(فتح الباری جزء۳ صفحہ ۶۰۹)(عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ ۲۶۴) مشرکین عرب میں طوافِ کعبہ سے متعلق اسی قسم کی نذریں اور منتیں رائج تھیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کی اصلاح فرمائی۔

بَاب ٦٦: إِذَا رَأَى سَيْرًا أَوْ شَيْئًا يُكْرَهُ فِي الطَّوَافِ قَطَعَهُ

جب طواف میں تسمہ☆ یا مکروہ چیز دیکھے تو اسے کاٹ دے

١٦٢١: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَحْوَلِ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ بِزِمَامٍ أَوْ غَيْرِهِ فَقَطَعَهُ.

اطرافه: ١٦٢٠، ٦٧٠٢، ٦٧٠٣۔

۱۶۲۱: ابوعاصم (نبیل) نے ہمیں بتایا۔انہوں نے ابن جریج سے، ابن جریج نے سلیمان احول سے، سلیمان نے طاؤس سے، طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ڈوری یا کسی اور چیز سے باندھے کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔آپؐ نے وہ کاٹ دیا۔

تشریح: اِذَا رَأَى سَيْرًا اَوْ شَيْئًا يُكْرَهُ فِي الطَّوَافِ: عنوان باب سے یہ بتانا مقصود ہے کہ طواف میں ناپسندیدہ امر کے ازالہ کی اجازت ہے مگر نماز میں یہ اجازت نہیں۔یہ روایت بھی بسند طاؤس حضرت

☆ سَيْرًا: مَا قُدَّ مِنَ الْأَدِيْمِ طُوْلًا ،الشِّرَاکُ.(لسان العرب—سير) یعنی چمڑے کا لمبا تسمہ۔

ابن عباسؓ ہی سے مروی ہے۔ غرض ان دونوں ابواب سے یہ ذہن نشین کرانا مقصود ہے کہ طواف کے متعلق حضرت ابن عباسؓ کی روایت جو اصحاب السنن نے نقل کی ہے؛ مستند نہیں۔ یعنی اَلطَّوَافُ بِالْبَيْتِ صَلَاةٌ.

بَاب ٦٧: لَا يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ وَلَا يَحُجُّ مُشْرِكٌ

کوئی برہنہ بیت اللہ کا طواف نہ کرے؛ نہ مشرک حج کو آئے

١٦٢٢: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ يُوْنُس قَالَ ابْنُ شِهَابٍ حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيْقَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بَعَثَهُ فِي الْحَجَّةِ الَّتِي أَمَّرَهُ عَلَيْهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ يَوْمَ النَّحْرِ فِي رَهْطٍ يُؤَذِّنُ فِي النَّاسِ أَلَا لَا يَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلَا يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ.

۱۶۲۲: یحیٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) لیث (بن سعد) نے ہم سے بیان کیا۔ یونس نے کہا کہ ابن شہاب نے کہا: حمید بن عبدالرحمٰن نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت ابوہریرہؓ نے انہیں بتایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دسویں تاریخ ذوالحجہ کو انہیں چند لوگوں سمیت حج کے لئے بھیجا جو حجۃ الوداع سے پہلے تھا جس میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کو امیر مقرر کیا تھا کہ وہ لوگوں میں منادی کر دیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی برہنہ بیت اللہ کا طواف کرے۔

اطرافه: ٣٦٩، ٣١٧٧، ٤٣٦٣، ٤٦٥٥، ٤٦٥٦، ٤٦٥٧۔

تشریح: لَا يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ: برہنگی جیسے نماز میں ممنوع ہے؛ طواف میں بھی ہے۔ لوگوں کے سامنے برہنگی اسلام نے نہایت ناپسند کی ہے اور اس سے روکا ہے۔ احناف نے صحت یا عدمِ صحت طواف کے لیے ستر کو بطور ضروری شرط ہونے یا نہ ہونے کا سوال اُٹھا کر یہ فتویٰ دیا ہے کہ اگر کوئی برہنہ بیت اللہ کا طواف کرے تو اس کا طواف تو ہو جائے گا لیکن اسے قربانی بطور فدیہ دینی چاہیے۔ (فتح الباری جزء ۳ صفحہ ۶۱۰) امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کا فتویٰ ان کے خلاف ہے۔ چنانچہ انہوں نے محولہ بالا روایت کی بنا پر برہنہ طواف کو قطعی طور پر ناجائز قرار دے کر ستر کو صحتِ طواف کے لئے ضروری شرط قرار دیا ہے۔ اسی اختلاف کے پیشِ نظر امام بخاریؒ نے باب کا عنوان بالجزم قائم کیا ہے۔ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ. (الاعراف:۳۱) ارشادِ باری تعالیٰ اپنے سیاق وسباق کے اعتبار سے اس بارے میں واضح ہے کہ برہنگی ناپسندیدہ اور زینت کے خلاف ہے۔ بوقت غسل بھی اس میں

احتیاط چاہیے۔(کتاب الغسل باب ۲۰و۲۱) اگرچہ آیت میں زینت سے مراد زینت اللہ ہے جو احکامِ الٰہی کی پیروی سے انسان کی روحانی تخلیق میں تناسب پیدا کرتی ہے جو اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب شئے قرار دی گئی ہے۔لیکن جسمانی زینت جو لباس سے حاصل ہوتی ہے وہ اس ارشاد سے باہر نہیں۔ظاہر و باطن کے حالات کا آپس میں گہرا اِرتباط ہے۔تفصیل کے لئے دیکھئے اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ۴ تا۸۔روحانی خزائن جلد۱۰ صفحہ۳۱۸ تا۳۲۲۔

زمانہ جاہلیت میں عرب قبائل خصوصاً بنوعمرو کے قبیلے اپنے کپڑوں میں جن کو گناہوں کی وجہ سے اس قابل نہیں سمجھتے تھے کہ ان میں طواف کیا جائے۔مرد دِن کو اور عورتیں رات کو برہنہ ہو کر طواف کرتیں۔بیت اللہ کے دروازے پر پہنچ کر اگر انہیں نذرانے کے کپڑوں میں سے یا کسی شخص کی طرف سے کوئی کپڑا مل جاتا تو وہ پہن لیا جاتا ورنہ نہیں۔ایسے کپڑے کو عربی میں تطواف کہتے ہیں۔قریش خود ننگے بدن طواف نہیں کرتے تھے اور دوسروں کے لئے ضروری سمجھتے کہ یا تو ان سے کپڑا لے کر طواف کریں یا ننگے بدن۔یہ بدعت انہوں نے روزی کمانے کے لئے جاری کی تھی۔ (بلوغ الأرب، فضل مكة وذكر شيئ من حال رؤسائها وأشرافها، جزء اول صفحہ۲۴۴) نیز اس تعلق میں دیکھئے روایت نمبر۱۶۶۵۔

بعض عورتیں چمڑے کے تسموں سے بنا ہوا استر اپنی کمر میں برہنگی چھپانے کے لئے پہن لیتی تھیں۔عبداللہ بن جدعان کی بیوی ضباعہ بنت عامر بن صعصعہ نے برہنہ ہو کر ایک ہفتہ بیت اللہ کا طواف کیا۔اس کی طرف یہ شعر منسوب ہے جو وہ اثنائے طواف بطور تلبیہ پڑھتی تھی۔

اَلْيَوْمَ يَبْدُو بَعْضُهُ اَوْ كُلُّهُ فَمَا بَدَا مِنْهُ فَلَا اُحِلُّهُ

(مسلم، كتاب التفسير، باب في خذوا زينتكم عند كل مسجد) (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ۲۶۶)

آج اس کا ایک حصہ یا سارا ظاہر ہے۔جو ظاہر ہے اسے ہم کسی کے لئے جائز نہیں ٹھہراتے۔قریش برہنگی کا یہ نظارہ کرنے کے لئے اکٹھے ہو جاتے۔آج کل بھی ہندوؤں کے مشہور تہواروں اور ہردواروں پر برہنگی کارِ ثواب سمجھی جاتی ہے۔بعض قدیم عربی قبائل میں بھی اس قسم کا رواج پایا جاتا تھا۔اسلام نے اس برہنگی کو منع کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کو ۹ھ میں حج کے موقع پر اس ممانعت کے متعلق بھی اعلان کرنے کے لئے ارشاد فرمایا تھا۔حضرت ابوہریرہؓ بھی اس وقت ان کے ساتھ تھے۔

بَاب۶۸: إِذَا وَقَفَ فِي الطَّوَافِ

اگر طواف کے دوران ٹھہر جائے

وَقَالَ عَطَاءٌ فِيْمَنْ يَّطُوْفُ فَتُقَامُ الصَّلَاةُ أَوْ يُدْفَعُ عَنْ مَّكَانِهِ إِذَا سَلَّمَ

اور عطاء نے اس شخص کی نسبت کہا: جو طواف کر رہا ہو اور نماز کی تکبیر کہی جائے یا اسے اس کی جگہ سے ہٹایا

يَرْجِعُ إِلَى حَيْثُ قُطِعَ عَلَيْهِ {فَيَبْنِي☆} وَيُذْكَرُ نَحْوُهُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ.

جائے تو وہ جب سلام پھیرے۔اسی جگہ لوٹے جہاں سے طواف چھوڑا تھا۔{اور (وہیں سے) طواف شروع کرے☆} اور حضرت ابن عمرؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم سے ایسا ہی منقول ہے۔

تشریح: **اِذَا وَقَفَ فِی الطَّوَافِ:** ایسا ہی عبدالرزاقؒ نے نقل کیا ہے کہ حضرت معاویہ کے عہدِ خلافت میں جب عمرو بن سعید امیر مکہ تھے تو حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے حج کیا۔ وہ ابھی طواف ہی کر رہے تھے کہ عمرو نمازِ فریضہ کے لئے کھڑے ہوئے تو حضرت عبدالرحمٰنؓ نے ان سے کہا کہ ٹھہریں مجھے طواف کا طاق پھیرا پورا کرنے دیں۔ چنانچہ وہ تین پھیرے کرکے باجماعت نماز میں شریک ہوئے اور نماز سے فارغ ہونے پر باقی چار پھیرے پورے کئے۔ (مصنف عبد الرزاق، کتاب المناسک، باب قطعت الصلاۃ فی سبع، روایت نمبر ٩٨١٦ جزء ٥ صفحہ ٥٠١) حضرت ابن عمرؓ سے متعلق بھی سعید بن منصورؒ نے جمیل بن زید کی روایت نقل کی ہے کہ وہ طواف کر رہے تھے کہ اتنے میں نماز فریضہ کے لئے تکبیر اقامت ہوئی اور وہ طواف چھوڑ کر نماز میں شریک ہوئے اور پھر باقی پھیرے کئے۔ (فتح الباری جزء٣ صفحہ ٦١١)

بَاب ٦٩: صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِسُبُوْعِهِ رَكْعَتَيْنِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سات پھیروں کی دو رکعتیں پڑھیں

وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يُصَلِّي لِكُلِّ سُبُوْعٍ رَكْعَتَيْنِ وَقَالَ إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أُمَيَّةَ قُلْتُ لِلزُّهْرِيِّ إِنَّ عَطَاءً يَقُوْلُ تُجْزِئُهُ الْمَكْتُوْبَةُ مِنْ رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ فَقَالَ السُّنَّةُ أَفْضَلُ لَمْ يَطُفِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبُوْعًا قَطُّ إِلَّا صَلَّى رَكْعَتَيْنِ.

اور نافع نے کہا: (حضرت عبداللہ) بن عمر رضی اللہ عنہما ہر سات پھیروں کا دوگانہ (دو رکعتیں) پڑھا کرتے تھے اور اسماعیل بن امیہ کہتے تھے: میں نے زہری سے کہا کہ عطاء (بن ابی رباح) کہتے ہیں: طواف کی دو رکعتوں کی جگہ فرض نمازیں اس کے لئے کافی ہیں۔ زہری نے کہا: سنت افضل ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی سات پھیرے کئے تو دو رکعتیں پڑھیں۔

☆ لفظ "فَيَبْنِيْ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء٣ حاشیہ صفحہ ٦١١) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

١٦٢٣: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو سَأَلْنَا ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَيَقَعُ الرَّجُلُ عَلَى امْرَأَتِهِ فِي الْعُمْرَةِ قَبْلَ أَنْ يَطُوْفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ قَالَ قَدِمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا ثُمَّ صَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ وَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَقَالَ: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الأحزاب: ٢٢)

۱۶۲۳: قتیبہ (بن سعید) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو (بن دینار) سے روایت کی کہ (انہوں نے کہا:) ہم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیا آدمی عمرہ میں صفا اور مروہ کے درمیان طواف کرنے سے پہلے اپنی بیوی سے مباشرت کرسکتا ہے؟ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ (مکہ میں) آئے۔ آپؐ نے بیت اللہ کا سات بار طواف کیا۔ پھر آپؐ نے مقامِ ابراہیم کے پیچھے دو رکعتیں پڑھیں اور صفا و مروہ کے درمیان طواف کیا۔ پھر انہوں نے کہا: تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عمدہ نمونہ ہے۔

اطرافه: ٣٩٥، ١٦٢٧، ١٦٤٥، ١٦٤٧، ١٧٩٣۔

١٦٢٤: قَالَ وَسَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَقَالَ لَا يَقْرَبُ امْرَأَتَهُ حَتَّى يَطُوْفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

۱۶۲۴: عمرو بن دینار نے کہا: اور میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو انہوں نے کہا: جب تک صفا و مروہ کے درمیان طواف نہ کرے، اپنی بیوی کے پاس نہ جائے۔

اطرافه: ٣٩٦، ١٦٤٦، ١٧٩٤۔

تشریح: صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ لِسُبُوْعِهِ رَكْعَتَيْنِ: طواف کے بعد مناسکِ حج میں دو رکعت نماز سنت ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقامِ ابراہیم کے پیچھے پڑھیں۔ اس پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے۔ طواف سات پھیروں پر مشتمل ہوتا ہے۔ ہر طواف پر دو رکعتیں پڑھی جاتی ہیں۔ اگر کوئی شخص دو طواف کرتا ہے یعنی چودہ چکر کاٹتا ہے تو وہ چار رکعتیں نماز پڑھے گا۔ جمہور کے نزدیک ہر طواف یعنی سات پھیرے مکمل کرنے پر دو دو رکعتیں الگ الگ پڑھے۔ گو بعض متأخرین نے دو طواف ختم کرنے کے بعد چار رکعتیں پڑھنا بھی جائز قرار دیا ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ نے اسے مکروہ گردانا ہے کہ سنت نبویہ کے خلاف ہے۔

(بداية المجتهد، كتاب الحج، القول فى الطواف البيت، فى صفته) (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۶۱۳)

تُجزِئُهُ الْمَكْتُوبَةُ: ان رکعتوں سے متعلق ایک اور بھی اختلاف ہے۔ وہ یہ کہ آیا نماز فریضہ ان سنتوں کا قائمقام ہوسکتی ہے یا نہیں؟ عنوانِ باب میں اس اختلاف کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے۔ زہریؒ کا فتویٰ وہی ہے جو جمہور کا یعنی اَلسُّنَّةُ اَفْضَلُ. اسماعیل بن امیہ کا قول ابن ابی شیبہؒ نے مختصر نقل کیا ہے۔(مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الحج، باب في الاقران بين الأسباع من رخص فيه، روایت نمبر ۱۴۸۰۳، جزء۳ صفحہ ۳۴۷) نافع کا قول مسند عبدالرزاق میں منقول ہے کہ حضرت ابن عمرؓ دو طواف اکٹھے کرنے ناپسند کرتے تھے۔ (مصنف عبد الرزاق، کتاب المناسک، باب قرن الطواف، روایت نمبر ۹۰۱۲، جزء۵ صفحہ ۶۴) روایت نمبر ۱۶۲۳ میں حضرت ابن عمرؓ سے جو سوال کئے جانے کا ذکر ہے وہ قِران سے متعلق ہے۔ اس سے استدلال یہ کیا گیا ہے کہ جو بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کی؛ وہ نہیں کرنی چاہیے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۶۱۳) مقامِ ادب کا تقاضا یہی ہے کہ عبادت میں جو حدود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کی ہیں ان سے تجاوز نہ کیا جائے۔

بَاب ۷۰: مَنْ لَّمْ يَقْرُبِ الْكَعْبَةَ وَلَمْ يَطُفْ حَتَّى يَخْرُجَ إِلَى عَرَفَةَ وَيَرْجِعَ بَعْدَ الطَّوَافِ الْأَوَّلِ

جو شخص طوافِ اوّل کے بعد کعبہ کے قریب نہ جائے اور نہ طواف کرے یہاں تک کہ وہ عرفات کی طرف جائے اور وہاں سے لوٹ آئے

١٦٢٥: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ حَدَّثَنَا فُضَيْلٌ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ فَطَافَ وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلَمْ يَقْرُبِ الْكَعْبَةَ بَعْدَ طَوَافِهِ بِهَا حَتَّى رَجَعَ مِنْ عَرَفَةَ.

اطرافه: ١٥٤٥، ١٧٣١۔

۱۶۲۵: محمد بن ابی بکر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) فضیل نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) موسیٰ بن عقبہ نے ہمیں بتایا، (کہا:) کریب نے مجھے بتایا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آئے۔ آپؐ نے (سات بار) طواف کیا اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کی اور اپنے طواف کے بعد کعبہ کے قریب نہیں گئے۔ یہاں تک کہ آپؐ عرفات سے لوٹ آئے۔

تشریح: **مَنْ لَّمْ يَقْرُبِ الْكَعْبَةَ ....بَعْدَ الطَّوَافِ الْأَوَّلِ:** طوافِ اوّل سے مراد طوافِ قدوم ہے۔ تمتع میں دو طواف ہیں۔ ایک عمرہ کا طواف جس کے بعد احرام کھول دیا جاتا ہے اور دوسرا حج کا۔ لیکن قِران میں طواف کے بارے میں اختلاف ہے۔ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ قارِن کے لئے ایک طواف اور ایک سعی کافی سمجھتے ہیں۔ یہی مذہب حضرت ابن عمرؓ اور حضرت جابرؓ کا ہے۔ جس کی تائید حضرت عائشہؓ کی روایت نمبر ۱۶۳۸ بھی کرتی ہے اور حضرت ابن عباسؓ کی محولہ بالا روایت بھی اسی مذہب کی تائید میں نقل کی گئی ہے۔ امام ابوحنیفہ، ثوری، اوزاعی اور ابن ابی لیلیٰ رحمہم اللہ کے نزدیک قارن کو دو دفعہ طواف کرنا چاہیے۔ کیونکہ عمرہ اور حج دو الگ الگ عبادتیں ہیں جن میں ہر ایک کے لئے الگ الگ طواف اور سعی ہے۔ (**بداية المجتهد، كتاب الحج، القول في الطواف، في أعداده وأحكامه**) اس ضمن میں باب ۶۳ کی تشریح بھی ملاحظہ ہو۔

بَاب ۷۱: مَنْ صَلَّى رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ خَارِجًا مِّنَ الْمَسْجِدِ

جس نے مسجد سے باہر طواف کی دو رکعت نماز پڑھی

وَصَلَّى عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ خَارِجًا مِّنَ الْحَرَمِ

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حرم کے باہر نماز پڑھی۔

۱۶۲۶: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ زَيْنَبَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا شَكَوْتُ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۱۶۲۶: عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے محمد بن عبدالرحمٰن سے، محمد نے عروہ سے، عروہ نے زینب (بنت ابی سلمہ) سے، زینب نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ (وہ کہتی تھیں:) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیماری کی شکایت کی۔

وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ يَحْيَى بْنُ أَبِي زَكَرِيَّاءَ الْغَسَّانِيُّ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ

(امام بخاریؒ نے کہا:) اور محمد بن حرب نے مجھ سے بیان کیا۔ ابومروان یحیٰ بن ابی زکریا غسانی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام سے، ہشام نے عروہ سے، عروہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام سلمہ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ بِمَكَّةَ وَأَرَادَ الْخُرُوْجَ وَلَمْ تَكُنْ أُمُّ سَلَمَةَ طَافَتْ بِالْبَيْتِ وَأَرَادَتِ الْخُرُوْجَ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُقِيْمَتْ صَلَاةُ الصُّبْحِ فَطُوْفِي عَلَى بَعِيْرِكِ وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ فَفَعَلَتْ ذَلِكَ فَلَمْ تُصَلِّ حَتَّى خَرَجَتْ.

رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے اور آپؐ نے نکلنے کا ارادہ کیا اور حضرت ام سلمہؓ نے بیت اللہ کا طواف نہیں کیا تھا اور وہ بھی روانہ ہونا چاہتی تھیں تو آپؐ نے ان سے فرمایا: جب صبح کی نماز کے لئے تکبیر ہو تو تم اونٹ پر سوار ہو کر طواف کر لینا جبکہ لوگ نماز پڑھ رہے ہوں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور نماز نہیں پڑھی جب تک کہ مکہ سے باہر نہیں نکلیں۔

اطرافه: ٤٦٤، ١٦١٩، ١٦٣٣، ٤٨٥٣۔

تشریح: **مَنْ صَلَّى رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ خَارِجًا مِّنَ الْمَسْجِدِ:** طواف کی دوگانہ (دو رکعت) نماز کے لئے کوئی خاص جگہ معین نہیں گو افضل یہی سمجھا گیا ہے کہ مقامِ ابراہیم کے پیچھے پڑھی جائے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ہے۔ مگر ازدحام کے وقت ہر شخص کے لئے یہ ممکن نہیں۔ اس لئے سہولت دی گئی ہے۔

وَصَلَّى عُمَرُ رضی اللہ عنہ **خَارِجًا مِّنَ الْحَرَمِ:** عنوانِ باب میں حضرت عمرؓ کے دوگانہ (دو رکعت) پڑھنے کا جو حوالہ دیا گیا ہے وہ باب نمبر ۷۳ میں بھی آیا ہے۔ یہ روایت امام مالکؒ سے بسند زہریؒ موصولاً نقل کی گئی ہے۔ (مؤطا مالک، کتاب الحج، باب الصلاة بعد الصبح والعصر فی الطواف) حضرت عمرؓ نے صبح کو طواف وداع کیا۔ چونکہ سورج نکل رہا تھا اس لئے آپؓ نے طواف کی رکعتیں مسجدِ حرام میں نہیں پڑھیں اور مدینہ منورہ کو روانہ ہو گئے۔ جب ذی طویٰ مقام میں پہنچے اور سورج بلند ہو چکا تھا تو وہاں آپؓ نے دوگانہ طواف ادا کیا۔

(فتح الباری شرح باب ۷۳ جزء۳ صفحہ ۶۱۸) (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ ۲۶۹)

بَاب ۷۲: مَنْ صَلَّى رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ خَلْفَ الْمَقَامِ

جس نے مقامِ ابراہیم کے پیچھے طواف کی دو رکعت نماز پڑھی

۱۶۲۷: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَدِمَ

۱۶۲۷: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہمیں بتایا، (کہا:) عمرو بن دینار نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت

النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا وَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّفَا وَقَدْ قَالَ اللهُ تَعَالَى: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الأحزاب: ٢٢)

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا۔ وہ کہتے تھے: نبی ﷺ (مکہ میں) آئے۔ آپؐ نے بیت اللہ کا سات بار طواف کیا اور مقامِ ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر آپؐ صفا کی طرف نکلے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: رسول اللہ ہی تمہارے لئے عمدہ نمونہ ہیں۔

اطرافہ: ۳۹۵، ۱۶۲۳، ۱۶۴۵، ۱۶۴۷، ۱۷۹۳۔

تشریح: **مَنْ صَلَّى رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ خَلْفَ الْمَقَامِ:** حضرت جابرؓ سے امام مسلم نے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقامِ ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز ادا کی اور پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی: وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى. (البقرة :١٢٦) اور ابراہیم کے مقام میں سے نماز کی جگہ پکڑو۔ اس سے بعض فقہاء یہ سمجھتے ہیں کہ گویا مقامِ ابراہیم سے مراد وہ جگہ ہے جس کے پیچھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی اور وہاں نماز پڑھنا فرض ہے۔ اس باب کے ضمن میں جس روایت کا حوالہ دیا گیا ہے وہ نمبر۱۶۲۴ میں گزر چکی ہے۔ اس سے استدلال کیا گیا ہے کہ مقامِ ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھنا صرف سنت نبویہ ہے واجب یا فرض نہیں اور یہی وجہ ہے کہ عنوانِ باب لفظِ مَنْ سے قائم کر کے اس کا جواب حذف کر دیا ہے۔ سابقہ باب (نمبر۷۱) اور اس باب (نمبر۷۲) کے دو مسئلے جواز کی صورت رکھتے ہیں۔

بَاب۷۳: اَلطَّوَافُ بَعْدَ الصُّبْحِ وَ الْعَصْرِ

صبح اور عصر کی نماز کے بعد طواف کرنا

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يُصَلِّي رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ. وَطَافَ عُمَرُ بَعْدَ الصُّبْحِ فَرَكِبَ حَتَّى صَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ بِذِي طُوًى.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما طواف کی دو رکعت اس وقت تک نہ پڑھتے جب تک کہ سورج نہ نکلتا۔ اور حضرت عمرؓ نے صبح کی نماز کے بعد طواف کیا۔ پھر آپؓ سوار ہوئے اور یہ دو رکعتیں ذی طویٰ میں پڑھیں۔

١٦٢٨ : حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عُمَرَ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ

۱۶۲۸: حسن بن عمر بصری نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) یزید بن زُریع نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے

حَبِيْبٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ نَاسًا طَافُوْا بِالْبَيْتِ بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ ثُمَّ قَعَدُوْا إِلَى الْمُذَكِّرِ حَتَّى إِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ قَامُوْا يُصَلُّوْنَ فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَعَدُوْا حَتَّى إِذَا كَانَتِ السَّاعَةُ الَّتِي تُكْرَهُ فِيْهَا الصَّلَاةُ قَامُوْا يُصَلُّوْنَ.

حبیب سے، حبیب نے عطاء سے، عطاء نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ کچھ لوگوں نے صبح کی نماز کے بعد بیت اللہ کا طواف کیا۔ پھر اس کے بعد واعظ کے پاس جا بیٹھے۔ پھر جب سورج نکلنے لگا تو اُٹھ کر نماز (دوگانہ طواف) پڑھنے لگے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ وہ بیٹھے رہے۔ یہاں تک کہ جب وہ گھڑی ہوئی جس میں نماز مکروہ ہے؛ اُٹھ کر نماز پڑھنے لگے۔

١٦٢٩: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنِ الصَّلَاةِ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَعِنْدَ غُرُوْبِهَا.

۱۶۲۹: ابراہیم بن منذر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابوضمرہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) موسیٰ بن عقبہ نے ہمیں بتایا۔ نافع سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ (بن عمر) رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سورج کے نکلنے اور غروب ہونے کے وقت نماز سے منع کرتے ہوئے سنا ہے۔

اطرافه: ٥٨٢، ٥٨٥، ٥٨٩، ١١٩٢، ٣٢٧٣.

١٦٣٠: حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ هُوَ الزَّعْفَرَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبِيْدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ رُفَيْعٍ قَالَ رَأَيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَطُوْفُ بَعْدَ الْفَجْرِ وَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ.

۱۶۳۰: حسن بن محمد (صباح) جو زعفرانی ہیں؛ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبیدہ بن حمید نے ہمیں بتایا (کہا:) عبدالعزیز بن رفیع نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو صبح کی نماز کے بعد طواف کرتے دیکھا اور دو رکعت نماز پڑھتے دیکھا۔

۱۶۳۱: قَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ وَرَأَيْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَيُخْبِرُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا حَدَّثَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَدْخُلْ بَيْتَهُ[1] إِلَّا صَلَّاهُمَا.

۱۶۳۱: عبدالعزیز نے کہا: اور میں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو عصر کی نماز کے بعد دو رکعت پڑھتے دیکھا اور وہ کہتے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر[1] میں جب بھی آتے تو آپؐ یہ دو رکعتیں ضرور پڑھتے۔

اطرافه: ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳۔

تشریح: اَلطَّوَافُ بَعْدَ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ: چونکہ طواف کے بعد دوگانہ پڑھنا سنت ہے اور طلوعِ آفتاب کے وقت نماز ممنوع اور عصر کے بعد تا مغرب مکروہ۔ اس لئے ان اوقات میں طواف سے متعلق فقہاء کے درمیان اختلاف ہوا ہے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ کے نزدیک صبح اور عصر کے بعد طواف کیا جاسکتا ہے مگر طلوع اور غروب آفتاب کے وقت نہیں۔ یہی مذہب امام مالکؒ کا ہے۔ سعید بن جبیرؒ اور مجاہدؒ کے نزدیک صبح اور عصر کے بعد طواف مکروہ ہے۔ (بداية المجتهد، كتاب الحج، القول في الطواف، في شروطه، وقت جوازه) سعید بن جبیرؒ تابعی حضرت عبداللہ بن سائب مخزومیؓ کے آزاد کردہ غلام تھے اور مکہ مکرمہ کے فقہاء میں شمار کئے جاتے ہیں۔ عالم تفسیر قرآن اور اعلیٰ درجہ کے قاری تھے۔ ۱۰۰ھ میں فوت ہوئے۔ امام شافعیؒ تمام اوقات میں طواف کرنا جائز سمجھتے ہیں۔ انہوں نے حضرت جبیر بن مطعمؓ کی جس روایت سے استدلال کیا ہے وہ سفیان بن عیینہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ اِنْ وُلِّيْتُمْ هٰذَا الْاَمْرَ فَلَا تَمْنَعُوْا اَحَدًا طَافَ اَوْ صَلَّى اَيَّ سَاعَةٍ شَاءَ مِنْ لَيْلٍ اَوْ نَهَارٍ. (سنن الدارمي، كتاب المناسك، باب الطواف في غير وقت الصلاة) یعنی بنی عبدمناف (اور بنی عبدالمطلب!) اگر تمہیں اس حکومت کا کوئی منصب سپرد کیا جائے تو تم کسی کو مت روکنا جو (بیت اللہ کا) طواف کرے یا نماز جب بھی چاہے پڑھے رات کو یا دن کو۔ یہ حدیث اصحابِ سنن اور ترمذی وغیرہ نے بھی صحیح قرار دی ہے[2] (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۶۱۷) خلاصہ یہ کہ سب متفق ہیں کہ طلوع و غروب آفتاب کے وقت طواف کرنا جائز نہیں۔ البتہ طلوعِ آفتاب کے بعد اور مغرب سے قبل طواف کے بارے میں اختلاف ہے۔

(بداية المجتهد، كتاب الحج، القول في الطواف، في شروطه، وقت جوازه)

---

[1] "بَيْتَهُ" کی بجائے عمدۃ القاری میں "بَيْتَهَا" کا لفظ ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ ۲۷۳) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

[2] (ترمذي، كتاب الحج، باب ما جاء في الصلاة بعد العصر وبعد الصبح لمن يطوف) (نسائي، كتاب مناسك الحج، باب إباحة الطواف في كل الأوقات) (ابو داؤد، كتاب المناسك، باب الطواف بعد العصر) (ابن ماجه، كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها، باب ما جاء في الرخصة في الصلاة بمكة في كل وقت) (مسند احمد بن حنبل جزء۴ صفحہ ۸۱)

امام بخاریؒ؛ امام مالکؒ کے مذہب کی تائید کرتے ہیں اور انہوں نے حضرت جبیر بن مطعمؓ کی روایت اپنی شروط کے مطابق نہیں پائی۔ جو فقہاء طواف کو بطور نماز سمجھتے ہیں۔ انہوں نے اسے نماز پر قیاس کیا ہے۔ مگر احناف کے نزدیک چونکہ طواف کو نماز مجازاً کہا گیا ہے۔ اس لئے نماز کے سارے احکام طہارت وغیرہ طواف پر اطلاق نہیں پا سکتے۔

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَدْخُلْ بَيْتَهُ إِلَّا صَلَّاهُمَا: روایت نمبر ۱۶۳۰، ۱۶۳۱ ایک غلط فہمی کے ازالہ کے لیے لائی گئی ہے جو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دو رکعتیں پڑھنا خاص وجہ سے تھا۔ اس کی وضاحت کے لیے دیکھئے روایت نمبر ۵۹۰۔

بَاب ٧٤: اَلْمَرِيْضُ يَطُوْفُ رَاكِبًا

بیمار سوار ہو کر طواف کرے

١٦٣٢: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَافَ بِالْبَيْتِ وَهُوَ عَلَى بَعِيْرٍ كُلَّمَا أَتَى عَلَى الرُّكْنِ أَشَارَ إِلَيْهِ بِشَيْءٍ فِي يَدِهِ وَكَبَّرَ.

۱۶۳۲: اسحٰق (بن شاہین) واسطی نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) خالد (طحان) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے خالد حذاء سے، خالد نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کا طواف کیا اور آپؐ ایک اونٹ پر سوار تھے۔ جب آپؐ حجرِ اسود کے سامنے آتے تو آپؐ اس کی طرف ایک چیز سے جو آپؐ کے ہاتھ میں تھی؛ اشارہ کرتے اور اللہ اکبر کہتے۔

اطرافه: ١٦٠٧، ١٦١٢، ١٦١٣، ٥٢٩٣۔

١٦٣٣: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ شَكَوْتُ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي

۱۶۳۳: عبداللہ بن مسلمہ (قعنبی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالکؒ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے محمد بن عبدالرحمان بن نوفل سے، انہوں نے عروہ سے، عروہ نے حضرت زینب بنت ام سلمہؓ سے، حضرت زینبؓ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

أَشْتَكِيْ فَقَالَ طُوْفِي مِنْ وَّرَاءِ النَّاسِ وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ فَطُفْتُ وَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ إِلَى جَنْبِ الْبَيْتِ وَهُوَ يَقْرَأُ بِالطُّوْرِ وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ.

سے شکایت کی کہ میں بیمار ہوں تو آپؐ نے فرمایا: سوار ہوکر لوگوں کے پیچھے پیچھے طواف کرلو۔ چنانچہ میں نے طواف کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے پہلو میں نماز پڑھ رہے تھے اور آپؐ سورۃ وَالطُّوْرِ وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ تلاوت فرما رہے تھے۔

اطرافه: ٤٦٤، ١٦١٩، ١٦٢٦، ٤٨٥٣۔

تشریح: **اَلْمَرِيْضُ يَطُوْفُ رَاكِبًا:** معنونہ مسئلہ روایت نمبر ۱۶۳۳ سے بآسانی مستنبط ہوتا ہے مگر روایت نمبر ۱۶۳۲ میں بیماری وغیرہ کا ذکر نہیں۔ انہیں روایتوں کے پیش نظر کتاب الصلوۃ میں باب ۷۸ کا عنوان اِدْخَالُ الْبَعِيْرِ فِي الْمَسْجِدِ لِلْعِلَّةِ قائم کیا گیا ہے۔ ابوداودؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے جو روایت نقل کی ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدِمَ مَكَّةَ وَهُوَ يَشْتَكِيْ فَطَافَ عَلَى رَاحِلَتِهِ. (ابو داؤد، کتاب المناسک، باب الطواف الواجب) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے۔ آپؐ بیمار تھے تو آپؐ نے اپنی سواری پر سوار ہو کر طواف کیا۔ اور امام مسلمؒ نے حضرت جابرؓ کی جو روایت نقل کی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں: طَافَ النَّبِيُّ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلَى رَاحِلَتِهِ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِيَرَاهُ النَّاسُ وَلِيُشْرِفَ وَلِيَسْأَلُوْهُ. (مسلم، کتاب الحج، باب جواز الطواف علی بعیر وغیرہ) یعنی نبی ﷺ نے حجۃ الوداع میں اپنی سواری پر بیت اللہ اور صفا و مروہ کا طواف کیا تا کہ لوگ آپؐ کو دیکھ لیں اور مشاہدہ کرلیں اور تا کہ وہ آپؐ سے سوال پوچھ سکیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں وجہیں پائی جاتی ہوں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۶۱۹) ایک شخص جو دور دراز کا سفر طے کر کے گیا ہو اور اگر وہ بیمار ہو جائے تو شریعتِ اسلام نے سہولت دی ہے اور اسے حج کے ثواب سے محروم نہیں رکھا۔ وہ سواری پر طواف کر سکتا ہے۔

بَاب ۷۵: سِقَايَةُ الْحَاجِّ

حاجیوں کو پانی پلانا

۱۶۳٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ اسْتَأْذَنَ الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ

۱۶۳۴: عبداللہ (بن محمد) بن ابی اسود نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابوضمرہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبیداللہ (بن عمری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے (حضرت عبداللہ) بن عمر رضی اللہ عنہما

الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّبِيْتَ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى مِنْ أَجْلِ سِقَايَتِهِ فَأَذِنَ لَهُ.

اطرافه: ١٧٤٣، ١٧٤٤، ١٧٤٥.

سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پانی پلانے کی غرض سے بجائے منیٰ مکہ میں رات ٹھہرنے کی اجازت چاہی۔ آپؐ نے ان کو اجازت دی۔

١٦٣٥: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ إِلَى السِّقَايَةِ فَاسْتَسْقَى فَقَالَ الْعَبَّاسُ يَا فَضْلُ اذْهَبْ إِلَى أُمِّكَ فَأْتِ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرَابٍ مِنْ عِنْدِهَا فَقَالَ اسْقِنِي قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّهُمْ يَجْعَلُوْنَ أَيْدِيَهُمْ فِيْهِ قَالَ اسْقِنِي فَشَرِبَ مِنْهُ ثُمَّ أَتَى زَمْزَمَ وَهُمْ يَسْقُوْنَ وَيَعْمَلُوْنَ فِيْهَا فَقَالَ اعْمَلُوْا فَإِنَّكُمْ عَلَى عَمَلٍ صَالِحٍ ثُمَّ قَالَ لَوْلَا أَنْ تُغْلَبُوْا لَنَزَلْتُ حَتَّى أَضَعَ الْحَبْلَ عَلَى هَذِهِ يَعْنِي عَاتِقَهُ وَأَشَارَ إِلَى عَاتِقِهِ.

١٦٣٥: اسحاق (بن شاہین) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) خالد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے خالد حذاء سے، خالد حذاء نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی کی سبیل پر آئے اور آپؐ نے پانی مانگا۔ حضرت عباسؓ نے کہا: فضل! اپنی ماں کے پاس جاؤ اور ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شربت لے آؤ۔ آپؐ نے فرمایا: مجھے پانی پلاؤ۔ حضرت عباسؓ نے کہا: یارسول اللہ! وہ اس میں اپنے ہاتھ ڈالتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: مجھے اسی سے پلا دو۔ چنانچہ آپؐ نے اس سے پانی پیا۔ پھر زمزم پر آئے اور لوگ پانی پلا رہے تھے اور اس میں سے پانی کھینچ رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: (اپنا کام) کئے جاؤ۔ کیونکہ تم نیک کام میں ہو۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اگر مجھے یہ خیال نہ ہو کہ تمہیں تکلیف ہوگی تو میں بھی اُترتا اور رسی اس پر رکھتا۔ یعنی اپنے کندھے پر اور آپؐ نے اپنے کندھے کی طرف اشارہ کیا۔

تشریح: سِقَايَةُ الْحَاجِّ: پانی کی قلت کے سبب حاجیوں کو پانی پلانا قدیم سے کارِثواب سمجھا جاتا تھا۔ بیت اللہ سے مخصوص چند خدمتیں تھیں جنہیں متولی خاندان نے باہمی مشورہ سے آپس میں تقسیم کرلیا تھا۔ ان میں سے

حجابہ یعنی دربانی کی خدمت کا ذکر باب نمبر۱۵ میں گزر چکا ہے۔ دوسری خدمت سقایہ یعنی پانی پلانا ہے۔ جب قصیؔ بن کلاب امیر مکہ تھے تو دربانی، علم برداری، میزبانی، آب رسانی اور شوریٰ کی خدمت کے وہی متولی ہوئے۔ ان کے بعد ان کی اولاد نے ان کو آپس میں تقسیم کرلیا۔ عبد مناف میزبانی اور آب رسانی کی خدمت کے متولی تھے اور باقی خدمتیں ان کے دو بھائیوں کو ملیں۔ عبد مناف چھاگلوں اور مشکیزوں کے ذریعہ سے پانی لاکر چمڑے کے حوضوں کو بھر دیتے اور اس میں منقّیٰ بھی ڈال دیا جاتا جس سے شربت تیار ہوجاتا اور حاجی بلا تکلف پیتے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۶۲۰) عطاء بن ابی رباح سے مروی ہے کہ انہوں نے بھی یہ شربت پیا جو شربت شیریں تھا۔ (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ ۲۷۶) اس کے بعد ان کے بیٹے ہاشم اور پوتے عبد المطلب اور پڑپوتے حضرت عباسؓ پانی پلانے کی خدمت بجالائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسے نیک کام قرار دیا (روایت نمبر ۱۶۳۵) اور حضرت عباسؓ کو اسے جاری رکھنے کی اجازت دی۔ (روایت نمبر ۱۶۳۴)

مکہ معظّمہ کی سنگلاخ زمین میں پانی پلانے کی خدمت اہم اور بڑا ثواب سمجھا جاتا تھا۔ قرآنِ مجید نے بھی اس کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ہے: أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ۝ (التوبۃ:۱۹) {یعنی کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجدِ حرام کی دیکھ بھال کرنا ایسا ہی سمجھ رکھا ہے جیسے کوئی اللہ پر ایمان لے آئے اور آخرت کے دن پر بھی اور اللہ کی راہ میں جہاد کرے۔ وہ اللہ کے نزدیک ہرگز برابر شمار نہیں ہوسکتے۔ اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔} بے شک یہ نیکی تو ہے مگر ایمان باللہ و بالآخرۃ کے برابر نہیں جو عام نیکیوں کا اصل منبع اور جس سے انسان کا ہر مجاہدہ نفس حقیقتاً رضائے الٰہی کے لئے ہوتا ہے۔ اگر ایمان باللہ نہیں تو ایک آدھ نیکی جو انسان کرتا ہے وہ خالص نہیں بلکہ کسی نہ کسی خود غرضی سے ہوتی ہے اور انسان حقیقی تقویٰ سے محروم رہتا ہے بلکہ ارتکابِ ظلم اور گناہ میں بے باک ہوجاتا ہے۔ مثلاً یہی نیک عمل (یعنی سقایۃ الحاج) روحِ ایمان مفقود ہونے کی وجہ سے کسب دنیا کا ذریعہ بنالیا گیا تھا۔ سورۃ البلد میں قساوتِ قلبی کا ذکر کرکے نیک اعمال کی تلقین کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ. (البلد: ۱۸) {پھر وہ اُن میں سے ہوجائے جو ایمان لے آئے اور صبر پر قائم رہتے ہوئے ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کرتے ہیں اور رحم پر قائم رہتے ہوئے ایک دوسرے کو رحم کی نصیحت کرتے ہیں۔} اس ارشادِ باری تعالیٰ میں ایمان باللہ کی تاکید کی گئی ہے۔ فقہاء نے ان روایتوں سے یہ اخذ کیا ہے کہ مذکورہ بالا اجازت حضرت عباسؓ سے مخصوص تھی۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۶۲۱) امام بخاریؒ نے عنوانِ باب کو مقید نہیں کیا۔ بلکہ اسے مطلق رکھا ہے۔ منیٰ کی راتوں سے مراد گیارہویں، بارہویں اور تیرھویں ذوالحج کی راتیں ہیں۔ چونکہ ایام تشریق منیٰ میں گزارنے پڑتے ہیں اور وہاں قیام ضروری ہے۔ اس لئے حضرت عباسؓ نے بیت اللہ میں جانے کی اجازت طلب کی۔ اس لئے اجازت کا تعلق قیام سے ہے نہ کہ پانی پلانے کی خدمت سے۔ امام شافعیؒ نے یہ اجازت متولی سقایۃ کے لئے قرار دی ہے۔

لَوْ لَا اَنْ تُغْلَبُوْا: اس سے مراد یہ ہے کہ میرے پانی نکالنے کی اتباع ساری امت کرے گی اور تمہیں پھر اس نیکی کا موقع نہیں ملے گا۔ یہ خدمت بلا اُجرت ادا کی جاتی تھی۔

فَأْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بِشَرَابٍ مِنْ عِنْدِهَا: آخری روایت میں حضرت عباسؓ نے اپنے بیٹے فضلؓ کو جو شربت لانے کے لئے کہا تھا وہ شربت منقیٰ تھا۔ عربی زبان میں پینے کی شئے کو شراب کہتے ہیں۔ صحیح مسلم میں ابوبکر بن عبداللہ مزنی سے مروی ہے کہ وہ حضرت ابن عباسؓ کے ساتھ بیٹھے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور آپؐ کے پیچھے حضرت اسامہؓ تھے۔ آپؐ نے پینے کے لئے پانی مانگا تو ہم نبیذ کا برتن لائے۔ جس سے آپؐ نے کچھ پیا اور باقی حضرت اسامہؓ کو دیا اور فرمایا: اَحْسَنْتُمْ وَأَجْمَلْتُمْ كَذَا فَاصْنَعُوْا. (مسلم، كتاب الحج، باب وجوب المبيت بمنى ليالى ايام التشريق والترخيص فى تركه) یعنی تم نے یہ بہت اچھا اور عمدہ کیا ہے۔ پس تم ایسا ہی کیا کرو۔ **نبیذ** عربی میں منقیٰ کے شربت کو کہتے ہیں۔ طبرانی نے بحوالہ عکرمہ نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پانی طلب کرنے پر حضرت عباسؓ نے کہا: اِنْ هٰذَا قَدْ مَرِثَ أَفَلَا اَسْقِيْكَ مِنْ بُيُوْتِنَا قَالَ لَا وَلٰكِنِ اسْقِنِىْ مِمَّا يَشْرَبُ مِنْهُ النَّاسُ. (فتح الباری جزء۳ صفحہ۶۲۱) یعنی ہاتھ سے مل کر یہ نقوع تیار کیا ہے۔ کیا اپنے گھروں سے لا کر آپؐ کو نہ پلاؤں۔ فرمایا: ضرورت نہیں۔ یہی پلاؤ جس سے لوگ پیتے ہیں۔ طبرانی کی یہ روایت نمبر ۱۶۳۵ کے مطابق ہے۔ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اخلاق کا پتہ چلتا ہے کہ آپؐ نے اپنے لئے کسی امتیاز کو پسند نہیں کیا۔

بَاب ٧٦: مَا جَاءَ فِي زَمْزَمَ

جو روایتیں زمزم کے متعلق آئی ہیں

١٦٣٦: وَقَالَ عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ كَانَ أَبُو ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُرِجَ سَقْفِي وَأَنَا بِمَكَّةَ فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَفَرَجَ صَدْرِي ثُمَّ غَسَلَهُ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِّنْ ذَهَبٍ مُّمْتَلِئٍ حِكْمَةً وَّإِيْمَانًا فَأَفْرَغَهَا فِي صَدْرِي ثُمَّ أَطْبَقَهُ

۱۶۳۶: اور عبدان نے کہا: عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں بتایا، (کہا:) یونس نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے روایت کی کہ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابوذر (غفاری) رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری چھت کھولی گئی اور اس وقت میں مکہ میں تھا۔ جبرائیل علیہ السلام اُترے۔ انہوں نے میرا سینہ شق کیا۔ پھر اس کو زمزم کے پانی سے دھویا۔ پھر سونے کا ایک طشت لائے جو حکمت اور ایمان سے

ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِي فَعَرَجَ {بِي☆} إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا قَالَ جِبْرِيْلُ لِخَازِنِ السَّمَاءِ الدُّنْيَا افْتَحْ قَالَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ.

بھرا ہوا تھا اور اس کو میرے سینے میں انڈیل دیا۔ پھر اس کو جوڑ دیا۔ پھر انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور {مجھے☆} ورلے آسمان کی طرف لے گئے۔ جبرائیل نے ورلے آسمان کے داروغہ سے کہا: کھولو۔ اس نے پوچھا: یہ کون؟ بولے: جبرائیل۔

اطرافہ: ٣٤٩، ٣٣٤٢۔

١٦٣٧: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ عَنْ عَاصِمٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا حَدَّثَهُ قَالَ سَقَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ زَمْزَمَ فَشَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ. قَالَ عَاصِمٌ فَحَلَفَ عِكْرِمَةُ مَا كَانَ يَوْمَئِذٍ إِلَّا عَلَى بَعِيْرٍ.

١٦٣٧: محمد جو سلام کے بیٹے ہیں؛ نے ہم سے بیان کیا، (کہا: مروان بن معاویہ) فزاری نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عاصم (احول) سے، عاصم نے شعبی سے روایت کی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے بیان کیا، کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو زمزم سے پانی پلایا اور آپؐ نے پانی پیا اور آپؐ کھڑے ہی تھے۔ عاصم نے کہا: (میں نے عکرمہ سے یہ ذکر کیا) تو عکرمہ نے قسم کھا کر کہا: اس دن آپؐ اونٹ پر تھے۔

اطرافہ: ٥٦١٧۔

تشریح: **مَا جَاءَ فِي زَمْزَمَ:** جس طرح حجر اسود سے متعلق بے بنیاد روایتیں مشہور تھیں۔ اسی طرح زمزم کے متعلق بھی۔ جو امام بخاریؒ نے غیر مستند ہونے کی وجہ سے قبول نہیں کیں اور باب کا عنوان مَا جَاءَ ...... مبہم الفاظ سے قائم کیا ہے۔ روایت نمبر ١٦٣٦ کتاب الصلوٰۃ باب ا میں مفصل گزر چکی ہے۔ یہ کشف ہے جس کی تعبیر بعد کے واقعات سے اظہر من الشمس ہے۔

غَسَلَهُ بِمَاءِ زَمْزَمَ: زمزم کے لغوی معنی کثرت کے ہیں۔ (لسان العرب باب الزاء، تحت لفظ زمّ) مَاءِ زَمْزَمَ یعنی بہت پانی۔ آب زمزم سے دھونا کامل تزکیہ نفس پر دلالت کرتا ہے۔ چونکہ اس واقعہ کشف سے زمزم کی بابت کسی قسم کی فضیلت کا استدلال نہیں ہوسکتا۔ اس لئے اسے عنوانِ باب میں ہی مختصراً بطور حوالہ نقل کیا ہے۔ دوسری روایت باب ٧٥ میں گزر چکی ہے (دیکھئے روایت نمبر ١٦٣٥) اس میں تصریح نہیں کہ آپؐ اس وقت اونٹ پر سوار تھے۔

قَالَ عَاصِمٌ فَحَلَفَ عِكْرِمَةُ: ابن ماجہؒ نے بھی یہی روایت نقل کی ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں: قَالَ

☆ لفظ "بِیْ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء ٣ حاشیہ صفحہ ٦٢٢) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

عَاصِمٌ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِعِكْرِمَةَ فَحَلَفَ بِاللَّهِ مَا فَعَلَ- ای ما شرب قائمًا لِأَنَّهُ كَانَ حِينَئِذٍ رَاكِبًا(ابن ماجه، کتاب الاشربة، باب الشرب قائما) (فتح الباری جزء۳ صفحہ۶۲۳) یعنی آپؐ نے کھڑے ہوکر پانی نہیں پیا کیونکہ آپؐ اس وقت سوار تھے۔ آج کل بھی لوگ آبِ زمزم بطور تبرک پیتے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ یہ کنواں اور اس کا پانی دونوں قیمتی یادگار ہیں اور معنوی کیفیات پیدا کرنے میں ظاہری محرکات میں سے ہیں۔ جیسا کہ دوسری یادگاریں مثلاً غارِ حراء، غارِ ثور، دارِ ارقم اور شعب ابی طالب (جہاں آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے خاندان اور دیگر صحابہؓ نے تین سال مقاطعہ میں گزارے۔) ان کی معنوی قدر و قیمت نظر انداز نہیں کی جا سکتی۔

بَاب ۷۷: طَوَافُ الْقَارِنِ

قِران کرنے والے کا طواف کرنا

۱٦۳۸: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَأَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ ثُمَّ قَالَ مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيُهِلَّ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ ثُمَّ لَا يَحِلُّ حَتَّى يَحِلَّ مِنْهُمَا فَقَدِمْتُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ فَلَمَّا قَضَيْنَا حَجَّنَا أَرْسَلَنِي مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِلَى التَّنْعِيمِ فَاعْتَمَرْتُ فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذِهِ مَكَانَ عُمْرَتِكِ فَطَافَ الَّذِيْنَ أَهَلُّوْا بِالْعُمْرَةِ ثُمَّ حَلُّوْا ثُمَّ طَافُوْا طَوَافًا آخَرَ بَعْدَ أَنْ رَجَعُوْا مِنْ مِّنًى وَأَمَّا الَّذِيْنَ جَمَعُوْا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَإِنَّمَا

۱٦۳۸: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا۔ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ (کہتی تھیں:) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم حجۃ الوداع میں نکلے اور ہم نے عمرہ کا احرام باندھا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: جس کے ساتھ قربانی کا جانور ہو تو وہ حج اور عمرہ کا احرام باندھ لے۔ پھر جب تک کہ دونوں سے فارغ نہ ہو جائے احرام نہ کھولے۔ میں جب مکہ میں پہنچی تو حائضہ تھی۔ جب ہم اپنا حج ادا کر چکے تو آپؐ نے مجھے عبدالرحمٰنؓ کے ساتھ تنعیم کی طرف بھیجا۔ میں نے (وہاں سے) عمرہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ (عمرہ) تمہارے اس عمرہ کی جگہ ہے۔ جن لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا انہوں نے طواف کیا۔ اس کے بعد انہوں نے احرام کھول ڈالے اور پھر انہوں نے منیٰ سے لوٹنے کے بعد ایک اور طواف

طَافُوْا طَوَافًا وَّاحِدًا.

کیا اور جن لوگوں نے حج اور عمرہ اکٹھا کیا تھا تو انہوں نے صرف ایک ہی طواف کیا۔

اطرافه: ٢٩٤، ٣٠٥، ٣١٦، ٣١٧، ٣١٩، ٣٢٨، ١٥١٦، ١٥١٨، ١٥٥٦، ١٥٦٠، ١٥٦١، ١٥٦٢، ١٦٥٠، ١٧٠٩، ١٧٢٠، ١٧٣٣، ١٧٥٧، ١٧٦٢، ١٧٧١، ١٧٧٢، ١٧٨٣، ١٧٨٦، ١٧٨٧، ١٧٨٨، ٢٩٥٢، ٢٩٨٤، ٤٣٩٥، ٤٤٠١، ٤٤٠٨، ٥٣٢٩، ٥٥٤٨، ٥٥٥٩، ٦١٥٧، ٧٢٢٩.

١٦٣٩: حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا دَخَلَ ابْنُهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ وَظَهْرُهُ فِي الدَّارِ فَقَالَ إِنِّي لَا آمَنُ أَنْ يَّكُوْنَ الْعَامَ بَيْنَ النَّاسِ قِتَالٌ فَيَصُدُّوْكَ عَنِ الْبَيْتِ فَلَوْ أَقَمْتَ فَقَالَ قَدْ خَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَيْتِ فَإِنْ حِيْلَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ أَفْعَلُ كَمَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. (الأحزاب: ٢٢) ثُمَّ قَالَ أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ مَعَ عُمْرَتِي حَجًّا قَالَ ثُمَّ قَدِمَ فَطَافَ لَهُمَا طَوَافًا وَّاحِدًا.

۱۶۳۹: یعقوب بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا، (کہا: اسماعیل) بن عُلَیّہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب سے، ایوب نے نافع سے روایت کی کہ (حضرت عبداللہ) ابن عمر رضی اللہ عنہما جبکہ ان کی سواری (حج کو جانے کے لیے) گھر میں تیار تھی تو ان کے بیٹے عبداللہ بن عبداللہ آئے اور انہوں نے کہا: مجھے ڈر ہے کہ کہیں اس سال لوگوں کے درمیان لڑائی نہ ہو جائے؛ وہ آپؓ کو بیت اللہ سے روک دیں۔ اس لئے اگر آپؓ ٹھہر جائیں (تو بہتر ہے۔) تو انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ بھی نکلے تھے تو کفارِ قریش آپؐ کے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گئے تھے۔ (اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان بھی روک ہوئی) تو جیسا رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا میں بھی ویسا ہی کروں گا۔ کیونکہ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ) تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ میں عمدہ نمونہ ہے۔ پھر (حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے) کہا: میں تمہیں گواہ ٹھہراتا ہوں کہ میں نے اپنے عمرہ کے ساتھ حج بھی واجب کر لیا ہے۔ ان کے بیٹے (عبداللہ) کہتے تھے: اس کے بعد وہ (مکہ) پہنچے تو انہوں نے حج اور عمرہ کا ایک ہی طواف کیا۔

اطرافه: ١٦٤٠، ١٦٩٣، ١٧٠٨، ١٨٠٦، ١٨٠٧، ١٨٠٨، ١٨١٠، ١٨١٢، ١٨١٣، ٤١٨٣، ٤١٨٤، ٤١٨٥.

١٦٤٠ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَّافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَرَادَ الْحَجَّ عَامَ نَزَلَ الْحَجَّاجُ بِابْنِ الزُّبَيْرِ فَقِيْلَ لَهُ إِنَّ النَّاسَ كَائِنٌ بَيْنَهُمْ قِتَالٌ وَإِنَّا نَخَافُ أَنْ يَّصُدُّوْكَ فَقَالَ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ إِذًا أَصْنَعَ كَمَا صَنَعَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ عُمْرَةً ثُمَّ خَرَجَ حَتَّى إِذَا كَانَ بِظَاهِرِ الْبَيْدَاءِ قَالَ مَا شَأْنُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ إِلَّا وَاحِدٌ أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ حَجًّا مَعَ عُمْرَتِي وَأَهْدَى هَدْيًا اشْتَرَاهُ بِقُدَيْدٍ وَلَمْ يَزِدْ عَلَى ذٰلِكَ فَلَمْ يَنْحَرْ وَلَمْ يَحِلَّ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ وَلَمْ يَحْلِقْ وَلَمْ يُقَصِّرْ حَتَّى كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ فَنَحَرَ وَحَلَقَ وَرَأَى أَنْ قَدْ قَضَى طَوَافَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ بِطَوَافِهِ الْأَوَّلِ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَذٰلِكَ فَعَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

١٦٤٠: قتیبہ (بن سعید) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے روایت کی۔ جس سال حجاج نے (حضرت عبداللہ) بن زبیرؓ پر حملہ کیا اس سال حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حج کا ارادہ کیا تو ان سے کہا گیا کہ لوگوں کے درمیان لڑائی ہونے والی ہے اور ہم ڈرتے ہیں کہ وہ آپؓ کو روک دیں گے۔ انہوں نے جواب دیا: (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ) تب میں ایسے ہی کروں گا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ میں تمہیں گواہ ٹھہراتا ہوں کہ میں نے عمرہ کو واجب کر لیا ہے۔ پھر وہ نکلے یہاں تک کہ جب بیداء کے کھلے میدان میں پہنچے تو انہوں نے کہا: حج اور عمرہ کی بات ایک ہی ہے۔ میں تمہیں گواہ ٹھہراتا ہوں۔ میں نے اپنے عمرہ کے ساتھ حج بھی واجب کر لیا ہے اور انہوں نے قربانی کا جانور بھی (اپنے ساتھ) لیا؛ جس کو (مقامِ) قُدَید میں خریدا تھا اور اس سے زیادہ کوئی کام نہیں کیا۔ نہ قربانی ذبح کی اور نہ کوئی اور بات جو احرام میں منع ہے۔ نہ سر منڈوایا، نہ بال کٹوائے۔ یہاں تک کہ قربانی کا دن ہوا تو آپؓ نے ذبح کیا اور سر منڈوایا اور سمجھے کہ پہلے ہی طواف میں حج اور عمرہ (دونوں) کا ہی طواف کر چکے ہیں اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔

اطرافه: ١٦٣٩، ١٦٩٣، ١٧٠٨، ١٨٠٦، ١٨٠٧، ١٨٠٨، ١٨١٠، ١٨١٢، ١٨١٣، ٤١٨٣، ٤١٨٤، ٤١٨٥.

تشریح: **طَوَافُ الْقَارِنِ** : قِران میں طواف کرنے کے بارے میں فقہاء کے اختلاف کا ذکر باب ۷۰ کی تشریح میں دیکھا جائے۔ اس بارے میں امام بخاریؒ کا فیصلہ روایات مندرجہ بالا کے پیش نظر یہی معلوم ہوتا ہے کہ صرف ایک طواف کیا جائے۔ بصورتِ اِفراد عمرہ اور حج کا الگ الگ طواف ہوتا ہے۔ اسی رائے کی تائید میں محولہ بالا تین روایتیں منقول ہیں۔ ان میں حضرت عائشہؓ کی روایت کا تعلق حجۃ الوداع سے ہے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے حج کا واقعہ اس سال ہوا جس میں حجاج نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ پر چڑھائی کی تھی۔ اس واقعہ سے متعلق دو روایتیں نمبر ۱۶۳۹، ۱۶۴۰ مختلف سندوں سے نقل کی ہیں۔ پہلی میں فَطَافَ لَهُمَا طَوَافًا وَّاحِدًا ہے۔ جس سے سمجھا جاسکتا ہے کہ عمرہ اور حج میں سے ہر ایک کے لئے ایک ایک طواف کیا۔ دوسری روایت سے شبہ کا ازالہ کیا گیا ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں: وَرَأَى اَنْ قَدْ قَضَى طَوَافَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ بِطَوَافِهِ الْاَوَّلِ. روایت نمبر ۱۶۴۰ کی مزید وضاحت کے لیے باب نمبر ۱۰۵ و ۱۱۴ دیکھئے۔

بَاب ۷۸: اَلطَّوَافُ عَلَى وُضُوْءٍ

باوضو طواف کرنا

۱٦٤١ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو ابْنُ الْحَارِثِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ نَوْفَلٍ الْقُرَشِيِّ أَنَّهُ سَأَلَ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ فَقَالَ قَدْ حَجَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ حِيْنَ قَدِمَ أَنَّهُ تَوَضَّأَ ثُمَّ طَافَ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً ثُمَّ حَجَّ أَبُوبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَكَانَ أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً ثُمَّ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

۱۶۴۱: احمد بن عیسیٰ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) (عبداللہ) ابن وہب نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ عمرو بن حارث نے مجھے بتایا کہ محمد بن عبدالرحمٰن بن نوفل قریشی سے مروی ہے کہ انہوں نے عروہ بن زبیر سے پوچھا تو انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حج کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے بتایا کہ جب آپؐ (مکہ میں) آئے تو سب سے پہلی بات جس سے آپؐ نے حج شروع کیا وہ یہ تھی کہ آپؐ نے وضو کیا۔ پھر بیت اللہ کا طواف کیا۔ آپؐ کا حج عمرہ نہیں ہوا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حج کیا اور بیت اللہ کا طواف پہلا کام تھا جس سے انہوں نے حج شروع کیا اور ان کا حج عمرہ نہیں ہوا۔ ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔

مِثْلُ ذَلِكَ ثُمَّ حَجَّ عُثْمَانُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَرَأَيْتُهُ أَوَّلُ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً ثُمَّ مُعَاوِيَةُ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ ثُمَّ حَجَجْتُ مَعَ أَبِي الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ فَكَانَ أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً ثُمَّ رَأَيْتُ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارَ يَفْعَلُوْنَ ذَلِكَ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً ثُمَّ آخِرُ مَنْ رَأَيْتُ فَعَلَ ذَلِكَ ابْنُ عُمَرَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُضْهَا عُمْرَةً وَهَذَا ابْنُ عُمَرَ عِنْدَهُمْ فَلَا يَسْأَلُوْنَهُ وَلَا أَحَدٌ مِمَّنْ مَّضَى مَا كَانُوْا يَبْدَءُوْنَ بِشَيْءٍ حَتَّى يَضَعُوْا أَقْدَامَهُمْ مِّنَ الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَا يَحِلُّوْنَ وَقَدْ رَأَيْتُ أُمِّي وَخَالَتِي حِيْنَ تَقْدَمَانِ لَا تَبْتَدِئَانِ بِشَيْءٍ أَوَّلَ مِنَ الْبَيْتِ تَطُوْفَانِ بِهِ ثُمَّ لَا تَحِلَّانِ.

ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی حج کیا تو میں نے ان کو دیکھا کہ پہلا کام جس سے انہوں نے حج شروع کیا وہ بیت اللہ کا طواف تھا۔ پھر ان کا حج بھی عمرہ نہ ہوا۔ پھر ان کے بعد حضرت معاویہؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بھی (حج کیا)۔ پھر میں نے (اپنے باپ) حضرت زبیر بن عوامؓ کے ساتھ حج کیا تو پہلا کام جس سے انہوں نے حج شروع کیا بیت اللہ کا طواف تھا۔ پھر ان کا بھی حج عمرہ نہ ہوا۔ پھر میں نے مہاجرین وانصار کو بھی یہی کرتے دیکھا۔ پھر ان کا بھی حج عمرہ نہیں ہوا۔ پھر سب سے آخر جس کو میں نے یہی کرتے دیکھا؛ حضرت ابن عمرؓ تھے۔ پھر انہوں نے بھی حج کی نیت توڑ کر اسے عمرہ نہیں کیا اور حضرت ابن عمرؓ ان میں موجود ہیں۔ ان سے کیوں نہیں پوچھ لیتے اور جتنے بھی لوگ گزرے ہیں ان میں سے ایک بھی نہیں جس نے ایسا کیا ہو۔ وہ جونہی اپنا قدم مکہ میں رکھتے بیت اللہ کا طواف کرتے اور اس کے بعد احرام نہیں کھولتے تھے اور میں نے اپنی ماں (حضرت اسماءؓ) اور اپنی خالہ (حضرت عائشہؓ) کو بھی دیکھا کہ جب وہ مکہ میں آتیں تو پہلے کوئی کام نہ کرتیں، بیت اللہ کا طواف کرتیں۔ پھر وہ احرام نہ کھولتیں۔

اطرافه: ۱٦۱٤۔

۱٦٤٢: وَقَدْ أَخْبَرَتْنِي أُمِّي أَنَّهَا أَهَلَّتْ هِيَ وَأُخْتُهَا وَالزُّبَيْرُ وَفُلَانٌ وَفُلَانٌ بِعُمْرَةٍ فَلَمَّا مَسَحُوا

۱۶۴۲: میری ماں نے مجھے بتایا کہ ان کی بہن (حضرت عائشہؓ) اور حضرت زبیرؓ اور فلاں فلاں لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا۔ جب انہوں نے

الرُّكْنَ حَلُّوْا. حجرِ اسود کا مسح کیا تو اس وقت انہوں نے احرام کھولا۔

اطرافه: ١٦١٥، ١٧٩٦۔

تشریح: **اَلطَّوَافُ عَلَى وُضُوْءٍ:** جمہور کا یہی مذہب ہے کہ طواف کے لئے وضو کرنا ایسا ہی ضروری ہے جیسا نماز کے لئے اور ان کا استدلال نہ صرف مذکورہ بالا روایت ہی سے ہے بلکہ اس روایت سے بھی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماء بنت عمیسؓ کے متعلق فرمایا: **تَصْنَعُ مَا يَصْنَعُ النَّاسُ اِلَّا اَنَّهَا لَا تَطُوْفُ بِالْبَيْتِ.** (ابن ماجه، كتاب المناسک، باب النفساء والحائض تهل بالحج) یعنی جو باتیں حاجی کرتے ہیں وہ کرو لیکن بیت اللہ کا طواف نہ کرو۔ روایت نمبر ۱۶۵۰ زیر باب ۸۱ میں بھی یہی ہے جس میں حضرت عائشہؓ کو آپؐ نے فرمایا: **غَيْرَ اَنْ لَّا تَطُوْفِي بِالْبَيْتِ حَتَّى تَطْهُرِيْ.** فقہاءِ کوفہ نے جن میں امام ابوحنیفہؒ بھی ہیں طواف کے لئے وضو کو سنت مؤکدہ تو قرار دیا ہے مگر ضروری شرط نہیں کہا کہ جس کے بغیر طواف جائز نہ ہو۔ ان کے نزدیک ہر عبادت کے لئے جس میں حیض سے طہارت حاصل ہونا ضروری ہے؛ یہ ضروری نہیں کہ اس حدیث سے طہارت بھی ضروری ہو۔ مثلاً حائضہ روزہ نہیں رکھ سکتی مگر روزہ بغیر وضو کے ہو سکتا ہے۔ امام مالکؒ و امام شافعیؒ کی رائے میں بغیر وضو طواف نہ عمداً جائز ہے نہ سہواً۔ **اَلطَّوَافُ بِالْبَيْتِ صَلَاةٌ** [1] کی بنا پر ان کے نزدیک طواف بھی نماز کی طرح عبادت ہے جس کے لئے طہارت ضروری ہے مگر یہ روایت امام بخاریؒ کے نزدیک مستند نہیں۔ اس ضمن میں تشریح باب نمبر ۷۳ بھی ملاحظہ ہو۔ چونکہ محولہ بالا روایت سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ نے وضو کیا جس کے متعلق یہ احتمال بھی ہے کہ یہ وضو دوگانہ طواف (یعنی طواف کی دو رکعتوں) کے لئے ہو۔ اس لئے امام بخاریؒ نے باب کا عنوان مصدر یہ رکھ کر اس مسئلہ کو مطلق گردانا ہے اور اس بارہ میں کوئی فیصلہ بالجزم نہیں کیا۔ چونکہ یہ آنحضرت ﷺ کا عمل ہے جس کے وجوب یا عدمِ وجوب کے لئے آپؐ کی طرف سے کوئی تصریح نہیں۔ اس لئے مقامِ ادب کا تقاضا ہے کہ آپؐ کی اقتداء کی جائے۔ خصوصاً جبکہ آنحضرت ﷺ نے طواف کرنے اور دوگانہ پڑھنے کے بعد فرمایا: **خُذُوْا (عَنِّي) مَنَاسِكَكُمْ.** [2] یعنی عباداتِ حج کے طریق مجھ سے سیکھو۔ (دیکھئے روایات باب ۷۷) ایسے مسائل کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ** (الأحزاب: ۲۲) یعنی رسول اللہ ﷺ تمہارے لئے بہتر رہنما ہیں۔ جملہ **اَلطَّوَافُ عَلَى وُضُوْءٍ** کی نحوی ترکیب کا بھی یہی منشاء ہے۔ اس تعلق میں اگلے باب کی تشریح بھی ملاحظہ ہو۔ فقہاء کے اختلاف کی وضاحت کے لیے دیکھئے: **بداية المجتهد، كتاب الحج، القول فى الطواف بالبيت، فى شروطه، جواز الطواف بغير طهارة.**

---

[1] (ترمذی، کتاب الحج، باب ما جاء فی الكلام فی الطواف)
(دارمی، کتاب المناسک، باب الكلام فی الطواف)

[2] (مسلم، كتاب الحج، باب استحباب رمی جمرة العقبة يوم النحر)
(ابو داؤد، کتاب المناسک، باب فی رمی الجمار)
(نسائی، کتاب مناسک الحج، باب الركوب الى الجمار واستظلال المحرم)

بَاب ۷۹: وُجُوْبُ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَجُعِلَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ

صفاومروہ (کی سعی) کاضروری ہونا اور وہ شعائر اللہ میں سے قرار دیئے گئے ہیں

۱۶۴۳: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ عُرْوَةُ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقُلْتُ لَهَا أَرَأَيْتِ قَوْلَ اللّٰهِ تَعَالَىٰ: إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ۝ (البقرة: ۱۵۹) فَوَاللّٰهِ مَا عَلَى أَحَدٍ جُنَاحٌ أَنْ لَّا يَطُوْفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ قَالَتْ بِئْسَ مَا قُلْتَ يَا ابْنَ أُخْتِي إِنَّ هَذِهِ لَوْ كَانَتْ كَمَا أَوَّلْتَهَا عَلَيْهِ كَانَتْ: لَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لَّا يَتَطَوَّفَ بِهِمَا وَلَكِنَّهَا أُنْزِلَتْ فِي الْأَنْصَارِ كَانُوْا قَبْلَ أَنْ يُّسْلِمُوْا يُهِلُّوْنَ لِمَنَاةَ الطَّاغِيَةِ الَّتِي كَانُوْا يَعْبُدُوْنَهَا عِنْدَ الْمُشَلَّلِ فَكَانَ مَنْ أَهَلَّ يَتَحَرَّجُ أَنْ يَّطُوْفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَلَمَّا أَسْلَمُوْا سَأَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّا كُنَّا نَتَحَرَّجُ أَنْ نَّطُوْفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ

۱۶۴۳: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے روایت کی کہ عروہ نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا اور ان سے کہا: بتلایئے اللہ تعالیٰ جو فرماتا ہے: صفا اور مروہ جو شعائر اللہ میں سے ہیں۔ پس جس نے بیت اللہ کا حج کیا یا عمرہ کیا اس پر کوئی گناہ نہیں کہ ان دونوں کا طواف کرے۔ اللہ کی قسم! (اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے) کہ کسی پر گناہ نہیں کہ وہ صفا اور مروہ کا طواف نہ کرے۔ انہوں نے کہا: میرے بھانجے! کیا ہی بُری بات تم نے کہی ہے۔ یہ آیت اگر جیسا کہ تم نے تاویل کی ہے انہی معنوں میں ہوتی تو یوں ہوتی: لَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ لَّا يَتَطَوَّفَ بِهِمَا کہ اس پر کوئی گناہ نہیں کہ ان دونوں کا طواف نہ کرے۔ لیکن یہ آیت انصار کی نسبت اتری تھی۔ وہ اسلام قبول کرنے سے پہلے منات بت کے لئے احرام باندھتے۔ جس کی وہ مشلل کے پاس پوجا کیا کرتے تھے۔ پس جب حج یا عمرہ کا احرام باندھتے تو صفا اور مروہ میں طواف کرنا گناہ سمجھتے۔ جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سے

تَعَالٰى: إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ الْآيَةَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا وَقَدْ سَنَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّوَافَ بَيْنَهُمَا فَلَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يَّتْرُكَ الطَّوَافَ بَيْنَهُمَا ثُمَّ أَخْبَرْتُ أَبَا بَكْرِ ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ إِنَّ هٰذَا لَعِلْمٌ مَا كُنْتُ سَمِعْتُهُ وَلَقَدْ سَمِعْتُ رِجَالًا مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ يَذْكُرُوْنَ أَنَّ النَّاسَ إِلَّا مَنْ ذَكَرَتْ عَائِشَةُ مِمَّنْ كَانَ يُهِلُّ بِمَنَاةَ كَانُوْا يَطُوْفُوْنَ كُلُّهُمْ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَلَمَّا ذَكَرَ اللهُ تَعَالٰى الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ وَلَمْ يَذْكُرِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ فِي الْقُرْآنِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ كُنَّا نَطُوْفُ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَإِنَّ اللهَ أَنْزَلَ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ فَلَمْ يَذْكُرِ الصَّفَا فَهَلْ عَلَيْنَا مِنْ حَرَجٍ أَنْ نَّطَّوَّفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالٰى: إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ الْآيَةَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ فَأَسْمَعُ هٰذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِي الْفَرِيْقَيْنِ كِلَيْهِمَا فِي الَّذِيْنَ كَانُوْا يَتَحَرَّجُوْنَ أَنْ يَّطُوْفُوْا

متعلق دریافت کیا، کہا: یا رسول اللہ! ہم گناہ سمجھا کرتے تھے کہ صفا اور مروہ کا طواف کریں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ وحی نازل کی: اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ ...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کے درمیان طواف کو جاری کر چکے ہیں۔ اس لئے کسی کو نہ چاہیے کہ ان کے درمیان طواف چھوڑے۔ پھر میں نے ابوبکر بن عبدالرحمٰن سے یہ واقعہ بیان کیا تو انہوں نے کہا: یہ تو وہ علم کی بات ہے جس کو کہ میں نے بھی نہیں سنا تھا۔ میں نے تو اہل علم میں سے کئی آدمیوں سے سنا۔ وہ ذکر کرتے تھے کہ لوگ سوا ان کے؛ جن کا ذکر حضرت عائشہؓ نے کیا ہے یعنی جو مناۃ کے لئے احرام باندھتے تھے؛ سب کے سب صفا اور مروہ کا طواف کیا کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کے طواف کا ذکر کیا اور قرآن میں صفا و مروہ کا ذکر نہیں ہوا تو لوگ کہنے لگے: یا رسول اللہ! ہم صفا و مروہ کا طواف کیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کے طواف کا حکم نازل کیا ہے مگر صفا کا ذکر نہیں کیا تو کیا ہم پر کچھ ہوگا اگر ہم صفا و مروہ میں طواف کریں؟ تب اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کی: اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ ...... ابوبکر نے کہا: پس میں سمجھتا ہوں کہ یہ آیت دونوں فریقوں کی نسبت نازل ہوئی۔

فِي الْجَاهِلِيَّةِ بِالصَّفَا وَ الْمَرْوَةِ وَ الَّذِيْنَ يَطُوْفُوْنَ ثُمَّ تَحَرَّجُوْا أَنْ يَّطُوْفُوْا بِهِمَا فِي الإِسْلَامِ مِنْ أَجْلِ أَنَّ اللهَ تَعَالَى أَمَرَ بِالطَّوَافِ بِالْبَيْتِ وَلَمْ يَذْكُرِ الصَّفَا حَتَّى ذَكَرَ ذَلِكَ بَعْدَ مَا ذَكَرَ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ.

ان کے متعلق بھی جو جاہلیت میں صفاومروہ کا طواف کرنا گناہ سمجھتے تھے اوران لوگوں سے متعلق بھی جوطواف کرتے تھے۔ پھر اسلام میں ان کا طواف گناہ سمجھنے لگے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کے طواف کا حکم دیا اور صفا کا ذکر نہیں کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کے طواف کا ذکر فرما کر صفاومروہ کے طواف کا بھی ذکر کر دیا۔

اطرافه: ۱۷۹۰، ٤٤٩٥، ٤٨٦١۔

تشریح: **وُجُوبُ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ:** صفاومروہ اس سلسلہ کوہِ صفا کی دو چوٹیاں ہیں جو مکہ مکرمہ کی شمال مشرقی جہت میں واقع ہیں۔ جن کی نسبت مشہور ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام پانی کی تلاش میں کبھی اس چوٹی پر آئیں کبھی اس چوٹی پر اور چاروں طرف نظر دوڑاتیں کہ کہیں پانی کا نشان ملے۔ صفا جمع ہے صفاۃ کی، جس کے معنی ہیں صاف چٹان۔ (لسان العرب، صفا) صفا بیت اللہ کے جنوب مشرق کی جانب واقع ہے۔ مروہ شمال مشرقی جانب۔ یہ دونوں پہاڑیاں شعائر اللہ قرار دی گئی ہیں۔ شعائر جمع ہے شعیرہ یا شعارہ کی، جس کے لغوی معنی علامت کے ہیں۔ (لسان العرب، شعر)

شَعَائِرُ اللهِ: اصطلاحِ شریعت میں شعیرہ ہر وہ شئے ہے جو شانِ الوہیت کے لئے بطور نشان سمجھی جائے اور صفاتِ باری تعالیٰ کی نشان دہی کرے۔ اسے دیکھ کر یہ معلوم ہو کہ کس طرح اللہ تعالیٰ انسان کی عبودیت پر اپنی شانِ الوہیت کی خارق عادت تجلی فرماتا ہے۔ حج کے مناسک یعنی ایسی عبادتیں جن کا تعلق حضرت ابراہیم، حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہم السلام کی عظیم الشان قربانیوں سے ہے وہ سب مذکورہ بالا معنے میں شعائر اللہ ہیں۔

مناسک جمع ہے منسک کی جونسک سے مشتق ہے۔ نسک کے معنی قربانی کے ہیں۔ قربانی کے دنبے، اونٹ اور دیگر مویشی بھی شعائر اللہ کہلاتے ہیں۔ (الحج: ۳۷) کیونکہ وہ حضرت ابراہیمؑ کی قربانی اور اللہ تعالیٰ کی قبولیت کا ابدی نشان ہیں۔ صفا اور مروہ کی شہادت یعنی گواہی دو قسم کی ہے۔ ایک تاریخی اور دوسری روحانی۔ تاریخی شہادت یہ ہے کہ مقامِ اُور سے ہجرت کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک مرکز توحید کنعان میں قائم کیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک مرکز وادیٔ مکہ میں قائم کرنا ان کے پیشِ نظر تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیثیت کنعان، مصر اور ان کے درمیانی علاقوں اور مضافات میں اقتصادی، تمدنی، سیاسی اور مذہبی لحاظ سے بہت اہمیت حاصل کر چکی تھی۔ اس اہمیت کا علم پیدائش باب ۱۳، ۱۴ کے مطالعہ سے بھی ہوسکتا ہے جن میں ان کے مال و دولت کی کثرت اور ان کی جنگوں کا ذکر ہے جو مضافات کے جابر ظالموں سے ہوئیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں شکست فاش دی اور اپنے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کو ان کی قید سے آزادی دلا کر انہیں بھی مضبوط کیا اور ان تعلقات سے بھی ظاہر ہے جو ان کے حُکامِ مصر سے قائم ہوئے۔ یہاں تک کہ وہ وہاں سے

کثیر التعداد ہدایا کے ساتھ لوٹے۔ جن میں ایک امیر زادی حضرت ہاجرہ علیہا السلام بھی تھیں۔ حضرت ہاجرہؑ لونڈی نہ تھیں بلکہ آزاد شہزادی تھیں☆ جنہوں نے بعد میں اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ سمیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اعلیٰ مقاصد کی تکمیل میں پوری موافقت کا نمونہ دکھایا۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی اس ہجرت گاہ کا یہ ایک تاریخی پس منظر ہے اور دوسری شہادت خالص روحانی ہے کہ ایک عورت اپنے دنیاوی سہارے یعنی خاوند سے الگ ہوکر بے آب و گیاہ سنگلاخ پہاڑیوں کی کڑی آزمائش میں اِذًا لَّا یُضَیِّعُ کہتے ہوئے اپنے آپ اور اپنے بیٹے کو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے سپرد کرتی ہے۔ توحید و توکل کا یہ قابلِ رشک نمونہ ایک طرف اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا الٰہی منشاء پورا کرنے کی غرض سے ایک دوسرا مرکز توحید قائم کرنا اور اس میں ان کے بیوی بیٹے کا پوری موافقت کرنا دوسری طرف اور اس تعلق میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا کہ رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ (ابراھیم: ۳۸) اے ہمارے ربّ! یقیناً میں نے اپنی اولاد میں سے بعض کو ایک بے آب و گیاہ وادی میں تیرے معزز گھر کے پاس آباد کر دیا ہے۔ اے ہمارے ربّ تاکہ وہ نماز قائم کریں۔...... اور اس دعا کی خارقِ عادت قبولیت کا عظیم الشان نشان صفا اور مروہ کی پہاڑیوں میں بطور شعائر اللہ قائم ہونا یہ سب باتیں نشانِ الوہیت پر نہ مٹنے والی شہادتیں ہیں۔ جن کی وجہ سے ان جگہوں کو وہ عظمت حاصل ہے جن کا ہم آج تک مشاہدہ کر رہے ہیں۔ حضرت ہاجرہؑ کا بے کسی اور بے بسی کے عالم میں اپنے بچے کے لئے پانی کی تلاش میں بے قرار اِدھر اُدھر دوڑنا جیسا کہ روایاتِ متواترہ سے پایا جاتا ہے؛ ان کی یہ سعی بھی راہِ سلوک میں پہلے مرحلے کی ایک علامت ہے جو درحقیقت ان کے لئے نہایت ہی کڑی اور تلخ آزمائش کی گھڑی تھی۔ جس میں ایمانِ صادق کے بغیر انسان ثابت قدم نہیں رہ سکتا۔ ایسی ہی کڑی آزمائش پر وہ خارقِ عادت شانِ الوہیت ظاہر ہوتی ہے جو حضرت ہاجرہ علیہا السلام پر بھی ظاہر ہوئی۔ مسبب الاسباب خدائے قیوم و قادر نے بے کس ہاجرہ کے لئے آخر اسی بے آب و گیاہ بنجر کو سرسبز و شاداب کر دیا اور پھر وادیٔ مکہ کا ویرانہ حیرت انگیز طور پر سارے جہاں کے لئے توحید اور ہدایت کا مرکز قرار پایا۔ غرض شانِ الوہیت کا مشاہدہ کرنے کے لئے ہر انسان کو پہلے ایک ہاجرہ بننا پڑتا ہے اور ضروری ہے کہ مقامِ عرفان حاصل کرنے کے لئے وہ پہلے ترکِ اسباب کی کڑی آزمائش میں اپنے آپ کو ڈالے۔ یہی سنتِ الٰہیہ ہے جو ہمیشہ سے جاری ہے۔ یہ وہ چقماق کا پتھر ہے جس سے ابتلاؤں کی رگڑ پوشیدہ نور کو آشکار کر کے شانِ الوہیت کی جلوہ نمائی کرتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کلمہ لا الٰہ الا اللہ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

> ’’اسباب پر توکل کرنا بھی ایک بُت ہے مگر یہ ایک باریک بُت ہے۔ جیسا کہ عالم جسمانی میں بعض بیماریاں باریک ہوتی ہیں۔..... ان بتوں سے بچنا بڑے بہادر آدمی کا کام ہے۔ جو لوگ ان بتوں کے پیچھے لگتے ہیں وہ..... حد سے زیادہ اسباب پر زور مارتے ہیں اور ان کا تمام بھروسہ ان اسباب ہی پر ہوتا ہے۔ جب تک ان باتوں کا قلع قمع نہ کیا جاوے، توحید قائم نہیں ہوسکتی۔‘‘ (تقریر حضرت مسیح موعودؑ ۲۶ دسمبر ۱۹۰۶ء- دیکھئے البدر ۱۰ جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۱)

☆(The Jewish Encyclopedia, under word:Hagar, In Rebbinical Literature)

بَاب ٨٠: مَا جَاءَ فِي السَّعْيِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ

صفااور مروہ کے درمیان دوڑنے کی نسبت جوروایتیں آئی ہیں

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا السَّعْيُ مِنْ دَارِ بَنِي عَبَّادٍ إِلَى زُقَاقِ بَنِي أَبِي حُسَيْنٍ.

اور (حضرت عبداللہ) بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ سعی بنوعباد کے گھر سے لے کر بنوابوحسین کے کوچہ تک ہے۔

١٦٤٤: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مَيْمُوْنٍ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا طَافَ الطَّوَافَ الْأَوَّلَ خَبَّ ثَلَاثًا وَمَشَى أَرْبَعًا وَكَانَ يَسْعَى بَطْنَ الْمَسِيْلِ إِذَا طَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَقُلْتُ لِنَافِعٍ أَكَانَ عَبْدُ اللهِ يَمْشِيْ إِذَا بَلَغَ الرُّكْنَ الْيَمَانِيَ قَالَ لَا إِلَّا أَنْ يُّزَاحَمَ عَلَى الرُّكْنِ فَإِنَّهُ كَانَ لَا يَدَعُهُ حَتَّى يَسْتَلِمَهُ.

۱۶۴۴: محمد بن عبید بن میمون نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عیسیٰ بن یونس نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبیداللہ بن عمر سے، عبیداللہ نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پہلا طواف کرتے تو آپؐ تین بار دوڑ کر چلتے اور چار بار حسب معمول چلتے اور جب صفا و مروہ کے درمیان چکر لگاتے تو نالہ کی نشیب میں دوڑتے۔ (عبیداللہ کہتے تھے:) میں نے نافع سے پوچھا کہ حضرت عبداللہ (بن عمرؓ) جب رکن یمانی کے پاس پہنچتے تو کیا وہ حسب معمول چلتے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ سوا اس کے کہ حجرِ اسود کے پاس ہجوم کی وجہ سے انہیں رکاوٹ ہوتی کیونکہ جب تک وہ اس کو نہ چھولیتے اسے نہ چھوڑتے۔

اطرافه: ١٦٠٣، ١٦٠٤، ١٦١٦، ١٦١٧۔

١٦٤٥: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ قَالَ سَأَلْنَا ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ

۱۶۴۵: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا، کہا: سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو بن دینار سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: ہم

رَجُلٍ طَافَ بِالْبَيْتِ فِي عُمْرَةٍ وَلَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ أَيَأْتِي امْرَأَتَهُ فَقَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا وَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ فَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعًا. لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. (الأحزاب: ۲۲)

نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اس شخص کی نسبت دریافت کیا جو عمرہ میں بیت اللہ کا طواف کرے اور صفا مروہ کے درمیان طواف نہ کرے؛ کیا وہ اپنی بیوی سے مباشرت کرسکتا ہے؟ انہوں نے کہا: نبی ﷺ (مکہ میں) آئے۔ آپؐ نے بیت اللہ کا سات بار طواف کیا اور مقامِ ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی اور صفا مروہ کے درمیان سات پھیرے کئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تمہارے لئے عمدہ نمونہ ہے۔

اطرافه: ۳۹۵، ۱۶۲۳، ۱۶۲۷، ۱۶۴۷، ۱۷۹۳۔

۱٦٤٦: وَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَقَالَ لَا يَقْرَبَنَّهَا حَتَّى يَطُوْفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

۱۶۴۶: اور ہم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو انہوں نے کہا: اپنی بیوی کے پاس نہ جائے جب تک کہ صفا مروہ کا طواف نہ کرے۔

اطرافه: ۳۹٦، ۱٦۲٤، ۱۷۹٤۔

۱٦٤٧: حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ تَلَا: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. (الأحزاب: ۲۲)

۱۶۴۷: مکی بن ابراہیم نے ہمیں بتایا۔ ابن جریج سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: عمرو بن دینار نے مجھے بتایا، کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا۔ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آئے اور آپؐ نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ پھر دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر صفا اور مروہ کے درمیان دوڑے۔ پھر (حضرت عبداللہؓ نے) یہ آیت پڑھی: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ.

اطرافه: ۳۹۵، ۱٦۲۳، ۱٦۲۷، ۱٦٤۵، ۱۷۹۳۔

١٦٤٨ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا عَاصِمٌ قَالَ قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَكُنْتُمْ تَكْرَهُوْنَ السَّعْيَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ قَالَ نَعَمْ لِأَنَّهَا كَانَتْ مِنْ شَعَائِرِ الْجَاهِلِيَّةِ حَتَّى أَنْزَلَ اللهُ: اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ؕ (البقرة:١٥٩)

اطرافه: ٤٤٩٦۔

۱۶۴۸: احمد بن محمد (مروزی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:) عاصم (احول) نے ہمیں بتایا، کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپؓ صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا برا سمجھتے تھے؟ تو انہوں نے کہا: ہاں۔ کیونکہ یہ جاہلیت کی رسوم میں سے (ایک رسم) تھی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: صفا و مروہ شعائر اللہ میں سے ہیں اس لئے جو بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے اس پر کوئی گناہ نہیں کہ ان دونوں کا بھی طواف کرے۔

١٦٤٩ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ إِنَّمَا سَعَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِيُرِيَ الْمُشْرِكِيْنَ قُوَّتَهُ.

۱۶۴۹: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو (بن دینار) سے، عمرو نے عطاء (بن ابی رباح) سے، عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ اور صفا و مروہ میں جو دوڑے تھے وہ تو صرف اس لئے کہ مشرکین کو اپنی قوت دکھائیں۔

زَادَ الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرٌو سَمِعْتُ عَطَاءً عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ... مِثْلَهُ.

حمیدی نے اتنا اور بڑھایا، (کہا:) سفیان (بن عیینہ) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عمرو (بن دینار) نے ہم سے بیان کیا کہ میں نے عطاء کو حضرت ابن عباسؓ سے اس طرح روایت کرتے سنا۔

اطرافه: ٤٢٥٧۔

تشریح: **مَا جَاءَ فِي السَّعْيِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ:** عنوانِ باب میں حضرت ابن عمرؓ کا حوالہ سعی کی حد مقرر کرنے کے لئے نقل کیا گیا ہے۔ صفا و مروہ کے درمیان نشیب حصہ دوڑنے کی جگہ تھی جسے اب مٹی ڈال کر برابر کر دیا گیا ہے تا حاجیوں کو دوڑنے میں تکلیف نہ ہو۔ پہلے موسم برسات میں پانی کا نالہ بن جاتا تھا۔ محولہ بالا حدوں پر اب نشان نصب کئے گئے ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ کی سعی سے متعلق روایت فاکہیؒ اور ابن ابی شیبہؒ نے نقل کی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبه، کتاب الحج، باب من کان یسعی فی بطن المسیل) (فتح الباری جزء۳ صفحہ۶۳۴)

صفا و مروہ سے متعلق کئی ایک روایتیں مشہور ہیں جو امام بخاریؒ کے نزدیک غیر معتبر ہیں اور اسی لئے عنوانِ باب مَا جَاءَ کے الفاظ سے قائم کیا ہے اور اس باب میں چھ روایتیں نقل کی ہیں جن کا تعلق سعی کے ساتھ ہے۔ روایت نمبر ۱۶۴۴ تا ۱۶۴۷ سے ثابت کرنا مقصود ہے کہ صفا و مروہ میں سعی حج کا ضروری رکن ہے۔ روایت نمبر ۱۶۴۸ سے یہ بتایا گیا ہے کہ صحابہؓ کی کراہیت کا اصل سبب کیا تھا۔ ان روایتوں کی موجودگی میں روایت ۱۶۴۹ کا مفہوم یہ نہیں ہوسکتا کہ صفا و مروہ کے درمیان دوڑنے کی ابتداء اس لئے ہوئی تھی کہ قوت کا مظاہرہ ہو کیونکہ اس روایت میں بیت اللہ کے طواف کا بھی ذکر ہے۔ بلکہ اس سے مراد صرف یہ ہے کہ اس موقع پر آپؐ اور آپؐ کے صحابہؓ دونوں جگہ تیز دوڑے تھے۔ جیسا کہ اس سے قبل باب ۵۷ میں بھی اس کا ذکر گزر چکا ہے۔

زَادَ الْحُمَيْدِيُّ ......: ان روایتوں کے آخر میں بحوالہ حمیدی اس امر کی تصریح کی گئی ہے کہ روایت نمبر ۱۶۴۹ معنعن نہیں بلکہ موصول ہے۔ راوی نے ایک دوسرے سے سن کر روایت بیان کی ہے۔

ان تمام روایتوں سے سعی صفا و مروہ کے واجب ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ روایت نمبر ۱۶۴۷ کے آخری الفاظ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب :۲۲) قابل غور ہیں۔ صحابہ کرامؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و فعل قابل اتباع سمجھتے تھے اور یقین رکھتے تھے کہ آپؐ کی تمام حرکات و سکنات وحی الٰہی کی تجلی کے ماتحت تھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آئینہ کمالات اسلام میں یہ مضمون بسط سے بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں:-

> ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت صحابہ کا بلاشبہ یہ اعتقاد تھا کہ آنجناب کا کوئی فعل اور کوئی قول وحی کی آمیزش سے خالی نہیں گو وہ وحی مجمل ہو یا مفصل، خفی ہو یا جلی، بیّن ہو یا مشتبہ..... بعض اوقات اجتہادی غلطی ہوئی تا اُس سے بھی تکمیل دین ہو اور بعض باریک مسائل اُس کے ذریعہ سے پیدا ہوں اور وہ سہو بشریت بھی تمام لوگوں کی طرح سہو نہ تھا بلکہ دراصل ہمرنگ وحی تھا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک خاص تصرف تھا جو نبی کے وجود پر حاوی ہو کر اُس کو کبھی ایسی طرف مائل کر دیتا تھا جس میں خدا تعالیٰ کے بہت مصالح تھے۔ سو ہم اُس اجتہادی کو بھی وحی سے علیحدہ نہیں سمجھتے......''

(آئینہ کمالاتِ اسلام- روحانی خزائن جلد۵ صفحہ۱۱۲ تا ۱۱۵)

بَاب ٨١: تَقْضِي الْحَائِضُ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا إِلَّا الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ وَإِذَا سَعَى عَلَى غَيْرِ وُضُوْءٍ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ

حیض والی تمام ارکان حج بجالائے سوائے طوافِ بیت اللہ کے اور اگر صفا و مروہ کے درمیان بغیر وضو سعی کرے

١٦٥٠: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ قَدِمْتُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ وَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ قَالَتْ فَشَكَوْتُ ذَلِكَ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ افْعَلِي كَمَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَّا تَطُوْفِي بِالْبَيْتِ حَتَّى تَطْهُرِيْ.

١٦٥٠: عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبدالرحمٰن بن قاسم سے، عبدالرحمٰن نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں: میں مکہ میں پہنچی اور میں حائضہ تھی۔ نہ میں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور نہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کی۔ کہتی تھیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کا شکوہ کیا تو آپؐ نے فرمایا: جیسے حاجی کرتے ہیں تم بھی کرو مگر بیت اللہ کا طواف نہ کرنا جب تک کہ تم فارغ ہو کر غسل نہ کرلو۔

اطرافه: ٢٩٤، ٣٠٥، ٣١٦، ٣١٧، ٣١٩، ٣٢٨، ١٥١٦، ١٥١٨، ١٥٥٦، ١٥٦٠، ١٥٦١، ١٥٦٢، ١٦٣٨، ١٧٠٩، ١٧٢٠، ١٧٣٣، ١٧٥٧، ١٧٦٢، ١٧٧١، ١٧٧٢، ١٧٨٣، ١٧٨٦، ١٧٨٧، ١٧٨٨، ٢٩٥٢، ٢٩٨٤، ٤٣٩٥، ٤٤٠١، ٤٤٠٨، ٥٣٢٩، ٥٥٤٨، ٥٥٥٩، ٦١٥٧، ٧٢٢٩.

١٦٥١: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ. قَالَ وَقَالَ لِي خَلِيْفَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الوَهَّابِ حَدَّثَنَا حَبِيْبٌ الْمُعَلِّمُ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ

١٦٥١: محمد بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبداللہ (ثقفی) نے ہم سے بیان کیا اور مجھ سے خلیفہ (بن خیاط) نے بھی کہا کہ عبدالوہاب (ثقفی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) حبیب معلم نے ہمیں

عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ أَهَلَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ وَأَصْحَابُهُ بِالْحَجِّ وَلَيْسَ مَعَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ هَدْيٌ غَيْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَلْحَةَ وَقَدِمَ عَلِيٌّ مِّنَ الْيَمَنِ وَمَعَهُ هَدْيٌ فَقَالَ أَهْلَلْتُ بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَّجْعَلُوْهَا عُمْرَةً وَيَطُوْفُوْا ثُمَّ يُقَصِّرُوْا وَيَحِلُّوْا إِلَّا مَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ فَقَالُوْا نَنْطَلِقُ إِلَى مِنًى وَذَكَرُ أَحَدِنَا يَقْطُرُ {مَنِيًّا ☆} فَبَلَغَ {ذَٰلِكَ ☆} النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِيْ مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا أَهْدَيْتُ وَلَوْلَا أَنَّ مَعِيَ الْهَدْيَ لَأَحْلَلْتُ. وَحَاضَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَنَسَكَتِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَيْرَ أَنَّهَا لَمْ تَطُفْ بِالْبَيْتِ فَلَمَّا طَهُرَتْ طَافَتْ بِالْبَيْتِ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللهِ تَنْطَلِقُوْنَ بِحَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ وَأَنْطَلِقُ بِحَجٍّ فَأَمَرَ عَبْدَ

بتایا۔ انہوں نے عطاء سے، عطاء نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی ﷺ اور آپؐ کے صحابہ نے حج کا احرام باندھا اور سوائے نبی ﷺ اور حضرت طلحہؓ کے ان میں سے کسی کے ساتھ بھی قربانی کا جانور نہ تھا اور حضرت علیؓ یمن سے (مکہ میں) پہنچے اور ان کے ساتھ قربانی کا جانور تھا اور انہوں نے کہا: میں نے اسی کا احرام باندھا ہے جس کا نبی ﷺ نے باندھا ہے۔ پھر نبی ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ حج کو عمرہ کر دیں اور طواف کریں۔ اس کے بعد بال کٹوائیں اور احرام کھول ڈالیں؛ سوائے ان کے جن کے ساتھ قربانی کا جانور ہو۔ آپؐ کے ساتھی کہنے لگے کہ ہم منیٰ کو چل پڑیں جبکہ ہم جنبی ہوں☆۔ یہ خبر☆ نبی ﷺ کو پہنچی تو آپؐ نے فرمایا: اگر مجھے وہ پہلے سے معلوم ہوتا جو مجھے بعد میں معلوم ہوا ہے تو میں اپنے ساتھ قربانی کے جانور نہ لاتا اور اگر میرے ساتھ قربانی کا جانور نہ ہوتا تو میں احرام کھول ڈالتا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حائضہ ہوئیں تو وہ بھی حج کی ساری عبادتیں بجالائیں سوائے اس کے کہ انہوں نے بیت اللہ کا طواف نہیں کیا۔ جب وہ حیض سے فارغ ہوئیں تو انہوں نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ کہنے لگیں: یارسول اللہ! آپؐ تو حج اور عمرہ کر کے چل پڑیں گے اور میں صرف حج کر کے چلوں گی۔ تو آپؐ نے حضرت عبدالرحمٰن بن

☆ الفاظ "مَنِيًّا" اور "ذَٰلِکَ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء٣ حاشیہ صفحہ ٦٣٦)

الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ أَنْ يَّخْرُجَ مَعَهَا إِلَى التَّنْعِيْمِ فَاعْتَمَرَتْ بَعْدَ الْحَجِّ.

ابی بکرؓ سے فرمایا کہ وہ ان کے ساتھ تنعیم کی طرف جائیں۔ چنانچہ حج کے بعد انہوں نے عمرہ کیا۔

اطرافه: ١٥٥٧، ١٥٦٨، ١٥٧٠، ١٧٨٥، ٢٥٠٦، ٤٣٥٢، ٧٢٣٠، ٧٣٦٧۔

١٦٥٢: حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ كُنَّا نَمْنَعُ عَوَاتِقَنَا أَنْ يَّخْرُجْنَ فَقَدِمَتِ امْرَأَةٌ فَنَزَلَتْ قَصْرَ بَنِي خَلَفٍ فَحَدَّثَتْ أَنَّ أُخْتَهَا كَانَتْ تَحْتَ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ غَزَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً وَكَانَتْ أُخْتِي مَعَهُ فِي سِتِّ غَزَوَاتٍ. قَالَتْ كُنَّا نُدَاوِي الْكَلْمَى وَنَقُوْمُ عَلَى الْمَرْضَى. فَسَأَلَتْ أُخْتِي رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ هَلْ عَلَى إِحْدَانَا بَأْسٌ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا جِلْبَابٌ أَنْ لَّا تَخْرُجَ قَالَ لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا وَلْتَشْهَدِ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِيْنَ. فَلَمَّا قَدِمَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا سَأَلْنَهَا أَوْ قَالَتْ سَأَلْنَاهَا

١٦٥٢: مومل بن ہشام نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) اسماعیل (بن علیہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب (سختیانی) سے، ایوب نے حفصہ (بنت سیرین) سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں: ہم کنواریوں کو (عید کے دن) باہر نکلنے سے منع کیا کرتے تھے۔ ایک عورت آئی اور وہ بنی خلف کے محل میں اُتری تو اس نے بیان کیا کہ اس کی بہن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک آدمی کی بیوی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ جنگوں میں شریک ہو چکے تھے اور میری بہن چھ جنگوں میں ان کے ساتھ تھی۔ وہ کہتی تھیں: ہم زخمیوں کا علاج معالجہ اور بیماروں کی خدمت کرتے تھے تو میری بہن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا اگر ہم میں سے کسی کے پاس جلباب☆ نہ ہوتو کوئی ڈر تو نہیں کہ وہ (عید کے لیے) باہر نہ جائے؟ آپؐ نے فرمایا: اس کی ساتھن اس کو اپنے جلباب سے اُڑھائے اور چاہیے کہ وہ نیک کام اور مومنوں کی دعا میں شریک ہو۔ جب حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا (بصرہ) آئیں تو انہوں نے ان سے پوچھا یا کہا کہ

☆ جِلْبَابٌ: اَلإِزَارُ وَالرِّدَاءُ (النهاية) ثَوْبٌ اَوْسَعُ مِنَ الْخِمَارِ (لسان العرب) تہہ بند یا بڑی چادر (اوڑھنی) مراد ہے۔

فَقَالَتْ وَكَانَتْ لَا تَذْكُرُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ {أَبَدًا☆} إِلَّا قَالَتْ بِأَبِي فَقُلْنَا أَسَمِعْتِ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كَذَا وَكَذَا قَالَتْ نَعَمْ بِأَبِي فَقَالَ لِتَخْرُجِ الْعَوَاتِقُ ذَوَاتُ الْخُدُوْرِ أَوِ الْعَوَاتِقُ وَذَوَاتُ الْخُدُوْرِ وَالْحُيَّضُ فَيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَيَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ الْمُصَلَّى فَقُلْتُ الْحَائِضُ فَقَالَتْ أَوَلَيْسَ تَشْهَدُ عَرَفَةَ وَتَشْهَدُ كَذَا وَتَشْهَدُ كَذَا.

ہم نے ان سے پوچھا۔ پھر (حفصہ نے) کہا: اور حضرت ام عطیہؓ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتیں تو ضرور ہی☆ یہ کہتیں: میرا باپ آپؐ پر قربان! ہم نے پوچھا کہ آپؐ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ایسا فرماتے سنا تو انہوں نے کہا: ہاں۔ میرا باپ آپؐ پر قربان اور آپؐ نے فرمایا: پردے دار کنواریاں یا فرمایا: کنواریاں اور پردے والیاں اور حیض والیاں بھی باہر نکلیں اور نیک کاموں اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہوں اور حیض والیاں نمازگاہ سے الگ رہیں۔ میں نے کہا: حیض والی بھی؟ تو انہوں نے کہا: تو کیا وہ عرفات میں موجود نہیں ہوتیں اور کہا: وہ فلاں جگہ نہیں جاتیں اور فلاں جگہ نہیں جاتیں۔

اطرافه: ٣٢٤، ٣٥١، ٩٧١، ٩٧٤، ٩٨٠، ٩٨١۔

تشریح: **تَقْضِي الْحَائِضُ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا:** معنونہ دو مسئلوں میں سے اول الذکر مسئلہ سے متعلق روایات میں صراحت موجود ہے کہ بغیر طہارت بیت اللہ کا طواف جائز نہیں۔ مگر دوسرے مسئلہ کے بارے میں صراحت نہیں اس لئے عنوانِ باب میں وَاِذَا کہہ کر جواب حذف کر دیا گیا ہے۔ روایت نمبر ۱۶۵۰ میں جو امام مالکؒ سے مروی ہے یہ ذکر ہے کہ حضرت عائشہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ انہوں نے بیت اللہ اور صفا و مروہ کا طواف نہیں کیا تو آپؐ نے جواب میں صرف بیت اللہ کے طواف کو مستثنیٰ کیا ہے جس سے سعی کے بارے میں جواز کا مسئلہ مستنبط کیا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ نے اس کے بعد ضمناً بغیر وضو سعی کے جواز کا سوال بھی اُٹھایا ہے۔ کیونکہ ائمہ وفقہاء اس امر میں تو متفق ہیں کہ سعی کے لئے حیض سے پاک ہونا ضروری ہے مگر باوضو ہونا ضروری نہیں؛ سوائے حسن بصریؒ کے جن کے نزدیک جس طرح طواف بیت اللہ کے لئے باوضو ہونا شرط ہے۔ اسی طرح سعی کے لئے بھی۔ (بداية المجتهد، كتاب الحج، القول في السعي بين الصفا والمروة، في شروطه)

☆ لفظ ''اَبَدًا'' فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء ۳ حاشیہ صفحہ ۶۳۷)

امام مالکؒ کی محولہ بالا روایت یحیٰ بن یحیٰ تمیمی نیشاپوری نے بھی نقل کی ہے۔اس میں یہ الفاظ ہیں: افْعَلِيْ كُلَّ مَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ غَيْرَ اَنْ لَّا تَطُوْفِي بِالْبَيْتِ وَلَا تَسْعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ. اس زیادتی میں صرف یحیٰ ہی اکیلے راوی ہیں۔باقی راویوں نے الفاظ وَلَا تَسْعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ نقل نہیں کئے۔(فتح الباری جزء۳صفحہ۶۳۷)
(بداية المجتهد، كتاب الحج، القول في السعي بين الصفا والمروة، في شروطه)

ابن ابی شیبہؒ نے حضرت ابن عمرؓ کی روایت نقل کی ہے: تَقْضِي الْحَائِضُ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا اِلَّا الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ. (مصنف ابن ابی شيبه، كتاب الحج، باب فى الحائض ما تقضى من المناسك، روایت نمبر۱۴۳۶۴ جزء۳صفحہ۲۹۶) یہ روایتیں امام بخاریؒ کے نزدیک مستند نہیں۔باب کی تینوں روایتیں نفس مضمون میں ایک دوسری کی مؤید ہیں۔روایت نمبر۱۶۵۰ میں صرف بیت اللہ مستثنیٰ کیا گیا ہے۔روایت نمبر۱۶۵۱ بطور امرواقعہ کے بیان ہوئی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے طہر کے بعد صرف بیت اللہ کا طواف کیا تھا اور روایت نمبر۱۶۵۲ میں حائضہ کے عرفات وغیرہ مقامات میں جانے کا ذکر ہے۔وَيَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ الْمُصَلَّى. یعنی حائضہ خواتین نماز گاہ یعنی مسجد سے الگ رہیں۔حضرت عائشہؓ، حضرت جابرؓ اور حفصہ بنت سیرین تینوں کا نفس موضوع سے اتفاق اپنے اندر جو قوت رکھتا ہے وہ یحیٰ اور ابن ابی شیبہ کی روایتوں کو حاصل نہیں۔

بَاب ۸۲

اَلْإِهْلَالُ مِنَ الْبَطْحَاءِ وَغَيْرِهَا لِلْمَكِّيِّ وَلِلْحَاجِّ إِذَا خَرَجَ إِلَى مِنًى

مکہ کے رہنے والے کا اور اس حاجی کا جو مکہ میں مقیم ہو؛ بطحاء وغیرہ سے احرام باندھنا جبکہ وہ منیٰ کو نکلے

وَسُئِلَ عَطَاءٌ عَنِ الْمُجَاوِرِ يُلَبِّي بِالْحَجِّ قَالَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يُلَبِّي يَوْمَ التَّرْوِيَةِ إِذَا صَلَّى الظُّهْرَ وَاسْتَوَى عَلَى رَاحِلَتِهِ. وَقَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَدِمْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَحْلَلْنَا حَتَّى يَوْمِ التَّرْوِيَةِ وَجَعَلْنَا مَكَّةَ بِظَهْرٍ لَبَّيْنَا

اور عطاء سے اس شخص کی نسبت پوچھا گیا جو مکہ میں رہتا ہو کیا وہ حج کے لئے لبیک کہے؟ تو انہوں نے کہا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما آٹھویں ذوالحج کو جب ظہر کی نماز پڑھ چکتے اور اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر سیدھے بیٹھ جاتے تو لبیک کہتے اور عبدالملک (بن ابی سلیمان) نے کہا: عطاء سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔(انہوں نے کہا:) ہم (حجۃ الوداع) میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (مکہ میں) آئے۔پھر ہم نے آٹھویں تاریخ تک

بِالْحَجِّ. وَقَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَهْلَلْنَا مِنَ الْبَطْحَاءِ. وَقَالَ عُبَيْدُ بْنُ جُرَيْجٍ لِابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا رَأَيْتُكَ إِذَا كُنْتَ بِمَكَّةَ أَهَلَّ النَّاسُ إِذَا رَأَوُا الْهِلَالَ وَلَمْ تُهِلَّ أَنْتَ حَتَّى يَوْمَ التَّرْوِيَةِ فَقَالَ لَمْ أَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ حَتَّى تَنْبَعِثَ بِهِ رَاحِلَتُهُ.

احرام کھولے رکھا اور مکہ کو ہم نے اپنی پیٹھ کی جانب رکھا۔ہم نے حج کا لبیک پکارا اور ابوزبیر نے کہا: حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ (انہوں نے کہا:) ہم نے بطحاء سے احرام باندھا اور عبید بن جریج نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: میں نے آپؓ کو دیکھا ہے کہ جب آپؓ مکہ میں ہوں تو لوگ جب ہلال کو دیکھیں تو احرام باندھتے ہیں اور آپؓ آٹھویں تاریخ تک احرام نہیں باندھتے؟ تو انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو احرام باندھتے نہیں دیکھا جب تک کہ آپؐ کی اونٹنی آپؐ کو (منیٰ جانے کے لئے) لے کر اُٹھ کھڑی نہ ہوتی۔

تشریح: **اَلْاِھْلَالُ مِنَ الْبُطْحَاءِ وَغَیْرِھَا لِلْمَکِّیِّ وَلِلْحَاجِّ:** باب نمبر ۷ ۱۱ میں اہل مکہ اور تمتع کرنے والوں کے احرام باندھنے کی جگہ کا ذکر گزر چکا ہے۔ یہ باب ایک اختلاف کی وجہ سے قائم کیا گیا ہے کہ حج کے ایام میں مکی کہاں سے احرام باندھے۔امام شافعیؒ کے نزدیک مکہ ہی سے احرام باندھنا چاہیے۔امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حدودِ حرم کے اندر کسی جگہ باندھا جاسکتا ہے مگر مسجد حرام سے باندھنا افضل ہے۔امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ واسحٰق بن راہویہؒ کے نزدیک وادی مکہ سے باندھنا چاہیے۔(عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ ۲۹۵) (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۶۳۹) امام بخاریؒ نے عنوانِ باب کو مصدر یہ قائم کر کے دونوں مذہبوں کو یکساں گردانا ہے۔

اَلْاِھْلَالُ....اِذَا خَرَجَ اِلٰی مِنًی: دوسرا اِختلاف احرام باندھنے کے وقت میں ہے۔ایک فریق کی یہ رائے ہے کہ ہلال دیکھنے پر احرام باندھا جائے اور دوسرے فریق کی رائے میں آٹھویں ذوالحج کو احرام باندھنا چاہیے جب منیٰ کی طرف جانے لگے۔عنوانِ باب میں عطاء بن ابی رباحؒ کے دو حوالے دیئے گئے ہیں۔ان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آٹھویں تاریخ کو آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ ایسی حالت میں نکلے کہ وہ احرام باندھے ہوئے تھے۔ **جَعَلْنَا مَکَّۃَ بِظَھْرٍ لَبَّیْنَا بِالْحَجِّ[أَیْ جَعَلْنَا مَکَّۃَ مِنْ وَّرَائِنَا فِی یَوْمِ التَّرْوِیَۃِ حَالَ کَوْنِنَا مُھَلِّیْنَ بِالْحَجِّ]** (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۶۳۹) یعنی ہم نے مکہ کو اپنی پیٹھوں کی سمت رکھا تھا جبکہ ہم آٹھویں تاریخ کو حج کے لئے لبیک پکار رہے تھے۔صحابہ کرامؓ آنحضرت ﷺ کے ارشاد سے احرام کھول چکے تھے۔آٹھویں تاریخ کو جب مکہ مکرمہ سے حج کے لئے نکلے تو انہوں نے دوبارہ احرام باندھا۔ابوالزبیرؒ کی روایت امام احمد بن حنبلؒ اور امام مسلمؒ نے موصولاً نقل کی ہے: **عَنْ جَابِرٍ قَالَ اَمَرَنَا النَّبِیُّ ﷺ لَمَّا اَحْلَلْنَا اَنْ نُّحْرِمَ اِذَا تَوَجَّھْنَا اِلٰی مِنًی قَالَ فَاَھْلَلْنَا مِنَ الْاَبْطَحِ.** (مسلم، کتاب الحج، باب بیان وجوہ الإحرام) (مسند احمد بن حنبل، جزء۳ صفحہ ۳۱۸) یعنی حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ جب ہم نے احرام کھول دیئے تو نبی ﷺ نے ہمیں فرمایا: جب منیٰ کی طرف جائیں تو احرام باندھ لیں۔انہوں نے کہا: چنانچہ ہم نے ابطح سے احرام باندھے۔

یہ حوالہ امام مالکؒ وامام احمد بن حنبلؒ وغیرہ کا مذہب بتانے کی غرض سے نقل کیا گیا ہے۔عبید بن جریج کے قول کا حوالہ کتاب الوضوء میں مفصل منقول ہے۔(روایت نمبر۱۶۶)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں نہیں بلکہ ذوالحلفیہ میں احرام باندھا تھا اور جس دن احرام باندھا آٹھویں تاریخ نہ تھی۔حضرت ابن عمرؓ کی مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب احرام باندھا ہے تو مناسک حج کے اختتام تک کسی قسم کا وقفہ نہیں ہوا۔مسلسل احرام باندھے اعمالِ حج ادا فرماتے رہے۔پہلی تاریخ کا احرام باندھنے والوں کو آٹھویں تاریخ تک انتظار کرنا پڑتا ہے لیکن اگر وہ آٹھویں تاریخ کو احرام باندھیں تو پھر اعمالِ حج مسلسل بجالانے ہوں گے۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول لَا يَهِلُّ اَحَدٌ مِّنْ مَّكَّةَ بِالْحَجِّ حَتَّى يُرِيْدَ الرَّوَاحَ اِلَى مِنًى بھی انہی معنوں میں ہے۔ (فتح الباری جزء۳صفحہ۶۴۰)

بَاب۸۳: أَيْنَ يُصَلِّي الظُّهْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ

آٹھویں ذوالحج کوظہر کہاں پڑھے

۱۶۵۳: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْأَزْرَقُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قُلْتُ أَخْبِرْنِي بِشَيْءٍ عَقَلْتَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْنَ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ قَالَ بِمِنًى قُلْتُ فَأَيْنَ صَلَّى الْعَصْرَ يَوْمَ النَّفْرِ قَالَ بِالْأَبْطَحِ ثُمَّ قَالَ افْعَلْ كَمَا يَفْعَلُ أُمَرَاؤُكَ.

اطرافه: ۱۶۵٤، ۱۷٦۳۔

۱۶۵۳: عبداللہ بن محمد نے ہم سے بیان کیا،(کہا:) اسحق ازرق نے ہم سے بیان کیا۔(انہوں نے کہا:) سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔عبدالعزیز بن رفیع سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔میں نے کہا: مجھے نبی ﷺ کی ایک بات بتائیں جو آپؐ نے اچھی طرح یادرکھی ہو۔آٹھویں ذوالحج کو آپؐ نے ظہر وعصر کی نماز کہاں پڑھی تھی؟ تو انہوں نے کہا: منیٰ میں۔میں نے پوچھا: کوچ کے دن آپؐ نے عصر کی نماز کہاں پڑھی تھی؟ انہوں نے کہا: ابطح (محصب) میں۔پھر اس کے بعد انہوں نے کہا: جیسا تمہارے امیر کرتے ہیں تم بھی ویسا ہی کرو۔

۱۶۵٤: حَدَّثَنَا عَلِيٌّ سَمِعَ أَبَا بَكْرِ ابْنَ عَيَّاشٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ لَقِيْتُ أَنَسًا. وَحَدَّثَنِي إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبَانَ

۱۶۵۴: علی (بن عبداللہ مدینی) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ابوبکر بن عیاش سے سنا۔(ابوبکر نے کہا:) عبدالعزیز (بن رفیع) نے ہم سے بیان کیا،(کہا:) میں

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ خَرَجْتُ إِلَى مِنًى يَوْمَ التَّرْوِيَةِ فَلَقِيْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ذَاهِبًا عَلَى حِمَارٍ فَقُلْتُ أَيْنَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا الْيَوْمَ الظُّهْرَ فَقَالَ انْظُرْ حَيْثُ يُصَلِّي أُمَرَاؤُكَ فَصَلِّ.

اطرافه: ۱٦٥۳، ۱۷٦۳۔

حضرت انسؓ سے ملا اور اسماعیل بن ابان نے مجھ سے بیان کیا، (کہا:) ابوبکر (بن عیاش) نے ہمیں بتایا۔ عبدالعزیز سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں آٹھویں ذوالحج کو منیٰ کی طرف گیا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ملا۔ ایک گدھے پر سوار جارہے تھے۔ میں نے پوچھا: نبی ﷺ نے آج کے دن ظہر کی نماز کہاں پڑھی تھی؟ تو انہوں نے کہا: دیکھو جہاں تمہارے امیر نماز پڑھیں تم بھی وہیں پڑھو۔

تشریح: **اَيْنَ يُصَلِّي الظُّهْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ:** یوم الترویہ سے مراد آٹھویں ذوالحج ہے۔ ترویہ کے معنی اچھی طرح پانی پلانا۔ مکہ مکرمہ سے کوچ کرتے وقت اونٹوں کو اچھی طرح پانی پلایا کرتے تھے اور خود بھی پانی لے لیتے کیونکہ ان دنوں اس علاقہ میں پانی نایاب تھا۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ٦٤٠) (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ ۲۹٦) اب تو نہر زبیدہ اور کاریزوں وغیرہ کے ذریعہ سے میٹھے پانی کا عمدہ انتظام ہے۔ منیٰ مکہ مکرمہ سے مشرق کی طرف تین میل کے فاصلہ پر دو پہاڑیوں کے درمیان ہے۔ ان میں سے اونچی پہاڑی ثبیر ہے۔

ائمہ اور فقہاء کا مسئلہ معنونہ کے بارے میں اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھنے کے بعد مکہ مکرمہ سے کوچ فرمایا۔ آپؐ نے ظہر اور باقی نمازیں منیٰ میں پڑھیں۔ مگر وہ اسے صحت حج کے لئے شرط قرار نہیں دیتے۔ (**بداية المجتهد، كتاب الحج، الخروج إلى عرفة**) یہ قول کہ صحابہؓ وتابعین نمازِ ظہر پڑھ کر مکہ مکرمہ سے کوچ کیا کرتے تھے؛ کمزور ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ ۲۹۷) اس ضمن میں باب ۱٤٤ بھی دیکھئے۔

اسحق بن یوسف ازرق کی روایت نمبر ۱٦٥۳ سے متعلق یہ اعتراض ہے کہ وہ اس روایت میں منفرد ہیں۔ چونکہ سفیان ثوری کی روایت ہے کہ منیٰ میں نماز پڑھی گئی۔ اس لئے اسے پہلے درج کر کے اس کے بعد روایت نمبر ۱٦٥٤ سے یہ اعتراض دور کیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ ان کی روایت مستند ہے۔ یہی روایت محمد بن مثنیٰ سے بھی مروی ہے۔ (نمبر ۱۷٦۳) اور اس سے فقہاء کی تائید ہوتی ہے کہ منیٰ میں ظہر پڑھنا ضروری شرط نہیں۔ لیکن جیسا کہ روایت نمبر ۱٦٤۷ (باب نمبر ۸۰) کی تشریح کے ضمن میں بتایا جاچکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع بہرحال افضل ہے۔ آپؐ کی کوئی حرکت وسکون بھی روح القدس کی تجلی سے خالی نہ تھی۔ اس لئے سنت نبویہ کی اقتداء بہرحال افضل واولیٰ ہے۔

وادی ابطح کھلی جگہ ہے۔ جب حجاج صفا ومروہ کے درمیان سے منیٰ کی طرف جاتے ہیں تو سب کو اس وادی سے گزرنا پڑتا ہے۔ پہلی وادی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام سے مشہور ہے۔ حجاج کا راستہ صرف مشرق کی طرف کچھ مڑ کر پتھریلی زمین سے گزرتا ہے اسے ابطح یا محصب کہتے ہیں۔ ابطح کے معنے ہیں کھلی وادی۔ محصب کے معنی سنگریزوں والی زمین۔ **یوم النفر** سے مراد وہ دن ہے جب حج کر کے منیٰ سے واپس مکہ مکرمہ کو آتے ہیں۔ ابطح یا محصب مکہ مکرمہ سے متصل ہے اور آج کل وہاں آبادی ہے جو شہر کا حصہ ہے۔ امراء سے مراد خلفاءِ وقت یا ان کے مقرر کردہ امراء ہیں۔

بَاب ٨٤: اَلصَّلَاةُ بِمِنًى
منیٰ میں نماز

١٦٥٥: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ صَلَّى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ صَدْرًا مِنْ خِلَافَتِهِ.

اطرافه: ١٠٨٢۔

۱۶۵۵: ابراہیم بن منذر نے ہم سے بیان کیا کہ ابن وہب نے ہمیں بتایا۔ یونس نے مجھے خبر دی کہ ابن شہاب سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر نے مجھے خبر دی کہ ان کے باپ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں دو رکعتیں پڑھیں اسی طرح حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے بھی اور حضرت عثمانؓ بھی اپنی خلافت کے شروع میں دو رکعتیں پڑھتے تھے۔

١٦٥٦: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيِّ عَنْ حَارِثَةَ ابْنِ وَهْبٍ الْخُزَاعِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ أَكْثَرُ مَا كُنَّا قَطُّ وَآمَنُهُ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ.

اطرافه: ١٠٨٣۔

۱۶۵۶: آدم نے ہم سے بیان کیا۔ شعبہ نے ہمیں بتایا کہ ابواسحٰق ہمدانی سے روایت ہے۔ انہوں نے حضرت حارثہ بن وہب خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں دو رکعتیں ہمیں نماز پڑھائی اور ہم اس وقت بہت بڑی تعداد میں تھے اور پورے امن میں تھے۔

١٦٥٧: حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ بْنُ عُقْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

۱۶۵۷: قبیصہ بن عقبہ نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے ابراہیم سے، ابراہیم نے عبدالرحمٰن بن یزید سے، انہوں نے حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ

وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ وَمَعَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ رَكْعَتَيْنِ وَمَعَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ تَفَرَّقَتْ بِكُمُ الطُّرُقُ فَيَا لَيْتَ حَظِّي مِنْ أَرْبَعِ رَكْعَتَانِ مُتَقَبَّلَتَانِ.

صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو رکعتیں نماز پڑھی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی دو رکعتیں۔ پھر اس کے بعد تم میں کئی اختلاف ہو گئے۔ کاش مجھے چار رکعتوں کے بدلے دو رکعتیں نصیب ہوں جو مقبول ہوں۔

اطرافه: ١٠٨٤.

تشریح: **اَلصَّلَاةُ بِمِنًى:** منٰی میں نماز پوری پڑھی جائے یا قصر؟ اس کے لیے دیکھئے کتاب تقصیر الصلاة باب٢۔ وہی روایتیں یہاں نقل کی گئی ہیں؛ مگر کسی قدر تبدیلی سند کے ساتھ۔

فَيَالَيْتَ حَظِّىْ مِنْ اَرْبَعٍ رَكْعَتَانِ مُتَقَبَّلَتَان: یہ الفاظ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ہیں۔ جن سے ظاہر ہے کہ حضرت عثمانؓ کی اتباع بوجہ احترامِ خلافت انہوں نے مقدم رکھی؛ بحالیکہ ان کی اپنی رائے قصر کے بارہ میں رہی ہے؛ جو انہوں نے مذکورہ بالا الفاظ میں ظاہر کی ہے۔

بَاب ٨٥: صَوْمُ يَوْمِ عَرَفَةَ

عرفہ کے روز روزہ رکھنا

١٦٥٨: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنَا سَالِمٌ قَالَ سَمِعْتُ عُمَيْرًا مَوْلَى أُمِّ الْفَضْلِ عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ شَكَّ النَّاسُ يَوْمَ عَرَفَةَ فِي صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرَابٍ فَشَرِبَهُ.

١٦٥٨: علی بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ زہری سے مروی ہے کہ (انہوں نے کہا:) سالم نے ہم سے بیان کیا، کہا: میں نے حضرت ام فضلؓ کے آزاد کردہ غلام عمیر سے سنا کہ حضرت ام فضلؓ سے روایت ہے کہ عرفہ کے روز لوگوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ کی نسبت شک ہوا تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شربت بھیجا تو آپؐ نے وہ پی لیا۔

اطرافه: ١٦٦١، ١٩٨٨، ٥٦٠٤، ٥٦١٨، ٥٦٣٦.

تشریح: **صَوْمُ يَوْمِ عَرَفَةَ:** امام مسلمؒ نے مذکورہ بالا مسئلہ کے بارہ میں بعض روایتیں نقل کی ہیں [1] جو امام بخاریؒ کے نزدیک مستند نہیں۔ چنانچہ باب کا عنوان ناتمام رکھا ہے۔ بعض شارحین نے اس روز روزہ رکھنا مکروہ خیال کیا ہے اور بعض نے مستحب؛ بشرطیکہ سفر کی وجہ سے کوفت نہ ہو۔ صحابہ کرامؓ میں سے بعض نے اس روز روزہ رکھا اور بعض نے نہیں۔ جس سے یہ اخذ کیا گیا ہے کہ اگر عرفہ کے دن دعائیں وغیرہ کرنے میں کمزوری مانع نہ ہو تو روزہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ ۳۰۰۔ نیز کتاب الصوم، باب صوم یوم عرفۃ۔

بَاب ٨٦: اَلتَّلْبِيَةُ وَالتَّكْبِيْرُ إِذَا غَدَا مِنْ مِّنًى إِلٰى عَرَفَةَ

لبیک اور تکبیر کہنا؛ جب صبح منٰی سے عرفات کی طرف روانہ ہو

١٦٥٩: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الثَّقَفِيِّ أَنَّهُ سَأَلَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ وَهُمَا غَادِيَانِ مِنْ مِّنًى إِلَى عَرَفَةَ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ فِي هٰذَا الْيَوْمِ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ يُهِلُّ مِنَّا الْمُهِلُّ فَلَا يُنْكِرُ عَلَيْهِ وَيُكَبِّرُ مِنَّا الْمُكَبِّرُ فَلَا يُنْكِرُ عَلَيْهِ.

اطرافه: ۹۷۰.

۱۶۵۹: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی کہ محمد بن ابی بکر ثقفی سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت انس بن مالکؓ سے پوچھا جبکہ وہ دونوں صبح کے وقت منٰی سے عرفات کی طرف روانہ ہو رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپؐ اس دن کیا کیا کرتے تھے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم میں سے لبیک پکارنے والا لبیک پکارتا تو کوئی اس کی یہ بات بُری نہ مانتا اور ہم میں سے تکبیر کہنے والا تکبیر کہتا تو کوئی اس کی یہ بات بھی بُری نہ سمجھتا۔

تشریح: **اَلتَّلْبِيَةُ وَالتَّكْبِيْرُ اِذَا غَدَا مِنْ مِّنًى اِلَى عَرَفَةَ:** بعض کا خیال ہے کہ منٰی سے عرفات کی طرف کوچ کرتے وقت محرم کو تلبیہ نہیں کہنا چاہیے۔ اس باب میں اس خیال کے لوگوں کا ردّ مقصود ہے۔ اس تعلق میں باب نمبر ۱۰۱ کی تشریح بھی دیکھئے۔

بَاب ٨٧: اَلتَّهْجِيْرُ بِالرَّوَاحِ يَوْمَ عَرَفَةَ

عرفہ کے دن دوپہر کے وقت گرمی میں روانہ ہونا

١٦٦٠: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ

۱۶۶۰: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے،

---

[1] (مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاثة ایام من کل شهر وصوم یوم عرفة وعاشوراء)

عَنْ سَالِمٍ قَالَ كَتَبَ عَبْدُ الْمَلِكِ إِلَى الْحَجَّاجِ أَنْ لَّا يُخَالِفَ ابْنَ عُمَرَ فِي الْحَجِّ فَجَاءَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَأَنَا مَعَهُ يَوْمَ عَرَفَةَ حِيْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ فَصَاحَ عِنْدَ سُرَادِقِ الْحَجَّاجِ فَخَرَجَ وَعَلَيْهِ مِلْحَفَةٌ مُّعَصْفَرَةٌ فَقَالَ مَا لَكَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ الرَّوَاحَ إِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ السُّنَّةَ قَالَ هٰذِهِ السَّاعَةَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأَنْظِرْنِي حَتَّى أُفِيْضَ عَلَى رَأْسِي ثُمَّ أَخْرُجُ فَنَزَلَ حَتَّى خَرَجَ الْحَجَّاجُ فَسَارَ بَيْنِي وَبَيْنَ أَبِي فَقُلْتُ إِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ السُّنَّةَ فَاقْصُرِ الْخُطْبَةَ وَعَجِّلِ الْوُقُوْفَ فَجَعَلَ يَنْظُرُ إِلَى عَبْدِ اللهِ فَلَمَّا رَأَى ذٰلِكَ عَبْدُ اللهِ قَالَ صَدَقَ.

ابن شہاب نے سالم سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: عبدالملک نے حجاج کو لکھا کہ وہ حج کے بارہ میں حضرت ابن عمرؓ کے خلاف نہ کرے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ عرفہ کے دن آئے اور میں ان کے ساتھ ہی تھا؛ اس وقت جبکہ سورج ڈھل چکا تھا اور حجاج کے ڈیرے پر پہنچ کر انہوں نے زور سے آواز دی تو حجاج نکلے اور وہ کسم میں رنگی ہوئی زرد چادر اوڑھے تھے تو انہوں نے کہا: ابوعبدالرحمٰن کیا بات ہے؟ تو (حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے) کہا کہ چلنا ہوگا، اگر آپ سنت کی پیروی چاہتے ہیں تو حجاج نے کہا: کیا اسی وقت؟ کہا: ہاں۔ تو انہوں نے کہا کہ مجھے اتنی مہلت دیجئے کہ میں سر پر پانی ڈال لوں۔ پھر میں نکلوں گا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سواری سے اُترے۔ یہاں تک کہ حجاج باہر آئے اور وہ میرے اور میرے باپ کے درمیان چلنے لگے۔ میں نے حجاج سے کہا: اگر آپ سنت کی پیروی چاہتے ہیں تو خطبہ مختصر پڑھیں اور وقوف میں جلدی کریں۔ وہ حضرت عبداللہؓ کی طرف دیکھنے لگے۔ جب حضرت عبداللہؓ نے یہ دیکھا تو انہوں نے کہا: (سالم نے) سچ کہا ہے۔

اطرافه: ١٦٦٢، ١٦٦٣۔

تشریح: **اَلتَّهْجِيْرُ بِالرَّوَاحِ يَوْمَ عَرَفَةَ:** اس سے مراد مقامِ نمرہ سے میدانِ عرفات کی طرف ظہر کے اوّل وقت میں جانا ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے عمدۃ القاری جزء ۹ صفحہ ۳۰۱، ۳۰۲)

كَتَبَ عَبْدُ الْمَلِكِ إِلَى الْحَجَّاجِ أَنْ لَّا يُخَالِفَ ابْنَ عُمَرَ فِي الْحَجِّ: حجاج بن یوسف ثقفی، عبدالملک بن مروان اموی کے عہدِ امارت میں مکہ مکرمہ کے والی تھے اور مناسک حج انہی کے اقتدا میں حسب دستورِ اسلامی ادا ہوتے تھے۔ اس لئے عبدالملک نے ان کو ہدایت کی کہ مناسک حج کی ادائیگی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی اتباع میں ہو۔

مسند احمد بن حنبل اور ابوداؤد وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت مذکور ہے کہ صبح کی نماز پڑھنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منٰی سے کوچ فرمایا اور عرفات میں مقامِ نمرہ میں اُترے؛ جہاں امام کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے۔[1] امام بخاریؒ کے نزدیک بلحاظِ سند یہ روایت کمزور ہے۔ اس بارہ میں حضرت جابر بن عبداللہؓ سے ایک روایت منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج نکلنے کے بعد کوچ فرمایا تھا۔[2]

بَاب۸۸: اَلْوُقُوْفُ عَلَى الدَّابَّةِ بِعَرَفَةَ

عرفات میں سواری پر رہتے ہوئے وقوف کرنا

۱۶۶۱: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ الْعَبَّاسِ عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ أَنَّ نَاسًا اخْتَلَفُوْا عِنْدَهَا يَوْمَ عَرَفَةَ فِي صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ هُوَ صَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَيْسَ بِصَائِمٍ فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ بِقَدَحِ لَبَنٍ وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى بَعِيْرِهِ فَشَرِبَهُ.

۱۶۶۱: عبداللہ بن مسلمہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے ابونضر سے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام عمیر سے، عمیر نے حضرت ام الفضل بنت حارثؓ سے روایت کی کہ کچھ لوگوں نے ان کے پاس عرفات کے روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے کے بارہ میں اختلاف کیا۔ ان میں سے بعض نے کہا کہ آپؐ روزے سے ہیں اور ان میں سے بعض نے کہا کہ آپؐ روزے سے نہیں۔ تو انہوں نے آپؐ کو دودھ کا پیالہ بھیجا جبکہ آپؐ اپنے اونٹ پر وقوف کی حالت میں تھے۔ آپؐ نے وہ پی لیا۔

اطرافه: ۱۶۵۸، ۱۹۸۸، ۵۶۰۴، ۵۶۱۸، ۵۶۳۶۔

تشریح: اَلْوُقُوْفُ عَلَى الدَّابَّةِ بِعَرَفَةَ: مذکورہ بالاعنوان ایک روایت کے پیش نظر قائم کیا گیا ہے۔ جس کے یہ الفاظ ہیں: إِيَّاكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوْا ظُهُوْرَ دَوَابِّكُمْ مَنَابِرَ. (ابوداؤد، کتاب الجهاد، باب فی الوقوف علی الدابة) یعنی سواریوں کی پیٹھوں کو منبر بنانے سے گریز کرو۔ یعنی ان پر سختی نہ ہو۔ سفر بھی کریں اور پھر اُن کو بجائے آرام کے ان کی پیٹھوں پر سوار رہ کر مناسک حج ادا کئے جائیں۔ جن میں سے وقوفِ عرفات بھی ہے۔ یعنی عرفات کے میدان میں ٹھہرنا، عبادت اور ذکر الٰہی میں مشغول ہونا اور دعائیں کرنا اور یہ وقوف اسی طرح کا ہے۔ جس

---

[1] (ابوداؤد، کتاب المناسک، باب الخروج الی العرفة) (مسند احمد بن حنبل، جلد۲ صفحہ۱۲۹)

[2] (مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبي) (ابوداؤد، کتاب المناسک، باب صفة حجة النبي)

طرح نماز میں قنوت یعنی آخری رکعت میں رکوع کے بعد بحالت قیام حمد وثنا اور دعا کرنا۔ وقوفِ عرفات میں بھی اسی طرح تسبیح وتحمید اور دعا کی جاتی ہے۔

عرفات مکہ مکرمہ سے جانب شمال طائف کے راستے پر تقریباً نو میل دور واقع ہے اور منٰی تقریباً چھ میل کے فاصلے پر ہے۔ یہ ایک وسیع میدان ہے۔ جہاں نویں ذوالحج کو تمام حاجی جمع ہوتے ہیں۔ ارکانِ حج میں سے وقوفِ عرفات ایک ضروری رکن ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جو صبح ہونے سے قبل عرفات پہنچ گیا، اس نے حج پالیا۔ یہاں سے دسویں ذوالحج کی رات کو لوگ مزدلفہ میں جمع ہوتے ہیں۔ دراصل وقوفِ عرفات کے بارہ میں اختلاف ہے۔ آیا سواری پر بیٹھے یا اُتر کر وقوف کیا جائے اور یہ کہ ان دونوں میں سے افضل کونسا ہے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک دونوں برابر ہیں۔ حالات کے ماتحت عمل کیا جائے۔ اگر کھڑے ہو کر تھکان اور اکتاہٹ محسوس ہو تو سواری پر بیٹھ کر وقوف ہونا چاہیے۔ کیونکہ عبادت، ذکرِ الٰہی اور دعاؤں کے لئے توجہ اور اطمینان کی ضرورت ہے۔ بعض ائمہ نے امیر حج کے لئے سوار ہو کر وقوف کرنے کو مستحب قرار دیا ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ۳۰۳) (فتح الباری جزء۳ صفحہ۶۴۷) یہ وہ اختلاف ہے جس کی وجہ سے یہ باب قائم کیا گیا ہے۔ عنوانِ باب مصدر یہ ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک دونوں طرح جائز ہے۔

بَاب ۸۹: اَلْجَمْعُ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ بِعَرَفَةَ

عرفات میں دو نمازیں (ظہر وعصر) جمع کرنا

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا إِذَا فَاتَتْهُ الصَّلَاةُ مَعَ الْإِمَامِ جَمَعَ بَيْنَهُمَا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب (عرفات میں) امام کے ساتھ نماز پڑھنے سے رہ جاتے تو بعد میں نمازیں جمع کرتے۔

۱۶۶۲: وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ أَنَّ الْحَجَّاجَ بْنَ يُوْسُفَ عَامَ نَزَلَ بِابْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا سَأَلَ عَبْدَ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَيْفَ تَصْنَعُ فِي الْمَوْقِفِ يَوْمَ عَرَفَةَ فَقَالَ سَالِمٌ إِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ السُّنَّةَ فَهَجِّرْ

۱۶۶۲: اورلیث نے کہا کہ عقیل نے مجھ سے بیان کیا کہ ابن شہاب سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: سالم نے مجھے خبر دی کہ حجاج بن یوسف جس سال حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے لڑائی کے لئے مکہ میں خیمہ زن ہوئے تو انہوں نے حضرت عبداللہ (بن عمر) رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ عرفات کے روز آپؐ وقوف کے مقام میں کیا کرتے ہیں؟ تو

بِالصَّلَاةِ يَوْمَ عَرَفَةَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ صَدَقَ إِنَّهُمْ كَانُوْا يَجْمَعُوْنَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فِي السُّنَّةِ فَقُلْتُ لِسَالِمٍ أَفَعَلَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَالِمٌ وَهَلْ يَتَّبِعُوْنَ☆ بِذٰلِكَ إِلَّا سُنَّتَهُ.

اطرافه: ۱٦٦۰، ۱٦٦۳.

سالم نے کہا: اگر آپ سنت کی پیروی چاہتے ہیں تو پھر عرفات کے دن نماز دوپہر ڈھلنے پر پڑھیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ سالم نے سچ کہا ہے۔ سنت تو یہی ہے کہ وہ ظہر وعصر جمع کیا کرتے تھے۔ (زہری کہتے ہیں کہ) میں نے سالم سے کہا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی کیا تھا تو سالم نے کہا کہ آپ لوگ☆ اس مسئلہ میں آپؐ کی سنت کے سوا کسی اور کی پیروی نہیں کرتے۔

تشریح: اَلْجَمْعُ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ: امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مسافر کے لئے نمازیں جمع کرنے کی اجازت ہے اور اس مقیم کے لئے بھی جو امام حج کے ساتھ نمازیں پڑھے۔ لیکن اگر اکیلا ہو تو اُس کے لیے جائز نہیں امام محمدؒ اور ابو یوسفؒ نے ان سے اس بارہ میں اتفاق نہیں کیا۔ اسی طرح امام شافعیؒ اور امام مالکؒ نے بھی بلکہ ائمہ کے نزدیک جمع کرنا بھی مناسک حج ہی میں سے ہے۔ اسی اختلاف کے پیش نظر یہ باب قائم کیا گیا ہے۔
(عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ۳۰۴)

بَاب ۹۰: قَصْرُ الْخُطْبَةِ بِعَرَفَةَ

عرفات میں خطبہ مختصر پڑھنا

۱٦٦۳: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عَبْدَ الْمَلِكِ ابْنَ مَرْوَانَ كَتَبَ إِلَى الْحَجَّاجِ أَنْ يَأْتَمَّ بِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ فِي الْحَجِّ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ عَرَفَةَ جَاءَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَأَنَا مَعَهُ حِيْنَ زَاغَتِ الشَّمْسُ أَوْ زَالَتْ فَصَاحَ عِنْدَ

۱٦٦۳: عبداللہ بن مسلمہ نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے سالم بن عبداللہ سے روایت کی کہ عبدالملک بن مروان نے حجاج کو لکھا کہ وہ حج میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی پیروی کریں۔ جب عرفات کا روز ہوا تو (حضرت عبداللہ) بن عمر رضی اللہ عنہما جب سورج جھکا یا ڈھل چکا تو حجاج کے خیمہ کے پاس آئے اور میں ان کے ساتھ ہی تھا تو انہوں نے پوچھا

☆ عمدۃ القاری میں اس جگہ لفظ "تَتَّبِعُوْنَ" ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ۳۰۴) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

فُسْطَاطِهِ أَيْنَ هٰذَا فَخَرَجَ إِلَيْهِ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ الرَّوَاحَ فَقَالَ الْآنَ قَالَ نَعَمْ قَالَ أَنْظِرْنِي أُفِيْضُ عَلَيَّ مَاءً فَنَزَلَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا حَتّٰى خَرَجَ فَسَارَ بَيْنِي وَبَيْنَ أَبِي فَقُلْتُ إِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ أَنْ تُصِيْبَ السُّنَّةَ الْيَوْمَ فَاقْصُرِ الْخُطْبَةَ وَعَجِّلِ الْوُقُوْفَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ صَدَقَ.

کہ یہ کہاں ہے؟ تو حجاج ان کے پاس آئے۔ حضرت ابن عمرؓ نے کہا کہ چلنا ہے تو انہوں نے کہا: کیا ابھی؟ فرمایا: ہاں۔ کہا کہ مجھے مہلت دیجئے کہ میں اپنے اوپر پانی ڈال کر نہا لوں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اُترے؛ یہاں تک کہ حجاج باہر آئے۔ میرے اور میرے باپ کے درمیان چلنے لگے تو میں نے کہا: اگر آپ آج سنت کی پیروی چاہتے ہیں تو خطبہ مختصر پڑھیں اور وقوف میں جلدی کریں۔ حضرت ابن عمرؓ نے کہا کہ (سالم نے) سچ کہا ہے۔

اطرافه: ۱۶۶۰، ۱۶۶۲۔

تشریح: **قَصْرُ الْخُطْبَةِ بِعَرَفَةَ:** یہ روایت اس سے قبل (نمبر ۱۶۶۰ میں) گذر چکی ہے جو عبداللہ بن یوسف سے بروایت ابن شہاب زہری مروی ہے۔ مسئلہ معنونہ سے متعلق فقہائے عراق اور مدینہ کے درمیان اختلاف ہے۔ عراقی فقہاء خطبہ کے خلاف ہیں اور مدنی خطبہ ضروری سمجھتے ہیں اور یہی مذہب جمہور کا ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک ہر نماز کے لئے کہ جس میں خطبہ ہو قرأت بالجہر ضروری ہے۔ سوائے ان نمازوں کے جو عرفات میں پڑھی جائیں۔ اہل عراق نے امام مالکؒ کی رائے کے پیش نظر مقامِ عرفات میں خطبہ کو ضروری نہیں سمجھا۔ مگر امام بخاریؒ نے جو روایت یہاں نقل کی ہے؛ وہ امام مالکؒ ہی سے مروی ہے اور مستند ہے۔ اس میں خطبہ کی صراحت ہے۔ فقہاءِ عراق کے نقطہ نظر کی تائید کسی مستند روایت سے ثابت نہیں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۶۴۹)

بَاب: اَلتَّعْجِيْلُ إِلَى الْمَوْقِفِ

عرفات میں مقامِ وقوف کی طرف جلدی جانا

تشریح: عنوانِ باب کے تحت کوئی حدیث بیان نہیں کی گئی۔ جبکہ اس کے ماقبل باب کی روایت سے مسئلہ معنونہ کا استنباط ہو سکتا ہے۔ صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں مذکورہ بالا مسئلہ ماقبل باب کی روایت کے تحت موجود ہے اور صرف اسی باب پر اکتفا کیا گیا ہے۔ بعض شارحین کی رائے ہے کہ نئی سند سے مذکورہ بالا روایت اُنہیں نہیں ملی۔ سو اِس لئے سابقہ روایت پر اکتفا کیا گیا ہے۔ کیونکہ امام موصوفؒ کی یہ عادت ہے کہ بوقتِ تکرار؛ روایت کو نئی سند سے پیش کرتے ہیں اور کوئی روایت اسی صورت میں لاتے ہیں؛ جب سند نئی ہو یا متن میں کوئی تبدیلی یا سلسلہ روایت میں فرق ہو۔ مثلاً موصول ہو یا منقطع یا مطوّل ہو یا مختصر۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۶۵۰)

بَاب ٩١: اَلْوُقُوْفُ بِعَرَفَةَ
وقوف عرفات میں ہی ہوگا

١٦٦٤: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرٌو حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ كُنْتُ أَطْلُبُ بَعِيْرًا لِّيْ...

وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ أَضْلَلْتُ بَعِيْرًا لِي فَذَهَبْتُ أَطْلُبُهُ يَوْمَ عَرَفَةَ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاقِفًا بِعَرَفَةَ فَقُلْتُ هَذَا وَاللهِ مِنَ الْحُمْسِ فَمَا شَأْنُهُ هَا هُنَا.

۱۶۶۴: علی بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا۔ سفیان نے ہمیں بتایا کہ عمرو (بن دینار) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) محمد بن جبیر بن مطعم نے ہم سے بیان کیا کہ ان کے باپ سے مروی ہے (کہ انہوں نے کہا) کہ میں (عرفات کے دن) اپنا ایک اونٹ تلاش کر رہا تھا۔

اور مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان نے ہمیں بتایا کہ عمرو (بن دینار) سے مروی ہے کہ انہوں نے محمد بن جبیر سے سنا۔ انہوں نے اپنے باپ حضرت جبیر بن مطعمؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اپنا ایک اونٹ کھو دیا اور میں عرفہ کے دن اسے تلاش کرنے لگا تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عرفات میں وقوف کی حالت میں دیکھا۔ میں نے کہا: بخدا آپؐ تو حُمس (یعنی پکے دیندار قریش میں سے) ہیں۔ آپؐ کا یہاں کیا کام؟

١٦٦٥: حَدَّثَنَا فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ عُرْوَةُ كَانَ النَّاسُ يَطُوْفُوْنَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ عُرَاةً إِلَّا الْحُمْسَ وَالْحُمْسُ قُرَيْشٌ وَمَا وَلَدَتْ وَكَانَتِ الْحُمْسُ يَحْتَسِبُوْنَ عَلَى النَّاسِ يُعْطِي الرَّجُلُ الرَّجُلَ الثِّيَابَ

۱۶۶۵: فروہ بن ابی مغراء نے ہم سے بیان کیا۔ علی بن مسہر نے ہمیں بتایا کہ ہشام بن عروہ سے مروی ہے کہ عروہ نے کہا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ ننگے ہو کر طواف کیا کرتے تھے۔ سوائے حُمس کے اور حمس قریش اور اُن کی اولاد ہیں۔ قریش لوگوں کو خدا کے واسطے پہننے کے کپڑے دیا کرتے تھے۔ مرد مرد کو کپڑے دیتا کہ انہیں پہن کر طواف کرے اور عورت

يَطُوْفُ فِيْهَا وَتُعْطِي الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ الثِّيَابَ تَطُوْفُ فِيْهَا فَمَنْ لَّمْ يُعْطِهِ الْحُمْسُ طَافَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانًا وَكَانَ يُفِيْضُ جَمَاعَةُ النَّاسِ مِنْ عَرَفَاتٍ وَيُفِيْضُ الْحُمْسُ مِنْ جَمْعٍ قَالَ وَأَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ هَذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِي الْحُمْسِ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ (البقرة:۲۰۰) قَالَ كَانُوْا يُفِيْضُوْنَ مِنْ جَمْعٍ فَدُفِعُوا إِلَى عَرَفَاتٍ.

عورت کو کپڑے دیتی کہ انہیں پہن کر طواف کرے اور جسے قریشی کپڑے نہ دیتے؛ وہ بیت اللہ کا ننگے ہی طواف کرتا اور سب لوگ (وقوفِ) عرفات سے لوٹتے اور قریش مزدلفہ سے ہی لوٹ آتے۔ ہشام نے کہا کہ میرے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ یہ آیت حمس کے بارے میں ہی نازل ہوئی تھی۔ یعنی پھر تم (بھی) وہاں سے لوٹو جہاں سے لوگ لوٹتے ہیں۔ (ہشام نے) کہا کہ وہ مزدلفہ سے لوٹا کرتے تھے تو انہیں عرفات تک جانے کے لئے کہا گیا کہ وہاں سے لوٹا کرو۔

اطرافه: ٤٥٢٠۔

تشریح: **اَلْوُقُوْفُ بِعَرَفَةَ:** وقوف عرفات جیسا کہ باب نمبر ۸۸ کی تشریح میں بتایا جاچکا ہے؛ مناسک حج میں سے ایک ضروری رکن ہے۔ مکہ مکرمہ سے شمال مشرق سمت میں طائف کے راستے پر تقریباً نو میل اور منٰی سے چھ میل کے فاصلے پر ایک وسیع میدان ہے جو عرفات کے نام سے مشہور ہے۔ جہاں نویں ذوالحج کو حاجی جمع ہوتے ہیں۔ یہاں سب حاجیوں کا پہنچنا ضروری ہے۔ اگر کوئی حاجی نہیں جاتا تو اس کا حج ناقص ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بذریعہ منادی اس بارہ میں تاکید فرمائی۔ اس تاکید کی وجہ یہ تھی کہ قریش اور وہ قبائل جن سے ازدواجی نسل اور مذہبی تعلقات ومعاہدات تھے۔ یعنی بنوخزاعہ، بنوکنانہ، بنوعامر بن صعصع ثقیف اور لیث بن بکر وغیرہ حج کے وقت حرمِ مکہ سے باہر جانا ناجائز سمجھتے تھے۔ کیونکہ قریش اور مذکورہ بالا قبائل اپنے آپ کو بیت اللہ کا محافظ سمجھتے تھے۔ مکہ مکرمہ پر ایک زمانہ ایسا آیا کہ فقر و فاقہ کی وجہ سے یہ غیر آباد ہوگیا۔ قصی بن کلاب پہلے شخص تھے جنہوں نے متفرق قبائل کو جمع کیا اور مکہ مکرمہ میں انہیں دوبارہ آباد کیا اور اسی وجہ سے ان کا نام قریش ہوا۔ یعنی پراگندگی کے بعد جمع شدہ۔ (السيرة النبوية لابن هشام، ذكر غلب قصي بن كلاب على امر مكة وجمعه امر قريش) مزید تفصیل کیلئے دیکھئے تفسیر کبیر۔ تفسیر سورۃ القریش، جلد۱۰ صفحہ۹۳ تا ۱۱۲۔ مزدلفہ؛ حرمِ مکہ میں شامل ہے۔ عرفات کا علاقہ اس سے باہر ہے۔ اس لئے مزدلفہ ہی سے قریش لوٹ آتے تھے۔ جبکہ دوسرے لوگ مقامِ عرفات میں جا کر باقی ماندہ مناسک پورے کرتے۔ قریش اپنے آپ کو حمس کہتے تھے اور دوسروں کو ''احلہ''۔ یعنی وہ لوگ جن کو بوقت احرام حرم سے باہر جانا جائز ہے۔ حمس لفظ حماسہ سے افعل تفعیل ہے۔

یعنی نہایت جوشیلے بمعنی متعصب اور اپنے لئے اس امر کو بطور امتیاز خاص گردانتے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اسلامی مساوات کی روح کے خلاف پاکر ارشاد فرمایا: ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (البقرۃ :۲۰۰) یعنی تم وہاں سے لوٹو جہاں سے لوگ لوٹیں اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو اور یقیناً وہ غفور و رحیم ہے۔ اس ارشادِ باری تعالیٰ سے ظاہر ہے کہ عبادتِ حج کی علت غائی تزکیہ نفس ہے۔

حضرت جبیرؓ فتح مکہ میں مسلمان ہوئے تھے اور جس حج کا مذکورہ بالا روایت میں ذکر ہے؛ وہ ۱۰ھ میں ہوا۔ جو حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے۔ زمانہ جاہلیت میں ان حمس نے کچھ بدعتیں جاری کر رکھی تھیں۔ مثلاً ان کی عورتوں کو بحالت احرام حج کے ایام میں کاتنا، بُننا، دودھ بلونا، پنیر بنانا اور گھی استعمال کرنا منع تھا۔ بحالت احرام گھروں میں بھی داخل نہیں ہوتے تھے اور ایامِ حج میں خیمے استعمال کرتے؛ خصوصاً چمڑے کے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ۳) ایسی قدیم رسوم کے پیش نظر ایسے باب قائم کئے گئے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں اپنے ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانیوں کے ہار بنایا کرتی تھی۔ (روایت نمبر ۱۷۰۰) اور حمس دروازے سے داخل ہونا بھی معیوب سمجھتے تھے۔ جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے۔ روایت زیر باب میں یہ جو ذکر آیا ہے کہ مقامِ عرفات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر لوگ متعجب ہوئے اور ان میں سے بعض نے کہا کہ مَا شَأْنُهُ۔ یعنی آپؐ تو قریش میں سے ہیں۔ کیا ہوا کہ آپؐ حرم سے باہر چلے گئے ہیں۔ یہ تعجب تو درحقیقت اسی قدیم رسم کی وجہ سے تھا۔ شارحین کا خیال ہے کہ ان کے تعجب کی وجہ قرآنِ مجید کے حکم اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ سے ناواقفیت تھی۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۶۵۲)

فَمَنْ لَّمْ يُعْطِهِ الْحُمُسُ طَافَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانًا: روایت نمبر ۱۶۶۵ میں بھی حمس کی ایک بدعت کا ذکر ہے جس کا تعلق برہنہ طواف کرنے سے ہے۔ قدیم عرب روزمرہ کے کپڑوں میں طواف کرنا گناہ سمجھتے تھے۔ ان کے نزدیک وہ کپڑے ناپاک تھے۔ چنانچہ جب حج کی غرض سے بیت اللہ میں آتے تو یہی قریش حمس انہیں کپڑے دیتے۔ جنہیں پہن کر طواف کرتے۔ انہیں حلّہ کا نام دیا گیا تھا۔ اگر کپڑا دیا جاتا تو کپڑا پہن کر طواف کرتے۔ ورنہ ننگے طواف کرتے۔ جس کو اسلام نے منع کر دیا۔ ایک تیسری قسم عربوں کی تھی جنہیں طلس کہا جاتا تھا۔ وہ پھٹے پرانے غبار آلودہ کپڑوں میں ملبوس ہوتے اور اسی وجہ سے انہیں طُلْس کہا جاتا۔ جو طَلْس سے مشتق ہے۔ یعنی غبار۔ حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسماعیلؑ کو ارشاد ہوا: اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِيْنَ وَالْعَاكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ (البقرۃ :۱۲۶) تم دونوں میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف بیٹھنے والوں اور رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لیے خوب پاک وصاف بنائے رکھو۔ تطہیر اور تزکیہ کا یہ فرض ظاہر و باطن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے پورا ہوا۔

مذکورہ بالا باب کا عنوان اَلْوُقُوْفُ بِعَرَفَةَ کی نحوی ترکیب بتاتی ہے کہ امام بخاریؒ کے مدنظر دوسرے مقامات میں وقوف کرنے کا ردّ ہے اور یہ بتانا مقصود ہے کہ وقوف کا تعلق عرفات سے ہے۔ باقی مقامات سے نہیں۔ عرفات میں بمقام عرنہ ظہر و عصر امام کے ساتھ باجماعت نماز جمع کی جاتی ہے اور اس عرصہ وقوف میں استغفار، تسبیح و تحمید، ذکرِ الٰہی اور

درود شریف کثرت سے پڑھنا اس عبادتِ وقوف میں شامل ہے۔ حاجی یہاں سے مغرب کے بعد کوچ کر کے مزدلفہ تک جاتے ہیں جو حرم کے اندر ہے۔ جہاں سے عرفات تین میل ہے اور رات مزدلفہ ہی میں قیام کیا جاتا ہے۔ کچھ آرام کرنے کے بعد دعا ذکر الٰہی اور عبادت ہوتی ہے۔ مغرب وعشاء کی نمازیں مزدلفہ میں جمع کی جاتی ہیں۔ صبح کی نماز پڑھ کر مشعر حرام کی طرف کوچ ہوتا ہے جو ایک پہاڑی کا نام ہے۔ اس کا ذکر قرآنِ مجید کی آیت فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ (البقرة :١٩٩) میں ہے۔ عرب بھی قدیم سے ان جگہوں میں اپنے طریق پر عبادت کیا کرتے تھے۔ جس سے یہ ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی نے ان جگہوں کو عبادت سے برکت دی ہے۔ مرورِ زمانہ کے ساتھ عربوں نے توحید الٰہی کو شرک سے ملوث کر دیا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ملت ابراہیمی بحال فرمائی۔

بَاب ٩٢ : اَلسَّيْرُ إِذَا دَفَعَ مِنْ عَرَفَةَ

عرفات سے جب لوٹے تو کیسے چلے

١٦٦٦: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ قَالَ سُئِلَ أُسَامَةُ وَأَنَا جَالِسٌ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِيْرُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ حِيْنَ دَفَعَ قَالَ كَانَ يَسِيْرُ الْعَنَقَ فَإِذَا وَجَدَ فَجْوَةً نَصَّ. قَالَ هِشَامٌ وَالنَّصُّ فَوْقَ الْعَنَقِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ فَجْوَةٌ مُتَّسَعٌ وَالْجَمِيْعُ فَجَوَاتٌ وَفِجَاءٌ وَكَذٰلِكَ رَكْوَةٌ وَرِكَاءٌ، مَنَاصٌ (ص:٤) لَيْسَ حِيْنَ فِرَارٍ.

اطرافه: ٢٩٩٩، ٤٤١٣۔

١٦٦٦: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے ہشام بن عروہ سے، ہشام نے اپنے باپ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: حضرت اسامہؓ سے پوچھا گیا اور میں بیٹھا ہوا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں کس رفتار سے چلتے تھے؛ جب آپؐ عرفات سے لوٹے؟ تو انہوں نے کہا کہ آپؐ تیز قدم چلتے تھے اور جب آپؐ کھلی جگہ پاتے تو تیز قدم سے بھی زیادہ۔ ہشام نے کہا: نَـصَّ تیز قدم سے زیادہ رفتار چلنے کو کہتے ہیں۔ ابوعبداللہ (بخاریؒ) نے کہا: اور فَجْوَةٌ کے معنی ہیں کشادہ جگہ اور اس کی جمع فَجَوات اور فِجَاءٌ ہے اور اسی طرح رَكْـوَةٌ کی جمع رِكَـاءٌ ہے۔ سورۂ صٓ میں جو مَـنَـاصٌ کا لفظ ہے اس کے معنی ہیں بھاگنے کا وقت نہیں ہے۔

تشریح: **اَلسَّيْرُ اِذَا دَفَعَ مِنْ عَرَفَة:** صحیح مسلم کی روایت یوں ہے: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ......قَالَ اُسَامَةُ فَمَا زَالَ يَسِيْرُ عَلَى هَيْئَتِهِ حَتَّى اَتَى جَمْعًا. (مسلم، کتاب الحج، باب الإفاضة من عرفات) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سکینت و وقار سے سفر کرتے رہے؛ حتی کہ مقامِ جمع یعنی مزدلفہ میں آئے اور وہاں مغرب و عشاء کی نمازیں جمع کیں۔ مذکورہ بالا روایت میں حضرت ابن عباسؓ سے بروایت حضرت اسامہؓ یہ بھی مروی ہے کہ عرفات سے واپسی پر آپؐ نے فرمایا: أَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ فَإِنَّ الْبِرَّ لَيْسَ بِإِيْجَافِ الْخَيْلِ وَالْإِبِلِ قَالَ فَمَا رَأَيْتُهَا رَافِعَةً يَدَيْهَا عَادِيَةً حَتَّى اَتَى جَمْعًا. (ابوداؤد، کتاب المناسک، باب الدفعة من عرفة) اے لوگو! آرام سے چلو۔ نیکی سواری دوڑانے میں نہیں۔ میں نے نہیں دیکھا کہ آپؐ کی اونٹنی دوڑنے کے لیے اگلے پاؤں اُٹھاتی ہو۔ یہاں تک کہ آپؐ مزدلفہ پہنچ گئے۔ ترمذی نے اس بارہ میں جو حدیث حضرت جابر بن عبداللہؓ سے نقل کی ہے؛ اس میں یہ الفاظ ہیں: اَوْضَعَ فِي وَادِي مُحَسِّرٍ. (ترمذی، کتاب الحج، باب ماجاء فی الإفاضة من عرفات) یعنی وادی محسر میں اونٹ تیز چلاتے۔

مَنَاصٌ لَيْسَ حِيْنَ فِرَارٍ: امام بخاریؒ نے سفر کی دونوں صورتیں جمع کر دی ہیں۔ یعنی جب ازدحام نہ ہو تو تیز قدم چلائے اور اسی غرض سے لغوی معنی ضمناً بیان کر کے اشارہ کیا ہے کہ موقع و محل کا خیال نہ رکھنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص لفظ مَنَاصٌ کے اشتقاق میں مشترکہ حروف کی بناء پر اسے لفظ نَصَّ سے مشتق سمجھے۔ حالانکہ مَنَاصٌ کا لفظ نَاصَ يَنُوْصُ سے ہے نہ کہ نَصَّ سے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۶۵۵) امام موصوف کی یہ تشریح نہ بلا وجہ ہے نہ غلط فہمی۔ جیسا کہ علامہ عینیؒ کو خیال پیدا ہوا ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ ۷)

قَالَ هِشَامٌ وَالنَّصُّ فَوْقَ الْعَنَقِ: ہشام کی جس روایت کا اس بارہ میں حوالہ دیا گیا ہے وہ مسلمؒ اور نسائیؒ نے بھی نقل کی ہے اور امام بخاریؒ نے بھی کتاب الجہاد میں اسے نقل کیا ہے۔☆

بَاب ۹۳: اَلنُّزُوْلُ بَيْنَ عَرَفَةَ وَجَمْعٍ

عرفات اور مزدلفہ کے درمیان اُترنا

۱۶۶۷: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ

۱۶۶۷: مسدد نے ہم سے بیان کیا۔ حماد بن زید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحیٰ بن سعید سے، یحیٰ نے موسیٰ بن عقبہ سے، انہوں نے حضرت ابن عباسؓ کے

☆ (بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب السرعة فی السير، روایت نمبر ۲۹۹۹)
(مسلم، کتاب الحج، باب الإفاضة من عرفات الى المزدلفة)
(نسائی، کتاب مناسک الحج، باب کیف السير من عرفة)

عَبَّاسٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ أَفَاضَ مِنْ عَرَفَةَ مَالَ إِلَى الشِّعْبِ فَقَضَى حَاجَتَهُ فَتَوَضَّأَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَتُصَلِّيْ فَقَالَ الصَّلَاةُ أَمَامَكَ.

آزاد کردہ غلام کریب سے، کریب نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب عرفات سے لوٹے تو آپؐ ایک گھاٹی کے نشیب میں مڑے اور وہاں آپؐ حاجت سے فارغ ہوئے اور وضو کیا تو میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپؐ نماز پڑھیں گے؟ تو آپؐ نے فرمایا: نماز آگے چل کر۔

اطرافه: ۱۳۹، ۱۸۱، ۱٦٦۹، ۱٦۷۲۔

۱٦٦۸: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَّافِعٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ غَيْرَ أَنَّهُ يَمُرُّ بِالشِّعْبِ الَّذِي أَخَذَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَدْخُلُ فَيَنْتَفِضُ وَيَتَوَضَّأُ وَلَا يُصَلِّي حَتَّى يُصَلِّيَ بِجَمْعٍ.

۱٦٦۸: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا۔ جویریہ نے ہمیں بتایا کہ نافع سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مزدلفہ میں آکر مغرب وعشاء جمع کیا کرتے تھے۔ لیکن وہ اس گھاٹی سے گذرتے جس گھاٹی کی سمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اختیار کی۔ حضرت عبداللہؓ وہاں جاتے اور حاجت سے فارغ ہوتے اور وضو کرتے اور نماز وہاں نہ پڑھتے۔ مزدلفہ میں آکر پڑھتے۔

اطرافه: ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۱۰٦، ۱۱۰۹، ۱٦۷۳، ۱۸۰۵، ۳۰۰۰۔

۱٦٦۹: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ أَبِي حَرْمَلَةَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ رَدِفْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَاتٍ

۱٦٦۹: قتیبہ نے ہم سے بیان کیا۔ اسماعیل بن جعفر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے محمد بن ابی حرملہ سے، انہوں نے حضرت ابن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام کریب سے، کریب نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں عرفات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے

فَلَمَّا بَلَغَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشِّعْبَ الْأَيْسَرَ الَّذِي دُوْنَ الْمُزْدَلِفَةِ أَنَاخَ فَبَالَ ثُمَّ جَاءَ فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ الْوَضُوْءَ فَتَوَضَّأَ وُضُوْءًا خَفِيْفًا فَقُلْتُ الصَّلَاةُ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ الصَّلَاةُ أَمَامَكَ فَرَكِبَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَتَى الْمُزْدَلِفَةَ فَصَلَّى ثُمَّ رَدِفَ الْفَضْلُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ غَدَاةَ جَمْعٍ

سواری پر بیٹھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بائیں گھاٹی پر پہنچے جو کہ مزدلفہ سے ورے ہے تو آپؐ نے اپنا اونٹ بٹھایا اور پیشاب کیا۔ پھر آپؐ آئے تو میں نے آپؐ پر وضو کا پانی ڈالا۔ آپؐ نے ہلکا سا وضو کیا۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! نماز ہوگی؟ فرمایا: نماز آگے چل کر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے؛ یہاں تک کہ مزدلفہ پہنچے اور وہاں نماز پڑھی۔ پھر مزدلفہ کی صبح (دسویں ذوالحجہ) حضرت فضل (بن عباسؓ) آپؐ کے پیچھے سواری پر بیٹھے۔

اطرافه: ١٣٩، ١٨١، ١٦٦٧، ١٦٧٢۔

١٦٧٠: قَالَ كُرَيْبٌ فَأَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ الْفَضْلِ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَزَلْ يُلَبِّيْ حَتَّى بَلَغَ الْجَمْرَةَ.

١٦٧٠: کریب نے کہا: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت فضلؓ سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر لبیک کہتے رہے۔ یہاں تک کہ آپؐ جمرہ پر پہنچے۔

اطرافه: ١٥٤٤، ١٦٨٥، ١٦٨٧۔

تشریح: **اَلنُّزُوْلُ بَيْنَ عَرَفَةَ وَجَمْعٍ:** روایت نمبر ١٦٦٧ کے الفاظ "مَالَ اِلَى الشِّعْبِ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزدلفہ کے قریب ایک گھاٹی میں اُترنے کا ذکر کرتے ہیں۔ خاندان بنواُمیہ کے امراء جو اس وادی میں مغرب کی نماز کے لئے جاتے تھے؛ حضرت ابن عمرؓ نے اس امر میں ان سے اتفاق نہیں کیا۔ نیز ابن ابی نجیح سے مروی ہے: سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ يَقُوْلُ اتَّخَذَهُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَبَالًا وَاتَّخَذْتُمُوْهُ مُصَلًّى وَكَأَنَّهُ اَنْكَرَ بِذٰلِكَ. یعنی میں نے عکرمہ کو کہتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وادی میں بول و براز کی جگہ بنائی تھی اور تم نے اسے نماز گاہ بنالیا۔ گویا کہ انہوں نے اسے برا سمجھا ہے۔ کیونکہ مسنون طریق یہی ہے کہ مزدلفہ میں نمازیں جمع کی جاتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ضرورت کے لئے وہاں ٹھہرے تھے؛ نہ اس لئے کہ اس کا تعلق مناسک حج سے بھی تھا۔
(فتح الباری جزء٣ صفحہ ٦٥٦، ٦٥٧)

بَاب ٩٤

أَمْرُ النَّبِيِّ ﷺ بِالسَّكِيْنَةِ عِنْدَ الْإِفَاضَةِ وَإِشَارَتُهُ إِلَيْهِمْ بِالسَّوْطِ

عرفات سے لوٹتے وقت نبی ﷺ کا حکم دینا اور اپنے کوڑے سے ان کو اشارہ کرنا کہ اطمینان سے چلیں

١٦٧١ : حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سُوَيْدٍ حَدَّثَنِي عَمْرُو ابْنُ أَبِي عَمْرٍو مَوْلَى الْمُطَّلِبِ أَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ مَوْلَى وَالِبَةَ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ دَفَعَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَرَفَةَ فَسَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَاءَهُ زَجْرًا شَدِيْدًا وَضَرْبًا وَصَوْتًا لِلْإِبِلِ فَأَشَارَ بِسَوْطِهِ إِلَيْهِمْ وَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ فَإِنَّ الْبِرَّ لَيْسَ بِالْإِيْضَاعِ. أَوْضَعُوْا أَسْرَعُوْا، خِلٰلَكُمْ (التوبة: ٤٧) مِنَ التَّخَلُّلِ بَيْنَكُمْ، وَفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا (الكهف: ٣٤) بَيْنَهُمَا.

۱۶۷۱: سعید بن ابی مریم نے ہم سے بیان کیا کہ ابراہیم بن سوید نے ہمیں بتایا۔ عمرو بن ابی عمرو نے مجھ سے بیان کیا جو مطلب کے آزاد کردہ غلام تھے کہ سعید بن جبیر نے جو والبہ کوفی کے آزاد کردہ غلام تھے مجھے خبر دی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ عرفہ کے دن نبی ﷺ کے ساتھ (عرفات سے) لوٹے تو نبی ﷺ نے اپنے پیچھے سخت ڈانٹ ڈپٹ، اونٹوں کو مارنے اور آوازوں کا شور سنا تو آپؐ نے ان کو اپنے کوڑے سے اشارہ کیا اور فرمایا: اے لوگو! آہستگی سے چلو۔ کیونکہ نیکی دوڑ دھوپ سے نہیں حاصل ہوتی۔ سورۂ توبہ میں اَوْضَعُوْا آیا ہے، اس کے معنی ہیں کہ تمہارے درمیان ریشہ دوانیاں کریں۔ خِلٰلَکُمْ کا لفظ تَخَلُّل سے مشتق ہے۔ جس کے معنی ہیں۔ وہ تمہارے اندر خلل پیدا کریں اور سورۂ کہف میں جو فَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا آیا ہے، اس کے معنی ہیں کہ ان کے درمیان نہر چلائی۔

تشریح: أَمْرُ النَّبِيِّ ﷺ بِالسَّكِيْنَةِ وَإِشَارَتُهُ إِلَيْهِمْ بِالسَّوْطِ: بعض شارحین کا خیال ہے کہ روایت نمبر ۱۶۷۱ کے آخر میں لفظ خِلَال کی جو لغوی تشریح کی گئی ہے وہ لفظ اَوْضَعُوْا کے تعلق میں ہے۔ (فتح الباری جزء ۳ صفحہ ۶۶۰) (عمدۃ القاری جزء ۱۰ صفحہ ۱۰) مگر جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ امام موصوفؒ بلا وجہ لغوی بحث نہیں کرتے بلکہ موقع کی مناسبت سے اس قسم کی تشریح کرتے ہیں۔ یہاں بھی درحقیقت یہ بتلانا مقصود ہے کہ کسی

گھاٹی میں اُترنا اور شوروغل کو روکنا ضمنی اور عارضی باتیں ہیں۔ اس لئے امرائے بنی امیہ کا عمل درست نہ تھا۔ اصل مسئلہ مزدلفہ میں نماز جمع کر کے پڑھنا ہے۔

اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سُوَيْدٍ: ابراہیم بن سوید مدینی سے متعلق بعض محدثین نے یہ اعتراض کیا ہے کہ وہ بعض اوپری روایتوں کی وجہ سے ثقہ نہیں۔ اسماعیلی کی روایت کے مطابق مذکورہ بالا حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے۔ جس سے اس شبہ کا ازالہ ممکن ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۶۶۰) (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ ۱۰)

بَاب ۹۵: اَلْجَمْعُ بَيْنَ الصَّلاَتَيْنِ بِالْمُزْدَلِفَةِ

مزدلفہ میں دو نمازیں ملا کر پڑھی جائیں

۱۶۷۲: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ مُّوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُوْلُ دَفَعَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ فَنَزَلَ الشِّعْبَ فَبَالَ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَلَمْ يُسْبِغِ الْوُضُوْءَ فَقُلْتُ لَهُ الصَّلَاةُ فَقَالَ الصَّلَاةُ أَمَامَكَ فَجَاءَ الْمُزْدَلِفَةَ فَتَوَضَّأَ فَأَسْبَغَ ثُمَّ أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ أَنَاخَ كُلُّ إِنْسَانٍ بَعِيْرَهُ فِي مَنْزِلِهِ ثُمَّ أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا.

۱۶۷۲: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے موسیٰ بن عقبہ سے، انہوں نے کریب سے، کریب نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو کہتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات سے لوٹے تو ایک گھاٹی میں اُترے اور پیشاب کیا۔ پھر وضو کیا اور پورے طور پر وضو نہیں کیا۔ (یعنی ہلکا سا کیا۔) تو میں نے آپؐ سے کہا کہ کیا نماز پڑھی جائے گی؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ نماز آگے چل کر۔ پھر آپؐ مزدلفہ میں آئے اور وضو کیا اور پورے طور پر کیا۔ پھر نماز کے لئے تکبیر اقامت ہوئی اور آپؐ نے مغرب کی نماز پڑھی۔ پھر ہر انسان نے اپنا اونٹ اپنے ٹھکانے میں بٹھایا۔ پھر نماز (عشاء) کی تکبیر اقامت ہوئی تو آپؐ نے نماز پڑھی۔ ان دونوں کے درمیان نفل نہیں پڑھے۔

اطرافه: ۱۳۹، ۱۸۱، ۱۶۶۷، ۱۶۶۹۔

تشریح: **اَلْجَمْعُ بَيْنَ الصَّلاَتَيْنِ بِالْمُزْدَلِفَةِ:** یہ مناسک حج میں سے پانچواں رکن ہے؛ یعنی مزدلفہ کے مقام میں مغرب وعشاء کی نمازیں جمع کرنا اور صبح تک قیام اور نمازِ فجر پڑھ کر یہاں سے منیٰ کی طرف کوچ کرنا۔ مقامِ مزدلفہ عرفات اور منیٰ کے درمیان واقع ہے اور بیت اللہ سے چھ میل دور یہاں رات عبادت، دعا اور

ذکرِ الٰہی میں گذاری جاتی ہے اور صبح کی نماز اوّل وقت پڑھ کر مشعر الحرام کی طرف کوچ ہوتا ہے جو مزدلفہ میں ایک پہاڑی کا نام ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے۔ یہاں ہر جگہ قیام کیا جاسکتا ہے۔ وادی محسر کے سوا جس کے متعلق مشہور ہے کہ اصحاب الفیل بوقت حملہ خیمہ زن ہوئے تھے اور عذاب الٰہی سے تباہ ہوگئے تھے۔ جہاں کسی قوم پر عذاب نازل ہوا ہو وہاں آپؐ قیام کرنا ناپسند فرماتے تھے۔ لفظ مزدلفہ از د لاف سے مشتق ہے۔ بمعنی اکٹھا ہونا۔ عرب قدیم الایام سے اس جگہ ٹھہرنا ضروری سمجھتے تھے اور جیسا کہ بتایا جاچکا ہے کہ قریش خصوصاً حمس مزدلفہ سے آگے نہیں جاتے تھے۔ باقی قبائل اس مقام پر سورج کے طلوع ہونے کا انتظار کرتے اور یہ نعرہ لگاتے: اَشْرِقْ ثَبِيْرُ لَعَلَّنَا نُغِيْرُ. ثبیر پہاڑ چمک کہ تیری زیارت کے بعد ہم یہاں سے چلیں اور منیٰ میں جاکر قربانی کریں۔ زمانہ جاہلیت میں حج کی عبادت ایک پجاری کی قیادت میں ادا کی جاتی تھی اور وہ سورج نکلنے کا انتظار بے قراری سے کرتے اور پجاری مشروقِ شمس سے متعلق مذکورہ بالا فقرہ دُہراتا اور سورج کے ثبیر کی بلند چوٹی پر چمکنے پر انہیں منٰی کی طرف لے جاتا۔ جہاں قربانی کرنے والے قربانی کرتے۔ اسلام نے مشروقِ شمس والی مشرکانہ رسم کو بند کردیا۔

ثبیر مکہ کے پہاڑوں میں سے سب سے بلند پہاڑ ہے۔ (اس تعلق میں دیکھئے باب ۱۰۰ روایت نمبر ۱۶۸۴)

بَاب ٩٦ : مَنْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا وَلَمْ يَتَطَوَّعْ

جس نے مزدلفہ میں دونوں نمازیں جمع کیں اور نفل نہ پڑھے

١٦٧٣ : حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ جَمَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا بِإِقَامَةٍ وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا وَلَا عَلَى إِثْرِ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا.

۱۶۷۳: آدم نے ہم سے بیان کیا کہ ابن ابی ذئب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے سالم بن عبداللہ سے، سالم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں مغرب و عشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔ ان میں سے ہر ایک نماز الگ تکبیر کے ساتھ۔ نہ تو ان کے درمیان سنت و نفل پڑھے اور نہ آخر میں۔

اطرافه: ١٠٩١، ١٠٩٢، ١١٠٦، ١١٠٩، ١٦٦٨، ١٨٠٥، ٣٠٠٠.

١٦٧٤ : حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى

۱۶۷۴: خالد بن مخلد نے ہم سے بیان کیا کہ سلیمان بن بلال نے ہمیں بتایا۔ یحيٰ بن سعید نے ہم

بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيْدَ الْخَطْمِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو أَيُّوْبَ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِالْمُزْدَلِفَةِ.

اطرافه: ٤٤١٤۔

سے بیان کیا، کہا: عدی بن ثابت نے مجھے خبر دی۔ کہا: عبداللہ بن یزید خطمی نے مجھ سے بیان کیا، کہا: حضرت ابوایوب انصاریؓ نے مجھے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں مزدلفہ کے مقام پر مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کیں۔

بَاب ۹۷: مَنْ أَذَّنَ وَأَقَامَ لِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا

جس نے ان دونوں نمازوں میں سے ہر ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ اذان دی اور تکبیر اقامت کہی

۱۶۷۵: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ يَزِيْدَ يَقُوْلُ حَجَّ عَبْدُ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَأَتَيْنَا الْمُزْدَلِفَةَ حِيْنَ الْأَذَانِ بِالْعَتَمَةِ أَوْ قَرِيْبًا مِنْ ذَلِكَ فَأَمَرَ رَجُلًا فَأَذَّنَ وَأَقَامَ ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ وَصَلَّى بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ دَعَا بِعَشَائِهِ فَتَعَشَّى ثُمَّ أَمَرَ أُرَى رَجُلًا فَأَذَّنَ وَأَقَامَ قَالَ عَمْرٌو وَلَا أَعْلَمُ الشَّكَّ إِلَّا مِنْ زُهَيْرٍ ثُمَّ صَلَّى الْعِشَاءَ رَكْعَتَيْنِ فَلَمَّا طَلَعَ الْفَجْرُ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا

۱۶۷۵: عمرو بن خالد نے ہم سے بیان کیا کہ زُہیر نے ہمیں بتایا کہ ابواسحٰق نے ہم سے بیان کیا، کہا: میں نے عبدالرحمٰن بن یزید سے سنا۔ وہ کہتے تھے: حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ نے حج کیا تو ہم مزدلفہ میں اس وقت پہنچے جب عشاء کی اذان ہوتی ہے یا اس کے قریب قریب۔ انہوں نے ایک شخص کو حکم دیا تو اس نے اذان دی اور تکبیر اقامت کہی۔ پھر مغرب کی نماز پڑھی۔ پھر اس کے بعد دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر انہوں نے رات کا کھانا منگوایا اور کھایا۔ میرا خیال ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو حکم دیا تو اس نے اذان دی۔ پھر تکبیر اقامت کہی۔ عمرو (بن خالد) نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ شک زہیر سے ہوا ہے۔

يُصَلِّي هَذِهِ السَّاعَةَ إِلَّا هَذِهِ الصَّلَاةَ فِي هَذَا الْمَكَانِ مِنْ هَذَا الْيَوْمِ قَالَ عَبْدُ اللهِ هُمَا صَلَاتَانِ تُحَوَّلَانِ عَنْ وَّقْتِهِمَا صَلَاةُ الْمَغْرِبِ بَعْدَ مَا يَأْتِي النَّاسُ الْمُزْدَلِفَةَ وَالْفَجْرُ حِيْنَ يَبْزُغُ الْفَجْرُ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ.

اطرافه: ١٦٨٢، ١٦٨٣۔

پھر انہوں نے دو رکعت نمازِ عشاء پڑھی۔ جب صبح نمودار ہوئی تو انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت یہی نماز اس دن اس جگہ پڑھتے تھے۔ حضرت عبداللہ (بن مسعودؓ) نے کہا: یہ دو نمازیں ہیں جو اپنے معمولی وقت سے ہٹائی گئیں۔ مغرب کی نماز جبکہ لوگ مزدلفہ میں آئیں اور فجر کی نماز جبکہ فجر ہو رہی ہو۔ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔

تشریح: یہ دونوں ابواب (نمبر۹۶، ۹۷) ایک اختلاف کی وجہ سے قائم کئے گئے۔ جس میں ائمہ وفقہاء کے چھ مختلف اقوال ہیں:-

۱) مزدلفہ میں مغرب وعشاء کی نمازیں بغیر اذان الگ الگ تکبیروں سے پڑھی جائیں۔ (روایت نمبر۱۶۷۲)
۲) صرف پہلی تکبیر اقامت سے دونوں نمازیں پڑھی جائیں۔
۳) صرف پہلی نماز کے لیے اذان۔ اور تکبیر اقامت ہر ایک کے لیے الگ الگ پڑھی جائے۔ یہ مذہب امام احمد بن حنبلؒ کا ہے۔
۴) ایک اذان اور ایک ہی تکبیر کے ساتھ دونوں نمازیں جمع کی جائیں۔ یہ مذہب امام ابوحنیفہؒ کا ہے۔
۵) ہر ایک نماز کے لئے الگ الگ اذان اور تکبیریں ہوں۔ (روایت نمبر۱۶۷۵) یہ مذہب امام مالکؒ کا ہے۔
۶) ان میں سے کسی نماز کے لئے نہ اذان ہو اور نہ تکبیریں۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ۱۲)

باب نمبر۹۶، ۹۷ کے عناوین اسم موصول "مَنْ" سے قائم کر کے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے دو مختلف اقوال پیش کئے گئے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک مسئلہ معنونہ کے متعلق وسعت ہے۔ موقع اور محل کے مطابق جس طرح بھی سہولت ہو؛ کیا جائے۔

هُمَا صَلَاتَانِ تُحَوَّلَانِ عَنْ وَّقْتِهِمَا: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا: ان کے قول سے یہ مراد نہیں کہ مقررہ اوقات میں تبدیلی ہوئی ہے۔ بلکہ عام معمول وقت سے پہلے یا بعد میں نماز پڑھنا مراد ہے۔ بعض فقہاء نے ان کا عمل حجت قرار نہیں دیا۔ کیونکہ ان کی روایت مرفوع نہیں۔ بلکہ اس کے بالمقابل حضرت ابن عمرؓ کے قول کو ترجیح دی گئی ہے۔ مزدلفہ میں نماز جمع کرنے کے متعلق فقہاء کے درمیان اختلاف ہوا ہے۔ اس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے۔ یعنی یہ کہ قصر و جمع سفر کی وجہ سے ہوگی یا مناسک حج سے اور یہ کہ اہل مکہ کو پوری اور الگ الگ نمازیں پڑھنی چاہیں اور اگر یہ مناسک حج میں سے ہے تو پھر قصر و جمع کرنا ضروری ہے۔ امام شافعیؒ نے دونوں طرح جواز کا فتویٰ دیا ہے اور ان کے نزدیک قصر و جمع افضل ہے۔ برخلاف امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ۱۱، ۱۲۔

بَاب٩٨ : مَنْ قَدَّمَ ضَعَفَةَ أَهْلِهِ بِلَيْلٍ فَيَقِفُوْنَ بِالْمُزْدَلِفَةِ وَيَدْعُوْنَ وَيُقَدِّمُ إِذَا غَابَ الْقَمَرُ

جو اپنے اہل میں سے کمزوروں کو رات کے وقت مزدلفہ کی طرف پہلے روانہ کرے اور وہ وہاں ٹھہریں اور دعاؤں میں مشغول رہیں اور پھر انہیں چاند ڈوبنے پر آگے بھیج دے

١٦٧٦ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ سَالِمٌ وَكَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يُقَدِّمُ ضَعَفَةَ أَهْلِهِ فَيَقِفُوْنَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ بِالْمُزْدَلِفَةِ بِلَيْلٍ فَيَذْكُرُوْنَ اللهَ مَا بَدَا لَهُمْ ثُمَّ يَرْجِعُوْنَ قَبْلَ أَنْ يَّقِفَ الْإِمَامُ وَقَبْلَ أَنْ يَّدْفَعَ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقْدَمُ مِنًى لِصَلَاةِ الْفَجْرِ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقْدَمُ بَعْدَ ذٰلِكَ فَإِذَا قَدِمُوْا رَمَوُا الْجَمْرَةَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ أَرْخَصَ فِي أُولٰئِكَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ.

١٦٧٦: یحيٰی بن بکیر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یونس سے، یونس نے ابن شہاب سے روایت کی کہ سالم نے کہا: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے اہل بیت میں سے کمزور لوگوں کو پہلے بھیج دیتے تھے۔ وہ مزدلفہ میں رات کو مشعر الحرام کے قریب ٹھہرتے اور اللہ کا ذکر کرتے جیسا ان کے دل میں آتا۔ پھر واپس لوٹتے، بیشتر اس کے کہ امام وقوف کرتا اور واپس لوٹتا۔ ان میں سے بعض فجر کی نماز کے وقت منٰی میں پہنچتے اور بعض اس کے بعد اور جب وہ پہنچتے تو کنکریاں مارتے اور (حضرت عبداللہ) بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمزور لوگوں کے لئے یہ اجازت دی ہے۔

١٦٧٧ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ بَعَثَنِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ.

اطرافه: ١٦٧٨، ١٨٥٦۔

١٦٧٧: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا کہ حماد بن زید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب سے، ایوب نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مزدلفہ سے (منٰی میں) رات کو ہی بھیج دیا۔

١٦٧٨ : حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ أَبِي يَزِيْدَ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ أَنَا مِمَّنْ قَدَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْمُزْدَلِفَةِ فِي ضَعَفَةِ أَهْلِهِ.

اطرافه: ١٦٧٧، ١٨٥٦.

۱۶۷۸: علی (بن عبداللہ مدینی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سفیان نے ہمیں بتایا، کہا: عبیداللہ بن ابی یزید نے مجھے خبر دی۔ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا۔ کہتے تھے کہ میں ان لوگوں میں سے تھا جنہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ کی رات کو اپنے اہل بیت میں سے کمزور لوگوں کے ساتھ پہلے بھیجا تھا۔

١٦٧٩ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَّحْيَى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ مَوْلَى أَسْمَاءَ عَنْ أَسْمَاءَ أَنَّهَا نَزَلَتْ لَيْلَةَ جَمْعٍ عِنْدَ الْمُزْدَلِفَةِ فَقَامَتْ تُصَلِّي فَصَلَّتْ سَاعَةً ثُمَّ قَالَتْ يَا بُنَيَّ هَلْ غَابَ الْقَمَرُ قُلْتُ لَا فَصَلَّتْ سَاعَةً ثُمَّ قَالَتْ هَلْ غَابَ الْقَمَرُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَتْ فَارْتَحِلُوْا فَارْتَحَلْنَا وَمَضَيْنَا حَتَّى رَمَتِ الْجَمْرَةَ ثُمَّ رَجَعَتْ فَصَلَّتِ الصُّبْحَ فِي مَنْزِلِهَا فَقُلْتُ لَهَا يَا هَنْتَاهُ مَا أُرَانَا إِلَّا قَدْ غَلَّسْنَا قَالَتْ يَا بُنَيَّ إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذِنَ لِلظُّعُنِ.

۱۶۷۹: مسدد نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے یحيٰ سے، یحيٰ نے ابن جریج سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: حضرت اسماءؓ کے آزاد کردہ غلام عبداللہ نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے حضرت اسماءؓ سے روایت کی کہ وہ مزدلفہ کی رات مزدلفہ کے قریب اُتریں اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگیں تو ایک گھڑی نماز پڑھی۔ پھر انہوں نے کہا: بیٹا! کیا چاند ڈوب گیا ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ پھر تھوڑی دیر اور نماز پڑھی۔ پھر کہنے لگیں: کیا چاند ڈوب گیا ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ تو انہوں نے کہا: اب کوچ کرو۔ تو ہم نے کوچ کیا اور چلے۔ یہاں تک کہ (منیٰ پہنچ کر) کنکریاں پھینکیں۔ پھر لوٹیں اور اپنے پڑاؤ میں آ کر صبح کی نماز پڑھی۔ تو میں نے ان سے کہا: اجی بی بی! میں سمجھتا ہوں کہ ابھی ہم تاریکی ہی میں ہیں۔ (یعنی صبح نہیں ہوئی) تو انہوں نے کہا: اے میرے بیٹے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو اجازت دی ہے۔

١٦٨٠ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ هُوَ ابْنُ الْقَاسِمِ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ اسْتَأْذَنَتْ سَوْدَةُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ جَمْعٍ وَكَانَتْ ثَقِيلَةً ثَبْطَةً فَأَذِنَ لَهَا.

اطرافہ: ١٦٨١۔

۱۶۸۰: محمد بن کثیر نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان نے ہمیں خبر دی کہ عبدالرحمٰن نے ہمیں بتایا۔ یہ عبدالرحمٰن، قاسم (بن محمد) کے بیٹے ہیں۔ انہوں نے قاسم سے، قاسم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: حضرت سودہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مزدلفہ کی رات اجازت لی اور وہ بھاری بھرکم تھیں اور آپؐ نے انہیں اجازت دے دی۔

١٦٨١ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا أَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ نَزَلْنَا الْمُزْدَلِفَةَ فَاسْتَأْذَنَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوْدَةُ أَنْ تَدْفَعَ قَبْلَ حَطْمَةِ النَّاسِ وَكَانَتِ امْرَأَةً بَطِيئَةً فَأَذِنَ لَهَا فَدَفَعَتْ قَبْلَ حَطْمَةِ النَّاسِ وَأَقَمْنَا حَتَّى أَصْبَحْنَا نَحْنُ ثُمَّ دَفَعْنَا بِدَفْعِهِ فَلَأَنْ أَكُوْنَ اسْتَأْذَنْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا اسْتَأْذَنَتْ سَوْدَةُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ مَّفْرُوْحٍ بِهِ.

اطرافہ: ١٦٨٠۔

۱۶۸۱: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا کہ افلح بن حمید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قاسم بن محمد سے، قاسم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ہم مزدلفہ میں آئے تو حضرت سودہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی کہ وہ لوگوں کے ہجوم سے پہلے مزدلفہ سے لوٹ جائیں اور وہ تیز نہیں چل سکتی تھیں تو آپؐ نے انہیں اجازت دی۔ تو وہ لوگوں کے ہجوم سے پہلے روانہ ہوگئیں اور ہم وہاں صبح تک ٹھہرے اور پھر آپؐ کے واپس ہونے پر ہم بھی واپس ہوئے اور اگر میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے لیتی جیسا کہ حضرت سودہؓ نے اجازت لی تو یہ بات خوش کن باتوں میں سے میرے لئے بہت پسندیدہ ہوتی۔

تشریح: مَنْ قَدَّمَ ضَعَفَةَ اَهْلِهٖ بِلَيْلٍ: اس باب کے تحت چھ حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔ جن سے ظاہر ہے کہ کمزور لوگوں کا عرفات سے واپس آ کر مزدلفہ میں ٹھہرنا اور آرام کر کے پھر وہاں سے صبح منیٰ جانا جائز ہے۔ اس مختصر قیام میں بھی وہ عبادت اور ذکر الٰہی میں مشغول رہیں گے اور یہ مناسک حج کا ایک حصہ ہی ہے۔ بعض علمائے سلف

مثلاً علقمہ، نخعی اور عامر شعبی نے مزدلفہ میں رات گزارنا ضروری قرار دیا ہے کہ اس کے بغیر حج مکمل نہیں ہوتا۔ فقہائے کوفہ اور عطاء، زہری، قتادہ اور امام شافعیؒ وغیرہ کے نزدیک عدمِ قیام کی وجہ سے قربانی کا فدیہ دینا لازم آئے گا۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۶۶۶) اس اختلاف کے پیشِ نظر مذکورہ بالا باب قائم کیا گیا ہے۔ مگر جیسا کہ مذکورہ بالا مستند روایتوں سے واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کمزوروں کو ازدحام سے بچانے کی خاطر منیٰ کی طرف پہلے بھیج دیا کہ وہ مزدلفہ سے فارغ ہو کر لوٹ آئیں۔ اس صورت میں ان کا قیام مزدلفہ میں مختصر ہوگا۔ جیسا کہ چوتھی روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ چاند ڈوبتے ہی منیٰ میں گئیں اور پھر وہاں سے مزدلفہ آکر اپنی قیام گاہ میں نمازِ فجر پڑھی اور جب اُن پر اعتراض کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ عورتوں کو اجازت تھی۔ اس روایت سے ظاہر ہے کہ سورج نکلنے سے پہلے؛ کمزور لوگوں کے عدم قیامِ مزدلفہ اور وقوفِ منیٰ میں امام کے ساتھ ان کی عدم شراکت بھی جائز ہے اور ان پر کوئی فدیہ نہیں۔

بَاب ۹۹: مَتَى☆ يُصَلِّي الْفَجْرَ بِجَمْعٍ

جو☆ مزدلفہ میں فجر کی نماز پڑھے

۱۶۸۲: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ ابْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَارَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى صَلَاةً لِغَيْرِ مِيقَاتِهَا إِلَّا صَلَاتَيْنِ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَصَلَّى الْفَجْرَ قَبْلَ مِيقَاتِهَا.

اطرافه: ۱۶۷۵، ۱۶۸۳.

۱۶۸۲: عمر بن حفص بن غیاث نے ہم سے بیان کیا کہ میرے باپ نے ہمیں بتایا۔ اعمش نے ہم سے بیان کیا، کہا: عمارہ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے عبدالرحمٰن (بن یزید) سے، انہوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ آپؐ نے کوئی نماز اپنے وقت پر نہ پڑھی ہو؛ سوائے مغرب اور عشاء کی دو نمازوں کے؛ جو آپؐ نے مزدلفہ میں جمع کیں اور صبح کی نماز اپنے وقت سے پہلے پڑھی۔

۱۶۸۳: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ

۱۶۸۳: عبداللہ بن رجاء نے ہم سے بیان کیا کہ اسرائیل نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابواسحٰق سے، ابواسحٰق نے عبدالرحمٰن بن یزید سے روایت کی۔ انہوں

☆ بخاری کے بعض نسخوں میں یہ عنوان "مَنْ يُصَلِّيْ الْفَجْرَ" ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ۲۰) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِلَى مَكَّةَ ثُمَّ قَدِمْنَا جَمْعًا فَصَلَّى الصَّلَاتَيْنِ كُلَّ صَلَاةٍ وَحْدَهَا بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ وَالْعَشَاءُ بَيْنَهُمَا ثُمَّ صَلَّى الْفَجْرَ حِيْنَ طَلَعَ الْفَجْرُ قَائِلٌ يَّقُوْلُ طَلَعَ الْفَجْرُ وَقَائِلٌ يَّقُوْلُ لَمْ يَطْلُعِ الْفَجْرُ ثُمَّ قَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ هَاتَيْنِ الصَّلَاتَيْنِ حُوِّلَتَا عَنْ وَّقْتِهِمَا فِي هَذَا الْمَكَانِ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ فَلَا يَقْدَمُ النَّاسُ جَمْعًا حَتَّى يُعْتِمُوْا وَصَلَاةَ الْفَجْرِ هَذِهِ السَّاعَةَ ثُمَّ وَقَفَ حَتَّى أَسْفَرَ ثُمَّ قَالَ لَوْ أَنَّ أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَفَاضَ الْآنَ أَصَابَ السُّنَّةَ فَمَا أَدْرِي أَقَوْلُهُ كَانَ أَسْرَعَ أَمْ دَفْعُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَلَمْ يَزَلْ يُلَبِّي حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ.

اطرافه: ۱۶۷۵، ۱۶۸۲۔

نے کہا: ہم حضرت عبداللہ (ابن مسعود) رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ کی طرف نکلے۔ پھر ہم مزدلفہ میں آئے۔ تو انہوں نے دونمازیں (ملاکر) پڑھیں۔ ہر نماز الگ اذان الگ تکبیر اقامت کے ساتھ اور رات کا کھانا ان دونوں کے درمیان کھایا۔ پھر انہوں نے صبح کی نماز فجر ہوتے ہی پڑھی۔ کہنے والا کہتا تھا کہ فجر ہوگئی اور کوئی کہنے والا کہتا تھا کہ فجر ابھی نہیں ہوئی۔ پھر حضرت عبداللہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس جگہ یہ دونمازیں اپنے مقررہ وقت سے ہٹا دی گئی ہیں۔ یعنی مغرب اور عشاء اور لوگ مزدلفہ اس وقت آتے کہ اندھیرا ہوجاتا اور فجر کی نماز اس وقت پڑھی جاتی جس وقت پڑھی گئی ہے۔ پھر حضرت عبداللہؓ نے وقوف کیا۔ یہاں تک کہ خوب روشنی ہو گئی۔ پھر انہوں نے کہا: امیر المؤمنین (یعنی حضرت عثمانؓ) اگر اس وقت مزدلفہ سے لوٹیں تو انہوں نے ٹھیک سنت کے مطابق کیا۔ (عبدالرحمٰن کہتے تھے:) میں نہیں جانتا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ قول پہلے تھا یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی واپسی۔ حضرت ابن مسعودؓ لبیک کہتے رہے؛ یہاں تک کہ قربانی کے دن جمرۃ العقبہ میں کنکریاں پھینکیں۔

تشریح: اس باب کی روایتوں کی تشریح کے لیے باب ۹۵و۹۷ کی تشریح دیکھئے۔

بَاب ۱۰۰ : مَتَى يُدْفَعُ مِنْ جَمْعٍ

مزدلفہ سے کب چلے

١٦٨٤ : حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ مَيْمُوْنٍ يَقُوْلُ شَهِدْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ صَلَّى بِجَمْعٍ الصُّبْحَ ثُمَّ وَقَفَ فَقَالَ إِنَّ الْمُشْرِكِيْنَ كَانُوْا لَا يُفِيْضُوْنَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَيَقُوْلُوْنَ أَشْرِقْ ثَبِيْرُ وَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالَفَهُمْ ثُمَّ أَفَاضَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ.

اطرافه: ۳۸۳۸۔

۱۶۸۴: حجاج بن منہال نے ہمیں بتایا کہ شعبہ نے ہم سے بیان کیا کہ انہوں نے ابواسحق سے روایت کی کہ عمرو بن میمون سے میں نے سنا۔ کہتے تھے کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ موجود تھا۔ انہوں نے مزدلفہ میں صبح کی نماز پڑھی۔ پھر وقوف کیا اور کہا کہ مشرک مزدلفہ سے نہیں لوٹتے تھے جب تک کہ سورج نہ نکل آتا اور وہ کہا کرتے تھے: ثبیر (پہاڑ) چمک اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف کیا۔ آپ لوٹے پہلے اس سے کہ سورج نکلتا۔

تشریح: مَتَى يُدْفَعُ مِنْ جَمْعٍ: صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ سے ایک روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قصواء اونٹنی پر سوار ہوئے اور مشعر الحرام میں پہنچ کر وقوف کیا۔ قبلہ رُخ ہو کر دیر تک ذکر الٰہی (تسبیح وتحمید وتکبیر) اور دعا میں مشغول رہے۔ حَتَّى أَسْفَرَ جِدًّا. یہاں تک کہ خوب روشنی ہوگئی۔ پھر سورج نکلنے سے قبل وہاں سے منیٰ کی طرف روانہ ہوئے۔ (مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ) اس کی تائید حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت سے بھی ہوتی ہے۔ (دیکھئے روایت نمبر۱۶۸۳)

امام مالکؒ کے نزدیک اسفار یعنی روشنی سے قبل کوچ کرنا چاہیے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۶۷۲) اس اختلاف کے پیش نظر یہ باب بصورتِ استفتاء قائم کیا گیا ہے اور اس کا جواب محذوف ہے۔ یعنی ضرورت کے ماتحت دونوں صورتیں جائز ہیں۔ لیکن بہرحال سورج نکلنے سے پہلے کوچ ضروری ہے؛ تا مشرکین کی اتباع نہ ہو۔ اس تعلق میں باب ۹۵ کی تشریح بھی ملاحظہ ہو۔

بَاب ١٠١ : اَلتَّلْبِيَةُ وَالتَّكْبِيْرُ غَدَاةَ النَّحْرِ حِيْنَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ وَالِارْتِدَافُ فِي السَّيْرِ

قربانی کے دن بوقت صبح لبیک اور تکبیر کہنا؛ یہاں تک کہ جمرہ میں کنکریاں پھینکے اور سفر میں اپنے پیچھے سواری پر کسی کو بٹھانا

١٦٨٥ : حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْدَفَ الْفَضْلَ فَأَخْبَرَ الْفَضْلُ أَنَّهُ لَمْ يَزَلْ يُلَبِّي حَتَّى رَمَى الْجَمْرَةَ.

اطرافه: ١٥٤٤، ١٦٧٠، ١٦٨٧.

۱۶۸۵: ابوعاصم ضحاک بن مخلد نے ہم سے بیان کیا۔ ابن جریج نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے عطاء سے، عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فضل (بن عباسؓ) کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھایا اور حضرت فضلؓ نے خبر دی کہ آپؐ لبیک پکارتے رہے؛ یہاں تک کہ جمرۂ عقبہ میں کنکریاں پھینکیں۔

١٦٨٦-١٦٨٧ : حَدَّثَنَا زُهَيْرُ ابْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ يُوْنُسَ الْأَيْلِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ أُسَامَةَ ابْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ رِدْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ إِلَى الْمُزْدَلِفَةِ ثُمَّ أَرْدَفَ الْفَضْلَ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ إِلَى مِنًى قَالَ فَكِلَاهُمَا قَالَا لَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۶۸۶-۱۶۸۷: زہیر بن حرب نے ہم سے بیان کیا۔ وہب بن جریر نے ہمیں بتایا کہ میرے باپ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے یونس ایلی سے، یونس نے زہری سے، زہری نے عبیداللہ بن عبداللہ سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما عرفات سے مزدلفہ تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پر آپؐ کے پیچھے بیٹھے۔ پھر آپؐ نے حضرت فضلؓ کو مزدلفہ سے منیٰ تک اپنے ساتھ بٹھایا۔ کہا: تو ان دونوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم برابر لبیک کہتے

يُلَبِّي حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ. تھے؛ یہاں تک کہ جمرۂ عقبہ میں کنکریاں پھینکیں۔

اطراف الحدیث ۱۶۸۶: ۱۵۴۳۔

اطراف الحدیث ۱۶۸۷: ۱۵۴۴، ۱۶۷۰، ۱۶۸۵۔

تشریح: **اَلتَّلْبِيَةُ وَالتَّكْبِيرُ غَدَاةَ النَّحْرِ:** تلبیہ یعنی لبیک پکارنا حج کے ضروری ارکان میں سے ہے۔ جو مختلف مقامات میں رمی جمار تک رات دن مسلسل جاری رہنا چاہیے۔ بعض فقہاء کے نزدیک حرم میں داخل ہونے تک تلبیہ بند کر دینا چاہیے۔ البتہ تکبیر دہرائی جائے۔ طحاوی کی روایت کے مطابق حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے تلبیہ پر بعض نے اعتراض کیا اور کہا: مَنْ هٰذَا الْأَعْرَابِي ۔ یہ بدو کون ہے تو انہوں نے کہا: تعجب ہے کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بھول گئے یا بھٹک گئے اور کہا: بخدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمرہ عقبہ پر رمی کرنے تک دونوں باتیں یعنی تلبیہ اور تکبیر ملا جلا کر کرتے تھے۔ (شرح معانی الأثار، کتاب مناسک الحج، باب التلبية متى يقطعها الحاج، جزء۲ صفحہ۲۲۴) امام بیہقی کی روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بالوں کی لٹوں اور وضع قطع اور سادہ لباس کی وجہ سے پہچانے نہ گئے۔ (سنن الکبریٰ للبيهقي، كتاب الحج، باب التلبية حتى يرمي جمرة العقبة، روایت نمبر ۹۳۸۷، جزء۵ صفحہ۱۳۸) تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری جزء۳ صفحہ۶۷۴ نیز دیکھئے عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ۲۳، ۲۴۔ امام بخاریؒ کے نزدیک دونوں کا دہرایا جانا ضروری ہے۔ روایت نمبر ۱۶۸۵، ۱۶۸۶ میں تلبیہ کا ذکر ہے مگر چونکہ صحابہ کرام اتباع سنت میں تلبیہ و تکبیر دونوں کہا کرتے تھے۔ اس تواتر کی وجہ سے باب کے عنوان میں تکبیر کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ (دیکھئے روایت نمبر ۱۶۵۹)

اَلْاِرْتِدَافُ: ارتداف یعنی اپنے پیچھے سواری پر بٹھانا۔ اس کا ذکر بظاہر بے محل معلوم ہوتا ہے اور نہ یہ ارکانِ حج میں ہے۔ مگر امام موصوفؒ نے حسب عادت اس سے امر واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ تلبیہ جاری رکھنے سے متعلق دو مختلف راویوں حضرت اسامہ بن زیدؓ اور حضرت فضل بن عباسؓ کی عینی شہادت ہے۔ جنہیں عرفات سے مزدلفہ اور مزدلفہ سے منٰی تک مختلف اوقات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپؐ کے پیچھے اونٹنی پر سوار ہونے کا موقع ملا۔ لَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يُلَبِّي حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ. اس شہادت کی موجودگی میں حرم کے اندر تلبیہ بند کرنے کا خیال درست نہیں۔ اس بناء پر لفظ ارتداف عنوانِ باب میں نمایاں کیا گیا ہے۔

بَاب ١٠٢

فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (البقرة:١٩٧)

جو حج کے ساتھ عمرہ سے بھی فائدہ اُٹھائے تو جو قربانی میسر ہو؛ دے
اور اگر قربانی نہ پا سکے تو حج میں تین روزے رکھے اور حج سے واپسی پر سات روزے رکھے۔
یہ پورے دس روزے ہیں ان کے لئے جن کے گھر والے مسجد حرام کے رہنے والے نہ ہوں۔

١٦٨٨: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا النَّضْرُ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو جَمْرَةَ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ الْمُتْعَةِ فَأَمَرَنِي بِهَا وَسَأَلْتُهُ عَنِ الْهَدْيِ فَقَالَ فِيهَا جَزُورٌ أَوْ بَقَرَةٌ أَوْ شَاةٌ أَوْ شِرْكٌ فِي دَمٍ قَالَ وَكَأَنَّ نَاسًا كَرِهُوهَا فَنِمْتُ فَرَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنَّ إِنْسَانًا يُنَادِي حَجٌّ مَّبْرُورٌ وَّمُتْعَةٌ مُتَقَبَّلَةٌ فَأَتَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَحَدَّثْتُهُ فَقَالَ اللهُ أَكْبَرُ سُنَّةُ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَقَالَ آدَمُ وَوَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ وَغُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عُمْرَةٌ مُتَقَبَّلَةٌ وَحَجٌّ مَّبْرُورٌ.

اطرافه: ١٥٦٧۔

١٦٨٨: اسحٰق بن منصور نے ہم سے بیان کیا۔ نضر (بن شمیل) نے ہمیں خبر دی کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ ابو جمرہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تمتع کی بابت پوچھا تو انہوں نے کہا کہ کرلو اور میں نے ان سے قربانی کی بابت پوچھا تو انہوں نے کہا: اس میں ایک اونٹ یا گائے یا ایک بکری کی قربانی ہے۔ یا اونٹ یا گائے کے ذبیحہ میں شریک ہو جاؤ۔ ابو جمرہ نے کہا: ایسے معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگوں نے ناپسند کیا ہے۔ پھر میں سو گیا۔ خواب میں دیکھتا ہوں۔ جیسے ایک انسان پکار رہا ہے کہ یہ حج مبارک ہے اور تمتع مقبول ہے۔ تو میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا۔ ان سے یہ خواب بیان کی۔ انہوں نے کہا: اللہ اکبر۔ کیوں نہ ہو۔ یہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ ابو جمرہ نے کہا: آدم، وہب بن جریر اور غندر نے شعبہ سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: یہ عمرہ مقبول ہے اور حج مبارک۔

تشریح: فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ: بعض شارحین کا خیال ہے کہ رمی جمار کا- جو ارکان حج میں آخری رکن ہے- ذکر کرنے کے بعد مسائل متعلقہ قربانی کے تعلق میں مذکورہ بالا اور مابعد کے ابواب قائم کئے گئے ہیں۔ آیت جو اس موضوع کے لئے انتخاب کی ہے؛ اس میں عمرہ کا بھی ذکر ہے۔ یعنی حج کرنے والا آ کر عمرہ کی نیت کرلے تو یہ ان لوگوں کے لئے جائز ہے جو مکہ مکرمہ کے باشندے نہ ہوں۔ اس کا ذکر باب ۳۴ میں مفصل گذر چکا ہے۔ اسی تعلق میں یہ ذکر کرنا خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ زمانہ جاہلیت میں تمتع یا قِران کی صورتیں جائز نہ سمجھی جاتی تھیں۔ اسی لئے اسلام نے مشرکین عرب کی یہ غلط فہمی دور کی۔

بَاب ۱۰۳: رُكُوْبُ الْبُدْنِ
قربانی کے جانور پر سوار ہونا

لِقَوْلِهِ: وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ ۖ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ۚ كَذٰلِكَ سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ۚ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدَاكُمْ وَ بَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (الحج: ۳۷-۳۸)

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قربانی کے جانور ہم نے تمہارے لئے بطور شعائر اللہ مقرر کئے ہیں۔ ان میں تمہارے لئے بھلائی ہے۔ سو صف بستہ ہو کر بوقت قربانی ان پر اللہ کا نام لو۔ جب ان کی کروٹیں زمین پر ٹک جائیں؛ پھر گوشت کھاؤ اور کھلاؤ قانع کو بھی اور سائل کو بھی۔ اسی لئے ہم نے تمہارے واسطے انہیں مسخر کیا ہے تا کہ تم شکر گذار ہو۔ ان کے گوشت اللہ کو ہرگز نہیں پہنچتے اور نہ ہی ان کے خون۔ لیکن تمہارا تقویٰ اسے پہنچتا ہے۔ ہم نے تمہارے لئے اسی واسطے انہیں مسخر کیا ہے کہ تم اللہ کو سب سے بڑا سمجھو۔ جیسا کہ اس نے تمہاری رہنمائی کی ہے اور نیکو کاروں کو بشارت دو۔

قَالَ مُجَاهِدٌ سُمِّيَتِ الْبُدْنَ لِبُدْنِهَا وَالْقَانِعُ السَّائِلُ وَالْمُعْتَرُّ الَّذِي يَعْتَرُّ بِالْبُدْنِ مِنْ غَنِيٍّ أَوْ فَقِيْرٍ وَشَعَائِرُ اللّٰهِ اسْتِعْظَامُ الْبُدْنِ وَاسْتِحْسَانُهَا وَالْعَتِيْقُ

مجاہد نے کہا: قربانی کے جانور کا نام بُدْن اس لئے رکھا گیا ہے کہ وہ موٹے تازے ہوتے ہیں اور قانع کے معنی مانگنے والا اور معتر کے معنے جو قربانی کا گوشت نہ مانگے؛ خواہ وہ غنی ہو یا محتاج اور شعائر اللہ کے معنی ہیں کہ وہ عزت کی نگاہ سے دیکھے جائیں اور ان کے

عِتْقُهُ مِنَ الْجَبَابِرَةِ وَيُقَالُ وَجَبَتْ سَقَطَتْ إِلَى الْأَرْضِ وَمِنْهُ وَجَبَتِ الشَّمْسُ.

ساتھ اچھا سلوک کیا جائے اور عتیق کے معنی ہیں: اس کا ظالم بادشاہوں سے آزاد ہونا اور وَجَبَتْ کے معنی ہیں زمین پر گر پڑے اور اسی سے یہ قول ہے کہ وَجَبَتِ الشَّمْسُ. (یعنی سورج ڈوب گیا)

١٦٨٩: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يَسُوْقُ بَدَنَةً فَقَالَ ارْكَبْهَا فَقَالَ إِنَّهَا بَدَنَةٌ فَقَالَ ارْكَبْهَا قَالَ إِنَّهَا بَدَنَةٌ قَالَ ارْكَبْهَا وَيْلَكَ فِي الثَّالِثَةِ أَوْ فِي الثَّانِيَةِ.

اطرافه: ١٧٠٦، ٢٧٥٥، ٦١٦٠.

١٦٨٩: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا۔ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے ابوزناد سے، انہوں نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ قربانی کا اونٹ ہانکے لئے جا رہا ہے تو آپؐ نے فرمایا: اس پر سوار ہو جاؤ۔ اس نے کہا: قربانی کا جانور ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اس پر سوار ہو جاؤ۔ اس نے کہا: قربانی کا جانور ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اس پر سوار ہو جاؤ۔ تیسری دفعہ یا دوسری دفعہ فرمایا: کم بخت۔

١٦٩٠: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ وَّشُعْبَةُ قَالَا حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يَسُوْقُ بَدَنَةً فَقَالَ ارْكَبْهَا قَالَ إِنَّهَا بَدَنَةٌ قَالَ ارْكَبْهَا قَالَ إِنَّهَا بَدَنَةٌ قَالَ ارْكَبْهَا ثَلَاثًا.

اطرافه: ٢٧٥٤، ٦١٥٩.

١٦٩٠: مسلم بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا۔ ہشام اور شعبہ نے ہمیں بتایا۔ دونوں نے کہا: قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے ہم سے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ قربانی کا جانور ہانکے لئے جا رہا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اس پر سوار ہو جاؤ۔ اس نے کہا: یہ قربانی کا جانور ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اس پر سوار ہو جاؤ۔ اس نے کہا: یہ قربانی کا جانور ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اس پر سوار ہو جاؤ۔ تین بار یہی فرمایا۔

تشریح: **رُكُوبُ الْبُدُنِ:** زمانہ جاہلیت کے عقائد میں سے ایک عقیدہ یہ بھی تھا کہ قربانی کے جانور پر سوار ہونا یا اس کا دودھ پینا خلافِ ادب اور ناجائز ہے۔اس لئے حج کو پیدل جانا افضل سمجھتے تھے۔ بلکہ ایسے حج کی منت مانی جاتی تھی۔آیت محولہ بالا میں لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ سے مطابق ضرورت کا استدلال کیا گیا ہے۔آنحضرت ﷺ نے ناراضگی کا جو اظہار فرمایا؛ وہ اسی باطل عقیدہ کی بیخ کنی کی غرض سے تھا۔آیت وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ (الحج:۳۳) سے امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور اکثر فقہاء نے استنباط کیا ہے کہ قربانی کے جانور پر سواری کرنا مکروہ ہے۔ بلکہ ثانی الذکر امام کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ قربانی کے جانور پر سوار ہونا قطعی حرام ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۶۷۹) صحیح مسلم کی روایت کے مطابق جائز ہے۔ایک حدیث مرفوعاً مروی ہے۔اس کے الفاظ یہ ہیں: ارْكَبْهَا بِالْمَعْرُوفِ. (مسلم، كتاب الحج، باب جواز ركوب البدنة) اس روایت کے الفاظ کی صحت بھی مدنظر معلوم ہوتی ہے۔دوسری آیت میں تسخیر کا ذکر ہے؛ جس سے استفادہ کا جواز ظاہر ہے۔دونوں آیتیں روایت نمبر ۱۶۸۹، ۱۶۹۰ کے مضمون کی تائید میں ہیں۔دلوں کا تقویٰ تقاضا کرتا ہے کہ جانوروں کے ساتھ بھی بھلا سلوک ہو۔خصوصاً قربانی کے جانور جو قابل عزت ہیں اور انہیں لمبا سفر کرنا پڑتا ہے۔اس لئے ان فقہاء کا فتویٰ حد اعتدال پر ہے جنہوں نے عند الضرورت استفادہ جائز قرار دیا ہے۔امام شافعیؒ کے نزدیک دودھ دوہ کر بطور صدقہ دینا زیادہ مناسب ہے اور اگر وہ خود استعمال کرے تو اس کی قیمت صدقہ میں دے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۶۸۰) اس مسئلہ کے تعلق میں امام بخاریؒ نے شعائر اللہ کی تفسیر جو مجاہد سے نقل کی ہے۔اس سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ قربانی کے جانوروں کے ساتھ نیک سلوک کرنا اور ان کی نگہداشت کرنا ضروری ہے۔

وَالْعَتِيقُ عِتْقُهُ مِنَ الْجَبَابِرَةِ: لفظ عتیق کی تشریح سے امام موصوفؒ کی مراد یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان پر سختی نہ کی جائے اور نہ ان کو بھوکا رکھا جائے اور بطور لادو یا بیگانہ جانوروں کی طرح ان سے برتاؤ نہ کیا جائے۔محولہ بالا آیت یہ ہے: وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ۔ (الحج:۳۰)

بَاب ١٠٤: مَنْ سَاقَ الْبُدْنَ مَعَهُ

جو کوئی قربانی کا جانور اپنے ساتھ لے جائے

١٦٩١: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ تَمَتَّعَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي

۱۶۹۱: یحيٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔انہوں نے عقیل سے، انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے سالم بن عبداللہ سے روایت کی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں تمتع کیا

حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ وَأَهْدَى فَسَاقَ مَعَهُ الْهَدْيَ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ وَبَدَأَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ ثُمَّ أَهَلَّ بِالْحَجِّ فَتَمَتَّعَ النَّاسُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَكَانَ مِنَ النَّاسِ مَنْ أَهْدَى فَسَاقَ الْهَدْيَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ يُهْدِ فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ قَالَ لِلنَّاسِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ أَهْدَى فَإِنَّهُ لَا يَحِلُّ لِشَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتَّى يَقْضِيَ حَجَّهُ وَمَنْ لَّمْ يَكُنْ مِّنْكُمْ أَهْدَى فَلْيَطُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلْيُقَصِّرْ وَلْيَحْلِلْ ثُمَّ لِيُهِلَّ بِالْحَجِّ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ هَدْيًا فَلْيَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةً إِذَا رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ فَطَافَ حِيْنَ قَدِمَ مَكَّةَ وَاسْتَلَمَ الرُّكْنَ أَوَّلَ شَيْءٍ ثُمَّ خَبَّ ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ وَمَشَى أَرْبَعًا فَرَكَعَ حِيْنَ قَضَى طَوَافَهُ بِالْبَيْتِ عِنْدَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَانْصَرَفَ فَأَتَى الصَّفَا فَطَافَ بِالصَّفَا

تھا۔ حج وعمرہ دونوں اور آپؐ نے قربانی کی اور قربانی کے جانور اپنے ساتھ ذوالحلیفہ سے لے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی پہلے شروع کیا اور عمرہ کا احرام باندھ کر لبیک پکارا۔ پھر حج کا احرام باندھ کر بلند آواز سے لبیک کہا۔ لوگوں نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمتع کیا۔ یعنی عمرہ کو حج کے ساتھ۔ تو لوگوں میں سے بعض نے قربانی کی اور قربانی کے جانور ساتھ لے گئے اور ان میں سے بعض نے قربانی نہیں کی۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ پہنچے تو آپؐ نے لوگوں سے فرمایا کہ تم میں سے جو قربانی کا جانور لایا ہو۔ اس کے لئے جو باتیں حج میں ممنوع ہیں وہ اس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ وہ اپنا حج پورا نہ کرلے اور تم میں سے جو قربانی کا جانور نہیں لایا؛ وہ بیت اللہ اور صفا مروہ کا طواف کر لے اور بال کٹوائے اور احرام کھول دے۔ پھر (حج کے دن) حج کا احرام باندھے اور جو کوئی قربانی کا جانور نہ پائے وہ حج کے دنوں میں تین روزے رکھے اور سات روزے جب لوٹ کر اپنے گھر والوں کے پاس پہنچے۔ جب آپؐ مکہ میں آئے تو پہلے آپؐ نے طواف کیا اور رُکن (حجر اسود) کو چوما۔ پھر تین پھیرے تیز رَوِی سے اور چار پھیرے معمولی رفتار سے طواف کیا۔ جب آپؐ بیت اللہ کا طواف کر چکے تو مقامِ ابراہیم میں دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر آپؐ نے سلام پھیرا اور فارغ ہو

وَالْمَرْوَةِ سَبْعَةَ أَطْوَافٍ ثُمَّ لَمْ يَحْلِلْ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتَّى قَضَى حَجَّهُ وَنَحَرَ هَدْيَهُ يَوْمَ النَّحْرِ وَأَفَاضَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ وَفَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَهْدَى وَسَاقَ الْهَدْيَ مِنَ النَّاسِ

کر صفا میں آئے اور صفا و مروہ کے سات پھیرے کئے۔ مگر آپؐ نے کوئی بات جائز نہیں سمجھی جو حج میں ممنوع ہو۔ یہاں تک کہ آپؐ نے اپنا حج پورا کیا اور قربانی کے دن اپنی قربانی دی اور (مکہ میں) واپس آئے اور بیت اللہ کا طواف کیا اور پھر احرام کھول کر ہر اس بات سے آزاد ہو گئے جو حج میں ناجائز تھی اور جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا؛ لوگوں نے بھی ویسا ہی کیا جو قربانی کے جانور اپنے ساتھ لائے تھے اور قربانی کی تھی۔

١٦٩٢: وَعَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي تَمَتُّعِهِ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَتَمَتَّعَ النَّاسُ مَعَهُ بِمِثْلِ الَّذِي أَخْبَرَنِي سَالِمٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۱۶۹۲: اور عروہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے خبر دی کہ آپؐ نے اپنے تمتع میں عمرہ حج کے ساتھ ملا کر ادا کیا۔ (یعنی احرام نہیں کھولا) اور لوگوں نے بھی آپؐ کے ساتھ ویسے ہی تمتع کیا۔ سالم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا۔ حضرت ابن عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی روایت کی۔

تشریح: مَنْ سَاقَ الْبُدْنَ مَعَهُ: مقامِ حِل سے مقامِ حرم تک قربانی کے جانوروں کو لے جانے کے بارہ میں بعض ائمہ کے درمیان اختلاف ہوا ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک اگر حرم میں قربانی کے جانور خریدے تو اسے ایسی جگہ لے جائے جو حرم سے باہر ہو اور وہاں سے قربانی کی نیت کر کے حرم میں لائے اور پھر منیٰ میں اسے ذبح کرے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو اس پر فدیہ لازم آئے گا۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ سنت نہیں اور نہ ضروری ہے۔ کیونکہ اونٹ تو لے جا سکتے ہیں۔ گائے، بکری کا لے جانا تکلیف دہ ہے۔ ان جانوروں کے متعلق بھی امام مالکؒ کا وہی فتویٰ ہے اور ان کی طرف سے یہ سہولت دی گئی ہے کہ عرفات سے منیٰ میں لے جائیں۔ کیونکہ عرفات حرم میں شامل نہیں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۶۸۱) (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ۳۱) یہی اختلاف حل کرنے کی غرض سے یہ باب قائم کیا گیا ہے۔ روایات مندرجہ بالا سے دونوں صورتیں جائز معلوم ہوتی ہیں۔ اسی لئے عنوانِ باب مَنْ سے قائم کر کے مسئلہ علی الاطلاق رکھا ہے۔

بَاب ١٠٥ : مَنِ اشْتَرَى الْهَدْيَ مِنَ الطَّرِيْقِ

جو کوئی قربانی کا جانور راستہ سے خرید ے

١٦٩٣ : حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ لِأَبِيْهِ أَقِمْ فَإِنِّي لَا آمَنُهَا أَنْ تُصَدَّ عَنِ الْبَيْتِ قَالَ إِذًا أَفْعَلُ كَمَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ قَالَ اللهُ: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الأحزاب: ٢٢) فَأَنَا أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ عَلَى نَفْسِي الْعُمْرَةَ فَأَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ. قَالَ ثُمَّ خَرَجَ حَتَّى إِذَا كَانَ بِالْبَيْدَاءِ أَهَلَّ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ وَقَالَ مَا شَأْنُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ إِلَّا وَاحِدٌ ثُمَّ اشْتَرَى الْهَدْيَ مِنْ قُدَيْدٍ ثُمَّ قَدِمَ فَطَافَ لَهُمَا طَوَافًا وَاحِدًا فَلَمْ يَحِلَّ حَتَّى حَلَّ مِنْهُمَا جَمِيْعًا.

۱۶۹۳: ابونعمان نے ہم سے بیان کیا کہ حماد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب سے، انہوں نے نافع سے روایت کی، کہا: عبداللہ بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے اپنے باپ سے کہا کہ آپؓ یہیں ٹھہرے رہیں کیونکہ میں اس حج کو آپؓ کے لئے باامن نہیں دیکھتا۔ کہیں آپؓ بیت اللہ سے روک نہ دیئے جائیں۔ انہوں نے کہا: تو پھر میں ویسے ہی کروں گا جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے کہ تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اچھا نمونہ ہے۔ میں تم کو گواہ ٹھہراتا ہوں کہ میں نے اپنے نفس پر عمرہ واجب کرلیا ہے تو حضرت ابن عمرؓ نے عمرہ کا احرام باندھا۔ نافع نے کہا: پھر وہ (مدینہ سے) نکلے؛ یہاں تک کہ جب بیداء میں پہنچے تو حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا اور بلند آواز سے لبیک کہنے کے بعد کہا: حج اور عمرہ کی بات ایک ہی ہے۔ پھر انہوں نے قدید سے قربانی کا جانور خریدا۔ پھر مکہ میں آئے اور عمرہ و حج دونوں کا ایک ساتھ طواف کیا اور احرام نہیں کھولا جب تک کہ ان دونوں سے بیک وقت فارغ نہ ہو گئے۔

اطرافہ: ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۷۰۸، ۱۸۰۶، ۱۸۰۷، ۱۸۰۸، ۱۸۱۰، ۱۸۱۲، ۱۸۱۳، ۴۱۸۳، ۴۱۸۴، ۴۱۸۵۔

تشریح: مَنِ اشْتَرَى الْهَدْیَ مِنَ الطَّرِيْقِ: یہ باب بھی سابقہ باب کے مضمون کی تائید میں ہے۔ قدید مقام حج کے راستہ پر ایسی جگہ پر واقع ہے جو حدودِ حرم میں نہیں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۶۸۴) حضرت

عبداللہ بن عمرؓ نے قِران کی نیت کر کے قربانی کا جانور دورانِ سفر خریدا تھا۔اس سے ظاہر ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ جانور کو اپنے گھر سے لے جائے اور نہ یہ ضروری ہے کہ حرم میں اگر خریدا ہو تو وہ حرم سے باہر لے جایا جائے۔

بَاب ١٠٦ : مَنْ أَشْعَرَ وَقَلَّدَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ ثُمَّ أَحْرَمَ

جو کوئی ذوالحلیفہ پہنچ کر قربانی کے جانور پر نشان لگائے اور اس کے گلے میں ہار ڈالے پھر احرام باندھے

وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا إِذَا أَهْدَى مِنَ الْمَدِيْنَةِ قَلَّدَهُ وَأَشْعَرَهُ بِذِي الْحُلَيْفَةِ يَطْعُنُ فِي شِقِّ سَنَامِهِ الْأَيْمَنِ بِالشَّفْرَةِ وَوَجْهُهَا قِبَلَ الْقِبْلَةِ بَارِكَةً.

اور نافع نے کہا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب مدینہ سے قربانی کا جانور لاتے تو ذوالحلیفہ پہنچ کر اس کو ہار ڈالتے اور نشان لگاتے۔ چھری سے اس کے کوہان کی دائیں جانب چیر دیتے۔ جبکہ اس کا منہ قبلہ رُخ ہوتا اور وہ بیٹھا ہوتا۔

١٦٩٤-١٦٩٥: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ ابْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَمَرْوَانَ قَالَا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ {مِنَ الْمَدِيْنَةِ☆} فِي بِضْعَ عَشْرَةَ مِائَةً مِّنْ أَصْحَابِهِ حَتَّى إِذَا كَانُوْا بِذِي الْحُلَيْفَةِ قَلَّدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْهَدْيَ وَأَشْعَرَ وَأَحْرَمَ بِالْعُمْرَةِ.

۱۶۹۴-۱۶۹۵: احمد بن محمد نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ نے ہمیں خبر دی۔ معمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، انہوں نے عروہ بن زبیر سے، عروہ نے مسور بن مخرمہ اور مروان سے روایت کی۔ دونوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم صلح حدیبیہ کے موقع پر مدینہ☆ سے ایک ہزار سے کچھ اوپر صحابہ کی تعداد کے ساتھ نکلے۔ یہاں تک کہ آپؐ ذوالحلیفہ میں پہنچے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے جانور کی گردن میں ہار ڈالا اور اسے نشان لگایا اور عمرہ کا احرام باندھا۔

اطراف الحدیث١٦٩٤: ١٨١١، ٢٧١٢، ٢٧٣١، ٤١٥٨، ٤١٧٨، ٤١٨١۔
اطراف الحدیث١٦٩٥: ٢٧١١، ٢٧٣٢، ٤١٥٧، ٤١٧٩، ٤١٨٠۔

☆ الفاظ "مِنَ الْمَدِيْنَةِ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ ۶۸۵) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

١٦٩٦ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا أَفْلَحُ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ فَتَلْتُ قَلَائِدَ بُدْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيَّ ثُمَّ قَلَّدَهَا وَأَشْعَرَهَا وَأَهْدَاهَا فَمَا حَرُمَ عَلَيْهِ شَيْءٌ كَانَ أُحِلَّ لَهُ.

۱۶۹۶: ابونعیم (فضل بن دکین) نے ہم سے بیان کیا کہ افلح (بن حمید) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قاسم (بن محمد) سے، قاسم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کی قربانی والے اونٹوں کے لئے ہار اپنے ہاتھ سے بنائے۔ پھر آپؐ نے وہ ہار ان کے گلے میں ڈالے اور ان پر نشان لگایا اور مکہ کی طرف روانہ کر دیا۔ اس کے بعد پھر کوئی بات آپؐ کے لئے ممنوع نہ ہوئی جو آپؐ کے لیے حلال تھی۔

اطرافہ:۱۶۹۸، ۱۶۹۹، ۱۷۰۰، ۱۷۰۱، ۱۷۰۲، ۱۷۰۳، ۱۷۰۴، ۱۷۰۵، ۲۳۱۷، ۵۵۶۶۔

تشریح: **مَنْ اَشْعَرَ وَقَلَّدَ بِذِی الْحُلَیْفَةِ ثُمَّ أَحْرَمَ:** اِشْعَار یعنی جانوروں کے جسم پر نشان لگانا۔ کوہان کو تیز دھار سے زخمی کرنا جس سے خون بہہ کر جم جائے اور نشان ہو جائے کہ یہ قربانی کا جانور ہے۔ عارق طائی جو زمانہ جاہلیت کے شعراء میں سے ہیں؛ عمرو بن ہند بادشاہ کو مخاطب کرتا اور کہتا ہے:-

حَلَفْتُ بِهَدْيٍ مُشْعَرٍ بَكَرَاتُهُ ... تَخُبُّ بِصَحْرَاءِ الغَبِيطِ دَرَادِقُهُ
لَئِنْ لَّمْ تُغَيِّرْ بَعْضُ مَا قَدْ صَنَعْتُمُ ... لَأَنْتَحِيَنَّ الْعَظْمَ ذُوْ أَنَا عَارِقُهُ

(شرح ديوان الحماسة، باب الأضياف، عارق الطائی)

یعنی میں نے قسم کھائی ہے قربانی کے جانوروں کی جن کے جوان اور کم سن اونٹوں کے کوہان نشان شدہ ہیں اور جو صحراء غبیط میں دُلکی جا رہے ہیں۔ اگر تو نے بے انصافی کا تدارک نہ کیا تو میں ہڈیاں تک چبا ڈالوں گا۔ جن کا گوشت میں اتار کر کھانے والا ہوں۔

اس شعر سے بھی ظاہر ہے کہ نشان لگانے کی رسم قدیم سے چلی آتی تھی۔ تقلید یعنی گلے میں ہار ڈالنا۔ اس سے بھی قربانی کے جانور کی شناخت مقصود تھی۔ مجاہد کے نزدیک احرام باندھنے کے بعد مذکورہ بالا اِشعار و تقلید کرنی چاہیے۔ اس باب میں اس خیال کا ردّ کرنا بھی مقصود ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۶۸۶) **ذوالحلیفہ** مدینہ سے چھ میل کے فاصلے پر ہے اور اہل مدینہ کی میقات میں وہ مقام ہے؛ جہاں سے احرام باندھا جاتا ہے۔ عنوانِ باب میں نافع کی جس روایت کا حوالہ دیا گیا ہے؛ وہ مؤطا امام مالکؒ میں ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ گویا میقات میں تقلید و اشعار کیا جائے۔ (**مؤطا امام مالک، کتاب الحج، باب العمل فی الهدی حین یساق**) مگر امام بخاریؒ کے نزدیک یہ ضروری نہیں جیسا کہ روایت نمبر ۱۶۹۶ سے ظاہر ہے۔ جس واقعہ کا اس روایت میں ذکر ہے۔ اس کا تعلق اس حج اور عمرہ سے ہے جو حضرت ابو بکرؓ کی قیادت میں فتح مکہ کے بعد کیا گیا تھا۔ اس حج کے لئے آنحضرت ﷺ خود تشریف نہیں لے گئے تھے۔ کفارِ قریش اور

مسلمانوں نے مل جل کر حج کیا۔ مشرکین نے اپنے طریقے پر اور مسلمانوں نے اپنے طریق پر اور ان میں کچھ ایسے بھی تھے جو ننگے حج کر رہے تھے۔ حالات اس وقت اچھی طرح سے سدھرے نہیں تھے۔ اسی موقع پر وہ مشہور اعلان بھی ہوا جس کا ذکر سورۂ توبہ میں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں ہی رہے اور وہیں سے اپنی اپنی قربانی کے جانور حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ بھیج دیئے تھے اور آپؐ نے احرام نہیں باندھا تھا۔ اس سے دونوں باتوں کا ردّ ہوتا ہے۔

روایت نمبر۱۶۹۴، ۱۶۹۵ میں عمرے کا اختصار سے ذکر ہے۔ یہ صلح حدیبیہ والا عمرہ ہے جس کے لئے ہجرت کے چھٹے سال چودہ سو صحابہ کرامؓ کے ساتھ سفر کیا تھا اور آپؐ اپنے ساتھ ستر کے قریب قربانی کے اونٹ لے گئے تھے کہ آپؐ اور آپؐ کے صحابہ کرام کی طرف سے قربانی کی جائے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ ۳۷) اس واقعہ سے امام موصوفؒ نے یہ استنباط کیا ہے کہ میقات سے قربانی کے جانوروں پر نشان لگایا جائے اور اس کے بعد احرام باندھا جائے۔ مگر روایت نمبر۱۶۹۶ میں اشعار وتقلید کا جو ذکر ہے اس سے اس کے خلاف بھی ثابت ہوتا ہے۔ اس بناء پر فقہاء نے مختلف آراء قائم کی ہیں۔ درحقیقت اس مسئلہ میں وسعت ہے اور اسی لئے باب کا عنوان مَنْ سے قائم کر کے اسے مطلق رکھا ہے۔ روایت نمبر۱۶۹۶ سے ظاہر ہے کہ قربانی کے جانور دونوں صورتوں میں بھیجے جاسکتے ہیں؛ حج وغیرہ کی حالت میں بھی اور ان کے بغیر بھی۔ کیونکہ مشارالیہ سفر حج میں آنحضرت ﷺ مدینہ میں ہی رہے تھے۔ حج کے لئے تشریف نہیں لے گئے۔

بَاب ۱۰۷: فَتْلُ الْقَلَائِدِ لِلْبُدْنِ وَالْبَقَرِ

قربانی کے اونٹوں اور گائیوں کے لئے ہار بٹنا

۱۶۹۷: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا شَأْنُ النَّاسِ حَلُّوْا وَلَمْ تَحْلِلْ أَنْتَ قَالَ إِنِّي لَبَّدْتُ رَأْسِي وَقَلَّدْتُ هَدْيِي فَلَا أَحِلُّ حَتَّى أَحِلَّ مِنَ الْحَجِّ.

۱۶۹۷: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ یحییٰ نے ہمیں بتایا۔ عبیداللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: نافع نے مجھے خبر دی۔ انہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے، حضرت ابن عمرؓ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے عرض کی۔ یارسول اللہ! لوگوں کا یہ کیا حال ہے کہ انہوں نے احرام کھول دیئے ہیں۔ جبکہ آپؐ نے احرام نہیں کھولا؟ آپؐ نے فرمایا: میں نے اپنے سر کے بال جما لئے تھے اور اپنے قربانی کے جانوروں کو ہار پہنا لئے تھے تو میں احرام نہیں کھولوں گا جب تک کہ میں حج سے فارغ نہ ہو جاؤں۔

اطرافه: ۱۵٦٦، ۱۷۲۵، ٤۳۹۸، ٥۹۱٦.

١٦٩٨ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ وَعَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهْدِي مِنَ الْمَدِيْنَةِ فَأَفْتِلُ قَلَائِدَ هَدْيِهِ ثُمَّ لَا يَجْتَنِبُ شَيْئًا مِّمَّا يَجْتَنِبُهُ الْمُحْرِمُ.

١٦٩٨: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ ابن شہاب نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے عروہ سے اور عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے روایت کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے قربانی کے جانور روانہ کیا کرتے تھے اور میں آپؐ کی قربانی والے جانوروں کے لئے ہار بٹا کرتی تھی۔ پھر آپؐ کسی بات سے پرہیز نہیں کیا کرتے تھے جس سے احرام والا پرہیز کیا کرتا ہے۔

اطرافہ:١٦٩٦، ١٦٩٩، ١٧٠٠، ١٧٠١، ١٧٠٢، ١٧٠٣، ١٧٠٤، ١٧٠٥، ٢٣١٧، ٥٥٦٦۔

بَاب١٠٨ : إِشْعَارُ الْبُدْنِ

قربانی کے اونٹوں پر نشان لگانا

وَقَالَ عُرْوَةُ عَنِ الْمِسْوَرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَلَّدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْهَدْيَ وَأَشْعَرَهُ وَأَحْرَمَ بِالْعُمْرَةِ.

اور عروہ نے حضرت مسور رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی والے جانوروں کو ہار ڈالے اور ان پر نشان لگایا اور عمرہ کا احرام باندھا۔

١٦٩٩ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا أَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ فَتَلْتُ قَلَائِدَ هَدْيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ أَشْعَرَهَا وَقَلَّدَهَا أَوْ قَلَّدْتُهَا ثُمَّ بَعَثَ بِهَا إِلَى الْبَيْتِ وَأَقَامَ بِالْمَدِيْنَةِ فَمَا حَرُمَ عَلَيْهِ شَيْءٌ

١٦٩٩: عبداللہ بن مسلمہ نے ہم سے بیان کیا کہ افلح بن حمید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قاسم (بن محمد) سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی والے جانوروں کے ہار بٹے۔ پھر آپؐ نے ان پر نشان لگایا اور انہیں ہار پہنائے یا کہا: میں نے انہیں ہار پہنائے۔ پھر آپؐ نے انہیں بیت اللہ کی

كَانَ لَهُ حِلًّ.

طرف بھیج دیا اور خود مدینہ میں ٹھہرے اور آپؐ پر کوئی بات ممنوع نہ ہوئی جو آپؐ کے لیے حلال ہو۔

اطرافه:۱٦۹٦، ۱٦۹۸، ۱۷۰۰، ۱۷۰۱، ۱۷۰۲، ۱۷۰۳، ۱۷۰٤، ۱۷۰٥، ۲۳۱۷، ٥٥٦٦۔

تشریح: اِشْعَارُ الْبُدْنِ: عنوانِ باب میں حضرت مسور رضی اللہ عنہ کی جس روایت کا حوالہ دیا گیا ہے وہ نمبر۱۶۹۴-۱۶۹۵ میں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت نمبر۱۶۹۶ میں بھی گذر چکی ہے۔ بعض شارحین کا خیال ہے کہ عنوانِ باب میں اونٹوں کے اشعار کا الگ ذکر اس لئے ہے کہ جمہور علماء کے فتویٰ کے خلاف ایک قول امام ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ جس سے پایا جاتا ہے کہ اشعار وتقلید احتیاطی تدبیر ہے۔ مناسک حج میں سے نہیں۔ چاہے کوئی اشعار وتقلید کرے یا نہ کرے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۶۸۷، ۶۸۸)

بَاب ١٠٩ : مَنْ قَلَّدَ الْقَلَائِدَ بِيَدِهِ

جس نے اپنے ہاتھ سے ہار پہنائے

١٧٠٠ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ زِيَادَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ كَتَبَ إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا إِنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ مَنْ أَهْدَى هَدْيًا حَرُمَ عَلَيْهِ مَا يَحْرُمُ عَلَى الْحَاجِّ حَتَّى يُنْحَرَ هَدْيُهُ. قَالَتْ عَمْرَةُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا لَيْسَ كَمَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَا فَتَلْتُ قَلَائِدَ هَدْيِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۷۰۰: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبداللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم سے، انہوں نے عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے روایت کی۔ انہوں نے اُن کو بتایا کہ زیاد بن ابی سفیان نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو لکھا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے: جس نے قربانی کا جانور بھیج دیا؛ اس پر تمام وہ باتیں ممنوع ہوجاتی ہیں جو ہر حاجی کے لئے ممنوع ہیں۔ یہاں تک کہ اس کی قربانی کا جانور ذبح کیا جائے۔ عمرہ نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ ایسا نہیں ہے جیسے ابن عباسؓ نے کہا ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی والے

بِيَدَيَّ ثُمَّ قَلَّدَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيْهِ ثُمَّ بَعَثَ بِهَا مَعَ أَبِي فَلَمْ يَحْرُمْ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْءٌ أَحَلَّهُ اللّٰهُ لَهُ حَتَّى نُحِرَ الْهَدْيُ.

جانوروں کے ہار اپنے ہاتھ سے بنائے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے وہ ہار پہنائے۔ پھر میرے باپ کے ساتھ وہ جانور بھیج دیے اور اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کوئی ایسی بات ممنوع نہ ہوئی جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے لئے حلال کی ہو۔ یہاں تک کہ قربانی کے جانور ذبح کیے گئے۔

اطرافه: ١٦٩٦، ١٦٩٨، ١٦٩٩، ١٧٠١، ١٧٠٢، ١٧٠٣، ١٧٠٤، ١٧٠٥، ٢٣١٧، ٥٥٦٦.

تشریح: **مَنْ قَلَّدَ الْقَلَائِدَ بِيَدِهِ:** جمہور کا مذہب یہی ہے کہ محض اشعار و تقلید سے کوئی محرم نہیں بن جاتا؛ جب تک حج یا عمرہ کی نیت نہ کرے۔ حضرت ابن عباسؓ کا فتویٰ اس کے خلاف تھا۔ مگر حضرت عائشہؓ پہلی وہ خاتون ہیں جنہوں نے یہ غلط فہمی دور کی اور علماء نے ان کا فتویٰ قبول کیا اور پھر ان کی اتباع کی گئی۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۶۹۰) یہی اختلاف واضح کرنے کی غرض سے مذکورہ بالا باب قائم کیا گیا ہے اور عنوانِ باب میں حضرت عائشہؓ کی روایت کا اشارہ کیا گیا اور اسی پر آج کل عملدرآمد ہے۔

عنوانِ باب میں بِيَدِهِ کے الفاظ سے اس طرف اشارہ ہے کہ کسی دوسرے سے ہار ڈلوانے کی جگہ خود ہار ڈالا جائے۔

بَاب ١١٠: تَقْلِيْدُ الْغَنَمِ
بکریوں کو ہار پہنانا

١٧٠١: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ أَهْدَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّةً غَنَمًا.

۱۷۰۱: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا کہ اعمش نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابراہیم (نخعی) سے، انہوں نے اسود سے، اسود نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ قربانی کے لئے بکریاں بھیجیں۔

اطرافه: ١٦٩٦، ١٦٩٨، ١٦٩٩، ١٧٠٠، ١٧٠٢، ١٧٠٣، ١٧٠٤، ١٧٠٥، ٢٣١٧، ٥٥٦٦.

١٧٠٢: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ

۱۷۰۲: ابونعمان نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالواحد نے ہمیں بتایا کہ اعمش نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابراہیم (نخعی) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اسود سے،

اللّٰہُ عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ أَفْتِلُ الْقَلَائِدَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُقَلِّدُ الْغَنَمَ وَيُقِيْمُ فِي أَهْلِهِ حَلَالًا.

اسود نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ انہوں نے کہا: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانیوں کے ہار بٹا کرتی تھی اور آپؐ بکریوں کے گلے میں ہار ڈالتے اور اپنے اہل بیت میں بغیر احرام ہی رہتے۔

اطرافہ: ۱۶۹۶، ۱۶۹۸، ۱۶۹۹، ۱۷۰۰، ۱۷۰۱، ۱۷۰۳، ۱۷۰۴، ۱۷۰۵، ۲۳۱۷، ۵۵۶۶۔

۱۷۰۳ : حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ.

وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ أَفْتِلُ قَلَائِدَ الْغَنَمِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَبْعَثُ بِهَا ثُمَّ يَمْكُثُ حَلَالًا.

۱۷۰۳: ابونعمان نے ہم سے بیان کیا کہ حماد نے ہمیں بتایا کہ منصور بن معتمر نے ہم سے بیان کیا۔

اور محمد بن کثیر نے بھی ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے منصور سے، انہوں نے ابراہیم (نخعی) سے، ابراہیم نے اسود سے، اسود نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بکریوں کے ہار بٹا کرتی تھی تو آپؐ انہیں بھیج دیتے اور آپؐ بغیر حالتِ احرام رہتے۔

اطرافہ: ۱۶۹۶، ۱۶۹۸، ۱۶۹۹، ۱۷۰۰، ۱۷۰۱، ۱۷۰۲، ۱۷۰۴، ۱۷۰۵، ۲۳۱۷، ۵۵۶۶۔

۱۷۰٤ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ عَنْ عَامِرٍ عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ فَتَلْتُ لِهَدْيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْنِي الْقَلَائِدَ قَبْلَ أَنْ يُّحْرِمَ.

۱۷۰۴: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا کہ زکریا نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عامر سے، عامر نے مسروق سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانیوں کے لئے ہار بٹے۔ پیشتر اس کے کہ آپؐ احرام باندھتے۔

اطرافہ: ۱۶۹۶، ۱۶۹۸، ۱۶۹۹، ۱۷۰۰، ۱۷۰۱، ۱۷۰۲، ۱۷۰۳، ۱۷۰۵، ۲۳۱۷، ۵۵۶۶۔

تشریح: تَقْلِيْدُ الْغَنَمِ: امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک اشعار و تقلید صرف اونٹ اور گائے کے ساتھ مخصوص ہے۔ بعض شارحین کا خیال ہے کہ انہی ائمہ کی رائے کی طرف اشارہ کرنے کی غرض سے باب ۱۰۷

کے عنوان میں البُدن وَالبقر کے الفاظ نمایاں کئے گئے ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ ۴۱، ۴۲)

روایت نمبر۱۷۰۲ میں بکریوں کو ہار ڈالنے کا جو ذکر آیا ہے اس سے بھی باب ۱۰۶ کے مضمون کی تائید ہوتی ہے۔ قربانی کے اونٹوں پر علاوہ تقلید کے جھولیں بھی ڈالی جاتی تھیں؛ تا کوئی ان سے تعرض نہ کرے۔ حج کے راستہ میں طے، خثعم وغیرہ قبائل تھے؛ جن کا گذارہ لوٹ مار پر تھا۔ ہاروں اور جھولوں سے وہ سمجھ لیتے تھے کہ یہ قربانی کے اونٹ ہیں اور ان سے تعرض نہ کرتے۔ یہ ہار بھیڑ بکریوں کے گلے میں بھی ڈالے جاتے۔ اسلام نے اس قدیم رسم کو بوجہ مفید ہونے کے قائم رکھا۔ حضرت عائشہؓ کا یہ کہنا کہ میں ان کے ہار اپنے ہاتھ سے بٹتی تھی۔ یہ بتایا جا چکا ہے کہ حُمس اپنے لئے ایامِ حج میں سینے وغیرہ کا کام جائز نہ سمجھتے تھے۔ (دیکھئے تشریح باب ۹۱)

بَاب ۱۱۱ : اَلْقَلَائِدُ مِنَ الْعِهْنِ

اُون کے ہار

۱۷۰۵ : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ فَتَلْتُ قَلَائِدَهَا مِنْ عِهْنٍ كَانَ عِنْدِيْ.

۱۷۰۵: عمرو بن علی نے ہم سے بیان کیا۔ معاذ بن معاذ نے ہمیں بتایا۔ ابن عون نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے قاسم (بن محمد) سے، انہوں نے حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے جانوروں کے ہار اُون سے بٹے جو میرے پاس تھی۔

اطرافه: ١٦٩٦، ١٦٩٨، ١٦٩٩، ١٧٠٠، ١٧٠١، ١٧٠٢، ١٧٠٣، ١٧٠٤، ٢٣١٧، ٥٥٦٦۔

بَاب ۱۱۲ : تَقْلِيْدُ النَّعْلِ

جوتی کا ہار

۱۷۰٦ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى عَنْ مَّعْمَرٍ عَنْ يَّحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيْرٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا

۱۷۰٦: محمد (بن سلام) نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالاعلیٰ بن عبدالاعلیٰ نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے معمر سے، معمر نے یحییٰ بن ابی کثیر سے، یحییٰ نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھ کر کہ

يَسُوْقُ بَدَنَةً قَالَ ارْكَبْهَا قَالَ إِنَّهَا بَدَنَةٌ قَالَ ارْكَبْهَا قَالَ فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ رَاكِبَهَا يُسَايِرُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّعْلُ فِي عُنُقِهَا. تَابَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ.

وہ قربانی کا اونٹ ہانکے لئے جا رہا ہے، فرمایا: اس پر سوار ہو جا۔ اس نے کہا: یہ قربانی کا اونٹ ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اس پر سوار ہو جا۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ وہ اس پر سوار ہے اور نبی ﷺ کے ساتھ ساتھ چل رہا ہے اور جوتی اس جانور کے گلے میں بطور نشان لٹک رہی ہے۔ محمد بن بشار نے بھی انہی کی طرح یہ بات نقل کی ہے۔

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

عثمان بن عمر نے ہم سے بیان کیا کہ علی بن مبارک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے یحییٰ سے، انہوں نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابو ہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔

اطرافہ: ١٦٨٩، ٢٧٥٥، ٦١٦٠۔

تشریح: **اَلْقَلَائِدُ مِنَ الْعِهْنِ وَ تَقْلِيْدُ النَّعْلِ:** ان ابواب میں مطلق ہار ڈالنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ نشان کوئی بھی ہو قربانی کی شناخت کے لئے کافی ہوتا ہے۔ خواہ اون یا کسی اور شئے کا ہو۔ زمانہ جاہلیت میں عرب قربانی کے گلے میں جوتی بطور نشانی لٹکا دیتے تھے۔ جوتی لٹکانے سے اس طرف اشارہ تھا کہ مالک اپنی سواری کے جانور سے حج کی خاطر برہنہ پا ہو گیا ہے۔ (عمدۃ القاری جلد ١٠ صفحہ ٤٣)

روایت زیر باب ١١٢ سے ظاہر ہے کہ اشعار ضروری نہیں۔ کیونکہ اونٹ کے گلے میں جوتی لٹکتے دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اعتراض نہیں فرمایا اور بدوی کو اشعار کا حکم نہیں دیا۔ صرف اس کے پیدل چلنے کو ناپسند فرمایا۔

تَابَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: روایت نمبر ١٧٠٦ کے آخر میں محمد بن بشار کی روایت کا جو حوالہ دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ معمر کی روایت کے بارہ میں علماء کو شبہ ہوا ہے کہ بصریوں کی روایت ہے۔ اس لئے صحت روایت کی طرف ایک دوسری سند سے اشارہ کیا ہے۔ (فتح الباری جزء ٣ صفحہ ٦٩٣)

بَاب ۱۱۳ : اَلْجِلَالُ لِلْبُدْنِ

قربانی کے جانوروں کی جھولیں

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا لَا يَشُقُّ مِنَ الْجِلَالِ إِلَّا مَوْضِعَ السَّنَامِ وَإِذَا نَحَرَهَا نَزَعَ جِلَالَهَا مَخَافَةَ أَنْ يُّفْسِدَهَا الدَّمُ ثُمَّ يَتَصَدَّقُ بِهَا.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جھولوں کو صرف کوہان کی جگہ سے پھاڑتے تھے اور جب اونٹ ذبح کرتے تو وہ جھول اُتار لیتے؛ اس ڈر سے کہ خون انہیں خراب نہ کر دے۔ پھر ان جھولوں کو صدقہ میں دے دیتے۔

۱۷۰۷: حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيْحٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ أَمَرَنِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَتَصَدَّقَ بِجِلَالِ الْبُدْنِ الَّتِي نَحَرْتُ وَبِجُلُوْدِهَا.

۱۷۰۷: قبیصہ نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن ابی نجیح سے، انہوں نے مجاہد سے، مجاہد نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے، عبدالرحمٰن نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ میں جن قربانی کے اونٹوں کو ذبح کروں، ان کی جھولیں اور کھالیں صدقہ میں دے دوں۔

اطرافہ: ۱۷۱٦، ۱۷۱٦م، ۱۷۱۷، ۱۷۱۸، ۲۲۹۹۔

تشریح: **اَلْجِلَالُ لِلْبُدْنِ:** عنوانِ باب میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے جس قول کا حوالہ نقل کیا ہے؛ اس مفہوم کی بعض روایات مؤطا امام مالکؒ میں مروی ہیں۔ (**مؤطا امام مالک، کتاب الحج، باب العمل فی الھدی حین یساق**) وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ (الحج: ۳۳) کے ارشاد کے تعلق میں سابقہ ابواب کی مناسبت میں یہ باب بھی قائم کیا گیا ہے۔ جس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ صحابہ کرامؓ بھی قربانی کے اونٹوں پر جھول وغیرہ ڈال کر انہیں آراستہ کرتے۔ یہی غرض نمایاں کرنے کے لئے امام مالکؒ کی روایتوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جن میں حضرت ابن عمرؓ کے قبطی مصنوعات کی کتانی نئی چادریں ان پر ڈالنے کا ذکر ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۶۹۴) اس تعلق میں باب ۱۲۲ کی تشریح بھی دیکھئے۔

لَا يُشَقُّ مِنَ الْجِلَالِ اِلَّا مَوْضِعَ السَّنَامِ: صرف کوہان کی جگہ ہی چاک کی جاتی۔ تا کوہان پر جو نشان لگایا گیا ہے وہ ظاہر ہو جائے۔

بَاب ١١٤ : مَنِ اشْتَرَى هَدْيَهُ مِنَ الطَّرِيْقِ وَ قَلَّدَهَا

جس نے اپنی قربانی کا جانور راستہ میں خریدا اور اس کے گلے میں ہار ڈالا

١٧٠٨ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ قَالَ أَرَادَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا الْحَجَّ عَامَ حَجَّةِ الْحَرُوْرِيَّةِ فِي عَهْدِ ابْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقِيْلَ لَهُ إِنَّ النَّاسَ كَائِنٌ بَيْنَهُمْ قِتَالٌ وَنَخَافُ أَنْ يَّصُدُّوْكَ فَقَالَ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الأحزاب: ٢٢) إِذًا أَصْنَعَ كَمَا صَنَعَ أُشْهِدُكُمْ أَنِّي أَوْجَبْتُ عُمْرَةً حَتَّى إِذَا كَانَ بِظَاهِرِ الْبَيْدَاءِ قَالَ مَا شَأْنُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ إِلَّا وَاحِدٌ أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ جَمَعْتُ حَجَّةً مَعَ عُمْرَةٍ وَأَهْدَى هَدْيًا مُقَلَّدًا اشْتَرَاهُ حَتَّى قَدِمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَلَمْ يَزِدْ عَلَى ذَلِكَ وَلَمْ يَحْلِلْ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتَّى يَوْمِ النَّحْرِ فَحَلَقَ وَنَحَرَ وَرَأَى أَنْ قَدْ قَضَى طَوَافَهُ

۱۷۰۸: ابراہیم بن منذر نے ہم سے بیان کیا۔ ابوضمرہ نے ہمیں بتایا۔ موسیٰ بن عقبہ نے ہم سے بیان کیا۔ نافع سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے زمانہ خلافت میں اس سال حج کا ارادہ کیا جس میں خارجیوں نے بھی حج کیا تھا۔ آپؓ سے کہا گیا کہ لوگوں کے درمیان لڑائی ہوگی اور ہمیں ڈر ہے، آپؓ روک نہ دئے جائیں تو انہوں نے یہ آیت پڑھی کہ رسول اللہ میں تمہارے لئے نیک نمونہ ہے۔ اور میں تو ویسا ہی کروں گا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ میں تمہیں گواہ ٹھہراتا ہوں کہ میں نے اپنے نفس پر عمرہ بھی واجب کرلیا ہے۔ جب وہ بیداء کے کھلے میدان میں پہنچے تو انہوں نے کہا: حج اور عمرہ کی بات ایک ہی ہے۔ میں تمہیں گواہ ٹھہرتا ہوں کہ میں نے عمرہ کے ساتھ حج کی نیت بھی کرلی ہے اور قربانی کا جانور بھی ان کے ساتھ تھا۔ جس کے گلے میں ہار پڑا ہوا تھا جو انہوں نے (راستہ میں) خریدا تھا۔ یہاں تک کہ جب بیت اللہ پہنچے تو بیت اللہ اور صفا و مروہ کا طواف کیا۔ اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کیا اور قربانی کے دن تک احرام کھول کر کسی بات سے آزاد نہیں ہوئے جو حج میں ممنوع تھی۔ قربانی کے دن آپؓ

الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ بِطَوَافِهِ الْأَوَّلِ ثُمَّ قَالَ كَذٰلِكَ صَنَعَ النَّبِيُّ ﷺ.

نے سر منڈایا اور قربانی کا جانور ذبح کیا اور سمجھے کہ وہ پہلے طواف ہی کے ساتھ حج اور عمرہ دونوں کا طواف کر چکے ہیں۔ پھر کہا: اسی طرح نبی ﷺ نے بھی کیا تھا۔

اطرافه: ١٦٣٩، ١٦٤٠، ١٦٩٣، ١٨٠٦، ١٨٠٧، ١٨٠٨، ١٨١٠، ١٨١٢، ١٨١٣، ٤١٨٣، ٤١٨٤، ٤١٨٥۔

تشریح: مَنِ اشْتَرَى هَدْيَهُ مِنَ الطَّرِيْقِ وَقَلَّدَهَا: اس باب کے تعلق میں باب نمبر ۱۰۵ کا عنوان بھی دیکھئے۔ دونوں ایک سے ہیں۔ سوائے اس کے کہ باب کے اس عنوان میں الفاظ وَقَلَّدَهَا زائد ہیں۔ جس سے ان لوگوں کا ردّ مقصود ہے جو تقلید وغیرہ علامتوں کو ضروری نہیں سمجھتے۔ حج کی قربانی کو شعائر اللہ قرار دیا گیا ہے۔ یعنی اللہ کے نشانات۔ اس لئے کوئی نہ کوئی ظاہری علامت ہونی چاہیے جس سے ان کی شناخت ہو اور وہ قابل تعظیم سمجھی جائیں۔

عَامَ حَجَّةِ الْحَرُوْرِيَّةِ: خارجی لوگوں کو جنہوں نے ائمہ حق کے سامنے خروج کیا، حروری کہا جاتا ہے۔ کیونکہ حروراء مقام ان کا مرکز تھا جو عراق اور شام کی سرحد پر واقع ہے۔ روایت محولہ بالا میں حجاج بن یوسف کے اس حملہ کا ذکر ہے جو بنی امیہ کی طرف سے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے خلاف ہوا تھا؛ جب انہوں نے اپنی خلافت کا اعلان کیا تھا۔ یہ حملہ ۷۳ھ میں ہوا۔ خارجیوں نے جب ۶۴ھ میں حج کیا تو اس وقت تک حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے خلافت کا اعلان نہیں کیا تھا۔ (فتح الباری جزء ۳ صفحہ ۶۹۵) اس روایت کی مزید وضاحت کے لیے کتاب المحصر دیکھئے۔

بَاب ١١٥: ذَبْحُ الرَّجُلِ الْبَقَرَ عَنْ نِّسَائِهِ مِنْ غَيْرِ أَمْرِهِنَّ

اپنی عورتوں کی طرف سے بغیر ان کے کہنے کے مرد کا گائے ذبح کرنا

١٧٠٩: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تَقُوْلُ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَمْسٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ لَا نُرَى إِلَّا الْحَجَّ فَلَمَّا دَنَوْنَا مِنْ مَّكَّةَ أَمَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ

۱۷۰۹: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے یحییٰ بن سعید سے، انہوں نے عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے روایت کی۔ عمرہ نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا۔ وہ کہتی تھیں: رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہم مدینہ سے نکلے؛ جبکہ ابھی ذی القعدہ کے پانچ دن باقی تھے۔ ہم یہی سمجھتے تھے کہ حج ہوگا۔ جب مکہ کے قریب پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا جس کے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يَكُنْ مَّعَهُ هَدْيٌ إِذَا طَافَ وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ أَنْ يَّحِلَّ. قَالَتْ فَدُخِلَ عَلَيْنَا يَوْمَ النَّحْرِ بِلَحْمِ بَقَرٍ فَقُلْتُ مَا هَذَا قَالَ نَحَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَزْوَاجِهِ. قَالَ يَحْيَى فَذَكَرْتُهُ لِلْقَاسِمِ فَقَالَ أَتَتْكَ بِالْحَدِيْثِ عَلَى وَجْهِهِ.

ساتھ قربانی کا جانور نہیں تھا کہ جب وہ طواف کرے اور صفا اور مروہ کے درمیان دوڑے تو وہ احرام کھول ڈالے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ قربانی کے دن ہمارے پاس گائے کا گوشت لایا گیا تو میں نے کہا: یہ گوشت کیسا ہے؟ تو اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج کی طرف سے قربانی کی۔ یحیٰی نے کہا: میں نے قاسم سے اس بات کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ عمرہ نے یہ حدیث آپ سے ٹھیک ٹھیک بیان کی ہے۔

اطرافه: ٢٩٤، ٣٠٥، ٣١٦، ٣١٧، ٣١٩، ٣٢٨، ١٥١٦، ١٥١٨، ١٥٥٦، ١٥٦٠، ١٥٦١، ١٥٦٢، ١٦٣٨، ١٦٥٠، ١٧٢٠، ١٧٣٣، ١٧٥٧، ١٧٦٢، ١٧٧١، ١٧٧٢، ١٧٨٣، ١٧٨٦، ١٧٨٧، ١٧٨٨، ٢٩٥٢، ٢٩٨٤، ٤٣٩٥، ٤٤٠١، ٤٤٠٨، ٥٣٢٩، ٥٥٤٨، ٥٥٥٩، ٦١٥٧، ٧٢٢٩.

تشریح: **ذَبْحُ الرَّجُلِ الْبَقَرَ عَنْ نِّسَائِهِ مِنْ غَيْرِ اَمْرِهِنَّ:** فقہاء نے اونٹ کے لئے نحر اور باقی قربانی کے جانوروں کے لئے ذبح مسنون قرار دیا ہے۔ نَحَرَ کے معنی ہیں برچھی سے شاہ رگ کاٹ دیا اور ذبح کہتے ہیں چھری سے شاہ رگ کاٹنے کو۔ روایت نمبر ١٧٠٩ میں گائے کے لئے جو لفظ نَحَرَ وارد ہوا ہے۔ اس کی تشریح عنوان میں لفظ ذبح سے کی گئی ہے۔ کیونکہ دونوں لفظ مترادف ہیں۔ لیکن صورت وشکل کی تعیین موقع ومحل کے قرینہ سے ہوسکتی ہے۔ بعض علماء کو مترادف الفاظ سے غلطی ہوگئی ہے کہ گائے بھی اونٹ کی طرح نحر کی جائے۔ بحالیکہ قرآنِ مجید میں اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً. (البقرة: ٦٨) کا ارشاد موجود ہے۔ (فتح الباری جزء٣ صفحہ ٦٩٥)

لَا نُرَى اِلَّا الْحَجَّ: عرب زمانہ جاہلیت میں حج کے وقت عمرہ یا قِران کو گناہ سمجھتے تھے۔ (دیکھئے روایت نمبر ١٥٦٤، ١٦٥١) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان فرمانے پر بعض صحابہ نے عمرہ کیا اور بعض نے قِران اور بعض نے افراد۔ جس حج کا یہاں ذکر ہے وہ حجۃ الوداع ہے جو ١٠ھ میں ہوا۔ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے گائے کی قربانی کی گئی تھی۔

بَاب ۱۱۶ : اَلنَّحْرُ فِي مَنْحَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى

منیٰ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کے مقام پر قربانی کرنا

۱۷۱۰ : حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ سَمِعَ خَالِدَ بْنَ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَّافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يَنْحَرُ فِي الْمَنْحَرِ. قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ مَنْحَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۱۷۱۰: اسحٰق بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے خالد بن حارث سے سنا کہ عبیداللہ بن عمر نے ہمیں بتایا۔ نافع سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ (بن عمر) رضی اللہ عنہ اسی (ذبح کرنے کی) جگہ ذبح کیا کرتے تھے۔ عبیداللہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذبح کرنے کی جگہ۔

اطرافه: ۹۸۲، ۱۷۱۱، ۵۵۵۱، ۵۵۵۲.

۱۷۱۱ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ يَبْعَثُ بِهَدْيِهِ مِنْ جَمْعٍ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ حَتّٰى يُدْخَلَ بِهِ مَنْحَرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ حُجَّاجٍ فِيْهِمُ الْحُرُّ وَالْمَمْلُوْكُ.

۱۷۱۱: ابراہیم بن منذر نے ہم سے بیان کیا کہ انس بن عیاض نے ہمیں بتایا۔ موسیٰ بن عقبہ نے ہم سے بیان کیا۔ نافع سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی قربانی کا جانور مزدلفہ سے آخری رات منیٰ میں بھیجا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ نبی ﷺ کے قربانی کرنے کی جگہ پر اسے لے جاتے؛ حاجیوں کے ساتھ؛ جن میں آزاد اور غلام بھی ہوتے۔

اطرافه: ۹۸۲، ۱۷۱۰، ۵۵۵۱، ۵۵۵۲.

تشریح: اَلنَّحْرُ فِي مَنْحَرِ النَّبِيِّ ﷺ بِمِنًى: منیٰ کے میدان میں ہر جگہ قربانی کی جا سکتی ہے۔ جس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ہے۔ آپؐ نے جمرہ اولیٰ میں مسجد کے قریب گائیں ذبح کیں۔ ابن التین سے مروی ہے کہ ذبح کرنے کے بعد آپؐ نے فرمایا: هٰذَا الْمَنْحَرُ وَكُلُّ مِنًى مَنْحَرٌ. یہ قربان گاہ ہے اور منیٰ کی ہر جگہ ہی قربان گاہ ہے۔ صحیح مسلم کی روایت میں جو حضرت جابرؓ سے مروی ہے؛ یہ الفاظ ہیں: نَحَرْتُ هٰهُنَا وَمِنًى كُلُّهَا مَنْحَرٌ فَانْحَرُوْا فِي رِحَالِكُمْ. (مسلم، کتاب الحج، باب ما جاء ان عرفة كلها موقف)

یعنی میں نے یہاں ذبح کیا ہے اور منیٰ سارے کا سارا مذبح ہے۔ اپنے اپنے ٹھکانوں میں ذبح کرلو۔ اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خصوصیت کے پیش نظر مشار الیہ جگہ کا انتخاب نہیں فرمایا؛ جس سے یہ سمجھا جائے کہ جہاں آپؐ نے ذبح کیا سب کو وہاں ذبح کرنا چاہیے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا فعل فرطِ محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور شوقِ اتباعِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے تھا۔ اس لئے بعض کے نزدیک یہی افضل ہے کہ وہیں قربانی کی جائے۔ اسی طرف اشارہ کرنے کے لئے مذکورہ بالا باب قائم کیا گیا ہے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ دونوں نے عمرہ کرنے والے کے لئے مروہ مقام میں اور حاجی کے لئے منیٰ میں قربانی کرنا افضل قرار دیا ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۶۹۷) (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ ۴۸) مقام اوّل الذکر کا نام حلّ مروہ ہے اور ثانی الذکر کا حلّ منیٰ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام اجازت دے کر سہولت دی ہے اور تکلیف سے بچایا ہے۔

بَاب ۱۱۷ : مَنْ نَّحَرَ هَدْيَهُ بِيَدِهِ

جس نے اپنی قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کیا

۱۷۱۲ : حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ قَالَ وَنَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ سَبْعَ بُدْنٍ قِيَامًا وَضَحَّى بِالْمَدِيْنَةِ كَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ، مُخْتَصَرًا.

۱۷۱۲: سہل بن بکار نے ہم سے بیان کیا کہ وہیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب سے، انہوں نے ابوقلابہ سے، ابوقلابہ نے حضرت انسؓ سے روایت کی اور حدیث کا اختصار سے ذکر کیا اور (آخر میں) کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے قربانی کی۔ سات اونٹنیاں جبکہ وہ کھڑی تھیں؛ ذبح کیں اور مدینہ میں دو چتکبرے سینگوں والے مینڈھے ذبح کئے۔

اطرافه: ۱۰۸۹، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۵۱، ۱۷۱۴، ۱۷۱۵، ۲۹۵۱، ۲۹۸۶۔

تشریح: مَنْ نَّحَرَ هَدْيَهُ بِيَدِهِ: اس باب کی روایت نمبر۱۷۱۲ زیر باب ۱۱۹ روایت نمبر۱۷۱۴ میں مفصل مذکور ہے۔ ذبح یا نحر چاہے اپنے ہاتھ سے کرے یا کسی دوسرے سے کروائے؛ دونوں باتیں جائز ہیں۔ بعض فقہاء نے اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل قرار دیا ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ ۵۰) دعا کا موقع ملتا ہے اور طبیعت بھی ایک نیک اثر لیتی ہے۔

بَاب ١١٨ : نَحْرُ الْإِبِلِ مُقَيَّدَةً

اونٹوں کوٹانگیں باندھ کر ذبح کرنا

١٧١٣ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنْ زِيَادِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَتَى عَلَى رَجُلٍ قَدْ أَنَاخَ بَدَنَتَهُ يَنْحَرُهَا قَالَ ابْعَثْهَا قِيَامًا مُقَيَّدَةً سُنَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ شُعْبَةُ عَنْ يُوْنُسَ أَخْبَرَنِي زِيَادٌ.

۱۷۱۳: عبداللہ بن مسلمہ نے ہم سے بیان کیا کہ یزید بن زُرَیع نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یونس سے، یونس نے زیاد بن جبیر سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے (حضرت عبداللہ) بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ ایک شخص کے پاس آئے؛ جس نے اپنی قربانی کا اونٹ بٹھایا ہوا تھا کہ اسے ذبح کرے تو انہوں نے کہا کہ اسے کھڑا کر کے ٹانگیں باندھ دو۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی سنت ہے۔ اور شعبہ نے یونس سے نقل کیا کہ زیاد نے بھی مجھے یہی خبر دی۔

تشریح: نَحْرُ الْاِبِلِ مُقَيَّدَةً: اونٹ باندھ کر اگر نحر کیا جائے تو اس میں سہولت ہے اور بِدکنے کا ڈر نہیں ہے۔ اس لئے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بغیر باندھے اس کا نحر کرنا مکروہ قرار دیا ہے اور یہ سنت کے برخلاف ہے۔ عنوانِ باب میں لفظ مُقَيَّدَة کو نمایاں کیا گیا ہے؛ تا باب کے اصل مقصد کی طرف توجہ مبذول کی جائے۔

بَاب ١١٩ : نَحْرُ الْبُدْنِ قَائِمَةً

قربانی کے اونٹوں کو کھڑے ہونے کی حالت میں ذبح کرنا

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا سُنَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا صَوَآفَّ (الحج:٣٧) قِيَامًا.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ (اس کو لازم پکڑو) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ سورۂ حج میں جو صوافّ آیا ہے اس کے معنی ہیں کہ کھڑے ہونے کی حالت میں۔

١٧١٤ : حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ أَبِي

۱۷۱۴: سہل بن بکار نے ہم سے بیان کیا کہ وہیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب سے، ایوب نے

قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ بِالْمَدِيْنَةِ أَرْبَعًا وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ فَبَاتَ بِهَا فَلَمَّا أَصْبَحَ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ فَجَعَلَ يُهَلِّلُ وَيُسَبِّحُ فَلَمَّا عَلَا عَلَى الْبَيْدَاءِ لَبَّى بِهِمَا جَمِيْعًا فَلَمَّا دَخَلَ مَكَّةَ أَمَرَهُمْ أَنْ يَحِلُّوْا وَنَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ سَبْعَ بُدْنٍ قِيَامًا وَضَحَّى بِالْمَدِيْنَةِ كَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ.

ابوقلابہ سے، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ظہر کی چار رکعتیں پڑھیں اور ذوالحلیفہ میں عصر کی دو اور وہیں آپؐ نے رات گذاری اور جب صبح ہوئی تو آپؐ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور اہلال و تسبیح کرنے لگے۔ جب بیداء کی گھاٹی پر چڑھے تو آپؐ نے دونوں حج وعمرہ کا لبیک پکارا۔ جب مکہ میں داخل ہوئے تو لوگوں سے فرمایا کہ وہ احرام کھول ڈالیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے قربانی کے سات اونٹ ذبح کئے۔ ایسی حالت میں کہ وہ کھڑے تھے اور مدینہ میں دو چتکبرے سینگوں والے مینڈھے اپنے ہاتھ سے ذبح کئے۔

اطرافه:۱۰۸۹، ۱۵٤٦، ۱۵٤۷، ۱۵٤۸، ۱۵۵۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱۵، ۲۹۵۱، ۲۹۸٦۔

۱۷۱۵: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ بِالْمَدِيْنَةِ أَرْبَعًا وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ.

۱۷۱۵: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ اسماعیل نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب سے، ایوب نے ابوقلابہ سے، انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ظہر کی نماز چار رکعتیں پڑھیں اور ذوالحلیفہ میں عصر کی دو رکعتیں۔

وَعَنْ أَيُّوْبَ عَنْ رَجُلٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ثُمَّ بَاتَ حَتَّى أَصْبَحَ فَصَلَّى الصُّبْحَ ثُمَّ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ حَتَّى إِذَا اسْتَوَتْ بِهِ الْبَيْدَاءَ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ

اور انہوں نے ایوب سے اور ایوب نے ایک شخص سے، اس نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ پھر اس کے بعد آپؐ نے (وہیں) رات گذاری۔ جب صبح ہوئی تو صبح کی نماز پڑھی۔ پھر اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے۔

وَحَجَّةٍ.

یہاں تک کہ جب وہ بیداء کے مقام میں آپ کو لے کر پہنچی تو آپ ؐ نے حج اور عمرہ کا لبیک پکارا۔

اطرافه: ۱۰۸۹، ۱۵٤٦، ۱۵٤۷، ۱۵٤۸، ۱۵۵۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱٤، ۲۹۵۱، ۲۹۸٦۔

تشریح: **نَحْرُ الْبُدْنِ قَائِمَةً:** احناف کے نزدیک قربانی کا جانور دونوں طرح ہی ذبح یا نحر کیا جاسکتا ہے۔ یعنی کھڑے کر کے یا بٹھا کر؛ برخلاف جمہور کہ ان کے نزدیک اونٹ کو کھڑا کر کے نحر کرنا مناسب ہے۔ (عمدۃ القاری جلد۱۰ صفحہ۵۱) عنوان باب میں جو حوالہ حضرت ابن عباسؓ کے قول کا دیا گیا ہے۔ وہ قرآن مجید کے لفظ صواف سے مستنبط ہے۔ (عمدۃ القاری جلد۱۰ صفحہ۵۱) اس حوالے سے امام بخاریؒ کی اپنی رائے کا اظہار ہے۔ یعنی قربانی کے اونٹوں کا کھڑے ہونے کی حالت میں نحر کرنا سنت ہے۔ مذکورہ بالا دونوں ابواب (نمبر۱۱۸ و ۱۱۹) کی روایتیں اس امر کی تائید میں ہیں۔

بَاب ۱۲۰: لَا يُعْطَى الْجَزَّارُ مِنَ الْهَدْيِ شَيْئًا

قربانی کی کوئی چیز قصاب کو (مزدوری میں) نہ دی جائے

۱۷۱٦: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُمْتُ عَلَى الْبُدْنِ فَأَمَرَنِي فَقَسَمْتُ لُحُومَهَا ثُمَّ أَمَرَنِي فَقَسَمْتُ جِلَالَهَا وَجُلُودَهَا.

۱۷۱٦: محمد بن کثیر نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (ثوری) نے ہمیں خبر دی، کہا: (عبداللہ) بن ابی نجیح نے مجھے خبر دی۔ انہوں نے مجاہد سے، انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے، عبدالرحمٰن نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا تو میں قربانی کے اونٹوں کے پاس کھڑا رہا۔ آپؐ نے مجھ سے فرمایا اور میں نے ان کے گوشت تقسیم کر دیئے۔ پھر آپؐ نے مجھے فرمایا تو میں نے ان کی جھولیں اور کھالیں بھی تقسیم کر دیں۔

اطرافه: ۱۷۰۷، ۱۷۱٦م، ۱۷۱۷، ۱۷۱۸، ۲۲۹۹۔

۱۷۱٦م: قَالَ سُفْيَانُ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْكَرِيمِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ

۱۷۱٦م: سفیان نے کہا: اور عبدالکریم نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے مجاہد سے، مجاہد نے عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ سے، انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ

اللهُ عَنْهُ قَالَ أَمَرَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَقُوْمَ عَلَى الْبُدْنِ وَلَا أُعْطِيَ عَلَيْهَا شَيْئًا فِي جِزَارَتِهَا.

سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ میں قربانی کے اونٹوں کا انتظام کروں اور قصاب کی مزدوری ان میں سے کچھ نہ دوں۔

اطرافہ: ۱۷۰۷، ۱۷۱۶، ۱۷۱۷، ۱۷۱۸، ۲۲۹۹۔

تشریح: **لَا يُعْطَى الْجَزَّارُ مِنَ الْهَدْيِ شَيْئًا:** جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ ان ابواب میں قربانی کے احکام کی تفصیل ہے۔ عنوانِ باب سے مراد یہ ہے کہ بطور مزدوری قربانی کا گوشت، کھالیں دینا ممنوع ہے؛ نہ کہ مطلق گوشت بغرضِ استعمال۔ جیسا کہ مسلم اور ابوداؤد کی روایت کے الفاظ اَنْ لَّا اُعْطِيَ الْجَزَّارَ مِنْهَا شَيْئًا ☆ سے غلط فہمی ہوتی ہے۔ جس کا ازالہ دوسری روایت سے کیا گیا ہے جو سفیان ثوری ہی نے بروایت عبدالکریم بیان کی ہے۔ اس میں لفظ جِزَارَتِهَا ہے۔ یعنی ذبح کرنے کی مزدوری میں گوشت وغیرہ نہ دیا جائے۔

بَاب ۱۲۱: يُتَصَدَّقُ بِجُلُوْدِ الْهَدْيِ

قربانی کی کھالیں صدقہ میں دی جائیں

۱۷۱۷: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ وَعَبْدُ الْكَرِيْمِ الْجَزَرِيُّ أَنَّ مُجَاهِدًا أَخْبَرَهُمَا أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي لَيْلَى أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُ أَنْ يَقُوْمَ عَلَى بُدْنِهِ وَأَنْ يَقْسِمَ بُدْنَهُ كُلَّهَا لُحُوْمَهَا وَجُلُوْدَهَا وَجِلَالَهَا وَلَا يُعْطِيَ فِي جِزَارَتِهَا شَيْئًا.

۱۷۱۷: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ یحییٰ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن جریج سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: حسن بن مسلم اور عبدالکریم جزری نے مجھے خبر دی۔ مجاہد نے ان دونوں کو بتایا۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے ان کو خبر دی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ وہ آپؐ کے قربانی کے اونٹوں کا خیال رکھیں اور اونٹ سب کے سب تقسیم کر دیں۔ یعنی ان کے گوشت ان کی کھالیں اور ان کی جھولیں اور قصاب کی مزدوری میں کوئی چیز نہ دیں۔

اطرافہ: ۱۷۰۷، ۱۷۱۶، ۱۷۱۶م، ۱۷۱۸، ۲۲۹۹۔

☆(مسلم، کتاب الحج، باب فی الصدقة بلحوم الهدی)(ابو داؤد، کتاب المناسک، باب کیف تنحر البدن)

تشریح: يُتَصَدَّقُ بِجُلُوْدِ الْهَدْيِ: بعض لوگ کھالوں کی قیمت قصاب کی مزدوری یا جانور کی قیمت میں وضع کر لیتے ہیں۔ یہ جائز نہیں۔ بعض فقہاء نے جواز کی صورتیں پیدا کی ہیں۔ مثلاً قصاب غریب ہو تو پوری مزدوری کے علاوہ اس کو بطور صدقہ یا ہدیہ کھال دے دینا۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۷۰۲) مگر احتیاط کا پہلو یہی ہے کہ ایسا صدقہ یا ہدیہ ذبح کرنے کی مزدوری سے خلط ملط نہ کیا جائے۔ بعض فقہاء کھال بیچ کر اس کی قیمت صدقہ میں دینا جائز سمجھتے ہیں۔ مگر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس فتویٰ کے خلاف ہیں۔ قَالَ مَنْ بَاعَ اَهَابَ اَضْحِيَتَهُ فَلَا اَضْحِيَةَ لَهُ (عمدة القاری جزء۱۰ صفحہ۵۳، ۵۴) یعنی جس نے اپنی قربانی کی کھال بیچی؛ اس کی کوئی قربانی نہیں۔

بَاب ۱۲۲: يُتَصَدَّقُ بِجِلَالِ الْبُدْنِ

قربانی کے اونٹوں کی جھولیں صدقہ میں دی جائیں

۱۷۱۸: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سَيْفُ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يَقُوْلُ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي لَيْلَى أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ قَالَ أَهْدَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِائَةَ بَدَنَةٍ فَأَمَرَنِي بِلُحُوْمِهَا فَقَسَمْتُهَا ثُمَّ أَمَرَنِي بِجِلَالِهَا فَقَسَمْتُهَا ثُمَّ بِجُلُوْدِهَا فَقَسَمْتُهَا.

۱۷۱۸: ابو نعیم نے ہم سے بیان کیا کہ سیف بن ابی سلیمان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: میں نے مجاہد سے سنا۔ وہ کہتے تھے: ابن ابی لیلیٰ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا۔ انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے ایک سو اونٹوں کی قربانی کی۔ آپؐ نے مجھے ان کے گوشت کی نسبت فرمایا اور میں نے اسے تقسیم کر دیا۔ پھر آپؐ نے مجھ سے ان کی جھولوں کے لئے فرمایا اور میں نے وہ بھی تقسیم کر دیں۔ پھر ان کی کھالوں سے متعلق فرمایا تو میں نے وہ بھی تقسیم کر دیں۔

اطرافه: ۱۷۰۷، ۱۷۱۶، ۱۷۱۶م، ۱۷۱۷، ۲۲۹۹۔

تشریح: يُتَصَدَّقُ بِجِلَالِ الْبُدُنِ: اس باب کے عنوان اور مندرجہ بالا روایت سے سابقہ باب کے مضمون کی مزید تائید کی گئی ہے۔ (اس تعلق میں باب نمبر۱۱۳ کی تشریح بھی دیکھئے) اس سے بھی احتیاط کا پہلو واضح ہے۔

باب۱۲۳

وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَّا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِيْنَ وَالْقَائِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝ وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوْكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ۝ لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُوْمَاتٍ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوْا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيْرَ ۝ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ۝ ذَلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ عِنْدَ رَبِّهِ ط (الحج:۲۷-۳۱)

(سورۂ حج میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) اور جب ہم نے ابراہیم کے لئے بیت اللہ کے مقام کی نشان دہی کی (اور حکم دیا) کہ تو کسی کو میرا شریک نہ ٹھہرانا اور طواف کرنے والوں کو اور عبادت گذاروں اور رکوع وسجود کرنے والوں کے لئے میرے گھر کو پاک صاف رکھنا اور لوگوں میں حج کی منادی کر۔ وہ پاپیادہ اور ہر قسم کی تھکی ماندی سواری پر تیرے پاس آئیں گے۔ یہ سواریاں دور دراز راستوں سے تیرے پاس آئیں گے۔ تا وہ لوگ اپنے نفع بخش مقامات کو دیکھیں اور اللہ تعالیٰ کا نام حج کے مقررہ دنوں میں بلند کریں۔ ان جانوروں پر جو ہم نے ان کو عطاء کئے ہیں۔ پس تم ان کے گوشت خود بھی کھاؤ۔ تنگ دست اور محتاج کو کھلاؤ۔ پھر وہ (لوگ) میل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں پوری کر دیں اور قدیم ترین بیت اللہ کا طواف کریں۔ یہ حکم ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے قابل احترام مقامات کی تعظیم کرے گا تو یہ بات اس کے رب کے حضور اس کے لے بہتر ہوگی۔

تشریح: عنوان باب میں سورہ حج کی آیت نمبر ۲۷ تا ۳۱ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ان آیات میں قربانیوں کے تعلق میں مندرجہ ذیل امور کا ذکر ہے: اوّل اللہ تعالیٰ کا نام لے کر انہیں ذبح کیا جائے۔ دوم قربانی کا گوشت خود بھی کھائیں اور محتاجوں کو بھی کھلائیں۔ سوم اپنے بدن سے میل کچیل دور کریں اور بال اور ناخن کٹائیں۔ چہارم اپنی نذریں پوری کریں۔ پنجم بیت اللہ کا طواف کریں (جو طواف وداع کے نام سے مشہور ہے۔)

یہ پانچ باتیں خلاصہ ہیں؛ مذکورہ بالا آیات کا۔ نیز اگلا باب بھی اسی کی تشریح میں قائم کیا گیا ہے اور اس میں بتایا گیا ہے کہ کس قسم کی قربانی کا گوشت کھایا جائے اور کس قسم کا نہ کھایا جائے۔ (دیکھئے باب نمبر ۱۲۴)

بَاب ١٢٤ : وَمَا يُؤْكَلُ مِنَ الْبُدْنِ وَمَا يُتَصَدَّقُ

قربانی کے جانوروں سے کیا کچھ کھایا جائے، کیا صدقہ میں دیا جائے

وَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا لَا يُؤْكَلُ مِنْ جَزَاءِ الصَّيْدِ وَالنَّذْرِ وَيُؤْكَلُ مِمَّا سِوَى ذَلِكَ. وَقَالَ عَطَاءٌ يَأْكُلُ وَيُطْعِمُ مِنَ الْمُتْعَةِ.

اور عبیداللہ نے کہا: نافع نے مجھے خبر دی۔ انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی: (احرام میں) شکار شدہ جانور کے فدیہ اور نذر سے نہ کھایا جائے اور ان کے ماسوا سے کھایا جائے۔ اور عطاء نے کہا کہ تمتع کی قربانی سے خود بھی کھائے اور کھلائے۔

١٧١٩ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ حَدَّثَنَا عَطَاءٌ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ كُنَّا {لَا☆} نَأْكُلُ مِنْ لُحُوْمِ بُدْنِنَا فَوْقَ ثَلَاثِ مِنًى فَرَخَّصَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كُلُوْا وَتَزَوَّدُوْا فَأَكَلْنَا وَتَزَوَّدْنَا قُلْتُ لِعَطَاءٍ أَقَالَ حَتَّى جِئْنَا الْمَدِيْنَةَ قَالَ لَا.

اطرافه: ٢٩٨٠، ٥٤٢٤، ٥٥٦٧۔

۱۷۱۹: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ یحيٰ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن جریج سے روایت کی کہ عطاء نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا۔ وہ کہتے تھے: منیٰ میں ہم تین دن سے زیادہ اپنے قربانی کے اونٹ کا گوشت نہیں☆ کھایا کرتے تھے۔ نبی ﷺ نے ہمیں اجازت دی اور فرمایا: کھاؤ اور بطور زادِراہ بھی لے لو تو ہم نے کھایا اور بطور زادِراہ لے لیا۔ (ابن جریج کہتے تھے:) میں نے عطاء سے کہا: کیا آپؐ نے یہ فرمایا کہ اس وقت تک کھائیں کہ ہم مدینہ میں پہنچیں۔ انہوں نے کہا: نہیں۔

١٧٢٠ : حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى قَالَ حَدَّثَتْنِي عَمْرَةُ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تَقُوْلُ خَرَجْنَا مَعَ

۱۷۲۰: خالد بن مخلد نے ہم سے بیان کیا کہ سلیمان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: یحيٰ (بن سعید انصاری) نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ عمرہ نے مجھ سے بیان کیا۔ کہتی تھیں کہ میں نے حضرت عائشہ

☆ فتح الباری مطبوعہ بولاق میں اس جگہ لفظ "لَا نَأْكُلُ" ہے۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ۷۰۴) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَمْسٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ وَلَا نَرَى إِلَّا الْحَجَّ حَتَّى إِذَا دَنَوْنَا مِنْ مَّكَّةَ أَمَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يَكُنْ مَّعَهُ هَدْيٌ إِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ ثُمَّ يَحِلُّ. قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَدُخِلَ عَلَيْنَا يَوْمَ النَّحْرِ بِلَحْمِ بَقَرٍ فَقُلْتُ مَا هَذَا فَقِيْلَ ذَبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَزْوَاجِهِ. قَالَ يَحْيَى فَذَكَرْتُ هَذَا الْحَدِيْثَ لِلْقَاسِمِ فَقَالَ أَتَتْكَ بِالْحَدِيْثِ عَلَى وَجْهِهِ.

رضی اللہ عنہا سے سنا۔ وہ کہتی تھیں: ذی القعدہ میں ابھی پانچ دن باقی تھے کہ ہم (مدینہ سے) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے اور ہمارا ابھی خیال تھا کہ حج ہوگا۔ جب ہم مکہ کے قریب پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے ساتھ قربانی کا جانور نہیں جب وہ بیت اللہ کا طواف (اور صفا و مروہ کی سعی) کر لے تو احرام کھول کر آزاد ہو جائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں کہ قربانی کے دِن ہمارے پاس گائے کا گوشت لایا گیا۔ میں نے کہا کہ یہ کیا ہے؟ تو کہا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کی طرف سے قربانی کی ہے۔ یحيٰ نے کہا: میں نے قاسم (بن محمد) سے اس حدیث کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: عمرہ نے یہ حدیث ٹھیک طور پر تم سے بیان کی ہے۔

اطرافه: ۲۹٤، ۳۰٥، ۳۱٦، ۳۱۷، ۳۱۹، ۳۲۸، ۱٥۱٦، ۱٥۱۸، ۱٥٥٦، ۱٥٦۰، ۱٥٦۱، ۱٥٦۲، ۱٦۳۸، ۱٦٥۰، ۱۷۰۹، ۱۷۳۳، ۱۷٥۷، ۱۷٦۲، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸٦، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۲۹٥۲، ۲۹۸٤، ٤۳۹٥، ٤٤۰۱، ٤٤۰۸، ٥۳۲۹، ٥٥٤۸، ٥٥٥۹، ٦۱٥۷، ۷۲۲۹۔

تشریح: **مَا يُؤْكَلُ مِنَ الْبُدْنِ وَمَا يُتَصَدَّقُ:** بعض ائمہ اور فقہاء نے سوال اٹھایا ہے کہ کس قسم کی قربانی کا گوشت کھایا جائے اور کس قسم کا نہ کھایا جائے؟ جمہور (یعنی مالکی، احناف اور حنابل) کے نزدیک صدقہ اور کفارہ کی قربانی کا گوشت خود استعمال کرنا جائز نہیں اور بعض نے اجازت دی ہے۔ اس ضمن میں فقہاء نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ اگر مناسک حج میں سے بعض قابل عمل ضروری باتیں رہ جائیں یا جو باتیں کرنے کی نہیں ہیں؛ وہ کر لی جائیں تو اس صورت میں اس کوتاہی پر کیا تعزیر ہوگی۔ اس کے لئے انہوں نے کفارہ تجویز کیا ہے۔ بصورتِ قربانی ہو یا مساکین کو کھلائے یا روزے رکھے اور اگر غیر واجب امور ترک ہو جائیں تو اس میں کفارہ اختیاری ہے۔ غرض یہ وہ اختلافی باتیں ہیں جن کے پیشِ نظر مذکورہ بالا باب قائم کیا گیا ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۷۰۴)

حضرت ابن عمرؓ کی روایت کا حوالہ دے کر بتایا ہے کہ قربانی کرنے والا قربانی کے جانور کا گوشت کھا سکتا ہے؛ سوائے

اس جانور کے گوشت کے جو نذر، فدیہ یا شکار حرم کے بدلہ میں ذبح کیا جائے اور عطاء بن ابی رباحؒ کا حوالہ بھی اسی صورت جواز کی تائید میں نقل کیا گیا ہے۔ ان کے نزدیک ایسی قربانی سے بھی جو بطور کفارہ ہو؛ کھا سکتا ہے۔ ان کا حوالہ مسند عبدالرزاق میں منقول ہے اور ان سے یہ بھی منقول ہے کہ چاہے کھائے یا نہ کھائے۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری جزء٣ صفحہ ٧٠٤، ٧٠٥۔ نیز عمدۃ القاری جزء١٠ صفحہ ٥٦)

بَاب ١٢٥ : اَلذَّبْحُ قَبْلَ الْحلْقِ

سر منڈوانے سے پہلے ذبح کیا جائے

١٧٢١ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ ابْنِ حَوْشَبٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا مَنْصُوْرُ بْنُ زَاذَانَ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَمَّنْ حَلَقَ قَبْلَ أَنْ يَّذْبَحَ وَنَحْوِهِ فَقَالَ لَا حَرَجَ لَا حَرَجَ.

١٧٢١: محمد بن عبداللہ بن حوشب نے ہم سے بیان کیا کہ ہشیم نے ہمیں بتایا۔ منصور بن زاذان نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے عطاء (بن ابی رباح) سے، عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص کے متعلق پوچھا گیا؛ جس نے ذبح کرنے وغیرہ سے پہلے سر منڈوایا تو آپؐ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔ کوئی حرج نہیں۔

اطرافه: ٨٤، ١٧٢٢، ١٧٢٣، ١٧٣٤، ١٧٣٥، ٦٦٦٦.

١٧٢٢ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زُرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ قَالَ لَا حَرَجَ قَالَ حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ قَالَ لَا حَرَجَ قَالَ ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ قَالَ لَا

١٧٢٢: احمد بن یونس نے ہم سے بیان کیا کہ ابوبکر (بن عیاش) نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے عبدالعزیز بن رُفیع سے، عبدالعزیز نے عطاء سے، عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے کہا: رمی سے پہلے میں نے طوافِ زیارت کیا ہے۔ فرمایا: کوئی حرج نہیں۔ اس نے کہا: میں نے ذبح کرنے سے پہلے سر منڈوا لیا ہے۔

حَرَجَ.

وَقَالَ عَبْدُ الرَّحِيْمِ الرَّازِيُّ عَنِ ابْنِ خُثَيْمٍ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ الْقَاسِمُ ابْنُ يَحْيَى حَدَّثَنِي ابْنُ خُثَيْمٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ عَفَّانُ أُرَاهُ عَنْ وُهَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ خُثَيْمٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ حَمَّادٌ عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ وَعَبَّادِ ابْنِ مَنْصُوْرٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

آپؐ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔اس نے کہا: میں نے رمی سے پہلے ذبح کرلیا ہے۔فرمایا: کوئی حرج نہیں۔

اور عبدالرحیم رازی نے ابن خُثَیم سے نقل کیا کہ عطاء نے مجھے خبر دی۔ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی اور قاسم بن یحیٰی نے کہا: ابن خُثَیم نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے عطاء سے، انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے، حضرت ابن عباسؓ نے نبی ﷺ سے۔ اور عفان (بن مسلم صفار) نے کہا: میں سمجھتا ہوں کہ یہ روایت وہیب سے منقول ہے۔(انہوں نے کہا:) ابن خُثَیم نے ہم سے بیان کیا۔انہوں نے سعید بن جبیر سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، حضرت ابن عباسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ اور حماد نے کہا کہ قیس بن سعد اور عباد بن منصور سے مروی ہے۔ ان دونوں نے عطاء سے، انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے، حضرت جابرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔

اطرافه: ٨٤، ١٧٢١، ١٧٢٣، ١٧٣٤، ١٧٣٥، ٦٦٦٦.

١٧٢٣: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَمَيْتُ بَعْدَ مَا أَمْسَيْتُ فَقَالَ لَا حَرَجَ قَالَ حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ

۱۷۲۳: محمد بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالاعلیٰ نے ہمیں بتایا۔ خالد نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی ﷺ سے کسی نے پوچھا، کہا: میں نے بعد مغرب رمی کی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔ اس نے کہا: میں نے قربانی کرنے سے

أَنْحَرَ قَالَ لَا حَرَجَ.

پہلے سر منڈوالیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔

اطرافه: ٨٤، ١٧٢١، ١٧٢٢، ١٧٣٤، ١٧٣٥، ٦٦٦٦۔

١٧٢٤: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي مُوْسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَدِمْتُ عَلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْبَطْحَاءِ فَقَالَ أَحَجَجْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ بِمَا أَهْلَلْتَ قُلْتُ لَبَّيْكَ بِإِهْلَالٍ كَإِهْلَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَحْسَنْتَ انْطَلِقْ فَطُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ أَتَيْتُ امْرَأَةً مِّنْ نِّسَاءِ بَنِي قَيْسٍ فَفَلَتْ رَأْسِي ثُمَّ أَهْلَلْتُ بِالْحَجِّ فَكُنْتُ أُفْتِي بِهِ النَّاسَ حَتَّى خِلَافَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَذَكَرْتُهُ لَهُ فَقَالَ إِنْ نَّأْخُذْ بِكِتَابِ اللهِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُنَا بِالتَّمَامِ وَإِنْ نَّأْخُذْ بِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَحِلَّ حَتَّى بَلَغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ.

۱۷۲۴: عبدان نے ہم سے بیان کیا، کہا: میرے باپ (عثمان) نے مجھے بتایا۔ انہوں نے شعبہ سے، انہوں نے قیس بن مسلم سے، قیس نے طارق بن شہاب سے، طارق نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے پاس اس وقت پہنچا؛ جب آپؐ بطحاء میں تھے تو آپؐ نے فرمایا: کیا تم نے حج کی نیت کی ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ آپؐ نے فرمایا: احرام باندھتے وقت تم نے لبیک میں کیا پکارا تھا۔ میں نے کہا: میں بھی اس پکار کے ساتھ لبیک کہتا ہوں جو رسول اللہ ﷺ کی پکار ہے۔ آپؐ نے فرمایا: خوب کیا۔ بیت اللہ، صفا و مروہ کا طواف کرلو۔ پھر میں بنی قیس کی عورتوں میں سے ایک عورت کے پاس گیا۔ اس نے میرے سر سے جوئیں نکالیں۔ پھر میں نے حج کا احرام باندھا اور میں نے لوگوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت تک اسی کا فتویٰ دیا تھا اور میں نے اس کا ان سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ اگر ہم کتاب اللہ پر عمل کریں تو وہ ہمیں حج اور عمرہ پورے کرنے کا حکم دیتی ہے اور اگر ہم رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق عمل کریں تو رسول اللہ ﷺ نے اس وقت تک احرام نہیں کھولا؛ جب تک کہ قربانی اپنی جگہ پر پہنچ گئی۔ (دونوں ایک ہی ہیں۔)

اطرافه: ١٥٥٩، ١٥٦٥، ١٧٩٥، ٤٣٤٦، ٤٣٩٧۔

تشریح: اَلذَّبحُ قَبلَ الحَلقِ: اس باب میں چار مستند روایتیں اور چار حوالہ جات نقل کئے گئے ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ مناسک حج میں سے بعض احکام کی تعمیل بلحاظِ ترتیب آگے پیچھے ہوگئی ہے اور بعض میں فروگذاشت ہوگئی ہے اور حجۃ الوداع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا: لَا حَرَجَ - کوئی حرج نہیں۔ جو بات رہ گئی ہے وہ اَب کرلی جائے۔ آیت محولہ زیر باب ۱۲۳ میں جو ترتیب مذکورہ ہے، اس میں ارشاد باری تعالیٰ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ (الحج: ۳۰) قربانی کے بعد قابل تعمیل ہے۔ اس ارشاد کو مدنظر رکھ کر باب کا عنوان اَلذَّبحُ قَبلَ الحَلقِ قائم کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ جن روایات میں لَا حَرَجَ کا ارشاد مروی ہے، اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ترتیب مذکورہ عمداً ترک کی جائے۔ قربانی کے تین دنوں کو ایام التشریق کہتے ہیں اور ان ایام میں چار کام کرنے پڑتے ہیں۔ رمی، قربانی، حلق یا قصر (سر منڈوانا یا بال کتروانا) اور بیت اللہ کا طواف جو طوافِ زیارت کے نام سے موسوم ہے۔ یہ کام اگر آگے پیچھے ہوجائیں تو جمہور کے نزدیک کوئی حرج نہیں؛ مگر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سنت نبویہ میں ترتیب ملحوظ رکھنا ضروری ہے اور اگر نہیں رکھی گئی تو کفارہ لازم آتا ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ۵۹) اس قسم کے اختلافات کے پیش نظر جو باب قائم کیا گیا ہے؛ اس سے امام بخاریؒ امام ابوحنیفہؒ کی رائے کے مؤید معلوم ہوتے ہیں اور انہوں نے اپنے نقطہ نظر کی تائید میں چار حوالے نقل کئے ہیں۔ پہلا حوالہ (یعنی وَقَالَ عَبْدُ الرَّحِيمِ الرَّازِيُّ عَنِ ابْنِ خُثَيْمٍ......) طبرانی[1] کا ہے جس میں طُفْتُ بِالْبَيْتِ قَبْلَ اَنْ اَرْمِیَ کے الفاظ ہیں۔ یعنی میں نے رمی سے قبل طواف کیا ہے۔ یہ حوالہ روایت نمبر۱۱۴۲۲ کے مطابق ہے۔ دوسرا حوالہ (یعنی وَقَالَ الْقَاسِمُ بْنُ يَحْيَ......) ہے۔ تیسرا حوالہ (یعنی وَقَالَ عَفَّانُ......) مسند احمد بن حنبل[2] کا ہے جس سے ظاہر ہے کہ کئی اشخاص نے سوالات کئے۔ ایک نے کہا: حَلَقْتُ قَبْلَ اَنْ اَذْبَحَ. اور دوسرے نے کہا: ذَبَحْتُ قَبْلَ اَنْ أَرْمِيَ. یہ تینوں حوالے حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہیں۔ چوتھا حوالہ (یعنی وَقَالَ حَمَّادٌ......) حضرت جابرؓ کی ایک روایت کا ہے۔ سند کی کچھ تبدیلی کے ساتھ یہ روایت ابن ماجہ[3] نے بھی نقل کی ہے۔ اس میں بھی متعدد اشخاص کے سوال کرنے کا ذکر ہے۔ ایک نے ذبح کرنے سے قبل حلق کیا اور دوسرے نے رمی سے پہلے ذبح کرلیا اور آپؐ نے سب کو یہی جواب دیا کہ لَا حَرَجَ. مذکورہ بالا تین حوالوں کے بعد دو روایتیں بھی نقل کی گئی ہیں۔ ایک حضرت ابن عباسؓ اور دوسری حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی۔ جس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ کتاب اللہ اور سنت الرسولؐ کے مطابق عمل کرنا زیادہ مناسب ہے۔ (اس تعلق میں دیکھئے باب ۱۰۴) مذکورہ بالا حوالوں سے مسئلہ معنونہ کی پوری وضاحت ہوتی ہے۔

---

[1] (المعجم الكبير للطبرانی، ما أسند عبد الله بن عباس، جزء۱۱ صفحہ۱۷۸، روایت نمبر۱۱۴۱۷)
[2] (مسند احمد بن حنبل، مسند بنی هاشم، مسند عبد الله بن العباس، جزء اوّل صفحہ۲۹۱)
[3] (ابن ماجه، كتاب المناسك، باب من قدم نسكا قبل نسک)

بَاب ۱۲۶: مَنْ لَبَّدَ رَأْسَهُ عِنْدَ الْإِحْرَامِ وَحَلَقَ

احرام باندھتے وقت جس نے اپنے سر کے بال جما لیے اور احرام کھولتے وقت سر منڈوایا

۱۷۲۵: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ أَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا شَأْنُ النَّاسِ حَلُّوا بِعُمْرَةٍ وَلَمْ تَحْلِلْ أَنْتَ مِنْ عُمْرَتِكَ قَالَ إِنِّي لَبَّدْتُّ رَأْسِي وَقَلَّدْتُّ هَدْيِيْ فَلَا أَحِلُّ حَتَّى أَنْحَرَ.

۱۷۲۵: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر سے، حضرت ابن عمر نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! لوگوں کو کیا ہوا کہ انہوں نے عمرہ کر کے احرام کھول ڈالا اور آپؐ نے اپنے عمرہ کا ابھی احرام نہیں کھولا؟ تو آپؐ نے فرمایا: میں نے اپنے سر کے بال جما لئے تھے اور قربانی کے جانوروں کے گلے میں ہار ڈال دیا تھا تو میں اس وقت تک احرام نہیں کھولوں گا جب تک کہ ذبح نہ کرلوں۔

اطرافه: ۱۵٦٦، ۱٦۹۷، ٤٣۹۸، ٥۹۱٦.

تشریح: مَنْ لَبَّدَ رَأْسَهُ عِنْدَ الْاِحْرَامِ: تلبید کے معنی بال گوند وغیرہ سے جمانا تا گرد و غبار سے محفوظ رہیں۔ اس سے بال نہیں بکھرتے اور نہ جوئیں پڑتی ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۰ صفحہ ٦۱)

قِران کی صورت میں قربانی سے فارغ ہونے پر بال منڈوائے اور ناخن تراشے جاتے ہیں۔ عمرہ کا احرام کھولنا یہ حلق (بال منڈوانا) اور تقلیم (ناخن کٹوانا) اُن کے لئے ہے جو قربانی نہ لائے ہوں۔ (دیکھئے باب نمبر ۳۴) تلبید کے متعلق ائمہ نے سوال اٹھایا ہے کہ آیا اس میں حلق ہے یا قصر۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حلق ضروری ہے۔ بموجب آیت مُحَلِّقِيْنَ رُؤُوسَكُمْ (الفتح:۲۸) جمہور کے نزدیک ضروری نہیں۔ اسی اختلاف کا حل مدنظر ہے۔ حلق اور قصر دونوں کئے جاسکتے ہیں۔

بَاب ۱۲۷: اَلْحَلْقُ وَالتَّقْصِيْرُ عِنْدَ الْإِحْلَالِ

احرام کھولتے وقت سر منڈوانا اور بال کتروانا

۱۷۲٦: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ قَالَ نَافِعٌ كَانَ

۱۷۲٦: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب بن ابی حمزہ نے ہمیں خبر دی۔ نافع نے کہا: حضرت

ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ حَلَقَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّتِهِ.

اطرافه: ١٧٢٩، ٤٤١٠، ٤٤١١.

ابن عمر رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حج میں سر منڈوایا۔

١٧٢٧: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِيْنَ قَالُوْا وَالْمُقَصِّرِيْنَ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ اللَّهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِيْنَ قَالُوْا وَالْمُقَصِّرِيْنَ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ وَالْمُقَصِّرِيْنَ. وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي نَافِعٌ رَحِمَ اللهُ الْمُحَلِّقِيْنَ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ. قَالَ وَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ حَدَّثَنِي نَافِعٌ وَقَالَ فِي الرَّابِعَةِ وَالْمُقَصِّرِيْنَ.

۱۷۲۷: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! سر منڈوانے والوں پر رحم کر۔ انہوں نے کہا: بال کتروانے والوں پر۔ یا رسول اللہ۔ فرمایا: اے اللہ! سر منڈوانے والوں پر رحم کر۔ انہوں نے کہا: اور بال کتروانے والوں پر بھی یا رسول اللہ۔ فرمایا: اور بال کتروانے والوں پر بھی۔ اور لیث نے کہا: نافع نے مجھ سے بیان کیا کہ (آپؐ نے) رَحِمَ اللّٰهُ الْمُحَلِّقِيْنَ (یعنی اے اللہ سر منڈوانے والوں پر رحم کر) ایک دفعہ یا دو دفعہ فرمایا اور عبیداللہ نے کہا کہ نافع نے مجھ سے بیان کیا کہ آپؐ نے چوتھی بار فرمایا: وَالْمُقَصِّرِيْنَ. (یعنی اور بال کتروانے والوں پر بھی)

١٧٢٨: حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ ابْنُ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ قَالُوْا

۱۷۲۸: عیاش بن ولید نے ہم سے بیان کیا کہ محمد بن فضیل نے ہمیں بتایا کہ عمارہ بن قعقاع نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ابوزرعہ سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! سر منڈوانے والوں کو بخش۔ صحابہ نے کہا: اور بال کتروانے والوں

وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ قَالَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ قَالُوْا وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ قَالَهَا ثَلَاثًا قَالَ وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ.

کو بھی۔ فرمایا: اے اللہ! سر منڈوانے والوں کو بخش۔ انہوں نے کہا: اور بال کتروانے والوں کو بھی۔ آپؐ نے (سر منڈوانے والوں کے لیے) تین بار فرمایا۔ پھر فرمایا: بال کتروانے والوں کو بھی۔

١٧٢٩: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ ابْنِ أَسْمَاءَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ عَنْ نَّافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ قَالَ حَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَائِفَةٌ مِّنْ أَصْحَابِهِ وَقَصَّرَ بَعْضُهُمْ.

اطرافه: ١٧٢٦، ٤٤١٠، ٤٤١١.

۱۷۲۹: عبداللہ بن محمد بن اسماء نے ہم سے بیان کیا کہ جویریہ بن اسماء نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے روایت کی کہ حضرت عبداللہ (بن عمرؓ) نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپؐ کے صحابہ میں سے ایک گروہ نے سر منڈوایا اور ان میں سے بعض نے بال کتروائے۔

١٧٣٠: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مُّعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ قَالَ قَصَّرْتُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِشْقَصٍ.

۱۷۳۰: ابوعاصم نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ابن جریج سے، انہوں نے حسن بن مسلم سے، حسن نے طاؤس سے، طاؤس نے حضرت ابن عباسؓ سے، حضرت ابن عباسؓ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال ایک بڑی قینچی سے کترے۔

تشریح: **اَلْحَلْقُ وَالتَّقْصِيْرُ عِنْدَ الْاِحْلَالِ:** حلق یا تقصیر کے بارہ میں ایک اختلاف یہ بھی ہے کہ آیا یہ مناسک حج میں سے ہیں یا مباحات میں سے یعنی ایسے امور جن کا کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہے۔ جمہور کے نزدیک یہ مناسک حج میں سے ہے۔ جس کی طرف امام بخاریؒ نے عنوانِ باب میں عِنْدَ الْاِحْلَالِ کے الفاظ سے اشارہ کیا ہے۔ یعنی احرام کھولنے پر۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے بھی ظاہر ہے کہ آپؐ نے حج کی قبولیت میں حلق یا قصر دونوں کو شامل فرمایا ہے۔ دعا کا تعلق ثواب سے ہے اور ثواب عبودیت پر ہوتا ہے۔ اگر یہ صورت صرف مباح ہوتی تو مباحات میں ایک مباح شے کو دوسری مباح شے پر فضیلت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے ظاہر ہے کہ حلق کو قصر پر فضیلت ہے۔ (فتح الباری جزء ۳ صفحہ ۷۰۹)

ابن اثیر نے اپنی تصنیف النہایہ میں لکھا ہے کہ مذکورہ بالا واقعۂ حلق اور قصر کا تعلق صلح حدیبیہ کے موقع سے ہے۔ عربوں میں قصر پسند کیا جاتا اور حلق نہیں۔ اس لئے جنہوں نے حلق کیا؛ انہوں نے تعمیل حکم کا ثبوت انشراح صدر سے دیا۔ امام ابن حجرؒ نے یہ تاویل ردّ کی ہے اور بتایا ہے کہ عمرہ میں قصر اور حج میں حلق مستحب تھا اور اس بارہ میں خطابی کا قول نقل کیا ہے۔ جس سے ابن اثیر کے قول عدم انشراحِ صدر کی تائید نہیں ہوتی۔ بلکہ جیسا کہ خطابی نے عربوں کے رواج کی تصریح کی ہے؛ اس کی تائید ہوتی ہے۔ یعنی ان کے ہاں بال چھوڑنے کو پسند کیا جاتا ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۷۱۲)

امام بخاریؒ کے نزدیک محولہ بالا دعا کا تعلق حجۃ الوداع سے ہے؛ نہ کہ صلح حدیبیہ سے۔ بے شک حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں حجۃ الوداع کا ذکر نہیں، نہ صلح حدیبیہ کا؛ جس کے بعد وہ مسلمان ہوئے ہیں۔ مگر روایت نمبر ۱۷۲۸ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ روایت بالمعنی ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۷۱۱) لیکن حضرت ابن عمرؓ کی روایت جو باب کی پہلی روایت ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج میں سر منڈوایا۔ آپؐ نے ہجرت کے بعد یہی ایک حج کیا تھا جو حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے۔ روایت نمبر ۱۷۲۶ ایک دوسری سند سے بھی نقل کی گئی ہے۔ اس میں ہے کہ بعض نے حلق کیا اور بعض نے قصر اور آپؐ نے دعا کی۔ (**مسلم، کتاب الحج، باب تفضیل الحلق علی التقصیر**) دونوں روایات (نمبر ۱۷۲۶، ۱۷۲۷) کو ملا کر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ حجۃ الوداع میں ہی ہوا ہے۔ اس باب کی چوتھی روایت جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے؛ امام موصوف نے کتاب المغازی میں بھی بسند موسیٰ بن عقبہ نقل کی ہے۔ اس میں ان الفاظ سے صراحت ہے کہ **أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حَلَقَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَأُنَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِهِ وَقَصَّرَ بَعْضُهُمْ.** (روایت نمبر ۴۴۱۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض صحابہؓ نے حلق کیا اور بعض نے قصر۔ پانچویں روایت حضرت ابن عباسؓ بسند ابن جریج نقل کی گئی ہے۔ اس میں حضرت معاویہؓ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بال قینچی سے ختصے کرانے کا ذکر ہے۔ یہ واقعہ حدیبیہ کا ہے۔ پہلی اور یہ روایت آپس میں متضاد نہیں؛ بلکہ درحقیقت دو مختلف موقعوں سے متعلق ہیں۔ ایک حجۃ الوداع کا موقع جب آپؐ نے حلق کیا اور دوسرا موقع حدیبیہ کا؛ جہاں آپؐ عمرہ سے روکے گئے اور آپؐ نے قربانی کرنے کے بعد بال کتروائے۔

خلاصہ یہ کہ عنوانِ باب کا مضمون واضح ہے۔ احرام کی حالت سے نکلنے کے وقت حلق یا قصر کیا جاتا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۷۱۱ تا ۷۱۴) (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ۶۲) قرآن کریم میں دونوں باتوں کا ذکر ہے۔ فرماتا ہے: **لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ آمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُؤُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ.** (**الفتح:۲۸**) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے دونوں پر عمل کیا اور ارشادِ باری تعالیٰ **وَلَا تَحْلِقُوْا رُؤُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ.** (**البقرۃ:۱۹۷**) سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ حلق علامت ہے احلال یعنی احرام کی حالت سے نکلنے کی اور اس لئے یہ مناسک حج میں سے ہے۔ فقہاء نے اس ضمن میں یہ سوال بھی اٹھایا ہے کہ بال کس قدر منڈوائے یا کتروائے جائیں۔ امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک سارے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایک چوتھائی کافی ہیں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۷۱۳) یہ اختلاف بھی امام موصوفؒ کے مدنظر ہے۔ اس میں کوئی تخصیص نہیں۔

بَاب ۱۲۸ : تَقْصِيْرُ الْمُتَمَتِّعِ بَعْدَ الْعُمْرَةِ

عمرہ کے بعد تمتع کرنے والے کا بال کتروانا

۱۷۳۱ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ أَمَرَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَّطُوْفُوْا بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ يَحِلُّوْا وَيَحْلِقُوْا أَوْ يُقَصِّرُوْا.

۱۷۳۱: محمد بن ابی بکر نے ہم سے بیان کیا کہ فضیل بن سلیمان نے ہمیں بتایا۔ موسیٰ بن عقبہ نے ہم سے بیان کیا۔ کریب نے مجھے خبر دی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تشریف لائے تو آپؐ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ وہ بیت اللہ اور صفا مروہ کا طواف کریں۔ پھر احرام کھول دیں اور سر منڈوائیں یا بال کتروائیں۔

اطرافه: ۱۵۴۵، ۱۶۲۵.

تشریح: تَقْصِيْرُ الْمُتَمَتِّعِ بَعْدَ الْعُمْرَةِ: بَعْدَ الْعُمْرَةِ سے مراد یہ ہے کہ عمرہ کرکے احرام کھولنے پر۔ عنوانِ باب سے اختلاف کی طرف اشارہ ہے جو علماء کے درمیان حج اور عمرہ میں حلق یا قصر سے متعلق ہوا ہے۔ یعنی جو شخص پہلی بار حج یا عمرہ کرے تو حلق کرے یا حج میں حلق ہو اور عمرہ میں قصر۔ (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ۶۷) مگر مستند احادیث سے یہ امر اختیاری ہے اور حالات کے ماتحت۔

بَاب ۱۲۹ : اَلزِّيَارَةُ يَوْمَ النَّحْرِ

قربانی کے دن (دسویں ذوالحج کو) طوافِ زیارت کرنا

وَقَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَخَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزِّيَارَةَ إِلَى اللَّيْلِ وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي حَسَّانَ عَنِ ابْنِ

اور ابوزبیر نے حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے نقل کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طوافِ زیارت میں اتنی دیر کی کہ رات ہوگئی اور ابوحسان سے مذکور ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عباس

عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَزُوْرُ الْبَيْتَ أَيَّامَ مِنًى.

رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ کے دنوں میں بیت اللہ کا طوافِ زیارت کیا کرتے تھے۔

۱۷۳۲: وَقَالَ لَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ طَافَ طَوَافًا وَّاحِدًا ثُمَّ يَقِيْلُ ثُمَّ يَأْتِي مِنًى يَعْنِي يَوْمَ النَّحْرِ. وَرَفَعَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ.

۱۷۳۲: اور ابونعیم نے ہم سے بیان کیا۔ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبیداللہ سے، انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے بیت اللہ کا ایک ہی طواف (طوافِ زیارت) کیا۔ پھر قیلولہ کرتے۔ پھر منیٰ میں آتے یعنی قربانی کے دن۔ اور عبدالرزاق نے یہ حدیث مرفوع بیان کی۔ (کہا:) عبیداللہ نے ہمیں خبر دی۔

۱۷۳۳: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنِ الْأَعْرَجِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ حَجَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَفَضْنَا يَوْمَ النَّحْرِ فَحَاضَتْ صَفِيَّةُ فَأَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا مَا يُرِيْدُ الرَّجُلُ مِنْ أَهْلِهِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّهَا حَائِضٌ قَالَ حَابِسَتُنَا هِيَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ أَفَاضَتْ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَ اخْرُجُوْا. وَيُذْكَرُ عَنِ الْقَاسِمِ وَعُرْوَةَ وَالْأَسْوَدِ

۱۷۳۳: یحيٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ جعفر بن ربیعہ سے مروی ہے۔ انہوں نے اعرج سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم نے حج کیا اور قربانی کے دن واپس آ کر طواف کیا۔ حضرت صفیہؓ کو حیض آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے چاہا جو مرد اپنی بیوی سے چاہتا ہے تو میں نے کہا: یارسول اللہ! وہ حائضہ ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا: کیا وہ ہمیں (کوچ سے) روکے رکھیں گی؟ اہل بیت نے کہا: یارسول اللہ! وہ قربانی کے دن طوافِ زیارت کر چکی ہیں۔ فرمایا: تو کوچ کرو۔ قاسم، عروہ اور اسود سے مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَفَاضَتْ صَفِيَّةُ يَوْمَ النَّحْرِ.

روایت ہے۔ (انہوں نے کہا:) حضرت صفیہؓ نے قربانی کے دن طوافِ زیارت کرلیا تھا۔

اطرافه: ۲۹٤، ۳۰۵، ۳۱٦، ۳۱۷، ۳۱۹، ۳۲۸، ۱۵۱٦، ۱۵۱۸، ۱۵۵٦، ۱۵٦۰، ۱۵٦۱، ۱۵٦۲، ۱٦۳۸، ۱٦۵۰، ۱۷۰۹، ۱۷۲۰، ۱۷۵۷، ۱۷٦۲، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸٦، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۲۹۵۲، ۲۹۸٤، ٤۳۹۵، ٤٤۰۱، ٤٤۰۸، ۵۳۲۹، ۵۵٤۸، ۵۵۵۹، ٦۱۵۷، ۷۲۲۹.

تشریح: **اَلزِّيَارَةُ يَوْمَ النَّحْرِ:** دس ذوالحج کو جو قربانی کا پہلا دن ہے؛ بیت اللہ کا طواف کیا جاتا ہے؛ جسے طواف الزیارت کہتے ہیں۔ اس کا نام طوافِ افاضہ اور طواف الصدر اور طواف الرکن بھی ہے۔ افاضہ اور صدر کے الفاظ ہم معنی ہیں۔ یعنی نکلنا یا لوٹنا۔

عنوانِ باب میں ابوالزبیر اور حضرت ابن عباسؓ کا جو حوالہ دیا گیا ہے؛ اس سے متعلق ابوداوٗدؒ[1] ترمذیؒ[2] اور امام احمد بن حنبلؒ[3] نے روایتیں نقل کی ہیں۔ یہ روایات حضرت ابن عمرؓ اور حضرت جابرؓ[4] کی روایتوں کے خلاف ہیں؛ جن سے صراحت ہوتی ہے کہ قربانی کے روز دن کے وقت طواف کیا گیا۔ تیسرا حوالہ ابوحسان مسلم بن عبداللہ عدوانی کا ہے جو طبرانی[5] میں منقول ہے۔

امام بخاریؒ اس طرف اشارہ کرکے بتانا چاہتے ہیں کہ طواف خواہ رات کو ہو، خواہ دن کو؛ شرط یہی ہے کہ قربانی کے روز ہی کیا جائے۔ روایت نمبر۱۷۳۳ سے بھی یہی ثابت کرنا مقصود ہے۔ حضرت صفیہؓ سے متعلق اہل بیت اور حضرت عائشہؓ کا بیان کہ أَفَاضَتْ يَوْمَ النَّحْرِ سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کو علم تھا کہ قربانی کے دن یہ طوافِ افاضہ یا زیارت کیا جاتا تھا۔ اس روایت کے آخر میں قاسم کی روایت کا ذکر کیا گیا ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ ابوسلمہ راوی اس میں منفرد نہیں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۷۱۷) اس تعلق میں یہ امر قابل ذکر ہے کہ طوافِ زیارت امام مالکؒ کے نزدیک واجب نہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ۷۰)

---

[1] (ابوداؤد، کتاب المناسک، باب الإفاضة فی الحج)
[2] (ترمذی، کتاب الحج، باب ما جاء فی طواف الزیارة باللیل)
[3] (مسند احمد بن حنبل، مسند بنی هاشم، مسند عبد اللّٰه بن العباس، جزء اوّل صفحہ۲۸۸)
[4] (مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ)
[5] (المعجم الکبیر للطبرانی، ما أسند عبد اللّٰه بن عباسؓ، روایت نمبر۱۲۹۰۴ جزء۱۲ صفحہ۲۰۵)

بَاب ۱۳۰

إِذَا رَمَى بَعْدَ مَا أَمْسَى أَوْ حَلَقَ قَبْلَ أَنْ يَّذْبَحَ نَاسِيًا أَوْ جَاهِلًا

شام ہوچکنے کے بعد جب کوئی رمی کرے یا ذبح کرنے سے پہلے سر منڈا لے؛ بھول کر یا ناواقفی سے

١٧٣٤ : حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيْلَ لَهُ فِي الذَّبْحِ وَالْحَلْقِ وَالرَّمْيِ وَالتَّقْدِيْمِ وَالتَّأْخِيْرِ فَقَالَ لَا حَرَجَ.

۱۷۳۴: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ وہیب نے ہمیں بتایا۔ (عبداللہ) بن طاؤس نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذبح کرنے، سر منڈانے، رمی اور ان میں سے کسی بات کو آگے پیچھے کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔

اطرافه: ٨٤، ١٧٢١، ١٧٢٢، ١٧٢٣، ١٧٣٥، ٦٦٦٦.

١٧٣٥ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْأَلُ يَوْمَ النَّحْرِ بِمِنًى فَيَقُوْلُ لَا حَرَجَ فَسَأَلَهُ رَجُلٌ فَقَالَ حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ قَالَ اذْبَحْ وَلَا حَرَجَ وَقَالَ رَمَيْتُ بَعْدَ مَا أَمْسَيْتُ فَقَالَ لَا حَرَجَ.

۱۷۳۵: علی بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ یزید بن زُرَیع نے ہمیں بتایا۔ خالد نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی ﷺ سے قربانی کے دن منیٰ میں مسئلے پوچھے جاتے تو آپؐ فرماتے: کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ ایک شخص نے آپؐ سے دریافت کیا۔ کہا: میں نے ذبح کرنے سے پہلے سر منڈا لیا ہے۔ فرمایا: ذبح کرلے کوئی حرج نہیں اور انہوں نے کہا: شام ہوجانے کے بعد میں نے رمی کی۔ تو آپؐ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔

اطرافه: ٨٤، ١٧٢١، ١٧٢٢، ١٧٢٣، ١٧٣٤، ٦٦٦٦.

تشریح: **اِذَا رَمَى بَعْدَ مَا اَمْسَى...... نَاسِيًا اَوْ جَاهِلًا:** مناسک حج میں سے کوئی عمل آگے پیچھے ہوجائے؛ بھول کر یا ناواقفیت سے تو فقہاء نے ایسی کوتاہی پر سوال اُٹھایا ہے کہ آیا کوئی کفارہ یا فدیہ دینا

ہوگا یا نہیں؟ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حج وغیرہ کی عبادتوں میں ترتیب ملحوظ رکھنا ضروری ہے؛ ورنہ فدیہ لازم آئے گا۔ مگر امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور اہل حدیث کے نزدیک فدیہ کوئی نہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ۷۱،۷۲) اسی اختلاف کے پیش نظریہ باب قائم کیا گیا ہے۔ باب کا عنوان الفاظ نَاسِيًا اَوْ جَاهِلًا سے قائم کرنے کے بعد باب نمبر۱۳۱ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ کا ذکر ہے؛ جو باب نمبر۱۲۵ میں گذر چکا ہے۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی فدیہ دینے کا حکم نہیں دیا۔ امام ابوحنیفہؒ کا استدلال مذکورہ بالا حدیث کے الفاظ ہی سے ہے کہ لَا حَرَجَ کے فقرہ کا تعلق ناواقفیت سے ہے۔ علم ہونے کے بعد مناسکِ حج کی ترتیب ملحوظ رکھنا قابل کفارہ ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے معنونہ مسئلہ سے متعلق اپنی کسی رائے کا اظہار نہیں کیا۔

بَاب ۱۳۱ : اَلْفُتْيَا عَلَى الدَّابَّةِ عِنْدَ الْجَمْرَةِ

جمرہ کے پاس سواری پر بیٹھے ہوئے فتویٰ دینا

۱۷۳۶ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عِيسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَجَعَلُوْا يَسْأَلُوْنَهُ فَقَالَ رَجُلٌ لَمْ أَشْعُرْ فَحَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ قَالَ اذْبَحْ وَلَا حَرَجَ فَجَاءَ آخَرُ فَقَالَ لَمْ أَشْعُرْ فَنَحَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ قَالَ ارْمِ وَلَا حَرَجَ فَمَا سُئِلَ يَوْمَئِذٍ عَنْ شَيْءٍ قُدِّمَ وَلَا أُخِّرَ إِلَّا قَالَ افْعَلْ وَلَا حَرَجَ.

۱۷۳۶: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے ابن شہاب سے۔ انہوں نے عیسیٰ بن طلحہ سے، عیسیٰ نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں وقوف کیا تو وہ آپؐ سے مسئلے پوچھنے لگے۔ ایک شخص نے کہا: مجھے معلوم نہ تھا اور میں نے ذبح کرنے سے پہلے سر منڈا لیا ہے۔ فرمایا: ذبح کرلے، کوئی حرج نہیں۔ ایک اور شخص آیا۔ اس نے کہا: مجھے معلوم نہ تھا۔ میں نے رمی سے پہلے ذبح کرلیا ہے۔ فرمایا: رمی کرلے، کوئی حرج نہیں۔ اس دن کسی امر کی تقدیم وتاخیر کے متعلق آپؐ سے جب بھی دریافت کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا: ایسا کرلو، کوئی حرج نہیں۔

اطرافه: ۸۳، ۱۲۴، ۱۷۳۷، ۱۷۳۸، ۶۶۶۵۔

١٧٣٧ : حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ عِيْسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ شَهِدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ كُنْتُ أَحْسِبُ أَنَّ كَذَا قَبْلَ كَذَا ثُمَّ قَامَ آخَرُ فَقَالَ كُنْتُ أَحْسِبُ أَنَّ كَذَا قَبْلَ كَذَا حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَنْحَرَ نَحَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ وَأَشْبَاهَ ذَلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ افْعَلْ وَلَا حَرَجَ لَهُنَّ كُلِّهِنَّ فَمَا سُئِلَ يَوْمَئِذٍ عَنْ شَيْءٍ إِلَّا قَالَ افْعَلْ وَلَا حَرَجَ.

۱۷۳۷: سعید بن یحییٰ بن سعید نے ہم سے بیان کیا کہ میرے باپ نے ہمیں بتایا۔ ابن جریج نے ہم سے بیان کیا کہ زہری نے مجھے بتایا۔ انہوں نے عیسیٰ بن طلحہ سے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے (عیسیٰ بن طلحہ) سے بیان کیا کہ وہ موجود تھے؛ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن لوگوں سے خطاب فرمایا تھا۔ ایک شخص اُٹھ کر آپؐ کی طرف گیا اور کہنے لگا: میں سمجھتا تھا کہ فلاں بات فلاں بات سے پہلے ہے۔ پھر ایک دوسرا اُٹھا تو اس نے کہا کہ میں سمجھتا تھا کہ فلاں بات فلاں بات سے پہلے ہے۔ یعنی ذبح کرنے سے پہلے سر منڈایا ہے اور رمی سے پہلے ذبح کر لیا ہے اور ایسی اور باتیں بھی؛ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب باتوں سے متعلق فرمایا: کرلے، کوئی حرج نہیں۔ اس دن آپؐ سے جو بات دریافت کی گئی، اس کا آپؐ نے یہی جواب دیا: کرلے، کوئی حرج نہیں۔

اطرافه: ٨٣، ١٢٤، ١٧٣٦، ١٧٣٨، ٦٦٦٥۔

١٧٣٨ : حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي عِيْسَى بْنُ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ وَقَفَ رَسُوْلُ اللهِ

۱۷۳۸: اسحٰق نے ہم سے بیان کیا، کہا: یعقوب بن ابراہیم نے ہمیں خبر دی کہ میرے باپ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے صالح سے، انہوں نے ابن شہاب سے روایت کی۔ (انہوں نے کہا) کہ عیسیٰ بن طلحہ بن عبیداللہ نے مجھ سے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى نَاقَتِهِ... فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ. تَابَعَهُ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

سنا۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر وقوف کیا۔...... پھر اسی حدیث کا ذکر کیا۔ معمر نے بھی زہری سے روایت کرتے ہوئے صالح کی طرح یہی حدیث بیان کی۔

اطرافه: ٨٣، ١٢٤، ١٧٣٦، ١٧٣٧، ٦٦٦٥۔

بَاب ١٣٢ : اَلْخُطْبَةُ أَيَّامَ مِنًى

منیٰ کے دنوں میں خطبہ

١٧٣٩ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ ابْنُ غَزْوَانَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَيُّ يَوْمٍ هَذَا قَالُوْا يَوْمٌ حَرَامٌ قَالَ فَأَيُّ بَلَدٍ هَذَا قَالُوْا بَلَدٌ حَرَامٌ قَالَ فَأَيُّ شَهْرٍ هَذَا قَالُوْا شَهْرٌ حَرَامٌ قَالَ فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فَأَعَادَهَا مِرَارًا ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ اللَّهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ اللَّهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ

١٧٣٩: علی بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ یحیٰ بن سعید نے مجھے بتایا۔ فضیل بن غزوان نے ہم سے بیان کیا۔ عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا کہ رسول اللہ ﷺ قربانی کے دن لوگوں سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: لوگو! یہ کون سا دن ہے؟ انہوں نے کہا: حرمت والا دن ہے۔ فرمایا: یہ کون سا شہر ہے؟ انہوں نے کہا: حرمت والا شہر۔ آپؐ نے فرمایا: یہ کون سا مہینہ ہے؟ انہوں نے کہا: حرمت والا مہینہ۔ فرمایا: تو یاد رکھو کہ تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری آبروئیں تم پر اسی طرح حرام (قابل عزت) ہیں، جیسا کہ تمہارے اس دن کی حرمت تمہارے اس شہر میں اس مہینہ میں۔ آپؐ نے یہ بات کئی بار دہرائی۔ پھر آپؐ نے اپنا سر (آسمان کی طرف) اُٹھایا۔ فرمایا: اے اللہ! کیا میں نے پورے طور پر (تیرا حکم) پہنچا دیا ہے؟ اے اللہ! میں نے (تیرا حکم) پورے طور پر پہنچا دیا ہے؟ حضرت

اللّٰهُ عَنْهُمَا فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّهَا لَوَصِيَّتُهُ إِلَى أُمَّتِهِ فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ.

اطرافه: ۷۰۷۹۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اسی کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ یہ بات آپؐ کی وصیت ہی تھی؛ جو آپؐ نے امت کو کی۔ سو چاہیے کہ جو یہاں موجود ہوں؛ وہ غیر موجود کو پہنچا دیں۔ میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں اُڑاتے رہو۔

۱۷۴۰: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ بِعَرَفَاتٍ. تَابَعَهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو.

۱۷۴۰: حفص بن عمر نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا کہ عمرو نے مجھے خبر دی۔ کہا: جابر بن زید سے میں نے سنا۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا۔ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ عرفات میں لوگوں سے مخاطب تھے۔ ابن عیینہ نے شعبہ کی طرح یہ بات عمرو (بن دینار) سے روایت کرتے ہوئے بیان کی۔

اطرافه: ۱۸۴۱، ۱۸۴۳، ۵۸۰۴، ۵۸۵۳۔

۱۷۴۱: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ حَدَّثَنَا قُرَّةُ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ ابْنُ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ وَرَجُلٌ أَفْضَلُ فِي نَفْسِي مِنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَ أَتَدْرُوْنَ أَيُّ يَوْمٍ هَذَا قُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ

۱۷۴۱: عبداللہ بن محمد نے ہم سے بیان کیا کہ ابو عامر نے ہمیں بتایا۔ قرۃ نے ہم سے بیان کیا کہ محمد بن سیرین سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ نے مجھے خبر دی کہ حضرت ابوبکرہؓ سے مروی ہے کہ ایک اور شخص نے بھی بیان کیا؛ جو میرے نزدیک عبدالرحمٰن سے افضل ہے کہ حمید بن عبدالرحمٰن نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم قربانی کے دن ہم سے مخاطب ہوئے۔ فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ کونسا دن ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔

أَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ قَالَ أَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ قُلْنَا بَلَى قَالَ أَيُّ شَهْرٍ هَذَا قُلْنَا اللهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ فَقَالَ أَلَيْسَ ذُو الْحَجَّةِ قُلْنَا بَلَى قَالَ أَيُّ بَلَدٍ هَذَا قُلْنَا اللهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ قَالَ أَلَيْسَتْ بِالْبَلْدَةِ الْحَرَامِ قُلْنَا بَلَى قَالَ فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا إِلَى يَوْمِ تَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ, أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ اللَّهُمَّ اشْهَدْ فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ فَلَا تَرْجِعُوْا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ.

آپؐ خاموش رہے۔ یہاں تک کہ ہم سمجھے کہ آپؐ اس دن کا کوئی اور نام رکھیں گے۔فرمایا: کیا یہ قربانی کا دن نہیں؟ ہم نے کہا: کیوں نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: یہ کونسا مہینہ ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ خاموش رہے۔ یہاں تک کہ ہم سمجھے کہ آپؐ اس مہینہ کا کوئی اور نام رکھیں گے تو آپؐ نے فرمایا: کیا یہ ذوالحج کا مہینہ نہیں؟ ہم نے کہا: بیشک (ذوالحج کا مہینہ ہی ہے۔) فرمایا: یہ کونسا شہر ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ خاموش رہے۔ یہاں تک کہ ہم سمجھے کہ آپؐ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: کیا یہ حرمت والا شہر نہیں؟ ہم نے کہا: ضرور۔ فرمایا: تو پھر یاد رکھو کہ تمہارے خون، تمہارے مال تم پر اسی طرح حرام (باعزت) ہیں؛ جس طرح تمہارے اس دن کی حرمت تمہارے اس مہینہ میں، تمہارے اس شہر میں، اس روز تک کہ تم اپنے ربّ سے ملو۔ سنو! کیا میں نے (اللہ کا حکم) پورے طور پر پہنچا دیا ہے؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں۔ فرمایا: اے میرے اللہ! گواہ رہ۔ چاہیے کہ جو یہاں موجود ہے، وہ غیر موجود کو یہ بات پہنچا دے۔ کیونکہ بسا اوقات جسے بات پہنچائی جاتی ہے، وہ سننے والے سے زیادہ سمجھ دار ہوتا ہے۔ سو میرے بعد پھر کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں اڑاتے رہو۔

اطرافه: ٦٧، ١٠٥، ٣١٩٧، ٤٤٠٧، ٤٦٦٢، ٥٥٥٠، ٧٠٧٨، ٧٤٤٧.

١٧٤٢: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ أَخْبَرَنَا عَاصِمُ

۱۷۴۲: محمد بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ یزید بن ہارون نے ہمیں بتایا۔ عاصم بن محمد بن زید نے ہمیں

ابْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى أَتَدْرُوْنَ أَيُّ يَوْمٍ هَذَا قَالُوْا اللهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ فَقَالَ فَإِنَّ هَذَا يَوْمٌ حَرَامٌ أَفَتَدْرُوْنَ أَيُّ بَلَدٍ هَذَا قَالُوْا اللَّهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ قَالَ بَلَدٌ حَرَامٌ أَفَتَدْرُوْنَ أَيُّ شَهْرٍ هَذَا قَالُوْا اللهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ قَالَ شَهْرٌ حَرَامٌ قَالَ فَإِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا. وَقَالَ هِشَامُ بْنُ الْغَازِ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا وَقَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ بَيْنَ الْجَمَرَاتِ فِي الْحَجَّةِ الَّتِي حَجَّ بِهَذَا وَقَالَ هَذَا يَوْمُ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ فَطَفِقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اللَّهُمَّ اشْهَدْ وَوَدَّعَ النَّاسَ فَقَالُوْا هَذِهِ حَجَّةُ الْوَدَاعِ.

خبر دی کہ ان کے باپ (محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر) سے مروی ہے۔ انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ کونسا دن ہے؟ تو لوگوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: یہ حرمت والا دن ہے اور تم جانتے ہو، یہ کونسا شہر ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: حرمت والا شہر اور تم جانتے ہو کہ یہ کونسا مہینہ ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: حرمت والا مہینہ۔ آپؐ نے فرمایا: تو یاد رکھو کہ اللہ نے تمہارے خون، تمہارے مال، تمہاری آبروئیں اسی طرح حرام کی ہیں جس طرح کہ تمہارے اس دن کی حرمت، تمہارے اس مہینہ میں، تمہارے اس شہر میں۔ اور ہشام بن غاز نے کہا: نافع نے مجھے خبر دی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن جمرات کے درمیان اس حج میں جو آپؐ نے کیا، وقوف فرمایا اور کہا: یہ حج اکبر کا دن ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہنا شروع کیا: اے میرے اللہ! گواہ رہو اور لوگوں کو الوداع کیا تو وہ کہنے لگے: یہ حجۃ الوداع ہے۔

اطرافه: ۴۴۰۳، ۶۰۴۳، ۶۱۶۶، ۶۷۸۵، ۶۸۶۸، ۷۰۷۷۔

تشریح: **اَلْخُطْبَةُ أَيَّامَ مِنًى:** حج کے ایام میں تین خطبے مسنون ہیں۔ قربانی کے دن مقامِ منیٰ میں جب آپؐ سے فتویٰ پوچھا گیا؛ اسے بھی چونکہ خطبہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، اس لئے بعض نے یہ چوتھا خطبہ

قرار دیا ہے۔ (دیکھئے روایت نمبر ۱۷۳۷) یہی مذہب امام شافعیؒ وغیرہ کا ہے۔ لیکن امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کو ان سے اتفاق نہیں۔ ان ائمہ کے نزدیک خطبے دراصل تین ہیں۔ ساتویں ذوالحجہ کا خطبہ، عرفات کے دن کا خطبہ (باب ۹۰) اور منیٰ میں قربانی کے دوسرے دن کا خطبہ۔ ایامِ تشریق کے تیسرے دن چونکہ کوچ کیا گیا؛ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو رخصت کرتے وقت ان سے مخاطب ہوئے تھے۔ (روایت نمبر ۱۷۴۲) اس قسم کے اختلافات کے پیش نظر مذکورہ بالا باب میں امام موصوفؒ نے اپنی تحقیق پیش کی ہے اور مندرجہ چار روایتوں سے امام شافعیؒ کے مذہب کی تائید کی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے عمدۃ القاری جزء ۱۰ صفحہ ۷۸ تا ۸۰۔ نیز فتح الباری جزء ۳ صفحہ ۷۲۸۔

عنوانِ باب اور روایات کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ یوم النحر کو خطبہ منیٰ ہوا۔ (دیکھئے روایت نمبر ۱۷۳۹، ۱۷۴۱) اور خطبہ عرفات اس سے الگ ہے۔ (دیکھئے روایت نمبر ۱۷۴۰) یہ روایت یہاں مختصر نقل کی گئی ہے؛ لیکن روایت نمبر ۱۸۴۱ کے تحت یہ روایت مفصل مذکور ہے۔ جہاں محرم کو جوتا نہ ملنے کی صورت میں موزہ پہننے کی اجازت دینے کا ذکر ہے۔ یہ خطبہ عام نصیحت پر مشتمل ہے۔ اس میں احکامِ حج کا ذکر نہیں۔ جس سے بعض نے اسے خطبہ قرار نہیں دیا۔ مگر ان کی یہ دلیل روایت نمبر ۱۷۴۲ کے آخر میں ہشام بن غاز کی روایت کے حوالہ سے توڑی گئی ہے۔ اس میں مقامِ وقوف اور میدانِ منیٰ کی تعیین کا ذکر ہے۔ جبکہ روایت نمبر ۱۷۳۹ و ۱۷۴۱ میں یوم النحر کے الفاظ سے قربانی کے دن کی تعیین ہے۔ یعنی دسویں ذی الحجہ۔ ان روایتوں سے بتایا گیا ہے کہ آٹھویں ذی الحجہ کا نام یوم الترویہ ہے اور نویں کا نام یوم عرفات اور گیارھویں کا نام یوم النفر اور بارھویں کا نام یوم النفر الاول اور تیرھویں کا نام یوم النفر الثانی۔ ان ایام میں سے دسویں، گیارھویں اور بارھویں تاریخیں ایام التشریق سے تعبیر کی جاتی ہیں۔

یوم النحر کے خطبہ کی اہمیت سے متعلق دیکھئے روایت نمبر ۱۷۳۹، ۱۷۴۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ منیٰ میں اپنا منشا و مدعا جس اسلوب سے اہل عرب کے ذہن نشین فرمایا ہے؛ اس کے لئے اس سے بہتر اور کوئی اسلوب نہیں ہوسکتا۔ آپؐ نے پہلے انہیں خاموش فرمایا۔ پھر دن، مہینہ اور مقام دریافت فرمایا؛ جس سے ذہنوں میں حیرت، تعجب اور دریافت کی خواہش اُبھری اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو سننے کے لئے ہمہ تن گوش ہوگئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تو ایک مقدس دن اور مقدس مہینہ اور مقدس مقام کی طرف اہل عرب کو توجہ دلائی؛ جن کی حرمت ان کے دل و دماغ کے تمام گوشوں میں صدیوں سے رچی ہوئی تھی اور پھر فرمایا: ''تمہاری جانیں اور تمہاری آبروئیں اور تمہارے اموال اسی طرح معزز اور مقدس ہیں جس طرح یہ چیزیں۔'' یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ عرب حرم میں لڑائی جھگڑے اور ظلم وتعدی کو بہت بڑا گناہ سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ حرم میں جائز قصاص لینا بھی ان کے نزدیک ناجائز تھا اور فرمایا کہ جان و مال اور عزت وآبرو کا یہ تقدس صرف اس دن یا اس مہینے یا اس مقام کے لئے مخصوص نہیں بلکہ اِلَی یَوْمِ تَلْقَوْنَ رَبَّکُمْ کہ یہ چیزیں ہمیشہ اسلام میں معزز رہیں گی۔ یہ فرما کر سابقہ خون بہا، قصاص اور سودی لین دین سب کالعدم کردیئے۔ حتیٰ کہ اپنے ایک قریبی عزیز کا قصاص بھی معاف فرمادیا۔ یہ اعلان کرنے کے بعد آپؐ نے نصیحت فرمائی کہ اسی دین پر قائم رہنا، اختلاف

نہ کرنا اور اس دین سے مرتد ہوکر ایک دوسرے کی گردنیں نہ اُڑانا بلکہ صلح و آشتی کے ساتھ شیر وشکر ہوکر زندگی بسر کرنا۔ اس کے بعد تین بار دریافت فرمایا: اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ ۔سنو! کیا میں نے پورے طور پر تبلیغ کا حق ادا نہیں کر دیا؟ سامعین سے اثبات میں جواب پا کر اللہ تعالیٰ کو مخاطب فرمایا: اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ (روایت نمبر ۱۷۴۱) کہ اے اللہ تو بھی گواہ رہ کہ میں نے فریضہ تبلیغ جو تو نے مجھ پر عائد کیا تھا، پورے طور پر ادا کر دیا ہے۔قرآنِ مجید میں آپ کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرمایا گیا تھا: بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۖ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ (المائدة: ۶۸) جو تیری طرف تیرے ربّ کی طرف سے نازل کیا گیا، اسے پورے طور پر پہنچا دے۔ اگر کماحقہٗ تعمیل نہ کی تو تُو نے اس کا پیغام نہ پہنچایا۔ گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ایک تاکید تھی کہ تبلیغ حق میں کسی قسم کی کوتاہی نہ ہو اور آپ نے ایک فرمانبردار شخص کی طرح اس ارشاد کو قبول فرمایا اور جب وہ فریضہ تبلیغ پورے طور پر ادا کر دیا تو نہ صرف لوگوں کو اس پر گواہ ٹھہرایا اور ان کے اپنے اقرار سے ان پر اتمامِ حجت کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کو بھی پورے ناز سے گواہ ٹھہرایا اور یہی الفاظ دمِ واپسیں بھی آپ کے مقدس لبوں پر تھے: اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ. آپ کو فریضۂ منصبی کی ادائیگی میں اپنی عظیم الشان کامیابی سے متعلق ایک کامل انشراحِ صدر تھا۔اس لحاظ سے خطبہ منیٰ کی تاریخی عظمت ہمیشہ کی یادگار رہے۔محولہ بالا روایات میں مذکورہ خطبہ کے الفاظ باعتبارِ مفہوم تقریباً ایک ہیں۔لیکن صحاحِ ستہ کی بعض دیگر روایات میں بلحاظِ مضمون زیادت ہے۔مثلاً جہاں انسانی جان آئندہ کے لئے قابلِ عزت قرار دی گئی ہے؛ وہاں سابقہ مقتولوں کے انتقام کا حق بھی منسوخ کیا گیا۔چنانچہ آپ نے اعلان فرمایا کہ میں اپنے چچا حارث بن عبدالمطلب کا خون بھی نظر انداز کرتا ہوں۔ یہ چچا بچپن میں بنولیث قبیلہ میں دودھ پلائی اور پرورش کے لئے بھیجے گئے تھے۔اس معصوم بچے کو ہذیل قبیلہ کے کسی فرد نے قریش سے اپنا قصاص لینے کی غرض سے مار ڈالا تھا۔
(ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة التوبة)

زمانہ جاہلیت میں عرب لوگ اپنے مقتول کا بدلہ لینے میں اس قدر سخت طبیعت تھے کہ سالہا سال اور نسل در نسل اپنا انتقام نہ بھولتے۔قاتل کے روپوش یا فوت ہونے پر بھی اس کے خاندان میں سے کسی فرد کو قتل کر کے ہی ٹھنڈا سانس لیتے تھے۔ان کا عقیدہ تھا کہ مقتول کی روح الو کی شکل میں قبر کے اردگرد منڈلاتی اور چلاتی رہتی ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر اس قسم کے سابقہ خون بہا کو منسوخ کر دیا اور فرمایا اِلَّا بِالْحَقِّ (الأنعام: ۱۵۲) ان الفاظ سے اعلان کیا کہ آئندہ قصاص صرف مجرم ہی سے لیا جائے۔ اِلَّا بِالْحَقِّ کے معنی ہیں کہ جہاں حقوق کا تقاضا ہو۔تحقیق کے بعد عدل و انصاف کے تحت قصاص ہوگا۔

اسی طرح ایک اور روایت میں جو اسی خطبہ سے متعلق ہے۔ یہ ذکر آیا ہے کہ آپ نے سودی لین دین سمیت جاہلیت کی متعدد رسومات سے متعلق اپنے پاؤں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ایسے تمام قرضے میں اپنے پاؤں کے نیچے مسلتا ہوں اور اس اعلان کے ساتھ اپنے چچا حضرت عباسؓ کے سودی قرضوں کی ادائیگی بھی منسوخ فرمائی۔(مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ) یہ چچا زمانہ جاہلیت میں سودی کاروبار کرتے تھے۔

اور اس موقع پر عورتوں سے حسن سلوک کی وصیت کی اور فرمایا کہ وہ تمہارے حکم کی پابند ہیں۔ لیکن ویسے ہی تم پر حقوق وواجبات رکھتی ہیں؛ جیسے تمہارے حقوق وواجبات ان پر۔ ان کی طبعی یا تربیتی کمزوری سے درگذر کیا کرو اور ان کے ساتھ شفقت واحسان سے پیش آؤ اور یہ نہ سمجھو کہ وہ تمہاری لونڈیاں ہیں۔ (ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ التوبۃ) اسی طرح غلاموں کے ساتھ بھی اعلیٰ سلوک کی تاکید فرمائی۔ (مسند احمد بن حنبل جزء۴ صفحہ ۳۶)

یہ خلاصہ ہے اس تاریخی خطبہ منیٰ کا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے چند ماہ قبل اپنے حج کے موقع پر دیا اور آپؐ کا یہ حج حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے۔ ابن ماجہ میں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ نزع (دم واپسیں) کی حالت میں آخری الفاظ آپؐ کے لبوں پر یہ تھے: اَلصَّلَاةُ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ. (ابن ماجه، كتاب الوصايا، باب هل أوصى رسول الله ﷺ) یعنی نمازوں کی حفاظت کرو اور غلاموں سے حسن سلوک سے پیش آؤ۔

بَاب ۱۳۳: هَلْ يَبِيْتُ أَصْحَابُ السِّقَايَةِ أَوْ غَيْرُهُمْ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى

کیا منیٰ کی راتوں میں مکہ میں پانی پلانے والے یا ان کے سوا اَور رات کو مکہ میں رہیں

۱۷۴۳: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مَيْمُوْنٍ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا رَخَّصَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ... ح.

اطرافه: ١٦٣٤، ١٧٤٤، ١٧٤٥.

۱۷۴۳: محمد بن عبید بن میمون نے ہم سے بیان کیا کہ عیسیٰ بن یونس نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبیداللہ سے، انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی (رات رہنے کی)۔......

۱۷۴۴: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسَى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذِنَ... ح.

اطرافه: ١٦٣٤، ١٧٤٣، ١٧٤٥.

۱۷۴۴: نیز یحيٰ بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ محمد بن بکر نے ہمیں بتایا کہ ابن جریج نے ہمیں خبر دی کہ عبیداللہ نے مجھے خبر دی۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اِذن دیا۔......

١٧٤٥ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ ابْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ الْعَبَّاسَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اسْتَأْذَنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَبِيْتَ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى مِنْ أَجْلِ سِقَايَتِهِ فَأَذِنَ لَهُ. تَابَعَهُ أَبُو أُسَامَةَ وَعُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ وَأَبُو ضَمْرَةَ.

اطرافه: ١٦٣٤، ١٧٤٣، ١٧٤٤.

۱۷۴۵: نیز محمد بن عبداللہ بن نمیر نے ہم سے بیان کیا کہ میرے باپ نے ہمیں بتایا کہ عبیداللہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: نافع نے مجھے بتایا۔ انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ وہ منیٰ کی راتیں (لوگوں کو) پانی پلانے کی خاطر مکہ میں رہیں تو آپؐ نے انہیں اجازت دے دی۔ محمد بن عبداللہ بن نمیر کی طرح ابواُسامہ اور عقبہ بن خالد اور ابوضمرہ نے بھی یہی حدیث نقل کی۔

تشریح: **هَلْ يَبِيتُ أَصْحَابُ السِّقَايَةِ أَوْ غَيْرُهُمْ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى:** عنوانِ باب استفہامیہ قائم کرکے جواب حذف کردیا ہے۔ کیونکہ حدیث میں اس بارہ میں صراحت نہیں اور ابواسامہ، عقبہ بن خالد اور ابوضمرہ کے حوالہ جات نقل کرنے کی ضرورت اس مسئلہ کے ازالہ کی غرض سے پیش آئی ہے جو امام احمد بن حنبلؒ کی روایت بسند یحییٰ بن سعید قطان کی وجہ سے ہوا ہے کہ وہ موصولاً مروی نہیں۔ وَقَدْ اَخْرَجَهُ أَحْمَدُ عَنْ يَّحْيَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ قَالَ لَا اَعْلَمُهُ اِلَّا عَنِ ابْنِ عُمَرَ (مسند احمد بن حنبل جزء۲ صفحہ۱۹) تفصیل کے لئے دیکھئے: فتح الباری جزء۳ صفحہ۷۳۰) (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ۸۵) ابوضمرہ کی روایت کے لئے دیکھئے نمبر۱۶۳۴ بمع شرح۔

جمہور کے نزدیک منیٰ کا قیام واجب ہے۔ اس وجہ سے اجازت کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ حضرت عباسؓ وغیرہ نے لی اور احناف کے نزدیک سنت ہے۔ پانی پلانے کے علاوہ لکڑ ہاروں، مواشیوں کے گڈریئے اور بیماری وغیرہ کی وجہ سے معذوروں کو اجازت ہے کہ اگر وہ قیام نہ کر سکتے ہوں۔ امام مالکؒ کے نزدیک منیٰ میں قیام کرنا واجب ہے۔ اگر بغیر عذر کے یہ ترک کیا جائے تو فدیہ لازم آتا ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۷۲۹، ۷۳۰) ائمہ کا یہ اختلاف باب میں مدنظر ہے۔ امام بخاریؒ کے نزدیک فدیہ ثابت نہیں۔

بَاب ١٣٤ : رَمْيُ الْجِمَارِ
کنکریاں پھینکنا

وَقَالَ جَابِرٌ رَمَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ ضُحًى وَرَمَى بَعْدَ ذَلِكَ بَعْدَ الزَّوَالِ.

اورحضرت جابرؓ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن چاشت کے وقت رمی کی اور اس کے بعد آپؐ نے سورج ڈھلنے پر رمی کی۔

١٧٤٦ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ وَبَرَةَ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مَتَى أَرْمِي الْجِمَارَ قَالَ إِذَا رَمَى إِمَامُكَ فَارْمِهْ فَأَعَدْتُ عَلَيْهِ الْمَسْأَلَةَ قَالَ كُنَّا نَتَحَيَّنُ فَإِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ رَمَيْنَا.

۱۷۴۶: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا۔ مسعر نے ہمیں بتایا کہ وبرہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ میں کنکریاں کب پھینکوں؟ انہوں نے کہا: جب تیرا امام رمی کرے تو تُو بھی رمی کر۔ میں نے یہ مسئلہ ان سے دوبارہ پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہم وقت کا انتظار کرتے؛ جب سورج ڈھل جاتا تو ہم رمی کرتے۔

تشریح: رَمْيُ الْجِمَارِ: پہلے بتایا جاچکا ہے کہ ارکانِ حج جو واجب ہیں پانچ ہیں۔ احرام، نیت، طواف وسعی بین الصفا والمروۃ، وقوفِ عرفات اور قربانی۔ اب یہاں سے ان امور کا ذکر شروع ہے جو رکن تو نہیں، مگر حج کا ضروری حصہ ہیں۔ مثلاً رمی (یعنی تین ڈھیریوں پر کنکریاں پھینکنا)، حلق یا قصر، سر منڈانا یا قینچی سے بال کتروانا۔ منیٰ میں تین ٹیلے ہیں۔ جنہیں جمرات کہتے ہیں۔ جمرہ کے لغوی معنی ہیں کنکریوں کی ڈھیری اور اس کے ایک معنی اجتماع، لوگوں کا اکٹھا ہو کر کسی بات پر اتفاق کرنا بھی ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۱۰صفحہ۹۰) یہ ڈھیریاں تین ہیں۔ پہلی جمرۃ الاولیٰ جو سب سے چھوٹی ہے اور دوسری جمرہ وسطیٰ یعنی درمیانی ڈھیری اور جمرہ عقبہ جو مشرق کی طرف ہے اور سب سے بڑی ہے۔ یہ منیٰ کا حصہ نہیں ہیں۔ بلکہ اس کی آخری حد ہے، جب مکہ مکرمہ سے آیا جائے اور یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انصار نے بیعت کی تھی کہ اگر آپؐ مدینہ تشریف لائیں تو وہ آپؐ کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت میں ہر طرح مدد کریں گے اور یہ ایک اہم تاریخی واقعہ ہے۔ (معجم البلدان، باب العين والقاف– عقبة) روایات میں آتا ہے کہ یہاں شیطان وسواس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش کی؛ مگر وہ کامیاب نہ ہوا۔ (تفسير القرطبي، سورة البقرة، آیت۱۲۹: رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ، جزء۲صفحہ۱۲۹) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش اور آپؑ کا اس آزمائش میں پورا اُترنے کا ذکر آیت وَإِذِ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ. (البقرة:۱۲۵) میں ہے۔ منیٰ کی آخری حد میں

ڈھیریاں واقع ہیں۔ان پر جو کنکریاں پھینکی جاتی ہیں،تصویری زبان میں شیطان کی اسی ناکامی کا اظہار ہے جو اُسے ان مواقع پر ہوئی۔...... یہ پہلے بتایا جاچکا ہے کہ حج کے ارکان زیادہ تر تصویری زبان میں ہیں۔رمی الجمار بھی شیطانی جدوجہد کی ناکامی کا ایک کھلا کھلا اظہار ہے۔شیطان کی صفت جو قرآنِ مجید میں اس کے انجام کے لحاظ سے بیان کی گئی ہے وہ رجیم ہے۔اس کے معنے ہیں پتھراؤ کیا ہوا اور اس کی اس حقیقت میں ایک عظیم الشان پیشگوئی مضمر ہے کہ حج کے ذریعہ مسلمانوں کو کرائی جانے والی ٹریننگ اس بات کی آئینہ دار ہے کہ وہ آخر اسلام کے ہاتھوں ناکام ہوگا۔مزدلفہ سے آکر ان ڈھیریوں پر کنکریاں پھینکی جاتی ہیں۔ پہلے دن یعنی دس ذوالحج کو دوپہر سے قبل جمرہ عقبہ پر جو سب سے آخری ڈھیری ہے اور گیارھویں اور بارھویں ذوالحجہ کو سورج ڈھلنے کے بعد تینوں ڈھیریوں پر سات سات کنکریاں۔کنکریوں کے پھینکنے کا مسنون طریق یہ ہے کہ ڈھیریوں کے نشیب میں جنوبی طرف کھڑے ہو کر پھینکی جائیں؛ جبکہ منہ شمال کی طرف ہو۔دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور کلمہ شہادت کی انگلی میں لے کر پھینکی جائیں اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہے اور اس کے بعد قربانی کرے،اگر میسر ہو۔یہ مجمل صورت وشکل ہے،اس آخری رکن کی۔جس کے بعد حجامت بنوا کر سوائے ازدواجی تعلقات کے باقی تمام پابندیوں سے حج کرنے والا آزاد ہو جاتا ہے اور اس کے بعد طواف زیارت کیا جاتا ہے اور قیودِ احرام سے وہ پورے طور پر نکل جاتا ہے۔باب نمبر۱۳۴ کا مقصد حضرت جابرؓ کی روایت کے حوالہ سے ظاہر کیا گیا ہے جو صحیح مسلم میں منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دسویں تاریخ کو رمی کی اور یہ رمی ظہر سے پہلے کی گئی اور پھر زوال کے بعد☆ گیارھویں اور بارھویں تاریخ کو کی گئی۔اسی طرح تیرھویں تاریخ کو بھی جب آپؐ نے کوچ کیا۔

یہ سوال کہ آیا منیٰ میں قربانی اور رمی کے طریق کا تعلق ملت ابراہیمی سے ہے یا نہیں؟ اس کا جواب عربوں کی قدیم ترین رسومات میں ملتا ہے جو بموقع حج التزام سے ادا کی جاتی تھیں۔ان کا ذکر ایام جاہلیت کے شعراء کے کلام میں بھی پایا جاتا ہے۔حتیٰ کہ تلبیہ کے الفاظ بھی کم وبیش ان میں موجود تھے۔گو جیسا کہ پہلے لکھا جاچکا ہے؛ ان الفاظ میں شرک کی آمیزش کر لی گئی تھی (دیکھئے تشریح باب ۲۲) اور ہر قبیلہ کے الفاظِ تلبیہ الگ ہوتے تھے۔جیسا کہ قبیلہ بجیلہ کا تلبیہ یہ تھا:-

لَبَّيْكَ عَنِ الْبُجَيْلَةِ الْفَخْمَةِ الرُّجَيْلَةِ
وَنِعْمَةُ الْقَبِيْلَةِ جَاءَتْكَ بِالْوَسِيْلَةِ
نُؤَمِّلُ الْفَضِيْلَةَ

یعنی بُجَیلہ حاضر ہے جو مضبوط اور بہادر ہے اور وہ قبیلہ کی آسودہ حالی تیرے وسیلہ سے لینے آیا ہے۔ہم فضیلت اور برکت کی اُمید لگائے ہوئے (آئے) ہیں۔اس قسم کا ایک اور تلبیہ یہ تھا:-

لَبَّيْكَ يَا مُعْطِيَ الْاَمْرِ لَبَّيْكَ عَنْ بَنِي النَّمِرِ
جِئْنَاكَ فِي الْعَالَمِ الزَّمِرِ فَأَسِلْ غَيْثًا يَنْهَمِرُ

یعنی اے حکومت عطا کرنے والے بنونمر حاضر ہے۔اس سختی اور تنگ دستی کے زمانہ میں ہم تیرے پاس آئے ہیں کہ تو ایسی رحمت کی بارش برسا جو سیراب کر دے۔

☆ (مسلم، کتاب الحج، باب بیان وقت استحباب الرمی)

تلبیہ میں خدا تعالیٰ کے ساتھ لات ومنات وعزیٰ وغیرہ بتوں کو بھی مخاطب کیا جاتا۔اسی طرح قدیم عرب منیٰ میں قربانی بھی کرتے اور رمی بھی اور سر منڈوانے کے بعد بیت اللہ کا طواف کرتے اور حج کی پابندی سے آزاد ہو جاتے۔ان میں عمرہ کا رواج بھی تھا۔لیکن حج کے ایام میں اسے گناہِ کبیرہ اور حرام سمجھتے تھے۔عمرہ ماہِ رجب میں کیا جاتا۔تفصیل کے لئے دیکھئے: **أديان العرب في الجاهلية، الحج، النزول بمزدلفة ومنى وبقية أعمال الحج**، صفحہ۵۲تا۶۸۔

منیٰ میں قربانی اور رمی کا ذکر عارق طائی کے اشعار ہیں۔جن سے وہ عمرہ بن ہند (ملک حیرہ) کو مخاطب کرتا ہے اور کہتا ہے۔

حَلَفْتُ بِهَدْيٍ مُشْعَرٍ بَكَرَاتُهُ ... تَخُبُّ بِصَحْرَاءِ الغَبِيطِ دَرَادِقُه

لَئِنْ لَّمْ تُغَيِّرْ بَعْدَ مَا قَدْ صَنَعْتُمُ ... لَانْتَحِيَنْ لِلْعَظْمِ ذُوْ اَنَا عَارِقُه

(شرح ديوان الحماسة، باب الأضياف، عارق الطائى)

یعنی میں نے حرم کی قربانیوں کی قسم کھائی جن کے اونٹوں کے کوہان نشان شدہ ہیں۔جن کے بُوتے (اونٹوں کے بچے) صحراء غبیط میں دُلکی چلتے ہیں۔اگر تو نے اپنے طور وطریق میں تبدیلی نہ کی اور تیری قوم نے ہم پر جو ظلم کئے ہیں، اگر ان کا تدارک نہ ہوا تو میں ہڈی کو گودے تک چباؤں گا، جس کا گوشت میں نوچ نوچ کر کھانے والا ہوں۔

اسی طرح شنفری اپنے باپ کے قاتل حرام بن جابر سے بمقام منیٰ انتقام لینے کا ذکر کرتا اور فخریہ کہتا ہے:-

قَتَلْتُ حَرَامًا مُهْدِيًا بِمُلَبَّدٍ ... بِبَطْنِ مِنَى وَسْطَ الْحَجِيجِ الْمُصَوِّتِ

یعنی میں نے حرام کو قتل کر دیا عین اس وقت جب وہ وادی منیٰ میں قربانی کا موٹا تازہ مینڈھا لئے جارہا تھا۔حاجیوں کے عین اجتماع میں جب تلبیہ پکار رہے تھے۔

منیٰ میں جمرات پر کنکریاں پھینکنے کا بھی ذکر ان کے شعروں میں ہے۔چنانچہ ہزل شاعر کہتا ہے:-

لِاُدْرِكَهُمْ شُعْثَ النَّوَاصِيْ كَأَنَّهُمْ ... سَوَابِقُ حُجَّاجٍ تُوَافِي الْمُجَمَّرَا

تا کہ میں انہیں پراگندہ پیشانی پاؤں گویا کہ وہ حاجی ہیں جو جمرات میں سب سے پہلے پہنچنے کے لئے ایک دوسرے سے آگے بڑھ رہے ہیں۔

حلق یا سر منڈوانے کا ذکر زہیر بن ابی سلمیٰ اپنے اشعار میں کرتا ہے۔کہتا ہے:-

فَأَقْسَمْتُ جَهْدًا بِالْمَنَازِلِ مِنْ مِّنَى ... وَمَا سُحِقَتْ فِيْهِ الْمَقَادِمُ وَالْقَمِلُ

لَارْتَحِلَنَّ بِالْفَجْرِ ثُمَّ لَاَدْأَبَنْ ... اِلَى اللَّيْلِ اِلَّا اَنْ يَّحُوجَنِى طَفَل

یعنی منازل منیٰ کی میں نے پختہ قسم کھائی ہے اور ان چوٹیوں کی جو مونڈھی گئی ہیں اور بالوں کی جن میں جوئیں پڑی ہیں کہ میں ضرور بالضرور فجر کے وقت کوچ کروں گا اور دن رات چلتا جاؤں گا۔سوائے اس کے کہ میری اونٹنی بچہ جنے اور راستہ میں کچھ دیر قیام کرنے پر مجبور کر دے۔

بالعموم عرب سر کا اگلا حصہ منڈواتے تھے جس کے لئے مقادم کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور بعض قبائل بال کٹواتے وقت تھوڑا سا آٹا سر میں ڈالتے جو بالوں کے ساتھ مل جل کر نیچے گرتا اور یہ تھوڑا تھوڑا آٹا کافی مقدار میں جمع ہو جاتا۔ اس کا نام قرہ یعنی ہانڈی کا جلا ہوا تلچھٹ- اور یہ آٹا مساکین کو بطور صدقہ دیا جاتا۔ جاہلیت کا ایک شاعر ہوازن قبیلہ کو طعنہ دیتا ہے کہ وہ قرہ کھانے والے ہیں۔ (أديان العرب في الجاهلية، الحج، النزول بمزدلفة ومنى وبقية أعمال الحج، صفحہ ۶۴ تا ۶۶)

مذکورہ بالا چند مثالیں شعرائے جاہلیت کے کلام سے ہیں جن میں حج کا ذکر پایا جاتا ہے اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانیوں کی یادگار کم وبیش عربوں میں قدیم ایام سے چلی آتی تھی۔ ان میں پروہتوں کی ایک جماعت تھی جسے صوفہ کہتے تھے۔ جیسے ہندوستان میں پروہت حج کی مراسم ادا کرتے ہیں۔ یہ لوگوں کی مدد کرتے تھے۔ جب تک وہ رمی جمار نہ کرتے، لوگ انتظار کرتے اور رمی زوال شمس کے بعد ہوتی اور یہ صوفہ انہیں رمی کے بعد واپس بیت اللہ لے جاتے؛ جہاں طواف وداع کے بعد حج کی پابندیوں سے آزاد ہو جاتے۔ سوائے قبائل ازد اور غسان کے جو منیٰ سے فارغ ہونے کے بعد منات کے اس بت کے پاس جا کر احرام کھولتے جو کہ ساحل سمندر پر ''قدید'' مقام کے قریب واقع تھا اور وہ اسی کے نام سے تلبیہ پکارتے تھے۔ منیٰ میں دورانِ قیام ان کا اجتماع ہوتا اور مختلف قبائل اپنے آباؤ اجداد کی مدح سرائی میں مقابلہ کرتے۔ اسلام نے ان سب لغو رسومات کا قلع قمع کر کے اصل ملت ابراہیمی قائم کی اور فتح مکہ کے روز آپؐ کو اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِيْنَ وَالْعَاكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ (البقرة:۱۲۶) سے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ کی تعمیل کرنے کا موقع ملا اور اس کے لیے آپؐ کو بہت بڑا جہاد کرنا پڑا۔ جس کی تفصیل قارئین کتاب المغازی میں پائیں گے۔

بَاب ۱۳۵: رَمْيُ الْجِمَارِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِيْ

وادی کے نشیب میں سے رمی کرنا

۱۷۴۷: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ رَمَى عَبْدُ اللهِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي فَقُلْتُ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِنَّ نَاسًا يَرْمُوْنَهَا مِنْ فَوْقِهَا فَقَالَ وَالَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ هَذَا مَقَامُ الَّذِي أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۱۷۴۷: محمد بن کثیر نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (ثوری) نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے اعمش سے، انہوں نے ابراہیم سے، ابراہیم نے عبدالرحمٰن بن یزید سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: حضرت عبداللہ (بن مسعودؓ) نے وادی کے نشیب میں رمی کی تو میں نے کہا: ابوعبدالرحمٰن! لوگ تو اوپر سے رمی کرتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: اسی ذات کی قسم ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں؛ یہ اس ہستی کا مقام ہے جس پر

وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ بِهٰذَا.

اطرافه: ١٧٤٨، ١٧٤٩، ١٧٥٠.

سورۂ بقرہ نازل کی گئی۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور عبداللہ بن ولید نے کہا: سفیان نے ہمیں بتایا کہ اعمش نے یہی بات ہم سے بیان کی۔

تشریح: رَمْیُ الْجِمَارِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِیْ: اس باب میں رمی کرنے کی جگہ متعین کی گئی ہے۔ ابن ابی شیبہ وغیرہ نے عطا بن ابی رباح سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ وادی کی بلندی سے رمی کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شيبة، كتاب الحج، باب من رخص فيها ان يرميها من فوقها، جزء٣صفحہ١٩٩)(سنن الكبرىٰ للبيهقی، باب الرجوع الى منى ايام التشريق والرمي بها كل يوم اذا زالت الشمس، روایت١٧٤٨، ١٧٥٠ جزء٥صفحہ١۴٩) لیکن جمرہ عقبٰی بہ نسبت دوسرے دو جمروں کے وادی کے نشیب میں واقع ہے۔ جیسا کہ روایت نمبر ١٧٥٠ سے ظاہر ہے، جس میں حضرت ابن مسعودؓ کے حوالہ سے مروی ہے کہ آپؐ جمرہ کبریٰ (عقبہ) تک جاتے اور وہاں سے رمی کرتے اور باقی جمرات نسبتاً بلندی پر واقع ہیں۔ اس لئے انہیں وہیں سے رمی کرتے ہیں۔ (فتح الباری جزء٣صفحہ٧٣٢)

بَاب ١٣٦ : رَمْيُ الْجِمَارِ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ

سات کنکریوں سے جمرہ پر رمی کرنا

ذَكَرَهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہوئے یہ ذکر کیا ہے۔

١٧٤٨ : حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ انْتَهَى إِلَى الْجَمْرَةِ الْكُبْرَى جَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَّسَارِهِ وَمِنًى عَنْ يَّمِيْنِهِ وَرَمَى بِسَبْعٍ وَقَالَ هٰكَذَا رَمَى الَّذِي أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اطرافه: ١٧٤٧، ١٧٤٩، ١٧٥٠.

١٧٤٨: حفص بن عمر نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حکم سے، انہوں نے ابراہیم سے، ابراہیم نے عبدالرحمٰن بن یزید سے، انہوں نے حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ بڑے جمرہ (جمرۂ عقبٰی) تک گئے۔ بیت اللہ کو آپؐ نے اپنی بائیں طرف رکھا اور منیٰ کو دائیں طرف اور سات کنکریاں پھینکیں اور کہا: اس طرح اس ذات نے بھی پھینکیں جس پر سورۂ بقرہ نازل کی گئی۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

تشریح: **رَمْيُ الْجِمَارِ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ:** علامہ ابن حجرؒ کے نزدیک بعض غیر مستند روایتوں میں بسند قتادہؒ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ مَا اُبَالِيْ رَمَيْتُ الْجِمَارَ بِسِتٍ اَوْ بِسَبْعٍ. یعنی میں پرواہ نہیں کرتا کہ چھ کنکریوں سے یا سات سے رمی کروں۔ باب ۱۳۶ میں اسی روایت کا رڈ کرنا مقصود ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۷۳۳)

اور عنوانِ باب میں حضرت ابن عمرؓ کا جو حوالہ دیا ہے، اس کے لئے دیکھئے روایت نمبر ۱۷۵۱ از یر باب ۱۴۰۔

بَاب ۱۳۷: مَنْ رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ فَجَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَّسَارِهِ

جس نے جمرہ عقبہ پر کنکریاں پھینکیں اور بیت اللہ کو بائیں جانب رکھا

۱۷۴۹: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيْدَ أَنَّهُ حَجَّ مَعَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَرَآهُ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الْكُبْرَى بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ فَجَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَّسَارِهِ وَمِنًى عَنْ يَّمِيْنِهِ ثُمَّ قَالَ هَذَا مَقَامُ الَّذِي أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ.

اطرافه: ۱۷۴۷، ۱۷۴۸، ۱۷۵۰۔

۱۷۴۹: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا۔ شعبہ نے ہمیں بتایا کہ حکم (بن عتیبہ) نے ہم سے بیان کیا کہ انہوں نے ابراہیم سے، ابراہیم نے عبدالرحمٰن بن یزید سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا تو انہوں نے ان کو دیکھا کہ وہ بڑے جمرہ پر سات کنکریاں پھینک رہے تھے اور بیت اللہ کو آپؓ نے اپنی بائیں جانب کیا اور منیٰ کو دائیں جانب اور پھر انہوں نے کہا: یہ مقام اس شخص کا ہے جس پر سورۂ بقرہ نازل کی گئی۔

تشریح: **مَنْ رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ فَجَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَّسَارِهِ:** اس میں معین سمت کا ذکر ہے اور اس جگہ کی تعیین بھی جہاں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں قربانی کے دن جمرہ عقبہ پر کنکریاں پھینکیں تھیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی محولہ بالا روایت کے لئے ملاحظہ ہو روایت نمبر ۱۷۴۷ زیر باب ۱۳۵۔ عطاء بن ابی رباحؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر سات کنکریاں بیک دفعہ پھینکی جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۷۳۵ زیر شرح باب ۱۳۸) (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ ۸۹) گذشتہ باب میں حضرت ابن عمرؓ کا حوالہ جو دیا گیا ہے وہ دیکھئے زیر باب ۱۴۰ روایت ۱۷۵۱ اور یہی مستحب ہے۔ روایت نمبر ۱۷۵۰ میں جس درخت کے پاس کھڑا ہو کر رمی کرنے کا ذکر ہے وہاں اب مسجد ہے جو مسجد الشجر ۃ کے نام سے مشہور ہے۔

هَـذَا مَـقَامُ الَّذِي أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ: بعض شارحین کا خیال ہے کہ سورۂ بقرہ کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ اس میں احکامِ شریعت مذکور ہیں؛ جن میں حج کا حکم بھی ہے۔(فتح الباری جزء۳صفحہ۷۴۴) سورۂ انفال میں ایک قسم کی رمی کا ذکر ان الفاظ میں وارد ہوا ہے: مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (الانفال:۱۸) یعنی تو نے ان پر بوچھاڑ نہیں کی بلکہ اللہ نے بوچھاڑ کی ہے۔اس سے ظاہر ہے کہ رمی کا تاریخی پس منظر شیطان کی شکست ہے جو آسمانی ذریعہ سے ہوئی اور اس شکست کا ذکر متعدد سورتوں میں کیا گیا ہے۔(دیکھئے سورۃ الانبیاء:۱۸،سورۃ سبا:۴۹،سورۃ الصافات:۹) ان تینوں آیتوں میں قذف کا لفظ وارد ہوا ہے؛ جس کے معنی پتھراؤ کرنا۔(لسان العرب- قذف) شہاب ثاقب کے ذریعہ سے شیطان پر پتھراؤ کئے جانے کا ذکر کیا گیا ہے۔اس کا تعلق انبیاء کے زمانہ سے ہے کہ اس وقت خصوصیت سے شیطان کی شکست کا انتظام کیا جاتا ہے۔اس تعلق میں دیکھئے سورۃ الملک:۶،سورۃ ھود:۹۲،سورۃ مریم:۴۷،سورۃ الدخان:۲۱، سورۃ یٰسین:۱۹،سورۃ الشعراء:۱۱۷۔شیطانوں کی طرف سے انبیاء کو رجم کی دھمکی دی جاتی ہے۔لیکن انجام کار شیطانی لشکر آسمانی رجم یا پتھراؤ سے شکست کھاتے ہیں۔

بَاب۱۳۸ : يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ

ہر کنکری پھینکنے پر اللہ اکبر کہے

قَالَهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات نقل کی ہے۔

۱۷۵۰ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ الْحَجَّاجَ يَقُوْلُ عَلَى الْمِنبَرِ السُّوْرَةُ الَّتِي يُذْكَرُ فِيْهَا الْبَقَرَةُ وَالسُّوْرَةُ الَّتِي يُذْكَرُ فِيْهَا آلُ عِمْرَانَ وَالسُّوْرَةُ الَّتِي يُذْكَرُ فِيْهَا النِّسَاءُ قَالَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِإِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ ابْنِ يَزِيْدَ أَنَّهُ كَانَ مَعَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ

۱۷۵۰: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالواحد (بن زیاد بصری) سے مروی ہے۔اعمش نے ہم سے بیان کیا،کہا: میں نے حجاج (بن یوسف) سے سنا۔وہ منبر پر کہہ رہے تھے۔وہ سورۃ جس میں بقرہ کا ذکر اور وہ سورۃ جس میں آل عمران کا ذکر ہے۔نیز وہ سورۃ جس میں عورتوں (سورۂ نساء) کا ذکر ہے۔اعمش نے کہا: میں نے ابراہیم (نخعی) سے یہ ذکر کیا تو انہوں نے کہا: عبدالرحمٰن بن یزید نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حِيْنَ رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ فَاسْتَبْطَنَ الْوَادِيَ حَتَّى إِذَا حَاذَى بِالشَّجَرَةِ اعْتَرَضَهَا فَرَمَى بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ ثُمَّ قَالَ مِنْ هَاهُنَا وَالَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ قَامَ الَّذِي أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس وقت تھے جب انہوں نے جمرہ عقبہ پر رمی کی تو وہ وادی کے نشیب میں گئے۔ یہاں تک کہ جب اس درخت کے برابر ہوئے تو اس کو سامنے رکھا اور پھر سات کنکریاں پھینکیں۔ ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے تھے اور پھر کہا: اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ یہاں سے (کھڑے ہوکر) رمی کی تھی؛ اس ذات نے جس پر سورہ بقرہ نازل ہوئی۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اطرافه: ۱۷۴۷، ۱۷۴۸، ۱۷۴۹۔

بَاب ۱۳۹: مَنْ رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ وَلَمْ يَقِفْ

جمرہ عقبہ پر جس نے کنکریاں پھینکیں اور وقوف نہ کیا

قَالَهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت نقل کی ہے۔

بَاب ۱۴۰: إِذَا رَمَى الْجَمْرَتَيْنِ يَقُوْمُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَيُسْهِلُ☆

جب دونوں جمروں پر رمی کرے تو کھڑا ہو اور میدان میں جا کر قبلہ رو ہو☆

۱۷۵۱: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الدُّنْيَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ

۱۷۵۱: عثمان بن ابی شیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ طلحہ بن یحیٰ نے ہمیں بتایا۔ یونس نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے سالم سے، انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ وہ ورلے جمرہ پر سات کنکریوں سے رمی کرتے تھے۔ ہر

☆ عمدۃ القاری میں عنوانِ باب کے الفاظ یہ ہیں "اِذَا رَمَى الْجَمْرَتَيْنِ يَقُوْمُ وَيُسْهِلُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ" (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ۹۱) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

عَلَى إِثْرِ كُلِّ حَصَاةٍ ثُمَّ يَتَقَدَّمُ حَتَّى يُسْهِلَ فَيَقُوْمُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ فَيَقُوْمُ طَوِيْلًا وَيَدْعُو وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ ثُمَّ يَرْمِي الْوُسْطَى ثُمَّ يَأْخُذُ ذَاتَ الشِّمَالِ فَيَسْتَهِلُّ وَيَقُوْمُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ فَيَقُوْمُ طَوِيْلًا وَيَدْعُو وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ وَيَقُوْمُ طَوِيْلًا ثُمَّ يَرْمِي جَمْرَةَ ذَاتِ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي وَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيَقُوْلُ هٰكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ.

کنکری کے پھینکنے کے بعد اللہ اکبر کہتے۔ پھر آگے بڑھتے۔ یہاں تک کہ ہموار زمین پر آ جاتے اور قبلہ رو کھڑے ہوتے اور دیر تک کھڑے رہتے اور دعا کرتے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے۔ پھر درمیانی جمرہ پر رمی کرتے۔ پھر بائیں جانب اختیار کرتے اور ہموار زمین میں آ جاتے اور قبلہ رو ہو کر دیر تک کھڑے رہتے اور دعا کرتے اور بوقتِ دعا اپنے دونوں ہاتھ اُٹھاتے۔ پھر جمرۂ عقبہ پر وادی کے نشیب سے رمی کرتے اور وہاں نہ ٹھہرتے۔ پھر فارغ ہو کر واپس ہوتے اور کہتے: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا۔

اطرافه: ۱۷۵۲، ۱۷۵۳۔

تشریح: اِذَا رَمَى الْجَمْرَتَيْنِ .....: باب ۸۸ اور ۹۱ کی تشریح میں وقوف کا مفہوم بتایا جا چکا ہے۔ اس بارہ میں باب نمبر ۱۳۹ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے قول کا حوالہ دینے پر اکتفا کیا گیا ہے جو روایت نمبر ۱۷۵۱ میں مفصل منقول ہے۔ اس میں قیام کا لفظ ہے وقوف کا نہیں اور قیام میں طویل دعا اور دعا میں ہاتھ اُٹھانے کا ذکر ہے۔ اس سے قیام کی نوعیت واضح ہوتی ہے اور رمی کے ذکر کے تعلق میں یہ الفاظ ہیں: وَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا. اس سے بھی مذکورہ قیام کی نوعیت ظاہر ہوتی ہے۔ یعنی یہ کہ دونوں جمرات پر آپؐ کا قیام وقوف کی صورت میں تھا۔ ایامِ منیٰ میں پہلے دن جمرہ عقبہ سے رمی شروع کی جاتی ہے اور پھر اس کے بعد ہر روز اثنائے قیام میں رمی آخر وقت میں ہوتی ہے۔ علامہ ابن حجرؒ اور عینیؒ دونوں کا خیال ہے کہ مسئلہ معنونہ کے بارہ میں انہی کے اختلاف کا ذکر ہے اور یہ کہ اگلے ابواب سے اس کی تائید و وضاحت ہوتی ہے۔ (فتح الباری جزء ۳ صفحہ ۷۳۵) (عمدۃ القاری جلد ۱۰ صفحہ ۹۱)

بَاب ١٤١: رَفْعُ الْيَدَيْنِ عِنْدَ جَمْرَةِ الدُّنْيَا وَالْوُسْطَى

ورلے اور درمیانے جمرہ کے پاس دونوں ہاتھ اٹھانا

١٧٥٢: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الدُّنْيَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ ثُمَّ يُكَبِّرُ عَلَى إِثْرِ كُلِّ حَصَاةٍ ثُمَّ يَتَقَدَّمُ فَيُسْهِلُ فَيَقُوْمُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ قِيَامًا طَوِيْلًا فَيَدْعُو وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ ثُمَّ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الْوُسْطَى كَذَلِكَ فَيَأْخُذُ ذَاتَ الشِّمَالِ فَيُسْهِلُ وَيَقُوْمُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ قِيَامًا طَوِيْلًا فَيَدْعُو وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ ثُمَّ يَرْمِي الْجَمْرَةَ ذَاتَ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي وَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا وَيَقُوْلُ هَكَذَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ.

١٧٥٢: اسماعیل بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: میرے بھائی (عبدالحمید) نے مجھے بتایا۔ انہوں نے سلیمان سے، انہوں نے یونس بن یزید سے، یونس نے ابن شہاب سے، انہوں نے سالم بن عبداللہ سے روایت کی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ورلے جمرہ پر سات کنکریوں سے رمی کیا کرتے تھے اور ہر کنکری پھینکنے پر اللہ اکبر کہتے۔ پھر آگے بڑھتے اور ہموار زمین میں چلے جاتے اور قبلہ رخ ہوکر دیر تک کھڑے رہتے اور دعا کرتے اور دونوں ہاتھوں کو اُٹھاتے۔ پھر درمیانے جمرہ پر اسی طرح رمی کرتے۔ پھر بائیں جانب اختیار کرتے اور ہموار زمین میں آجاتے اور قبلہ رو ہوکر دیر تک کھڑے رہتے اور دعا کرتے اور بوقتِ دعا اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے۔ پھر جمرہ عقبہ پر وادی کے نشیب سے رمی کرتے اور وہاں نہ ٹھہرتے اور کہتے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا۔

اطرافه: ١٧٥١، ١٧٥٣.

بَاب ١٤٢ : اَلدُّعَاءُ عِنْدَ الْجَمْرَتَيْنِ
دونوں جمروں کے پاس دعا کرنا

١٧٥٣: وَقَالَ مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَمَى الْجَمْرَةَ الَّتِي تَلِي مَسْجِدَ مِنًى يَرْمِيْهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ كُلَّمَا رَمَى بِحَصَاةٍ ثُمَّ تَقَدَّمَ أَمَامَهَا فَوَقَفَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ رَافِعًا يَدَيْهِ يَدْعُو وَكَانَ يُطِيْلُ الْوُقُوْفَ ثُمَّ يَأْتِي الْجَمْرَةَ الثَّانِيَةَ فَيَرْمِيْهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ كُلَّمَا رَمَى بِحَصَاةٍ ثُمَّ يَنْحَدِرُ ذَاتَ الْيَسَارِ مِمَّا يَلِي الْوَادِيَ فَيَقِفُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ رَافِعًا يَدَيْهِ يَدْعُو ثُمَّ يَأْتِي الْجَمْرَةَ الَّتِي عِنْدَ الْعَقَبَةِ فَيَرْمِيْهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ عِنْدَ كُلِّ حَصَاةٍ ثُمَّ يَنْصَرِفُ وَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا. قَالَ الزُّهْرِيُّ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يُحَدِّثُ مِثْلَ هَذَا عَنْ أَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ.

اطرافه: ١٧٥١، ١٧٥٢.

١٧٥٣: اور محمد (بن بشار) نے کہا: عثمان بن عمر نے ہم سے بیان کیا۔ یونس نے ہمیں خبر دی کہ زہری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس جمرہ پر رمی کرتے جو منیٰ کی مسجد سے متصل ہے، سات کنکریاں اس پر پھینکتے۔ ہر دفعہ کنکری پھینکنے پر اللہ اکبر کہتے۔ پھر آپؐ آگے بڑھ جاتے اور قبلہ رخ ہو کر اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے کھڑے ہو کر دعا کرتے اور یہ وقوف آپؐ دیر تک کرتے پھر آپؐ دوسرے جمرہ پر آتے اور وہاں بھی سات کنکریاں پھینکتے۔ ہر دفعہ آپؐ کنکری پھینکنے پر اللہ اکبر کہتے۔ پھر بائیں جانب اس جگہ نشیب میں جاتے جو وادی سے متصل ہے۔ قبلہ رخ ہو کر ہاتھ اُٹھا کر کھڑے دعا کرتے۔ پھر اس جمرہ کے پاس آتے جو عقبہ کے پاس ہے اور اس پر سات کنکریاں پھینکتے۔ ہر کنکری پر اللہ اکبر کہتے۔ پھر فارغ ہو کر وہاں سے واپس چلے آتے اور وہاں وقوف نہ کرتے۔ زہری نے کہا: میں نے سالم بن عبداللہ کو اسی طرح اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے سنا۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے اور حضرت ابن عمرؓ خود بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

تشریح: **اَلدُّعَاءُ عِنْدَ الْجَمْرَتَيْنِ:** بوقت دعا رفع یدین کے مسئلہ میں صرف امام مالکؒ کو جمہور کی رائے سے اختلاف ہے اور شارحین کو تعجب ہوا ہے کہ امام مالکؒ روایت نمبر۱۷۵۱ سے ایسے ناواقف ہوں جو سالم بن عبداللہ بن عمر سے مروی ہے اور وہ مدینہ کے مشہور ترین فقہائے سبعہ میں سے ہیں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۷۴۷، زیر شرح باب۱۴۱) دعائے قنوت میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ اُٹھانا ثابت ہے۔ (الهداية شرح البداية، كتاب الصلاة، باب صلاة الوتر)

محولہ بالا روایت (نمبر۱۷۵۱) از قسم افراد ہے۔ یعنی صرف عثمان بن ابی شیبہ سے مروی ہے جن کی صحیح بخاری میں صرف یہی ایک روایت ہے۔ مگر امام موصوفؒ نے اگلے باب کی روایت نمبر۱۷۵۲ میں دوسری سند سے اس کی تائید کی ہے۔ اس تعلق میں ملاحظہ ہو باب ۱۴۱ جس میں زہری سے یہی روایت بطور مرسل منقول ہے اور یہی خامی آخری حوالہ (زیر روایت نمبر۱۷۵۳) سے دور کردی ہے۔ یعنی اسے موصول ثابت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ۹۳) (فتح الباری جزء۳ صفحہ۷۴۷) باب ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲ کی روایتیں بلحاظ مضمون ایک دوسرے کی مؤید ہیں اور جمرہ اولیٰ اور جمرہ وسطیٰ میں بوقت رمی تکبیر وقوفِ دعا اور رفع یدین ثابت ہے اور یہی جمہور کا مذہب ہے۔ جس پر اکثریت کا تعامل ہے۔

روایت نمبر۱۷۵۳ میں جس مسجد منیٰ کا ذکر ہے وہ مسجد خیف ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ۹۲، شرح باب۱۴۱)

بَاب۱۴۳ : اَلطِّيْبُ بَعْدَ رَمْيِ الْجِمَارِ وَ الْحَلْقُ قَبْلَ الْإِفَاضَةِ

جمرات پر رمی کرنے کے بعد خوشبو لگانا اور سر منڈوانا پیشتر اس سے کہ طوافِ زیارت کیا جائے

۱۷۵٤ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْقَاسِمِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ وَكَانَ أَفْضَلَ أَهْلِ زَمَانِهِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تَقُوْلُ طَيَّبْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيَّ هَاتَيْنِ حِيْنَ أَحْرَمَ وَلِحِلِّهِ حِيْنَ أَحَلَّ قَبْلَ أَنْ يَّطُوْفَ وَبَسَطَتْ يَدَيْهَا.

اطرافه: ۱۵۳۹، ۵۹۲۲، ۵۹۲۸، ۵۹۳۰.

۱۷۵۴: علی بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا کہ عبدالرحمٰن بن قاسم نے ہمیں بتایا کہ انہوں نے اپنے باپ سے سنا اور وہ اپنے زمانہ کے بہت بڑے بزرگ تھے۔ وہ کہتے تھے: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا۔ وہ کہتی تھیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ان دونوں ہاتھوں سے خوشبو لگائی۔ اس وقت بھی جب آپؐ نے احرام باندھا اور احرام کھولتے وقت بھی؛ جب آپؐ نے طوافِ زیارت سے پہلے احرام کھولا اور حضرت عائشہؓ نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے۔ (یعنی بتایا کہ ان ہاتھوں سے۔)

تشریح: **اَلطِّیْبُ بَعْدَ رَمْيِ الْجِمَارِ:** اس تعلق میں دیکھئے تشریح باب ۱۸۔ جہاں احرام باندھنے پر ان باتوں کا ذکر ہے جو بحالت احرام جائز نہیں۔ ان میں سے خوشبو کا استعمال بھی ہے۔ حضرت عائشہؓ کی مذکورہ بالا روایت وہاں زیر نمبر ۱۵۳۹ ایک دوسری سند سے مذکور ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ رمی کے بعد اور طوافِ زیارت سے قبل جو باتیں جائز ہو جاتی ہیں، ان میں خوشبو کا استعمال بھی ہے۔ رمی کے بعد حجامت بنوانے پر احرام کھول دیا جاتا ہے اور اس وقت سوائے مباشرت کے باقی باتیں جائز ہوتی ہیں۔ طوافِ افاضہ (یعنی طوافِ زیارت) کے بعد ازدواجی تعلقات بھی جائز ہیں۔ باب نمبر ۱۴۳ ایک اختلاف کی وجہ سے قائم کیا گیا ہے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے کہ رمی کے بعد ہر بات جائز ہو جاتی ہے، سوائے خوشبو اور مباشرت کے۔ یہ دونوں باتیں جائز نہیں ہوتی ہیں، جب تک طوافِ افاضہ نہ کیا جائے۔ مگر جمہور کے نزدیک رمی کے بعد احرام کھولنے پر سوائے مباشرت کے باقی تمام ممنوعہ امور؛ سلے ہوئے کپڑے پہننا، خوشبو وغیرہ لگانا جائز ہے۔☆ اس اختلاف کی تفصیل کے لئے دیکھئے عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ ۹۳۔

كَانَ اَفْضَلَ اَهْلِ زَمَانِهِ: یہ عبدالرحمٰن قاسم کے بیٹے تھے اور قاسم؛ محمد بن ابی بکر صدیق کے۔ قاسم کا شمار سات فقہائے مدینہ میں ہوتا ہے۔ انہی کے متعلق عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ اموی نے فرمایا تھا کہ اگر سلیمان بن عبدالملک؛ یزید بن عبدالملک کو نامزد نہ کرتے تو قریش میں یہی اپنے زہد، تقویٰ اور فقہی اجتہاد کی وجہ سے بلند پایہ تھے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ ۹۴) ان کے قول کے پیش نظر باقی اقوال نظرانداز ہونے کے قابل ہیں۔

بَاب ١٤٤ : طَوَافُ الْوَدَاعِ

طواف الوداع

١٧٥٥: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ أُمِرَ النَّاسُ أَنْ يَّكُوْنَ آخِرُ عَهْدِهِمْ بِالْبَيْتِ إِلَّا أَنَّهُ خُفِّفَ عَنِ الْحَائِضِ.

اطرافه: ۳۲۹، ۱۷۶۰۔

۱۷۵۵: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے (عبداللہ) بن طاؤس سے، انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: لوگوں کو حکم ہوا کہ ان کا (اعمالِ حج میں سے) آخری عمل بیت اللہ کی زیارت ہو۔ مگر حائضہ اس زیارت سے مستثنیٰ کی گئی ہے۔

☆ (ترمذی، کتاب الحج، باب ما جاء فی الطیب عند الإحلال قبل الزیارۃ) (صحیح ابن خزیمۃ، کتاب المناسک، باب الرخصۃ فی ما حرم علی المحرم بعد رمی الجمرۃ، روایت ۲۹۳۹، جزء۴ صفحہ ۳۰۳)

١٧٥٦ : حَدَّثَنَا أَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ ثُمَّ رَقَدَ رَقْدَةً بِالْمُحَصَّبِ ثُمَّ رَكِبَ إِلَى الْبَيْتِ فَطَافَ بِهِ. تَابَعَهُ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي خَالِدٌ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۱۷۵۶: اصبغ بن فرج نے ہم سے بیان کیا کہ ابن وہب نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے عمرو بن حارث سے، انہوں نے قتادہ سے روایت کی کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھیں۔ پھر محصّب میں تھوڑا سا سوئے۔ پھر آپؐ سوار ہو کر بیت اللہ کی طرف گئے اور اس کا طواف کیا۔ عمرو بن حارث کی طرح لیث نے بھی یہی بات بیان کی۔ (کہا) کہ خالد نے مجھے بتایا۔ انہوں نے سعید سے، سعید نے قتادہ سے روایت کی کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اُن سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت روایت کرتے ہوئے یہ بیان کیا۔

اطرافه: ١٧٦٤۔

تشریح: **طَوَافُ الْوَدَاعِ:** طواف الوداع مکہ مکرمہ سے لوٹتے وقت کیا جاتا ہے اور اس کے متعلق علماء میں یہ اختلاف ہے کہ آیا یہ واجب ہے جس کے ترک کرنے پر فدیہ لازم آئے گا یا سنت؟ اکثر ائمہ نے اسے واجب قرار دیا ہے اور نہ کرنے پر قربانی لازم سمجھی ہے۔ مگر امام مالکؒ وغیرہ کے نزدیک سنت ہے اور اگر نہ کیا جائے تو فدیہ قربانی لازم نہیں آتا۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۷۳۹) امام بخاریؒ نے باب کا عنوان طواف الوداع قائم کر کے اس میں کسی فیصلہ کا اظہار نہیں کیا۔ البتہ روایت نمبر ۱۷۵۵ میں دو باتوں کا ذکر ہے۔

۱) أُمِرَ النَّاسُ...... یعنی لوگوں کو حکم ہوا۔ ۲) خُفِّفَ عَنِ الْحَائِضِ. یعنی حائضہ سے تخفیف کی گئی ہے۔

یہ دونوں فقرے وجوب پر دلالت کرتے ہیں اور روایت نمبر ۱۷۵۶ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ظاہر ہے۔ چونکہ ان دونوں روایتوں میں طواف الوداع کے ترک ہو جانے پر کسی فدیہ کا ذکر نہیں۔ اس لئے امام بخاریؒ نے عنوانِ باب میں خاموشی اختیار کی ہے۔

بَاب ١٤٥ : إِذَا حَاضَتِ الْمَرْأَةُ بَعْدَ مَا أَفَاضَتْ

جب عورت طوافِ زیارت کرنے کے بعد حائضہ ہو جائے

١٧٥٧ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاضَتْ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَحَابِسَتُنَا هِيَ قَالُوْا إِنَّهَا قَدْ أَفَاضَتْ قَالَ فَلَا إِذًا.

۱۷۵۷: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے عبدالرحمٰن بن قاسم سے، انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی: نبی ﷺ کی زوجہ حضرت صفیہ بنت حیؓ حائضہ ہوئیں تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ کیا وہ ہمیں سفر کرنے سے روک رکھیں گی؟ تو انہوں نے کہا کہ وہ طوافِ زیارت کر چکی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: تب تو نہیں روکیں گی۔

اطرافه: ٢٩٤، ٣٠٥، ٣١٦، ٣١٧، ٣١٩، ٣٢٨، ١٥١٦، ١٥١٨، ١٥٥٦، ١٥٦٠، ١٥٦١، ١٥٦٢، ١٦٣٨، ١٦٥٠، ١٧٠٩، ١٧٢٠، ١٧٣٣، ١٧٦٢، ١٧٧١، ١٧٧٢، ١٧٨٣، ١٧٨٦، ١٧٨٧، ١٧٨٨، ٢٩٥٢، ٢٩٨٤، ٤٣٩٥، ٤٤٠١، ٤٤٠٨، ٥٣٢٩، ٥٥٤٨، ٥٥٥٩، ٦١٥٧، ٧٢٢٩.

١٧٥٨-١٧٥٩ : حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ عِكْرِمَةَ أَنَّ أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ سَأَلُوْا ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ امْرَأَةٍ طَافَتْ ثُمَّ حَاضَتْ قَالَ لَهُمْ تَنْفِرُ قَالُوْا لَا نَأْخُذُ بِقَوْلِكَ وَنَدَعُ قَوْلَ زَيْدٍ قَالَ إِذَا قَدِمْتُمُ الْمَدِيْنَةَ فَسَأَلُوْا فَقَدِمُوْا الْمَدِيْنَةَ فَسَأَلُوْا فَكَانَ فِيْمَنْ سَأَلُوْا أُمُّ

۱۷۵۸-۱۷۵۹: ابونعمان نے ہم سے بیان کیا کہ حماد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب سے، انہوں نے عکرمہ سے روایت کی کہ اہل مدینہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک عورت کے متعلق پوچھا جو طوافِ زیارت کر چکی۔ پھر اسے حیض آیا تو انہوں نے کہا کہ وہ طوافِ وداع کے بغیر روانہ ہو جائے۔ انہوں نے کہا: ہم حضرت زیدؓ کا قول چھوڑ کر آپؓ کے قول پر عمل نہیں کریں گے تو حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ جب آپ مدینہ میں پہنچیں تو وہاں

سُلَيْمٍ فَذَكَرَتْ حَدِيْثَ صَفِيَّةَ. رَوَاهُ خَالِدٌ وَقَتَادَةُ عَنْ عِكْرِمَةَ.

(لوگوں سے) پوچھیں۔ وہ مدینہ میں آئے تو انہوں نے مسئلہ پوچھا اور جن لوگوں سے انہوں نے پوچھا، ان میں حضرت ام سلیمؓ بھی تھیں۔ انہوں نے حضرت صفیہؓ کا واقعہ بیان کیا۔ خالد اور قتادہ نے بھی عکرمہ سے یہ روایت کی۔

۱۷٦۰: حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ رُخِّصَ لِلْحَائِضِ أَنْ تَنْفِرَ إِذَا أَفَاضَتْ.

اطرافه: ۳۲۹، ۱۷۵۵۔

۱۷٦۰: مسلم نے ہم سے بیان کیا۔ وہیب نے ہمیں بتایا کہ ابن طاؤس نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے اپنے باپ (طاؤس) سے، ان کے باپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: حائضہ عورت کو جب وہ طوافِ زیارت کر چکے، سفر کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔

۱۷٦۱: قَالَ وَسَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ إِنَّهَا لَا تَنْفِرُ ثُمَّ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ بَعْدُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لَهُنَّ.

اطرافه: ۳۳۰۔

۱۷٦۱: طاؤس نے کہا: میں نے حضرت ابن عمرؓ سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ وہ عورت کوچ نہ کرے، (جب تک طوافِ وداع نہ کرے۔) پھر میں نے انہی کو اس کے بعد یہ کہتے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حائضہ عورتوں کو اجازت دی تھی۔

۱۷٦۲: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نَرَى إِلَّا الْحَجَّ فَقَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ

۱۷٦۲: ابونعمان نے ہم سے بیان کیا کہ ابوعوانہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے ابراہیم سے، ابراہیم نے اسود سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ (مدینہ سے) نکلے۔ ہم یہی سمجھتے تھے کہ حج ہوگا۔ نبی ﷺ (مکہ میں) آئے اور بیت اللہ اور صفا و مروہ وغیرہ کے درمیان سعی کی اور آپؐ نے احرام نہیں کھولا اور آپؐ

وَلَمْ يَحِلَّ وَكَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ فَطَافَ مَنْ كَانَ مَعَهُ مِنْ نِّسَائِهِ وَأَصْحَابِهِ وَحَلَّ مِنْهُمْ مَنْ لَّمْ يَكُنْ مَّعَهُ الْهَدْيُ فَحَاضَتْ هِيَ فَنَسَكْنَا مَنَاسِكَنَا مِنْ حَجِّنَا فَلَمَّا كَانَ لَيْلَةَ الْحَصْبَةِ لَيْلَةُ النَّفْرِ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللهِ كُلُّ أَصْحَابِكَ يَرْجِعُ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ غَيْرِيْ قَالَ مَا كُنْتِ تَطُوْفِيْنَ بِالْبَيْتِ لَيَالِيَ قَدِمْنَا قُلْتُ لَا قَالَ فَاخْرُجِي مَعَ أَخِيْكِ إِلَى التَّنْعِيْمِ فَأَهِلِّي بِعُمْرَةٍ وَمَوْعِدُكِ مَكَانَ كَذَا وَكَذَا فَخَرَجْتُ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِلَى التَّنْعِيْمِ فَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ وَحَاضَتْ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقْرَى حَلْقَى إِنَّكِ لَحَابِسَتُنَا أَمَا كُنْتِ طُفْتِ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَتْ بَلَى قَالَ فَلَا بَأْسَ انْفِرِي فَلَقِيْتُهُ مُصْعِدًا عَلَى أَهْلِ مَكَّةَ وَأَنَا مُنْهَبِطَةٌ أَوْ أَنَا مُصْعِدَةٌ وَهُوَ مُنْهَبِطٌ وَقَالَ

کے ساتھ قربانی کے جانور تھے اور آپؐ کے ساتھ آپؐ کی جو عورتیں اور صحابہ تھے، انہوں نے بھی طواف کیا اور ان میں سے جن کے پاس قربانی کا جانور نہیں تھا، انہوں نے احرام کھول ڈالا اور وہ (حضرت عائشہؓ) حائضہ ہوئیں اور ہم اپنے حج کی عبادتیں کر چکے تھے تو جب کوچ کرنے کی رات آئی؛ جس رات آپؐ محصب میں تھے تو (حضرت عائشہؓ) نے کہا: یارسول اللہ! آپؐ کے ساتھیوں میں سے ہر ایک حج اور عمرہ کر کے واپس لوٹے گا؛ سوا میرے۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تم ان راتوں میں جب ہم (مکہ میں) آئے تھے، بیت اللہ کا طواف نہیں کیا کرتی تھیں؟ میں نے کہا: نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اپنے بھائی کے ساتھ تنعیم کی طرف جاؤ اور عمرہ کا احرام باندھو اور فلاں فلاں مقام پر مجھ سے آملو۔ تو میں عبدالرحمٰنؓ کے ساتھ تنعیم کی طرف گئی اور وہاں عمرہ کا احرام باندھا اور حضرت صفیہ بنت حیيؓ بھی حائضہ ہوئیں تو نبی ﷺ نے فرمایا: اے بھلی مانس☆! تُم تو ہمیں سفر سے روک رکھو گی۔ کیا قربانی کے دن تم نے طواف نہیں کیا تھا؟ تو انہوں نے کہا: ہاں۔ آپؐ نے فرمایا: پھر کوئی مضائقہ نہیں؛ کوچ کر دیں۔ تو میں آپؐ سے اس وقت ملی؛ جب آپؐ مکہ سے اوپر کی چڑھائی پر جا رہے تھے اور میں نشیب اُتر رہی تھی۔ یا کہا کہ میں چڑھائی پر جا رہی تھی اور آپؐ نشیب میں اتر رہے تھے اور (اسود نے کہا کہ) مسدد نے اسی طرح روایت کی۔ یعنی میں نے کہا:

☆عَقْرَى کا معنی ہے بانجھ اور حَلْقَى یعنی بال کاٹنے والی۔ لیکن یہاں یہ الفاظ اپنے ظاہری معنوں میں نہیں بلکہ ان سے مراد اُس اضطراب کا اظہار ہے جو بعض وقت انسان ایسے موقع پر محسوس کرتا ہے۔ مفہوماً ''اے بھلی مانس'' یا ''اللہ کی بندی'' مراد ہے۔

مُسَدَّدٌ قُلْتُ لَا. تَابَعَهُ جَرِيْرٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ فِي قَوْلِهِ لَا.

نہیں۔ مسدد کی طرح جریر نے اپنے قول میں جو منصور سے نقل کیا؛ نہیں کا لفظ روایت کیا ہے۔

اطرافہ: ۲۹۴، ۳۰۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۹، ۳۲۸، ۱۵۱۶، ۱۵۱۸، ۱۵۵۶، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۶۳۸، ۱۶۵۰، ۱۷۰۹، ۱۷۲۰، ۱۷۳۳، ۱۷۵۷، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸۶، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۲۹۵۲، ۲۹۸۴، ۴۳۹۵، ۴۴۰۱، ۴۴۰۸، ۵۳۲۹، ۵۵۴۸، ۵۵۵۹، ۶۱۵۷، ۷۲۲۹۔

تشریح: **اِذَا حَاضَتِ الْمَرْأَةُ بَعْدَ مَا اَفَاضَتْ:** یہ بھی سابقہ باب کے مضمون سے متعلق ہے اور اس میں مذکورہ اختلاف حل کیا گیا ہے۔ اس کی پانچ روایتیں ہیں اور بعض حوالے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر بیت اللہ کا طواف زیارت کرلیا ہوا ہو تو پھر کسی عذر کی وجہ سے طوافِ وداع نہ کیا جانے پر کوئی فدیہ لازم نہیں آئے گا۔ لیکن اگر طوافِ زیارت نہ کیا ہو تو پھر طوافِ وداع ضروری ہے۔ جس کی تائید میں حضرت عائشہؓ کا واقعہ بطور دلیل ہے۔ اس امر سے جہاں طواف الوداع کا وجوب ثابت ہے وہاں یہ بھی ظاہر ہے کہ اس کے ترک کرنے پر کوئی فدیہ لازم نہیں آتا ہے۔

وجوب کے بارہ میں صحابہ کے درمیان بھی اختلاف ہوا ہے؛ جس کا ذکر روایت نمبر ۱۷۵۸ میں ہے۔ اس اختلاف کا حل آخری روایت میں کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حائضہ کو جو سہولت دی؛ وہ اس بنا پر تھی کہ طوافِ زیارت کرلیا تھا۔ اس سے قبل صحابہ کا تعامل یہی تھا کہ حائضہ انتظار کرتی اور طواف وداع کے بعد لوٹتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے علم کے بعد حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ نے اپنی سابقہ آراء سے رجوع کرلیا۔ (دیکھئے مسلم، کتاب الحج، باب وجوب طواف الوداع وسقوطه عن الحائض۔ نیز بخاری، کتاب الحج روایت نمبر ۱۷۶۱) عنوانِ باب کو بَعْدَ مَا اَفَاضَتْ کے الفاظ سے مقید کیا ہے۔ جس سے طواف الوداع کا وجوب ثابت کرنا مقصود ہے۔ اس تعلق میں دیکھئے کتاب الحیض روایات باب ۱۶، ۱۷، ۱۸۔

تَابَعَهُ جَرِيْرٌ ......: جریر کی روایت کا حوالہ دیکھئے باب ۳۴ میں جو کہ بروایت عثمان بن ابی شیبہ حضرت عائشہؓ سے موصولاً منقول ہے...... اور مسدد کی روایت کا حوالہ اسی سند سے اور انہی الفاظ میں سوائے نسخہ ابوذر کے صحیح بخاری کے باقی نسخ میں موجود ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۷۴۵) (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ ۹۹)

بَاب ۱۴۶: مَنْ صَلَّى الْعَصْرَ يَوْمَ النَّفْرِ بِالْأَبْطَحِ

جس نے کوچ کے دن بطحا میں عصر کی نماز پڑھی

۱۷۶۳: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ

۱۷۶۳: محمد بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ اسحٰق بن یوسف نے ہمیں بتایا۔ سفیان ثوری نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالعزیز بن رفیع سے روایت ہے۔ انہوں

رُفَيْعٍ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ أَخْبِرْنِي بِشَيْءٍ عَقَلْتَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْنَ صَلَّى الظُّهْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ قَالَ بِمِنًى قُلْتُ فَأَيْنَ صَلَّى الْعَصْرَ يَوْمَ النَّفْرِ قَالَ بِالْأَبْطَحِ افْعَلْ كَمَا يَفْعَلُ أُمَرَاؤُكَ.

اطرافه: ١٦٥٣، ١٦٥٤.

نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے پوچھا: آپؓ مجھے ایک ایسی بات بتائیں جو آپؓ نے سمجھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یاد رکھی ہو۔ آٹھویں تاریخ حج کو آپؐ نے ظہر کی نماز کہاں پڑھی؟ انہوں نے کہا: منیٰ میں۔ میں نے کہا: کوچ کے دن عصر کی نماز آپؐ نے کہاں پڑھی؟ کہا: ابطح میں۔ آپ ویسا ہی کریں جیسا کہ آپ کے امیر کرتے ہیں۔

١٧٦٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمُتَعَالِ بْنُ طَالِبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ قَتَادَةَ حَدَّثَهُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ وَرَقَدَ رَقْدَةً بِالْمُحَصَّبِ ثُمَّ رَكِبَ إِلَى الْبَيْتِ فَطَافَ بِهِ.

اطرافه: ١٧٥٦.

۱۷۶۴: عبدالمتعال بن طالب نے ہم سے بیان کیا کہ ابن وہب نے ہمیں بتایا، کہا: عمرو بن حارث نے مجھے خبر دی۔ قتادہ نے ان سے بیان کیا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ آپؐ نے ظہر وعصر ومغرب اور عشاء کی نمازیں (کوچ کے دن) محصّب میں پڑھیں اور تھوڑا سا سوئے۔ پھر آپؐ سوار ہو کر بیت اللہ کی طرف گئے اور اس کا طواف کیا۔

تشریح: مَنْ صَلَّى الْعَصْرَ يَوْمَ النَّفْرِ بِالْأَبْطَحِ: وہ وادی جو مکہ مکرمہ اور منیٰ کے درمیان ہے، اسے ابطح اور بطحاء کہتے ہیں۔ بوجہ وسعت اور پھیلاؤ کے اور اس کا نام محصّب اور معرس بھی ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۷۴۵) محصّب بوجہ کنکریلے میدان اور معرس تعریس سے ہے۔ یعنی وہ مقام جہاں آرام کر کے کوچ کیا جائے۔ (لسان العرب-حصب، عرس) باب ۸۳ میں یہی روایت نمبر ۱۷۶۳ منقول ہے مگر علیحدہ سند سے۔ عنوانِ باب میں عصر کی اس لئے تخصیص کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زوال کے بعد جمرات پر رمی کر کے منیٰ سے کوچ کیا تھا اور محصّب میں عصر کے وقت پہنچے تھے اور وہاں نمازِ ظہر وعصر جمع کی تھیں۔ اور نماز مغرب وعشاء بھی یہیں پڑھیں اور پھر آرام فرما کر مکہ کی طرف طوافِ وداع کے لئے کوچ کیا۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۷۴۵) یوم النفر کے معنی کوچ کا دن؛ جو تیرھویں ذوالحج کو ہوا۔ (اس تعلق میں ملاحظہ ہو باب ۱۳۴ نیز باب ۱۴۷)

بَاب ١٤٧ : اَلْمُحَصَّبُ
محصّب

١٧٦٥ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ إِنَّمَا كَانَ مَنْزِلٌ يَنْزِلُهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَكُوْنَ أَسْمَحَ لِخُرُوْجِهِ يَعْنِي بِالْأَبْطَحِ.

۱۷۶۵: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان نے ہمیں بتایا۔انہوں نے ہشام (بن عروہ) سے، ہشام نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ وہ تو صرف ایک منزل تھی؛ جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُترا کرتے تھے؛ یعنی ابطح میں۔ تاوہاں سے کوچ کرنا آپؐ کے لئے آسان ہو۔

١٧٦٦ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ لَيْسَ التَّحْصِيْبُ بِشَيْءٍ إِنَّمَا هُوَ مَنْزِلٌ نَزَلَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۱۷۶۶: علی بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان نے ہمیں بتایا، کہا: عمرو (بن دینار) نے عطاء (بن ابی رباح) سے، عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ محصّب میں اُترنا کوئی خاص بات نہیں۔ (یعنی عبادۃً) وہ تو ایک منزل تھی؛ جہاں رسول اللہ ﷺ اُترے۔

تشریح: **اَلْمُحَصَّبُ:** بعض فقہاء نے محصّب میں اُترنا مناسکِ حج میں شمار کیا ہے؛ جو درست نہیں۔ چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ نے بسند ابن ابی ملیکہ حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے: قَالَتْ وَاللّٰهِ مَا نَزَلَهَا اِلَّا مِنْ اَجَلِيْ. (مسند احمد بن حنبل جزء۶ صفحہ۲۴۵) یعنی انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! آپؐ تو وہاں صرف میری خاطر اُترے تھے۔ اسی مفہوم کی روایتیں امام مسلم، ابوداؤد وغیرہ نے نقل کی ہیں ☆ حضرت ابن عمرؓ نے یہاں جو قیام کیا، وہ صرف اتباعِ نبوی کے شوق سے۔ جیسا کہ مدینہ سے مکہ مکرمہ کو آتے وقت ذی طویٰ میں اور مکہ سے واپسی پر ذی الحلیفہ وغیرہ میں بھی وہ اس لئے اُترے کہ وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُترے تھے۔ اس طرف توجہ دلانے کے لئے اگلے دو ابواب (نمبر ۱۴۸و۱۴۹) قائم کئے گئے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا فعل ذاتی شوق سے تھا۔ ورنہ ان مقامات میں نزول مناسکِ حج میں سے نہیں۔ گو ان کے علاوہ بعض اور صحابہ اور خلفاء نے اپنی محبت وعشق کا اس طریق سے اظہار کیا ہے اور ان مقامات کو بطور منزل اختیار کیا۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری جزء۳ صفحہ۷۴۶)

☆ (مسلم، کتاب الحج، باب استحباب النزول بالمحصب) (ابوداؤد، کتاب المناسک، باب التحصیب)

بَاب ۱۴۸ : اَلنُّزُوْلُ بِذِي طُوًى قَبْلَ أَنْ يَّدْخُلَ مَكَّةَ وَالنُّزُوْلُ بِالْبَطْحَاءِ الَّتِي بِذِي الْحُلَيْفَةِ إِذَا رَجَعَ مِنْ مَّكَّةَ

مکہ میں داخل ہونے سے پہلے مقامِ ذی طویٰ میں اُترنا
اور جب مکہ سے واپس لوٹے تو بطحاء میں جو کہ ذوالحلیفہ میں ہے اُترنا

۱۷۶۷ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَ يَبِيْتُ بِذِي طُوًى بَيْنَ الثَّنِيَّتَيْنِ ثُمَّ يَدْخُلُ مِنَ الثَّنِيَّةِ الَّتِي بِأَعْلَى مَكَّةَ وَكَانَ إِذَا قَدِمَ مَكَّةَ حَاجًّا أَوْ مُعْتَمِرًا لَمْ يُنِخْ نَاقَتَهُ إِلَّا عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ يَدْخُلُ فَيَأْتِي الرُّكْنَ الْأَسْوَدَ فَيَبْدَأُ بِهِ ثُمَّ يَطُوْفُ سَبْعًا ثَلَاثًا سَعْيًا وَأَرْبَعًا مَشْيًا ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيُصَلِّيْ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ يَنْطَلِقُ قَبْلَ أَنْ يَّرْجِعَ إِلَى مَنْزِلِهِ فَيَطُوْفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَكَانَ إِذَا صَدَرَ عَنِ الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ أَنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ الَّتِي بِذِي الْحُلَيْفَةِ الَّتِي كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنِيْخُ بِهَا.

اطرافه: ۴۹۱، ۱۷۶۹۔

۱۷۶۷: ابراہیم بن منذر نے ہم سے بیان کیا کہ ابوضمرہ نے ہمیں بتایا۔ موسیٰ بن عقبہ نے ہم سے بیان کیا۔ نافع سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ذی طویٰ مقام میں دو گھاٹیوں کے درمیان رات گزارتے۔ پھر اس گھاٹی سے داخل ہوتے جو مکہ کے بالائی حصہ میں ہے اور جب حج یا عمرہ کی غرض سے مکہ میں آتے تو اپنی اونٹنی کو دروازۂ مسجد (بیت اللہ) کے پاس بٹھاتے۔ پھر مسجد میں جا کر حجر اسود کے پاس آتے اور وہاں سے شروع کرتے۔ پھر وہ سات بار طواف کرتے۔ تین بار تیز قدم اور چار بار معمولی رفتار سے۔ پھر وہاں سے فارغ ہوتے اور دو رکعتیں پڑھتے۔ پھر وہ اپنے گھر جانے سے پہلے چل پڑتے اور صفا ومروہ کے درمیان سعی کرتے اور جب حج وعمرہ سے فارغ ہو کر لوٹتے تو اس میدان میں اپنی اونٹنی بٹھاتے جو ذوالحلیفہ میں ہے؛ وہ جگہ جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی بٹھایا کرتے تھے۔

١٧٦٨ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ سُئِلَ عُبَيْدُ اللهِ عَنِ الْمُحَصَّبِ فَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَّافِعٍ قَالَ نَزَلَ بِهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعُمَرُ وَابْنُ عُمَرَ.

۱۷۶۸: عبداللہ بن عبدالوہاب نے ہم سے بیان کیا کہ خالد بن حارث نے ہمیں بتایا، کہا: عبیداللہ (عمری) سے محصّب (میں قیام) کے بارہ میں پوچھا گیا تو عبیداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ نافع سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عمرؓ وہاں اُترے۔

وَعَنْ نَّافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَ يُصَلِّي بِهَا يَعْنِي الْمُحَصَّبَ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ أَحْسِبُهُ قَالَ وَالْمَغْرِبَ قَالَ خَالِدٌ لَا أَشُكُّ فِي الْعِشَاءِ وَيَهْجَعُ هَجْعَةً وَيَذْكُرُ ذٰلِكَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور نافع سے یہ بھی مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہاں یعنی محصّب میں ظہر وعصر کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ میرا خیال ہے کہ انہوں نے یہ بھی کہا کہ مغرب کی نماز بھی اور خالد (بن حارث) نے کہا: عشاء کی نماز سے متعلق مجھے کوئی شک نہیں اور کچھ دیر وہاں آرام کرتے اور ذکر کرتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔

تشریح: اَلنُّزُوْلُ بِذِی طُوًی.... وَالنُّزُوْلُ بِالْبَطْحَاءِ.....: بطحائے ذوالحلیفہ مدینہ کے قریب ہے۔ دیکھئے تشریح باب ۱۴۷ و۱۴۸۔ روایت لَمْ يُنِخْ نَاقَتَهُ إِلَّا عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ. یعنی حضرت ابن عمرؓ جب حج کے لئے مکہ مکرمہ میں آتے تو رات وادیٔ ذی طویٰ میں گذارتے اور صبح کو سوار ہوکر بیت اللہ کے دروازے پر اپنی اونٹنی بٹھاتے اور مناسک حج شروع فرماتے۔ اس طرح مکہ مکرمہ سے واپسی پر جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچتے تو مدینہ کی وادیٔ ذی الحلیفہ میں ڈیرہ لگاتے۔

بَاب ١٤٩ : مَنْ نَّزَلَ بِذِي طُوًى إِذَا رَجَعَ مِنْ مَّكَّةَ

جو ذی طویٰ میں اُترے جب وہ مکہ سے لوٹے

١٧٦٩ : وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عِيْسَى حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ إِذَا

۱۷۶۹: اور محمد بن عیسیٰ نے کہا کہ حماد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب سے، انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی

أَقْبَلَ بَاتَ بِذِي طُوًى حَتَّى إِذَا أَصْبَحَ دَخَلَ وَإِذَا نَفَرَ مَرَّ بِذِي طُوًى وَبَاتَ بِهَا حَتَّى يُصْبِحَ وَكَانَ يَذْكُرُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ.

اطرافه: ۴۹۱، ۱۷۶۷۔

کہ جب وہ (مدینہ سے) آتے تو ذی طویٰ میں رات گذارتے۔ یہاں تک کہ جب صبح ہوتی تو (مکہ میں) داخل ہوتے اور جب کوچ کرتے تو ذی طویٰ سے ہی گذرتے اور وہاں رات ٹھہرتے۔ یہاں تک کہ صبح ہوتی اور ذکر کرتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

تشریح: مَنْ نَّزَلَ بِذِی طُوًی اِذَا رَجَعَ مِنْ مَّكَّةَ: بعض کو غلط فہمی ہوئی ہے کہ قیامِ شب جو منیٰ سے کوچ کے دن وادیٔ محصب میں کیا تھا وہ مراد ہے۔ ایسا نہیں بلکہ وہ قیامِ شب مراد ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چودھویں ذوالحج کو بعد طوافِ وداع کے ذی طویٰ میں کیا تھا۔ دونوں قیام کی جگہ الگ الگ ہے۔ ایک محصّب میں اور دوسرا ذی طویٰ میں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۷۴۸) اس تعلق میں باب ۴۰، ۴۱ بھی دیکھئے۔ نیز جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے؛ مذکورہ بالا مقامات مناسک حج میں سے نہیں۔

بَاب ۱۵۰: اَلتِّجَارَةُ أَيَّامَ الْمَوْسِمِ وَالْبَيْعُ فِي أَسْوَاقِ الْجَاهِلِيَّةِ

حج کے دنوں اور زمانۂ جاہلیت کی منڈیوں میں تجارت وخرید وفروخت کرنا

۱۷۷۰: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَ ذُو الْمَجَازِ وَعُكَاظٌ مَتْجَرَ النَّاسِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ كَأَنَّهُمْ كَرِهُوْا ذٰلِكَ حَتَّى نَزَلَتْ: لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ (البقرة:۱۹۹) فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ.

اطرافه: ۲۰۵۰، ۲۰۹۸، ۴۵۱۹۔

۱۷۷۰: عثمان بن ہیثم نے ہم سے بیان کیا کہ ابن جریج نے ہمیں خبر دی۔ عمرو بن دینار نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے تھے: ذوالمجاز وعکاظ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کی منڈیاں تھیں۔ جب اسلام آیا تو لوگوں نے (حج کے دنوں میں) وہاں تجارت کرنا مکروہ جانا۔ یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی: یعنی تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم حج کے دنوں میں اپنے ربّ سے فضل چاہو۔

تشریح: **اَلتِّجَارَةُ اَیَّامَ الْمَوْسِمِ:** مشرکین عرب کے نزدیک بیت اللہ کا حج بہت بڑی اہمیت رکھتا تھا۔ جیسا کہ قدیم تاریخ عرب اور قدیم شعراء کے کلام کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے۔ بیت اللہ کا طواف، عرفات کا قیام، منیٰ میں قربانی وغیرہ سب ان میں موجود تھیں۔ لیکن حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی خالص توحید؛ بت پرستی اور مشرکانہ عقائد و رسوم سے خلط ملط کر کے مسخ کر دی گئی تھیں۔ اسلام نے پھر اسے اصل صورت پر بحال کیا اور جو باتیں درست تھیں؛ انہیں بعض پابندیوں کے ساتھ قائم رکھا۔ جن میں سے بیت اللہ کا طواف بھی تھا اور بیت اللہ میں اعتکاف بھی۔ (اس تعلق میں دیکھئے باب ۹۱، ۱۳۴۔ نیز کتاب الاعتکاف باب ۱) اور بیت اللہ کی تعظیم ان کے دلوں میں یہاں تک راسخ تھی کہ سوار ہو کر حج کرنا بیت اللہ کی تعظیم کے خلاف سمجھا جاتا تھا اور بیت اللہ کا حرم اتنا مقدس تھا کہ بیٹا باپ کا اور باپ بیٹے کے قتل کا انتقام لینا گناہِ عظیم سمجھتا تھا۔ یہاں تجارتی کاروبار بھی ہوتا تھا۔ تجارتی منڈیاں عکاظ، ذی المجاز، مجنّہ اور حباشہ میں قائم کی جاتی تھیں اور بالعموم ماہِ رجب میں یہ کاروبار جائز سمجھا جاتا تھا۔ ذی المجاز کی منڈی عرفات کے قریب اور عکاظ؛ نخلہ اور طائف کے درمیان قرن المنازل کے ورے فتق بستی کے قریب اور مجنّہ ؛مرّ الظہران میں اصغر پہاڑی کے قریب قائم کی جاتی تھی۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۷۴۹، ۷۵۰)

عنوانِ باب کا تعلق موسم حج میں تجارت اور زمانہ جاہلیت کی منڈیوں سے خرید و فروخت سے ہے۔ یہ عنوان دو حصوں میں تقسیم کر کے محولہ بالا روایت کا مفہوم واضح کیا گیا ہے کہ صحابہ کرامؓ مطلق تجارت جائز سمجھتے تھے۔ مگر حج کے ایام میں بحالت احرام ان کے نزدیک تجارت کرنا حج کے منافی تھا۔ اس تقسیم سے یہ ذہن نشین کرانا مقصود ہے کہ بحالت احرام صحابہ کرامؓ کا یہ احساس درست تھا۔ مگر حج سے فراغت پانے اور حج کے مہینہ میں تجارتی کاروبار سابقہ عقیدے کی بناء پر درست نہیں تھا۔ جس کی اصلاح کی گئی۔ روایت نمبر ۱۷۷۰ میں جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے، اس کے آخر میں فِیْ مَوَاسِمِ الْحَجِّ ہے۔ یہ الفاظ روایت کا حصہ نہیں بلکہ تفسیر ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۷۵۰) اس سے قبل مشرکین کی رسوم اور ان کی اصلاح کا ذکر گذر چکا ہے۔ مثلاً بیت اللہ جو توحید پرستی کا گھر تھا؛ اس میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی مورتیاں اور تین سو ساٹھ بت رکھے گئے تھے۔ (باب ۵۴) اس بت پرستی کی ابتداء جیسا کہ تاریخ قدیم میں آتا ہے عمرو بن لحي کے ذریعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے دو سو سال قبل ہوئی۔ ایامِ حج میں تالیاں بجا بجا کر ان بتوں کی پوجا ہوتی۔ بیت اللہ کا طواف ننگا کیا جاتا۔ (باب ۶۷ روایت نمبر ۱۶۲۲۔ باب ۹۱ روایت نمبر ۱۶۶۵) صفا اور مروہ پر نائلہ اور اساف کے بت تھے؛ جن کا طواف کیا جاتا۔ (أخبار مكة، ذكر الأصنام التي كانت بين الصفا والمروة، جزء۲ صفحہ ۲۴۱) الفاظِ تلبیہ لَاشَرِیْکَ کے بعد اِلَّا شَرِیْکًا ھُوَلَکَ تَمْلِکُهٗ وَمَامَلَکَ کا اضافہ کیا جاتا۔ (مسلم، کتاب الحج، باب التلبية وصفتها) (سنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الحج، باب ماكان المشركون يقولون في التلبية، روایت نمبر ۸۸۱۹، جزء۵ صفحہ ۴۵) (بخاری کتاب الحج تشریح باب ۲۲) سورج دیوتا کی پوجا کی جاتی۔ (دیکھئے تشریح باب ۹۵ و ۱۰۰)

احرام باندھنے کے بعد اگر گھروں کو واپس جانا پڑتا تو دروازے سے نہیں بلکہ پچھواڑے سے اندر داخل ہوتے۔(دیکھئے تشریح باب۱۹۱) قربانی کا خون کعبہ کی دیواروں پر ملتے اور گوشت بطور نذرانہ دروازے کے سامنے رکھ دیتے کہ خدا اس خون و گوشت سے خوش ہوتا ہے۔بعض حج میں بولنا ترک کردیتے۔اس کا نام حج مصمت تھا۔(روایت نمبر۳۸۳۴) بغیر زادِراہ سادھوؤں کی طرح نکل پڑتے۔(دیکھئے تشریح باب۶) چربی گھی وغیرہ کا استعمال بھی گناہ سمجھا جاتا تھا۔(دیکھئے تشریح باب۱۹۱) حج کے ایام میں عمرہ کرنا بھی ان کے نزدیک سخت گناہ تھا۔(روایت نمبر۱۵۶۴) منیٰ میں آباؤاجداد پرستی کا مظاہرہ ہوتا اور باپ دادوں کے کارہائے نمایاں فخر کے ساتھ بیان کئے جاتے۔جس کو اسلام نے منسوخ کر کے ذکر الٰہی پر لگادیا۔قریش مزدلفہ میں مشعر الحرام کے پاس ٹھہر جاتے؛ جو حرم کے اندر ہے اور حرم کی حدود سے نکلنا اپنے تقدس کے خلاف سمجھتے (روایت نمبر۱۶۶۵) اور وہ بھی وہاں قیام کے دوران اپنے باپ دادوں کی مدح میں فخریہ قصائد پڑھتے۔قتل و غارت کے عادی قبائل میں سے جب کوئی قبیلہ دیکھتا کہ حج کے مہینوں میں سے کسی مہینہ میں وہ پابند ہو جائے گا۔اس کا خطیب اعلان کر دیتا کہ اس کی جگہ فلاں مہینہ حرمت کا ہے۔اس طرح کھلی اجازت دی جاتی۔کبھی ماہِ محرم حلال ہوتا،کبھی ماہ صفر۔(دیکھئے روایت نمبر۱۵۶۴۔نیز فتح الباری جزء۳ صفحہ۵۳۷ شرح باب۳۴)

خلاصہ یہ کہ اس قسم کے تمام مشرکانہ رسم و رواج کا اسلام نے قلع قمع کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس اسوۂ حسنہ کی برکت سے نفوس میں خارق عادت تبدیلی ہوئی اور تقویٰ و طہارت کے بارہ میں عربوں کا شعور و احساس لطیف ہو گیا۔جس کی ایک مثال باب ہذا کے موضوع سے ظاہر ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوت قدسیہ سے عربوں میں اس درجہ تبدیلی کی کہ آپؐ کا اعجاز از خود نمایاں ہو جاتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔

بَاب ۱۵۱ : اَلْاِدِّلَاجُ مِنَ الْمُحَصَّبِ

رات کے پچھلے حصہ میں محصّب سے کوچ کرنا

۱۷۷۱ : حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ حَاضَتْ صَفِيَّةُ لَيْلَةَ النَّفْرِ فَقَالَتْ مَا أُرَانِي إِلَّا حَابِسَتَكُمْ

۱۷۷۱: عمر بن حفص نے ہم سے بیان کیا کہ میرے باپ نے ہمیں بتایا۔اعمش نے ہم سے بیان کیا کہ ابراہیم نے مجھے بتایا۔انہوں نے اسود سے،اسود نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: کوچ کی رات صفیہؓ حائضہ ہوئیں تو کہنے لگیں:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقْرَى حَلْقَى أَطَافَتْ يَوْمَ النَّحْرِ قِيْلَ نَعَمْ قَالَ فَانْفِرِيْ.

میں سمجھتی ہوں کہ تمہیں سفر سے روک رکھوں گی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اے بھلی مانس☆! کیا قربانی کے دن طوافِ زیارت کر لیا تھا؟ آپؐ سے کہا گیا کہ ہاں۔ آپؐ نے فرمایا: پھر کوچ کرے۔

اطرافه: ۲۹٤، ۳۰۵، ۳۱٦، ۳۱۷، ۳۱۹، ۳۲۸، ۱۵۱٦، ۱۵۱۸، ۱۵۵٦، ۱۵٦۰، ۱۵٦۱، ۱۵٦۲، ۱٦۳۸، ۱٦۵۰، ۱۷۰۹، ۱۷۲۰، ۱۷۳۳، ۱۷۵۷، ۱۷٦۲، ۱۷۷۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸٦، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۲۹۵۲، ۲۹۸٤، ٤۳۹۵، ٤٤۰۱، ٤٤۰۸، ۵۳۲۹، ۵۵٤۸، ۵۵۵۹، ٦۱۵۷، ۷۲۲۹.

١٧٧٢: قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ وَزَادَنِي مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا مُحَاضِرٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَذْكُرُ إِلَّا الْحَجَّ فَلَمَّا قَدِمْنَا أَمَرَنَا أَنْ نَحِلَّ فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ النَّفْرِ حَاضَتْ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَلْقَى عَقْرَى مَا أُرَاهَا إِلَّا حَابِسَتَكُمْ ثُمَّ قَالَ كُنْتِ طُفْتِ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ فَانْفِرِيْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنِّي لَمْ

۱۷۷۲: ابوعبداللہ نے کہا: محمد (بن سلام) نے مجھ سے اتنا زیادہ بیان کیا، (کہا:) محاضر نے ہم سے بیان کیا کہ اعمش نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابراہیم سے، ابراہیم نے اسود سے، انہوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (مدینہ سے) نکلے ہم حج ہی کا ذکر کر رہے تھے۔ جب ہم (مکہ) پہنچے تو آپؐ نے فرمایا کہ احرام کھول ڈالیں۔ جب کوچ کی رات ہوئی تو حضرت صفیہ بنت حییؓ حائضہ ہوگئیں تو نبی ﷺ نے فرمایا: عقریٰ حلقیٰ☆ میں سمجھتا ہوں کہ وہ تمہیں سفر سے روکے رکھے گی۔ پھر فرمایا: کیا تم نے قربانی کے دن طواف کیا تھا؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ فرمایا: تو پھر کوچ کرو۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! میں نے تو احرام نہیں کھولا۔ فرمایا: تو پھر تنعیم سے عمرہ

☆ عَقْرَی کا معنی ہے بانجھ اور حَلْقَی یعنی بال کاٹنے والی۔ لیکن یہاں یہ الفاظ اپنے ظاہری معنوں میں نہیں بلکہ ان سے مراد اُس اضطراب کا اظہار ہے جو بعض وقت انسان ایسے موقع پر محسوس کرتا ہے۔ مفہوماً ''اے بھلی مانس'' یا ''اللہ کی بندی'' مراد ہے۔ مزید وضاحت کے لیے روایت نمبر۱۵٦۱ کی تشریح دیکھئے۔

أَكُنْ حَلَلْتُ قَالَ فَاعْتَمِرِيْ مِنَ التَّنْعِيْمِ فَخَرَجَ مَعَهَا أَخُوهَا فَلَقِيْنَاهُ مُدَّلِجًا فَقَالَ مَوْعِدُكِ مَكَانَ كَذَا وَ كَذَا.

کرلو۔ تو ان کے ساتھ ان کے بھائی نکلے۔ (اور فارغ ہو کر) ہم آپؐ سے اس وقت ملے جب آپؐ رات کے پچھلے پہر (طوافِ وداع کے لئے) نکلے اور آپؐ نے فرمایا تھا کہ تم ہمیں فلاں فلاں جگہ پر آ کر ملنا۔

اطرافہ: ۲۹٤، ۳۰٥، ۳۱٦، ۳۱۷، ۳۱۹، ۳۲۸، ۱٥۱٦، ۱٥۱۸، ۱٥٥٦، ۱٥٦۰، ۱٥٦۱، ۱٥٦۲، ۱٦۳۸، ۱٦٥۰، ۱۷۰۹، ۱۷۲۰، ۱۷۳۳، ۱۷٥۷، ۱۷٦۲، ۱۷۷۱، ۱۷۸۳، ۱۷۸٦، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۲۹٥۲، ۲۹۸٤، ٤۳۹٥، ٤٤۰۱، ٤٤۰۸، ٥۳۲۹، ٥٥٤۸، ٥٥٥۹، ٦۱٥۷، ۷۲۲۹۔

تشریح: **اَلْاِدِّلَاجُ مِنَ الْمُحَصَّبِ:** ادلاج کے معنی ہیں رات کے پہلے پہر سفر کرنا۔ امام ابن حجرؒ کا خیال ہے کہ یہ باب اس غرض سے قائم کیا گیا ہے کہ سابقہ ابواب میں مقامِ محصّب میں قیامِ نشیب کا جو ذکر ہے، اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ وہ ضروری اور مناسکِ حج کا حصہ ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی کے ساتھ تنعیم میں عمرہ کا احرام باندھنے کی غرض سے رات کو ہی چلی گئی ہیں اور محصّب میں نہیں ٹھہریں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۷۵۱)

امام موصوفؒ نے ابواب واحادیث کی ترتیب میں باریک ملاحظات مدنظر رکھے ہیں۔ کتاب الحج جب شروع کیا ہے تو سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس عمرہ والے واقعہ سے ابتداء کی ہے۔ (باب۳) اور اس کا خاتمہ بھی اسی پر کیا ہے۔ روایات مندرجہ باب نمبر ا،۲ کے بعد بتایا کہ احکامِ حج وغیرہ کی بنیاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر ہے اور ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی حج کیا تھا جو حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے اور اس میں عمرہ بھی ہوا۔ چنانچہ احکامِ حج وعمرہ بیان کرتے رہے۔ شروع اور آخر کو آپس میں مربوط کر دیا ہے اور اس خاتمے کے بعد ابواب عمرہ شروع ہوتے ہیں۔

بسم الله الرحمن الرحيم

٢٦- كِتَابُ الْعُمْرَةِ

بَاب ١☆: وُجُوْبُ الْعُمْرَةِ وَفَضْلُهَا

عمرے کا وجوب اور اس کی فضیلت☆

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا لَيْسَ أَحَدٌ إِلَّا وَعَلَيْهِ حَجَّةٌ وَعُمْرَةٌ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا إِنَّهَا لَقَرِيْنَتُهَا فِي كِتَابِ اللهِ: وَأَتِمُّوْا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ ۚ. (البقرة:١٩٧)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: ہر شخص پر صرف ایک حج اور ایک عمرہ ہی واجب ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اللہ کی کتاب میں یہ (عمرہ حج کے) ساتھ ہی مذکور ہے۔ (فرمایا:) اور حج اور عمرہ کو اللہ کے لئے پورا کرو۔

١٧٧٣: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ.

١٧٧٣: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے سمی سے جو ابوبکر بن عبدالرحمٰن کے آزاد کردہ غلام تھے۔ انہوں نے ابوصالح سمان سے، سمان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک کفارہ ہے، ان کوتاہیوں کا جو اِن دونوں کے درمیان ہوگئی ہوں اور مقبول حج کا بدلہ جنت ہی ہے۔

تشریح: **وُجُوْبُ الْعُمْرَةِ وَفَضْلُهَا:** عمرہ مشتق ہے عمارة سے یعنی آباد رکھنا۔ (عمدۃ القاری جزء١٠ صفحہ١٠٦) اس غرض سے کہ بیت اللہ میں عبادت، ذکر الٰہی اور دعائیں ہوتی رہیں؛ شریعت نے عمرے کا حکم

☆ یہ عنوانِ باب فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء٣ حاشیہ صفحہ٧۵٣)

دیا ہے۔فرمایا: اَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ. (البقرة: ۱۹۷) اوراسی عبادتِ مسلسل کی وجہ سے قرآنِ کریم میں بیت اللہ کو بطور پیشگوئی اَلْبَيْتُ الْمَعْمُوْر سے موسوم کیا ہے۔(الطور:۵) یعنی وہ گھر جو ذکرِ الٰہی سے ہمیشہ آباد رہنے والا ہے۔ عمرے میں بھی حج کی طرح میقات سے احرام باندھنا، اہلال اور تلبیہ وغیرہ امور کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔(کتاب الحج باب۴، ۵۔ کتاب العمرة باب ۱۰) البتہ اس میں اجازت ہے کہ سال میں کسی وقت بھی کیا جائے۔ دور سے آنے والے لوگ حج کے ایام میں ہی عمرہ کر سکتے ہیں۔ عمرے کے واجب ہونے یا نہ ہونے کے بارہ میں ائمہ میں اختلاف ہے۔ امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عمرہ نفل ہے واجب نہیں۔ ان کا استدلال حجاج بن ارطاہ کی روایت سے ہے جو بسند محمد بن منکدر حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ ایک بدوی نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ آیا عمرہ واجب ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: نہیں۔ لیکن کیا جائے تو بہتر ہے۔(ترمذی، کتاب الحج، باب ما جاء فی العمرة أواجبة هي أم لا)

حجاج- جس سے یہ روایت ہے، ثقہ نہیں۔ امام شافعیؒ و امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک عمرہ واجب ہے۔ ان کا استدلال علاوہ آیات محولہ بالا کے ان روایتوں سے بھی ہے۔ جن کا حوالہ عنوانِ باب میں دیا گیا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کی روایت ابن خزیمہ نے موصولاً نقل کی ہے[۱] اور حضرت ابن عباسؓ کی روایت امام شافعیؒ و سعید بن منصور سے موصولاً مروی ہے۔[۲] (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۷۵۳-۷۵۴)

عمرے کی فضیلت کے بارہ میں استدلال روایت نمبر ۱۷۷۳ سے کیا ہے کہ وہ گناہوں کا کفارہ ہے۔ بار بار دعاؤں اور توجہ الی اللہ کا نیک اثر نفسِ انسانی پر لازماً ہوتا ہے اور اسی مبارک اثر سے آہستہ آہستہ میلانِ گناہ بھی دور ہو جاتا ہے۔ اسلام میں کفارے کے یہی معنی ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ. (هود: ۱۱۵) {یقیناً نیکیاں بدیوں کو دور کر دیتی ہیں۔} اور فرماتا ہے: اِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولٰئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا. (الفرقان: ۷۱) {سوائے اس کے جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل بجا لائے۔ پس یہی وہ لوگ ہیں جن کی بدیوں کو اللہ خوبیوں میں بدل دے گا۔ اور اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔}

بَاب ٢ مَنِ اعْتَمَرَ قَبْلَ الْحَجِّ

جس نے حج سے پہلے عمرہ کیا

١٧٧٤: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَنَّ عِكْرِمَةَ بْنَ خَالِدٍ سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ

۱۷۷۴: احمد بن محمد نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں خبر دی۔ ابن جریج نے ہمیں بتایا کہ عکرمہ بن خالد (مخزومی) نے حضرت ابن عمر

---

[۱] (صحیح ابن خزیمہ، کتاب المناسک، جماع ابواب ذکر العمرة، باب ذکر البیان ان العمرة فرض، جزء۴ صفحہ ۳۵۶، روایت نمبر ۳۰۶۶)

[۲] (الأمّ للشافعی، کتاب الحج، باب هل تجب العمرة، جزء۲ صفحہ ۱۳۲)

اللهُ عَنْهُمَا عَنِ الْعُمْرَةِ قَبْلَ الْحَجِّ فَقَالَ لَا بَأْسَ قَالَ عِكْرِمَةُ قَالَ ابْنُ عُمَرَ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ يَّحُجَّ. وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ حَدَّثَنِي عِكْرِمَةُ بْنُ خَالِدٍ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ ... مِثْلَهُ.

رضی اللہ عنہما سے حج سے قبل عمرہ کرنے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: کوئی قباحت نہیں۔ عکرمہ نے کہا کہ حضرت ابن عمرؓ نے بتایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کرنے سے پہلے عمرہ کیا تھا۔ ابراہیم بن سعد نے (محمد) بن اسحاق سے نقل کیا: عکرمہ بن خالد نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت ابن عمرؓ سے میں نے پوچھا....ویسا ہی بیان کیا۔

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ عِكْرِمَةُ ابْنُ خَالِدٍ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ... مِثْلَهُ.

عمرو بن علی نے ہم سے بیان کیا کہ ابو عاصم نے ہمیں بتایا۔ ابن جریج نے ہمیں خبر دی کہ عکرمہ بن خالد نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا .... انہوں نے بھی یہی روایت بیان کی۔

تشریح: **مَنِ اعْتَمَرَ قَبْلَ الْحَجِّ:** ارشادِ باری تعالیٰ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ (البقرة:۱۹۷) کے پیش نظر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا اس کی تعمیل میں تقدیم و تاخیر جائز ہے یا نہیں اور آیا اس تعمیل میں فاصلہ ہو یا نہ ہو۔ عمرہ پہلے کیا جائے اور حج بعد میں۔ یا یہ کہ صرف حج ہو اور چند مہینوں کے بعد عمرہ؟ زیر باب پہلی روایت جو ابن جریج سے مروی ہے؛ وہ مرسل ہے۔ کیونکہ ابن جریج اس زمانہ میں نہیں تھے، جب عکرمہ مخزومی نے حضرت ابن عمرؓ سے سوال کیا۔ اس نقص کا تدارک امام موصوفؒ نے ابراہیم بن سعد کی روایت کے حوالہ سے کیا ہے، جو امام احمد بن حنبلؒ نے نقل کی ہے۔ (مسند احمد بن حنبل، جزء۲ صفحہ ۱۵۸)

اگلے باب کی روایتوں سے واضح ہو جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کئے اور حج آخر میں کیا اور ان کے درمیان فاصلہ تھا۔ یعنی نہ ترتیب ضروری ہے نہ تسلسل۔ عمرے کے تعلق میں یہ ذکر خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ یہ بھی ابراہیمی سنت ہے۔ جس کے لئے آپ نے اپنی بیوی بچے کو بیت اللہ کے لئے وقف کیا اور گاہے گاہے خود بھی اس کی زیارت کی۔ تا بیت اللہ ہمیشہ ذکر الٰہی سے معمور رہے اور اہل عرب نے قدیم سے یہ ابراہیمی سنت محفوظ رکھی ہے۔ جس کا پتہ زمانہ جاہلیت کے اشعار سے چلتا ہے۔ حلف الفضول کا واقعہ تاریخ عرب میں مشہور ہے۔ قبیلہ بنی زبیر کا ایک شخص عمرے کی غرض سے مکہ مکرمہ میں آیا۔ جس کے ساتھ کچھ سامان تجارت بھی تھا۔ عاص بن وائل نے اس سے بعض اشیاء خریدیں؛ مگر قیمت نہ دی۔ اس سے مایوس ہو کر زبیری نے قریش کے بعض قبیلوں سے فریاد کی اور آل فہر کو مخاطب کرتے

ہوئے ان کی غیرت کو یہ کہہ کر اُکسایا کہ عمرہ کی غرض سے مکہ کے حرم میں آنے والے پر ظلم کیا گیا ہے۔ اس کا تدارک ضروری ہے۔ یہ اشعار اس کی طرف منسوب ہیں:-

يَـا آلَ فِهْـرٍ لِـمَـظْـلُـوْمٍ بِضَـاعَـتَـهُ بِبَـطْـنِ مَـكَّـةَ نَـائِـي الـدَّارِ وَالنَّفَر

وَمُـحْـرِمٍ شَـعْـثٌ لَمْ يَقْضِ عُمْرَتَهُ يَا آلَ غَالِبِ بَيْنَ الْحِجْرِ وَالْحَجَر

أَ قَـائِـمٌ فِـي بَـنِـي سَـهْـمٍ بِذِمَّتِهِمْ اَمْ ذَاهِـبٌ فِـي ضَلَالٍ مَالُ مُعْتَمِرُ

(اخبار مكة، ذكر حلف الفضول وسببه وتفسيره، جزء۵ صفحہ۱۹۰)

(التذكرة الحمدونية، الباب الثاني عشر ما جاء في العدل والجور)

ترجمہ: اے فہر کی اولاد! اس شخص کی مدد کو پہنچو جس کے سامانِ تجارت میں ظلم کیا گیا ہے اور اس کا حق مارا گیا ہے۔ مکہ کی وادی میں ایسی حالت میں جبکہ وہ اپنے گھر اور اپنے لوگوں سے دور ہے۔ احرام باندھے ہوئے ہے، غبار آلودہ ہے۔ ابھی تک اس نے اپنا عمرہ ادا نہیں کیا۔ اے آل غالب! حجر اور حجر کے درمیان بنی سہم میں سے کوئی ہے جو اپنی ذمہ داری کو پورا کرنے والا ہو یا عمرہ کرنے والے کا مال اسی طرح ضائع چلا جائے گا۔

اس قسم کے اشعارِ جاہلیت سے ظاہر ہے کہ عمرہ قدیم ایام سے کیا جاتا ہے۔ لیکن حج کے ایام میں نہیں۔ بلکہ عموماً رجب کے مہینہ میں۔ جس کی وجہ سے یہ مہینہ بھی ماہِ حرام یعنی عزت کا مہینہ قرار دیا گیا تھا۔ تا بلا خوف وخطر دور ونزدیک سے آنے والے ابراہیمی سنت پر عمل کرسکیں۔ حج کے ایام میں عمرہ کرنا ان کے نزدیک بہت بڑا گناہ تھا۔ (دیکھئے روایت نمبر۱۵۶۴) اسی غلط خیال کی اصلاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔

بَاب۳: كَمِ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کئے

١٧٧٥: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ دَخَلْتُ أَنَا وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ الْمَسْجِدَ فَإِذَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا جَالِسٌ إِلَى حُجْرَةِ عَائِشَةَ وَإِذَا نَاسٌ يُصَلُّوْنَ فِي الْمَسْجِدِ صَلَاةَ الضُّحَى قَالَ فَسَأَلْنَاهُ عَنْ صَلَاتِهِمْ فَقَالَ بِدْعَةٌ

۱۷۷۵: قتیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ جریر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے مجاہد سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں اور عروہ بن زبیر مسجد میں داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حجرۂ عائشہؓ کے قریب بیٹھے ہیں اور کچھ لوگ مسجد میں اشراق کی نماز پڑھ رہے ہیں۔ مجاہد نے کہا کہ ہم نے ان کی اس نماز کی بابت

ثُمَّ قَالَ لَهُ كَمِ اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرْبَعًا إِحْدَاهُنَّ فِي رَجَبٍ فَكَرِهْنَا أَنْ نَرُدَّ عَلَيْهِ.

(حضرت عبداللہ بن عمرؓ) سے پوچھا۔انہوں نے کہا: یہ بدعت ہے۔ پھران سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کئے؟ انہوں نے کہا: چار۔ ان میں سے ایک ماہِ رجب میں کیا تھا۔تو ہم برا سمجھے کہ ان کی بات ردّ کریں۔

اطرافه: ٤٢٥٣.

١٧٧٦ : قَالَ وَسَمِعْنَا اسْتِنَانَ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الْحُجْرَةِ فَقَالَ عُرْوَةُ يَا أُمَّاهُ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَلَا تَسْمَعِيْنَ مَا يَقُوْلُ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَتْ مَا يَقُوْلُ قَالَ يَقُوْلُ إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَمَرَ أَرْبَعَ عُمَرَاتٍ إِحْدَاهُنَّ فِي رَجَبٍ قَالَتْ يَرْحَمُ اللهُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ مَا اعْتَمَرَ عُمْرَةً إِلَّا وَهُوَ شَاهِدُهُ وَمَا اعْتَمَرَ فِي رَجَبٍ قَطُّ.

۱۷۷۶: اور ہم نے حجرے میں حضرت عائشہ امّ المومنین (رضی اللہ عنہا) کے مسواک کرنے کی آواز سنی تو عروہ نے کہا: ام المومنین! کیا آپؓ نہیں سن رہیں جو ابوعبدالرحمٰنؓ کہہ رہے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: کیا کہتے ہیں؟ عروہ نے کہا کہ وہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کئے۔ان میں سے ایک ماہِ رجب میں تھا۔(حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے) کہا: اللہ ابوعبدالرحمٰن پر رحم کرے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عمرہ نہیں کیا؛ مگر وہ اس میں موجود تھے اور آپؐ نے رجب میں قطعاً عمرہ نہیں کیا۔

اطرافه: ١٧٧٧، ٤٢٥٤.

١٧٧٧ : حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَجَبٍ.

۱۷۷۷: ابوعاصم نے ہم سے بیان کیا کہ ابن جریج نے ہمیں خبر دی۔کہا: عطاء نے مجھے بتایا کہ عروہ بن زبیر سے مروی ہے۔انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے رجب میں عمرہ نہیں کیا ہے۔

اطرافه: ١٧٧٦، ٤٢٥٤.

١٧٧٨ : حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ حَسَّانٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ سَأَلْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَمِ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرْبَعٌ عُمْرَةُ الْحُدَيْبِيَةِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ حَيْثُ صَدَّهُ الْمُشْرِكُوْنَ وَعُمْرَةٌ مِّنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ حَيْثُ صَالَحَهُمْ وَعُمْرَةُ الْجِعِرَّانَةِ إِذْ قَسَمَ غَنِيْمَةَ أُرَاهُ حُنَيْنٍ قُلْتُ كَمْ حَجَّ قَالَ وَاحِدَةً.

۱۷۷۸: حسان بن حسان نے ہم سے بیان کیا کہ ہمام نے ہمیں بتایا۔ قتادہ سے مروی ہے کہ (انہوں نے کہا:) میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کئے؟ تو انہوں نے کہا: چار۔ عمرۂ حدیبیہ جو ذوالقعدہ میں کیا؛ جب مشرکوں نے آپؐ کو روکا تھا۔ وہ عمرہ دوسرے سال ذی القعدہ میں ہوا۔ جب آپؐ نے ان سے صلح کی اور عمرۂ جعرّانہ جب آپؐ نے مالِ غنیمت تقسیم کیا۔ میرا خیال ہے کہ یہ جنگ حنین کی غنیمت تھی۔ میں نے کہا: آپؐ نے کتنے حج کئے؟ کہا: ایک ہی۔

اطرافه: ١٧٧٩، ١٧٨٠، ٣٠٦٦، ٤١٤٨۔

١٧٧٩ : حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ هِشَامُ ابْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ رَدُّوْهُ وَمِنَ الْقَابِلِ عُمْرَةَ الْحُدَيْبِيَةِ وَعُمْرَةً فِي ذِي الْقَعْدَةِ وَعُمْرَةً مَعَ حَجَّتِهِ.

۱۷۷۹: ابوالولید ہشام بن عبدالملک نے ہم سے بیان کیا کہ ہمام نے ہمیں بتایا۔ قتادہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عمرہ وہ کیا تھا جبکہ قریش نے آپؐ کو لوٹا دیا تھا اور ایک دوسرے سال عمرہ حدیبیہ کا اور ایک عمرہ ذی قعدہ میں اور ایک عمرہ اپنے حج کے ساتھ۔

اطرافه: ١٧٧٨، ١٧٨٠، ٣٠٦٦، ٤١٤٨۔

١٧٨٠ : حَدَّثَنَا هُدْبَةُ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ وَقَالَ اعْتَمَرَ أَرْبَعَ عُمَرٍ فِي ذِي الْقَعْدَةِ إِلَّا الَّتِي اعْتَمَرَ مَعَ حَجَّتِهِ عُمْرَتَهُ مِنَ

۱۷۸۰: ہدبہ (بن خالد) نے ہم سے بیان کیا کہ ہمام نے ہمیں بتایا اور کہا: آپؐ نے چار عمرے ذی القعدہ میں کئے؛ سوائے اس عمرہ کے جو آپؐ نے حج کے ساتھ

الْحُدَيْبِيَةِ وَمِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ وَمِنَ الْجِعْرَانَةِ حَيْثُ قَسَمَ غَنَائِمَ حُنَيْنٍ وَعُمْرَةً مَعَ حَجَّتِهِ.

کیا تھا اور ایک عمرہ حدیبیہ کا اور ایک اس سے اگلے سال ہوا اور ایک جعرّانہ کا عمرہ جبکہ آپؐ نے حنین کی غنیمتیں تقسیم کیں۔ایک عمرہ اپنے حج کے ساتھ۔

اطرافه: ١٧٧٨، ١٧٧٩، ٣٠٦٦، ٤١٤٨.

١٧٨١: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَأَلْتُ مَسْرُوقًا وَعَطَاءً وَمُجَاهِدًا فَقَالُوْا اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذِي الْقَعْدَةِ قَبْلَ أَنْ يَّحُجَّ وَقَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذِي الْقَعْدَةِ قَبْلَ أَنْ يَّحُجَّ مَرَّتَيْنِ.

۱۷۸۱: احمد بن عثمان نے ہم سے بیان کیا کہ شریح بن مسلمہ نے ہمیں بتایا کہ ابراہیم بن یوسف نے ہم سے بیان کیا۔انہوں نے اپنے باپ سے،ان کے باپ نے ابواسحاق سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے مسروق، عطاء اور مجاہد سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کرنے سے قبل ذی القعدہ میں عمرہ کیا اور ابواسحاق نے کہا: میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے سنا۔وہ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی القعدہ میں دو دفعہ عمرہ کیا۔پیشتر اس کے کہ آپؐ حج کرتے۔

اطرافه: ١٨٤٤، ٢٦٩٨، ٢٦٩٩، ٢٧٠٠، ٣١٨٤، ٤٢٥١.

تشریح: **كَمِ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ** ﷺ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمرے سے متعلق اختلاف ہوا ہے کہ آیا دو عمرے کئے یا چار اور اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ بعض نے صلح حدیبیہ والا عمرہ شمار نہیں کیا اور نہ وہ عمرہ جو حجۃ الوداع میں بصورتِ قِران ہوا تھا۔ بلکہ صرف عمرہ جعرانہ اور وہ عمرہ جو صلح حدیبیہ کے دوسرے سال ہوا۔ان دونوں کو عمرہ قرار دیا ہے اور یہ دونوں ذیقعدہ میں ہوئے۔یعنی ۷ھ میں قبل از فتح مکہ اور ۸ھ بعد از فتح اور محاصرۂ طائف۔رجب میں آپؐ نے کوئی عمرہ نہیں کیا۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی یہ غلط فہمی حضرت عائشہؓ نے دور کردی جس پر وہ خاموش رہے۔ باب۳ میں سات روایتیں درج ہیں۔روایت نمبر۱۷۷۶، ۱۷۷۷ میں ماہِ رجب والے عمرہ کی نفی ہے۔یہ دونوں روایتیں عروہ بن زبیر سے ہیں۔پہلی میں سوال كَمِ اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ کا جواب مفصل ہے اور دوسری میں كَمِ اعْتَمَرَ کے الفاظ نہیں؛ صرف رجب میں عمرہ کئے جانے کی نفی کا ذکر ہے۔یہ اختلاف مٹانے کی غرض سے اس حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے جو امام مسلم نے مفصل نقل کی ہے۔(مسلم، كتاب الحج، باب بيان عدد عمر النبي وزمانهن)

روایت نمبر۱۷۷۸ میں چار عمروں کا ذکر ہے کیونکہ حضرت انسؓ نے صلح حدیبیہ والا عمرہ بھی شمار کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمرے کی نیت سے مدینہ منورہ سے نکلے اور حدیبیہ مقام پر رُکنے کی وجہ سے وہیں قربانیاں کر دیں۔ گویا یہ عمرہ ہوا، جہاں تک ہوسکا۔ ارشادِ باری تعالیٰ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ. (البقرۃ:۱۹۷) یعنی اگر تم روک دیئے جاؤ تو جو قربانی میسر ہو؛ کی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ جمہور کے نزدیک ایسے عمرے کے لئے قضا لازم نہیں۔ مگر احناف کے نزدیک لازم ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۷۶۰) روایت نمبر۱۷۸۱ سے ظاہر ہے کہ حضرت براء بن عازبؓ نے صلح حدیبیہ اور حجۃ الوداع والے عمرہ کو نظر انداز کر دیا۔ صرف ان دو عمروں کا ذکر کیا ہے جو صلح حدیبیہ کے دوسرے سال اور جعرانہ مقام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئے؛ جبکہ آپؐ نے شوال کے آخر میں اسی غرض سے مکہ مکرمہ کی طرف سفر کیا اور ذی القعدہ کے شروع میں عمرہ کر کے وہاں سے مدینہ کی طرف لوٹے۔

بَاب ٤ : عُمْرَةٌ فِي رَمَضَانَ

رمضان میں عمرہ کرنا

١٧٨٢ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يُخْبِرُنَا يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِامْرَأَةٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ سَمَّاهَا ابْنُ عَبَّاسٍ فَنَسِيْتُ اسْمَهَا مَا مَنَعَكِ أَنْ تَحُجِّيْ مَعَنَا قَالَتْ كَانَ لَنَا نَاضِحٌ فَرَكِبَهُ أَبُو فُلَانٍ وَابْنُهُ لِزَوْجِهَا وَابْنِهَا وَتَرَكَ نَاضِحًا نَنْضَحُ عَلَيْهِ قَالَ فَإِذَا كَانَ رَمَضَانُ اعْتَمِرِيْ فِيْهِ فَإِنَّ عُمْرَةً فِي رَمَضَانَ حَجَّةٌ أَوْ نَحْوًا مِمَّا قَالَ.

اطرافه: ١٨٦٣۔

۱۷۸۲: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ یحییٰ (بن قطان) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن جریج سے، ابن جریج نے عطاء سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا۔ انہوں نے ہمیں خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک انصاری عورت سے فرمایا۔ حضرت ابن عباسؓ نے اس کا نام لیا تھا مگر میں اس کا نام بھول گیا۔ ہمارے ساتھ حج کرنے سے تمہیں کس بات نے روکا؟ تو اس نے کہا: ہمارا ایک پانی لادنے والا اونٹ تھا۔ اس پر فلاں کا باپ اور اس کا بیٹا جو اس کے خاوند سے ہے اور میرا بیٹا سوار ہو کر چلے گئے اور ایک ہی لادو اونٹ چھوڑ گئے۔ جس پر ہم پانی لادتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: جب رمضان کا مہینہ ہو تو اس میں عمرہ کرو۔ کیونکہ رمضان میں عمرہ حج ہے۔ یا کچھ ایسی ہی بات آپؐ نے فرمائی۔

تشریح: عُمْرَةٌ فِي رَمَضَانَ: اگرچہ عمرہ سارا سال ہی ہوسکتا ہے۔ مگر بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ خاص دن یا خاص وقت میں ہوتو وہ افضل ہے۔ اس قسم کی روایتوں کی صحت وسقم کے بارہ میں چار ابواب (نمبر۴ تا۷) قائم کرکے آٹھویں باب میں بتایا ہے کہ عمرے کے ثواب کی زیادت مشقت پر ہے؛ دن اور وقت پر نہیں۔ اس کے لئے جتنی دور سے آنا پڑے گا۔ اسی قدر ثواب ہوگا۔

رمضان میں عمرے کی فضیلت سے متعلق ابن جریج کی جو روایت نقل کی گئی ہے؛ اس میں راوی کو عورت کا نام یاد نہیں رہا۔ (روایت نمبر۱۷۸۲) لیکن روایت نمبر۱۸۶۳ میں بتایا گیا ہے کہ وہ حضرت امّ سنانؓ تھیں۔ بھولنے والے راوی ابن جریج ہیں نہ عطاء بن ابی رباح۔ جن کی روایت حبیب معلم کی سند سے بھی مروی ہے۔ اس میں اس عورت کا نام امّ سنان مذکور ہے۔

مسند احمد وغیرہ کی روایت میں ذکر ہے کہ بنی اسد کی ایک عورت نے جن کا نام حضرت امّ معقلؓ تھا؛ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے آپؐ کے ساتھ حج کرنے کا ارادہ کیا تھا مگر میرا اونٹ گم ہوگیا۔ جس پر آپؐ نے انہیں مذکورہ بالا ارشاد فرمایا۔ (مسند احمد بن حنبل جزء۶ صفحہ۴۰۶) ابوداؤد نے بھی انہی امّ معقلؓ کی ایک روایت نقل کی ہے؛ جس میں ان کے خاوند کے بیمار ہونے اور مرنے کا ذکر ہے اور یہ کہ آپؐ نے فرمایا: اگر حج رہ گیا ہے تو رمضان میں عمرہ کرلینا حج ہی کی طرح ہے۔ (ابو داؤد، كتاب المناسک، باب العمرة) امام ابن حجرؒ کی رائے میں یہ دو الگ الگ واقعات ہیں۔ ایک انصاری عورت کا اور دوسرا اسدیہ عورت کا۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۷۶۱، ۷۶۲)

بَاب ٥ : اَلْعُمْرَةُ لَيْلَةَ الْحَصْبَةِ وَغَيْرِهَا

مقامِ محصب کی رات میں یا اس کے علاوہ اور کسی وقت عمرہ کرنا

١٧٨٣ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُوَافِيْنَ لِهِلَالِ ذِي الْحَجَّةِ فَقَالَ لَنَا مَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُّهِلَّ بِالْحَجِّ فَلْيُهِلَّ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُّهِلَّ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهِلَّ بِعُمْرَةٍ فَلَوْلَا أَنِّي

۱۷۸۳: محمد بن سلام نے ہم سے بیان کیا کہ ابومعاویہ نے ہمیں خبر دی۔ ہشام نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ (عروہ) سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ (انہوں نے کہا:) ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (مدینہ سے) ایسے وقت میں نکلے کہ ذی الحج کا چاند نکلنے کو تھا تو آپؐ نے ہم سے فرمایا: تم میں سے جو حج کا احرام باندھنا چاہے وہ (حج کا) احرام باندھے اور جو عمرے کا احرام باندھنا چاہے وہ عمرہ کا احرام باندھ

أَهْدَيْتُ لَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ قَالَتْ فَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ وَكُنْتُ مِمَّنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ فَأَظَلَّنِي يَوْمُ عَرَفَةَ وَأَنَا حَائِضٌ فَشَكَوْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ارْفُضِي عُمْرَتَكِ وَانْقُضِي رَأْسَكِ وَامْتَشِطِي وَأَهِلِّي بِالْحَجِّ فَلَمَّا كَانَ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ أَرْسَلَ مَعِي عَبْدَ الرَّحْمَنِ إِلَى التَّنْعِيمِ فَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ مَكَانَ عُمْرَتِي.

لے۔ اگر میں نے قربانی کا جانور نہ لیا ہوتا تو میں بھی عمرے ہی کا احرام باندھتا۔ کہتی تھیں کہ ہم میں سے بعض نے عمرے کا احرام باندھا اور بعض نے حج کا اور میں ان لوگوں میں سے تھی جنہوں نے عمرے کا احرام باندھا تھا۔ عرفات کا دن ایسے وقت میں آیا کہ میں حائضہ تھی۔ میں نے نبی ﷺ سے اپنی معذوری ظاہر کی تو آپؐ نے فرمایا: عمرہ چھوڑ دیں اور اپنے سر کے بال کھول ڈالیں اور کنگھی کریں۔ (معذوری دور ہونے پر) حج کا احرام باندھیں۔ (چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا) اور (حج کے بعد) جس رات ہم محصب پہنچے تو آپؐ نے عبدالرحمٰنؓ کو میرے ساتھ تنعیم کی طرف بھیجا۔ پھر میں نے (وہاں سے) عمرے کا احرام باندھا؛ اپنے اس عمرہ کی جگہ (جس کا احرام میں نے کھول دیا تھا۔)

اطرافه: ٢٩٤، ٣٠٥، ٣١٦، ٣١٧، ٣١٩، ٣٢٨، ١٥١٦، ١٥١٨، ١٥٥٦، ١٥٦٠، ١٥٦١، ١٥٦٢، ١٦٣٨، ١٦٥٠، ١٧٠٩، ١٧٢٠، ١٧٣٣، ١٧٥٧، ١٧٦٢، ١٧٧١، ١٧٧٢، ١٧٨٦، ١٧٨٧، ١٧٨٨، ٢٩٥٢، ٢٩٨٤، ٤٣٩٥، ٤٤٠١، ٤٤٠٨، ٥٣٢٩، ٥٥٤٨، ٥٥٥٩، ٦١٥٧، ٧٢٢٩.

بَاب ٦ : عُمْرَةُ التَّنْعِيمِ

تنعیم سے عمرے کا احرام باندھنا

١٧٨٤ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ عَمْرَو ابْنَ أَوْسٍ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُ أَنْ يُرْدِفَ

۱۷۸۴: علی بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ عمرو (بن دینار) سے مروی ہے کہ انہوں نے عمرو بن اوس سے سنا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: عائشہؓ کو

عَائِشَةَ وَيُعْمِرَهَا مِنَ التَّنْعِيْمِ. قَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً سَمِعْتُ عَمْرًا كَمْ سَمِعْتُهُ مِنْ عَمْرٍو.

اطرافه: ٢٩٨٥۔

(اپنی سواری پر اپنے) پیچھے بٹھالیں اور تنعیم سے ان کو عمرہ کرالائیں۔ سفیان (بن عیینہ) نے کبھی یوں کہا: میں نے عمرو (بن دینار) سے سنا (اور کبھی یوں کہا کہ) میں نے عمرو (بن دینار) سے کئی بار یہ سنا۔

١٧٨٥: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيْدِ عَنْ حَبِيْبٍ الْمُعَلِّمِ عَنْ عَطَاءٍ حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهَلَّ وَأَصْحَابُهُ بِالْحَجِّ وَلَيْسَ مَعَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ هَدْيٌ غَيْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَلْحَةَ وَكَانَ عَلِيٌّ قَدِمَ مِنَ الْيَمَنِ وَمَعَهُ الْهَدْيُ فَقَالَ أَهْلَلْتُ بِمَا أَهَلَّ بِهِ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذِنَ لِأَصْحَابِهِ أَنْ يَّجْعَلُوْهَا عُمْرَةً يَّطُوْفُوْا بِالْبَيْتِ ثُمَّ يُقَصِّرُوْا وَيَحِلُّوْا إِلَّا مَنْ مَّعَهُ الْهَدْيُ فَقَالُوْا نَنْطَلِقُ إِلَى مِنًى وَذَكَرُ أَحَدِنَا يَقْطُرُ فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ

١٧٨٥: محمد بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالوہاب بن عبدالمجید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حبیب معلم سے، حبیب نے عطاء (بن ابی رباح) سے روایت کی کہ (انہوں نے کہا:) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے مجھ سے بیان کیا کہ نبی ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ نے حج کا احرام باندھا اور سوائے نبی ﷺ اور حضرت طلحہؓ کے اور کسی کے ساتھ قربانی کا جانور نہیں تھا اور حضرت علیؓ یمن سے آئے تھے اور ان کے ساتھ قربانی کا جانور تھا۔ انہوں نے کہا: میں نے وہی احرام باندھا ہے جو رسول اللہ ﷺ نے باندھا ہے اور نبی ﷺ نے اپنے باقی صحابہ کو فرمایا کہ وہ اس (حج) کو عمرہ کردیں۔ بیت اللہ کا طواف کریں۔ پھر بال کتروائیں اور احرام کھول دیں۔ سوائے اس شخص کے جو اپنے ساتھ قربانی کا جانور لایا ہو۔ تو لوگوں نے کہا: (یہ کیسے ہوسکتا ہے) کہ ہم منیٰ کو جائیں؛ جبکہ ہم میں سے کسی کے اعضاء سے مادہ ٹپک رہا ہو۔ یہ بات نبی ﷺ کو پہنچی تو آپؐ نے فرمایا: اگر مجھے پہلے وہ بات معلوم ہوتی جو بعد میں معلوم ہوئی تو قربانی کے جانور نہ لے جاتا اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میرے ساتھ قربانی کے جانور ہیں تو

مَا أَهْدَيْتُ وَلَوْلَا أَنَّ مَعِيَ الْهَدْيَ لَأَحْلَلْتُ وَأَنَّ عَائِشَةَ حَاضَتْ فَنَسَكَتِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَيْرَ أَنَّهَا لَمْ تَطُفْ بِالْبَيْتِ قَالَ فَلَمَّا طَهُرَتْ وَطَافَتْ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَتَنْطَلِقُوْنَ بِعُمْرَةٍ وَّحَجَّةٍ وَأَنْطَلِقُ بِالْحَجِّ فَأَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ أَنْ يَّخْرُجَ مَعَهَا إِلَى التَّنْعِيْمِ فَاعْتَمَرَتْ بَعْدَ الْحَجِّ فِي ذِي الْحَجَّةِ وَأَنَّ سُرَاقَةَ بْنَ مَالِكِ ابْنِ جُعْشُمٍ لَقِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْعَقَبَةِ وَهُوَ يَرْمِيْهَا فَقَالَ أَلَكُمْ هَذِهِ خَاصَّةً يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ لَا بَلْ لِلْأَبَدِ.

میں احرام کھول ڈالتا۔ حضرت عائشہؓ حائضہ ہوئیں۔ حج کی ساری عبادتیں کر چکی تھیں سوائے اس کے کہ انہوں نے بیت اللہ کا طواف زیارت نہیں کیا تھا۔ (حضرت جابرؓ نے) کہا: جب وہ حیض سے پاک ہوئیں اور طوافِ زیارت کر چکیں تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپؐ تو عمرہ اور حج کر کے جا رہے ہیں اور میں صرف حج کر کے جاؤں گی؟ تو آپؐ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ سے فرمایا کہ ان کے ساتھ تنعیم کو جائیں۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ نے حج کے بعد حج کے مہینہ میں عمرہ کیا اور یہ کہ حضرت سراقہ بن مالک بن جعشمؓ نبی ﷺ سے اس وقت ملے جب آپؐ عقبہ میں تھے اور اس وقت آپؐ کنکریاں پھینک رہے تھے تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! کیا یہ (حج فسخ کر کے عمرہ کرنے کا حکم) خاص اسی وقت کے لئے ہے؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں۔ بلکہ ہمیشہ کے لئے (اجازت) ہے۔

اطرافه: ١٥٥٧، ١٥٦٨، ١٥٧٠، ١٦٥١، ٢٥٠٦، ٤٣٥٢، ٧٢٣٠، ٧٣٦٧۔

تشریح: **اَلْعُمْرَةُ لَيْلَةَ الْحَصْبَةِ وَغَيْرِهَا:** باب۵و۶ کا مفہوم یہ ہے کہ حج کرنے کے بعد حرم کے اندر یا باہر جہاں سے چاہیں عمرے کا احرام باندھیں۔ اس تعلق میں کتاب الحج باب ۱۴۷ اور ۱۵۱ بھی دیکھئے۔

بَاب٧: اَلْاِعْتِمَارُ بَعْدَ الْحَجِّ بِغَيْرِ هَدْيٍ

حج کے بعد بغیر قربانی عمرہ کرنا

١٧٨٦: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ أَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ

١٧٨٦: محمد بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ یحییٰ نے ہمیں بتایا۔ ہشام نے ہم سے بیان کیا، کہا: میرے باپ نے مجھے خبر دی۔ انہوں نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے خبر دی، کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُوَافِيْنَ لِهِلَالِ ذِي الْحَجَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُّهِلَّ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهِلَّ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُّهِلَّ بِحَجَّةٍ فَلْيُهِلَّ وَلَوْلَا أَنِّي أَهْدَيْتُ لَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ فَمِنْهُمْ مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَمِنْهُمْ مَنْ أَهَلَّ بِحَجَّةٍ وَكُنْتُ مِمَّنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ فَحِضْتُ قَبْلَ أَنْ أَدْخُلَ مَكَّةَ فَأَدْرَكَنِي يَوْمُ عَرَفَةَ وَأَنَا حَائِضٌ فَشَكَوْتُ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعِي عُمْرَتَكِ وَانْقُضِي رَأْسَكِ وَامْتَشِطِي وَأَهِلِّي بِالْحَجِّ فَفَعَلْتُ فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ أَرْسَلَ مَعِي عَبْدَ الرَّحْمَنِ إِلَى التَّنْعِيْمِ فَأَرْدَفَهَا فَأَهَلَّتْ بِعُمْرَةٍ مَكَانَ عُمْرَتِهَا فَقَضَى اللهُ حَجَّهَا وَعُمْرَتَهَا وَلَمْ يَكُنْ فِي شَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ هَدْيٌ وَلَا صَدَقَةٌ وَلَا صَوْمٌ.

ایسے وقت میں نکلے؛ جبکہ ذی الحج کا چاند نکل چکا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو عمرے کا احرام باندھنا چاہے تو وہ (اس کا) احرام باندھ لے اور جو حج کا احرام باندھنا چاہے تو وہ (اس کا) احرام باندھ لے اور اگر میں قربانی نہ لایا ہوتا تو میں عمرے کا احرام باندھتا۔ صحابہ میں سے وہ بھی تھے جنہوں نے عمرہ کا نام لے کر احرام باندھا تھا اور وہ بھی جنہوں نے حج کا نام لے کر احرام باندھا تھا۔ اور میں اُن میں سے تھی جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ پھر میں حائضہ ہوگئی پیشتر اس کے کہ مَیں مکہ میں داخل ہوتی۔ عرفہ کا دن ایسے وقت میں آیا کہ مَیں ابھی تک حائضہ ہی تھی۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے (اپنی اس حالت کا) ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اپنا عمرہ رہنے دو اور اپنا سر کھول ڈالو اور کنگھی کر لو اور (فرمایا کہ صاف ہونے پر) حج کا نام لے کر احرام باندھو تو میں نے ایسا ہی کیا۔ (حج کے بعد) جس رات ہم محصّب پہنچے تو آپؐ نے میرے ساتھ عبدالرحمٰنؓ کو تنعیم کی طرف بھیجا تو انہوں نے (حضرت عائشہؓ کو) اپنے پیچھے سوار کیا تو (حضرت عائشہؓ) نے عمرہ کا نام لے کر لبیک پکارا۔ یہ عمرہ ان کے اس عمرے کے بدل میں تھا (جو اُن سے ترک ہو گیا تھا۔) اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کا حج اور عمرہ پورا کر دیا اور ان میں کوئی خامی نہ تھی۔ اس لئے نہ قربانی دینی پڑی اور نہ صدقہ اور نہ روزے رکھے گئے۔

اطرافه: ٢٩٤، ٣٠٥، ٣١٦، ٣١٧، ٣١٩، ٣٢٨، ١٥١٦، ١٥١٨، ١٥٥٦، ١٥٦٠، ١٥٦١، ١٥٦٢، ١٦٣٨، ١٦٥٠، ١٧٠٩، ١٧٢٠، ١٧٣٣، ١٧٥٧، ١٧٦٢، ١٧٧١، ١٧٧٢، ١٧٨٣، ١٧٨٧، ١٧٨٨، ٢٩٥٢، ٢٩٨٤، ٤٣٩٥، ٤٤٠١، ٤٤٠٨، ٥٣٢٩، ٥٥٤٨، ٥٥٥٩، ٦١٥٧، ٧٢٢٩.

تشریح: **اَلْإِعْتِمَارُ بَعْدَ الْحَجِّ بِغَيْرِ هَدْيٍ:** بعض ائمہ کے نزدیک تمتع یہ ہے کہ حج کے مہینہ میں حج کرنے سے قبل عمرہ کیا جائے اور اس تمتع کی بابت آیت فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ (البقرة:۱۹۷) میں ارشاد ہوا ہے کہ بحالت تمتع قربانی کی جائے لیکن اگر حج کرنے کے بعد عمرہ ہو تو قربانی کرنے کی ضرورت نہیں۔ کتاب الحج باب ۱۱۵ روایت نمبر ۱۷۰۹ میں یہ تصریح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواجِ مطہرات کی طرف سے قربانی کی تھی اور حضرت عائشہؓ معذوری کی وجہ سے عمرہ نہ کر سکی تھیں۔ پھر انہوں نے جو عمرہ کیا وہ اس کا بدل تھا۔ جیسا کہ الفاظ مَكَانَ عُمْرَتِهَا اس پر دلالت کرتے ہیں۔ امام ابن حجرؒ کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چونکہ ان کو حج وغیرہ کرنے کی توفیق دے دی، اس لئے انہیں (فدیہ) قربانی وغیرہ کی ضرورت نہ رہی۔ (فتح الباری جزء ۳ صفحہ ۷۷۰)

بَاب ۸: أَجْرُ الْعُمْرَةِ عَلَى قَدْرِ النَّصَبِ

عمرے کا ثواب بقدرِ مشقت

۱۷۸۷: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ ابْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنِ الْقَاسِمِ ابْنُ مُحَمَّدٍ وَعَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَا قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَصْدُرُ النَّاسُ بِنُسُكَيْنِ وَأَصْدُرُ بِنُسُكٍ فَقِيْلَ لَهَا انْتَظِرِي فَإِذَا طَهُرْتِ فَاخْرُجِي إِلَى التَّنْعِيْمِ فَأَهِلِّي ثُمَّ ائْتِيْنَا بِمَكَانِ كَذَا وَلٰكِنَّهَا عَلَى قَدْرِ نَفَقَتِكِ أَوْ نَصَبِكِ.

۱۷۸۷: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ یزید بن زُریع نے ہمیں بتایا۔ (عبداللہ) بن عون نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے قاسم بن محمد سے۔ نیز ابن عون نے ابراہیم (نخعی) سے، ابراہیم نے اسود سے روایت کی کہ (قاسم اور اسود) دونوں کہتے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یا رسول اللہ! لوگ تو دو دو عبادتیں کر کے واپس جا رہے ہیں اور میں صرف ایک ہی عبادت کے ساتھ جاؤں گی تو اُن سے کہا گیا کہ انتظار کریں اور جب پاک ہوں تو تنعیم کی طرف جائیں۔ (وہاں سے) احرام باندھ لیں۔ پھر فلاں جگہ ہمارے پاس آجائیں۔ مگر بات یہ ہے کہ ثواب تو اس مقدار سے ہوتا ہے جتنا آپ خرچ کریں اور جتنی مشقت برداشت کریں۔

اطرافه: ٢٩٤، ٣٠٥، ٣١٦، ٣١٧، ٣١٩، ٣٢٨، ١٥١٦، ١٥١٨، ١٥٥٦، ١٥٦٠، ١٥٦١، ١٥٦٢، ١٦٣٨، ١٦٥٠، ١٧٠٩، ١٧٢٠، ١٧٣٣، ١٧٥٧، ١٧٦٢، ١٧٧١، ١٧٧٢، ١٧٨٣، ١٧٨٦، ١٧٨٨، ٢٩٥٢، ٢٩٨٤، ٤٣٩٥، ٤٤٠١، ٤٤٠٨، ٥٣٢٩، ٥٥٤٨، ٥٥٥٩، ٦١٥٧، ٧٢٢٩.

تشریح: اَجْرُ الْعُمْرَةِ عَلَى قَدْرِ النَّصَبِ: امام احمد بن حنبل[1] اور امام مسلم[2] رحمۃ اللہ علیہما نے روایت نمبر ۱۷۸۷ مذکورہ بالا دو سندوں سے نقل کی ہے۔ اس میں امّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بغیر نام کے اشارۃً ذکر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تنعیم سے عمرہ کرنے کے لئے فرمایا اور کہا کہ عمرہ کا اجر مشقت پر ہے یا فرمایا کہ مصارفِ سفر کے مطابق۔ امام بخاریؒ کی مذکورہ بالا روایت میں حضرت عائشہؓ کے نام کی تصریح ہے۔

نَفَقَتِكِ اَوْ نَصَبِكِ: کرمانیؒ کے نزدیک حدیث کے الفاظ میں اَوْ کا عطف جو وارد ہوا ہے؛ وہ تنویع کے معنوں میں ہے، شک کے معنی میں نہیں۔ تنویع کے معنی ہیں نوعیت کا الگ الگ ہونا۔ دارقطنی[3] اور حاکم[4] کی روایت جو ابن عون سے مروی ہے؛ اس میں یہ الفاظ ہیں: وَاِنَّ لَكِ مِنَ الْاَجْرِ عَلَى قَدْرِ نَصَبِكِ وَنَفَقَتِكِ. تمہیں اجر مشقت اور مصارفِ سفر کے مطابق ملے گا۔ ان الفاظ سے بھی اسی مفہوم کی تائید ہوتی ہے۔
(فتح الباری جزء۳ صفحہ ۷۷۱)

بعض فقہاء نے اس تعلق میں یہ سوال اُٹھایا ہے کہ ثواب عمل کی خاطر مشقت برداشت کرنا ضروری نہیں اور شریعتِ اسلامیہ نے مشقت جسمانی عبادت میں ثواب کے لئے ضروری قرار نہیں دی بلکہ وہ ایسا دین ہے جس میں سہولت، آسانی، شرح صدر اور اخلاص وغیرہ امور ملحوظ رکھے گئے ہیں۔ دیکھئے کتاب الایمان باب ۱۲، ۱۸، ۲۹، ۳۲۔ دراصل حضرت عائشہؓ عمرہ بروقت نہ کرسکنے کی وجہ سے بہت متاثر تھیں۔ آپؐ نے ان کی دلداری فرمائی کہ وہ اس کا افسوس نہ کریں۔ ثواب کا دارومدار صرف اس بات پر نہیں کہ عمرہ بروقت یا برمحل ہو؛ بلکہ عمرہ ہر وقت کیا جاسکتا ہے اور ثواب میں مشقت ومصارفِ سفر کا بھی لحاظ ہوتا ہے۔ بعض فقہاء نے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ جگہ یا وقت کی خصوصیت نہیں۔ بعض اوقات یا بعض مقامات کے ساتھ ایک تاریخی پس منظر آیا ہے جو بوقت عبادت ذہنی تصورات اور قلبی احساس میں ایک غیر معمولی تحریک پیدا کر کے عبادت میں جان ڈال دیتے ہیں۔ ذہنی کوفت جسمانی کوفت سے کم نہیں ہوتی اور لفظ النَّصَبِ دونوں قسم کی کوفت پر اطلاق پاتا ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۷۷۱، ۷۷۲) (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ ۱۲۴)

مذکورہ بالا حدیث میں عَلَى قَدْرِ نَفَقَتِكِ کے الفاظ ہیں۔ مگر عنوانِ باب میں صرف عَلَى قَدْرِ النَّصَبِ ہے۔ دراصل حضرت عائشہؓ کے لئے نفقات کا سوال نہ تھا۔ اس لئے امام بخاریؒ نے عنوان قائم کرتے ہوئے اسے نظر انداز کیا ہے۔

---

[1] (مسند احمد بن حنبل جزء۶ صفحہ ۴۳)

[2] (مسلم، کتاب الحج، باب بیان وجوه الإحرام وأنه یجوز إفراد الحج والتمتع)

[3] (سنن الدار قطنی، کتاب الحج، باب المواقیت، روایت نمبر ۲۲۸، جزء۲ صفحہ ۲۸۶)

[4] (المستدرک علی الصحیحین، کتاب المناسک، الأجر علی قدر النفقة و التعب، جزء اوّل صفحہ ۴۷۱)

بَاب ۹ : اَلْمُعْتَمِرُ إِذَا طَافَ طَوَافَ الْعُمْرَةِ ثُمَّ خَرَجَ هَلْ يُجْزِئُهُ مِنْ طَوَافِ الْوَدَاعِ

جب عمرہ کرنے والا طواف کرلے پھر (مکہ سے) نکلے تو کیا یہ طوافِ وداع کا بدل ہوگا

١٧٨٨ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا أَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مُهِلِّيْنَ بِالْحَجِّ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ وَحُرُمِ الْحَجِّ فَنَزَلْنَا بِسَرِفَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ مَنْ لَّمْ يَكُنْ مَّعَهُ هَدْيٌ فَأَحَبَّ أَنْ يَّجْعَلَهَا عُمْرَةً فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلَا وَكَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجَالٍ مِّنْ أَصْحَابِهِ ذَوِي قُوَّةٍ الْهَدْيُ فَلَمْ تَكُنْ لَّهُمْ عُمْرَةٌ فَدَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبْكِي فَقَالَ مَا يُبْكِيْكِ قُلْتُ سَمِعْتُكَ تَقُوْلُ لِأَصْحَابِكَ مَا قُلْتَ فَمُنِعْتُ الْعُمْرَةَ قَالَ وَمَا شَأْنُكِ قُلْتُ لَا أُصَلِّي قَالَ فَلَا يَضِرْكِ أَنْتِ مِنْ بَنَاتِ آدَمَ كُتِبَ عَلَيْكِ مَا كُتِبَ عَلَيْهِنَّ فَكُوْنِي فِي حَجَّتِكِ عَسَى اللهُ أَنْ يَرْزُقَكِهَا قَالَتْ

١٧٨٨: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا کہ افلح بن حمید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قاسم (بن محمد) سے، قاسم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ہم حج کی نیت سے احرام باندھ کر حج کے مہینہ میں آدابِ حج ملحوظ رکھتے ہوئے نکلے اور مقامِ سرف پر اُترے تو نبی ﷺ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: جس کے ساتھ قربانی نہ ہو اور وہ اسے عمرہ کرنا چاہے تو کرلے اور جس کے ساتھ قربانی ہو وہ ایسا نہ کرے اور نبی ﷺ اور آپؐ کے ساتھیوں میں سے مردوں کے ساتھ- جو صاحب استطاعت تھے- قربانیاں تھیں تو ان کا عمرہ نہ ہوا۔ نبی ﷺ میرے پاس آئے اور میں رو رہی تھی اور آپؐ نے فرمایا کہ تم کیوں رو رہی ہو؟ میں نے کہا: میں نے آپؐ کی وہ بات سن لی ہے جو آپؐ نے اپنے ساتھیوں سے فرمائی ہے۔ میں عمرہ سے محروم رہ گئی۔ آپؐ نے فرمایا: کیوں تمہیں کیا ہوا؟ میں نے کہا: میں نماز نہیں پڑھتی۔ آپؐ نے فرمایا: تمہیں اس سے کوئی حرج نہیں۔ تم آدم کی بیٹیوں میں سے ایک بیٹی ہو۔ تمہارے لئے وہی مقدر ہے جو اُن کے لئے۔ اس لئے حج کی نیت رکھو۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں عمرہ نصیب کرے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا: میں

فَكُنْتُ حَتَّى نَفَرْنَا مِنْ مِنًى فَنَزَلْنَا الْمُحَصَّبَ فَدَعَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ فَقَالَ اخْرُجْ بِأُخْتِكَ مِنَ الْحَرَمِ فَلْتُهِلَّ بِعُمْرَةٍ ثُمَّ افْرُغَا مِنْ طَوَافِكُمَا أَنْتَظِرْكُمَا هَاهُنَا فَأَتَيْنَا فِي جَوْفِ اللَّيْلِ فَقَالَ فَرَغْتُمَا قُلْتُ نَعَمْ فَنَادَى بِالرَّحِيلِ فِي أَصْحَابِهِ فَارْتَحَلَ النَّاسُ وَمَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ ثُمَّ خَرَجَ مُوَجِّهًا إِلَى الْمَدِينَةِ.

اسی طرح رہی؛ یہاں تک کہ ہم منیٰ سے چل پڑے اور محصّب میں اُترے تو آپؐ نے عبدالرحمٰنؓ کو بلایا اور فرمایا: اپنی بہن کو حرم سے باہر لے جاؤ کہ وہ عمرہ کا لبیک پکار کر عمرہ کا احرام باندھ لیں۔ پھر تم دونوں طوافِ بیت اللہ کرلو۔ میں تم دونوں کا یہیں انتظار کروں گا تو ہم آدھی رات کو واپس آئے۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تم دونوں (طواف سے) فارغ ہو گئے ہو؟ میں نے کہا: ہاں۔ پھر آپؐ نے اپنے صحابہ میں کوچ کی منادی کروائی اور لوگوں نے کوچ کیا اور انہوں نے بھی جنہوں نے صبح کی نماز سے پہلے بیت اللہ کا طوافِ وداع کرلیا تھا۔ پھر آپؐ مدینہ کی طرف رُخ کرکے روانہ ہو گئے۔

اطرافه: ٢٩٤، ٣٠٥، ٣١٦، ٣١٧، ٣١٩، ٣٢٨، ١٥١٦، ١٥١٨، ١٥٥٦، ١٥٦٠، ١٥٦١، ١٥٦٢، ١٦٣٨، ١٦٥٠، ١٧٠٩، ١٧٢٠، ١٧٣٣، ١٧٥٧، ١٧٦٢، ١٧٧١، ١٧٧٢، ١٧٨٣، ١٧٨٦، ١٧٨٧، ٢٩٥٢، ٢٩٨٤، ٤٣٩٥، ٤٤٠١، ٤٤٠٨، ٥٣٢٩، ٥٥٤٨، ٥٥٥٩، ٦١٥٧، ٧٢٢٩.

تشریح: **اَلْمُعْتَمِرُ اِذَا طَافَ طَوَافَ الْعُمْرَةِ ثُمَّ خَرَجَ:** عمرہ تنعیم میں حضرت عائشہؓ طوافِ عمرہ کر کے مکہ مکرمہ سے لوٹیں اور طواف الوداع نہیں کیا۔ جس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ وہی ایک طواف بطور طواف الوداع بھی تھا۔ الگ طواف کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ کتاب الحج روایت نمبر ۱۷۵۵ میں بھی بتایا جاچکا ہے کہ حائضہ کو طواف الوداع سے مستثنیٰ کیا گیا ہے۔

امام ابن حجرؒ کے نزدیک روایت نمبر ۱۷۸۸ کے آخری الفاظ وَمَنْ طَافَ سے مراد ثُمَّ طَافَ ہے۔ کیونکہ مسلمؒ کی روایت میں فَاَذَنَ فِی اَصْحَابِہِ بِالرَّحِیلِ فَخَرَجَ فَمَرَّ بِالْبَیْتِ فَطَافَ بِهِ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ ثُمَّ خَرَجَ اِلَی الْمَدِیْنَةِ ہے۔(مسلم، كتاب الحج، باب بيان وجوه الإحرام) یعنی آپؐ نے اپنے صحابہ میں کوچ کا ارشاد فرمایا۔ پھر آپؐ نکلے اور بیت اللہ کی طرف گئے اور صبح کی نماز سے پہلے اُس کا طواف کیا۔ پھر آپؐ مدینہ کی طرف چل پڑے۔ اور ابوداؤدؒ کی روایتوں میں منقول ہے: فَاَذَّنَ فِی اَصْحَابِہِ بِالرَّحِیلِ فَارْتَحَلَ فَمَرَّ بِالْبَیْتِ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ فَطَافَ بِهِ حِیْنَ خَرَجَ ثُمَّ انْصَرَفَ مُتَوَجِّهًا اِلَی الْمَدِیْنَةِ.(ابو داؤد، كتاب المناسك، باب طواف الوداع) یعنی آپؐ نے اپنے صحابہ میں کوچ کا اعلان فرمایا۔ پھر آپؐ چل پڑے اور صبح کی نماز سے پہلے بیت اللہ کی طرف گئے اور اُس کا

طواف کیا جب آپؐ (مدینہ کی طرف) نکلے۔ پھر آپؐ مدینہ کی طرف رُخ کر کے روانہ ہو گئے۔ نیز کتاب الحج باب ۳۴ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: فَارْتَحَلَ النَّاسُ فَمَرَّ مُتَوَجِّهًا اِلَى الْمَدِيْنَةِ یعنی لوگ چل پڑے۔ پھر آپؐ مدینہ کا رخ کئے ہوئے گزرے۔ یہاں مَرَّ کا فاعل آنحضرت ﷺ ہیں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۷۷۳)

بَاب ١٠ : يَفْعَلُ بِالْعُمْرَةِ مَا يَفْعَلُ بِالْحَجِّ

عمرہ میں بھی وہی کرے جو حج میں کرتا ہے

١٧٨٩ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا عَطَاءٌ قَالَ حَدَّثَنِي صَفْوَانُ بْنُ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ يَعْنِي عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْجِعْرَانَةِ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ وَعَلَيْهِ أَثَرُ الْخَلُوْقِ أَوْ قَالَ صُفْرَةٌ فَقَالَ كَيْفَ تَأْمُرُنِي أَنْ أَصْنَعَ فِي عُمْرَتِي فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسُتِرَ بِثَوْبٍ وَوَدِدْتُ أَنِّي قَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ فَقَالَ عُمَرُ تَعَالَ أَيَسُرُّكَ أَنْ تَنْظُرَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ أَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْوَحْيَ قُلْتُ نَعَمْ فَرَفَعَ طَرَفَ الثَّوْبِ فَنَظَرْتُ إِلَيْهِ لَهُ غَطِيْطٌ وَأَحْسِبُهُ قَالَ كَغَطِيْطِ الْبَكْرِ فَلَمَّا سُرِّيَ عَنْهُ قَالَ أَيْنَ السَّائِلُ عَنِ الْعُمْرَةِ

۱۷۸۹: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا کہ ہمام نے ہمیں بتایا کہ عطاء نے ہم سے بیان کیا، کہا: صفوان بن یعلیٰ بن امیہ نے مجھے بتایا۔ یعنی اپنے باپ سے روایت کی کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا جبکہ آپؐ جعرانہ میں تھے اور وہ جبہ پہنے تھا اور اس پر خوشبو کا نشان تھا۔ یا کہا: زردی کا نشان۔ اس نے کہا کہ آپؐ مجھے اپنے عمرے میں کیا کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی اور آپؐ کو ایک کپڑا اوڑھا دیا گیا۔ مجھے آرزو تھی کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی حالت میں دیکھوں کہ آپؐ پر وحی کا نزول ہو رہا ہو۔ حضرت عمرؓ نے (مجھ سے) کہا: ادھر آؤ۔ کیا تم یہ دیکھ کر خوش ہو گے کہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل کر رہا ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ پھر انہوں نے کپڑے کا کنارہ اُٹھایا تو میں نے آپؐ کو دیکھا۔ آپؐ خراٹے لے رہے تھے اور میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے کہا: جیسے جوان اونٹ خراٹے لیتا ہے۔ جب وحی کی حالت ختم

اخْلَعْ عَنْكَ الْجُبَّةَ وَاغْسِلْ أَثَرَ الْخَلُوْقِ عَنْكَ وَأَنْقِ الصُّفْرَةَ وَاصْنَعْ فِي عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِي حَجِّكَ.

ہوئی تو آپؐ نے فرمایا: عمرہ کے متعلق پوچھنے والا کہاں ہے؟ اپنا جُبّہ اُتار دو اور خوشبو کا نشان دھو کر صاف کر دو اور زردی بالکل صاف کر دو اور اپنے عمرے میں ویسا ہی کرو جیسا حج میں کرتے ہو۔

اطرافه: ١٥٣٦، ١٨٤٧، ٤٣٢٩، ٤٩٨٥.

١٧٩٠: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ حَدِيْثُ السِّنِّ أَرَأَيْتِ قَوْلَ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالىٰ: اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ؕ (البقرة:١٥٩) فَلَا أُرَى عَلَى أَحَدٍ شَيْئًا أَنْ لَّا يَطَّوَّفَ بِهِمَا فَقَالَتْ عَائِشَةُ كَلَّا لَوْ كَانَتْ كَمَا تَقُوْلُ كَانَتْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لَّا يَطَّوَّفَ بِهِمَا إِنَّمَا أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِي الْأَنْصَارِ كَانُوْا يُهِلُّوْنَ لِمَنَاةَ وَكَانَتْ مَنَاةُ حَذْوَ قُدَيْدٍ وَكَانُوْا يَتَحَرَّجُوْنَ أَنْ يَّطُوْفُوْا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَلَمَّا جَاءَ

١٧٩٠: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے ہشام بن عروہ سے، ہشام نے اپنے باپ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ سے کہا- میں ان دنوں کم سن تھا- بتائیں تو سہی اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ جو فرمایا ہے کہ صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کے نشانات میں سے ہیں۔ پس جو بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ ان دونوں کا بھی طواف کرے۔ اس سے میں سمجھتا ہوں کہ کسی پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ ان دونوں کا طواف نہ کرے۔ تو حضرت عائشہؓ نے کہا: ہرگز نہیں۔ اگر یہ مراد ہوتی جیسا کہ تم سمجھتے ہو تو آیت یوں ہوتی کہ اس پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ ان دونوں کا طواف نہ کرے۔ (بات یہ ہے کہ) یہ آیت انصار کی نسبت اُتری ہے جو منات کا نام پکار کر احرام باندھا کرتے تھے۔ اور یہ منات قُدَید کے مقابل رکھا ہوا تھا اور وہ برا سمجھتے تھے کہ صفا اور مروہ کے درمیان طواف کریں۔

الْإِسْلَامُ سَأَلُوْا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالٰى: اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ؕ (البقرة: ١٥٩) زَادَ سُفْيَانُ وَأَبُومُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامٍ مَا أَتَمَّ اللهُ حَجَّ امْرِئٍ وَلَا عُمْرَتَهُ لَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

پس جب اسلام آیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارہ میں پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ ...... سفیان اور ابومعاویہ نے ہشام سے روایت کرتے ہوئے اتنا بڑھایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کا حج پورا نہ کیا، نہ اس کا عمرہ جس نے صفا اور مروہ کے درمیان طواف نہ کیا۔

اطرافه: ١٦٤٣، ٤٤٩٥، ٤٨٦١.

تشریح: يَفْعَلُ بِالْعُمْرَةِ مَا يَفْعَلُ بِالْحَجِّ: اس تعلق میں دیکھئے کتاب الحج تشریح باب ۴ و ۱۶ جہاں مناسک حج کا خلاصہ دیا گیا ہے اور کتاب الحج باب ۷۹ و ۸۰ کی تشریح جہاں صفا و مروہ کے تعلق میں اس کا تاریخی پس منظر ظاہر کیا گیا ہے۔ اس باب کی پہلی روایت میں اوّل ان باتوں کا ذکر ہے جو بوقت احرام نہیں ہونی چاہئیں اور اس کے آخر میں ہے کہ عمرہ میں بھی رمی کرنی چاہیے جو حج میں کی جاتی ہے اور دوسری روایت میں صفا و مروہ کی سعی کا ذکر ہے اور اس کے آخر میں ہشام کی روایت کا حوالہ بسند سفیان اور ابومعاویہ مذکور ہے جو طبری اور عبدالرزاق نے نقل کی ہے۔ (فتح الباری جزء ۳ صفحہ ۶۷۶) اس حوالہ سے یہ اشارہ کرنا مقصود ہے کہ صفا و مروہ کی سعی بھی ارکان حج و عمرہ میں سے ہے اور یہ خیال درست نہیں کہ اگر سعی نہ کی جائے تو کوئی حرج نہیں۔

بَاب ١١ : مَتَى يَحِلُّ الْمُعْتَمِرُ

عمرہ کرنے والا کب احرام کھولے

وَقَالَ عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَّجْعَلُوْهَا عُمْرَةً وَيَطُوْفُوْا ثُمَّ يُقَصِّرُوْا وَيَحِلُّوْا.

اور عطاء نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا کہ حج کو عمرہ کریں اور طواف کریں۔ پھر بال کٹوائیں اور احرام کھول کر آزاد ہو جائیں۔

١٧٩١: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ جَرِيْرٍ عَنْ إِسْمَاعِيْلَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاعْتَمَرْنَا مَعَهُ فَلَمَّا دَخَلَ مَكَّةَ طَافَ وَطُفْنَا مَعَهُ وَأَتَى الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ وَأَتَيْنَاهَا مَعَهُ وَكُنَّا نَسْتُرُهُ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ أَنْ يَّرْمِيَهُ أَحَدٌ فَقَالَ لَهُ صَاحِبٌ لِّي أَكَانَ دَخَلَ الْكَعْبَةَ قَالَ لَا.

۱۷۹۱: اسحٰق بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے جریر سے، جریر نے اسماعیل سے، اسماعیل نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرہ کیا اور ہم نے بھی آپؐ کے ساتھ عمرہ کیا۔ جب آپؐ مکہ میں داخل ہوئے تو آپؐ نے طواف کیا اور ہم نے بھی آپؐ کے ساتھ طواف کیا اور آپؐ صفا اور مروہ میں آئے اور ہم بھی آپؐ کے ساتھ وہاں آئے۔ اور ہم اہل مکہ سے آپؐ کی آڑ بنے ہوئے تھے۔ مبادا کوئی آپؐ کی طرف تیر پھینکے تو میرے ایک ساتھی نے (حضرت ابن ابی اوفیٰؓ سے) پوچھا: کیا آنحضرت ﷺ کعبہ میں داخل ہوئے تھے؟ تو انہوں نے کہا: نہیں۔

اطرافه: ١٦٠٠، ٤١٨٨، ٤٢٥٥۔

١٧٩٢: قَالَ فَحَدِّثْنَا مَا قَالَ لِخَدِيْجَةَ قَالَ بَشِّرُوْا خَدِيْجَةَ بِبَيْتٍ مِّنَ الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَا صَخَبَ فِيْهِ وَلَا نَصَبَ.

۱۷۹۲: پھر اس نے کہا: اچھا ہم سے آپؓ بیان کریں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ سے متعلق فرمایا تھا۔ (تو انہوں نے کہا:) آپؐ نے فرمایا کہ خدیجہؓ کو جنت میں ایک ایسے گھر کی بشارت ہو جو خول دار موتیوں کا ہے نہ اس میں شور وغل ہے اور نہ کسی قسم کی تکلیف۔

اطرافه: ٣٨١٩۔

١٧٩٣: حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ قَالَ

۱۷۹۳: حمیدی نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ سفیان نے ہمیں بتایا: عمرو بن دینار سے مروی

سَأَلْنَا ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنْ رَجُلٍ طَافَ بِالْبَيْتِ فِي عُمْرَةٍ وَلَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ أَيَأْتِي امْرَأَتَهُ فَقَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا وَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ وَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعًا وَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ.

ہے کہ انہوں نے کہا: ہم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایسے شخص کی نسبت پوچھا؛ جس نے عمرہ میں بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا ومروہ کا طواف نہ کیا؛ کیا وہ اپنی بیوی سے مباشرت کرسکتا ہے؟ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ میں) آئے اور بیت اللہ کا سات بار طواف کیا اور مقامِ ابراہیم کے پیچھے دو رکعتیں نماز پڑھی اور صفا اور مروہ کے درمیان سات بار طواف کیا اور یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں قابل پیروی نیک نمونہ ہے۔

اطرافه: ٣٩٥، ١٦٢٣، ١٦٢٧، ١٦٤٥، ١٦٤٧۔

١٧٩٤: قَالَ وَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَقَالَ لَا يَقْرَبَنَّهَا حَتَّى يَطُوْفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

۱۷۹۴: (عمرو بن دینار نے) کہا: ہم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو انہوں نے کہا: وہ (اپنی بیوی کے) قریب نہ جائے؛ جب تک صفا ومروہ کے درمیان طواف نہ کرلے۔

اطرافه: ٣٩٦، ١٦٢٤، ١٦٤٦۔

١٧٩٥: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَطْحَاءِ وَهُوَ مُنِيْخٌ فَقَالَ أَحَجَجْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ بِمَا أَهْلَلْتَ

۱۷۹۵: محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا کہ غندر (محمد بن جعفر) نے ہمیں بتایا؛ (کہا:) شعبہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے قیس بن مسلم سے، قیس نے طارق بن شہاب سے، انہوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نبی ﷺ کے پاس بطحاء میں حاضر ہوا۔ جبکہ آپؐ وہاں اُترے ہوئے تھے تو آپؐ نے فرمایا: کیا حج کا قصد ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔

قُلْتُ لَبَّيْكَ بِإِهْلَالٍ كَإِهْلَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَحْسَنْتَ طُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ أَحِلَّ فَطُفْتُ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ أَتَيْتُ امْرَأَةً مِنْ قَيْسٍ فَفَلَتْ رَأْسِي ثُمَّ أَهْلَلْتُ بِالْحَجِّ فَكُنْتُ أُفْتِي بِهِ حَتَّى كَانَ فِي خِلَافَةِ عُمَرَ فَقَالَ إِنْ أَخَذْنَا بِكِتَابِ اللهِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُنَا بِالتَّمَامِ وَإِنْ أَخَذْنَا بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ.

فرمایا: کس کا لبیک پکارا ہے (حج کا یا عمرہ کا؟) میں نے کہا: اس کا کہ جس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اچھا کیا ہے۔ بیت اللہ اور صفا و مروہ کا طواف کریں۔ پھر احرام کھول کر آزاد ہو جائیں۔ چنانچہ میں نے بیت اللہ اور صفا مروہ کا طواف کیا۔ پھر قبیلہ قیس کی ایک عورت کے پاس آیا۔ اس نے میرے سر کی جوئیں نکالیں۔ پھر میں نے حج کا لبیک پکار کر احرام باندھا۔ سو میں اس کا فتویٰ دیا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت عمرؓ کی خلافت کا زمانہ ہوا تو انہوں نے کہا: اگر ہم کتاب اللہ کے مطابق عمل کریں تو وہ ہمیں (حج اور عمرہ) پورا کرنے کا حکم دیتی ہے اور اگر ہم نبی ﷺ کے فرمودہ پر عمل کریں تو آپؐ احرام کھول کر اس وقت تک حج کی پابندیوں سے آزاد نہیں ہوئے جب تک کہ قربانی اپنے ٹھکانے پر نہ پہنچ گئی۔

اطرافه: ١٥٥٩، ١٥٦٥، ١٧٢٤، ٤٣٤٦، ٤٣٩٧.

١٧٩٦: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا عَمْرٌو عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ مَوْلَى أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ حَدَّثَهُ أَنَّهُ كَانَ يَسْمَعُ أَسْمَاءَ تَقُوْلُ كُلَّمَا مَرَّتْ بِالْحَجُوْنِ صَلَّى اللهُ عَلَى مُحَمَّدٍ لَقَدْ نَزَلْنَا مَعَهُ هَاهُنَا وَنَحْنُ يَوْمَئِذٍ خِفَافٌ قَلِيْلٌ ظَهْرُنَا قَلِيْلَةٌ أَزْوَادُنَا فَاعْتَمَرْتُ أَنَا

١٧٩٦: احمد بن عیسیٰ نے ہم سے بیان کیا۔ ابن وہب نے ہمیں بتایا کہ عمرو نے ہمیں خبر دی۔ ابوالاسود سے مروی ہے۔ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کے آزاد کردہ غلام عبداللہ نے ان سے بیان کیا کہ حضرت اسماءؓ جب کبھی مقامِ حجون سے گذرتیں تو وہ ان کو یہ کہتے سنا کرتے تھے: صلی اللہ علیٰ محمد۔ ہم آپؐ کے ساتھ یہاں اُترے تھے اور ہم ان دِنوں ہلکے پھلکے تھے۔ ہماری سواریاں کم تھیں اور زادِ راہ بھی کم تھی۔ میں نے

وَ أُخْتِي عَائِشَةُ وَ الزُّبَيْرُ وَ فُلَانٌ وَ فُلَانٌ فَلَمَّا مَسَحْنَا الْبَيْتَ {أَحْلَلْنَا ثُمَّ☆} أَهْلَلْنَا مِنَ الْعَشِيِّ بِالْحَجِّ.

اور میری بہن عائشہؓ اور زبیرؓ اور فلاں فلاں نے عمرہ کیا۔ جب ہم نے بیت اللہ کو چھولیا {تو ہم احرام کھول کر آزاد ہوگئے۔ پھر☆} عشاء کے وقت ہم نے حج کا لبیک پکار کر احرام باندھا۔

اطرافه: ١٦١٥، ١٦٤٢۔

تشریح: مَتَى يَحِلُّ الْمُعْتَمِرُ: امام ابن حجرؒ اور امام عینیؒ کی رائے میں یہ باب حضرت ابن عباسؓ کا ایک فتویٰ مدنظر رکھ کر قائم کیا گیا ہے کہ بیت اللہ کا طواف کر کے احرام کھولا جاسکتا ہے اور بعض نے یہاں تک فتویٰ دیا ہے کہ حرم میں داخل ہونے کے بعد حاجی احرام کی پابندیوں سے آزاد ہوجائے گا۔ مگر یہ مذہب بطور شاذ ہے۔ ائمہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ طواف وسعی دونوں ضروری ہیں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۷۷۷) (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ ۱۲۷، ۱۲۸) اسی اختلاف کی طرف اشارہ کرنے کے لئے عنوانِ باب میں حضرت جابرؓ کی ایک روایت کا حوالہ دیا گیا ہے جو زیر باب ۶ روایت نمبر ۱۷۸۵ میں گذر چکی ہے اور جو عطاء جیسے مشہور فقیہ کی سند سے مروی ہے۔ اس میں طواف کے بعد حجامت کر کے احرام کھولنے کا ذکر ہے۔ اس طواف میں طوافِ بیت اللہ اور سعی بین الصفا والمروہ دونوں ہیں۔ جس کی صراحت حضرت جابرؓ ہی کی روایت سے کی گئی ہے۔ انہوں نے کہا: لَا يَقْرَبَنَّهَا حَتَّى يَطُوْفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ. (دیکھئے روایت نمبر ۱۷۹۴) نیز روایت نمبر ۱۷۸۵ میں فَنَسَكَتِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا إِلَّا الطَّوَافَ غَيْرَ أَنَّهَا لَمْ تَطُفْ کے الفاظ بھی مذکور ہیں۔ اس مضمون کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی سے ایک اور روایت بھی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: أَحِلُّوْا مِنْ إِحْرَامِكُمْ بِطَوَافِ الْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَقَصِّرُوْا ثُمَّ أَقِيْمُوْا حَلَالًا. (بخاری، کتاب الحج، باب ۳۴ روایت نمبر ۱۵۶۸) یعنی بیت اللہ اور صفا و مروہ کا طواف کر کے اپنا احرام کھول دو اور حجامت بنواؤ۔ پھر اس کے بعد تم حج کی پابندیوں سے آزاد ہو کر قیام کرو۔ ارشادِ باری تعالیٰ میں بھی طواف بیت اللہ کو ہی حج یا عمرہ قرار دیا گیا ہے۔ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا. (البقرة:۱۵۹)

مذکورہ بالا باب کی پانچویں روایت میں حضرت عمرؓ کے قول إِنْ أَخَذْنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُنَا بِالتَّمَامِ سے بھی یہی مراد ہے کہ بیت اللہ کا طواف کر کے حج ادا ہوجاتا ہے۔ لیکن سنت نبویہ یہ ہے کہ حج کرنے والا قربانی کے بعد احرام سے آزاد ہوجاتا ہے۔ اس تعلق میں یہ سوال بھی اٹھایا گیا ہے کہ حج میں قربانی ارکان حج میں سے ہے یا مستحب۔ سو واضح ہو کہ یہ ارکانِ حج میں مستحب ہے۔ ہر شخص کی طاقت نہیں کہ وہ قربانی کرے۔ البتہ احصار یعنی جب کوئی روک پیدا ہوجائے تو اس صورت میں قربانی کرنے کا ارشاد ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے: فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ. (البقرة :۱۹۷) یعنی اگر تم روکے جاؤ تو جو قربانی میسر ہو؛ وہ کی جائے۔ یعنی اونٹ بیل یا بکری اور میسر نہ ہونے کی صورت میں دس روزے ہیں یا چھ مساکین کو کھانا کھلانا۔ اس تعلق میں دیکھئے باب ۲، ۳۔

☆ الفاظ "اَحْلَلْنَا ثُمَّ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ ۷۷۷) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

اس باب کی پہلی روایت نمبر ۱۷۹۱ اسحاق بن ابراہیم بن راہویہ کی سند سے مروی ہے جو مشہور فقیہ اور امام بخاریؒ کے استاد ہیں اور تیسری روایت (نمبر ۱۷۹۳) سفیان سے مروی ہے۔ وہ بھی مشہور فقیہ ہیں۔ چھٹی روایت (نمبر ۱۷۹۶) میں حضرت اسماءؓ کے قول کا جو حوالہ دیا گیا ہے کہ حجون پہاڑ سے جب وہ گذریں تو انہوں نے کہا کہ عمرہ میں جب ہم بیت اللہ کے ارکان (ستون) کا مسح کر لیتے تو ہم احرام کی پابندیوں سے آزاد ہو جاتے۔ مسح ارکان سے مراد دراصل طوافِ بیت اللہ ہے جس میں حجر اسود اور ستون چھوئے جاتے ہیں۔ اس تعلق میں دیکھئے کتاب الحج باب ۷۸ روایت نمبر ۱۶۴۱، ۱۶۴۲۔ جہاں تفصیل سے حضرت عائشہؓ اپنے اور مذکورہ بالا صحابہ کے طوافِ ارکان کا ذکر کرتی ہیں اور اس کے آخر میں (یعنی روایت نمبر ۱۶۴۲ میں) فَلَمَّا مَسَحُوْا الرُّكْنَ حَلُّوْا ہے۔ یعنی جب انہوں نے رکن کا مسح کر لیا تو انہوں نے احرام کھول دیا۔ اس روایت کا اس جگہ حوالہ دیا گیا ہے۔

بَاب ۱۲ : مَا يَقُوْلُ إِذَا رَجَعَ مِنَ الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ أَوِ الْغَزْوِ

کیا کہے جب حج یا عمرہ یا جنگ سے لوٹے

۱۷۹۷ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَفَلَ مِنْ غَزْوٍ أَوْ حَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ يُكَبِّرُ عَلَى كُلِّ شَرَفٍ مِّنَ الْأَرْضِ ثَلَاثَ تَكْبِيْرَاتٍ ثُمَّ يَقُوْلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ آيِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللهُ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ.

اطرافه: ۲۹۹۵، ۳۰۸۴، ۴۱۱۶، ۶۳۸۵۔

۱۷۹۷: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی کسی غزوہ یا حج یا عمرہ سے لوٹتے تو زمین کی ہر بلندی پر چڑھتے وقت اللہ اکبر تین بار کہتے۔ پھر فرماتے: ایک اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ کوئی اس کا شریک نہیں۔ اسی کی بادشاہت ہے اور اس کی ستائش ہے اور وہ ہر شئے پر قدرت رکھنے والا ہے۔ لوٹ رہے ہیں۔ اپنے ربّ کی طرف متوجہ ہیں۔ اسی کے عبادت گذار، اسی کو سجدہ کرنے والے ہیں اور اپنے ربّ کے شکر گذار ہیں۔ اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دیا اور اپنے بندے کی نصرت فرمائی۔ اس نے جتھوں کو تنہا شکست دے دی۔

بَاب ١٣ : اِسْتِقْبَالُ الْحَاجِّ الْقَادِمِيْنَ وَ الثَّلَاثَةُ عَلَى الدَّابَّةِ

آنے والے حاجیوں کا استقبال اور تین آدمیوں کا ایک جانور پر سوار ہونا

١٧٩٨ : حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ اسْتَقْبَلَتْهُ أُغَيْلِمَةُ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَحَمَلَ وَاحِدًا بَيْنَ يَدَيْهِ وَآخَرَ خَلْفَهُ.

۱۷۹۸: معلی بن اسد نے ہم سے بیان کیا کہ یزید بن زُرَیع نے ہمیں بتایا۔ خالد (حذاء) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آئے تو عبدالمطلب کی اولاد سے کم سن لڑکوں نے آپؐ کا استقبال کیا تو (ان میں سے) ایک کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے سوار کرلیا اور ایک کو پیچھے۔

اطرافه: ٥٩٦٥، ٥٩٦٦۔

بَاب ١٤ : اَلْقُدُوْمُ بِالْغَدَاةِ

صبح سویرے (گھر میں) آنا

١٧٩٩ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحَجَّاجِ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ يُصَلِّي فِي مَسْجِدِ الشَّجَرَةِ وَإِذَا رَجَعَ صَلَّى بِذِي الْحُلَيْفَةِ بِبَطْنِ الْوَادِي وَبَاتَ حَتَّى يُصْبِحَ.

۱۷۹۹: احمد بن حجاج (شیبانی) نے ہم سے بیان کیا کہ انس بن عیاض نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبیداللہ (عمری) سے، عبیداللہ نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ کو روانہ ہوتے تو درخت والی مسجد میں نماز پڑھتے اور جب آپؐ لوٹتے تو ذوالحلیفہ کی وادی میں نماز پڑھتے اور وہیں رات گذارتے یہاں تک کہ صبح ہوتی۔

اطرافه: ٤٨٤، ١٥٣٢، ١٥٣٣۔

بَاب ١٥ : اَلدُّخُوْلُ بِالْعَشِيِّ

شام کو (گھر میں) داخل ہونا

١٨٠٠ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ إِسْحَاقَ ابْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَطْرُقُ أَهْلَهُ كَانَ لَا يَدْخُلُ إِلَّا غُدْوَةً أَوْ عَشِيَّةً.

١٨٠٠: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ ہمام (بن یحییٰ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اسحق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے، اسحق نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں کے پاس رات کو اچانک نہیں آتے تھے۔ آپؐ صبح یا شام کو داخل ہوا کرتے۔

بَاب ١٦ : لَا يَطْرُقُ أَهْلَهُ إِذَا بَلَغَ الْمَدِيْنَةَ

اپنے گھر والوں کے پاس اچانک رات کو نہ آتے؛ جب مدینہ پہنچے

١٨٠١ : حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَارِبٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَطْرُقَ أَهْلَهُ لَيْلًا.

١٨٠١: مسلم بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے محارب (بن دثار) سے، محارب نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ کوئی اپنے گھر والوں کے پاس رات کے وقت اچانک آئے۔

اطرافہ: ٤٤٣، ٢٠٩٧، ٢٣٠٩، ٢٣٨٥، ٢٣٩٤، ٢٤٠٦، ٢٤٧٠، ٢٦٠٣، ٢٦٠٤، ٢٧١٨، ٢٨٦١، ٢٩٦٧، ٣٠٨٧، ٣٠٨٩، ٣٠٩٠، ٤٠٥٢، ٥٠٧٩، ٥٠٨٠، ٥٢٤٣، ٥٢٤٤، ٥٢٤٥، ٥٢٤٦، ٥٢٤٧، ٥٣٦٧، ٦٣٨٧۔

تشریح: مَا يَقُوْلُ اِذَا رَجَعَ: احلال، احرام اور آداب داخلہ حرم کے بعد مکہ مکرمہ سے واپسی کے متعلق آداب کے بارہ میں یہ ابواب قائم کئے گئے ہیں۔ باب نمبر١٢ میں تسبیح وتقدیس باری تعالیٰ اور دعائے مسنونہ۔ باب نمبر١٣ میں حاجیوں کے استقبال اور باب نمبر١۴، ١۵ میں شہر کے اندر آنے کے لئے مناسب اوقات کا ذکر ہے اور باب نمبر١٦ میں یہ ہدایت ہے کہ اپنے گھر والوں کے پاس اچانک واپس آنا آداب معاشرت کے خلاف ہے۔

بَاب ١٧: مَنْ أَسْرَعَ نَاقَتَهُ إِذَا بَلَغَ الْمَدِيْنَةَ

جس نے اپنی اونٹنی تیز چلائی جب مدینہ میں پہنچے

١٨٠٢: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي حُمَيْدٌ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَأَبْصَرَ دَرَجَاتِ الْمَدِيْنَةِ أَوْضَعَ نَاقَتَهُ وَإِنْ كَانَتْ دَابَّةً حَرَّكَهَا.

۱۸۰۲: سعید بن ابی مریم نے ہم سے بیان کیا کہ محمد بن جعفر نے ہمیں خبردی۔ انہوں نے کہا: حمید (طویل) نے مجھے بتایا کہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر سے واپس آتے اور مدینہ کے بلند مقامات دیکھتے تو اپنی اونٹنی کو تیز چلاتے۔ اگر کوئی اور سواری ہوتی تو اسے تیز کرتے۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ زَادَ الْحَارِثُ بْنُ عُمَيْرٍ عَنْ حُمَيْدٍ حَرَّكَهَا مِنْ حُبِّهَا.

ابوعبداللہ نے کہا کہ حارث بن عمیر نے حمید سے روایت کرتے ہوئے اتنا بڑھایا کہ مدینہ کی محبت کی وجہ سے آپؐ اسے دوڑاتے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ جُدُرَاتٍ. تَابَعَهُ الْحَارِثُ بْنُ عُمَيْرٍ.

قتیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ اسماعیل (بن جعفر) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حمید سے، حمید نے حضرت انسؓ سے روایت کی۔ انہوں نے (بجائے لفظ درجات کے) جدرات بیان کیا؛ یعنی دیواریں۔ حارث بن عمیر نے بھی اسی طرح نقل کیا۔

اطرافه: ١٨٨٦۔

تشریح: مَنْ اَسْرَعَ نَاقَتَهُ اِذَا بَلَغَ الْمَدِيْنَةَ: اس باب کا تعلق کسی خاص مسئلہ سے نہیں۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حرکات وسکنات سے متعلق واردشدہ روایات کے الفاظ کا ضبط مقصود ہے اور بتایا گیا ہے کہ آپؐ کو مدینہ سے محبت تھی۔ کیونکہ اس میں انصار ومہاجرین کو ایک عظیم الشان خدمت ادا کرنے کی توفیق ملی اور حدیث ہے: حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِيْمَانِ (المقاصد الحسنة، حرف الحاء المهملة، روایت نمبر ۳۸۶) یعنی شہر اور شہر والوں کی محبت بھی اوصافِ حمیدہ میں ہے۔

بَاب ١٨ : قَوْلُ اللهِ تَعَالٰى وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ گھروں میں اپنے دروازوں سے آؤ (البقرة: ١٩٠)

١٨٠٣ : حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فِيْنَا كَانَتِ الْأَنْصَارُ إِذَا حَجُّوْا فَجَاءُوْا لَمْ يَدْخُلُوْا مِنْ قِبَلِ أَبْوَابِ بُيُوْتِهِمْ وَلٰكِنْ مِنْ ظُهُوْرِهَا فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَدَخَلَ مِنْ قِبَلِ بَابِهِ فَكَأَنَّهُ عُيِّرَ بِذٰلِكَ فَنَزَلَتْ: وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَأْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ أَبْوَابِهَا . (البقرة: ١٩٠)

اطرافه: ٤٥١٢۔

١٨٠٣: ابوالولید نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ ابواسحٰق سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے سنا۔ کہتے تھے: یہ آیت ہمارے متعلق نازل ہوئی تھی۔ انصار جب حج کے لئے نکلتے اور اسی دوران میں واپس آتے تو اپنے گھروں کے دروازوں سے داخل نہ ہوتے۔ بلکہ ان کے پچھواڑے سے داخل ہوتے۔ ایک انصاری آدمی آیا تو وہ دروازے سے گھر میں داخل ہوا۔ اسے اس بات پر طعنہ دیا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ یعنی نیکی نہیں ہے کہ تم گھروں میں ان کے پچھواڑوں سے آؤ۔ اصل میں نیک وہ ہے جو گناہ سے بچے اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آیا کرو۔

تشریح: **وَأْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا:** محولہ بالا آیت لَيْسَ الْبِرُّ...... (البقرة:١٩٠) حج اور اس کے مقاصد متعلقہ کی بابت نازل ہوئی کہ ظاہر پرستی اور دینی مسائل میں غلو اور موشگافی بے حقیقت باتیں ہیں۔ اصل چیز تقویٰ، استقامت اور حقیقی قربانی ہے۔ محولہ بالا آیت کے موقعِ نزول کی بابت کئی ایک کمزور روایتیں ہیں۔ جنہیں امام بخاریؒ نے قبول نہیں کیا۔ ان کے نزدیک ایک ہی روایت یعنی نمبر ۱۸۰۳ مستند ہے۔ جس انصاری کا یہاں ذکر ہے ان کا نام ابن خزیمہ اور حاکم کی روایتوں میں قطبہ بن عامر بتایا گیا ہے اور بعض نے رفاع بن تابوت۔ تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری جزء۳ صفحہ۷۸۴، نیز عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ۱۳۶۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ عربوں کے اس غلط عقیدہ کی اصلاح فرمائی کہ دروازے سے واپس آنا آداب حج کے خلاف ہے۔ ہر مقصد کے حاصل کرنے کے لئے ایک صحیح اور سیدھا راستہ ہوتا ہے۔ مقاصد کو اس کی صحیح راہوں سے ہی حاصل کرنا چاہیے۔ ابواب حج وعمرہ کے اس عنوان سے بھی امام موصوفؒ کی شریعت فہمی اور حسن انتخاب وترتیب ظاہر ہے۔

بَاب ١٩ : اَلسَّفَرُ قِطْعَةٌ مِّنَ الْعَذَابِ

سفر ایک قسم کا عذاب ہے

١٨٠٤ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِّنَ الْعَذَابِ يَمْنَعُ أَحَدَكُمْ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ وَنَوْمَهُ فَإِذَا قَضَى نَهْمَتَهُ فَلْيُعَجِّلْ إِلَى أَهْلِهِ.

۱۸۰۴: عبداللہ بن مسلمہ نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سمی سے، سمی نے ابوصالح سے، ابوصالح نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: سفر ایک قسم کا عذاب ہے تم میں سے کسی شخص کو اس کے کھانے پینے اور سونے سے روکتا ہے۔ پس جب وہ شخص اپنا کام پورا کر چکے تو چاہیے کہ وہ جلدی سے اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ آئے۔

اطرافه: ٣٠٠١، ٥٤٢٩.

بَاب ٢٠ : اَلْمُسَافِرُ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ يُعَجِّلُ إِلَى أَهْلِهِ

مسافر جب اس کو سفر کی جلدی ہو اور وہ اپنے گھر والوں کے پاس جلدی سے پہنچنا چاہے

١٨٠٥ : حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا بِطَرِيْقِ مَكَّةَ فَبَلَغَهُ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ أَبِي عُبَيْدٍ شِدَّةُ وَجَعٍ فَأَسْرَعَ السَّيْرَ حَتَّى كَانَ بَعْدَ غُرُوْبِ الشَّفَقِ نَزَلَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعَتَمَةَ جَمَعَ

۱۸۰۵: سعید بن ابی مریم نے ہم سے بیان کیا کہ محمد بن جعفر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا کہ زید بن اسلم نے مجھے خبر دی کہ ان کے باپ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ کے راستے میں تھا تو ان کو صفیہ بنت ابی عبید کی سخت بیماری کی خبر پہنچی تو انہوں نے اپنی رفتار تیز کی۔ یہاں تک کہ شفق دور ہوئی تو وہ اُترے اور مغرب وعشاء کی نماز پڑھی۔ وہ دونوں جمع کیں۔

بَيْنَهُمَا ثُمَّ قَالَ إِنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ أَخَّرَ الْمَغْرِبَ وَجَمَعَ بَيْنَهُمَا.

پھر کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپؐ کو سفر کی جلدی ہوتی تو مغرب میں دیر کرتے اور ان دونوں کو جمع کرتے۔

اطرافہ: ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۱۰۶، ۱۱۰۹، ۱۶۶۸، ۱۶۷۳، ۳۰۰۰۔

تشریح: **اَلسَّفَرُ قِطْعَةٌ مِّنَ الْعَذَابِ:** حج سے واپسی کے آداب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اپنے اہل بیت میں جلدی پہنچنا چاہیے۔ ان کی خبر گیری اور نگہداشت میں سہل انگاری مناسب نہیں۔ اسی تعلق میں روایت نمبر ۱۸۰۴ و ۱۸۰۵ لائی گئی ہیں۔ مناسک حج کا مقصود یہ نہیں ہے کہ انسان تارک الدنیا ہو جائے۔ اسلام ہر بات میں میانہ روی کی تعلیم دیتا ہے۔ اس کے نزدیک اعمال میں صحیح تناسب اور اعتدال مدنظر رکھنا ہی بہت بڑا مجاہدہ ہے۔ دنیاوی تعلقات قائم رکھتے ہوئے اپنے نفس میں تبتل الی اللہ کی کیفیت پیدا کرنا معمولی نہیں؛ مشکل کام ہے؛ جس کے لئے بیدار مغزی اور بہت بڑی کوشش کی ضرورت ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۷- كِتَابُ الْمُحْصَرِ

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞

{☆بَابُ الْمُحْصَرِ وَجَزَاءِ الصَّيْدِ}

{محرم کے روکے جانے اور شکار کا بدلہ دینے کے بیان میں☆}

وَقَوْلُهُ تَعَالَى: فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ. (البقرة:۱۹۷) وَقَالَ عَطَاءٌ الْإِحْصَارُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يَحْبِسُهُ. {☆ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ حَصُورًا لَا يَأْتِي النِّسَاءَ.}

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: یعنی اگر تم روکے جاؤ تو جو قربانی میسر ہو، وہ کی جائے اور اپنے سر نہ منڈواؤ؛ تاوقتیکہ قربانی اپنی جگہ پر پہنچ جائے اور عطاء (بن ابی رباح) نے کہا: احصار کا اطلاق ایسی شے پر ہوگا۔ جو اسے روکے۔ {ابوعبد اللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: حصوراً کا معنی ہے کہ وہ عورتوں کے پاس نہ جائے۔☆}

تشریح: اَلْمُحْصَر ...... اِحْصَار مصدر سے مشتق ہے یعنی روکے جانا۔ محصر جو حج یا عمرہ سے روکا گیا ہو۔ دشمن کی وجہ سے یا بدامنی یا بیماری کے سبب۔ قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ حَصُوْرًا لَّا يَأْتِي النِّسَآءَ— اس سے سورۂ آل عمران کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے: يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ٥ (آل عمران: ۴۰) [ترجمہ: اللہ تجھے یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے جو اللہ کے ایک عظیم کلمہ کی تصدیق کرنے والا ہوگا اور وہ سردار اور اپنے نفس کی پوری حفاظت کرنے والا اور صالحین میں سے ایک نبی ہوگا۔] حَصُوْرًا یعنی بکلی مجتنب، عفیف نیکیوں میں ترقی کرنے والا اور نبی اور صالحین میں سے ہوگا۔ محصر کے تعلق میں لفظ احصار کی لغوی تشریح کر کے فقہاء کے اس اختلاف کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے جو محصر کی تعریف میں ہوا ہے کہ دشمن یا جنگی حالات کی وجہ سے رُکنے والے کو محصر کہتے ہیں نہ کہ بیماری وغیرہ حوادث کی وجہ سے۔ امام بخاریؒ محصر کی تعریف میں امام ابوحنیفہؒ کی رائے کے مؤید معلوم ہوتے ہیں۔ امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک یہ لفظ احصار صرف دشمن کی طرف سے روک پر دلالت کرتا ہے۔ بیماری وغیرہ میں شفا پانے تک بحالت احرام رہے گا۔ اگر حج کا وقت گذر جائے تو عمرہ

☆ یہ عنوانِ باب اور الفاظ ''قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ حَصُوْرًا لَّا يَأْتِي النِّسَآءَ'' فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۴ حاشیہ صفحہ۵)

کر کے احرام کھولا جا سکتا ہے۔ ائمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمرہ سے استدلال کرتے ہیں جو واقعہ حدیبیہ میں ہوا۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اس بندش کی وجہ سے جو دشمنوں نے پیدا کی تھی؛ احرام نہیں کھولا، جب تک قربانی نہ کر لی اور پھر دوسرے سال عمرہ کیا۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری جزء۴ صفحہ ۵، ۶۔ نیز عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ ۱۴۰)

اس کتاب میں حج وعمرہ کے تعلق میں پہلے ان مسائل کا ذکر کیا گیا ہے جو استثنائی حالات سے تعلق رکھتے ہیں۔ یعنی احرام باندھنے کے بعد معذوری کی وجہ سے روک پیدا ہو جائے۔ یا بحالت احرام احکام کی پابندی میں کوتاہی ہو تو کیا کیا جائے۔ چنانچہ قرآنِ مجید میں آیت فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِقُوْا رُؤُوْسَكُمْ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ (البقرة: ۱۹۷) کا تعلق اسی قسم کی روک سے ہے۔ یعنی اگر تم روکے جاؤ تو جو قربانی میسر ہو ذبح کی جائے۔ جب تک قربانی مقام تک نہ پہنچ جائے؛ اپنے سر نہ مونڈو۔ روک کے تعلق میں باقی ماندہ جو احکام ہیں ان کی تشریح باب نمبر۱ سے ۸ تک کی گئی ہے اور موقع ومناسبت سے ائمہ کے اقوال میں جو اختلاف ہے اس کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ علاوہ احصار کے ان ابواب میں شکار کرنے کی ممانعت سے متعلق مسائل کا ذکر ہوگا۔ دونوں مسئلوں میں اشتراک ادائیگی فدیہ وغیرہ کی وجہ سے ہے۔ اس لئے وہ اکٹھے کر دیئے گئے ہیں۔

بَاب ۱ : إِذَا أُحْصِرَ الْمُعْتَمِرُ

اگر عمرہ کرنے والا روکا جائے

۱۸۰۶ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا حِيْنَ خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ مُعْتَمِرًا فِي الْفِتْنَةِ قَالَ إِنْ صُدِدْتُّ عَنِ الْبَيْتِ صَنَعْتُ كَمَا صَنَعْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَهَلَّ بِعُمْرَةٍ مِنْ أَجْلِ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ.

۱۸۰۶: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا۔ مالک نے ہمیں خبر دی کہ نافع سے مروی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب فتنہ کے ایام میں عمرہ کرنے کی غرض سے مکہ روانہ ہونے لگے تو انہوں نے کہا: اگر بیت اللہ سے میں روکا گیا تو میں ویسے ہی کروں گا؛ جیسے ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا۔ تو انہوں نے عمرہ کا لبیک پکار کر احرام باندھا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے سال عمرہ کا احرام باندھا تھا۔

اطرافہ: ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۹۳، ۱۷۰۸، ۱۸۰۷، ۱۸۰۸، ۱۸۱۰، ۱۸۱۲، ۱۸۱۳، ۴۱۸۳، ۴۱۸۴، ۴۱۸۵۔

١٨٠٧ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ ابْنِ أَسْمَاءَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَّافِعٍ أَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ وَسَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ أَخْبَرَاهُ أَنَّهُمَا كَلَّمَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لَيَالِيَ نَزَلَ الْجَيْشُ بِابْنِ الزُّبَيْرِ فَقَالَا لَا يَضُرُّكَ أَنْ لَا تَحُجَّ الْعَامَ وَإِنَّا نَخَافُ أَنْ يُّحَالَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْبَيْتِ فَقَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ دُوْنَ الْبَيْتِ فَنَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدْيَهُ وَحَلَقَ رَأْسَهُ وَأُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ الْعُمْرَةَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ أَنْطَلِقُ فَإِنْ خُلِّيَ بَيْنِي وَبَيْنَ الْبَيْتِ طُفْتُ وَإِنْ حِيْلَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ فَعَلْتُ كَمَا فَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا مَعَهُ فَأَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ ثُمَّ سَارَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ إِنَّمَا شَأْنُهُمَا وَاحِدٌ أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ حَجَّةً مَعَ عُمْرَتِي فَلَمْ يَحِلَّ مِنْهُمَا حَتَّى دَخَلَ

۱۸۰۷: عبداللہ بن محمد بن اسماء نے ہم سے بیان کیا کہ جویریہ نے ہمیں بتایا۔ نافع سے مروی ہے کہ عبیداللہ بن عبداللہ اور سالم بن عبداللہ نے ان کو خبر دی۔ ان دونوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ان ایام میں بات کی جب لشکر نے (حضرت عبداللہ) بن زبیرؓ پر چڑھائی کی تھی؛ ان دونوں نے (اپنے باپ سے) کہا: آپؓ کو اس سے کوئی نقصان نہیں کہ اس سال حج نہ کریں اور ہم ڈرتے ہیں کہ آپؓ کے اور بیت اللہ کے درمیان روک پیدا کردی جائیگی۔ تو انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم نکلے تو کفار قریش نے بیت اللہ جانے سے روک دیا تھا۔ نبی ﷺ نے اپنی قربانی ذبح کردی اور اپنا سر منڈوا لیا اور میں تمہیں گواہ ٹھہراتا ہوں کہ میں نے عمرہ اپنے پر واجب کرلیا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو میں چلا جاؤں گا اور اگر مجھے بیت اللہ تک جانے دیا گیا تو میں طواف کرلوں گا اور اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان روک ڈالی گئی تو میں ویسے ہی کروں گا جیسے نبی ﷺ نے کیا تھا اور میں اس وقت آپؐ کے ساتھ ہی تھا۔ ذوالحلیفہ سے آپؓ نے عمرہ کا احرام باندھا پھر تھوڑی دیر چلے۔ پھر فرمایا: (حج اور عمرہ) دونوں کی بات ایک ہی ہے۔ میں تمہیں گواہ ٹھہراتا ہو کہ میں نے اپنے عمرہ کے ساتھ حج بھی واجب کرلیا ہے اور آپؓ ان دونوں سے آزاد نہیں ہوئے یہاں تک کہ قربانی کا دن آ گیا اور (حضرت عبداللہ بن عمرؓ) قربانی لے گئے تھے۔

يَوْمُ النَّحْرِ وَأَهْدَى وَكَانَ يَقُوْلُ لَا يَحِلُّ حَتَّى يَطُوْفَ طَوَافًا وَّاحِدًا يَوْمَ يَدْخُلُ مَكَّةَ.

کہتے تھے کہ اس وقت تک (محرم) احرام سے آزاد نہیں ہوتا؛ جب تک کہ ایک طواف (طوافِ زیارت) نہ کر لے؛ جس دن کہ مکہ میں داخل ہو۔

اطرافه: ١٦٣٩، ١٦٤٠، ١٦٩٣، ١٧٠٨، ١٨٠٦، ١٨٠٨، ١٨١٠، ١٨١٢، ١٨١٣، ٤١٨٣، ٤١٨٤، ٤١٨٥۔

١٨٠٨: حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَّافِعٍ أَنَّ بَعْضَ بَنِي عَبْدِ اللهِ قَالَ لَهُ لَوْ أَقَمْتَ بِهٰذَا.

۱۸۰۸: موسیٰ بن اسماعیل نے مجھ سے بیان کیا کہ جویریہ نے ہمیں بتایا۔ نافع سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہؓ کے بیٹوں میں سے بعض نے ان سے کہا: اگر آپؓ اس سال ٹھہرے رہیں (تو بہتر ہے۔)

اطرافه: ١٦٣٩، ١٦٤٠، ١٦٩٣، ١٧٠٨، ١٨٠٦، ١٨٠٧، ١٨١٠، ١٨١٢، ١٨١٣، ٤١٨٣، ٤١٨٤، ٤١٨٥۔

١٨٠٩: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَامٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيْرٍ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ قَالَ☆ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَدْ أُحْصِرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَلَقَ رَأْسَهُ وَجَامَعَ نِسَاءَهُ وَنَحَرَ هَدْيَهُ حَتَّى اعْتَمَرَ عَامًا قَابِلًا.

۱۸۰۹: محمد نے ہم سے بیان کیا، کہا: یحیٰ بن صالح نے ہمیں بتایا۔ معاویہ بن سلام نے ہم سے بیان کیا۔ یحیٰ بن ابی کثیر نے ہمیں بتایا کہ عکرمہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا☆: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روک دیئے گئے تو آپؐ نے اپنا سر منڈوایا اور ازواج سے ازدواجی تعلق قائم کیا اور قربانی ذبح کی۔ یہاں تک کہ آئندہ سال آپؐ نے عمرہ کیا۔

تشریح: **اِذَا أُحْصِرَ الْمُعْتَمِرُ:** یہ باب بھی ایک اختلاف کے پیش نظر قائم کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ عمرہ چونکہ سارا سال کسی وقت بھی کیا جا سکتا ہے؛ اس لئے معتمر کو اگر کوئی عارضی روک ہو تو آیا وہ بحالت احرام رہ کر روک دور ہونے کا انتظار کرے یا نہ کرے۔ حج کا وقت چونکہ معین ہوتا ہے؛ اس لئے حاجی معذوری کی وجہ سے احرام کھول

☆ فتح الباری مطبوعہ بولاق میں اس جگہ لفظ "فَقَالَ" ہے۔ ابن حجرؒ کے نزدیک بخاری کے تمام نسخوں میں اسی طرح ہے۔ (فتح الباری جزء۴ حاشیہ صفحہ۷ نیز صفحہ۱۱)

سکتا ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۷) جن فقہاء کا یہ خیال ہے کہ عمرہ کرنے والے کو انتظار کرنا چاہیے؛ ان کا ردّ روایت نمبر ۱۸۰۶، ۱۸۰۷، ۱۸۰۹ سے ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے حدیبیہ کے سال عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ روک پیدا ہو جانے پر آپؐ نے احرام کھول کر دوسرے وقت میں عمرہ کیا۔ روایت نمبر ۱۸۰۷ میں بتایا گیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو مکہ مکرمہ نہ جانے کا مشورہ دیا گیا تھا کہ وہاں بدامنی ہے۔ یہ واقعہ ۷۳ھ کا ہے؛ جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے خلاف عبدالملک بن مروان اموی کی طرف سے حجاج بن یوسف کی قیادت میں فوج بھیجی گئی۔ (دیکھئے فتح الباری شرح کتاب الحج باب ۱۱۴- جزء۳ صفحہ ۶۹۵) اس لشکر کشی اور مشورہ کا ذکر روایت نمبر ۱۶۳۹، ۱۶۴۰ میں بھی گذر چکا ہے۔

اس باب کی تیسری روایت بسند موسیٰ بن اسماعیل مروی ہے۔ یہ روایت یہاں مختصر ہے۔ کتاب المغازی روایت نمبر ۴۱۸۵ میں مفصل مذکور ہے۔ چوتھی روایت ایک اور اختلاف حل کرنے کی غرض سے لائی گئی ہے کہ آیا عمرہ کرنے والا فدیہ دینے کے بعد جب روک دور ہو جائے؛ عمرہ کرے یا نہ کرے؟ امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے بموجب ارشادِ باری تعالیٰ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ...... (البقرۃ:۱۹۷) فتویٰ دیا ہے کہ حج وغیرہ کرنا چاہیے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا روایت (نمبر ۱۸۰۹) سے اس فتویٰ کی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ احرام کھولنے کی اجازت بطور رخصت ہے۔

فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: شارحین میں سے علامہ ابن حجرؒ کو لفظ فَقَالَ کے حرفِ فاء سے جو تعقیب کے لئے آتا ہے، خیال پیدا ہوا ہے کہ ایسی عبارت سے متعلق ہے جو نظر انداز ہوگئی ہے اور تحقیق کرنے پر ابن السکن کی تصنیف کتاب الصحابہ میں محمد بن اسحاق صغانی کی جو امام مسلمؒ کے شیخ تھے مفصل روایت کا پتہ چلا ہے کہ عبداللہ بن رافع نے کہا جو حضرت ام سلمہؓ کے آزاد کردہ غلام تھے کہ حضرت ام سلمہؓ نے حضرت حجاج بن عمرو انصاریؓ سے ایسے شخص کے بارہ میں دریافت کیا تھا جو بحالت احرام روک دیا جائے تو حجاج نے یہ جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ عُرِجَ اَوْ كُسِرَ...... حضرت ابن عباسؓ کی روایت کا حوالہ علامہ ابن حجرؒ کی رائے میں اس غرض سے بھی دیا گیا ہے کہ حضرت حجاج بن عمروؓ کی یہ روایت جو یحيٰ بن ابی کثیر نے عکرمہ سے روایت کرتے ہوئے نقل کی؛ اس میں آتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: قَدْ اُحْصِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَحَلَقَ وَنَحَرَ هَدْيَهُ وَجَامَعَ نِسَآءَهُ حَتّٰى اعْتَمَرَ عَامًا قَابِلًا. اس روایت کے الفاظ تقریباً وہی ہیں جو روایت نمبر ۱۸۰۹ کے ہیں۔ مگر اس میں یہ الفاظ زائد ہیں: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ عُرِجَ اَوْ كُسِرَ اَوْ حُبِسَ فَلْيُجْزِئْ مِثْلَهَا وَهُوَ فِي حِلٍّ قَالَ فَحَدَّثْتُ بِهِ اَبَاهُرَيْرَةَ فَقَالَ صَدَقَ فَحَدَّثْتُهُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ قَدْ اُحْصِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ...... یعنی جو لنگڑا ہو جائے یا کوئی عضو ٹوٹ جائے یا قید کر لیا جائے تو حج بدل یا عمرہ کرے گا اور وہ احرام کھول دے گا۔ میں نے اس کا ذکر حضرت ابوہریرہؓ سے کیا تو انہوں نے کہا کہ درست کہا۔ پھر میں نے حضرت ابن عباسؓ سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روکے گئے...... امام بخاریؒ کے نزدیک زائد حصہ ان کی شرائط صحت کے مطابق نہیں۔ اس لئے انہوں نے حذف کر دیا ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۱۱)

بَاب ۲ : اَلْإِحْصَارُ فِي الْحَجِّ
حج میں روکے جانا

۱۸۱۰ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يُوْنُس عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ أَلَيْسَ حَسْبُكُمْ سُنَّةَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ حُبِسَ أَحَدُكُمْ عَنِ الْحَجِّ طَافَ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى يَحُجَّ عَامًا قَابِلًا فَيُهْدِيْ أَوْ يَصُوْمُ إِنْ لَّمْ يَجِدْ هَدْيًا. وَعَنْ عَبْدِ اللهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ... نَحْوَهُ.

۱۸۱۰: احمد بن محمد نے ہم سے بیان کیا۔ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں خبر دی۔ (کہا:) یونس نے ہمیں خبر دی کہ زہری سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ سالم نے مجھے خبر دی، کہا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق تمہارے لیے کافی نہیں؟ اگر تم میں سے کوئی حج سے روکا جائے تو بیت اللہ اور صفا و مروہ کا طواف کر لے۔ پھر وہ ہر شئے سے آزاد ہو جائے۔ یہاں تک کہ آئندہ سال حج کر لے اور قربانی دے یا روزہ رکھے اگر قربانی کی طاقت نہ ہو۔ اور عبداللہ (بن مبارک) سے مروی ہے کہ ہمیں معمر نے خبر دی کہ زُہری سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ سالم نے حضرت ابن عمرؓ سے اسی طرح روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا۔

اطرافہ: ۱٦۳۹، ۱٦٤۰، ۱٦۹۳، ۱۷۰۸، ۱۸۰٦، ۱۸۰۷، ۱۸۰۸، ۱۸۱۲، ۱۸۱۳، ٤۱۸۳، ٤۱۸٤، ٤۱۸٥۔

تشریح: **اَلْإِحْصَارُ فِي الْحَجِّ:** آنحضرت ﷺ کو عمرہ ادا کرنے میں روک پیدا ہوئی اور احصارِ حج (حج کی بندش) کا قیاس اس عمرہ پر کیا گیا اور ارشادِ باری تعالیٰ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ...... (البقرة :۱۹۷) کا تعلق بھی آیت فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ...... (البقرة :۱۹۷) سے ہے۔ یعنی حج وعمرہ سے اگر تم روکے جاؤ تو وہ موقع ملنے پر پورے کئے جائیں گے اور یہ ارشاد نص صریح ہے۔ مگر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو یہ جو کہنا پڑا کہ کیا اس بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کافی نہیں اور یہ کہہ کر انہوں نے بجائے نص صریح کا حوالہ دینے کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نقل کیا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا روکا جانا جنگی حالات کی وجہ سے تھا اور بمقام حرم پہنچ کر کسی عذر کی وجہ سے مناسک حج یا عمرہ نہ کر سکنے کی اور صورت ہے۔ مسئلہ دریافت کرنے والوں کے نزدیک اس دوسری

روایت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمرہ والی روک پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی جس روایت کا حوالہ دو مختلف سندوں سے دیا گیا ہے؛ اس میں فدیہ کا کوئی ذکر نہیں۔ طوافِ بیت اللہ اور سعی صفا و مروہ کر کے احرام کھولنے کا ذکر ہے۔ اس لئے عنوانِ باب میں جملہ اسمیہ کی خبر محذوف ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ محصر کی بابت جو حکم ہے اس کا قیاس معذور کے حج و عمرہ پر نہیں کیا جا سکتا اور اگر ارکان میں سے کوئی رکن مثلاً وقوفِ عرفات یا رمی وغیرہ نہ کر سکے تو ایسا معذور طواف و سعی پر اکتفا کر کے احرام کھول سکتا ہے اور وہ دوسرے سال فریضہ حج ادا کرے گا۔ علامہ عینیؒ کا خیال ہے کہ قیاس کی ضرورت نہیں دونوں صورتوں میں حکم الگ الگ ہے۔ (عمدۃ القاری جلد۱۰ صفحہ۱۴۵)

بَاب٣: اَلنَّحْرُ قَبْلَ الْحَلْقِ فِي الْحَصْرِ

احصار میں سر منڈوانے سے پہلے قربانی کرنا

١٨١١: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحَرَ قَبْلَ أَنْ يَّحْلِقَ وَأَمَرَ أَصْحَابَهُ بِذَلِكَ.

۱۸۱۱: محمود (بن غیلان) نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالرزاق نے ہمیں بتایا۔ معمر نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے زُہری سے، زہری نے عروہ سے، انہوں نے حضرت مسور رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر منڈوانے سے پہلے قربانی کی اور اپنے صحابہ کو اسی کا حکم دیا۔

اطرافہ: ١٦٩٤، ٢٧١٢، ٢٧٣١، ٤١٥٨، ٤١٧٨، ٤١٨١۔

١٨١٢: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ أَخْبَرَنَا أَبُو بَدْرٍ شُجَاعُ بْنُ الْوَلِيْدِ عَنْ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْعُمَرِيِّ قَالَ وَحَدَّثَ نَافِعٌ أَنَّ عَبْدَ اللهِ وَسَالِمًا كَلَّمَا عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَقَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعْتَمِرِيْنَ فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ

۱۸۱۲: محمد بن عبدالرحیم نے ہم سے بیان کیا کہ ابو بدر شجاع بن ولید نے ہمیں خبر دی۔ عمر بن محمد عمری سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا اور نافع نے بھی بیان کیا کہ عبداللہ اور سالم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بات کی (کہ اس سال حج نہ کریں) تو انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم بحالت عمرہ نکلے تو کفارِ قریش بیت اللہ کے درمیان

دُوْنَ الْبَيْتِ فَنَحَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُدْنَهُ وَحَلَقَ رَأْسَهُ.

روک بن گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اونٹ ذبح کئے اور اپنا سر منڈوایا۔

اطرافہ:١٦٣٩، ١٦٤٠، ١٦٩٣، ١٧٠٨، ١٨٠٦، ١٨٠٧، ١٨٠٨، ١٨١٠، ١٨١٣، ٤١٨٣، ٤١٨٤، ٤١٨٥.

تشریح: اَلنَّحْرُ قَبْلَ الْحَلْقِ فِي الْحَصْرِ : بحالت احصار جہاں روک ہو، وہاں احرام کھول دیا جائے جیسا کہ آیت حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ (البقرۃ:١٩٦) سے پایا جاتا ہے۔ یہی جمہور کا فتویٰ ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک محل سے مراد جگہ ہے یعنی منیٰ جہاں قربانیاں کی جاتی ہیں۔ محولہ بالا دونوں روایتوں سے جمہور کی تائید ہوتی ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۱۵ شرح باب۴) (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ۱۴۸)

اس بارہ میں یہ بھی اختلاف ہوا ہے کہ قربانی احرام کھولنے سے پہلے ہو یا بعد۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت نمبر ۱۸۰۹ ابھی گذر چکی ہے۔ اس میں احرام کھولنے سے پہلے حلق یا حجامت کروانے کا ذکر ہے۔ ابن ابی شیبہ نے بحوالہ اعمش؛ علقمہ کی روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے ایسے شخص کے لئے جو ذبح سے پہلے سر منڈوائے۔ فدیہ دینا لازم قرار دیا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، كتاب الحج، باب في رجل أحصر بالحج فبعث بهدي فلم ينحر حتى حل، روایت نمبر۱۴۰۶۳، جزء۳ صفحہ۲۶۵) یہ روایت امام بخاریؒ کی شرائط کے مطابق نہیں۔ اس تعلق میں دیکھئے باب نمبر۴۔

بَاب ٤ : مَنْ قَالَ لَيْسَ عَلَى الْمُحْصَرِ بَدَلٌ

جس نے یہ کہا: محصر پر کوئی بدل لازم نہیں

وَقَالَ رَوْحٌ عَنْ شِبْلٍ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيْحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا إِنَّمَا الْبَدَلُ عَلَى مَنْ نَقَضَ حَجَّهُ بِالتَّلَذُّذِ فَأَمَّا مَنْ حَبَسَهُ عُذْرٌ أَوْ غَيْرُ ذَلِكَ فَإِنَّهُ يَحِلُّ وَلَا يَرْجِعُ وَإِنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ وَهُوَ مُحْصَرٌ نَحَرَهُ إِنْ كَانَ لَا يَسْتَطِيْعُ أَنْ يَبْعَثَ بِهِ وَإِنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَبْعَثَ بِهِ لَمْ

اور روح نے کہا: شبل (بن عباد) سے مروی ہے۔ انہوں نے (عبداللہ) بن ابی نجیح سے، ابن ابی نجیح نے مجاہد سے، مجاہد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ بدل اس پر لازم آتا ہے جو خواہشات کے لئے اپنا حج توڑ دے۔ مگر وہ جسے کسی عذر وغیرہ نے روکا ہو تو وہ احرام کھول کر آزاد ہو جائے اور دوبارہ عمرہ نہ کرے اور اگر اس کے ساتھ قربانی کا جانور ہو اور وہ روک دیا جائے تو اسے

يَحِلَّ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ. وَقَالَ مَالِكٌ وَغَيْرُهُ يَنْحَرُ هَدْيَهُ وَيَحْلِقُ فِي أَيِّ مَوْضِعٍ كَانَ وَلَا قَضَاءَ عَلَيْهِ لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابَهُ بِالْحُدَيْبِيَةِ نَحَرُوْا وَحَلَقُوْا وَحَلُّوْا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ قَبْلَ الطَّوَافِ وَقَبْلَ أَنْ يَّصِلَ الْهَدْيُ إِلَى الْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ يُذْكَرْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ أَحَدًا أَنْ يَّقْضُوْا شَيْئًا وَلَا يَعُوْدُوْا لَهُ وَالْحُدَيْبِيَةُ خَارِجٌ مِنَ الْحَرَمِ.

(وہیں) ذبح کردے؛ اگر وہ اسے (منیٰ) بھیج نہیں سکتا اور اگر اسے بھیجنے کی طاقت ہو تو اس وقت تک احرام سے آزاد نہ ہو؛ جب تک کہ قربانی اپنی جگہ پر نہ پہنچ جائے اور مالکؒ وغیرہ نے کہا ہے کہ اپنی قربانی ذبح کردے اور سر منڈوائے؛ جہاں بھی وہ ہو اور اس پر قضا لازم نہیں۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ نے (مقام) حدیبیہ میں قربانی کی اور سر منڈوایا اور احرام کی تمام پابندیوں سے آزاد ہوگئے۔ طواف کرنے اور قربانی بیت اللہ تک پہنچنے سے پہلے۔ پھر (کہیں) ذکر نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو فرمایا ہو کہ وہ کس وقت قضا کرے یا اس وقت دہرائے؛ حالانکہ حدیبیہ حرم سے باہر ہے۔

١٨١٣: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ حِيْنَ خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ مُعْتَمِرًا فِي الْفِتْنَةِ إِنْ صُدِدْتُ عَنِ الْبَيْتِ صَنَعْنَا كَمَا صَنَعْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَهَلَّ بِعُمْرَةٍ مِنْ أَجْلِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ ثُمَّ إِنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ نَظَرَ فِي أَمْرِهِ فَقَالَ مَا أَمْرُهُمَا إِلَّا وَاحِدٌ فَالْتَفَتَ إِلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ مَا أَمْرُهُمَا

۱۸۱۳: اسماعیل (بن ابی اویس) نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے مجھے بتایا۔ نافع سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب فتنہ کے ایام میں عمرہ کرنے کی غرض سے مکہ کو روانہ ہونے لگے تو انہوں نے کہا: اگر بیت اللہ سے میں روک دیا گیا تو ہم ویسا ہی کریں گے جیسا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں کیا تھا۔ پھر انہوں نے عمرہ کا احرام باندھا کہ نبی ﷺ نے حدیبیہ کے سال عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ پھر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی بات پر غور کیا تو کہا: ان دونوں (حج اور عمرہ) کی ایک ہی بات ہے تو اپنے ساتھیوں سے متوجہ ہوئے اور کہا: ان دونوں کی

إِلَّا وَاحِدٌ أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ الْحَجَّ مَعَ الْعُمْرَةِ ثُمَّ طَافَ لَهُمَا طَوَافًا وَّاحِدًا وَرَأَى أَنَّ ذَلِكَ مُجْزِئٌ عَنْهُ وَأَهْدَى.

ایک ہی بات ہے۔ میں تمہیں گواہ ٹھہراتا ہوں کہ میں نے عمرہ کے ساتھ حج واجب کرلیا ہے۔ پھران دونوں کے لئے ایک ہی طواف کیا اور سمجھے کہ یہ ان کے لئے کافی ہے اور وہ قربانی لے گئے تھے۔

اطرافه:۱٦۳۹، ۱٦٤۰، ۱٦۹۳، ۱۷۰۸، ۱۸۰٦، ۱۸۰۷، ۱۸۰۸، ۱۸۱۰، ۱۸۱۲، ٤۱۸۳، ٤۱۸٤، ٤۱۸٥۔

تشریح: **لَيْسَ عَلَى الْمُحْصَرِ بَدَلٌ:** اس باب کا عنوان ائمہ وفقہاء کے اختلاف پر مبنی ہے۔ پہلا فتویٰ جمہور کا ہے کہ محصر پر قضا نہیں۔ دوسرا فتویٰ حضرت ابن عباسؓ کا ہے؛ مگر اس کی نوعیت الگ ہے۔ جو شخص خواہشاتِ نفس کی خاطر حج عمداً فسخ کردے؛ اس پر قضا واجب ہوگی؛ ورنہ نہیں۔ یہ فتویٰ اسحاق بن راہویہ سے مروی ہے جو امام بخاریؒ کے شیخ ہیں اور پہلے فتویٰ کے خلاف نہیں بلکہ اس میں تفصیل ہے۔ تیسرا فتویٰ امام مالکؒ کا ہے کہ ایسے شخص پر قضا نہیں۔ کیونکہ اس نے گناہ کا ارتکاب نہیں کیا۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۱۵)

امام ابوحنیفہؒ نے حل وحرم میں فرق کیا ہے۔ یعنی اگر اس وقت حرم کے اندر ہو تو اس وقت تک احرام نہ کھولے؛ جب تک کہ قربانی منیٰ میں ذبح نہ ہو جائے اور اگر حرم سے باہر ہو تو جہاں روک ہو، وہیں حجامت بنوائے اور احرام کھول دے۔ امام شافعیؒ کا فتویٰ تقریباً وہی ہے جو امام مالکؒ کا۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۱۵) (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ ۱۴۸، ۱۴۹)

مذکورہ بالا اختلافات کا حوالہ دے کر امام موصوفؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت پر اکتفا کیا ہے؛ جس میں حدیبیہ کے دوسرے سال عمرہ کرنے کا ذکر ہے۔ فقہاء کے نزدیک یہ عمرہ قضاء نہ تھا بلکہ نیا عمرہ تھا جو حسب معاہدہ صلح حدیبیہ کیا گیا تھا اور بعض صحابہؓ اس عمرہ میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ اگر یہ عمرہ عمرۂ قضا ہوتا تو ان صحابہ کو بھی شریک ہونا پڑتا۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۱٦)

روایت نمبر۱۸۱۳ میں جس فتنے کا ذکر ہے؛ وہ یزید کا فتنہ ہے۔ اس روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ قِران کی صورت میں ایک ہی طواف کافی ہے۔

بَاب ٥ : قَوْلُ اللهِ تَعَالىٰ

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِّنْ رَّأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ (البقرة: ١٩٧)

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: یعنی جو تم میں سے بیمار ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو وہ فدیہ دے روزوں کا یا صدقے کا یا قربانی کرے

وَهُوَ مُخَيَّرٌ فَأَمَّا الصَّوْمُ فَثَلَاثَةُ أَيَّامٍ.

اور اسے اختیار ہے۔ جو روزے ہیں تو وہ تین دن۔

١٨١٤ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لَعَلَّكَ آذَاكَ هَوَامُّكَ قَالَ نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْلِقْ رَأْسَكَ وَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِيْنَ أَوِ انْسُكْ بِشَاةٍ.

۱۸۱۴: عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے حمید بن قیس سے، حمید نے مجاہد سے، مجاہد نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے، انہوں نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت کعبؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: شاید تیری جوؤں نے تجھے تکلیف دی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں یا رسول اللہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنا سر منڈ والو اور تین دن روزے رکھو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ یا ایک بکری قربانی دو۔

اطرافہ: ١٨١٥، ١٨١٦، ١٨١٧، ١٨١٨، ٤١٥٩، ٤١٩٠، ٤١٩١، ٤٥١٧، ٥٦٦٥، ٥٧٠٣، ٦٧٠٨۔

تشریح: فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ: آیت محولہ بالا میں حرفِ عطف اَوْ اختلاف پر دلالت کرتا ہے۔ بعض ائمہ اس طرف گئے ہیں کہ روزے بطور فدیہ مقدم ہیں اور اگر نہ رکھ سکے تو پھر کھانا کھلائے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۲۰) حدیث مندرجہ بالا سے ظاہر ہے کہ یہ اختیاری امر ہے۔ بیماری کی وجہ سے احرام کھولا ہو تو حسب استطاعت جونسی صورت اختیار کی جائے؛ جائز ہے۔ فدیہ سے متعلق آیت مندرجہ باب کے ایک حصہ کی الگ الگ تشریح باب ۶، ۷ میں کی گئی ہے اور اس ضمن میں بعض فقہی اختلافات کا حل بھی مدنظر ہے۔

بَاب ٦

قَوْلُ اللهِ تَعَالَىٰ أَوْصَدَقَةٍ (البقرة:١٩٧) وَهِيَ إِطْعَامُ سِتَّةِ مَسَاكِيْنَ

اللہ تعالیٰ کا فرمانا: یہ صدقہ چھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے

١٨١٥: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سَيْفٌ قَالَ حَدَّثَنِي مُجَاهِدٌ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي لَيْلَى أَنَّ كَعْبَ بْنَ عُجْرَةَ حَدَّثَهُ قَالَ وَقَفَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحُدَيْبِيَةِ وَرَأْسِي يَتَهَافَتُ قَمْلًا فَقَالَ يُؤْذِيْكَ هَوَامُّكَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاحْلِقْ رَأْسَكَ أَوْ قَالَ احْلِقْ قَالَ فِيَّ نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِّنْ رَّأْسِهِ إِلَى آخِرِهَا. (البقرة:١٩٧) فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوْ تَصَدَّقْ بِفَرَقٍ بَيْنَ سِتَّةٍ أَوِ انْسُكْ بِمَا تَيَسَّرَ.

۱۸۱۵: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا کہ سیف (بن سلیمان مکی) نے ہمیں بتایا، کہا: مجاہد نے مجھ سے بیان کیا، کہا: میں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے سنا کہ حضرت کعب بن عجرہؓ نے انہیں بتایا، کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ میں میرے پاس ٹھہرے اور حالت یہ تھی کہ میرا سر جوؤوں سے ٹپک رہا تھا تو آپؐ نے فرمایا: تیری جوئیں تجھے تکلیف دے رہی ہیں؟ میں نے کہا: ہاں۔ فرمایا: اپنا سر منڈوا لو۔ یا فرمایا: منڈوا لو۔ حضرت کعبؓ نے کہا: میرے متعلق ہی یہ آیت نازل ہوئی۔ یعنی جو تم میں سے بیمار ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین روزے رکھو۔ یا ایک فرق (تین صاع) چھ (محتاجوں) میں بطور صدقہ تقسیم کردو۔ یا قربانی دو جو میسر ہو۔

اطرافه: ١٨١٤، ١٨١٦، ١٨١٧، ١٨١٨، ٤١٥٩، ٤١٩٠، ٤١٩١، ٤٥١٧، ٥٦٦٥، ٥٧٠٣، ٦٧٠٨.

تشریح: اَوْ صَدَقَةٍ – وَهِيَ اِطْعَامُ سِتَّةِ مَسَاكِيْنَ: اس باب میں صدقہ کی مقدار بتائی گئی ہے کہ کتنے مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے۔ فرق تین صاع یا سولہ رطل ہیں۔ جس کا اندازہ ساڑھے آٹھ سیر ہوتا ہے۔ اس مقدار میں جتنے مسکینوں کو اچھی طرح کھلایا جا سکتا ہے، کھلایا جائے۔

بَاب ۷: اَلْإِطْعَامُ فِي الْفِدْيَةِ نِصْفُ صَاعٍ

فدیہ میں نصف صاع کھانا کھلانا

١٨١٦: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَصْبَهَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَعْقِلٍ قَالَ جَلَسْتُ إِلَى كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَسَأَلْتُهُ عَنِ الْفِدْيَةِ فَقَالَ نَزَلَتْ فِيَّ خَاصَّةً وَهِيَ لَكُمْ عَامَّةً حُمِلْتُ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْقَمْلُ يَتَنَاثَرُ عَلَى وَجْهِي فَقَالَ مَا كُنْتُ أُرَى الْوَجَعَ بَلَغَ بِكَ مَا أَرَى أَوْ مَا كُنْتُ أُرَى الْجَهْدَ بَلَغَ بِكَ مَا أَرَى تَجِدُ شَاةً فَقُلْتُ لَا فَقَالَ فَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِيْنَ لِكُلِّ مِسْكِيْنٍ نِصْفَ صَاعٍ.

۱۸۱۶: ابوالولید نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبدالرحمٰن بن اصبہانی سے، عبدالرحمٰن نے عبداللہ بن معقل سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کے پاس میں بیٹھا اور فدیہ کی بابت ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا: یہ آیت خاص طور پر میرے متعلق نازل ہوئی اور تمہارے لئے عام ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس مجھے سوار کر کے لے گئے اور حالت یہ تھی کہ جوئیں میرے منہ پر لگاتار جھڑ رہی تھیں تو آپؐ نے فرمایا: میں نہیں سمجھتا تھا کہ تمہاری بیماری اس حد تک پہنچ چکی ہے؛ جو میں دیکھ رہا ہوں۔ یا فرمایا: میں نہیں سمجھتا کہ تکلیف اس حد تک ہو چکی ہے؛ جس میں مَیں تمہیں دیکھ رہا ہوں۔ کیا بکری کی طاقت ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا: تین روزے رکھو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ؛ ہر مسکین کو نصف صاع (اناج)۔

اطرافه: ١٨١٤، ١٨١٥، ١٨١٧، ١٨١٨، ٤١٥٩، ٤١٩٠، ٤١٩١، ٤٥١٧، ٥٦٦٥، ٥٧٠٣، ٦٧٠٨.

تشریح: **اَلْإِطْعَامُ فِي الْفِدْيَةِ– نِصْفُ صَاعٍ:** امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک گندم نصف صاع اور کھجور صاع؛ ہر مسکین کو دی جائے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۲۲) مذکورہ بالا حدیث سے ظاہر ہے کہ نصف صاع اناج خواہ بصورتِ گندم ہو یا کھجور؛ ہر مسکین کو دیا جائے۔ علامہ عینیؒ کا خیال ہے کہ یہاں کسی اختلاف کا حل کرنا مقصود نہیں۔ بلکہ صاع کی تمیز حذف ہونے کی صورت میں بالعموم غلہ ہی مراد ہوتا ہے؛ نہ کھجور۔ (عمدۃ القاری جلد۱۰ صفحہ۱۵۵) جیسا کہ صحیح مسلم میں اس روایت کی لفظ طَعَامًا سے وضاحت کی گئی ہے؛ جو حضرت کعب بن عجرہؓ سے مروی ہے۔ جس میں یہ الفاظ ہیں: نِصْفُ صَاعٍ طَعَامًا لِكُلِّ مِسْكِيْنٍ. یعنی ہر مسکین میں نصف صاع غلہ۔

(مسلم، كتاب الحج، باب جواز حلق الرأس للمحرم اذا كان به اذى)

بَاب٨ : اَلنُّسْكُ شَاةٌ
قربانی ایک بکری ہے

١٨١٧ : حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا شِبْلٌ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيْحٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ ابْنُ أَبِي لَيْلَى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَآهُ وَأَنَّهُ يَسْقُطُ عَلَى وَجْهِهِ الْقَمْلُ فَقَالَ أَيُؤْذِيْكَ هَوَامُّكَ قَالَ نَعَمْ فَأَمَرَهُ أَنْ يَّحْلِقَ وَهُوَ بِالْحُدَيْبِيَةِ وَلَمْ يَتَبَيَّنْ لَّهُمْ أَنَّهُمْ يَحِلُّوْنَ بِهَا وَهُمْ عَلَى طَمَعٍ أَنْ يَّدْخُلُوْا مَكَّةَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ الْفِدْيَةَ فَأَمَرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّطْعِمَ فَرَقًا بَيْنَ سِتَّةٍ أَوْ يُهْدِيَ شَاةً أَوْ يَصُوْمَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ.

١٨١٧: اسحٰق نے ہم سے بیان کیا کہ روح نے ہمیں بتایا۔شبل نے ہم سے بیان کیا۔انہوں نے (عبداللہ) بن ابی نجیح سے، ابن ابی نجیح نے مجاہد سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ (انہوں نے مجھ سے بیان کیا۔) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا اور حالت یہ تھی کہ جوئیں ان کے منہ پر گر رہی تھیں۔تو آپؐ نے فرمایا: کیا تیری جوئیں تجھے تکلیف دے رہی ہیں۔میں نے کہا: جی ہاں۔آپؐ نے انہیں فرمایا کہ سر منڈ والو۔ اس وقت آپؐ حدیبیہ میں تھے اور ابھی تک انہیں واضح طور پر معلوم نہیں ہوا تھا کہ وہ وہیں احرام کھول کر آزاد ہو جائیں گے اور انہیں امید تھی کہ مکہ میں داخل ہوں گے۔تو اللہ تعالیٰ نے فدیہ کا حکم اتارا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ایک فرق (اناج) چھ آدمیوں کے درمیان کھانے کے لئے تقسیم کر دیں یا ایک بکری قربانی کریں۔یا تین دن روزے رکھیں۔

اطرافه: ١٨١٤، ١٨١٥، ١٨١٦، ١٨١٨، ٤١٥٩، ٤١٩٠، ٤١٩١، ٤٥١٧، ٥٦٦٥، ٥٧٠٣، ٦٧٠٨.

١٨١٨ : وَعَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيْحٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي

١٨١٨: اور محمد بن یوسف سے بھی مروی ہے کہ (انہوں نے کہا:) ورقاء نے ہم سے بیان کیا۔انہوں نے ابن ابی نجیح سے، انہوں نے مجاہد سے روایت کی

لَيْلَى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَآهُ وَقَمْلُهُ يَسْقُطُ عَلَى وَجْهِهِ مِثْلَهُ.

کہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے ہمیں خبر دی کہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا اور حالت یہ تھی کہ ان کی جوئیں ان کے منہ پر گر رہی تھیں۔ پھر انہوں نے ویسا ہی کیا۔ (جیسا اوپر کی روایت میں ہے۔)

اطرافه: ١٨١٤، ١٨١٥، ١٨١٦، ١٨١٧، ٤١٥٩، ٤١٩٠، ٤١٩١، ٤٥١٧، ٥٦٦٥، ٥٧٠٣، ٦٧٠٨۔

تشریح: **اَلنُّسُکُ شَاۃٌ:** ایک بکری بطور فدیہ ذبح کرنے کے بارے میں ائمہ متفق ہیں۔ یہ فدیہ کی کم از کم صورت ہے۔ اس تعلق میں ابوداودؒ نے حضرت کعب بن عجرہؓ کی ایک روایت بحوالہ نافع نقل کی ہے۔ جس میں یہ ذکر ہے کہ آپؐ نے ایک گائے ذبح کرنے کا ارشاد فرمایا جو ذبح کی گئی۔ (ابوداؤد، کتاب المناسک، باب فی الفدیة) امام بخاریؒ کے نزدیک یہ روایت مستند نہیں۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۲۴)

اس باب کی دوسری روایت (نمبر ۱۸۱۸) وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوْسُفَ...... کا عطف پہلی روایت پر ہے کہ اسحٰق نے روح کی طرح ان سے بھی یہ روایت نقل کی ہے۔ یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ خود امام موصوفؒ نے اپنے شیخ محمد بن یوسف فریابی سے مذکورہ بات سنی۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۲۵)

بَاب ٩ : قَوْلُ اللهِ تَعَالٰى فَلَا رَفَثَ (البقرة: ١٩٨)

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: (حج میں) شہوت کی کوئی بات نہ ہو

١٨١٩ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَجَّ هَذَا الْبَيْتَ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَمَا وَلَدَتْهُ أُمُّهُ.

۱۸۱۹: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے ابوحازم سے، ابوحازم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اس گھر کا حج کیا اور شہوت کی بات نہ کی اور نہ الٰہی احکامات کی نافرمانی کی تو گویا وہ لوٹ گیا؛ ایسا ہی جیسا کہ اس کی ماں نے اسے جنا۔

اطرافه: ١٥٢١، ١٨٢٠۔

بَاب ١٠ : قَوْلُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ
وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ (البقرة: ١٩٨)

اللہ عزوجل کا یہ فرمانا یعنی حج میں کوئی نافرمانی کی بات نہ ہو اور نہ کوئی جھگڑا

١٨٢٠ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَجَّ هَذَا الْبَيْتَ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ.

۱۸۲۰: محمد بن یوسف (فریابی) نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔انہوں نے منصور سے، منصور نے ابوحازم سے، ابوحازم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اس گھر کا حج کیا اور شہوت کی کوئی بات نہ کی اور نہ نافرمانی کی تو وہ اس دن کی طرح لوٹا؛ جس دن کہ اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔

اطرافه: ١٥٢١، ١٨١٩۔

تشریح: فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ: باب نمبر۹ میں مذکور ابوحازم کی اس روایت کے لئے دیکھئے روایت نمبر۱۵۲۱؛ جو معمولی سے لفظی اختلاف کے ساتھ اس روایت کے ہم معنی ہے۔ نیز باب۱۰ میں بھی یہی روایت مذکور ہے۔اس میں بجائے رَجَعَ كَمَا وَلَدَتْهُ أُمُّهُ کے رَجَعَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ مروی ہے۔ دونوں فقروں میں معنی کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں۔یہی روایت جامع ترمذی میں منصور سے بھی بسند ابن عیینہ منقول ہے۔اس میں یہ الفاظ ہیں: غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.(ترمذی، کتاب الحج، باب ما جاء فی ثواب الحج والعمرۃ) اور صحیح مسلم میں بحوالہ جریر؛ منصور کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: مَنْ اَتَى هَذَا الْبَيْتَ ...... (مسلم، کتاب الحج، باب فی فضل الحج والعمرۃ ویوم عرفۃ) ان الفاظ میں عمومیت ہے؛ خواہ حج کے لئے آئے یا عمرہ کے لئے۔حدیث محولہ بالا میں فُسُوْق کا ذکر تو ہے مگر جِدَال کا نہیں۔عنوانِ باب قرآنِ مجید کی آیت پر مبنی ہے۔فُسُوْق کے معنی شریعت کی حدود سے نکلنا اور جِدَال کے معنی جھگڑا کرنا۔

اس تعلق میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مذکورہ باتیں فحش گوئی، بے حیائی، حدودِ شریعت کی خلاف ورزی اور لڑائی جھگڑے وغیرہ سے اسلامی شریعت نے مطلق منع کیا ہے۔حج کے ایام میں ان کی ممانعت کی کیا خصوصیت ہے؟ آیا حج میں یہ باتیں نہ کی جائیں تو کیا بعد کو جائز ہوں گی۔اس سوال کا جواب یہ ہے کہ گناہ جب بھی سرزد ہوگا؛ انسان گناہ گار اور قابل مؤاخذہ

ہے۔ حج میں خصوصیت سے ان کی ممانعت کا یہ مفہوم نہیں کہ حج سے پہلے یا بعد یہ باتیں کی جاسکتی ہیں۔ یہ مراد ہے کہ بحالت احرام محارم کا خاص خیال رکھنا ہوگا۔ کیونکہ یہ باتیں حج کے خلاف ہیں اور اسے باطل کرنے والی ہیں اور جب وہ حج کر چکے تو اس کے بعد بھی اس حالت کو ہمیشہ قائم رکھے اور خدا تعالیٰ کے سامنے پاکیزہ حالت میں حاضر ہونے کا مقصدِ اعلیٰ جو حج میں سکھایا گیا ہے فراموش نہ کرے۔ کتنا مبارک ہے جو حج کا یہ تصور ایک مسلمان کے ذہن نشین کروایا گیا ہے۔

ابواب کی ترتیب میں یہ امر ملحوظ ہے کہ مناسک حج میں جن فروگذاشتوں کا تدارک کفارہ اور فدیہ سے ہوسکتا ہے؛ ان کا ذکر کرنے کے بعد مؤخر الذکر دو باتوں میں وہ کوتاہیاں بیان کی گئی ہیں۔ جن کی تلافی کفارہ وفدیہ سے نہیں ہوسکتی۔ بلکہ تلافی صرف اسی صورت میں ہوسکتی ہے کہ ان محرمات سے ہمیشہ کے لئے قطعی طور پر اجتناب کیا جائے۔ ورنہ حج باطل ہوگا۔ مذکورہ بالا معصیت کی باتیں ایسی باتیں ہیں جس کا تدارک کفارہ یا تعزیری کارروائی سے ممکن نہیں۔ ایمانِ عقیدہ اور تقویٰ کا تعلق قلبی شعور سے ہے جس کے ذریعے سے انسان کا تزکیہ نفس ہوسکتا ہے جو اصل مقصود ہے حج کا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۸-کِتَابُ جَزَاءِ الصَّيْدِ

بَاب ۱

قَوْلُ اللهِ تَعَالَى: لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۹۶﴾ اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۹۷﴾ (المائدة: ۹۶-۹۷)

اللہ تعالیٰ کا فرمانا: اور تم شکار نہ کرو؛ ایسی حالت میں کہ تم محرم ہو اور تم میں سے جس نے عمداً شکار کیا تو بدلہ دینا ہوگا؛ ویسا ہی جانور جیسا اس نے شکار کیا۔ تم میں سے دو انصاف والے اس کا فیصلہ کریں گے۔ یہ بطور قربانی کے ہوگا جو مکہ پہنچے گی یا کفارہ چند مسکینوں کا کھانا یا اسی کے برابر روزے رکھے تا وہ اپنے کئے کی سزا چکھے۔ اللہ تعالیٰ نے درگذر فرما دیا؛ اس غلطی سے جو پہلے ہو چکی اور جس نے دوبارہ کی اللہ تعالیٰ اس سے بدلہ لے گا اور اللہ غالب سزا دینے والا ہے۔ تمہارے لئے دریائی شکار اور اس کا کھانا جائز کیا گیا ہے۔ اس میں تمہارے لیے اور قافلہ کے لیے فائدہ ہے اور تم پر خشکی کا شکار حرام کیا گیا ہے جب تک کہ تم احرام کی حالت میں ہو اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچو۔ جس کی طرف تم اکٹھے کئے جاؤ گے۔

تشریح: **لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ:** عنوانِ باب میں صرف آیت پر اکتفا کیا گیا ہے اور اس کے بعد چار ابواب میں بحالت احرام شکار کے تعلق میں انتہائی تقویٰ کی صورتیں احادیث کی بناء پر بیان کی گئی ہیں۔ یعنی بحالت احرام نہ خود شکار کرے، نہ غیر محرم کو مدد دے، نہ اشارہ کرے (باب نمبر۲ تا۵) صحابہ کرامؓ کا جو نمونہ ان ابواب

میں پیش کیا گیا ہے تقویٰ کے اعتبار سے قابل رشک ہے۔ کیا ہی پاکیزہ فطرتیں ہیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے تیار ہوئیں۔ بھالہ تک اُٹھانے اور اشارہ کرنے سے بھی پرہیز کیا گیا۔ اطاعت شعاری میں یہ لطیف احساس بالکل غیر معمولی ہے۔ بھوکا انسان تو معمولی معمولی ضرورت کے لئے بہانے ڈھونڈھ لیتا ہے۔

باب ۲: إِذَا صَادَ الْحَلَالُ فَأَهْدَى لِلْمُحْرِمِ الصَّيْدَ أَكَلَهُ

جب غیر محرم شخص شکار کرے اور محرم کو بطور ہدیہ دے تو وہ اسے کھالے

وَلَمْ يَرَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَأَنَسٌ بِالذَّبْحِ بَأْسًا وَهُوَ فِي غَيْرِ الصَّيْدِ نَحْوَ الْإِبِلِ وَالْغَنَمِ وَالْبَقَرِ وَالدَّجَاجِ وَالْخَيْلِ.
يُقَالُ: عَدْلُ ذَلِكَ (المائدة: ٩٦) مِثْلُ. فَإِذَا كُسِرَتْ عِدْلٌ فَهُوَ زِنَةُ ذَلِكَ.
قِيَامًا (المائدة: ٩٨) قِوَامًا.
يَعْدِلُوْنَ (الأنعام: ٢) يَجْعَلُوْنَ عَدْلًا.

اور حضرت ابن عباسؓ اور حضرت انسؓ ذبح کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے جبکہ وہ شکار نہ ہو۔ مثلاً اونٹ، بکری، گائے، مرغی اور گھوڑا۔ کہا جاتا ہے: عَدْلُ ذَلِكَ۔ یعنی ویسا ہی اور جب عِدْل کسرہ کے ساتھ ہو تو اس کے معنی ہیں: ہم وزن۔ (سورۂ مائدہ میں) قِيَامًا بمعنی قوّام آیا ہے یعنی سہارا۔ (سورۂ انعام میں) يَعْدِلُوْنَ کے معنی ہیں برابر ٹھہراتے ہیں۔

۱۸۲۱: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ انْطَلَقَ أَبِي عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فَأَحْرَمَ أَصْحَابُهُ وَلَمْ يُحْرِمْ وَحُدِّثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ عَدُوًّا يَغْزُوْهُ فَانْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيْنَمَا أَنَا مَعَ أَصْحَابِهِ يَضْحَكُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ فَنَظَرْتُ فَإِذَا أَنَا بِحِمَارِ وَحْشٍ فَحَمَلْتُ عَلَيْهِ

۱۸۲۱: معاذ بن فضالہ نے ہم سے بیان کیا کہ ہشام نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحيٰ (بن ابی کثیر) سے، یحيٰ نے عبداللہ بن ابی قتادہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: حدیبیہ کے سال میرے باپ چل پڑے تو ان کے ساتھیوں نے احرام باندھے مگر انہوں نے نہیں باندھا اور نبی ﷺ کو بتایا گیا کہ ایک دشمن آپؐ پر دھاوا بولے گا تو نبی ﷺ روانہ ہوگئے۔ (حضرت ابوقتادہؓ کہتے ہیں:) اسی اثناء میں کہ میں آپؐ کے ساتھیوں کے ساتھ تھا۔ ایک دوسرے سے ہنسی مذاق

فَطَعَنْتُهُ فَأَثْبَتُّهُ وَاسْتَعَنْتُ بِهِمْ فَأَبَوْا أَنْ يُعِيْنُوْنِي فَأَكَلْنَا مِنْ لَّحْمِهِ وَخَشِيْنَا أَنْ نُقْتَطَعَ فَطَلَبْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْفَعُ فَرَسِي شَأْوًا وَأَسِيْرُ شَأْوًا فَلَقِيْتُ رَجُلًا مِنْ بَنِي غِفَارٍ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ قُلْتُ أَيْنَ تَرَكْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَرَكْتُهُ بِتَعْهِنَ وَهُوَ قَائِلٌ السُّقْيَا فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ أَهْلَكَ يَقْرَءُوْنَ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَرَحْمَةَ اللهِ إِنَّهُمْ قَدْ خَشُوْا أَنْ يُّقْتَطَعُوْا دُوْنَكَ فَانْتَظِرْهُمْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَصَبْتُ حِمَارَ وَحْشٍ وَعِنْدِي مِنْهُ فَاضِلَةٌ فَقَالَ لِلْقَوْمِ كُلُوْا وَهُمْ مُّحْرِمُوْنَ.

کرر ہے تھے۔ میں نے دیکھا کہ ایک گورخر ہے تو میں نے اس پر حملہ کیا اور اسے برچھی سے زخمی کر دیا اور اپنی جگہ پر ٹھہرا دیا اور میں نے ان سے مدد چاہی؛ مگر انہوں نے مجھے مدد دینے سے انکار کر دیا۔ سو ہم نے اس کے گوشت سے کھایا اور ہم ڈرے کہ کہیں (رسول اللہ ﷺ سے) الگ نہ ہو جائیں تو میں نے نبی ﷺ کی تلاش کی۔ اپنا گھوڑا کچھ فاصلہ تک تیز چلایا اور کچھ فاصلہ تک معمولی رفتار سے۔ میں آدھی رات کو ایک غفاری شخص سے ملا اور پوچھا کہ نبی ﷺ کو کہاں چھوڑا ہے؟ اس نے کہا: میں نے آپؐ کو تعہن میں چھوڑا ہے اور وہ سقیا میں قیلولہ کریں گے تو میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپؐ کے ساتھی آپؐ کو سلامتی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کی دعا دیتے ہیں۔ وہ ڈر گئے تھے کہ کہیں آپؐ سے الگ نہ ہو جائیں اور آپؐ ان کا انتظار فرمائیں۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے گورخر شکار کیا اور میرے پاس بچا ہوا گوشت ہے۔ آپؐ نے لوگوں سے کہا: کھاؤ۔ بحالیکہ وہ بحالت احرام تھے۔

اطرافه: ١٨٢٢، ١٨٢٣، ١٨٢٤، ٢٥٧٠، ٢٨٥٤، ٢٩١٤، ٤١٤٩، ٥٤٠٦، ٥٤٠٧، ٥٤٩٠، ٥٤٩١، ٥٤٩٢.

تشریح: **اِذَا صَادَ الْحَلَالُ فَأَهْدَى لِلْمُحْرِمِ:** اوامرِ الٰہی کے متعلق جو صحابہؓ کا اعلیٰ نمونہ تھا۔ اس کی مزید وضاحت اس باب میں کی گئی ہے۔ اوّل حضرت ابوقتادہؓ جو غیر محرم تھے انہوں نے گورخر کا شکار کیا۔ بعض نے گوشت کھایا۔ بعض نے انکار کیا کہ بحالت احرام شکار کرنا منع تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس خلش کو دور فرمایا۔ دوم قربانی کے جانور شکار نہیں؛ اس لئے ان کا بحالت احرام ذبح کرنا جائز ہے۔ اس تعلق میں حضرت ابن عباسؓ اور حضرت انسؓ کے فتوے دیئے گئے ہیں۔ ایک کا فتویٰ مسند عبدالرزاق میں اور دوسرے کا فتویٰ ابن ابی شیبہ میں منقول ہے۔ (مصنف عبد الرزاق، كتاب المناسك، باب فضل الضحايا والهدي وهل يذبح المحرم، روایت نمبر ۸۱۷۱، جزء ۴ صفحہ ۳۸۹) (مصنف ابن ابی شيبة، كتاب الحج، باب في المحرم يذبح، روایت نمبر ۱۴۵۲۱، جزء ۳ صفحہ ۳۱۳) (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۳۰) (عمدۃ القاری جزء ۱۰ صفحہ ۱۶۵)

عنوانِ باب میں قرآنِ کریم کی آیتوں کی طرف اشارہ کرکے لفظ قِيَامًا اور يَعْدِلُوْنَ سے جو معنی بتائے گئے ہیں؛ بعض شارحین کا خیال ہے کہ یہ تشریح یونہی ضمناً کی گئی ہے۔ مگر یہ درست نہیں۔ پہلی آیت سورۂ مائدہ کی ہے جو اس مضمون سے تعلق رکھتی ہے جس کا حوالہ باب نمبر۲ میں دیا گیا ہے۔ فرماتا ہے: جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَائِدَ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌo (المائدة: ۹۸) [ترجمہ: اللہ نے بیتِ حرام کعبہ کو لوگوں کے (دینی اور اقتصادی) قیام کا ذریعہ بنایا ہے اور حرمت والے مہینہ کو اور قربانی کے جانوروں کو اور قربانی کی علامت کے طور پر پٹے پہنائے ہوئے جانوروں کو۔ یہ (تنبیہ) اس لیے ہے تا کہ تم جان لو کہ اللہ اُسے خوب جانتا ہے جو بھی آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور یہ کہ اللہ ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے۔] اس آیت کے سیاق میں قِيَامًا کے ایک معنی سہارائے زندگی بھی ہے۔ اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ کعبہ کو الْبَيْتَ الْحَرَامَ یعنی محفوظ گھر قرار دیا گیا ہے۔ اس میں یہ مفہوم بھی شامل ہے کہ اس کا امن قائم رکھنا اس لئے ہے تا اسبابِ معیشت میں رخنہ نہ پیدا کیا جائے۔

دوسری مشار الیہ آیت سورۃ الانعام کی ہے اور لفظ يَعْدِلُوْنَ اس سورۃ میں دو جگہ وارد ہوا ہے۔ شروع میں جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ (الأنعام: ۲) [ترجمہ: پھر بھی وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا؛ اپنے ربّ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔] اور دوسری جگہ فرماتا ہے: وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ. (الأنعام :۱۵۱) [ترجمہ: اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کر جنہوں نے ہمارے نشانات کو جھٹلایا اور جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور وہ اپنے ربّ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔] دونوں جگہ شرکِ باری تعالیٰ کا لطیف مضمون ہے۔ مشار الیہ پہلی آیت میں نور اور ظلمات کا وجود اور ان میں مابہ الامتیاز اور دوسری آیت میں اتباع خواہشاتِ نفس کا ذکر ہے جو احکامِ الٰہی کے بالمقابل ایسا شرک ہے جس کا قلع قمع کرنے کے لئے بہت بڑے جہاد کی ضرورت ہے۔ امام بخاریؒ درحقیقت مذکورہ بالا ابواب اور روایات سے اسی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں۔

بَاب ۳

إِذَا رَأَى الْمُحْرِمُوْنَ صَيْدًا فَضَحِكُوْا فَفَطِنَ الْحَلَالُ

جب احرام باندھنے والے شکار دیکھیں اور وہ ہنس دیں اور بے احرام شخص سمجھ جائے

۱۸۲۲: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ

۱۸۲۲: سعید بن ربیع نے ہم سے بیان کیا کہ علی بن مبارک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحيٰ سے، یحيٰ نے عبداللہ بن ابی قتادہ سے روایت کی کہ ان کے باپ

قَالَ انْطَلَقْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فَأَحْرَمَ أَصْحَابُهُ وَلَمْ أُحْرِمْ فَأُنْبِئْنَا بِعَدُوٍّ بِغَيْقَةَ فَتَوَجَّهْنَا نَحْوَهُمْ فَبَصُرَ أَصْحَابِي بِحِمَارِ وَحْشٍ فَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يَضْحَكُ إِلَى بَعْضٍ فَنَظَرْتُ فَرَأَيْتُهُ فَحَمَلْتُ عَلَيْهِ الْفَرَسَ فَطَعَنْتُهُ فَأَثْبَتُّهُ فَاسْتَعَنْتُهُمْ فَأَبَوْا أَنْ يُّعِينُوْنِي فَأَكَلْنَا مِنْهُ ثُمَّ لَحِقْتُ بِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَشِيْنَا أَنْ نُّقْتَطَعَ أَرْفَعُ فَرَسِي شَأْوًا وَأَسِيْرُ عَلَيْهِ شَأْوًا فَلَقِيْتُ رَجُلًا مِنْ بَنِي غِفَارٍ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ فَقُلْتُ لَهُ أَيْنَ تَرَكْتَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ تَرَكْتُهُ بِتَعْهِنَ وَهُوَ قَائِلٌ السُّقْيَا فَلَحِقْتُ بِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَتَيْتُهُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ أَصْحَابَكَ أَرْسَلُوْا يَقْرَءُوْنَ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَرَحْمَةَ اللهِ وَبَرَكَاتِهِ وَإِنَّهُمْ قَدْ خَشُوْا أَنْ يَّقْتَطِعَهُمُ الْعَدُوُّ دُوْنَكَ فَانْظُرْهُمْ فَفَعَلَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّا اصَّدْنَا حِمَارَ وَحْشٍ

نے ان سے بیان کیا، کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ کے سال ہم چل پڑے تو آپؐ کے ساتھیوں نے احرام باندھے اور میں نے احرام نہیں باندھا۔ پھر ہمیں خبر دی گئی کہ غیق میں ایک دشمن ہے تو ہم ان کی طرف گئے۔ میرے ساتھیوں نے ایک گورخر دیکھا۔ وہ ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنسنے لگے۔ میں نے جو نظر کی تو میں نے اسے دیکھ لیا۔ میں نے گھوڑے پر سوار ہو کر اس پر حملہ کر دیا۔ میں نے اس کو برچھا مارا اور اسے وہیں ٹھہرا دیا۔ پھر میں نے ان سے مدد مانگی تو انہوں نے مجھے مدد دینے سے انکار کر دیا۔ پھر ہم نے اسے کھایا اور اس کے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملا اور ہم ڈرے کہ کہیں (آپؐ سے) الگ نہ ہو جائیں۔ کچھ فاصلہ میں اپنا گھوڑا تیز چلاتا اور کچھ فاصلہ معمولی چال چلتا کہ آدھی رات کو بنی غفار کے ایک شخص سے ملا اور اس سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہاں تم نے چھوڑا ہے تو اس نے کہا: تعہن میں مَیں نے آپؐ کو چھوڑا ہے اور آپؐ سُقیا میں قیلولہ کریں گے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملا۔ یہاں تک کہ آپؐ کے پاس آیا۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! آپؐ کے ساتھیوں نے کہلا بھیجا ہے۔ وہ آپؐ کو سلامتی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکتوں کی دعا دیتے ہیں اور وہ ڈر گئے کہ کہیں دشمن آپؐ سے ان کو الگ نہ کر دے۔ آپؐ ان کا انتظار فرمائیں۔ تو آپؐ نے ایسا ہی کیا اور میں نے کہا:

وَإِنَّ عِنْدَنَا فَاضِلَةً فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ كُلُوْا وَهُمْ مُّحْرِمُوْنَ.

یارسول اللہ! ہم نے گورخر کا شکار کیا ہے اور ہمارے پاس کچھ گوشت بچا ہوا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: کھاؤ۔ حالانکہ وہ بحالت احرام تھے۔

اطرافه: ۱۸۲۱، ۱۸۲۳، ۱۸۲٤، ۲۵۷۰، ۲۸۵٤، ۲۹۱٤، ٤۱٤۹، ۵٤۰٦، ۵٤۰۷، ۵٤۹۰، ۵٤۹۱، ۵٤۹۲۔

تشریح: اِذَا رَأَى الْمُحْرِمُوْنَ صَيْدًا فَضَحِكُوْا: عنوانِ باب سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ احرام والے کا ہنسنا گویا اس غرض سے تھا کہ بے احرام کو اس سے اشارہ کیا گیا ہے کہ جانور کو دیکھے اور اسے شکار کرے؛ مگر ایسا نہیں۔ امام بخاریؒ نے اس غلط فہمی کو دور کیا ہے۔ حضرت ابوقتادہؓ کی روایت مختلف سندوں اور مختلف الفاظ سے مروی ہے۔ بعض راویوں کے الفاظ سے یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ ان کا ہنسنا گویا حضرت ابوقتادہؓ کو اشارہ کرنا تھا۔ مگر روایت نمبر ۱۸۲۲ کے الفاظ فَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يَضْحَكُ إِلَى بَعْضٍ سے ظاہر ہے کہ وہ آپس میں مذاق کر رہے تھے؛ نہ کہ حضرت ابوقتادہؓ سے؛ جن کی توجہ دوسری طرف تھی اور گورخر کا دیکھنا اتفاق کی بات تھی۔ یہ واقعہ ٦ ھ کا ہے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کے لئے نکلے اور مقامِ حدیبیہ پر ڈیرہ کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت میں صحابہ کرامؓ کا تزکیہ نفس بلند پایہ تھا اور وہ اچھی طرح سمجھتے تھے کہ محرم کو شکار کے لئے اشارہ کرنا بھی جائز نہیں۔ تقویٰ کی نازک حدود کا انہیں بخوبی علم تھا اور نیکی بدی جائز و ناجائز کے بارہ میں ان کا احساس یہاں تک ترقی یافتہ تھا کہ غیر محرم کا شکار کھانا بھی مکروہ سمجھتے تھے۔ اس لئے بعض روایتوں کے الفاظ سے جو پایا جاتا ہے کہ حضرت ابوقتادہؓ کو اشارہ کیا گیا ہے، درست نہیں۔

غیقہ، تعہن اور سُقیا جگہوں کے نام ہیں۔ اول الذکر بنی غفار کے علاقہ میں ہے۔ جہاں کنواں تھا جس میں رضوی پہاڑ کا پانی جمع ہوتا ہے اور یہاں سے پانی کا نالہ سمندر میں گرتا ہے۔ جب آپؐ روحاء میں پہنچے تو آپؐ کو اطلاع ملی کہ غیقہ کی وادی میں دشمن گھات لگائے آپؐ کے گزرنے کا انتظار کر رہا ہے تو آپؐ نے اپنا راستہ تبدیل کیا اور صحابہ میں سے ایک دستہ اس طرف بھیجا۔ حضرت ابوقتادہؓ بھی اس دستہ میں تھے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۳۱ - زیر شرح باب ۲)

قاحہ وادی سقیا سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے اور مدینہ سے تیسری منزل ہے۔ مقاماتِ مذکورہ اس راستے پر واقع ہیں۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۳٦ - زیر شرح باب ۴) حضرت ابوقتادہؓ نے احرام اس لئے نہیں باندھا تھا کہ دشمنوں سے مٹھ بھیڑ کا اندیشہ ہے اور بحالت احرام لڑنا حرام ہے۔

بَاب ٤ : لَا يُعِينُ الْمُحْرِمُ الْحَلَالَ فِي قَتْلِ الصَّيْدِ

محرم غیر محرم کو شکار مارنے میں مدد نہ دے

١٨٢٣ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ نَّافِعٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ سَمِعَ أَبَا قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقَاحَةِ مِنَ الْمَدِيْنَةِ عَلَى ثَلَاثٍ ح.

۱۸۲۳: عبداللہ بن محمد نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ صالح بن کیسان نے ہم سے بیان کیا۔ ابوقتادہ کے آزاد کردہ غلام نافع ابومحمد سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے کہا: ہم مدینہ سے تین منزل پر مقامِ قاحہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔

وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقَاحَةِ وَمِنَّا الْمُحْرِمُ وَمِنَّا غَيْرُ الْمُحْرِمِ فَرَأَيْتُ أَصْحَابِي يَتَرَاءَوْنَ شَيْئًا فَنَظَرْتُ فَإِذَا حِمَارُ وَحْشٍ يَعْنِي وَقَعَ سَوْطُهُ فَقَالُوْا لَا نُعِيْنُكَ عَلَيْهِ بِشَيْءٍ إِنَّا مُحْرِمُوْنَ فَتَنَاوَلْتُهُ فَأَخَذْتُهُ ثُمَّ أَتَيْتُ الْحِمَارَ مِنْ وَّرَاءِ أَكَمَةٍ فَعَقَرْتُهُ فَأَتَيْتُ بِهِ أَصْحَابِي فَقَالَ بَعْضُهُمْ كُلُوْا وَقَالَ

اور علی بن عبداللہ نے بھی ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ صالح بن کیسان نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ابومحمد سے، ابومحمد نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقامِ قاحہ میں تھے اور ہم میں سے کوئی محرم تھا اور کوئی غیر محرم۔ میں نے اپنے ساتھیوں کو دیکھا کہ وہ کوئی چیز ایک دوسرے کو دکھا رہے ہیں۔ میں نے جو نظر اٹھائی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک گورخر ہے۔ ...... ان کا کوڑا گر گیا تو ساتھیوں نے کہا: ہم کسی چیز سے بھی اس گورخر کے خلاف آپؓ کی مدد نہیں کریں گے۔ کیونکہ ہم حالت احرام میں ہیں۔ (حضرت ابوقتادہؓ نے کہا:) میں نے خود ہی ہاتھ بڑھا کر لے لیا۔ پھر اس گورخر کے پاس ایک ٹیلے کے پیچھے سے آیا اور اس کو

بَعْضُهُمْ لَا تَأْكُلُوْا فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ أَمَامَنَا فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ كُلُوْهُ حَلَالٌ قَالَ لَنَا عَمْرٌو اذْهَبُوْا إِلَى صَالِحٍ فَسَلُوْهُ عَنْ هَذَا وَغَيْرِهِ وَقَدِمَ عَلَيْنَا هَاهُنَا.

زخمی کر دیا اور اپنے ساتھیوں کے پاس لے آیا تو ان میں سے بعض نے کہا: کھاؤ۔ بعض نے کہا: نہ کھاؤ۔ میں نبی ﷺ کے پاس آیا اور آپؐ ہمارے آگے تھے۔ میں نے آپؐ سے پوچھا تو آپؐ نے فرمایا: اسے کھاؤ۔ وہ حلال ہے۔ عمرو (بن دینار) نے ہم سے کہا صالح کے پاس جاؤ اور ان سے اس کی اور دوسری باتوں کی بابت پوچھو اور وہ ان دنوں ہمارے پاس آتے جاتے۔

اطرافه: ١٨٢١، ١٨٢٢، ١٨٢٤، ٢٥٧٠، ٢٨٥٤، ٢٩١٤، ٤١٤٩، ٥٤٠٦، ٥٤٠٧، ٥٤٩٠، ٥٤٩١، ٥٤٩٢.

بَاب ٥: لَا يُشِيْرُ الْمُحْرِمُ إِلَى الصَّيْدِ لِكَيْ يَصْطَادَهُ الْحَلَالُ

محرم شکار کی طرف اشارہ نہ کرے کہ غیر محرم اس کا شکار کرے

١٨٢٤: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا أَبُوعَوَانَةَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ هُوَ ابْنُ مَوْهَبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ حَاجًّا فَخَرَجُوْا مَعَهُ فَصَرَفَ طَائِفَةً مِّنْهُمْ فِيْهِمْ أَبُو قَتَادَةَ فَقَالَ خُذُوْا سَاحِلَ الْبَحْرِ حَتَّى نَلْتَقِيَ فَأَخَذُوْا سَاحِلَ الْبَحْرِ فَلَمَّا انْصَرَفُوْا أَحْرَمُوْا كُلُّهُمْ إِلَّا أَبُوقَتَادَةَ لَمْ يُحْرِمْ فَبَيْنَمَا هُمْ يَسِيْرُوْنَ إِذْ رَأَوْا حُمُرَ

١٨٢٤: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ ابوعوانہ نے ہمیں بتایا۔ عثمان جو موہب کے بیٹے ہیں؛ نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبداللہ بن ابی قتادہ نے مجھے خبر دی کہ ان کے باپ نے انہیں بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کے ارادے سے نکلے۔ لوگ بھی آپؐ کے ساتھ نکلے تو آپؐ نے ان میں سے کچھ لوگ ایک طرف بھیجے۔ جن میں حضرت ابوقتادہؓ بھی تھے اور فرمایا کہ سمندر کے کنارے کا راستہ لو۔ یہاں تک کہ ہم آپس میں مل جائیں تو انہوں نے سمندر کا کنارہ اختیار کیا۔ جب وہ لوٹے تو ان سب نے احرام باندھا مگر حضرت ابوقتادہؓ نے نہ باندھا۔ اسی اثناء میں کہ وہ جا رہے تھے۔ انہوں نے کئی گورخر دیکھے تو

وَحْشٍ فَحَمَلَ أَبُو قَتَادَةَ عَلَى الْحُمُرِ فَعَقَرَ مِنْهَا أَتَانًا فَنَزَلُوْا فَأَكَلُوْا مِنْ لَّحْمِهَا وَقَالُوْا أَنَأْكُلُ لَحْمَ صَيْدٍ وَنَحْنُ مُحْرِمُوْنَ فَحَمَلْنَا مَا بَقِيَ مِنْ لَّحْمِ الْأَتَانِ فَلَمَّا أَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّا كُنَّا أَحْرَمْنَا وَقَدْ كَانَ أَبُوقَتَادَةَ لَمْ يُحْرِمْ فَرَأَيْنَا حُمُرَ وَحْشٍ فَحَمَلَ عَلَيْهَا أَبُوقَتَادَةَ فَعَقَرَ مِنْهَا أَتَانًا فَنَزَلْنَا فَأَكَلْنَا مِنْ لَّحْمِهَا ثُمَّ قُلْنَا أَنَأْكُلُ لَحْمَ صَيْدٍ وَنَحْنُ مُحْرِمُوْنَ فَحَمَلْنَا مَا بَقِيَ مِنْ لَّحْمِهَا قَالَ مِنْكُمْ☆ أَحَدٌ أَمَرَهُ أَنْ يَّحْمِلَ عَلَيْهَا أَوْ أَشَارَ إِلَيْهَا قَالُوْا لَا قَالَ فَكُلُوْا مَا بَقِيَ مِنْ لَّحْمِهَا.

حضرت ابوقتادہؓ نے ان گورخروں پر حملہ کردیا اور ان میں سے ایک مادہ گورخر زخمی کی اور وہ اُترے اور اس کے گوشت سے کھایا۔ اور کہنے لگے: کیا ہم شکار کا گوشت کھائیں ایسی حالت میں کہ ہم محرم ہوں؟ اس کا جو گوشت باقی بچا تھا؛ وہ ہم نے اُٹھالیا۔ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم نے احرام باندھے تھے اور ابوقتادہؓ نے نہیں باندھا تھا۔ پھر ہم نے کئی گورخر دیکھے۔ ابوقتادہؓ نے ان پر حملہ کیا اور ان میں سے ایک مادہ ماری اور ہم اُترے اور اس کے گوشت سے کھایا۔ پھر ہم کہنے لگے: کیا شکار کا گوشت ہم کھائیں جبکہ ہم محرم ہیں؟ ہم اس کا بچا ہوا گوشت اُٹھالائے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ کیا☆ تم میں سے کسی نے ان سے کہا تھا کہ وہ اس پر حملہ کریں؟ یا اس کی طرف اشارہ کیا تھا؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: پھر جو اس کا گوشت بچا ہوا ہے، کھاؤ۔

اطرافه: ۱۸۲۱، ۱۸۲۲، ۱۸۲۳، ۲۵۷۰، ۲۸۵٤، ۲۹۱٤، ٤١٤٩، ٥٤٠٦، ٥٤٠٧، ٥٤٩٠، ٥٤٩١، ٥٤٩٢۔

بَاب ٦: إِذَا أَهْدَى لِلْمُحْرِمِ حِمَارًا وَحْشِيًّا حَيًّا لَّمْ يَقْبَلْ

جب کوئی شخص محرم کو زندہ گورخر بطور تحفہ دے تو وہ قبول نہ کرے

١٨٢٥: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ

۱۸۲۵: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود

☆ فتح الباری مطبوعہ بولاق میں اس جگہ لفظ أَمِنكُم ہے۔ (فتح الباری جزء۴ حاشیہ صفحہ ۳۸) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

مَسْعُوْدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ اللَّيْثِيِّ أَنَّهُ أَهْدَى لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِمَارًا وَّحْشِيًّا وَهُوَ بِالْأَبْوَاءِ أَوْ بِوَدَّانَ فَرَدَّهُ عَلَيْهِ فَلَمَّا رَأَى مَا فِي وَجْهِهِ قَالَ إِنَّا لَمْ نَرُدَّهُ عَلَيْكَ إِلَّا أَنَّا حُرُمٌ.

سے، عبیداللہ نے حضرت عبداللہ بن عباس سے، انہوں نے حضرت صعب بن جثامہ لیثیؓ سے روایت کی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے گورخر بطور تحفہ بھیجا جبکہ آپؐ ابواء میں یا ودان میں تھے تو آپؐ نے وہ اُنہیں لوٹا دیا۔ جب انہوں نے آپؐ کے چہرے پر ناپسندیدگی دیکھی تو آپؐ نے فرمایا: ہم نے تمہیں وہ واپس نہیں کیا مگر اس لئے کہ ہم محرم ہیں۔

اطرافه: ۲۵۷۳، ۲۵۹۶۔

تشریح: **اِذَا اَهْدَى لِلْمُحْرِمِ حِمَارًا وَّحْشِيًّا حَيًّا لَّمْ يَقْبَلْ:** اس باب کے عنوان سے ظاہر ہے کہ گورخر شکار کا جانور ہے۔ اگر اسے محرم کی خاطر شکار کیا جائے تو وہ اسے قبول نہ کرے۔ اس سے ممانعت شکار کی خلاف ورزی کا راستہ کھلتا ہے۔ حضرت صعب بن جثامہؓ کا واقعہ حضرت ابوقتادہؓ کے واقعہ سے الگ ہے۔ شارحین نے دونوں کے واقعات میں فرق نمایاں کیا ہے کہ اوّل الذکر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر شکار کیا تھا۔ جبکہ آپؐ بحالت احرام تھے اور ثانی الذکر نے اپنے لئے؛ جبکہ وہ حالت احرام میں نہ تھے۔ حضرت صعبؓ کے واقعہ سے متعلق روایت میں بڑا اختلاف ہوا ہے کہ آیا انہوں نے گوشت پیش کیا تھا یا زندہ جانور۔ امام بخاریؒ کی تحقیق کی رو سے وہ زندہ جانور تھا۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ وہ گوشت تھا۔ (مسلم، کتاب الحج، باب تحریم الصید للمحرم)

مذکورہ بالا واقعہ میں تقویٰ کی ایک اور مثال ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ (یعنی انکار) سے واضح ہے اور جمہور کے فتویٰ کی اسی پر بناء ہے کہ ایسا شکار جو محرم کے لئے کیا گیا ہو، وہ نہ کھائے۔ لیکن اگر محرم کی خاطر نہیں ہوا تو اسے کھایا جاسکتا ہے۔ آیا ابواء کی وادی تھی یا ودان کی؟ اس بارہ میں شک حضرت ابن عباسؓ کو ہوا ہے۔ انہیں یاد نہیں رہا۔ **ابواء** نامی پہاڑ جحفہ سے تئیس میل اور **ودّان** جحفہ سے آٹھ میل ہے۔ (دیکھئے فتح الباری جزء۴ صفحہ ۴۳، ۴۴)

بَاب۷: مَا يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ مِنَ الدَّوَابِّ

محرم کونسے جانور مار سکتا ہے؟

۱۸۲۶: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ

۱۸۲۶: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے نافع سے، نافع

عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسٌ مِّنَ الدَّوَابِّ لَيْسَ عَلَى الْمُحْرِمِ فِي قَتْلِهِنَّ جُنَاحٌ.

نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ جانور ایسے ہیں جنہیں مارنے میں محرم کو کوئی گناہ نہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ....

اطرافہ: ۳۳۱۵۔

اور عبداللہ بن دینار سے بھی (امام مالک نے) روایت کی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا...... (یعنی یہی بات فرمائی۔)

۱۸۲۷: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُوعَوَانَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ حَدَّثَتْنِي إِحْدَى نِسْوَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ....

اطرافہ: ۱۸۲۸۔

۱۸۲۷: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ ابوعوانہ نے ہمیں بتایا کہ زید بن جبیر سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا۔ وہ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے ایک نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ محرم (بعض چیزیں) مار سکتا ہے۔

۱۸۲۸: حَدَّثَنَا أَصْبَغُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَتْ حَفْصَةُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسٌ مِّنَ الدَّوَابِّ لَا حَرَجَ عَلَى مَنْ

۱۸۲۸: اصبغ نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبداللہ بن وہب نے مجھے خبر دی۔ انہوں نے یونس سے، یونس نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے سالم سے روایت کی کہ انہوں نے کہا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے: حضرت حفصہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ چیزیں ایسی

قَتَلَهُنَّ الْغُرَابُ وَالْحِدَأَةُ وَالْفَأْرَةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ.

اطرافه: ١٨٢٧.

ہیں جس نے انہیں مارا؛ اس پر کوئی مضائقہ نہیں۔ کوا، چیل، چوہا، بچھو اور کاٹنے والا کتا۔

١٨٢٩: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسٌ مِّنَ الدَّوَابِّ كُلُّهُنَّ فَاسِقٌ يُقْتَلْنَ☆ فِي الْحَرَمِ الْغُرَابُ وَالْحِدَأَةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْفَأْرَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ.

اطرافه: ٣٣١٤.

١٨٢٩: یحییٰ بن سلیمان نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابن وہب نے مجھے بتایا، کہا: یونس نے مجھے خبر دی۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ چیزیں موذی ہیں۔ حرم میں بھی انہیں مار دیں☆ کوا، چیل، بچھو، چوہا اور کاٹنے والا کتا۔

١٨٣٠: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ ابْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيْمُ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَارٍ بِمِنًى إِذْ نَزَلَ عَلَيْهِ وَالْمُرْسَلَاتِ وَإِنَّهُ لَيَتْلُوْهَا وَإِنِّي لَأَتَلَقَّاهَا مِنْ فِيْهِ وَإِنَّ فَاهُ لَرَطْبٌ بِهَا إِذْ وَثَبَتْ عَلَيْنَا حَيَّةٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

١٨٣٠: عمر بن حفص بن غیاث نے ہم سے بیان کیا کہ میرے باپ نے ہمیں بتایا کہ اعمش نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابراہیم (نخعی) نے مجھے بتایا۔ انہوں نے اسود سے، اسود نے حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: اس اثناء میں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ کے ایک غار میں تھے؛ جب آپؐ پر (سورة) نازل ہوئی۔ وَالْمُرْسَلَاتِ. آپؐ اسے پڑھ رہے تھے اور میں سن کر یاد کر رہا تھا اور آپؐ کا چہرہ اس سورة سے تروتازہ تھا۔ اچانک ایک سانپ ہم پر لپکا۔ نبی

☆ عمدۃ القاری میں "يُقْتَلْنَ" کی بجائے "يَقْتُلُهُنَّ" ہے۔ (عمدۃ القاری جزء١٠ صفحہ١٨٢) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

اقْتُلُوْهَا فَابْتَدَرْنَاهَا فَذَهَبَتْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُقِيَتْ شَرَّكُمْ كَمَا وُقِيتُمْ شَرَّهَا.

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے مار ڈالو تو ہم جلدی سے اس پر جھپٹے تو وہ چلا گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جانے دو؛ تمہارے شر سے وہ بچایا گیا۔ تم اس کے شر سے بچائے گئے۔

{☆قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ إِنَّمَا أَرَدْنَا بِهٰذَا أَنَّ مِنًى مِنَ الْحَرَمِ وَأَنَّهُمْ لَمْ يَرَوْا بِقَتْلِ الْحَيَّةِ بَأْسًا.}

{☆ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: اس حدیث کے ذکر سے ہماری یہ مراد ہے کہ منیٰ حرم کا حصہ ہے اور انہوں نے سانپ کے مارنے میں کوئی حرج نہیں دیکھا۔}

اطرافه: ٣٣١٧، ٤٩٣٠، ٤٩٣١، ٤٩٣٤۔

۱۸۳۱: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْوَزَغِ فُوَيْسِقٌ وَلَمْ أَسْمَعْهُ أَمَرَ بِقَتْلِهِ.

۱۸۳۱: اسماعیل (بن ابی اویس) نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عروہ بن زبیر سے، عروہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھپکلی کو بھی موذی بتایا اور میں نے آپؐ سے نہیں سنا کہ آپؐ نے اس کے مارنے کا ارشاد فرمایا ہو۔

اطرافه: ٣٣٠٦۔

تشریح: **مَا يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ مِنَ الدَّوَابِّ**: موذی جانور بحالت احرام مارے جاسکتے ہیں۔ اس تعلق میں چھ روایتیں بیان کی گئی ہیں جو ایک دوسرے کے مضمون کو مکمل کرتی ہیں۔ پہلی روایت امام مالکؒ کی ہے جو یہاں مختصر منقول ہے۔ مؤطا میں یہی روایت بسند سالم بن عبداللہ مروی ہے۔ پانچ جانور۔ کوا، چیل، بچھو، چوہا اور کاٹنے والا کتا۔ موذی قرار دیئے گئے ہیں۔ نیز عبداللہ بن دینار کی سند کو جو پہلی روایت سے معطوف بتایا گیا ہے، اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ یہ روایت بطور تتمہ نقل کی گئی ہے۔ یہ روایت بھی مؤطا امام مالک میں مذکور ہے۔ (مؤطا مالک، کتاب الحج، باب ما يقتل المحرم من الدواب) دوسری روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی کا نام مذکور نہیں۔ لیکن بعض روایتوں میں مذکور ہے۔ اس طرح پانچ کی تعداد کا ذکر پہلی میں ہے اور دوسری میں نہیں۔

☆ یہ عبارت فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء۴ حاشیہ صفحہ ۴۶) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

امام مسلم کی روایتوں میں صرف چار جانور موذی بتائے گئے ہیں[۱] اور اگر سانپ اور چھپکلی کو شمار کیا جائے؛ جن کا دوسری بعض روایتوں میں ذکر آیا ہے (دیکھئے روایات نمبر ۱۸۳۰، ۱۸۳۱) تو یہ کل جانور سات ہوتے ہیں؛ جنہیں بحالت احرام مارا جاسکتا ہے۔ اس تعلق میں فقہاء کی طرف سے یہ سوال اٹھایا گیا ہے کہ آیا دوسرے موذی جانوروں کو ان پر قیاس کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت؛ جو ابن خزیمہ نے نقل کی ہے؛ اس میں بھیڑیئے اور چیتے کا بھی ذکر ہے۔[۲] اسی طرح ابن ابی شیبہ[۳] اور سعید بن منصور اور ابوداؤد[۴] کی اس تعلق میں بعض روایتیں جو مرسل ہیں نقل کی ہیں۔ ان کے راوی معتبر ہیں۔ ان میں بھی سانپ اور بھیڑیئے اسی فہرست میں شمار کئے گئے ہیں۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۴۸) لہٰذا جمہور کا مذہب اس بارہ میں یہ ہے کہ مذکورہ بالا جانوروں پر دیگر موذی جانوروں کا قیاس کرنا اور انہیں بحالت احرام بوقت ضرورت مارنا جائز ہوگا اور ان کا یہ بھی فتویٰ ہے کہ محرم کے لئے یہ استفسار بطور وجوب نہیں بلکہ رخصت و اجازت ہے۔ یعنی بلاوجہ حرم کے اندر ان جانوروں کو قتل کرنے کے لیے تلاش کرتے پھرنا مناسب نہیں۔ احناف نے یہ قیاس تسلیم نہیں کیا اور بحالت احرام انہی جانوروں کو قتل کرنا جائز سمجھا ہے جن کا ذکر مستند احادیث میں وارد ہے اور یہ اس وقت جب ان سے ایذارسانی کا خوف ہو ورنہ نہیں اور بے ضرر حالت میں ان جانوروں کا مارنا پسندیدہ نہیں۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۵۲، ۵۳)

كُلُّهُنَّ فَاسِقٌ: فسوق کے معنی حدود سے تجاوز کرنا۔ ان جانوروں کا طبعی حدود سے تجاوز کرنا بھی ان کی ایذا دہی اور ضرررسانی ہے۔ مثلاً کوا اور چوہا فصلوں کو نقصان پہنچاتے ہیں اور چیل چوزے اٹھا کر لے جاتی ہے اور چھپکلی بھی بعض وقت نقصان دہ ہوتی ہے۔ بلکہ تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ اگر کھانے میں پڑ جائے تو ہلاکت کا موجب ہوتی ہے۔ اسے فویسق بھی کہا ہے۔ روایت نمبر ۱۸۳۱ میں حضرت عائشہؓ کی طرف سے تشریح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مار ڈالنے کے لئے نہیں فرمایا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی روایت میں اس کے مارنے کا ذکر ہے۔[۵] چھپکلی کے بارہ میں مختلف روایتیں ہیں۔ امام مالکؒ سے مروی ہے: لَا يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ الْوَزَغَ. یعنی محرم چھپکلی نہ مارے۔ عطاء سے پوچھا گیا کہ آیا چھپکلی حرم میں ماری جاسکتی ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ اِذَا آذَاكَ فَلَا بَأْسَ بِقَتْلِهِ۔ یعنی جب تجھے ایذا دے تو اس کے مارنے میں مضائقہ نہیں۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۵۴) امام بخاریؒ کے نزدیک یہ روائتیں پایہ ثبوت تک نہیں پہنچیں۔ اس لئے انہوں نے نظرانداز کر دی ہیں۔ کوے سے مراد غُدَاف یعنی پہاڑی کوا ہے جو گدّ کی طرح بڑا ہوتا ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۵۰)

---

۱ (مسلم، کتاب الحج، باب مایندب للمحرم وغیرہ قتلہ من الدواب فی الحل والحرم)

۲ (صحیح ابن خزیمۃ، کتاب المناسک، ذکر الدواب التی أبیح للمحرم قتلھا، روایت ۲۶۶۶ جزء۴ صفحہ ۱۹۰)

۳ (مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الحج، باب ما یقتل المحرم، روایت نمبر ۱۴۸۲۳، جزء۳ صفحہ ۳۵۰)

۴ (ابوداؤد، کتاب المناسک، باب ما یقتل المحرم من الدواب)

۵ (بخاری، کتاب بدء الخلق، باب خیر مال المسلم غنم یتبع بھا شعف الجبال)

بَاب۸: لَا يُعْضَدُ شَجَرُ الْحَرَمِ

حرم کے درخت نہ کاٹے جائیں

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُعْضَدُ شَوْكُهُ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ اس کا کانٹا نہ توڑا جائے۔

۱۸۳۲: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْعَدَوِيِّ أَنَّهُ قَالَ لِعَمْرِو بْنِ سَعِيْدٍ وَهُوَ يَبْعَثُ الْبُعُوْثَ إِلَى مَكَّةَ ائْذَنْ لِّي أَيُّهَا الْأَمِيْرُ أُحَدِّثْكَ قَوْلًا قَامَ بِهِ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْغَدِ مِنْ يَّوْمِ الْفَتْحِ فَسَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي وَأَبْصَرَتْهُ عَيْنَايَ حِيْنَ تَكَلَّمَ بِهِ إِنَّهُ حَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللهُ وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ فَلَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَّسْفِكَ بِهَا دَمًا وَلَا يَعْضُدَ بِهَا شَجَرَةً فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُوْلُوْا لَهُ إِنَّ اللهَ أَذِنَ لِرَسُوْلِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَأْذَنْ لَكُمْ

۱۸۳۲: قتیبہ (بن سعید) نے ہم سے بیان کیا کہ لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سعید بن ابی سعید مقبری سے، سعید نے حضرت ابوشریح عدویؓ سے روایت کی کہ انہوں نے عمرو بن سعید سے کہا اور وہ مکہ کی طرف فوجیں بھیج رہے تھے۔ اے امیر! مجھے اجازت دیں کہ میں آپ سے ایک بات بیان کروں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دوسرے روز فرمائی تھی۔ میرے دونوں کانوں نے وہ سنی اور میرے دل نے محفوظ رکھی اور میری دونوں آنکھیں آپؐ کو دیکھ رہی تھیں جب آپؐ نے وہ بات فرمائی۔ آپؐ نے اللہ کی حمد وثنا کی۔ پھر فرمایا کہ مکہ کو اللہ تعالیٰ نے حرم قرار دیا ہے اور لوگوں نے قرار نہیں دیا۔ کسی شخص کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو؛ جائز نہیں کہ وہاں خون ریزی کرے یا درخت کاٹے۔ اگر کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑائی کی وجہ سے جواز کی صورت نکالے تو اسے کہو کہ اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو اجازت دی تھی اور تمہیں اجازت نہیں دی۔

وَإِنَّمَا أَذِنَ لِي سَاعَةً مِنْ نَّهَارٍ وَقَدْ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْأَمْسِ وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَقِيْلَ لِأَبِي شُرَيْحٍ مَا قَالَ لَكَ عَمْرٌو قَالَ أَنَا أَعْلَمُ بِذَلِكَ مِنْكَ يَا أَبَا شُرَيْحٍ إِنَّ الْحَرَمَ لَا يُعِيْذُ عَاصِيًا وَلَا فَارًّا بِدَمٍ وَلَا فَارًّا بِخُرْبَةٍ خُرْبَةٌ بَلِيَّةٌ.

اور مجھے بھی دن کی ایک گھڑی تک اجازت دی اور اس کی حرمت آج پھر ویسی ہی قائم ہوگئی ہے جیسی کل تھی اور چاہیے کہ جو حاضر ہو وہ غیر حاضر کو پہنچا دے۔ حضرت ابوشریحؓ سے کہا گیا: عمرو (بن سعید) نے آپؓ سے کیا کہا؟ انہوں نے کہا: ابوشریح! میں یہ بات آپؓ سے زیادہ جانتا ہوں۔ حرم باغی کو پناہ نہیں دیتا اور نہ اس شخص کو جو خون کر کے بھاگا ہو اور نہ اس شخص کو جو کوئی خرابی کر کے بھاگا ہو، ایسی خرابی جو کہ مصیبت کا باعث ہو۔

اطرافه: ۱۰٤، ٤۲۹٥۔

تشریح: **لَا يُعْضَدُ شَجَرُ الْحَرَمِ:** حرم وہ علاقہ ہے جو محفوظ قرار دیا جائے اور اس میں ہر لحاظ سے امن ہو۔ کسی قسم کا ظلم، فتنہ وفساد اس میں برپا نہ کیا جائے۔ عربوں کو حرمِ مکہ کا اس قدر ادب لحاظ تھا کہ اس میں قاتل سے بدلہ لینا بھی جائز نہیں سمجھتے تھے۔ تین مہینوں کو وہ ماہِ حرام اس لئے کہتے تھے کہ ان کے نزدیک ان میں قتل وغارت ظلم وتعدی جائز نہ تھی۔ عنوانِ باب میں حضرت ابن عباسؓ کا جو حوالہ دیا گیا ہے؛ اس کے لئے دیکھئے روایت نمبر ۱۸۳۳، ۱۸۳۴۔ اور عمرو بن سعید کا واقعہ کتاب العلم زیرِ باب ۳۷ روایت نمبر ۱۰۴ میں گذر چکا ہے۔

بَاب ۹: لَا يُنَفَّرُ صَيْدُ الْحَرَمِ

حرم کے شکار کو بِدکایا نہ جائے

۱۸۳۳: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ مَكَّةَ فَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَلَا تَحِلُّ لِأَحَدٍ بَعْدِي وَإِنَّمَا أُحِلَّتْ لِي سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ لَا يُخْتَلَى

۱۸۳۳: محمد بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالوہاب نے ہمیں بتایا کہ خالد نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے عکرمہ سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرم قرار دیا ہے۔ مجھ سے پہلے کسی کے لئے یہ حلال نہیں ہوا اور نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہوگا۔ میرے لئے بھی تو صرف دن کی ایک گھڑی بھر ہی حلال

خَلَاهَا وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا وَلَا تُلْتَقَطُ لُقَطَتُهَا إِلَّا لِمُعَرِّفٍ وَقَالَ الْعَبَّاسُ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِلَّا الْإِذْخِرَ لِصَاغَتِنَا وَقُبُوْرِنَا فَقَالَ إِلَّا الْإِذْخِرَ. وَعَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ هَلْ تَدْرِي مَا لَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا هُوَ أَنْ يُّنَحِّيَهُ مِنَ الظِّلِّ يَنْزِلُ مَكَانَهُ.

ہوا تھا۔اس کا گھاس پات نہ توڑا جائے اور نہ اس کا درخت کاٹا چھانٹا جائے اور نہ اس کے شکار کو بدکایا جائے۔ نہ اس کی گری پڑی چیز اُٹھائی جائے مگر وہ (اُٹھا سکتا ہے) جو شناخت کروائے۔اور حضرت عباسؓ نے کہا: یارسول اللہ! سوائے اذخر گھاس کے جو ہمارے سناروں اور قبروں کے لئے ہوتی ہے۔آپؐ نے فرمایا: سوائے اذخر کے۔ اور خالد سے مروی ہے۔ انہوں نے عکرمہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: کیا آپ جانتے ہیں کہ اس کا شکار نہ بدکانے سے کیا مراد ہے؟ یہ کہ اسے سایہ سے ہٹا کر خود اس جگہ ڈیرہ لگائے۔

اطراف: ۱۳۴۹، ۱۵۸۷، ۱۸۳٤، ۲۰۹۰، ۲٤۳۳، ۲۷۸۳، ۲۸۲۵، ۳۰۷۷، ۳۱۸۹، ٤۳۱۳۔

تشریح: **لَا يُنَفَّرُ صَيْدُ الْحَرَمِ:** باب ۸، ۹ میں بتایا گیا ہے کہ بیت اللہ اور اس کے حرم کی عزت کا تقاضا ہے کہ اس میں پورے طور پر امن قائم رکھا جائے۔ انسان وحیوان، پرند وچرند کو کسی قسم کی ایذا نہ دی جائے۔ یہاں تک کہ اس کا ایک کانٹا بھی نہ توڑا جائے اور گری پڑی چیز بھی نہ اُٹھائی جائے؛ سوائے مالک کو پہچاننے کی غرض سے۔ ان دو ابواب سے سابقہ ابواب کا مضمون از خود واضح ہو جاتا ہے کہ موذی جانوروں سے اسی حد تک تعرض کرنے کی اجازت ہے جہاں ان کا وجود امن عامہ میں خلل انداز ہو۔ روایت نمبر ۱۸۳۳ کے آخر میں خالد کی روایت کا جو حوالہ دیا گیا ہے؛ اس کے لئے دیکھئے کتاب البیوع باب ۲۸ روایت نمبر ۲۰۹۰؛ جہاں یہ روایت مفصل منقول ہے۔

بَاب ۱۰: لَا يَحِلُّ الْقِتَالُ بِمَكَّةَ

مکہ میں لڑائی جائز نہیں

وَقَالَ أَبُو شُرَيْحٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَسْفِكُ بِهَا دَمًا.

اور حضرت ابوشریح رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ وہاں کوئی خون نہ بہائے۔

۱۸۳٤: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ

۱۸۳۴: عثمان بن ابی شیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ جریر نے ہمیں بتایا۔انہوں نے منصور سے،منصور نے مجاہد سے،

مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ افْتَتَحَ مَكَّةَ لَا هِجْرَةَ وَلَكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ وَإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا فَإِنَّ هَذَا بَلَدٌ حَرَّمَ اللهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ وَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَإِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ الْقِتَالُ فِيْهِ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَلَمْ يَحِلَّ لِي إِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا يُعْضَدُ شَوْكُهُ وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهُ وَلَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهُ إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا وَلَا يُخْتَلَى خَلَاهَا قَالَ الْعَبَّاسُ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِلَّا الْإِذْخِرَ فَإِنَّهُ لِقَيْنِهِمْ وَلِبُيُوْتِهِمْ قَالَ قَالَ إِلَّا الْإِذْخِرَ.

مجاہد نے طاؤس سے، طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے جس دن مکہ فتح کیا، فرمایا: (اَب) کوئی ہجرت نہیں۔ لیکن جہاد اور نیت قائم رہے گی اور جب تمہیں جہاد کے لئے نکلنے کو کہا جائے تو نکلو۔ یہ وہ شہر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حرمت سے نوازا ہے، اس دن سے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور وہ اللہ کی اس حرمت سے قیامت کے دن تک حرمت والا رہے گا۔ مجھ سے پہلے کسی کے لئے اس میں لڑائی جائز نہیں ہوئی اور مجھے بھی صرف ایک دن کی ایک گھڑی (لڑائی کی) اجازت دی گئی ہے۔ سو وہ اللہ کی حرمت کی وجہ سے قیامت تک (اپنی حرمت) پر قائم رہے گا۔ اس کا کانٹا نہ توڑا جائے گا۔ اس کا شکار نہ چونکایا جائے گا اور اس کی گری پڑی چیز نہ اُٹھائی جائے؛ اس شخص کے سوا جو اس چیز کو پہچانے اور اس کی گھاس نہ کاٹی جائے۔ حضرت عباسؓ نے کہا: یا رسول اللہ! مگر اذخر گھاس کیونکہ وہ ان کے لوہاروں اور ان کے گھروں کے استعمال کی چیز ہے۔ (راوی نے) کہا: آپؐ نے فرمایا: اذخر کے سوا۔

اطرافہ: ۱۳۴۹، ۱۵۸۷، ۱۸۳۳، ۲۰۹۰، ۲۴۳۳، ۲۷۸۳، ۲۸۲۵، ۳۰۷۷، ۳۱۸۹، ۴۳۱۳۔

تشریح: **لَا یَحِلُّ الْقِتَالُ بِمَكَّةَ:** حضرت ابوشریحؓ کی محولہ بالا روایت کے لئے دیکھئے روایت نمبر ۱۸۳۲۔ امام مسلمؒ نے ایک اور سند سے بھی اس روایت کو بیان کیا ہے۔ اس میں لفظ اَلْقِتَالُ کی جگہ اَلْقَتْلُ مروی ہے۔☆ قتل کا لفظ شبہ پیدا کرتا ہے کہ انتقامِ قتل بھی حرم کے اندر نہیں لیا جاسکتا۔ جبکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے وقت جب بعض قاتلوں نے بیت اللہ میں پناہ لی تو آپؐ نے فرمایا کہ ان سے قصاص لیا جائے گا۔ (روایت نمبر ۱۸۴۶) مکہ مکرمہ کی حرمت کے تعلق میں جہاں اس حرمت کے مستلزمات کا ذکر مقصود بالذات ہے۔ وہاں ضمناً لفظی اصلاح بھی

☆ (مسلم، کتاب الحج، باب تحریم مکۃ وصیدھا وخلاھا وشجرھا ولقطتھا إلّا لمنشد علی الدوام)

مدنظر ہے۔عربوں نے مکہ مکرمہ کی حرمت قدیم الایام سے قائم رکھی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشگوئی فرمائی کہ اس کی حرمت وعظمت قیامت تک قائم رہے گی۔جس شان میں یہ پیشگوئی اب تک پوری ہوئی۔اس کی تفصیل کے لئے دیکھئے تفسیر کبیر جلد ۱۰-تفسیر سورۃ الکوثر) اور دیکھئے وہ باب، جہاں دجال سے اسے محفوظ رکھے جانے کی پیشگوئی کا ذکر ہے۔(کتاب فضائل المدينة، باب۹)

وَلَـكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کو دار السلام قرار دے کر فرمایا کہ اب یہاں وہ دینی مظالم نہیں ہوں گے جن کی وجہ سے ہجرت کرنی پڑے۔ وَلَـكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّة یعنی جہاد کے لئے یا کسی امرِ صالح کی نیت سے باہر جانا پڑے؛ اس کے لئے کوئی روک نہیں۔مثلاً طلبِ علم یا تجارت وغیرہ۔

بَاب ۱۱ : اَلْحِجَامَةُ لِلْمُحْرِمِ

محرم کے لئے پچھنے لگوانا

وَكَوَى ابْنُ عُمَرَ ابْنَهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ.

اور حضرت ابن عمرؓ نے اپنے بیٹے کو داغا جبکہ وہ بحالت احرام تھے۔

وَيَتَدَاوَى مَا لَمْ يَكُنْ فِيْهِ طِيْبٌ.

محرم علاج معالجہ بھی کرسکتا ہے؛ ایسی چیز سے جس میں خوشبو نہ ہو۔

۱۸۳۵ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قَالَ عَمْرٌو أَوَّلُ شَيْءٍ سَمِعْتُ عَطَاءً يَّقُوْلُ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ احْتَجَمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ ثُمَّ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ حَدَّثَنِي طَاوُسٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ لَعَلَّهُ سَمِعَهُ مِنْهُمَا.

۱۸۳۵: علی بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا، کہا: عمرو (بن دینار) نے پہلی بار (یہ) کہا: میں نے عطاء (بن ابی رباح) سے سنا۔وہ کہتے تھے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا۔وہ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنا لگوایا جبکہ آپؐ بحالت احرام تھے۔ پھر میں نے ان کو کہتے سنا کہ طاؤس نے مجھے بتایا کہ حضرت ابن عباسؓ سے یہ بات مروی ہے۔میں نے کہا: شاید انہوں نے ان دونوں سے سنا ہو۔

اطرافه: ۱۹۳۸، ۱۹۳۹، ۲۱۰۳، ۲۲۷۸، ۲۲۷۹، ۵۶۹۱، ۵۶۹٤، ۵٦۹٥، ۵۶۹۹، ۵۷۰۰، ۵۷۰۱۔

۱۸۳۶ : حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ عَلْقَمَةَ

۱۸۳۶: خالد بن مخلد نے ہم سے بیان کیا۔سلیمان بن بلال نے ہمیں بتایا۔انہوں نے علقمہ بن ابی علقمہ

ابْنِ أَبِي عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ عَنِ ابْنِ بُحَيْنَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ احْتَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ بِلَحْيِ جَمَلٍ فِي وَسَطِ رَأْسِهِ.

سے، انہوں نے عبدالرحمٰن اعرج سے، عبدالرحمٰن نے حضرت ابن بُحَینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کے درمیان پچھنا لگوایا جبکہ آپؐ مقامِ لحي جمل میں بحالت احرام تھے۔

اطرافہ: ۵۶۹۸۔

تشریح: اَلْحِجَامَةُ لِلْمُحْرِمِ: اس باب میں سَفْکُ الدِّمَآء یعنی خون بہانے کے تعلق میں استثنائی حالات کا ذکر کیا گیا ہے۔ عنوانِ باب میں جو حضرت ابن عمرؓ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ وہ سعید بن منصور نے بسند مجاہد موصولاً نقل کیا ہے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بیٹے کا نام واقد بیان کیا گیا ہے۔ جو سفر مکہ میں راستہ ہی میں بیمار ہو گیا تھا اور جس کی وجہ سے پچھنا لگوانا پڑا۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۶۶)

لفظ **مَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ طِيبٌ** سے امام موصوفؒ نے طبری کی روایت کی طرف اشارہ کیا ہے جو بسند حسن بصری مروی ہے کہ اگر محرم کو سر میں زخم آئے تو کوئی حرج نہیں کہ زخم کے اردگرد کے بال منڈوائے جائیں اور ایسی دوائی سے علاج کیا جائے جس میں خوشبو نہ ہو۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۶۶)

ان حوالوں سے عنوانِ باب کا مضمون ظاہر ہے۔ دراصل فقہاء نے بحالت احرام پچھنا لگوانا حرام قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس سے بال منڈوانے ہوتے ہیں اور اگر منڈوانے نہ پڑیں تو جمہور کے نزدیک جائز ہے۔ مگر امام مالکؒ نے اسے ناپسند کیا ہے اور حسن بصریؒ وغیرہ کا فتویٰ یہ ہے کہ ایسی صورت میں فدیہ دیا جائے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری جزء۴ صفحہ ۶۷۔ عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ۱۹۳، ۱۹۴) مذکورہ بالا باب کی دونوں روایتوں میں فدیہ کا کوئی ذکر نہیں۔ بغرضِ علاج پچھنے لگانا اور دوائی سے علاج کرنا دونوں جائز ہیں۔

وَهُوَ مُحْرِمٌ بِلَحْيِ جَمَلٍ: لحي جمل ایک مقام کا نام ہے جو سقیا سے سات میل کے فاصلہ پر ہے اور یہاں سے جحفہ کی گھاٹی شروع ہوتی ہے۔ وہاں اُن دِنوں ایک کنواں بھی تھا جس کا ذکر **کتاب التیمم** میں حضرت ابوجہیمؓ کی روایت (نمبر ۳۳۷) میں گذر چکا ہے۔ محولہ بالا واقعہ حجۃ الوداع کے سفر کا ہے۔

لَعَلَّهُ سَمِعَهُ مِنْهُمَا: علامہ کرمانیؒ کا خیال ہے کہ روایت نمبر ۱۸۳۵ میں یہ ذکر ہے کہ عطاء بن ابی رباح نے حضرت ابن عباسؓ سے براہِ راست سنا اور پھر یہ ذکر بھی ہے کہ یہ روایت انہوں نے بالواسطہ طاؤس سنی اور اس اختلاف کا حل آخر میں کیا گیا ہے کہ دونوں باتیں درست ہیں۔ لیکن ان کا یہ مؤقف کہ عطاء بن ابی رباح نے طاؤس کے واسطہ سے

حضرت ابن عباسؓ سے سنا؛ اس حدیث کی دوسری سندوں کی رو سے درست نہیں ہے۔ کیونکہ مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی[1] میں واضح ذکر ہے کہ عمرو بن دینار ہی نے یہ روایت عطاء اور طاؤس دونوں سے بیان کی ہے؛ نہ کہ عطاء نے طاؤس سے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ۱۹۳) (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۶۶، ۶۷)

بَاب ۱۲: تَزْوِيْجُ الْمُحْرِمِ

محرم کا نکاح کرنا

۱۸۳۷: حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيْرَةِ عَبْدُ الْقُدُّوْسِ بْنُ الْحَجَّاجِ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ مَيْمُوْنَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ.

۱۸۳۷: ابومغیرہ عبدالقدوس بن حجاج نے ہم سے بیان کیا کہ اوزاعی نے ہمیں بتایا۔ عطاء بن ابی رباح نے ہم سے بیان کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہؓ سے نکاح کیا جبکہ آپؐ بحالت احرام تھے۔

اطرافه: ۴۲۵۸، ۴۲۵۹، ۵۱۱۴۔

تشریح: **تَزْوِيجُ الْمُحْرِمِ:** فقہاء نے بحالت احرام مباشرت اور عقدِ نکاح میں فرق کیا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور فقہاء کوفہ نے عقد نکاح جائز قرار دیا ہے مگر جمہور کے نزدیک جائز نہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ۱۹۵) (فتح الباری جزء۴ صفحہ۶۸) امام مسلمؒ کی روایت میں جو حضرت عثمانؓ سے مرفوعاً منقول ہے، آیا ہے کہ محرم نہ خود نکاح کرے نہ کوئی نکاح پڑھے؛ حتیٰ کہ پیغامِ نکاح بھی نہ دے۔[2] روایت نمبر۱۸۳۷ سے جواز کا ثبوت ملتا ہے۔ جس میں حضرت میمونہؓ کے نکاح کا ذکر ہے۔ مگر عنوانِ باب میں امام بخاریؒ نے کسی یقینی رائے کا اظہار نہیں کیا۔ جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس بارے میں روایتیں مختلف ہیں۔ اس واقعہ کے متعلق حضرت عائشہؓ[3] اور حضرت ابوہریرہؓ[4] کی روایتوں میں بھی تصریح ہے کہ آنحضرت ﷺ بحالت احرام تھے جبکہ آپؐ کا نکاح حضرت میمونہؓ سے ہوا۔ (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ۱۹۵) جبکہ خود

---

[1] (مسلم، كتاب الحج، باب جواز الحجامة للمحرم) (ابوداؤد، كتاب المناسك، باب المحرم يحتجم) (ترمذى، كتاب الحج، باب ما جاء فى الحجامة للمحرم) (نسائى، كتاب مناسك الحج، باب الحجامة للمحرم)

[2] (مسلم، كتاب النكاح، باب تحريم نكاح المحرم و كراهة خطبته)

[3] (السنن الكبرىٰ للبيهقى، جماع ابواب الأنكحة التى نهى عنها، باب نكاح المحرم، روایت نمبر۱۳۹۸۹، جزء۷ صفحہ۲۱۲) (السنن الكبرىٰ للنسائى، كتاب النكاح، ذكر الإختلاف فى تزويج ميمونة، روایت نمبر۵۴۰۹، جزء۳ صفحہ۲۸۹)

[4] (شرح معانى الآثار، كتاب مناسك الحج، باب نكاح المحرم، جزء۲ صفحہ۲۷۰) (سنن الدارقطنى، كتاب النكاح، باب المهر، روايت نمبر ۱۷، جزء۳ صفحه۲۶۳)

حضرت میمونہؓ کی روایت میں ہے کہ آپؐ عمرہ سے فارغ ہو چکے تھے۔☆ عمرہ وہ ہے جو حدیبیہ کے دوسرے سال کیا گیا۔ مؤرخین اسلام نے بھی اس واقعہ کا ذکر کیا ہے کہ جب ۷ھ کو آپؐ مکہ مکرمہ سے واپس جانے لگے تو حضرت میمونہؓ کے اعزاء واقرباء ہی میں سے حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے خود اس نکاح کی تحریک کی جو آپؐ نے منظور فرمائی اور جب حضرت میمونہؓ سے اس بات کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے اس معاملے کو حضرت عباسؓ کے سپرد کر دیا اور آخر مشورہ کرنے کے بعد اس نکاح کا اعلان کیا۔ (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ ۱۹۷) اس تعلق میں کتاب المغازی روایت نمبر ۴۲۵۹ بھی دیکھئے۔

بَاب ۱۳: مَا يُنْهَى مِنَ الطِّيْبِ لِلْمُحْرِمِ وَالْمُحْرِمَةِ

محرم اور محرمہ کے لئے خوشبو لگانا منع ہے

وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا لَا تَلْبَسُ الْمُحْرِمَةُ ثَوْبًا بِوَرْسٍ أَوْ زَعْفَرَانٍ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: محرمہ ایسا کپڑا نہ پہنے جو ورس اور زعفران سے رنگا ہو۔

۱۸۳۸: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَاذَا تَأْمُرُنَا أَنْ نَّلْبَسَ مِنَ الثِّيَابِ فِي الْإِحْرَامِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلْبَسُوْا الْقَمِيْصَ وَلَا السَّرَاوِيْلَاتِ وَلَا الْعَمَائِمَ وَلَا الْبَرَانِسَ إِلَّا أَنْ يَّكُوْنَ أَحَدٌ لَيْسَتْ لَهُ نَعْلَانِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْ أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ وَلَا تَلْبَسُوْا شَيْئًا مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ وَلَا الْوَرْسُ وَلَا تَنْتَقِبِ الْمَرْأَةُ الْمُحْرِمَةُ

۱۸۳۸: عبداللہ بن یزید نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ نافع نے ہم سے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! آپؐ ہمیں احرام میں کونسا کپڑا پہننے کا حکم دیتے ہیں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہ قمیص پہنو، نہ پاجامے۔ نہ دستار باندھو اور نہ بارانی پہنو۔ ہاں اگر کسی کے پاس جوتی نہ ہو تو وہ موزے پہن لے۔ چاہیے کہ وہ ٹخنوں سے نیچے موزوں کو کاٹ لے اور کوئی ایسی چیز نہ پہنو؛ جس میں زعفران اور ورس ہو اور محرمہ نقاب نہ پہنے اور نہ دستانے۔ لیث کی طرح موسیٰ بن عقبہ اور اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ اور

☆ (مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم نکاح المحرم)
(ابوداؤد، کتاب المناسک، باب المحرم یتزوج)

وَلَا تَلْبَسِ الْقُفَّازَيْنِ. تَابَعَهُ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ وَإِسْمَاعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ عُقْبَةَ وَجُوَيْرِيَةُ وَابْنُ إِسْحَاقَ فِي النِّقَابِ وَالْقُفَّازَيْنِ. وَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ وَلَا وَرْسٌ وَكَانَ يَقُوْلُ لَا تَنْتَقِبِ الْمُحْرِمَةُ وَلَا تَلْبَسِ الْقُفَّازَيْنِ. وَقَالَ مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ لَا تَتَنَقَّبِ الْمُحْرِمَةُ. وَتَابَعَهُ لَيْثُ بْنُ أَبِي سُلَيْمٍ.

جویریہ اور ابن اسحاق نے بھی نقاب اور دستانوں سے متعلق یہی بیان کیا ہے اور عبیداللہ بن عمر نے بھی (اپنی روایت میں) یہ کہا: اور نہ ورس۔ اور وہ یہ بھی کہتے تھے کہ محرمہ نقاب نہ ڈالے اور نہ دستانے پہنے۔ مالک نے نافع سے نقل کیا کہ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے: محرمہ نقاب نہ ڈالے اور مالک کی طرح لیث بن ابی سلیم نے بھی یہی نقل کیا ہے۔

اطرافه: ١٣٤، ٣٦٦، ١٥٤٢، ١٨٤٢، ٥٧٩٤، ٥٨٠٣، ٥٨٠٥، ٥٨٠٦، ٥٨٤٧، ٥٨٥٢.

١٨٣٩: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ وَقَصَتْ بِرَجُلٍ مُحْرِمٍ نَاقَتُهُ فَقَتَلَتْهُ فَأُتِيَ بِهِ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اغْسِلُوْهُ وَكَفِّنُوْهُ وَلَا تُغَطُّوْا رَأْسَهُ وَلَا تُقَرِّبُوْهُ طِيْبًا فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يُهِلُّ.

۱۸۳۹: قتیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ جریر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے حکم سے، حکم نے سعید بن جبیر سے، سعید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: ایک محرم شخص کو اس کی اونٹنی نے گرا کر اُس کی گردن توڑ دی اور مار ڈالا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اسے لایا گیا تو آپؐ نے فرمایا: اسے نہلاؤ اور اسے کفناؤ اور اس کا سر نہ ڈھانپو، نہ اسے خوشبو لگاؤ؛ کیونکہ وہ لبیک کہتے ہوئے اُٹھایا جائے گا۔

اطرافه: ١٢٦٥، ١٢٦٦، ١٢٦٧، ١٢٦٨، ١٨٤٩، ١٨٥٠، ١٨٥١.

تشریح: **مَا يُنْهَى مِنَ الطِّيْبِ لِلْمُحْرِمِ وَالْمُحْرِمَةِ**: حرم کے متعلق ممنوعہ باتوں کے ضمن میں روایت نمبر ۱۸۳۸ لائی گئی ہے۔ اس روایت میں لباس وغیرہ کی ممانعت کا بھی ذکر ہے مگر عنوانِ باب کو خوشبو لگانے سے مخصوص کیا ہے۔ کتاب الحج باب نمبر ۲۱ کی روایت نمبر ۱۵۴۲ میں نقاب یا دستانوں کا ذکر نہیں۔ دونوں روایتیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہیں؛ مگر سندیں مختلف ہیں۔ ان میں سے ایک روایت میں جو بات زیادہ مروی

ہے،اس کی تائید میں امام مالکؒ کی روایت کا حوالہ دیا گیا ہے جو مؤطا میں آئی ہے۔(مؤطا امام مالک، کتاب الحج، باب تخمير المحرم وجهه) اسی طرح عبیداللہ بن عمر العمری کی روایت کا بھی جو اسحاق بن راھویہ نے اپنی سند میں نقل کی ہے اور یہ امام بخاریؒ کے شیخ ہیں۔اسی طرح موسیٰ بن عقبہ وغیرہ کی روایت کا بھی حوالہ دیا۔ان حوالوں کے لئے دیکھئے: فتح الباری جزء۴ صفحہ ۶۹، ۷۰۔عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ ۱۹۹۔یہ مضمون کتاب الحج باب نمبر ۱۷، ۱۸ اور ۲۱ میں بھی مذکور ہے۔روایت نمبر ۱۸۳۹ کے لئے دیکھئے کتاب الجنائز باب ۱۹، ۲۰، ۲۱۔

بَاب ١٤ : اَلْإِغْتِسَالُ لِلْمُحْرِمِ

محرم کا غسل کرنا

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَدْخُلُ الْمُحْرِمُ الْحَمَّامَ وَلَمْ يَرَ ابْنُ عُمَرَ وَعَائِشَةُ بِالْحَكِّ بَأْسًا.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ محرم حمام میں جا سکتا ہے اور حضرت ابن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ کے نزدیک (بدن کو) کھجلانے میں کوئی حرج نہیں۔

١٨٤٠: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ الْعَبَّاسِ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ اخْتَلَفَا بِالْأَبْوَاءِ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبَّاسٍ يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ وَقَالَ الْمِسْوَرُ لَا يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ فَأَرْسَلَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ الْعَبَّاسِ إِلَى أَبِي أَيُّوْبَ الْأَنْصَارِيِّ فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ بَيْنَ الْقَرْنَيْنِ وَهُوَ يُسْتَرُ بِثَوْبٍ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَنْ هَذَا فَقُلْتُ أَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ حُنَيْنٍ

۱۸۴۰: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔انہوں نے زید بن اسلم سے، زید نے ابراہیم بن عبداللہ بن حنین سے، انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت مسور بن مخرمہؓ نے ابواء میں (مسئلہ غسل میں) اختلاف کیا۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا: محرم اپنا سر دھو سکتا ہے اور حضرت مسورؓ نے کہا: محرم اپنا سر نہیں دھو سکتا۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے مجھے حضرت ابوایوب انصاریؓ کے پاس بھیجا۔میں نے انہیں دو لکڑیوں کے درمیان نہاتے ہوئے پایا۔ان پر کپڑے سے پردہ کیا گیا تھا۔میں نے اُن کو السلام علیکم کہا تو انہوں نے فرمایا: کون ہے؟ میں نے کہا: میں عبداللہ

أَرْسَلَنِي إِلَيْكَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْعَبَّاسِ أَسْأَلُكَ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْسِلُ رَأْسَهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَوَضَعَ أَبُو أَيُّوْبَ يَدَهُ عَلَى الثَّوْبِ فَطَأْطَأَهُ حَتَّى بَدَا لِي رَأْسُهُ ثُمَّ قَالَ لِإِنْسَانٍ يَصُبُّ عَلَيْهِ اصْبُبْ فَصَبَّ عَلَى رَأْسِهِ ثُمَّ حَرَّكَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ وَقَالَ هَكَذَا رَأَيْتُهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ.

ابن حنین ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے مجھے آپؓ کے پاس بھیجا ہے کہ میں آپؓ سے پوچھوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر کس طرح دھوتے تھے جبکہ آپؐ احرام کی حالت میں ہوتے تھے؟ تو حضرت ابوایوبؓ نے اپنا ہاتھ کپڑے پر رکھا۔ اسے نیچے جھکایا؛ یہاں تک کہ ان کا سر مجھے نظر آیا۔ پھر انہوں نے ایک آدمی سے کہا: جو اُن پر پانی ڈال رہا تھا؛ پانی ڈالو تو اس نے ان کے سر پر پانی ڈالا۔ پھر انہوں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو ملا۔ ہاتھوں کو آگے لائے اور پیچھے لے گئے اور کہا: اس طرح میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا۔

تشریح: **اَلْاِغْتِسَالُ لِلْمُحْرِمِ:** ابن ابی شیبہؒ نے حسن بصری اور عطاء بن ابی رباح سے روایت نقل کی ہے کہ محرم کے لئے غسل کرنا مکروہ ہے۔ (**مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الحج، باب فی المحرم یدخل الحمام**، روایت نمبر ۱۴۷۹۲، ۱۴۷۹۳، جزء۳ صفحہ ۳۴۶) امام مالکؒ نے موصولاً نقل کیا ہے کہ مرجانہ نے حضرت عائشہؓ سے بحالت احرام کھجلی کی بابت دریافت کیا تو انہوں نے کہا: اگر میرے ہاتھ بندھے ہوئے ہوں اور پاؤں سے کھجلی کرنا ممکن ہو؛ تب بھی کھجلی کر کے اپنی تکلیف کا ازالہ کروں گی۔ (**مؤطا امام مالک، کتاب الحج، باب ما یجوز للمحرم أن یفعله**) حضرت ابن عباسؓ کا حوالہ دار قطنی اور بیہقی نے اور حضرت ابن عمرؓ کا حوالہ بیہقی[۱] نے نقل کیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کے یہ الفاظ ہیں: اَمِيْطُوْا عَنْكُمُ الْاَذٰى فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَصْنَعُ بِاَذَاكُمْ شَيْئًا۔ (**سنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الحج، باب المحرم ینکسر ظفره**، روایت نمبر ۸۹۰۷) (**سنن الدار قطنی، کتاب الحج**، روایت نمبر ۷۰، جزء۲ صفحہ ۲۳۲) یعنی تکلیف دور کرو۔ اللہ تعالیٰ کو تمہاری تکلیف سے کوئی سروکار نہیں۔ بیہقی کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ جحفہ مقام میں غسل کے لئے حمام میں داخل ہوئے جبکہ وہ بحالت احرام تھے اور جب اُن پر اعتراض کیا گیا تو انہوں نے کہا: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَعْبَأُ بِاَوْسَاخِكُمْ شَيْئًا. (**سنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الحج، باب دخول الحمام فی الإحرام وحک الرأس والجسد**، روایت نمبر ۸۹۱۸، جزء۵ صفحہ ۶۳) اللہ تعالیٰ تمہارے میل کچیل کی پرواہ نہیں کرتا۔ غرض ان روایتوں کے پیش نظر مذکورہ بالا باب قائم کیا گیا ہے۔

---

[۱] (سنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الحج، باب دخول الحمام فی الإحرام وحک الرأس والجسد، روایت نمبر ۸۹۲۲)

بَاب ١٥ : لُبْسُ الْخُفَّيْنِ لِلْمُحْرِمِ إِذَا لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ

محرم کا موزے پہننا جبکہ اس کے پاس جوتے نہ ہوں

١٨٤١ : حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ بِعَرَفَاتٍ مَنْ لَّمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ وَمَنْ لَّمْ يَجِدْ إِزَارًا فَلْيَلْبَسْ سَرَاوِيْلَ لِلْمُحْرِمِ.

۱۸۴۱: ابوالولید نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا، کہا: عمرو بن دینار نے مجھے خبر دی۔ میں نے جابر بن زید سے سنا۔ (انہوں نے کہا:) میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا۔ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرفات میں سنا۔ آپؐ لوگوں سے مخاطب ہوئے۔ (فرمایا:) جس کے پاس جوتا نہ ہو، چاہیے کہ وہ موزے پہن لے اور جس کے پاس تہ بند نہ ہو، وہ پاجامہ پہن لے۔ یہ بات آپؐ نے محرم کی نسبت فرمائی۔

اطرافه: ١٧٤٠، ١٨٤٣، ٥٨٠٤، ٥٨٥٣.

١٨٤٢ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ سُئِلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ فَقَالَ لَا يَلْبَسِ الْقَمِيْصَ وَلَا الْعَمَائِمَ وَلَا السَّرَاوِيْلَاتِ وَلَا الْبُرْنُسَ وَلَا ثَوْبًا مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ وَلَا وَرْسٌ وَإِنْ لَّمْ يَجِدْ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا حَتَّى يَكُوْنَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ.

۱۸۴۲: احمد بن یونس نے ہم سے بیان کیا کہ ابراہیم بن سعد نے ہمیں بتایا۔ ابن شہاب نے ہم سے بیان کیا کہ انہوں نے سالم سے، سالم نے حضرت عبداللہ (بن عمر) رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ محرم کونسے کپڑے پہنے؟ تو آپؐ نے فرمایا: نہ قمیص پہنے اور نہ دستار باندھے۔ نہ پاجامہ پہنے، نہ بارانی اور نہ ایسا کپڑا جس میں زعفران ہو اور نہ وہ جس میں ورس ہو اور اگر جوتے نہ ہوں تو چاہیے کہ موزے پہن لے اور ان کو اتنا کاٹ لے کہ دونوں ٹخنوں سے نیچے ہو جائیں۔

اطرافه: ١٣٤، ٣٦٦، ١٥٤٢، ١٨٣٨، ٥٧٩٤، ٥٨٠٣، ٥٨٠٥، ٥٨٠٦، ٥٨٤٧، ٥٨٥٢.

بَاب ١٦ : إِذَا لَمْ يَجِدِ الْإِزَارَ فَلْيَلْبَسِ السَّرَاوِيْلَ

کسی کے پاس تہ بند نہ ہوتو چاہیے کہ پاجامہ پہن لے

١٨٤٣ : حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَاتٍ فَقَالَ مَنْ لَّمْ يَجِدِ الْإِزَارَ فَلْيَلْبَسِ السَّرَاوِيْلَ وَمَنْ لَّمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ.

۱۸۴۳: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ عمرو بن دینار نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے جابر بن زید سے، جابر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عرفات میں ہم سے مخاطب ہوئے اور آپؐ نے فرمایا: جس کے پاس تہہ بند نہ ہو؛ چاہیے کہ وہ پاجامہ پہن لے۔ جس کے پاس جوتا نہ ہو؛ چاہیے کہ وہ موزے پہن لے۔

اطرافہ: ۱۷۴۰، ۱۸۴۱، ۵۸۰۴، ۵۸۵۳۔

تشریح: فقہاء نے بحالت احرام مناسک حج میں کوتاہی یا خلاف ورزی کے تعلق میں یہ سوال اٹھایا ہے کہ آیا فدیہ یا کفارہ لازم آتا ہے یا نہیں؟ اس سوال کے پیش نظر ان ابواب میں مسائل متعلقہ احرام وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ جمہور کے نزدیک شلوار اور موزے کاٹ کر استعمال کرنے ضروری ہیں؛ اگر بغیر کاٹے پہنے گا تو اس پر فدیہ لازم آئے گا۔ امام احمد بن حنبلؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک نہ کاٹنا ضروری ہے اور نہ فدیہ۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۵۷) (بداية المجتهد، كتاب الحج، القول في الكفارات المسكوت عنها) عنوانِ باب (نمبر۱۵) سے اسی رائے کی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ اس میں موزے کاٹنے کا ذکر نہیں ہے۔

بَاب ١٧ : لُبْسُ السِّلَاحِ لِلْمُحْرِمِ

محرم کے لئے ہتھیار باندھنا

وَقَالَ عِكْرِمَةُ إِذَا خَشِيَ الْعَدُوَّ لَبِسَ السِّلَاحَ وَافْتَدَى وَلَمْ يُتَابَعْ عَلَيْهِ فِي الْفِدْيَةِ.

اور عکرمہ نے کہا: جب دشمن کا ڈر ہو تو ہتھیار باندھے اور فدیہ دے۔ لیکن فدیہ سے متعلق کسی اور نے ان کی تائید نہیں کی۔

١٨٤٤ : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ

۱۸۴۴: عبید اللہ (بن موسیٰ) نے ہم سے بیان کیا۔

إِسْرَائِيْلَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذِي الْقَعْدَةِ فَأَبَى أَهْلُ مَكَّةَ أَنْ يَّدَعُوْهُ يَدْخُلُ مَكَّةَ حَتَّى قَاضَاهُمْ لَا يُدْخِلُ مَكَّةَ سِلَاحًا إِلَّا فِي الْقِرَابِ.

انہوں نے اسرائیل سے، اسرائیل نے ابواسحٰق سے، ابواسحٰق نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ذیقعدہ میں عمرہ کیا تو اہل مکہ نے آپؐ کو داخل ہونے کی اجازت دینے سے انکار کردیا؛ جب تک کہ آپؐ یہ شرط نہ کرلیں کہ وہ مکہ مکرمہ میں برہنہ ہتھیار لے کر داخل نہیں ہوں گے۔

اطرافہ: ۱۷۸۱، ۲۶۹۸، ۲۶۹۹، ۲۷۰۰، ۳۱۸۴، ۴۲۵۱۔

تشریح: لُبْسُ السِّلَاحِ لِلْمُحْرِمِ: یہ باب بھی سابقہ مضمون سے متعلق ہے۔ حسن بصریؒ کے نزدیک بحالت احرام ہتھیار باندھنا مکروہ ہے؛ مگر عنوانِ باب میں عکرمہ کا جو حوالہ دیا گیا ہے، اس سے روایت نمبر۱۸۴۴ کی تائید ہوتی ہے کہ عندالضرورت ہتھیار باندھنا ممنوع نہیں۔ امام ابن حجرؒ کو عکرمہ کے قول کا حوالہ کہیں نہیں ملا۔ مگر انہوں نے الفاظ وَلَمْ يُتَابَعْ عَلَيْهِ فِي الْفِدْيَةِ سے ضمناً استدلال کیا ہے۔ اس جملے کے یہ معنے ہیں کہ فدیہ دینے کے بارہ میں کسی نے ان کی تائید نہیں کی۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ خطرے کے وقت ہتھیار پہننے کے جواز میں عکرمہ کی طرح دوسروں نے بھی فتویٰ دیا ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۷۶) اس تعلق میں کتاب العیدین باب نمبر۹ بھی دیکھئے۔

بَاب ۱۸: دُخُوْلُ الْحَرَمِ وَمَكَّةَ بِغَيْرِ إِحْرَامٍ

حرم اور مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا

وَدَخَلَ ابْنُ عُمَرَ {حَلَالًا☆} وَإِنَّمَا أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْإِهْلَالِ لِمَنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ وَلَمْ يَذْكُرْهُ لِلْحَطَّابِيْنَ وَغَيْرِهِمْ.

اور حضرت ابن عمرؓ داخل ہوئے {☆جبکہ آپؓ بغیر احرام تھے۔} نبی ﷺ نے صرف اسی کو احرام باندھنے کا حکم دیا تھا جس نے حج اور عمرہ کا ارادہ کیا ہو۔ اور لکڑہاروں وغیرہ کے لئے اس پابندی کا ذکر نہیں۔

۱۸۴۵: حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ

۱۸۴۵: مسلم نے ہم سے بیان کیا۔ وہیب نے ہمیں بتایا۔ (عبداللہ) بن طاؤس نے ہم سے بیان

☆ لفظ ''حَلَالًا'' فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء۴ حاشیہ صفحہ۷۷) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ هُنَّ لَهُنَّ وَلِكُلِّ آتٍ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِهِمْ مِمَّنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَمَنْ كَانَ دُوْنَ ذَلِكَ فَمِنْ حَيْثُ أَنْشَأَ حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَّكَّةَ.

کیا۔انہوں نے اپنے باپ سے،ان کے باپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ والوں کے لئے ذوالحلیفہ کو میقات مقرر کیا اور نجد والوں کے لئے قرن المنازل کو اور یمن والوں کے لئے یلملم کو۔ یہ میقات ان کے لئے ہیں اور ہر اُس آنے والے کے لئے جس کا گذر وہاں سے ہو۔ یعنی وہ حج وعمرہ کا ارادہ کریں اور جو اِن مقامات کے ورے ہوں، اُن کے لئے جہاں سے وہ چلیں۔حتیٰ کہ مکہ والے مکہ سے (احرام باندھیں)۔

اطرافه: ١٥٢٤، ١٥٢٦، ١٥٢٩، ١٥٣٠.

١٨٤٦: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ وَعَلَى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ إِنَّ ابْنَ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ فَقَالَ اقْتُلُوْهُ.

۱۸۴۶: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔انہوں نے ابن شہاب سے، انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ میں) فتح کے سال داخل ہوئے اور آپؐ کے سر پر خَود تھا۔ جب آپؐ نے اسے اتارا تو ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ ابن خطل کعبہ کے پردوں سے لٹکا ہوا ہے تو آپؐ نے فرمایا: اسے قتل کردو۔

اطرافه: ٣٠٤٤، ٤٢٨٦، ٥٨٠٨.

تشریح: **دُخُوْلُ الْحَرَمِ وَمَكَّةَ بِغَيْرِ اِحْرَامٍ:** عنوانِ باب میں جو حوالہ حضرت ابن عمرؓ سے متعلق دیا گیا ہے؛ وہ امام مالکؒ نے مؤطا میں نافع سے موصولاً نقل کیا ہے کہ وہ مکہ مکرمہ سے آئے اور جب قدید میں پہنچے تو انہیں لڑائی کا علم ہوا تو وہیں سے لوٹے اور بغیر احرام کے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔(مؤطا إمام مالک، کتاب الحج، باب جامع الحج) فقہاء میں اس مسئلہ کے متعلق اختلاف ہے۔امام شافعیؒ کے نزدیک کاروباری آدمی بغیر

احرام کے مکہ میں آ جا سکتا ہے۔اسی طرح عام حالات میں ہر شخص۔باقی تین ائمہ سے دونوں طرح قول منقول ہیں۔ (فتح الباری جزء۴صفحہ۷۷)محولہ بالا روایت سے امام شافعیؒ کی تائید ہوتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن خطل کو قتل کرنے کا حکم جو دیا تھا؛ قصاص کی وجہ سے تھا۔کیونکہ اس نے ایک مسلمان سے غداری کر کے اسے قتل کر دیا تھا۔ أَنَّ الْكَعْبَةَ لَا تُعِيْذُ عَاصِيًا وَلَا تَمْنَعُ مِنْ إِقَامَةِ حَدٍّ. یعنی کعبہ کسی نافرمان کو پناہ نہیں دیتا اور نہ جس پر حد قائم ہو چکی ہو،اس کو محفوظ کرتا ہے۔(فتح الباری جزء۴صفحہ۷۹تا۸۱) نیز دیکھئے روایت نمبر۱۸۳۲-إِنَّ الْحَرَمَ لَا يُعِيْذُ عَاصِيًا وَلَا فَارًّا بِدَمٍ وَلَا فَارًّا بِخُرْبَةٍ خُرْبَةٌ بَلِيَّةٌ– حرم باغی کو پناہ نہیں دیتا اور نہ اس شخص کو جو خون کر کے بھاگا ہو اور نہ اس شخص کو جو کوئی خرابی کر کے بھاگا ہو،ایسی خرابی جو کہ مصیبت کا باعث ہو۔

بَاب ۱۹ : إِذَا أَحْرَمَ جَاهِلًا وَعَلَيْهِ قَمِيْصٌ

جب احرام باندھنے اور ناواقفیت سے وہ قمیص پہنے ہوئے ہو

وَقَالَ عَطَاءٌ إِذَا تَطَيَّبَ أَوْ لَبِسَ جَاهِلًا أَوْ نَاسِيًا فَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ.

اور عطاء (بن ابی رباح) نے کہا: اگر وہ خوشبو لگائے یا کپڑا سلا ہوا پہنے؛ ناواقفیت سے یا بھول کر تو اُس پر کوئی کفارہ نہیں۔

۱۸۴۷ : حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا عَطَاءٌ قَالَ حَدَّثَنِي صَفْوَانُ بْنُ يَعْلَى عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَاهُ رَجُلٌ عَلَيْهِ جُبَّةٌ فِيْهِ أَثَرُ صُفْرَةٍ أَوْ نَحْوُهُ كَانَ عُمَرُ يَقُوْلُ لِي تُحِبُّ إِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ أَنْ تَرَاهُ فَنَزَلَ عَلَيْهِ ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ فَقَالَ اصْنَعْ فِي عُمْرَتِكَ مَا تَصْنَعُ فِي حَجِّكَ.

۱۸۴۷: ابوالولید نے ہم سے بیان کیا کہ ہمام نے ہمیں بتایا۔عطاء نے ہم سے بیان کیا،کہا:صفوان بن یعلی نے مجھے بتایا۔ان کے باپ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا کہ ایک شخص آپؐ کے پاس آیا جو جبہ پہنے تھا اور اس پر زرد یا اسی طرح کا نشان تھا۔حضرت عمرؓ مجھ سے کہا کرتے تھے: کیا تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی حالت میں دیکھنا چاہتے ہو۔جب آپؐ پر وحی نازل ہو رہی ہو۔آپؐ پر وحی نازل ہوئی۔پھر آپؐ سے وحی کی حالت جاتی رہی اور آپؐ نے فرمایا: اپنے عمرہ میں وہ کرو جو تو اپنے حج میں کرتا ہے۔

اطرافه: ۱۵۳٦، ۱۷۸۹، ٤۳۲۹، ٤۹۸٥۔

۱۸۴۸: وَعَضَّ رَجُلٌ يَدَ رَجُلٍ يَعْنِي فَانْتَزَعَ ثَنِيَّتَهُ فَأَبْطَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۱۸۴۸: اور ایک شخص نے ایک شخص کا ہاتھ دانت سے کاٹا۔ اس نے جھٹکا دے کر اس کا سامنے کا دانت نکال دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے باطل قرار دیا۔ (یعنی اس کا کوئی قصاص نہیں دلایا۔)

اطرافه: ۲۲٦٥، ۲۹۷۳، ٤٤١٧، ٦٨٩٣۔

تشریح: **اِذَا اَحْرَمَ جَاهِلًا وَعَلَيْهِ قَمِيصٌ:** امام ابوحنیفہؒ اور فقہاءِ کوفہ نے مسئلہ معنونہ کے بارے میں سختی سے کام لیا ہے اور ارکانِ حج وغیرہ میں کوتاہی پر کفارہ تجویز کیا ہے۔ ان کے نزدیک قانون کی ناواقفیت غلطی کی پاداش سے بری نہیں ٹھہراتی؛ خصوصاً جبکہ شریعت کا حکم نافذ ہو چکا ہو۔ لیکن ان فقہاء کے نزدیک بھی علم ہونے پر کوئی اپنا سلا ہوا کپڑا اُتار دے اور خوشبو دور کر دے تو اس پر کوئی فدیہ لازم نہیں آئے گا۔ اگر علم کے باوجود کوئی مناسک حج کو اسی حالت میں ادا کرتا رہے تو پھر فدیہ ضروری ہے۔ امام شافعیؒ نے حدیث محولہ بالا سے ان دونوں کی رائے کے خلاف استدلال کیا ہے کہ سائل ناواقیفت سے دیر تک بحالت احرام رہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کسی قسم کا کفارہ دینے کی ہدایت نہیں فرمائی۔ یہ روایت یہاں مختصر ہے؛ مگر کتاب العمرة باب نمبر۱۰ روایت نمبر۱۷۸۹ میں مفصل گذر چکی ہے۔ بعض نے اس روایت سے یہ بھی استدلال کیا ہے کہ اس وقت تک حکم نازل نہیں ہوا تھا؛ اس لئے محرم مکلّف نہ تھا۔
(فتح الباری جزء۴ صفحہ۸۲) (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ۳۰۹، ۳۱۰)

امام بخاریؒ کا رجحان ایسے مسائل میں سہولت کی طرف ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا. (کتاب العلم باب۱۱ روایت نمبر۶۹) اس لئے عنوانِ باب کو شرطیہ رکھ کر بغیر جواب چھوڑ دیا ہے اور عطاء بن ابی رباح کا جو حوالہ دیا ہے، وہ طبرانی نے اپنی کتاب المعجم الکبیر میں موصولاً نقل کیا ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۸۲) اور محولہ بالا روایت بھی عطاء بن ابی رباح سے ہی مروی ہے۔ اگر کفارہ وغیرہ ہوتا تو وہ لاعلم نہیں رہ سکتے تھے۔

عَضَّ رَجُلٌ يَدَ رَجُلٍ: یہ ایک روایت کا اقتباس ہے جو کتاب الإجارۃ (روایت نمبر ۲۲٦۵)، کتاب الجہاد والسیر (روایت نمبر۲۹۷۳)، کتاب المغازی (روایت نمبر۴۴۱۷) اور کتاب الدیات (روایت نمبر۶۸۹۳) میں وضاحت سے آئے گی۔ اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف حالات کے پیش نظر فتویٰ دیا ہے۔

بَاب ٢٠ : اَلْمُحْرِمُ يَمُوْتُ بِعَرَفَةَ

محرم جوعرفات میں فوت ہوجائے

وَلَمْ يَأْمُرِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُؤَدَّى عَنْهُ بَقِيَّةُ الْحَجِّ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم نہیں دیا کہ اس کی طرف سے باقی ارکانِ حج ادا کئے جائیں

١٨٤٩ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ بَيْنَا رَجُلٌ وَاقِفٌ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ إِذْ وَقَعَ عَنْ رَاحِلَتِهِ فَوَقَصَتْهُ أَوْ قَالَ فَأَقْعَصَتْهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَكَفِّنُوْهُ فِي ثَوْبَيْنِ أَوْ قَالَ ثَوْبَيْهِ وَلَا تُحَنِّطُوْهُ وَلَا تُخَمِّرُوْا رَأْسَهُ فَإِنَّ اللهَ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُلَبِّيْ.

۱۸۴۹: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا کہ حماد بن زید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو بن دینار سے، عمرو نے سعید بن جبیر سے، سعید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: اسی اثناء میں کہ ایک شخص نبی ﷺ کے ساتھ عرفات میں بحالت وقوف تھا کہ وہ اپنی اونٹنی سے گرا۔ اس نے اس کی گردن توڑ دی یا کہا کہ (وہیں) اسے مار ڈالا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور دو کپڑوں میں کفناؤ۔ یا فرمایا: اس کے دو کپڑوں میں (کفن دو) اور اسے خوشبو نہ لگاؤ اور نہ اس کا سر ڈھانپو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن لبیک کہتے ہوئے اُٹھائے گا۔

اطرافه: ١٢٦٥، ١٢٦٦، ١٢٦٧، ١٢٦٨، ١٨٣٩، ١٨٥٠، ١٨٥١۔

١٨٥٠ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ بَيْنَا رَجُلٌ وَاقِفٌ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ إِذْ وَقَعَ عَنْ

۱۸۵۰: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا کہ حماد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب سے، ایوب نے سعید بن جبیر سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: اسی اثناء میں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک شخص عرفات

رَاحِلَتِهِ فَوَقَصَتْهُ أَوْ قَالَ فَأَوْقَصَتْهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَكَفِّنُوْهُ فِي ثَوْبَيْنِ وَلَا تَمَسُّوْهُ طِيْبًا وَلَا تُخَمِّرُوْا رَأْسَهُ وَلَا تُحَنِّطُوْهُ فَإِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا.

میں بحالت وقوف تھا کہ اپنی اونٹنی سے گر پڑا تو اس نے اس کی گردن توڑ دی۔ وَقَصَتْهُ کہا یا اَوْقَصَتْهُ کہا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانی اور بیری کے پتوں سے اسے نہلاؤ اور دو کپڑوں سے اسے کفناؤ۔ اسے خوشبو نہ لگاؤ اور اس کا سر نہ ڈھانپو۔ اسے خوشبو نہ لگاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن لبیک کہتے ہوئے اٹھائے گا۔

اطرافہ: ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۸۳۹، ۱۸۴۹، ۱۸۵۱۔

تشریح: **اَلْمُحْرِمُ يَمُوْتُ بِعَرَفَةَ:** صوم وصلوٰۃ میں قضاء کے مسئلہ پر قیاس کر کے یہ سوال اُٹھایا گیا ہے کہ جو شخص اثنائے حج میں بغیر تکمیل مناسک فوت ہو جائے تو کیا کوئی دوسرا شخص اس کی طرف سے باقی ماندہ ارکان پورے کرے؟ اس کا جواب عنوانِ باب ہی میں دیا گیا ہے۔ اس تعلق میں باب نمبر ۲۲، ۲۳ و ۲۴ بھی دیکھئے۔

بَاب ۲۱ : سُنَّةُ الْمُحْرِمِ إِذَا مَاتَ

محرم کے متعلق مسنون طریق جب وہ فوت ہو جائے

۱۸۵۱ : حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا كَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَقَصَتْهُ نَاقَتُهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَمَاتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَكَفِّنُوْهُ فِي ثَوْبَيْهِ وَلَا تَمَسُّوْهُ بِطِيْبٍ وَلَا تُخَمِّرُوْا رَأْسَهُ فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا.

۱۸۵۱: یعقوب بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا کہ ہشیم نے ہمیں بتایا۔ ابوبشر نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے سعید بن جبیر سے، سعید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ اس کی اونٹنی نے (نیچے گرا کر) اس کی گردن توڑ دی جبکہ وہ بحالت احرام تھا۔ وہ فوت ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانی اور بیری کے پتوں سے اسے نہلاؤ اور اس کے دو کپڑوں میں اسے کفناؤ۔ اسے خوشبو نہ لگاؤ اور اس کا سر نہ ڈھانپو۔ کیونکہ وہ قیامت کے دن ایسی حالت میں اُٹھایا جائے گا کہ وہ لبیک کہہ رہا ہوگا۔

اطرافہ: ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۸۳۹، ۱۸۴۹، ۱۸۵۰۔

تشریح: سُنَّةُ الْمُحْرِمِ اِذَا مَاتَ: یہ باب سابقہ باب کے تعلق میں ہی قائم کیا گیا ہے اور اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ حج میں موت جو واقع ہوئی تھی؛ وہ شہادت کا درجہ رکھتی تھی۔ اس لئے فوت ہونے والے کی طرف سے بقیہ ارکانِ حج کی ادائیگی ضروری نہ تھی۔ ورنہ میّت کی طرف سے بھی حج بطور بدل ادا کیا جاسکتا ہے اور کمزور شخص کی طرف سے بھی۔ اسی طرح نذر بھی ادا کی جاسکتی ہے۔ (دیکھئے روایت نمبر ۱۸۵۲، ۱۸۵۴)

بَاب ۲۲: اَلْحَجُّ وَالنُّذُوْرُ عَنِ الْمَيِّتِ وَالرَّجُلُ يَحُجُّ عَنِ الْمَرْأَةِ

میت کی طرف سے حج اور نذر ادا کرنا اور مرد جو عورت کی طرف سے حج کرے

۱۸۵۲: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ امْرَأَةً مِنْ جُهَيْنَةَ جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِنَّ أُمِّي نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ فَلَمْ تَحُجَّ حَتَّى مَاتَتْ أَفَأَحُجُّ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ حُجِّي عَنْهَا أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّكِ دَيْنٌ أَكُنْتِ قَاضِيَتَهُ اقْضُوا اللهَ فَاللهُ أَحَقُّ بِالْوَفَاءِ.

اطرافه: ٦٦٩٩، ٧٣١٥.

۱۸۵۲: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ ابوعوانہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوبشر سے، ابوبشر نے سعید بن جبیر سے، سعید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ جہینہ قبیلہ کی ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی: میری ماں نے نذر مانی تھی کہ وہ حج کرے گی۔ مگر اس نے حج نہیں کیا اور مرگئی تو کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں اس کی طرف سے حج کرو۔ بھلا بتاؤ تو سہی! اگر تمہاری ماں پر کوئی قرضہ ہو تو کیا تم اسے ادا کرو گی؟ اللہ کا قرضہ بھی ادا کرو۔ کیونکہ اللہ زیادہ حقدار ہے کہ اس کے ساتھ وفا کی جائے۔

تشریح: اَلرَّجُلُ يَحُجُّ عَنِ الْمَرْأَةِ: روایت نمبر ۱۸۵۲ میں ایک عورت کا ذکر ہے جس نے آنحضرت ﷺ سے مسئلہ دریافت کیا کہ آیا وہ اپنی ماں کی طرف سے حج ادا کرسکتی ہے۔ لیکن عنوانِ باب میں ہے کہ مرد عورت کی طرف سے حج کرے۔ بعض شارحین نے یہ سوال اُٹھا کر اس کا یہ جواب دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اِقْضُوا اللّٰهَ فَاللّٰهُ اَحَقُّ بِالْوَفَاءِ میں عمومیت ہے۔ مرد و عورت دونوں شامل ہیں۔ حسن بن صالح کے سوا سب فقہاء کو اتفاق ہے کہ مرد عورت کی طرف سے حج کرسکتا ہے۔ امام ابن حجرؒ کا خیال ہے کہ امام بخاریؒ نے شعبہ کی اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے جو ابوالبشر کی طرف منسوب ہے۔ اس میں ہے کہ ایک مرد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری بہن نے حج کرنے کی نذر مانی تھی اور وہ نہ کرسکی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مذکورہ بالا جواب دیا۔ یہ روایت دیکھئے کتاب الأيمان والنذور (روایت نمبر ۶۶۹۹) میں۔

بَاب ۲۳: اَلْحَجُّ عَمَّنْ لَّا يَسْتَطِيْعُ الثُّبُوْتَ عَلَى الرَّاحِلَةِ

اس شخص کی طرف سے حج کرنا جو اونٹنی پر بیٹھ نہ سکتا ہو

۱۸۵۳: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سُلَيْمَانَ ابْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَنَّ امْرَأَةً... ح

۱۸۵۳: ابو عاصم نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ابن جریج سے، ابن جریج نے ابن شہاب سے، انہوں نے سلیمان بن یسار سے، سلیمان نے حضرت ابن عباس سے، انہوں نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ ایک عورت......۔

اطرافه: ۱۵۱۳، ۱۸۵٤، ۱۸۵۵، ٤۳۹۹، ٦۲۲۸۔

۱۸۵٤: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سُلَيْمَانَ ابْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ جَاءَتِ امْرَأَةٌ مِنْ خَثْعَمَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ فَرِيْضَةَ اللّٰهِ عَلَى عِبَادِهِ فِي الْحَجِّ أَدْرَكَتْ أَبِي شَيْخًا كَبِيْرًا لَا يَسْتَطِيْعُ أَنْ يَّسْتَوِيَ عَلَى الرَّاحِلَةِ فَهَلْ يَقْضِي عَنْهُ أَنْ أَحُجَّ عَنْهُ قَالَ نَعَمْ.

۱۸۵۴: (نیز) موسیٰ بن اسماعیل نے بھی ہم سے بیان کیا کہ عبدالعزیز بن ابی سلمہ نے ہمیں بتایا۔ ابن شہاب نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے سلیمان بن یسار سے، سلیمان نے (حضرت فضل) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: حجۃ الوداع کے سال قبیلہ خثعم کی ایک عورت آئی۔ کہنے لگی: یا رسول اللہ! حج سے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرض جو اپنے بندوں پر ہے، وہ ایسی حالت میں نازل ہوا ہے کہ باپ میرا بہت ہی بوڑھا ہو چکا تھا۔ سواری پر جم کر بیٹھ نہیں سکتا تھا تو کیا اس کی طرف سے ادا ہو جائے گا، اگر میں اس کی جگہ حج کروں؟ فرمایا: ہاں۔

اطرافه: ۱۵۱۳، ۱۸۵۳، ۱۸۵۵، ٤۳۹۹، ٦۲۲۸۔

تشریح: **اَلْحَجُّ عَمَّنْ لَّا يَسْتَطِيْعُ الثُّبُوْتَ:** امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک حج کا فریضہ ایسا نہیں جو کسی کی طرف سے بطور بدل ادا ہو سکے۔ امام ابوحنیفہؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے۔ لیکن حج بطور نفل کے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ادا کیا جا سکتا ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک نفلی حج بھی بطور بدل ادا نہیں کیا جا سکتا؛ اگر کوئی شخص قدرت رکھتا ہو۔ کیونکہ اس فریضہ کی نوعیت ہی ایسی ہے کہ بذاتِ خود ادا کیا جائے۔ یہ باب اسی اختلاف کے پیشِ نظر قائم کیا گیا ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۸٦) خلاصہ یہ کہ بصورتِ عدمِ قدرت حج بطور بدل ادا ہو سکتا ہے۔

عَنِ الْفَضْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ: اس تعلق میں دیکھئے کتاب الحج، باب ۱۰۱، روایت نمبر ۱۶۸۵۔ جہاں ابن جریج سے مروی ہے کہ عطاء نے حضرت ابن عباسؓ سے براہ راست روایت کی۔ مگر روایت نمبر ۱۸۵۳ میں صراحت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو ان کے بھائی حضرت فضلؓ نے بتایا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوار تھے۔ ان کی روایت کا حوالہ ناتمام ترک کر کے دوسرے حوالے میں حضرت فضل بن عباسؓ کے الفاظ نقل کئے گئے ہیں۔ کیونکہ وہ بلاواسطہ راوی ہیں اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت بالواسطہ ہے۔ اس لئے ان کے بھائی کی روایت زیادہ مستند ہے۔ امام موصوفؒ کے لطیف ملاحظات وتصرفات کے تعلق میں یہ ایک عمدہ مثال ہے۔ انہوں نے تحقیق وتدقیق میں صحیح موازنہ مدنظر رکھا ہے۔
(فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۸۷)

بَاب ٢٤: حَجُّ الْمَرْأَةِ عَنِ الرَّجُلِ

عورت کا مرد کی طرف سے حج کرنا

١٨٥٥: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ الْفَضْلُ رَدِيْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَتِ امْرَأَةٌ مِّنْ خَثْعَمَ فَجَعَلَ الْفَضْلُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا وَتَنْظُرُ إِلَيْهِ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْرِفُ وَجْهَ الْفَضْلِ إِلَى الشِّقِّ الْآخَرِ فَقَالَتْ إِنَّ فَرِيْضَةَ اللهِ أَدْرَكَتْ أَبِي شَيْخًا كَبِيْرًا لَا يَثْبُتُ عَلَى الرَّاحِلَةِ أَفَأَحُجُّ عَنْهُ قَالَ نَعَمْ وَذٰلِكَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ.

۱۸۵۵: عبداللہ بن مسلم نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے ابن شہاب سے، انہوں نے سلیمان بن یسار سے، سلیمان نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی، کہا: فضلؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھے تو خثعم قبیلہ کی ایک عورت آئی اور فضلؓ اس کی طرف دیکھنے لگے۔ وہ بھی ان کی طرف دیکھ رہی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم فضلؓ کا منہ دوسری جانب پھیرنے لگے تو اس (عورت) نے کہا: اللہ کے فریضہ (حج) نے میرے باپ کو ایسی حالت میں پایا ہے کہ وہ بہت بوڑھے تھے۔ اونٹنی پر جم کر نہیں بیٹھ سکتے تھے۔ کیا میں ان کی طرف سے حج کروں۔ فرمایا: ہاں اور یہ واقعہ حجۃ الوداع میں ہوا۔

اطرافه: ١٥١٣، ١٨٥٣، ١٨٥٤، ٤٣٩٩، ٦٢٢٨۔

تشریح: **حَجُّ الْمَرْأَةِ عَنِ الرَّجُلِ:** یہ باب بھی اسی اختلاف کے تعلق میں ہی قائم کیا گیا ہے جس کا ذکر پہلے ابواب میں ہو چکا ہے۔ (دیکھئے باب نمبر ۲۲، ۲۳)

بَاب ۲۵ : حَجُّ الصِّبْيَانِ
بچوں کا حج کرنا

١٨٥٦ : حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي يَزِيْدَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ بَعَثَنِي أَوْ قَدَّمَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الثَّقَلِ مِنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ.

اطرافه: ١٦٧٧، ١٦٧٨.

۱۸۵۶: ابونعمان نے ہم سے بیان کیا کہ حماد بن زید نے ہمیں بتایا۔ عبیداللہ بن ابی یزید سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مزدلفہ سے رات کو بھیجا۔ یا کہا مجھے سامان (سفر) کے ساتھ پہلے بھیج دیا۔

١٨٥٧ : حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ أَقْبَلْتُ وَقَدْ نَاهَزْتُ الْحُلُمَ أَسِيْرُ عَلَى أَتَانٍ لِي وَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يُّصَلِّي بِمِنًى حَتَّى سِرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ الْأَوَّلِ ثُمَّ نَزَلْتُ عَنْهَا فَرَتَعَتْ فَصَفَفْتُ مَعَ النَّاسِ وَرَاءَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِمِنًى فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ.

اطرافه: ٧٦، ٤٩٣، ٨٦١، ٤٤١٢.

۱۸۵۷: اسحق (بن منصور) نے ہم سے بیان کیا کہ یعقوب بن ابراہیم نے ہمیں خبر دی۔ ابن شہاب کے بھتیجے نے اپنے چچا (ابن شہاب) سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا۔ (کہا:) عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے مجھے خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں اپنی ایک گدھی پر سوار ہو کر چلا آیا اور جوانی کے قریب تھا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں کھڑے نماز پڑھا رہے تھے۔ یہاں تک کہ پہلی صف کے آگے سے گزرا۔ اس گدھی سے اُتر کر میں آ گیا اور وہ چرتی رہی۔ میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے لوگوں کے ساتھ صف میں شریک ہو گیا۔ اور یونس نے ابن شہاب سے روایت کرتے ہوئے یہ لفظ کہے: منیٰ مقام پر حجۃ الوداع میں۔

١٨٥٨ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوْسُفَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ حُجَّ بِي مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا ابْنُ سَبْعِ سِنِيْنَ.

۱۸۵۸: عبدالرحمٰن بن یونس نے ہم سے بیان کیا کہ حاتم بن اسماعیل نے ہمیں بتایا۔انہوں نے محمد بن یوسف سے، محمد بن یوسف نے سائب بن یزیدؓ سے روایت کی۔انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مجھے حج کرایا گیا اور میں سات سال کا تھا۔

١٨٥٩ : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ أَخْبَرَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مَالِكٍ عَنِ الْجُعَيْدِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ ابْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ يَقُوْلُ لِلسَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ وَكَانَ قَدْ حُجَّ بِهِ فِي ثَقَلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۱۸۵۹: عمرو بن زرارہ نے ہم سے بیان کیا کہ قاسم بن مالک نے ہمیں خبر دی۔ جعید بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے۔انہوں نے کہا: عمر بن عبدالعزیز سے میں نے سنا۔ وہ حضرت سائب بن یزیدؓ سے کہہ رہے تھے اور حضرت سائبؓ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بار برداری کے قافلہ میں حج کرایا گیا تھا۔

اطرافه: ٦٧١٢، ٧٣٣٠.

تشریح: حَجُّ الصِّبْيَانِ: عنوانِ باب میں بچوں کے حج کا ذکر تو کیا گیا ہے مگر کسی رائے کا اظہار نہیں۔روایات زیر باب سے بچوں پر حج فرض ہونے کا استنباط نہیں ہوسکتا۔ بچے اپنے اقرباء کے ساتھ ہونے کی وجہ سے شامل حج تھے۔ دراصل امام موصوفؒ کے مدنظر مسلمؒ کی ایک روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کو مقامِ روحاء پر ایک قافلہ ملا۔ جس نے آپؐ کے دریافت کرنے پر بتایا کہ وہ مسلمان ہیں اور ایک عورت نے بچہ اُٹھا کر آپؐ سے پوچھا کہ کیا اس پر حج ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ وَلَکِ اَجْرٌ اور تمہیں بھی اجر ملے گا۔(مسلم، كتاب الحج، باب صفة حج الصبي) اس سے بعض فقہاء داؤد ظاہری وغیرہ نے استدلال کیا ہے کہ جسے بچپن میں حج پر جانے کا موقع مل گیا ہو اور بڑا ہو کر وہ حج نہ کر سکے تو وہی حج کافی ہوگا۔(عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ۲۱۶) مسلمؒ کی روایت امام بخاریؒ کی شرائط کے مطابق نہیں۔اس بارہ میں جمہور فقہاء کا مذہب یہی ہے کہ بلوغت کے بعد حج فرض ہوتا ہے اور بچپن کا حج محض نفلی ہے۔(فتح الباری جزء۴ صفحہ۹۲)

باب زیر عنوان کی روایت (نمبر۱۸۵۹) میں ذکر نہیں کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے حضرت سائبؓ سے کیا بات کہی۔صرف اصل مسئلہ کا ذکر ہے۔یعنی یہ کہ حضرت سائبؓ کو بھی بچپن میں حج کرنے کا موقع ملا جبکہ وہ آنحضرت ﷺ کی بار برداری کے قافلہ میں تھے۔محولہ روایت کے باقی حصہ کے لیے دیکھئے كتاب كفارات الأيمان، روایت نمبر۶۷۱۲۔ اس میں ذکر ہے کہ آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں صاع کتنا ہوتا تھا۔کیونکہ ان کے زمانہ میں وزن زیادہ کر دیا گیا تھا۔

بَاب ٢٦ : حَجُّ النِّسَاءِ

عورتوں کا حج کرنا

١٨٦٠ :وَقَالَ لِي أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ أَذِنَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لِأَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي آخِرِ حَجَّةٍ حَجَّهَا فَبَعَثَ مَعَهُنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ.

۱۸۶۰: اور احمد بن محمد نے مجھ سے کہا کہ ابراہیم (بن سعد) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے ان کے دادا سے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو اس آخری حج میں جو انہوں نے کیا، اجازت دی (کہ وہ بھی حج کریں) اور حضرت عمرؓ نے ان کے ساتھ حضرت عثمان بن عفانؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو بھیجا۔

١٨٦١ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا حَبِيْبُ بْنُ أَبِي عَمْرَةَ قَالَ حَدَّثَتْنَا عَائِشَةُ بِنْتُ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَلَا نَغْزُو وَنُجَاهِدُ مَعَكُمْ فَقَالَ لَكُنَّ أَحْسَنَ الْجِهَادِ وَأَجْمَلَهُ الْحَجُّ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ قَالَتْ عَائِشَةُ فَلَا أَدَعُ الْحَجَّ بَعْدَ إِذْ سَمِعْتُ هَذَا مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۱۸۶۱: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالواحد نے ہمیں بتایا۔ حبیب بن ابی عمرہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: عائشہ بنت طلحہ نے ہم سے بیان کیا کہ حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپؐ کے ساتھ ہم جنگ کے لئے نہ نکلا کریں اور جہاد نہ کریں؟ تو آپؐ نے فرمایا: تم عورتوں کے لئے نہایت عمدہ اور بہتر جہاد حج ہے۔ وہ حج جو سراسر نیکی پر مبنی ہو اور مقبول ہو۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں: میں حج نہیں چھوڑتی؛ بعد اس کے کہ میں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی۔

اطرافه: ١٥٢٠، ٢٧٨٤، ٢٨٧٥، ٢٨٨٦۔

١٨٦٢ : حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرٍو عَنْ أَبِي

۱۸۶۲: ابوالنعمان نے ہم سے بیان کیا کہ حماد بن زید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو (بن دینار) سے، عمرو

مَعْبَدٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ وَلَا يَدْخُلُ عَلَيْهَا رَجُلٌ إِلَّا وَمَعَهَا مَحْرَمٌ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنِّي أُرِيْدُ أَنْ أَخْرُجَ فِي جَيْشِ كَذَا وَكَذَا وَامْرَأَتِي تُرِيْدُ الْحَجَّ فَقَالَ اخْرُجْ مَعَهَا.

اطرافه: ٣٠٠٦، ٣٠٦١، ٥٢٣٣۔

نے ابومعبد سے جو حضرت ابن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام تھے۔انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے فرمایا: عورت سفر نہ کرے مگر اپنے محرم رشتہ دار کے ساتھ اور اس کے پاس کوئی غیر مرد نہ آئے مگر اس وقت جب اس کے ساتھ محرم رشتہ دار موجود ہو۔تو ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! میں چاہتا ہوں کہ فلاں فلاں فوج میں شامل ہو کر (جہاد کے لئے) نکلوں اور میری بیوی حج کرنا چاہتی ہے تو آپؐ نے فرمایا: اس کے ساتھ جاؤ۔

١٨٦٣ : حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا يَزِيْدُ ابْنُ زُرَيْعٍ أَخْبَرَنَا حَبِيْبٌ الْمُعَلِّمُ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا رَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حَجَّتِهِ قَالَ لِأُمِّ سِنَانٍ الْأَنْصَارِيَّةِ مَا مَنَعَكِ مِنَ الْحَجِّ قَالَتْ أَبُو فُلَانٍ تَعْنِي زَوْجَهَا كَانَ لَهُ نَاضِحَانِ حَجَّ عَلَى أَحَدِهِمَا وَالْآخَرُ يَسْقِي أَرْضًا لَنَا قَالَ فَإِنَّ عُمْرَةً فِي رَمَضَانَ تَقْضِي {حَجَّةً أَوْ☆} حَجَّةً مَعِيْ. رَوَاهُ ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى

۱۸۶۳: عبدان نے ہم سے بیان کیا۔یزید بن زُریع نے ہمیں خبر دی کہ حبیب معلم نے ہمیں بتایا۔انہوں نے عطاء (بن ابی رباح) سے،عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔انہوں نے کہا: جب نبی ﷺ اپنے حج سے لوٹے تو آپؐ نے حضرت امّ سنان انصاریہؓ سے فرمایا: حج سے تمہیں کس بات نے روکا ہے؟ تو انہوں نے کہا: ابوفلاں کے پاس دو اونٹ تھے۔ان کی مراد اپنے خاوند سے تھی۔ان میں سے ایک پر وہ حج کے لئے گیا اور دوسرا ہمارے پاس رہا؛ جو زمین کو پانی پہنچاتا تھا۔آپؐ نے فرمایا: رمضان میں عمرہ کرنا {حج ہی ہے۔یا فرمایا:☆} ایسا ہی ہے جیسے میرے ساتھ حج کرنا۔ابن جریج نے عطاء سے یہ روایت کی۔(کہا:)

☆ الفاظ "حَجَّةً أَوْ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔(فتح الباری جزء۴ حاشیہ صفحہ ۹۴) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيْمِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

میں نے حضرت ابن عباسؓ سے سنا۔ انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کی اور عبید اللہ نے کہا کہ عبدالکریم سے مروی ہے۔ انہوں نے عطاء سے، عطاء نے حضرت جابرؓ سے، حضرت جابرؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی۔

اطرافه: ۱۷۸۲۔

۱۸٦٤ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ قَزَعَةَ مَوْلَى زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَاسَعِيْدٍ وَقَدْ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً قَالَ أَرْبَعٌ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَ يُحَدِّثُهُنَّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْجَبْنَنِي وَآنَقْنَنِي أَنْ لَّا تُسَافِرَ امْرَأَةٌ مَسِيْرَةَ يَوْمَيْنِ لَيْسَ مَعَهَا زَوْجُهَا أَوْ ذُو مَحْرَمٍ وَلَا صَوْمَ يَوْمَيْنِ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ صَلَاتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَلَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِيْ وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى.

۱۸٦۴: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبدالملک بن عمیر سے، عبدالملک نے قزعہ سے روایت کی جو زیاد کے آزادکردہ غلام تھے۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسعید (خدریؓ) سے سنا اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ جہاد کر چکے تھے۔ انہوں نے کہا: چار باتیں ہیں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنیں یا کہا: (چار باتیں ہیں) جو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایتاً بیان کرتے تھے۔ وہ باتیں مجھے پسند آئیں اور عمدہ معلوم ہوئیں۔ کوئی عورت دو دِن کا سفر ایسی حالت میں نہ کرے کہ اس کے ساتھ اس کا خاوند یا محرم رشتہ دار نہ ہو اور عیدالفطر و عیدالاضحیٰ کے دو دن روزہ نہیں ہے اور دو نمازوں کے بعد کوئی نماز نہیں ہے۔ یعنی عصر کے بعد یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے اور فجر کے بعد یہاں تک کہ سورج نکلے اور کجاوے نہ باندھے جائیں مگر تین مسجدوں کے لئے: مسجد حرام، میری مسجد اور مسجد اقصیٰ۔

اطرافه: ۵۸٦، ۱۱۸۸، ۱۱۹۷، ۱۹۹۲، ۱۹۹۵۔

تشریح: حَجُّ النِّسَآءِ: روایت نمبر ١٨٦٠ میں جو حوالہ حضرت عمرؓ کا دیا گیا ہے، اس سے مقصود واضح ہے کہ عورت کے لئے ولی کا اذن ضروری ہے اور سفر میں اس کے ساتھ اس کا محرم رشتہ دار ہونا چاہیے۔ اگر نہ ملے تو قابل اعتبار شخص؛ جیسا کہ باب کی روایات میں اس امر کی صراحت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کو امہات المومنین کا درجہ حاصل تھا اور حضرت عثمان بن عفانؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی حفاظت میں ان کو حج کے لئے بھیجا گیا۔ روایت نمبر ١٨٦٠ جو (احمد بن محمد کا قول) بطور حوالہ درج ہے، وہ بیہقیؒ نے نقل کی ہے۔ (سنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الحج، باب حج النساء، روایت نمبر ٨۴٠۴، جزء ۴، صفحہ ٣٢٦) حج میں عورت کے لئے مذکورہ بالا احتیاط کی ضرورت ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک شرط امن ہے اور اگر ایک عورت کو اطمینان ہو تو قافلہ کے ساتھ اکیلی بھی جاسکتی ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ١٠ صفحہ ٢٢٠)

بَاب ٢٧: مَنْ نَّذَرَ الْمَشْيَ إِلَى الْكَعْبَةِ

جس نے یہ نذر مانی کہ وہ کعبہ کو پیدل چل کر جائے گا

١٨٦٥: حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيْلِ قَالَ حَدَّثَنِي ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى شَيْخًا يُهَادَى بَيْنَ ابْنَيْهِ قَالَ مَا بَالُ هَذَا قَالُوْا نَذَرَ أَنْ يَّمْشِيَ قَالَ إِنَّ اللهَ عَنْ تَعْذِيْبِ هَذَا نَفْسَهُ لَغَنِيٌّ وَأَمَرَهُ أَنْ يَّرْكَبَ.

اطرافه: ٦٧٠١.

١٨٦٥: (محمد) بن سلام نے ہم سے بیان کیا کہ (مروان) فزاری نے ہمیں خبر دی کہ حمید طویل سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: ثابت نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ (انہوں نے کہا:) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوڑھے کو دیکھا کہ وہ اپنے دو بیٹوں کے درمیان سہارا لئے چلا جارہا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اس کی یہ کیا حالت ہے؟ انہوں نے کہا: اس نے نذر مانی تھی کہ وہ (حج کیلئے) پیدل جائے گا۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تو اس بات سے بے نیاز ہے کہ یہ اپنے تئیں دکھ میں ڈالے اور آپؐ نے اس سے فرمایا: سوار ہو جاؤ۔

١٨٦٦: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي

١٨٦٦: ابراہیم بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ ہشام بن یوسف نے ہمیں خبر دی۔ ابن جریج نے ان کو بتایا، کہا: سعید بن ابی ایوب نے مجھے خبر دی کہ

سَعِيْدُ بْنُ أَبِي أَيُّوْبَ أَنَّ يَزِيْدَ بْنَ أَبِي حَبِيْبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا الْخَيْرِ حَدَّثَهُ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ نَذَرَتْ أُخْتِي أَنْ تَمْشِيَ إِلَى بَيْتِ اللهِ وَأَمَرَتْنِي أَنْ أَسْتَفْتِيَ لَهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَفْتَيْتُهُ فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِتَمْشِ وَلْتَرْكَبْ. قَالَ وَكَانَ أَبُو الْخَيْرِ لَا يُفَارِقُ عُقْبَةَ.

یزید بن ابی حبیب نے ان کو بتایا۔ ابوالخیر (مرثد بن عبداللہ) نے ان سے بیان کیا کہ حضرت عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: میری بہن نے نذر مانی کہ وہ بیت اللہ کو پیدل جائے گی اور مجھ سے فرمائش کی کہ میں اس کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ پوچھوں۔ میں نے آپؐ سے فتویٰ پوچھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ پیدل بھی چلے اور سوار بھی ہو۔ اور (یزید بن ابی حبیب نے) کہا کہ ابوالخیر حضرت عقبہ (بن عامرؓ) سے الگ نہ ہوتے۔

{☆قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ} حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوْبَ عَنْ يَزِيْدَ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ.

{☆ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا:} ابوعاصم نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے (عبدالملک) ابن جریج سے، انہوں نے یحيٰ بن ایوب (غافقی مصری) سے، یحيٰ نے یزید (بن ابی حبیب) سے، یزید نے ابوالخیر (مرثد بن عبداللہ) سے، انہوں نے حضرت عقبہ (بن عامرؓ) سے روایت کی اور اسی حدیث کا ذکر کیا۔

تشریح: **مَنْ نَذَرَ الْمَشْيَ إِلَى الْكَعْبَةِ:** حج کی نذر پوری نہ کرنے کے مسئلے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ ایک فریق کی یہ رائے ہے کہ نذر نہ پورا کرنے والے پر قربانی بطور کفارہ لازم ہے۔ بلکہ بعض نے یہاں تک کہا ہے کہ اگر پیدل چلنے کی طاقت نہ ہو تو سواری ساتھ لے لے۔ جب تھک جائے تو سوار ہو جائے اور قربانی بھی دے۔ یہ کفارہ نذر توڑنے کا ہے جو درحقیقت قسم توڑنے کی مانند ہے اور بعض کے نزدیک قربانی کا کفارہ ایسے شخص پر نہیں بلکہ چاہیے کہ وہ حج کرے اور جتنا سفر سواری پر کیا تھا؛ اتنا چلے تا کہ اس کی نذر پوری ہو جائے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ۲۲۵)

روایت نمبر۱۸۶۵ سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی نذریں پسند نہیں فرمائیں۔ نہ ایسی نذریں جو تکلیف مالا یطاق ہوں جائز ہیں؛ کیونکہ زمانہ جاہلیت کی یادگار ہیں۔ ہندومت میں بھی جسم کو تکلیف اور مشقت میں ڈال کر سمجھا جاتا ہے کہ نفس اس سے پاک ہوگا۔ عیسائیت کی رہبانیت بھی اسی شمار میں ہے۔ روایت نمبر۱۸۶۶ میں ایک عورت کے نذر ماننے اور اس کو پورا کرنے کی بابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا ذکر ہے۔ شریعتِ اسلامیہ

☆ الفاظ "قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۴ حاشیہ صفحہ۱۰۲)

نے عبادات کی ادائیگی میں عورت کو پوری آزادی دی ہے۔ان کے وجوب وعدمِ وجوب ثواب وعقاب میں اسے مرد کے برابر رکھا گیا۔فرماتا ہے: فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّي لَا اُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ. (آل عمران :۱۹۶) یعنی ان کے ربّ نے ان کی دعائیں سنیں کہ میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کرتا خواہ مرد ہو یا عورت۔تم آپس میں ایک سے ہی ہو۔یعنی نیکیوں کے حصول اور اس کے ثواب میں کسی قسم کا فرق نہیں ہوتا۔لیکن اس کے خلاف تورات میں عورت کو مرد کی اجازت یا عدمِ اجازت کے ساتھ پابند کیا گیا ہے۔چنانچہ گنتی باب ۳۰ میں آتا ہے:-

> ''اور اگر کوئی عورت خداوند کی منّت مانے اور اپنی نوجوانی کے دِنوں میں اپنے باپ کے گھر ہوتے ہوئے اپنے اوپر کوئی فرض ٹھہرائے اور اُس کا باپ اُس کی منّت اور اس کے فرض کا حال جو اُس نے اپنے اوپر ٹھہرایا ہے؛ سُن کر چپ ہو رہے تو وہ سب منّتیں اور سب فرض جو اُس عورت نے اپنے اوپر ٹھہرائے ہیں؛ قائم رہیں گے۔لیکن اگر اُس کا باپ جس دن یہ سنے، اسی دن اُسے منع کرے تو اُس کی کوئی منت یا کوئی فرض جو اُس نے اپنے اوپر ٹھہرایا ہے، قائم نہیں رہے گا۔......اور اگر کسی آدمی سے اُس کی نسبت ہو جائے حالانکہ اُس کی منّتیں یا منہ کی نکلی ہوئی بات جو اُس نے اپنے اوپر فرض ٹھہرائی ہے، اب تک پوری نہ ہوئی ہو......اُس کی ہر منت کو اور اپنی جان کو دُکھ دینے کی ہر قسم کو اُس کا شوہر چاہے تو قائم رکھے اور اگر چاہے تو باطل ٹھہرائے۔''

(گنتی باب ۳۰ آیت ۳ تا ۱۶)

قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ: بعض محدثین نے روایت نمبر ۱۸۶۶ میں یحیٰ بن ایوب کی سند کو ترجیح دی ہے۔اور ہشام بن یوسف کی روایت سے ظاہر ہے کہ ابن جریج نے سعید بن ابی ایوب سے یہ روایت سنی۔امام بخاریؒ کی تحقیق کی رو سے ظاہر ہے کہ ابن جریج نے دونوں سے سنا؛ یعنی یحیٰ بن ایوب اور سعید بن ابی ایوب سے اور ان دونوں نے حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت کی ہے۔چنانچہ اس روایت کے آخر میں یہ تصریح موجود ہے کہ ابوالخیر مرثد بن عبداللہ؛ حضرت عقبہ بن عامرؓ کے دائمی رفیق ہیں۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۱۰۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

٢٩- كِتَابُ فَضَائِلِ الْمَدِيْنَةِ

بَاب ١ : حَرَمُ الْمَدِيْنَةِ

مدینہ کا حرم

١٨٦٧ : حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَحْوَلُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَدِيْنَةُ حَرَمٌ مِنْ كَذَا إِلَى كَذَا لَا يُقْطَعُ شَجَرُهَا وَلَا يُحْدَثُ فِيْهَا حَدَثٌ مَنْ أَحْدَثَ حَدَثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ.

اطرافه: ٧٣٠٦.

١٨٦٧: ابونعمان نے ہم سے بیان کیا کہ ثابت بن یزید نے ہمیں بتایا۔ عاصم ابوعبدالرحمٰن احول نے ہم سے بیان کیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: مدینہ حرم ہے۔ یہاں سے لے کر وہاں تک اس کا درخت نہ کاٹا جائے اور نہ اس میں کوئی بدعت کی جائے۔ جس نے اس میں کوئی بدعت کی؛ اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہو۔

١٨٦٨ : حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ فَأَمَرَ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ يَا بَنِي النَّجَّارِ ثَامِنُوْنِي فَقَالُوْا لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهُ إِلَّا إِلَى اللّٰهِ فَأَمَرَ

١٨٦٨: ابومعمر نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالوارث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوتیاح سے، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے اور مسجد بنانے کا حکم دیا اور فرمایا: بنی نجار! مجھ سے (اس جگہ کی) قیمت ٹھہرالو۔ تو انہوں نے کہا: ہم اس کی قیمت نہیں لیں گے؛ مگر اللہ تعالیٰ سے۔ تو

بِقُبُوْرِ الْمُشْرِكِيْنَ فَنُبِشَتْ ثُمَّ بِالْخِرَبِ فَسُوِّيَتْ وَبِالنَّخْلِ فَقُطِعَ فَصَفُّوْا النَّخْلَ قِبْلَةَ الْمَسْجِدِ

آپؐ نے مشرکوں کی قبروں کی نسبت فرمایا اور وہ کھود کر ہڈیاں وغیرہ نکالی گئیں۔ پھر کھنڈرات کی نسبت فرمایا جو برابر کئے گئے اور کھجور کے درختوں سے متعلق فرمایا جو کاٹے گئے اور مسجد کی آخری حد میں ان کھجوروں کے تنے ترتیب سے رکھ لئے گئے۔

اطرافه: ۲۳٤، ٤۲۸، ٤۲۹، ۲۱۰٦، ۲۷۷۱، ۲۷۷٤، ۲۷۷۹، ۳۹۳۲۔

۱۸٦۹: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حُرِّمَ مَا بَيْنَ لَابَتَيِ الْمَدِيْنَةِ عَلَى لِسَانِي قَالَ وَأَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَنِي حَارِثَةَ فَقَالَ أَرَاكُمْ يَا بَنِي حَارِثَةَ قَدْ خَرَجْتُمْ مِّنَ الْحَرَمِ ثُمَّ الْتَفَتَ فَقَالَ بَلْ أَنْتُمْ فِيْهِ.

اطرافه: ۱۸۷۳۔

۱۸۶۹: اسماعیل بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: میرے بھائی (عبدالحمید) نے مجھے بتایا۔ انہوں نے سلیمان (بن بلال) سے، سلیمان نے عبیداللہ سے، عبیداللہ نے سعید مقبری سے، سعید نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ کے دو پتھریلے میدانوں میں جو جگہ ہے وہ میری زبان سے حرم ٹھہرائی گئی ہے اور حضرت ابوہریرہؓ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنو حارثہ کے پاس آئے اور آپؐ نے فرمایا: بنی حارثہ! میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم حرم سے باہر ہو گئے۔ پھر آپؐ نے مڑ کر دیکھا تو فرمایا: تم اس کے اندر ہی ہو۔

۱۸۷۰: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ مَا عِنْدَنَا شَيْءٌ إِلَّا كِتَابُ اللهِ وَهَذِهِ الصَّحِيْفَةُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

۱۸۷۰: محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالرحمٰن نے ہمیں بتایا۔ سفیان (ثوری) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے ابراہیم تیمی سے، ابراہیم نے اپنے باپ (یزید بن شریک) سے، ان کے باپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ہمارے پاس اللہ کی کتاب اور اس کاغذ

وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةُ حَرَمٌ مَا بَيْنَ عَائِرٍ إِلَى كَذَا مَنْ أَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا أَوْ آوَى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ وَقَالَ ذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَاحِدَةٌ فَمَنْ أَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ وَمَنْ تَوَلَّى قَوْمًا بِغَيْرِ إِذْنِ مَوَالِيْهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ {وَالْمَلَائِكَةِ☆} وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ. قَالَ أَبُوعَبْدِ اللهِ عَدْلٌ فِدَاءٌ.

کے سوا کچھ نہیں؛ جس میں نبی ﷺ کا یہ ارشاد بھی ہے کہ مدینہ حرم ہے، عائر پہاڑ سے لے کر یہاں تک۔ جس نے اس حرم میں کوئی رخنہ پیدا کیا یا رخنہ پیدا کرنے والے کو پناہ دی؛ اس پر اللہ اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہوگی۔ اس کی نہ شفاعت قبول کی جائے گی اور نہ فدیہ اور یہ بھی فرمایا: مسلمانوں کی ذمہ داری ایک ہی ہے۔ پس جس نے مسلمانوں کے ساتھ بدعہدی کی اور ذمہ داری کو پورا نہ کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اس سے نہ نقد معاوضہ قبول کیا جائے گا اور نہ کوئی حرجانہ اور جس نے کسی قوم سے عہدِ دوستی کیا؛ بغیر اپنے موالی (یعنی ہم عہد لوگوں) کی اجازت کے تو اس پر بھی اللہ {اور فرشتوں ☆} اور سب لوگوں کی لعنت ہوگی۔ اس کی نہ شفاعت قبول کی جائے گی نہ فدیہ۔ ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: لفظ عَدْلٌ سے مراد فدیہ ہے۔

اطرافه: ١١١، ٣٠٤٧، ٣١٧٢، ٣١٧٩، ٦٧٥٥، ٦٩٠٣، ٦٩١٥، ٧٣٠٠۔

تشریح: **حَرَمُ الْمَدِيْنَةِ:** بیت اللہ اور اس کے حرم کی فضیلت اور آداب حرمت بیان کرنے کے بعد مدینہ کی فضیلت کے بارہ میں ابواب قائم کئے گئے ہیں۔ اس تعلق میں پہلے باب کے تحت چار روایتیں درج ہیں۔ پہلی روایت (نمبر ۱۸۶۷) میں بتایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی بستی اور اس کے مضافات کو اسی طرح حرم قرار دیا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو۔ یہ اعلان مدینہ میں آنے کے بعد کیا گیا تھا اور مکہ والوں کو بھی اطلاع کی گئی۔ اس سے یہ فائدہ ہوا کہ جس طرح قریش اپنے تئیں بوجہ حرم محفوظ سمجھتے تھے۔ اسی طرح انصار ومہاجرین بھی اس اعلان کے ذریعہ سے سیاسی طور پر محفوظ ہو گئے۔ اس اعلان کے بعد اگر مدینہ کی معینہ حدود کے اندر کسی قسم کی تعدّی ہوئی تو اہل مدینہ کو حق ہوگا کہ اس تعدّی کا ازالہ کریں۔ چنانچہ قرآنِ مجید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے سیاق میں فرماتا ہے: اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا

☆ اس جگہ لفظ "وَالْمَلَائِكَةِ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے (فتح الباری جزء۴ حاشیہ صفحہ ۱۰۶) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ ص وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ o (البقرة :۱۹۵) یعنی اگر حرمت والے مہینہ میں ہتک کی جائے گی تو ہتک کا ازالہ کیا جائے گا اور تمام عزت والی اشیاء کی ہتک کا قصاص لیا جائے گا۔ اس لئے جو تم پر زیادتی کرے تو تم اس پر ویسی ہی زیادتی کرو جیسی اس نے تم پر کی ہو اور اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے۔ (یعنی اگر کسی نے حدود سے تجاوز کیا، وہ تمہاری مدد کرے گا۔) اس آیت سے ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جو مدینہ کے شہر اور مضافات کو حرم قرار دیا تو یہ حرمت کا اعلان اللہ تعالیٰ کے منشاء کے مطابق تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قول یا فعل روح القدس کی تجلی سے خالی نہ تھا۔ اس تعلق میں دیکھئے آئینہ کمالاتِ اسلام- روحانی خزائن جلد ۵ حاشیہ صفحہ ۹۰ تا ۹۴۔ بعض فقہاء نے یہاں یہ بحث اُٹھائی ہے کہ بیت اللہ کا حرم چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حرم قرار دیا گیا؛ اس لئے اس کی حرمت مدینہ کی حرمت سے افضل ہے۔ اس تعلق میں دیکھئے تفسیر کبیر- تفسیر سورۃ بنی اسرائیل آیت ۲- جلد ۴ صفحہ ۲۹۴ تا ۲۹۸۔ نیز دیکھئے ابواب ۱۱،۱۲ مع تشریح۔

ہجرت سے قبل مدینہ منورہ کا نام یثرب تھا اور ہجرت کے بعد مدینة النبی ﷺ۔ سطح سمندر سے ۶۱۹ میٹر بلند۔ گرمی بھی شدت کی پڑتی ہے اور سردی بھی شدت کی۔ درجہ حرارت گرمیوں میں ۲۸ درجے اور سردیوں میں ۵ درجے۔ رات کو شدید سردی اور پانی جاڑوں میں یخ بستہ ہو جاتا ہے۔ پہلے یہاں عمالقہ آباد تھے۔ محققین حال کی تحقیق میں اس کا قدیم نام یثرب معرب ہے۔ قدیم مصری نام اتھربیس ہے۔ اور یہ امر ثابت ہو گیا ہے کہ عمالقہ مصر ۳۲۰۰ ق م میں یہاں بھی حکمران تھے اور ۱۶۰۰ ق م میں یثرب سے بنی اسرائیل کے ذریعہ نکالے گئے اور یہود اُن کی جگہ آباد ہوئے۔ اتھربیس شہر کی تعمیر کا زمانہ ۲۲۰۰ اور ۱۶۰۰ ق م کے درمیان اندازہ کیا گیا ہے۔ جوفِ ثمود، تبوک، خیبر، تیماء اور مدین یہود کی فوجی طاقت کے مرکز تھے۔ ان کے قلعے مشہور تھے۔ ۷ھ میں ان قلعوں کی تسخیر ہوئی۔ قبائل ازد کی دو شاخوں اوس و خزرج نے سد مارب کے حادثے کے بعد مکہ مدینہ کے قریب کے علاقہ میں ہجرت کی اور طاقت پکڑی۔ مکہ مکرمہ اڑھائی ہزار سال قبل مسیح کاروانِ تجارت کی ایک اہم منزل تھی۔ تقریباً دو ہزار سال ق م حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت اسماعیلؑ کو یہاں آباد کیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں اس کا ذکر بالفاظ دعائے ابراہیمؑ کیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے: رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ لا رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْ اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ یَشْکُرُوْنَ o (ابراهیم:۳۸) ترجمہ: اے ہمارے ربّ! میں نے اپنی اولاد میں سے بعض کو تیرے معزز گھر کے پاس ایک ایسی وادی میں جس میں کوئی کھیتی نہیں ہوتی؛ لا بسایا ہے۔ اے ہمارے ربّ! (میں نے ایسا اس لئے کیا ہے) تا وہ عمدگی سے نماز ادا کریں۔ پس تو لوگوں کے دل ان کی طرف جھکا دے اور انہیں مختلف پھلوں سے رزق دیتا رہ۔ تا کہ وہ (ہمیشہ تیرا) شکر کرتے رہیں۔

بنو اسماعیل کے قحطانی قبائل نے غلبہ حاصل کیا تو بنو اسماعیل میں سے قصی یہاں کے رئیس ہوئے۔ مکہ کے آس پاس اسماعیلی قبائل آباد تھے۔ مکہ کے جنوب میں جو آبادیاں ہیں۔ وہ مشہور قبیلہ ہذیل کا مسکن تھیں۔ جنوب کی طرف

وادی القریٰ ہے جوقدیم قبائل کی رہائش گاہ تھی۔جس کے اطراف میں قبائل کنانہ رہتے تھے۔یہاں کی پہاڑیوں کے دامن میں قبائل احابیش بھی بودوباش رکھتے تھے۔حضرت سلمان فارسیؓ جنہوں نے جنگ احزاب کے موقع پر خود حفاظتی کے لئے خندق کھودنے کا مشورہ دیا،ان کا تعلق بھی انہی قبائل سے تھا اوران کا یہ مشورہ سابقہ تجربہ کی بناء پر تھا جو بوقت جنگ کارآمد ثابت ہوا۔مدینہ کا محل وقوع چھوٹی بڑی پہاڑیوں کے درمیان ہے۔شمال کی طرف تین میل کے فاصلے پر جبل احد ہے۔جس کی شمالی چوٹی بطور نیک فال ثور (یعنی سانڈ) کہلاتی ہے۔کیونکہ سانڈ کی مصر میں پرستش کی جاتی تھی۔جیسا کہ ہندوستان میں بھی۔جبل احد شرقاً غرباً پھیلا ہوا ہے۔مدینہ کے جنوب میں جبل عیر ہے۔اس سلسلۂ کوہستان کی وجہ سے دو پتھریلے میدان بنتے ہیں اوراسی طرح اس کے آس پاس کچھ وادیاں ہیں۔جن میں مختلف الخیال قبائل کی بستیاں ہیں۔ان میں سے یثرب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فروکش ہوئے۔بنوحارثہ کی بستیاں جبل احد کی وادیوں میں بلند مقامات پر واقع تھیں۔دشوار گذار کوہستانی وادیوں میں ایک وسیع میدان تھا جسے جوفِ مدینہ کہتے تھے اور یہ جگہ جغرافیائی لحاظ سے بہت محفوظ ہے جو دور تک پھیلی ہوئی ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی حدودِ حرم میں ہی شمار کیا ہے۔یہ علاقہ کم وبیش گیارہ میل کا رقبہ ہے۔لفظ حرہ کے معنے پتھریلا میدان۔مدینہ میں ایسے میدان دو تھے۔ایک بڑا میدان،ایک چھوٹا۔الفاظ مِنْ كَذَا اِلَى كَذَا سے مراد جبل عیر اور جبل ثور ہیں۔

مذکورہ بالا باب کی دوسری روایت (نمبر ۱۸۶۸) میں مسجد تعمیر کرنے کا ذکر ہے جو مسلمانوں کے اجتماع اوران کی دینی تربیت کے لئے ازبس ضروری تھی۔تیسری روایت (نمبر ۱۸۶۹) میں مدینہ کی سرحدوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ایک طرف قبیلہ بنوحارثہ کی بستیاں ہیں اوردوسری طرف جبل عیر۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تدبیر قومی وحدت اورشہر کے باشندوں کے لئے دور رَس نتائج پیدا کرنے والی ثابت ہوئی اور یہ تدبیر دراصل ایک قومی معاہدہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں آتے ہی اس کے باشندوں کے درمیان بلالحاظ مذہب وملت لکھوایا اوراس معاہدہ کی تکمیل کے لئے غایت درجہ تاکید فرمائی۔یہ معاہدہ مفصل کتاب المغازی باب ۱۴ کی تشریح میں دیکھئے۔اس کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ ہر شخص اپنے عقیدہ کے مطابق عمل پیرا ہونے میں آزاد ہوگا اورمشترکہ دفاع کی اغراض میں برابر کا حصہ دار۔یہ شرط مدینہ کو حرم قرار دینے کی غرض وغایت واضح کرتی ہے۔

مَنْ اَحْدَثَ فِيهَا حَدَثًا اَوْ آوَى مُحْدِثًا....:اس کا ترجمہ یہ ہے کہ جس نے اس میں کسی قسم کا رخنہ پیدا کیا یا رخنہ پیدا کرنے والے کو پناہ دی وہ قابل مؤاخذہ ہوگا اور بدعہدی پر اس کی نہ شفاعت قبول کی جائے گی نہ فدیہ قبول کیا جائے گا۔سورۂ بقرہ میں اسی معاہدہ کا ذکر ہے۔(البقرة:۸۴-۸۵) اوراس سے قبل بطور انذار آیت ۴۹ میں خلاف ورزی پر کوئی فدیہ وسفارش قبول نہ کئے جانے کا بھی مذکورہ بالا الفاظ میں ذکر ہے۔

بَاب ۲ : فَضْلُ الْمَدِيْنَةِ وَأَنَّهَا تَنْفِي النَّاسَ

مدینہ کی فضیلت اور یہ کہ وہ برے لوگوں کو نکال دے گا

۱۸۷۱ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْحُبَابِ سَعِيْدَ ابْنَ يَسَارٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ بِقَرْيَةٍ تَأْكُلُ الْقُرَى يَقُوْلُوْنَ يَثْرِبُ وَهِيَ الْمَدِيْنَةُ تَنْفِي النَّاسَ كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ.

۱۸۷۱: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی کہ یحییٰ بن سعید سے مروی ہے، کہا: میں نے ابوالحباب سعید بن یسار سے سنا۔ کہتے تھے: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ایسی بستی (میں جانے) کا حکم ہوا جو دوسری بستیوں کو کھا جائے گی۔ اسے یثرب کہتے ہیں اور وہی (بستی) مدینہ ہے۔ جو (برے) لوگوں کو (ردی کی طرح) نکال دے گی؛ جس طرح بھٹی لوہے کی میل کچیل کو نکال دیتی ہے۔

تشریح: فَضْلُ الْمَدِيْنَةِ وَانَّهَا تَنْفِى النَّاسَ: مدینہ کی حرمت اسی صورت میں کما حقہٗ قائم رہ سکتی تھی کہ شریر طبقہ اس میں نہ رہے۔ بعد کے واقعات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی حرف بحرف تصدیق کی۔ یہودی قبائل نے معاہدہ توڑا اور بیرونی دشمنوں سے خفیہ سازشیں کر کے مدینہ پر حملہ کروایا۔ بالآخر اپنی غداری کے نتیجہ میں یکے بعد دیگرے مدینہ سے نکال دیئے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کا دوسرا حصہ بھی اس وقت پورا ہوا جب مدینہ عالم اسلامی کا مرکز اوّل بنا اور خلفائے راشدین کے عہد مبارک میں عظیم الشان فتوحات حاصل ہوئیں۔ دوسری بستیوں کو کھا جانے کا مفہوم بھی یہی ہے کہ وہ مغلوب ہو جائیں گی۔

امام بخاریؒ نے ان ابواب اور روایتوں کی ترتیب کے ذریعہ ان فقہاء کو مسکت جواب دیا ہے۔ جنہوں نے حرمِ مکہ مکرمہ اور حرمِ مدینہ کے درمیان فضیلت کی بحث اُٹھا کر رائے دی ہے کہ مدینہ صرف مجازی طور پر حرم ہے۔ فضیلت درحقیقت ایک نسبتی شیٔ ہے جو مکہ معظّمہ کو بلحاظ ذکرِ توحید اور مدینہ منورہ کو بلحاظِ تکمیل اغراضِ توحید حاصل ہے۔ مہلب بن ابی صفرہ نے جو مشہور اسلامی سپہ سالار تھے؛ جنہوں نے خارجیوں کا قلع قمع کیا تھا؛ یہ نکتہ سمجھ کر کہا ہے: هٰذَا الْحَدِيْثُ حُجَّةٌ لِّمَنْ فَضَّلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى مَكَّةَ لِاَنَّهَا هِيَ الَّتِىْ اَدْخَلَتْ مَكَّةَ وَسَائِرَ الْقُرٰى فِى الْاِسْلَامِ۔ یعنی یہ حدیث ان لوگوں کے ہاتھ میں ایک مضبوط دلیل ہے؛ جنہوں نے مدینہ کو مکہ پر فضیلت دی ہے۔ کیونکہ اسی نے مکہ اور باقی بستیوں کو اسلام میں داخل کیا۔ فقہاء کی مفصل بحث کے لئے دیکھئے (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۱۱۴) (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ ۲۳۵)

بَاب۳ : اَلْمَدِيْنَةُ طَابَةٌ

مدینہ طابہ ہے

۱۸۷۲ : حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَقْبَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ تَبُوْكَ حَتَّى أَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ هَذِهِ طَابَةٌ.

۱۸۷۲: خالد بن مخلد نے ہم سے بیان کیا کہ سلیمان نے ہمیں بتایا، کہا: عمرو بن یحيٰ نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے عباس بن سہل بن سعد سے، انہوں نے حضرت ابوحمید (ساعدی) رضی اللہ عنہ سے روایت کی (انہوں نے کہا) کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم تبوک سے آئے۔ یہاں تک کہ مدینہ کے قریب اونچائی پر پہنچے تو آپؐ نے فرمایا: یہ طابہ (مقام) ہے۔

اطرافه: ۱۴۸۱، ۳۱۶۱، ۳۷۹۱، ۴۴۲۲۔

تشریح: اَلْمَدِيْنَةُ طَابَةٌ: مدینہ کا قدیم نام یثرب تھا۔ یعنی مقامِ وباء وہلاکت اور اسی وجہ سے اسے یہ نام دیا گیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور نیک فال اس کا نام طابہ رکھا جو طیب کے معنوں میں ہے۔ یعنی مقامِ صحت افزاء اور بعد میں اللہ تعالیٰ نے اسے ویسا ہی بنا دیا۔

بَاب ٤ : لَابَتَيِ الْمَدِيْنَةِ

مدینہ کے دو پتھریلے میدان

۱۸۷۳ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ لَوْ رَأَيْتُ الظِّبَاءَ بِالْمَدِيْنَةِ تَرْتَعُ مَا ذَعَرْتُهَا قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا

۱۸۷۳: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے ابن شہاب سے، انہوں نے سعید بن مسیّب سے، سعید نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ کہا کرتے تھے: اگر مدینہ میں مَیں ہرن چرتے دیکھوں تو میں انہیں خوف زدہ نہ کروں کیونکہ رسول اللہ

بَيْنَ لَابَتَيْهَا حَرَامٌ.

اطرافه: ۱۸٦۹.

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ کے دو پتھریلے میدانوں کے درمیان (کی جگہ) حرم ہے۔

تشریح: **لَابَتَيِ الْمَدِيْنَةِ:** باب کے عنوان اور متعلقہ روایت سے ظاہر ہے کہ سابقہ دونوں باب بلحاظِ مضمون ضمنی تھے اوران کا تعلق باب نمبر ا کے مضمون سے ہے۔اب اس باب میں حرمِ مدینہ کی تعیین کی گئی ہے۔

لَابَة کے معنی سیاہ پتھر والی زمین کے ہیں جسے عربی میں حرّۃ کہتے ہیں۔یعنی جلے ہوئے پتھر۔

مدینہ پہاڑیوں میں واقعہ ہے۔اس کے دو پتھریلے میدانوں کا نام حرّۃ اور لَابَة ہے۔اسے لوبَة بھی کہتے ہیں۔مدینہ کا محل وقوع اسے دو حصوں میں تقسیم کردیتا ہے۔شرقی وغربی۔دیکھئے کتاب المغازی باب ۱۷، جہاں دفاعی نقطہ کے لحاظ سے جغرافیائی محل وقوع کا ذکر کیا گیا ہے۔

بَاب ۵: مَنْ رَغِبَ عَنِ الْمَدِيْنَةِ

جو مدینہ سے اعراض کرے

۱۸۷٤: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تَتْرُكُوْنَ الْمَدِيْنَةَ عَلَى خَيْرِ مَا كَانَتْ لَا يَغْشَاهَا إِلَّا الْعَوَافِ يُرِيْدُ عَوَافِيَ السِّبَاعِ وَالطَّيْرِ وَآخِرُ مَنْ يُحْشَرُ رَاعِيَانِ مِنْ مُزَيْنَةَ يُرِيْدَانِ الْمَدِيْنَةَ يَنْعِقَانِ بِغَنَمِهِمَا فَيَجِدَانِهَا وَحْشًا حَتَّى إِذَا بَلَغَا ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ خَرَّا عَلَى وُجُوْهِهِمَا.

۱۸۷۴: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں بتایا۔زہری سے مروی ہے۔انہوں نے کہا: سعید بن مسیّب نے ہمیں خبردی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔آپؐ فرماتے تھے: لوگ مدینہ کو نہایت اچھی حالت میں چھوڑیں گے۔پھر یہ حالت ہوگی کہ وہاں وحشی جانور آیا جایا کریں گے۔اس سے آپؐ کی یہ مراد تھی کہ وحشی درند وپرند۔اور آخر میں جنہیں لایا جائے گا وہ مزینہ (قبیلہ) کے دو چرواہے ہوں گے۔مدینہ کا قصد کریں گے۔اپنی بکریاں ہانک کر لائیں گے تو اسے ویران پائیں گے۔یہاں تک کہ جب وہ دونوں ثنیۃ الوداع کے پاس پہنچیں گے تو اپنے منہ کے بل گر پڑیں گے۔

۱۸۷۵: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ سُفْيَانَ ابْنِ أَبِي زُهَيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تُفْتَحُ الْيَمَنُ فَيَأْتِي قَوْمٌ يُبِسُّوْنَ فَيَتَحَمَّلُوْنَ بِأَهْلِهِمْ وَمَنْ أَطَاعَهُمْ وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ وَتُفْتَحُ الشَّأْمُ فَيَأْتِي قَوْمٌ يُبِسُّوْنَ فَيَتَحَمَّلُوْنَ بِأَهْلِهِمْ وَمَنْ أَطَاعَهُمْ وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ وَتُفْتَحُ الْعِرَاقُ فَيَأْتِي قَوْمٌ يُبِسُّوْنَ فَيَتَحَمَّلُوْنَ بِأَهْلِهِمْ وَمَنْ أَطَاعَهُمْ وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ.

۱۸۷۵: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام بن عروہ سے، ہشام نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے، حضرت ابن زبیرؓ نے حضرت سفیان بن ابی زہیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: یمن فتح ہوگا تو کچھ لوگ اپنے اونٹ ہانکتے ہوئے آئیں گے اور اپنے گھر والوں کو اور انہیں جنہوں نے ان کی اطاعت کی؛ سوار کر کے لے جائیں گے۔ حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر ہوگا؛ اگر وہ جانتے ہوں اور شام فتح ہوگا تو کچھ لوگ اپنے اونٹ ہانکتے ہوئے آئیں گے۔ پھر وہ اپنے گھر والوں کو اور ان کو جنہوں نے اُن کی اطاعت کی؛ سوار کر کے لے جائیں گے۔ حالانکہ مدینہ اُن کے لیے بہتر ہوگا؛ اگر وہ جانتے ہوں۔ اور عراق فتح ہوگا تو کچھ لوگ اپنے اونٹ ہانکتے ہوئے آئیں گے۔ پھر وہ اپنے گھر والوں کو اور ان کو جو اُن کی اطاعت کریں گے؛ سوار کر کے لئے جائیں گے۔ حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر ہوگا؛ اگر وہ جانتے ہوں۔

تشریح: ثَنِيَّةُ الْوَدَاعِ: ثنیۃ الوداع وہ موڑ ہے جہاں قاصدانِ حج کو دعاؤں کے ساتھ الوداع کیا جاتا ہے۔
(عمدۃ القاری جزء ۱۰ صفحہ ۲۳۸)

بَاب ٦: اَلْإِيْمَانُ يَأْرِزُ إِلَى الْمَدِيْنَةِ

ایمان سمٹ کر مدینہ میں پناہ لے گا

۱۸۷٦: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ قَالَ حَدَّثَنِي

۱۸۷٦: ابراہیم بن منذر نے ہم سے بیان کیا کہ انس بن عیاض نے ہمیں بتایا، کہا: عبیداللہ (عمری)

عُبَيْدُ اللهِ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْإِيْمَانَ لَيَأْرِزُ إِلَى الْمَدِيْنَةِ كَمَا تَأْرِزُ الْحَيَّةُ إِلَى جُحْرِهَا.

نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے خُبَیب بن عبدالرحمٰن سے، انہوں نے حفص بن عاصم سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان سمٹ کر مدینہ کی طرف اسی طرح آ جائے گا جس طرح سانپ اپنی بل میں سمٹ کر آ تا ہے۔

تشریح: اَلْإِيْمَانُ يَأْرِزُ اِلَى الْمَدِيْنَةِ: مدینہ کی حرمت وفضیلت کے بارہ میں تین اورابواب (۵،۶،۷) قائم کئے گئے ہیں۔ جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ مدینہ پر اسلامی مرکز بننے اور بارونق ہونے کے بعد ایسا وقت بھی آئے گا کہ وہ ویران ہو جائے گا اور لوگ اسے چھوڑ کر شام وعراق کو چلے جائیں گے اور حالت یہ ہوگی کہ درندے اس میں چکر لگائیں گے اور اس کی وہ شان نہیں ہوگی جو ایک وقت مُبَوُّ الْإِيْمَانِ وَالدَّارِ ہونے کے لحاظ سے تھی اور وہ اپنی یہ شان کھو بیٹھے گا اور یہ حالت فتوحات کے بعد ہوگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی بہت نازک صورت میں پوری ہو چکی ہے۔ روایت نمبر ۱۸۷۷ کا تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانہ سے ہے۔ جس نے بھی ٹکر لگائی؛ پاش پاش ہو گیا۔ اس بارہ میں مسلم کی روایت کے یہ الفاظ ہیں: مَنْ اَرَادَ أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ بِسُوْءٍ أَذَابَهُ اللّٰهُ كَمَا يَذُوْبُ الْمِلْحُ فِي الْمَآءِ. (مسلم، كتاب الحج، باب من اراد أهل المدينة بسوء أذابه اللّٰه) اور ایک اور روایت میں ہے کہ وَلَا يُرِيْدُ أَحَدٌ أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ بِسُوْءٍ إِلَّا أَذَابَهُ اللّٰهُ فِي النَّارِ ذَوْبَ الرَّصَاصِ. (مسلم، كتاب الحج، باب فضل المدينة ودعاء النبى فيها بالبركة) یعنی جس نے مدینہ والوں کے متعلق بد ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ اسے پگھلا دے گا۔ جیسے نمک پانی میں اور سیسہ آگ میں پگھلتا ہے۔

بَاب ۷: إِثْمُ مَنْ كَادَ أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ

اس شخص کا گناہ جس نے مدینہ والوں سے دھوکا فریب کیا

۱۸۷۷: حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ عَنْ جُعَيْدٍ عَنْ عَائِشَةَ هِيَ بِنْتُ سَعْدٍ قَالَتْ سَمِعْتُ سَعْدًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ

۱۸۷۷: حسین بن حریث نے ہم سے بیان کیا کہ فضل (بن موسیٰ) نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے جُعید سے، جُعید نے عائشہ جو حضرت سعدؓ کی بیٹی ہیں؛ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت سعد

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَكِيْدُ أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ أَحَدٌ إِلَّا انْمَاعَ كَمَا يَنْمَاعُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ.

رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: کوئی مدینہ والوں سے دھوکا فریب نہیں کرے گا؛ مگر وہ اسی طرح پانی ہو جائے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

تشریح: إِثْمُ مَنْ كَادَ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ: لفظ کَیْد کے تین معنی ہیں۔ حیلہ سازی، تدبیر جنگ اور ایذا رسانی۔ اس حدیث کی وضاحت کے لیے گذشتہ باب کی تشریح دیکھئے۔

بَاب۸: آطَامُ الْمَدِيْنَةِ
مدینہ کے محل

۱۸۷۸: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ سَمِعْتُ أُسَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أَشْرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أُطُمٍ مِنْ آطَامِ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ هَلْ تَرَوْنَ مَا أَرَى إِنِّي لَأَرَى مَوَاقِعَ الْفِتَنِ خِلَالَ بُيُوْتِكُمْ كَمَوَاقِعِ الْقَطْرِ. تَابَعَهُ مَعْمَرٌ وَسُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيْرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

۱۸۷۸: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا، کہا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ ابن شہاب نے ہم سے بیان کیا، کہا: عروہ نے مجھے خبر دی۔ (کہا:) میں نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے محلوں میں سے ایک محل پر سے جھانکا اور فرمایا: کیا تم بھی دیکھتے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں۔ میں تو تمہارے گھروں میں فتنوں کے برپا ہونے کی جگہیں دیکھ رہا ہوں؛ اس کثرت سے جیسے بارش کے قطرے۔ معمر اور سلیمان بن کثیر نے بھی زُہری سے سفیان کی طرح بیان کیا۔

اطرافه: ۲۴۶۷، ۳۵۹۷، ۷۰۶۰.

تشریح: آطَامُ الْمَدِيْنَةِ: اُطُم کے معنی قلعہ بند دو منزلہ عمارت۔ جس میں خطرہ کے وقت عورتیں اور بچے وغیرہ پناہ لیں۔ مدینہ کے آطام سیاہ پتھروں کے بنے ہوئے تھے؛ جو لاوا کے پہاڑوں سے بآسانی حاصل ہو جاتے تھے۔ اس شکل کی پناہ گاہیں سرحدی علاقوں میں آج کل بھی پائی جاتی ہیں۔ جو نظارہ بحالت مکاشفہ آپؐ نے دیکھا وہ ایک بہت بڑے فتنے کی خبر دیتا تھا جو حضرت عثمانؓ کے خلاف بغاوت کی شکل میں اُٹھا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے اسلام میں اختلافات کا آغاز- انوار العلوم جلد۴ صفحہ ۱۹۸ تا ۲۷۳۔

بَاب ٩ : لَا يَدْخُلُ الدَّجَّالُ الْمَدِيْنَةَ

دجال مدینہ میں داخل نہیں ہوگا

١٨٧٩ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْمَدِيْنَةَ رُعْبُ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ لَهَا يَوْمَئِذٍ سَبْعَةُ أَبْوَابٍ عَلَى كُلِّ بَابٍ مَلَكَانِ.

اطرافه: ٧١٢٥، ٧١٢٦.

١٨٧٩: عبدالعزیز بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابراہیم بن سعد نے مجھے بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے ان کے دادا (ابراہیم) سے، ان کے دادا نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: مسیح دجال کا رعب مدینہ میں داخل نہیں ہوگا۔ اس دن اس کے سات دروازے ہونگے اور ہر دروازے پر دو فرشتے مقرر ہونگے۔

١٨٨٠ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْمُجْمِرِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَنْقَابِ الْمَدِيْنَةِ مَلَائِكَةٌ لَا يَدْخُلُهَا الطَّاعُوْنُ وَلَا الدَّجَّالُ.

اطرافه: ٥٧٣١، ٧١٣٣.

١٨٨٠: اسماعیل (بن ابی اویس) نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے مجھے بتایا۔ انہوں نے نعیم بن عبداللہ مجمر سے، نعیم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ کے دروازوں پر فرشتے ہوں گے۔ طاعون اس میں داخل نہ ہوگی اور نہ دجال۔

١٨٨١ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

١٨٨١: ابراہیم بن منذر نے ہم سے بیان کیا کہ ولید (بن مسلم) نے ہمیں بتایا۔ ابوعمرو (اوزاعی) نے ہم سے بیان کیا۔ اسحٰق (بن عبداللہ) نے ہمیں بتایا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا کہ

وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنْ بَلَدٍ إِلَّا سَيَطَؤُهُ الدَّجَّالُ إِلَّا مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةَ لَيْسَ لَهُ مِنْ نِقَابِهَا نَقْبٌ إِلَّا عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ صَافِّيْنَ يَحْرُسُوْنَهَا ثُمَّ تَرْجُفُ الْمَدِيْنَةُ بِأَهْلِهَا ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ فَيُخْرِجُ اللهُ كُلَّ كَافِرٍ وَمُنَافِقٍ.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: کوئی بھی شہر نہیں مگر دجال عنقریب اسے پامال کرے گا؛ سوائے مکہ اور مدینہ کے۔ اس کے راستوں میں سے کوئی راستہ بھی ایسا نہیں ہوگا مگر اس پر صف بستہ فرشتے ہوں گے؛ جو اس کی حفاظت کریں گے۔ پھر مدینہ تین بار اپنے باشندوں سے لرزے گا تو اللہ تعالیٰ ہر کافر و منافق کو (جنگ کے لئے) نکالے گا۔

اطرافه: ٧١٢٤، ٧١٣٤، ٧٤٧٣.

١٨٨٢: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثًا طَوِيْلًا عَنِ الدَّجَّالِ فَكَانَ فِيْمَا حَدَّثَنَا بِهِ أَنْ قَالَ يَأْتِي الدَّجَّالُ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْهِ أَنْ يَدْخُلَ نِقَابَ الْمَدِيْنَةِ بَعْضَ السِّبَاخِ الَّتِي بِالْمَدِيْنَةِ فَيَخْرُجُ إِلَيْهِ يَوْمَئِذٍ رَجُلٌ هُوَ خَيْرُ النَّاسِ أَوْ مِنْ خَيْرِ النَّاسِ فَيَقُوْلُ أَشْهَدُ أَنَّكَ الدَّجَّالُ الَّذِي حَدَّثَنَا عَنْكَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثَهُ فَيَقُوْلُ الدَّجَّالُ أَرَأَيْتَ إِنْ قَتَلْتُ

١٨٨٢: یحيٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عقیل سے، عقیل نے ابن شہاب سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے مجھے خبر دی کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کی نسبت ہمیں ایک لمبی بات بتائی۔ اس میں یہ بھی فرمایا کہ دجال ایک شور زمین میں آئے گا جو مدینہ کی شور زمینوں میں سے ہوگی۔ جبکہ مدینہ کے دروازوں میں گھسنا اس پر حرام ہوگا۔ اس دن ایک شخص جو لوگوں میں سے نہایت نیک ہوگا، اس کی طرف نکلے گا۔ آپؐ نے خَيْرُ النَّاس فرمایا، یا مِنْ خَيْرِ النَّاس. تو وہ کہے گا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تو وہی دجال ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تیرے ہی متعلق بتایا تھا۔ دجال کہے گا: بتا تو سہی اگر میں اس شخص کو مار ڈالوں پھر اسے زندہ کردوں تو کیا تم اس امر میں شک کرو گے؟ لوگ کہیں

هَذَا ثُمَّ أَحْيَيْتُهُ هَلْ تَشُكُّوْنَ فِي الْأَمْرِ فَيَقُوْلُوْنَ لَا فَيَقْتُلُهُ ثُمَّ يُحْيِيْهِ فَيَقُوْلُ حِيْنَ يُحْيِيْهِ وَاللهِ مَا كُنْتُ قَطُّ أَشَدَّ بَصِيْرَةً مِنِّي الْيَوْمَ فَيَقُوْلُ الدَّجَّالُ أَقْتُلُهُ فَلَا أُسَلَّطُ عَلَيْهِ.

گے: نہیں۔ چنانچہ وہ اسے قتل کردے گا۔ پھر اس کو زندہ کرے گا تو وہ (نیک شخص) جب اسے دجال زندہ کردے گا، کہے گا: بخدا! میں کبھی (تیرے متعلق) اس سے بڑھ کر علیٰ بصیرت نہیں ہوا جتنا کہ آج۔ تو دجال دل میں کہے گا: میں اسے مارڈالوں مگر مجھے اس پر قدرت نہیں ہوگی۔

اطرافه: ۷۱۳۲۔

تشریح: لَا يَدْخُلُ الدَّجَّالُ الْمَدِيْنَةَ: مذکورہ بالا پیشگوئی کا تعلق ہمارے زمانہ سے ہے۔ جس میں دجالی طاقتیں اپنے زوروں پر ہیں۔ بیت اللہ، مدینہ منورہ اور بلادِ عربیہ اس عظیم الشان فتنہ کے نرغے میں ہیں جس کی بابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل از وقت آگاہ فرمایا ہے اور آسمانی تدبیریں بھی درپردہ کارفرما ہیں اور مستقبل ہی بتائے گا کہ یہ پیشگوئی کس شکل میں پوری ہوگی۔ اس سے قبل بھی فتنہ دجال کی بابت ایک پیشگوئی کا ذکر کتاب الاذان باب ۹۰ میں گذر چکا ہے؛ جہاں دانیال علیہ السلام کی اس پیشگوئی کا حوالہ دیا گیا ہے جو آخری ایام میں مکروہ چیز نصب کئے جانے اور ایک ہزار تین سو پینتیس روز تک انتظار کرنے سے تعلق رکھتی ہے۔ (دانیال باب ۱۲) فتنہ دجال کا مفصل ذکر اپنے موقع پر کتاب الفتن میں آئے گا۔

روایت نمبر ۱۸۸۲ میں یہ جو ذکر ہے کہ دجال ایک شخص کو مار کر دوبارہ اسے زندہ کرے گا اور اپنی غیر معمولی قدرت کا اظہار کرے گا۔ لیکن مومن اپنے ایمان و یقین میں ترقی کریں گے اور اس کی کرشمہ نمائی کا اُن پر کوئی اثر نہ ہوگا۔ فنونِ طب اور جراحی کے نئے تجربات میں عیسائی قوم کو غیر معمولی مہارت حاصل ہو چکی ہے۔ جس سے ایسے اشخاص میں جو بظاہر مردہ معلوم ہوتے ہیں؛ زندگی کی رَو بحال کر دی جاتی ہے۔ ان تجربوں سے موت کی سابقہ تعریف بدل چکی ہے۔ جسے کسی وقت مردہ سمجھا جاتا تھا، اس میں درحقیقت رمقِ حیات جسم کی گہرائیوں میں مخفی ہوتی ہے۔ اس حالت کو کمون (پوشیدگی) کہتے ہیں۔ جو حالتِ سکتہ وغیبوبت سے ماوراء حالت ہے۔ اَدویہ اور آلات کے ذریعہ ایسے مُردوں میں زندگی کی رَو دوبارہ چلا دی جاتی ہے۔ غرض مقتول کو دوبارہ زندہ کرنے کی علامت پوری ہوگئی ہے اور اس کے ساتھ یہ خبر بھی پوری ہوگئی: فَيَخْرُجُ اِلَيْهِ يَوْمَئِذٍ رَجُلٌ هُوَ خَيْرُ النَّاسِ. اس کے مصداق حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کی جماعت ہے۔ جو دجالی فتنہ انگیز کرشموں کو دیکھ کر کامل یقین رکھتے ہیں کہ عیسائی اقوام ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور سابقہ انبیاء کی محولہ بالا پیشگوئیوں کی مصداق ہیں۔

بَاب ۱۰ : اَلْمَدِيْنَةُ تَنْفِي الْخَبَثَ

مدینہ ردی شئے کو نکال دیتا ہے

۱۸۸۳ : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعَهُ عَلَى الْإِسْلَامِ فَجَاءَ مِنَ الْغَدِ مَحْمُوْمًا فَقَالَ أَقِلْنِي فَأَبَى ثَلَاثَ مِرَارٍ فَقَالَ الْمَدِيْنَةُ كَالْكِيْرِ تَنْفِي خَبَثَهَا وَيَنْصَعُ طَيِّبُهَا.

۱۸۸۳: عمرو بن عباس نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالرحمٰن نے ہمیں بتایا۔ سفیان (ثوری) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے محمد بن منکدر سے، ابن منکدر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک بدوی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اسلام پر آپؐ سے بیعت کی۔ دوسرے دن وہ آیا۔ اسے بخار تھا تو کہنے لگا: مجھے بیعت سے آزاد کردیں۔ آپؐ نے انکار کیا۔ تین بار ایسا ہی کہا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: مدینہ بھٹی کی طرح ہے جو اپنا میل کچیل نکال کر پھینک دیتی ہے۔ اس کا خالص مال کندن ہو جاتا ہے۔

اطرافه: ۷۲۰۹، ۷۲۱۱، ۷۲۱٦، ۷۳۲۲.

۱۸۸٤ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ لَمَّا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أُحُدٍ رَجَعَ نَاسٌ مِّنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَتْ فِرْقَةٌ نَقْتُلُهُمْ وَقَالَتْ فِرْقَةٌ لَا نَقْتُلُهُمْ فَنَزَلَتْ: فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ (النساء: ۸۹) وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى

۱۸۸۴: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عدی بن ثابت سے، عدی نے عبداللہ بن یزید سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم احد کی جنگ کے لئے نکلے تو آپؐ کے ساتھیوں میں سے کچھ لوگ لوٹ گئے تو ایک فریق نے کہا: ہم انہیں قتل کر دیں گے اور ایک فریق نے کہا کہ ہم انہیں قتل نہیں کریں گے تو یہ آیت اُتری۔ یعنی تمہیں کیا ہو گیا ہے تم

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهَا تَنْفِي الرِّجَالَ كَمَا تَنْفِي النَّارُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ.

منافقوں کے بارہ میں دو گروہ ہوگئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ (یعنی مدینہ ایسے) آدمیوں کو اس طرح دور کرتا ہے؛ جیسے آگ لوہے کا میل کچیل دور کرتی ہے۔

اطرافہ: ٤٠٥٠، ٤٥٨٩۔

تشریح: **اَلْمَدِيْنَةُ تَنْفِي الْخَبَثَ:** اس باب میں باب نمبر۲ کا مضمون دہرایا گیا ہے۔ دونوں ابواب کے ذیل میں جو روایتیں درج کی ہیں۔ ان میں بلحاظ الفاظ قدرے اختلاف ہے۔ لیکن مضمون ایک ہی ہے۔ امام ابن حجرؒ کے نزدیک اس باب میں لفظی صحت کی تحقیق مدنظر ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۱۲۶) اس کے علاوہ مفہوم کی وضاحت بھی روایت نمبر۱۸۸۳، ۱۸۸۴ کے ذریعہ سے کی گئی ہے۔ اوّل الذکر روایت میں ناقص افراد کی مثال دی گئی ہے کہ وہ مدینہ میں نہیں رہنے پائیں گے اور ثانی الذکر میں منافقوں کا انجام بتایا گیا ہے کہ وہ الگ کئے جائیں گے۔ جیسا کہ غزوہ احد میں ہوا۔ جس فریق نے مدینہ میں رہ کر لڑنے کا مشورہ دیا تھا۔ ان کا زعیم عبداللہ بن ابیّ بن سلول تھا۔ جب اسلامی لشکر مقام سواط پر پہنچا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام راستے کی طرف سے کوچ کرنے کی بجائے دیار بنی حارثہ کی جانب رُخ کر دیا اور یہ علاقہ دشوار گزار تھا۔ آپؐ اس نقل وحرکت سے دشمن کے عقب میں پہنچنا چاہتے تھے۔ منافقین آپؐ کی تدبیر جنگ نہ سمجھ سکے اور کہنے لگے۔ یہ تو موت کے منہ میں جانا ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن ابیّ بن سلول اپنے تین سو آدمیوں سمیت الگ ہوگیا اور مدینہ کی راہ لی۔ اس کا الگ ہونا ہی بہتر تھا۔ کیونکہ وہ درپردہ دشمن کے ساتھ تھا۔ صحابہ کرامؓ کو اس کی اس حرکت پر غصہ آیا۔ یہاں تک کہ بعض نے اسے قتل کرنے کی ٹھانی۔ مگر بعض نے یہ مشورہ دیا کہ اسے اپنے حال ہی پر رہنے دیا جائے۔ ایسے نازک موقع پر ایسا مشورہ درست تھا۔ آیت **فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِيْنَ فِئَتَيْنِ** (النساء: ۸۹) میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے کتاب المغازی تشریح باب ۱۷۔ چنانچہ حضرت زید بن ثابتؓ نے اس واقعہ پر آیت کی تطبیق کی ہے۔ مذکورہ بالا واقعہ سے سمجھا جاسکتا ہے کہ مدینہ نے کیونکر اچھے لوگوں سے ردّی لوگوں کو الگ کر دیا۔

بَاب

۱۸۸۵: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي سَمِعْتُ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

۱۸۸۵: عبداللہ بن محمد (مسندی) نے ہم سے بیان کیا کہ وہب بن جریر نے ہمیں بتایا۔ میرے باپ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) یونس سے میں نے سنا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے حضرت

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِيْنَةِ ضِعْفَيْ مَا جَعَلْتَ بِمَكَّةَ مِنَ الْبَرَكَةِ. تَابَعَهُ عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ عَنْ يُوْنُسَ.

انس رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: اے میرے اللہ! مدینہ میں دُگنی برکت دے، اس سے جو تو نے مکہ کو دی ہے۔ عثمان بن عمر نے بھی یونس سے انہی کی طرح بیان کیا۔

۱۸۸۶: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَنَظَرَ إِلَى جُدُرَاتِ الْمَدِيْنَةِ أَوْضَعَ رَاحِلَتَهُ وَإِنْ كَانَ عَلَى دَابَّةٍ حَرَّكَهَا مِنْ حُبِّهَا.

۱۸۸۶: قُتَیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ اسماعیل بن جعفر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حُمَید سے، حُمَید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر سے واپس آتے اور مدینہ کی دیواریں دیکھتے تو اپنی اونٹنی کو تیز چلاتے اور اگر کسی اور جانور پر ہوتے تو اسے بھی دوڑاتے؛ بوجہ مدینہ کی محبت کے۔

اطرافه: ۱۸۰۲۔

تشریح: یہ باب بغیر عنوان ہے جس میں دو روایتیں ہیں۔ ایک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا ذکر ہے اور دوسری میں مدینہ سے آپؐ کی محبت کا۔ یہ روایت نمبر ۱۸۰۲ میں ایک اور سند سے گزر چکی ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ کی رائے میں اس باب کا تعلق سابقہ ابواب کے مضمون سے ہے۔ اس لئے اس کا نیا عنوان قائم نہیں کیا گیا اور اس میں بتایا گیا ہے کہ آپؐ کی محبت اور دعا کی قبولیت کا نتیجہ تھا کہ مدینہ پاکیزہ اور اچھی حالت میں ہو گیا اور اسے عمدہ حالت میں رکھنے کی تاکید کی گئی۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۱۲۷) یہ حصہ مضمون خاص طور پر قابل توجہ ہے۔ اس تعلق میں باب نمبر ۲ و ۳ کی تشریح بھی دیکھئے۔

بَاب ۱۱: كَرَاهِيَةُ النَّبِيِّ ﷺ أَنْ تُعْرَى الْمَدِيْنَةُ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ کے کسی طرف بھی رخنہ دینے کو ناپسند کرنا

۱۸۸۷: حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيْلِ عَنْ أَنَسٍ

۱۸۸۷: (محمد) بن سلام (بیکندی) نے ہم سے بیان کیا کہ (مروان بن معاویہ) فزاری نے ہمیں خبر دی۔

رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ أَرَادَ بَنُو سَلِمَةَ أَنْ يَّتَحَوَّلُوْا إِلَى قُرْبِ الْمَسْجِدِ فَكَرِهَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُعْرَى الْمَدِيْنَةُ وَقَالَ يَا بَنِي سَلِمَةَ أَلَا تَحْتَسِبُوْنَ آثَارَكُمْ فَأَقَامُوْا.

اطرافه: ٦٥٥، ٦٥٦.

انہوں نے حمید طویل سے، حمید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ کہا: بنوسلمہ نے ارادہ کیا کہ اپنی جگہیں چھوڑ کر مدینہ کے قریب آ جائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند کیا کہ مدینہ کے کسی طرف جگہ خالی رہے اور فرمایا: اے بنی سلمہ! کیا تم اپنے قدموں کا ثواب نہیں چاہتے۔ پھر وہ وہیں ٹھہرے رہے۔

تشریح: **كَرَاهِيَةُ النَّبِيِّ ﷺ اَنْ تُعْرَى الْمَدِيْنَةُ:** باب نمبر ۴ میں مدینہ کی جغرافیائی شکل بیان کی جا چکی ہے۔ حرّہ میدان چھوٹی بڑی وادیوں سے گھرا ہوا ہے۔ جہاں مختلف قبائل کی بستیاں تھیں۔ احد کے دامن میں دو قبیلے تھے- بنوسلمہ اور بنو حارثہ۔ ہر ایک کا علاقہ دیار بنی سلمہ اور دیار بنی حارثہ کے نام سے مشہور تھا۔ بنوسلمہ نے چاہا کہ یثرب کی بستی کے قریب آ جائیں؛ تا نمازوں میں شریک ہونے کی آسانی ہو۔ مگر حفاظتی نقطہ نظر سے آنحضرت ﷺ نے ان کا اپنی بستیوں میں ہی رہنا پسند فرمایا۔ محل وقوع کے تعلق میں دیکھئے کتاب المغازی تشریح باب ۱۷۔

بَاب ۱۲

۱۸۸۸: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَّحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ حَفْصِ ابْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ وَمِنْبَرِيْ عَلَى حَوْضِيْ.

اطرافه: ١١٩٦، ٦٥٨٨، ٧٣٣٥.

۱۸۸۸: مسدد نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے یحيٰ سے، یحيٰ نے عبیداللہ بن عمر سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: خبیب بن عبدالرحمٰن نے مجھے بتایا کہ حفص بن عاصم سے مروی ہے۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ فرمایا: میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جو جگہ ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر حوض پر ہے۔

۱۸۸۹: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ

۱۸۸۹: عبید بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ ابواسامہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام سے،

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وُعِكَ أَبُو بَكْرٍ وَبِلَالٌ فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ إِذَا أَخَذَتْهُ الْحُمَّى يَقُوْلُ:

ہشام نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت بلالؓ کو بخار ہوگیا تو حضرت ابوبکرؓ جب ان کو بخار ہوتا تو یہ شعر پڑھتے:-

كُلُّ امْرِئٍ مُصَبَّحٌ فِي أَهْلِهِ
وَالْمَوْتُ أَدْنَى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ

ہر شخص جب اپنے گھر میں صبح کو اُٹھتا ہے تو اسے صباح الخیر کہا جاتا ہے؛ بحالیکہ موت اس کی جوتی کے تسمے سے نزدیک تر ہوتی ہے۔

وَكَانَ بِلَالٌ إِذَا أُقْلِعَ عَنْهُ الْحُمَّى يَرْفَعُ عَقِيْرَتَهُ يَقُوْلُ:

اور حضرت بلالؓ جب اُن کا بخار اُتر جاتا تو بلند آواز سے رو کر یہ شعر پڑھتے:-

أَلَا لَيْتَ شِعْرِيْ هَلْ أَبِيْتَنَّ لَيْلَةً
بِوَادٍ وَحَوْلِي إِذْخِرٌ وَجَلِيْلُ
وَهَلْ أَرِدَنْ يَوْمًا مِيَاهَ مَجَنَّةٍ
وَهَلْ يَبْدُوَنْ لِي شَامَةٌ وَطَفِيْلُ

کاش مجھے معلوم ہو! آیا میں کوئی رات وادی (مکہ) میں بسر کروں گا اور میرے ارد گرد اذخر اور جلیل (گھاس پات) ہوں اور کیا میں کسی دن مجنّہ پہنچ کر اس کا پانی پیوں گا اور کیا شامہ اور طفیل پہاڑ میرے سامنے ہوں گے؟

وَقَالَ اللّٰهُمَّ الْعَنْ شَيْبَةَ بْنَ رَبِيْعَةَ وَعُتْبَةَ ابْنَ رَبِيْعَةَ وَأُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ كَمَا أَخْرَجُوْنَا مِنْ أَرْضِنَا إِلَى أَرْضِ الْوَبَاءِ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِيْنَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا وَفِي مُدِّنَا وَصَحِّحْهَا لَنَا وَانْقُلْ حُمَّاهَا إِلَى الْجُحْفَةِ قَالَتْ

حضرت بلالؓ کہتے: اے اللہ! شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف پر لعنت ہو۔ کیونکہ انہوں نے ہمیں ہماری سرزمین سے وباء والی زمین کی طرف نکال دیا ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ اے اللہ! مدینہ کو ہمیں ایسا ہی پیارا بنا دے جیسا کہ ہمیں مکہ پیارا ہے یا اس سے بڑھ کر۔ اے اللہ! ہمارے صاع میں اور ہمارے مُدّ میں برکت دے اور مدینہ کو ہمارے لئے صحت بخش مقام

وَقَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ وَهِيَ أَوْبَأُ أَرْضِ اللهِ قَالَتْ فَكَانَ بُطْحَانُ يَجْرِيْ نَجْلًا تَعْنِي مَاءً آجِنًا.

بنا اور اس کے بخار کو جحفہ کی طرف منتقل کردے۔ (حضرت عائشہؓ) کہتی تھیں: ہم مدینہ آئے اور وہ اللہ کی زمین میں سب سے زیادہ وباء زدہ مقام تھا۔ انہوں نے کہا: بطحان نالے میں تھوڑا سا پانی بہتا تھا۔ وہ پانی بھی بدمزہ بودار۔

اطرافه: ٣٩٢٦، ٥٦٥٤، ٥٦٧٧، ٦٣٧٢۔

١٨٩٠: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي شَهَادَةً فِي سَبِيْلِكَ وَاجْعَلْ مَوْتِي فِي بَلَدِ رَسُوْلِكَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ ابْنُ زُرَيْعٍ عَنْ رَوْحِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أُمِّهِ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَتْ سَمِعْتُ عُمَرَ نَحْوَهُ. وَقَالَ هِشَامٌ عَنْ زَيْدٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ حَفْصَةَ سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ.

١٨٩٠: یحيٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے خالد بن یزید سے، خالد نے سعید بن ابی ہلال سے، سعید نے زید بن اسلم سے، زید نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: اے اللہ! مجھے اپنی راہ میں شہادت نصیب کر اور تیرے رسول کے شہر میں میری موت ہو۔ (زید) بن زُرَیع نے روح بن قاسم سے نقل کیا۔ انہوں نے زید بن اسلم سے، زید نے اپنی ماں سے، ان کی ماں نے حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمرؓ سے اسی طرح سنا۔ اور ہشام نے زید سے نقل کی۔ زید نے اپنے باپ سے، انہوں نے حضرت حفصہؓ سے روایت کی کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا۔

تشریح: باب نمبر١٢ کی تیسری روایت (نمبر١٨٩٠) میں حضرت عمرؓ کی دعا کا ذکر بطور مثال کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ بالا دعا مہاجرین کے حق میں پوری ہوئی۔ یعنی مدینہ منورہ سے وہ ویسے ہی محبت کرنے لگے جیسے کہ مکہ معظمہ سے۔ اس خاتمہ سے ظاہر ہے کہ ان تمام باتوں میں فقہاء کے اس اختلاف کا جواب مدنظر ہے جس کا ذکر ابتداء میں ہے۔ یعنی مسئلہ افضلیت۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

٣٠- كِتَابُ الصَّوْمِ

بَاب ١ : وُجُوْبُ صَوْمِ رَمَضَانَ

رمضان کے روزے واجب ہونا

وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿١٨٤﴾ (البقرة: ١٨٤)

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح اُن لوگوں پر فرض کئے گئے جو تم سے پہلے تھے تا کہ تم بچو۔

١٨٩١: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِي سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ أَنَّ أَعْرَابِيًّا جَاءَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَائِرَ الرَّأْسِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَخْبِرْنِي مَاذَا فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فَقَالَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ إِلَّا أَنْ تَطَّوَّعَ شَيْئًا فَقَالَ أَخْبِرْنِي بِمَا فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيَّ مِنَ الصِّيَامِ فَقَالَ شَهْرَ رَمَضَانَ إِلَّا أَنْ تَطَّوَّعَ شَيْئًا فَقَالَ أَخْبِرْنِي مَا فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيَّ مِنَ

١٨٩١: قتیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا کہ اسماعیل بن جعفر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوسہیل سے، ابوسہیل نے اپنے باپ سے، اُن کے باپ (مالک) نے حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ سے روایت کی کہ ایک بدوی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا؛ حالت یہ تھی کہ سر کے بال پراگندہ تھے۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ! آپؐ مجھے بتائیں اللہ نے نماز میں سے کیا کچھ مجھ پر فرض کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: پانچ نمازیں، سوائے اِس کے کہ تو خوش نفسی سے کچھ اور پڑھے تو اُس نے کہا: مجھے بتائیں روزوں سے اللہ نے مجھ پر جو فرض کیا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: رمضان کا مہینہ سوائے اِس کے کہ تو خوش نفسی سے کچھ اور روزے رکھے

الزَّكَاةِ فَقَالَ فَأَخْبَرَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرَائِعِ الْإِسْلَامِ قَالَ وَالَّذِي أَكْرَمَكَ بِالْحَقِّ لَا أَتَطَوَّعُ شَيْئًا وَلَا أَنْقُصُ مِمَّا فَرَضَ اللهُ عَلَيَّ شَيْئًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ أَوْ دَخَلَ الْجَنَّةَ إِنْ صَدَقَ.

اطرافہ: ٤٦، ٢٦٧٨، ٦٩٥٦۔

تو اُس نے کہا: مجھے بتائیں زکوٰۃ سے اللہ نے مجھ پر کیا فرض کیا ہے؟ (حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ) کہتے تھے: رسول اللہ ﷺ نے شریعت کے اَحکام اُس کو بتائے۔ اُس نے کہا: اُسی ذات کی قسم ہے جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ عزت بخشی، میں بطور نفل کچھ نہیں کروں گا اور نہ اِس سے کچھ کم کروں گا جو اللہ نے مجھ پر فرض کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بامراد ہوگیا اگر یہ سچا ہے یا (فرمایا:) جنت میں داخل ہوگیا اگر یہ سچا ہے۔

١٨٩٢: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ صَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَاشُوْرَاءَ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ تُرِكَ وَكَانَ عَبْدُ اللهِ لَا يَصُوْمُهُ إِلَّا أَنْ يُّوَافِقَ صَوْمَهُ.

اطرافہ: ٢٠٠٠، ٤٥٠١۔

۱۸۹۲: مسدد (بن مسرہد) نے ہم سے بیان کیا کہ اسماعیل (بن ابراہیم) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب سے، ایوب نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے عاشورہ کا روزہ رکھا اور اس روزے کو رکھنے کا ارشاد فرمایا۔ پس جب رمضان (کے روزے) فرض ہوئے تو وہ (روزہ) چھوڑ دیا گیا اور حضرت عبداللہؓ یہ روزہ نہیں رکھا کرتے تھے، سوائے اِس کے کہ وہ (دِن) اُن کے روزے (کے دِن) سے موافقت پالے۔

١٨٩٣: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِي حَبِيْبٍ أَنَّ عِرَاكَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُ أَنَّ عُرْوَةَ أَخْبَرَهُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ

۱۸۹۳: قتیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا کہ یزید بن ابی حبیب سے مروی ہے کہ عراک بن مالک نے اُن سے بیان کیا کہ عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہوئے

قُرَيْشًا كَانَتْ تَصُوْمُ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ ثُمَّ أَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصِيَامِهِ حَتَّى فُرِضَ رَمَضَانُ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَاءَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ.

اُنہیں خبر دی کہ قریش جاہلیت میں عاشورہ کے دِن روزہ رکھا کرتے تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ روزہ رکھنے کا حکم دیا، یہاں تک کہ رمضان (کے روزے) فرض ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو چاہے یہ روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔

اطرافہٗ: ۱۵۹۲، ۲۰۰۱، ۲۰۰۲، ۳۸۳۱، ۴۵۰۲، ۴۵۰۴۔

تشریح: **وُجُوْبُ صَوْمِ رَمَضَانَ:** صوم کے لغوی معنی ہیں: کسی کام سے رُکنا۔ صَامَتِ الرِّيْحُ ہوا تھم گئی۔ نیز کہتے ہیں: صَامَتِ الشَّمْسُ - اِذَا وَقَفَتْ فِيْ كَبِدِ السَّمَآءِ وَاَمْسَكَتْ عَنِ الْمَسِيْرِ سَاعَةَ الزَّوَالِ. سورج بوقت زوال چلنے سے بظاہر آسمان کے وسط میں رک گیا۔ اس مقام کو جہاں سورج عارضی طور پر ٹھہرا ہوا نظر آتا ہے مَصَام کہتے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں: جِئْتُهٗ وَالشَّمْسُ فِيْ مَصَامِهَا. میں اُس کے پاس اُس وقت آیا جب سورج اپنی قرارگاہ میں رُکا ہوا تھا۔ کھانے پینے سے رُک جانے کے معنوں میں نابغہ ذبیانی کا یہ مشہور شعر ہے:-

خَيْلٌ صِيَامٌ وَخَيْلٌ غَيْرُ صَائِمَةٍ تَحْتَ الْعَجَاجِ وَاُخْرٰى تَعْلُكُ اللُّجُمَا

یعنی جنگ کے غبار میں بعض گھوڑے چارے سے رُکے ہوئے ہیں اور بعض نہیں اور کچھ اور ہیں جو لگام چبا رہے ہیں۔ یعنی یلغار میں شامل ہونے کے لئے بے قرار ہیں۔ (اقرب الموارد- صوم)

کھانے پینے اور بولنے سے رُکنے کے معنوں میں حضرت مریم علیہا السلام کا یہ قول قرآنِ مجید میں وارد ہوا ہے کہ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا. (مریم:۲۷) یعنی میں نے رحمٰن کی خوشنودی کی خاطر روزہ کی منت مانی کہ میں کسی انسان سے کوئی بات نہ کروں گی۔ یعنی چپ کا روزہ اور اصلاحِ شریعت میں ایک معین وقت کے لئے کھانا پینا اور ازدوجی تعلقات اور بے ہودہ کلام سے پرہیز مراد ہے۔ روزہ کی مشروعیت اور اس کے وجوب کے بارہ میں سورۂ بقرہ آیت ۱۸۴ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ جس میں پہلے مطلق روزہ رکھنے کا ارشاد ہے۔ ماہِ رمضان کی تخصیص مابعد کی آیات میں ہے۔

الفاظ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ سے ظاہر ہے کہ روزہ پہلی امتوں پر بھی بطور شرعی حکم فرض کیا گیا تھا۔ اس کے ثبوت میں جہاں صحفِ سماویہ شاہد ہیں۔ قدیم ترین اقوامِ عالم میں روزے کا کسی نہ کسی شکل میں پائے جانے کا پتہ بھی چلتا ہے۔ اگرچہ اُن میں ایسا روزہ بھی پایا جاتا ہے جو محض طبعی ہے۔ جس سے حیوانات بھی خالی نہیں۔ جو کسی عارضی سبب یعنی سدھانے یا جنگ میں مشغول ہونے یا کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے وقتی طور پر کھانا پینا خود چھوڑ دیتے ہیں یا چھڑوا

دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اطباء بھی بعض اوقات بیماری میں ترکِ غذا کا مشورہ دیتے ہیں۔ یہ فعل طبعی ہے۔ احکامِ شریعت کی بنیاد بھی درحقیقت طبعی حالات پر مبنی ہے۔ اس تعلق میں اسلامی اصول کی فلاسفی ۔سوال اوّل کا جواب، روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۱۹، ۳۲۳ تا ۳۳۱ دیکھئے۔ قرآنِ مجید میں الفاظ کَمَا كُتِبَ سے اِس طرف اِشارہ فرمایا ہے کہ مسلمانوں پر اس قسم کے روزے فرض کئے گئے ہیں جن کا تعلق شریعت سے ہے۔ اسلام سے قبل اہل کتاب یہود و نصاریٰ وغیرہ کے مذہب میں روزے رکھنے کی ہدایات موجود ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی مصیبت قحط یا وبا وغیرہ میں روزے بطور کفارۂ گناہ وبغرضِ نجات رکھے جاتے تھے۔ یہودیوں میں صرف ایک روزہ فرض تھا یعنی عاشورہ کا۔ جیسا کہ آگے ذکر آئے گا۔ پہلی روایت میں دو قسم کے روزوں کا ذکر ہے؛ فرض اور نفل۔ دوسری روایت میں بتایا گیا ہے کہ مشار الیہ حکم نازل ہونے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ عاشورہ کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ فقہاء نے اس روزے کے متعلق اختلاف کیا ہے کہ وہ بطور فرض رکھا جاتا تھا یا نفل۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک چونکہ لفظ اَمر وارد ہوا ہے، اس لئے یہ روزہ فرض تھا۔ شوافع نے حضرت معاویہؓ کی مرفوع حدیث (نمبر ۲۰۰۳) سے استدلال کیا ہے کہ رمضان کے روزوں سے قبل کوئی روزہ بطور فرض واجب العمل نہ تھا اور اُن کے خلاف حضرت ربیع بنت معوّذؓ کی روایت (نمبر ۱۹۶۰) سے یہ دلیل دی گئی ہے کہ ان کے الفاظ میں صراحت ہے کہ رمضان کا حکم نازل ہونے کے بعد عاشورہ کا روزہ بلحاظِ فرض منسوخ ہو گیا اور نفلی روزہ رہ گیا جو چاہے رکھے جو چاہے نہ رکھے۔ اس باب کی تیسری روایت (نمبر ۱۸۹۳) سے بھی اِسی امر کی تائید ہوتی ہے۔ دراصل سچائی دونوں باتوں کے بین بین ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ حسنہ سے واضح ہوتا ہے کہ جب تک کوئی نیا حکم نازل نہ ہوتا؛ سابقہ شریعت کے مطابق عمل فرماتے تھے۔ جیسا کہ تحویل قبلہ سے پہلے آپؐ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے۔ حکم شریعت نازل ہونے پر بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے لگے۔ اسلامی شریعت نے مرد اور عورت دونوں پر روزہ واجب کیا ہے؛ برخلاف موسوی شریعت کے کہ اس میں عورت اِس بات کی پابند ہے کہ وہ خاوند کی اِجازت کے بغیر روزہ نہیں رکھ سکتی اور اگر وہ ایسا کرے اور اُس کا خاوند روزہ چھوڑنے کا حکم دے تو اُس کا فرض ہوگا کہ وہ چھوڑ دے۔ (گنتی باب ۳۰)

آیا عربوں میں عاشورہ کا روزہ پورے اہتمام سے رکھا جاتا تھا؟ آرامی اور عبرانی زبانوں میں لفظ اسوء (عاشورہ) کے معنے دسویں دن کے ہیں۔ (احبار باب ۱۶ آیت ۲۹) یہ دن بھی سبت قرار دیا گیا ہے اور یہودی جنتری کی رُو سے جس کی ابتداء ساتویں مہینہ سے ہوتی ہے۔ اِس کی دسویں تاریخ کو روزہ رکھنا اور عبادت میں سارا دن گذارنا، کفارہ اور تزکیہ نفس کی غرض سے لازمی اور بطور ایک دائمی قانون ہے۔ یہود کا یہ اعتقاد ہے کہ اِس دِن حضرت موسیٰؑ کو دس احکامِ شریعت دیئے گئے تھے۔ اس وجہ سے اُن کے ہاں اِس دِن کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس دِن دیسی اور پردیسی دونوں کے لئے روزہ رکھنا ضروری ہے۔ سورۂ اعراف آیت نمبر ۱۴۳ میں تیس اور دس کل چالیس دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے طُور پر چلہ کشی کرنے کا ذکر آتا ہے۔ اس تعلق میں خروج باب ۳۴ آیت ۲۸ بھی دیکھئے۔ ان ابواب میں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام طُور پر

چالیس دن رہے۔ نہ روٹی کھائی اور نہ پانی پیا اور اُس نے اس عہد کی باتوں یعنی دس احکام کو لکھا۔ (استثناء باب ۹ آیت ۹ تا ۱۱) چنانچہ یہود میں یہ روزے بطور نفل رکھے جاتے ہیں اور چالیسواں دِن یہی عاشورہ کا وہ دن ہے جو خاص اہتمام سے منایا جاتا ہے۔ عہد نامہ قدیم کی کتاب خروج سے ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کو ماہِ ابیب میں بھی سات روزے رکھنے کا حکم تھا اور یہ وہ مہینہ تھا جس میں بنی اسرائیل کو فرعونِ مصر سے نجات دِلوائی گئی تھی۔ (خروج باب ۳۴ آیت ۱۸) ان روزوں میں اور سبت کے روزے میں کھانے پینے کی پابندی محدود تھی۔ یعنی خمیری روٹی یا آگ پر پکی ہوئی اشیاء سے پرہیز کیا جاتا تھا۔ عیسائیوں میں بھی روزے رکھے جاتے تھے۔ خود حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی روزہ رکھا اور اپنے شاگردوں کو بھی تاکید فرمائی۔ (متی باب ۶ آیت ۱۶، ۱۷) روایت نمبر ۱۸۹۳ سے ظاہر ہے کہ زمانہ جاہلیت میں قریش بھی عاشورہ کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ جو غالباً یہودیوں کی تقلید تھی۔

علامہ عینیؒ نے عنوانِ باب کے دو حصوں کی طرف توجہ دِلائی ہے۔ ایک حصے کا تعلق رمضان کے روزوں کے وجوب سے ہے اور دوسرے حصے کا تعلق مطلق روزے سے ہے۔ اور انہوں نے كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ (البقرۃ: ۱۸۴) سے یہ استدلال کیا ہے کہ رمضان کے روزے یہودیوں اور عیسائیوں پر بھی فرض تھے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۰ صفحہ ۲۵۴) مگر یہ استدلال درست نہیں بلکہ ماہِ رمضان کے روزوں کی فرضیت مع معلومہ شرائط صرف اسلام ہی سے مخصوص ہے۔ دیگر مذاہب میں بعض دِن روزے کے لئے مخصوص کئے گئے ہیں۔ مثلاً برہمن ہندی ماہ کی گیارھویں اور بارہویں تاریخ کو اکاوش کا روزہ رکھتے تھے۔ ہندو جوگیوں کی چلہ کشی کا رواج اب تک ہے۔ قدیم ترین مصریوں اور یونانیوں میں بھی روزہ رکھا جاتا تھا۔ اس ناقابل انکار صداقت کے باوجود کہ مختلف قوموں میں روزہ قدیم ایام سے کسی نہ کسی شکل میں چلا آتا ہے، وہ پابندیاں نہ تھیں جو شریعت اسلامیہ نے لگائیں اور نہ اس کے لئے اِن قوموں میں کوئی خاص مہینہ مقرر کیا گیا تھا۔ اسلام نے جہاں روزوں کے لئے رمضان کا مہینہ مقرر کیا وہاں نفلی روزے علی الاطلاق رکھنے کی بھی ہدایت کی۔ کتاب الصوم میں دونوں قسم کے روزوں کا ذکر آئے گا اور اسی لئے شروع میں امام بخاریؒ نے پہلے باب کے عنوان میں دونوں قسم کے روزوں کی طرف اِشارہ کیا ہے۔ ایک قسم روزے کی فرض ہے اور دوسری قسم وجوب مندوب یعنی ایسے روزے جن کی ترغیب دی گئی۔

بَاب ۲ : فَضْلُ الصَّوْمِ

روزے کی فضیلت

۱۸۹٤ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ	۱۸۹۴: عبداللہ بن مسلمہ (قعنبی) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے ابوالزناد سے، ابوالزناد نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہ

رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصِّيَامُ جُنَّةٌ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَجْهَلْ وَإِنِ امْرُؤٌ قَاتَلَهُ أَوْ شَاتَمَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي صَائِمٌ مَرَّتَيْنِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِّيحِ الْمِسْكِ يَتْرُكُ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ وَشَهْوَتَهُ مِنْ أَجْلِي الصِّيَامُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا.

رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزے ڈھال ہیں۔ سو کوئی شخص فحش بات نہ کرے اور نہ جہالت کی بات، اور اگر کوئی آدمی اُس سے لڑے یا گالی دے تو چاہیے کہ اُس سے دو بار کہے کہ میں روزہ دار ہوں۔ اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ تعالیٰ کو مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) کہ وہ اپنا کھانا اور اپنا پینا اور اپنی شہوت میری خاطر چھوڑ دیتا ہے۔ روزے میرے لئے ہیں اور میں ہی اُس کا بدلہ ہوں اور نیکی کا بدلہ دس گنا ہے۔

اطرافہ: ١٩٠٤، ٥٩٢٧، ٧٤٩٢، ٧٥٣٨۔

تشریح: **فَضْلُ الصَّوْمِ:** روزہ تورات میں بغرض کفارۂ گناہ دائمی قانون کے طور پر جاری کیا گیا تھا (احبار ١٦: ٣٤) مگر اسلام میں روزہ بمنطوق آیت لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ جہاں گناہوں سے محفوظ رہنے کے لئے ڈھال ہے؛ وہاں اس کی علت غائی اس ابتدائی غرض سے بہت بلند و بالاتر بتائی گئی ہے جو اس جزا سے ظاہر ہے جس کے الفاظ ہیں کہ اَنَا اَجْزِیْ بِہٖ. یعنی میں اُس کا بدلہ ہوں گا۔ یعنی وصالِ الٰہی کا حاصل ہونا جس میں روزہ دار خدا تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔ ایسا محبوب کہ اُس کے منہ کی بو مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پیاری ہے۔ ظاہر ہے کہ محبت و عشق میں یہ وہ انتہائی مقام ہے جس میں نفرت اور ناپسندیدگی کا احساس باقی نہیں رہتا بلکہ سراسر محبت میں بدل جاتا ہے۔ (دیکھئے روایت نمبر ١٨٩٤)

بَاب ٣: اَلصَّوْمُ كَفَّارَةٌ

روزہ گناہوں کا کفارہ ہے

١٨٩٥: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا جَامِعٌ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مَنْ يَّحْفَظُ حَدِيْثًا عَنِ النَّبِيِّ

١٨٩٥: علی بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عُیینہ) نے ہمیں بتایا۔ جامع (بن ابی راشد) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ابووائل سے، ابووائل نے حضرت حذیفہؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتْنَةِ قَالَ حُذَيْفَةُ أَنَا سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَجَارِهِ تُكَفِّرُهَا الصَّلَاةُ وَالصِّيَامُ وَالصَّدَقَةُ قَالَ لَيْسَ أَسْأَلُ عَنْ ذِهِ إِنَّمَا أَسْأَلُ عَنِ الَّتِي تَمُوْجُ كَمَا يَمُوْجُ الْبَحْرُ قَالَ وَإِنَّ دُوْنَ ذٰلِكَ بَابًا مُغْلَقًا قَالَ فَيُفْتَحُ أَوْ يُكْسَرُ قَالَ يُكْسَرُ قَالَ ذَاكَ أَجْدَرُ أَنْ لَّا يُغْلَقَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَقُلْنَا لِمَسْرُوْقٍ سَلْهُ أَكَانَ عُمَرُ يَعْلَمُ مَنِ الْبَابُ فَسَأَلَهُ فَقَالَ نَعَمْ كَمَا يَعْلَمُ أَنَّ دُوْنَ غَدٍ اللَّيْلَةَ.

نے پوچھا: فتنہ کی بابت نبی ﷺ سے کسی کو حدیث یاد ہے؟ حضرت حذیفہؓ نے کہا: میں نے آپؐ سے سنا۔ فرماتے تھے: آدمی کو جو فتنہ اُس کے بال بچوں اور اُس کے مال اور اُس کے ہمسایہ کی وجہ سے لاحق ہوتا ہے؛ نماز، روزے اور صدقہ اُس کا کفارہ ہوتے ہیں۔ (حضرت عمرؓ نے) کہا: اس کی نسبت میں نہیں پوچھتا بلکہ میں تو اُس (فتنہ) سے متعلق پوچھتا ہوں جو سمندر کی موجوں کی مانند اُمڈ کر آئے گا۔ (حضرت حذیفہؓ نے) کہا اور اُس کے ورے ایک بند دروازہ ہے تو انہوں نے پوچھا: کیا وہ کھولا جائے گا یا توڑا جائے گا؟ (حضرت حذیفہؓ نے) کہا: توڑا جائے گا۔ تو انہوں نے کہا: یہ دروازہ توڑا گیا تو قیامت تک بند نہیں ہوگا۔ ہم نے مسروق سے کہا: (حضرت حذیفہؓ) سے پوچھو: کیا حضرت عمرؓ اس دروازے کو جانتے تھے؟ تو انہوں نے حضرت حذیفہؓ سے پوچھا: حضرت حذیفہؓ نے کہا: ہاں ایسا ہی جیسا یہ جانتے تھے کہ دِن کے بعد رات آئے گی۔

اطرافہ: ۵۲۵، ۱۴۳۵، ۳۵۸۶، ۷۰۹۶۔

تشریح: اَلصَّوْمُ كَفَّارَةٌ: کفارے کا مفہوم جو اسلام نے پیش کیا ہے بہت وسیع ہے۔ سابقہ باب کی روایت میں روزہ کو ڈھال قرار دے کر بتایا گیا ہے کہ انسان کے اعمال پر اِس کا اثر تین قسم کا ہے: خدا کا تعلق، ضبطِ نفس خصوصاً شہوات جنسی سے، وَلَا يَجْهَلْ جہالت کا تعلق ہر ناشائستہ بات سے ہے۔ اِنْ قَاتَلَهٗ اَوْ شَاتَمَهٗ کا تعلق زبان سے ہے۔ باب نمبر ۳ کی روایت میں صلوٰۃ صوم اور صدقہ کے احکام کی بجا آوری بطور کفارہ بتائی گئی ہے۔ یہ عبادتیں مذکورہ بالا تینوں قسم کے اعمال پر اثر انداز ہیں۔ دیکھنا چاہیے کہ اسلامی تصور کفارہ کا فرق ظاہر ہے۔

بَاب ٤ : اَلرَّيَّانُ لِلصَّائِمِيْنَ

ریان روزہ داروں کے لئے مقدر ہے

۱۸۹۶: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنِي

۱۸۹۶: خالد بن مخلد نے ہم سے بیان کیا کہ سلیمان بن بلال نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: ابوحازم نے

أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ يُقَالُ أَيْنَ الصَّائِمُوْنَ فَيَقُوْمُوْنَ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ فَإِذَا دَخَلُوْا أُغْلِقَ فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ أَحَدٌ.

اطرافہ: ۳۲۵۷۔

مجھے بتایا۔ انہوں نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے، حضرت سہلؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: جنت میں بھی ایک دروازہ ہے۔ جس کو ریان کہتے ہیں۔ قیامت کے دِن روزہ دار اُس سے داخل ہوں گے۔ اُن کے سوا کوئی اُس سے داخل نہیں ہوگا۔ پوچھا جائے گا: روزہ دار کہاں ہیں؟ تو وہ کھڑے ہو جائیں گے۔ اُن کے سوا کوئی اُس سے داخل نہیں ہوگا۔ پس جب وہ داخل ہو جائیں گے تو وہ بند کر دیا جائے گا تو پھر کوئی بھی اُس سے داخل نہ ہوگا۔

۱۸۹۷ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنِي مَعْنٌ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ نُوْدِيَ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ يَا عَبْدَ اللّٰهِ هَذَا خَيْرٌ فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّلَاةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلَاةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الرَّيَّانِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ فَقَالَ

۱۸۹۷: ابراہیم بن منذر نے ہم سے بیان کیا، کہا: معن (بن عیسیٰ) نے مجھے بتایا، کہا: مالک نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے حُمَید بن عبدالرحمٰن سے، حُمَید نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ کی راہ میں جوڑا خرچ کیا؛ جنت کے دروازوں سے اُسے آواز دی جائے گی۔ اے اللہ کے بندے! یہ (دروازہ) اچھا ہے۔ سو جو نماز پڑھنے والوں میں سے ہوگا، وہ نماز کے دروازہ سے بلایا جائے گا۔ جو جہاد کرنے والوں میں سے ہوگا، وہ جہاد کے دروازہ سے بلایا جائے گا۔ جو روزہ داروں میں سے ہوگا، اُسے ریان دروازہ سے بلایا جائے گا۔ جو صدقہ دینے والوں میں سے ہوگا، اُسے صدقہ کے

أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا عَلَى مَنْ دُعِيَ مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ مِنْ ضَرُوْرَةٍ فَهَلْ يُدْعَى أَحَدٌ مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ كُلِّهَا قَالَ نَعَمْ وَأَرْجُوْ أَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ.

دروازہ سے بلایا جائے گا۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (یہ سن کر) کہا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان جو اِن دروازوں میں سے بلایا گیا تو اُسے کوئی ضرورت نہیں رہے گی۔ (حضور فرمائیں:) کیا کوئی ایسا بھی ہے جسے اِن سب دروازوں میں سے بلایا جائے گا؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ اور میں اُمید رکھتا ہوں کہ آپؓ بھی انہیں میں سے ہوں گے۔

اطرافہ: ۲۸۴۱، ۳۲۱۶، ۳۶۶۶۔

تشریح: **اَلرَّيَّانُ لِلصَّآئِمِيْنَ:** صحف عہد قدیم پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ موسوی شریعت میں بھی یہ اَمر مسلم ہے کہ اعمال کی جزا قانونِ مماثلت پر مبنی ہے۔ جیسے قرآنِ مجید میں فرماتا ہے: وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا (البقرۃ:۲۶) کہ دنیا و آخرت میں انہیں جو بدلہ دیا جائے گا وہ اعمال کے مشابہ ہوگا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے (اسلامی اصول کی فلاسفی۔ دوسرا سوال "موت کے بعد انسان کی کیا حالت ہوتی ہے" روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۹۶ تا ۴۰۰) اس صورت میں روزہ دار کا بدلہ ہر نعمت سے سیری کی صورت میں ہوگا کیونکہ اُس نے اپنا کھانا اور پینا اور اپنی شہوات رضائے الٰہی کے لئے ترک کردیں۔ اس تعلق میں روایت نمبر ۱۸۹۴ بھی دیکھئے۔ یہی مفہوم ہے باب ریان سے جنت میں داخل ہونے کا۔ ریان صفت مشبہ ہے رَیَّ سے؛ جس کے معنی ہیں: سیر ہونا۔ (لسان العرب-روي)

مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَيْنِ: زَوْجَيْن سے ہر نوع کا جوڑا مراد ہے۔ اس روایت کے تعلق میں کتاب الجهاد باب فضل النفقة فی سبیل الله، روایت نمبر ۲۸۴۱ دیکھئے۔

بَاب ۵: هَلْ يُقَالُ رَمَضَانُ أَوْ شَهْرُ رَمَضَانَ وَمَنْ رَأَى كُلَّهُ وَاسِعًا

رمضان کہا جائے یا ماہِ رمضان کہا جائے اور جو سمجھے کہ ان میں سے اِس بات میں آزادی ہے

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَقَالَ لَا تَقَدَّمُوْا رَمَضَانَ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے رمضان کے روزے رکھے اور فرمایا کہ رمضان سے پہلے روزہ نہ رکھو۔

۱۸۹۸: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِي سُهَيْلٍ عَنْ

۱۸۹۸: قُتَیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ اسماعیل بن جعفر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوسُہَیل (نافع بن مالک)

أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ.

اطرافہ: ۱۸۹۹، ۳۲۷۷۔

سے، ابوسہیل نے اپنے باپ سے، اُن کے باپ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

۱۸۹۹: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي أَنَسٍ مَوْلَى التَّيْمِيِّيْنَ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ فُتِحَتْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِيْنُ.

اطرافہ: ۱۸۹۸، ۳۲۷۷۔

۱۸۹۹: یحيٰ بن بکیر نے مجھ سے بیان کیا، کہا: لیث نے مجھے بتایا۔ انہوں نے عُقَیل سے، عُقَیل نے ابن شہاب سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: مجھے (ابوسُہَیل) ابن ابی انس نے خبر دی اور وہ تیمیین کے آزاد کردہ غلام تھے کہ اُن کے باپ نے اُن سے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رمضان کا مہینہ آجاتا ہے تو آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور شیاطین زنجیروں میں جکڑ دیئے جاتے ہیں۔

{بَاب: رُؤْيَةُ الْهِلَالِ☆}

{☆چاند دیکھنا}

۱۹۰۰: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ

۱۹۰۰: یحيٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا، کہا: لیث نے مجھے بتایا۔ انہوں نے عقیل سے، عقیل نے ابن شہاب سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: سالم نے مجھے خبر دی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے رسول اللہ

☆ یہ باب فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ حاشیہ صفحہ ۱۴۵)

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِذَا رَأَيْتُمُوْهُ فَصُوْمُوْا وَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُ فَأَفْطِرُوْا فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوْا لَهُ وَقَالَ غَيْرُهُ عَنِ اللَّيْثِ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ وَيُوْنُسُ لِهِلَالِ رَمَضَانَ.

ﷺ سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: جب تم اسے (چاند) دیکھو تو روزہ رکھو اور جب تم اسے دیکھو روزہ چھوڑ دو۔ اگر تمہیں اَبر کی وجہ سے نظر نہ آئے تو پھر تم اُس کے لئے اندازہ کرلو۔ اور یحیٰ کے سِوا اور لوگوں نے لیث سے یوں نقل کیا: مجھ سے عُقَیل اور یونس نے بیان کیا، (کہا:) رمضان کے چاند کا اندازہ کرلو۔

اطرافہ: ۱۹۰۶، ۱۹۰۷، ۱۹۰۸، ۱۹۱۳، ۵۳۰۲۔

تشریح: **هَلْ يُقَالُ رَمَضَانُ اَوْ شَهْرُ رَمَضَانَ:** علامہ ابن حجرؒ کا خیال ہے کہ ابومعشر نجیح کی کمزور روایت ردّ کرنے کی غرض سے یہ باب قائم کیا گیا ہے۔ جس میں یہ ذکر آتا ہے کہ چونکہ رمضان اسمائے الٰہی میں سے ہے، اس لئے رمضان نہ کہا کرو بلکہ ماہِ رمضان کہا جائے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۱۴۶) علامہ عینیؒ نے بھی عطاءؒ اور مجاہدؒ سے متعلق روایات نقل کی ہیں۔ وہ دونوں صرف رمضان کہنا ناپسند کرتے تھے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ ۲۶۵) اس باب کی تینوں روایتوں سے ظاہر ہے کہ ماہِ رمضان کا نام لیا جائے یا نام نہ لیا جائے؛ ہر طرح جائز ہے۔

وَقَالَ غَيْرُهُ عَنِ اللَّيْثِ: غیر سے ابوصالح عبداللہ بن صالح مراد ہیں جو لیث کے کاتب تھے۔ اُن کی روایت کے یہ الفاظ ہیں: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ لِهِلَالِ رَمَضَانَ اِذَا رَاَيْتُمُوْهُ فَصُوْمُوْا (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۱۴۸) یعنی جب تم رمضان کا چاند دیکھو تو روزے رکھو۔ امام بخاریؒ نے بھی کسی قدر لفظی اختلاف کے ساتھ یہ حدیث نقل کی ہے۔ دیکھئے باب نمبر ۱۱۔

رمضان **رَمَضَ** سے بر وزنِ فعلان ہے۔ علامہ عینیؒ نے اس لفظ کی تشریح میں بتایا ہے کہ یہ اسم علم نہیں بلکہ صفت ہے۔ قدیم زبانوں سے عربوں نے مہینوں کے جو نام نقل کئے ہیں اُن میں یہ نام نہ تھا بلکہ اس مہینے کا نام ناتق تھا۔ اس سے قبل جو شعبان کا مہینہ ہے، اُس کا نام عاذل تھا۔ اَلْاَرْضُ رَمِضَةٌ یعنی گرم زمین۔ اِرْتَمَضَ الرَّجُلُ مِنْ كَذَا اَیِ اشْتَدَّ عَلَيْهِ اَوْ أَقْلَقَهُ۔ یعنی وہ گھبرائے ہوئے آیا۔ چونکہ روزے میں بھوک اور پیاس کی وجہ سے انسان گرمی کی شدت اور بےقراری محسوس کرتا ہے۔ اس لئے اس مہینے کا نام رمضان رکھا گیا۔ اسی طرح کہتے ہیں: رَمَضْتُ فِي الْمَكَانِ اَیِ احْتَبَسْتُ کہ میں اُس جگہ رُک کر ٹھہر گیا؛ جیسا کہ اعتکاف میں انسان گوشہ نشین ہو جاتا ہے۔

(عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ ۲۶۵، ۲۶۶) (لسان العرب - رمض)

روایت نمبر ۱۸۹۹ صحاحِ ستہ کی بعض کتابوں میں بایں الفاظ وارد ہوئی ہے جو بصورتِ اِستعارہ و مجاز ہیں:

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا كَانَ اَوَّلُ لَيْلَةٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّيَاطِيْنُ وَمَرَدَةُ الْجِنِّ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ يُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ وَفُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ

وَيُنَادِئ مُنَادٍ يَابَاغِيَ الْخَيْرِ اَقْبِلْ وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ اَقْصِرْ وَلِلّٰهِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ وَذٰلِكَ كُلُّ لَيْلَةٍ. یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رمضان کے مہینہ کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جکڑ دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ پھر اُس کا کوئی دروازہ نہیں کھولا جاتا اور جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور اُس کا کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا۔ اور ایک پکارنے والا پکارتا ہے: اے خیر کے طالب! آگے بڑھ۔ اور اے بدی کے طالب! لوٹ جا۔ اور اللہ کی خاطر بہت سے لوگ آگ سے آزاد کیے جاتے ہیں اور ایسا ہر رات ہوتا ہے۔ (ترمذی، کتاب الصوم، باب ماجاء فی فضل شهر رمضان)
(ابن ماجه، کتاب الصيام، باب ماجاء فی فضل شهر رمضان)

رمضان کی آمد سے نیکی کے بواعث حرکت میں آتے ہیں اور بدی کے محرکات کم ہوجاتے ہیں۔ رمضان کی برکت سے کئی لوگ آزاد ہوجاتے ہیں۔ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ کا یہی مفہوم ہے کہ روزے کی غرض وغایت تقویٰ یعنی گناہ سے بچنا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس روایت کی سنداُن کے معیار کے مطابق نہیں۔ اس لئے یہ نظر انداز کی گئی ہے۔

بَاب ٦ : مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَّ احْتِسَابًا وَّنِيَّةً

جوشخص رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ ثواب کی اُمید سے نیت کر کے رکھے؛ اُس کا ثواب

وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبْعَثُوْنَ عَلَى نِيَّاتِهِمْ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ لوگ اپنی نیتوں کے موافق اُٹھائے جائیں گے۔

١٩٠١ : حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

۱۹۰۱: مسلم بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا۔ ہشام (دستوائی) نے ہمیں بتایا۔ یحيٰ (بن ابی کثیر) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ابوسلمہ سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: جو کوئی لیلۃ القدر میں ایمان رکھ کر ثواب کی نیت سے عبادت میں کھڑا ہو؛ اُس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور جو کوئی رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے رکھے گا، اُس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

اطرافهٗ: ٣٥، ٣٧، ٣٨، ٢٠٠٨، ٢٠٠٩، ٢٠١٤.

بَاب۷: أَجْوَدُ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ فِي رَمَضَانَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ جوسخاوت کرتے تو رمضان میں کرتے

۱۹۰۲: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُوْنُ فِي رَمَضَانَ حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ وَكَانَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَلْقَاهُ كُلَّ لَيْلَةٍ فِي رَمَضَانَ حَتَّى يَنْسَلِخَ يَعْرِضُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْآنَ فَإِذَا لَقِيَهُ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ.

۱۹۰۲: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ ابراہیم بن سعد نے ہمیں بتایا۔ ابن شہاب نے ہمیں خبر دی۔ عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نیکی میں سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور رمضان میں بہت ہی سخاوت کرتے تھے۔ جب حضرت جبرائیلؑ آپؐ سے ملتے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام رمضان کی ہر رات آپؐ سے ملاقات کرتے تھے، یہاں تک کہ (رمضان) گزر جاتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کا دَور کرتے۔ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام آپؐ سے ملتے تو آپؐ نیکی میں تیز چلنے والی ہوا سے بھی زیادہ سخی ہوتے۔

اطرافه: ٦، ٣٢٢٠، ٣٥٥٤، ٤٩٩٧۔

تشریح: **أَجْوَدُ مَاكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ:** رمضان میں بحالت روزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے اس کی غرض وغایت واضح ہو جاتی ہے۔ یعنی روزے سے نفس بشری کی اَخلاقی اصلاح اور روحانی وقلبی ماہیت مقصود بالذات ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ فطرت کا خمیر سراسر نیکی سے اُٹھایا گیا تھا اور نیکی ہی آپؐ کے تمام اعمال میں غالب تھی اور رمضان میں آپؐ کی یہ پاکیزہ حالت زیادہ نمایاں نظر آجاتی۔ اس تعلق میں تشریح روایت نمبر ۶ بھی دیکھئے۔

سابقہ ابواب نمبر ۲ و ۶ کے مضمون پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا ضبطِ نفس، شائستگی، سلامت رَوِی اور حسن سلوک صرف رمضان کے ساتھ ہی مخصوص ہے یا اس کی پابندی ہمیشہ لازم ہے۔ اس سوال کا جواب اس باب میں دیا گیا ہے کہ بحالت روزہ ان باتوں کا خاص طور پر اہتمام کیا جائے۔ چنانچہ اگلا باب بھی اسی تعلق میں قائم کیا گیا ہے۔

بَاب ۸: مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ فِي الصَّوْمِ

روزہ میں جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا جو نہ چھوڑے

۱۹۰۳ : حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَّدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ.

۱۹۰۳: آدم بن ابی ایاس نے ہم سے بیان کیا کہ ابن ابی ذئب نے ہمیں بتایا۔ سعید مقبری نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، اُن کے باپ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ کو کوئی حاجت نہیں کہ ایسا شخص کھانا اور پینا چھوڑ دے۔

اطرافہ: ۶۰۵۷۔

تشریح: **مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فِي الصَّوْمِ:** رمضان کے روزوں سے جس قسم کا نیک ماحول پیدا ہوتا ہے اور نیکی کے محرکات جو اس وقت جمع ہو جاتے ہیں۔ اگر اُن سے بھی کسی شخص کے اندر نیک تبدیلی پیدا نہیں ہوتی تو اُس کی اصلاح کی کیا امید ہوسکتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کی علت غائی نہایت صاف الفاظ میں بیان فرمائی ہے کہ اللہ کو اس کی کوئی حاجت نہیں کہ لوگ بھوکے پیاسے تو رہیں لیکن بدی ترک نہ کریں۔ روزہ سے متعلقہ احکام کی تورات میں ایسی وضاحت نظر نہیں آتی جتنی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ یہود نے کھانے پینے میں کچھ تخفیف کر لینے کا نام روزہ رکھ لیا تھا۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے اُن کی اس ریا کارانہ حالت پر سخت ملامت فرمائی ہے۔ (متی باب ۶ آیت ۱۶ تا ۱۸) اور شاگردوں کے دریافت کرنے پر فرمایا: پلید روح انسان کے نفس سے سوائے دعا کے کسی طرح نہیں نکل سکتی۔ (متی باب ۱۷ آیت ۲۱)

مذکورہ بالا باب کے عنوان سے امام موصوف کے مدنظر روایت نمبر ۱۹۰۳ کے الفاظ کی صحت بھی مدنظر ہے جو دیگر سندوں میں قدرے مختلف ہیں۔ کسی میں لفظ اَلْجَهْل[۱] ہے اور کسی میں اَلْخَنَاء[۲] یعنی فحش گوئی اور کسی میں اَلْكَذِب[۲] اور اللّغو[۳] کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۱۵۱)

---

۱ (سنن ابن ماجه، كتاب الصيام، باب ما جاء في الغيبة والرفث للصائم)

۲ (مصنف عبد الرزاق، كتاب الصيام، باب الرفث واللمس وهو صائم جزء ۴ صفحہ ۱۹۳)

۳ (سنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الصيام، باب الصائم ينزه صيامه عن اللغط والمشاتمة جزء ۴ صفحہ ۲۷۰)

بَاب ۹ : هَلْ يَقُوْلُ إِنِّي صَائِمٌ إِذَا شُتِمَ

کیا یہ کہے کہ میں روزہ دار ہوں جب اُسے گالی دی جائے؟

١٩٠٤ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ عَنْ أَبِي صَالِحٍ الزَّيَّاتِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللهُ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّيَامَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِيْ بِهِ وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ وَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ فَرِحَ بِصَوْمِهِ.

۱۹۰۴: ابراہیم بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ ہشام بن یوسف نے ہمیں خبر دی کہ ابن جریج سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: عطاء نے ابوصالح زیّات سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ابن آدم کا ہر عمل اُس کے لئے ہوتا ہے سوائے روزہ کے۔ کیونکہ وہ میرے لئے ہے اور میں ہی اُس کا بدلہ ہوتا ہوں اور روزے ایک ڈھال ہیں اور جب تم میں سے کسی کے روزہ کا دِن ہو تو وہ کوئی فحش بات نہ کرے اور نہ شور وغل کرے۔ اور اگر کوئی اُس کو گالی دے یا اُس سے لڑے تو چاہیے کہ وہ یہ کہہ دے: میں روزہ دار شخص ہوں۔ اور اُسی ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے! یقیناً روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بوئے مشک سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔ روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں جن سے وہ خوش ہوتا ہے۔ پہلی خوشی اُس وقت ہوتی ہے جبکہ وہ افطار کرتا ہے اور دوسری جب وہ اپنے ربّ سے ملاقات کرے گا تو اپنے روزہ کی وجہ سے خوش ہوگا۔

اطرافه: ١٨٩٤، ٥٩٢٧، ٧٤٩٢، ٧٥٣٨.

تشریح: هَلْ يَقُوْلُ إِنِّي صَائِمٌ إِذَا شُتِمَ: بابؔ۲ میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت اسی معمول سے متعلق روایت نمبر۱۸۹۴ میں گزر چکی ہے۔ اُس میں اور مندرجہ بالا روایت میں صرف لفظی اختلاف ہے۔ مفہوم ایک ہی ہے۔

وَلَا يَصْخَبْ: اس کے معنی بھی یہی ہیں کہ لڑائی جھگڑا نہ کرے۔ باب کا عنوان استفہامیہ قائم کر کے جواب نہ بتانے کی غرض سے نظر انداز کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی غرض یہ تاکید ہے کہ کسی قسم کا جھگڑا نہ کیا

جائے۔ روزہ دار کو یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ میں روزہ دار ہوں۔ خاموشی اور اعراض ہی دراصل صوم کا مفہوم ادا کرتا ہے۔ جس کے معنی ہیں رُک جانا؛ بغیر اس کے کہ قیل وقال ہو۔ چونکہ حدیث نبویؐ میں صراحت ہے کہ روزہ خالصۃً اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لئے ہونا چاہیے، اس لئے یہ اظہار بھی کہ میں روزہ دار ہوں خلوصِ عمل کے منافی ہے۔

بَاب ۱۰ : اَلصَّوْمُ لِمَنْ خَافَ عَلَى نَفْسِهِ الْعُزْبَةَ

اُس شخص کا روزہ جس کو مجرد ہونے کی حالت میں اپنے نفس کی نسبت اندیشہ ہو

۱۹۰۵ : حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ بَيْنَا أَنَا أَمْشِي مَعَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنِ اسْتَطَاعَ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ. {قَالَ أَبُوعَبْدِ اللهِ : أَلْبَاءَةُ النِّكَاحُ☆}.

اطرافہ: ۵۰۶۵، ۵۰۶۶.

۱۹۰۵: عبدان نے ہم سے بیان کیا کہ انہوں نے ابوحمزہ سے، ابوحمزہ نے اعمش سے، اعمش نے ابراہیم سے، ابراہیم نے علقمہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: جبکہ میں حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ کے ساتھ جا رہا تھا تو انہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو آپؐ نے فرمایا: جو مردانہ قوت رکھتا ہو تو اُسے چاہیے کہ وہ شادی کرے کیونکہ یہ بات نگاہ نیچے رکھنے میں زیادہ ممد ہوگی اور شرمگاہ کو زیادہ محفوظ رکھے گی۔ اور جو شادی کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اُسے روزہ رکھنا چاہیے۔ کیونکہ وہ اُس کی شہوت کو کم کر دے گا۔ {ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: اَلْبَاءَة سے مراد نکاح کرنے کی طاقت ہے☆}

تشریح: **اَلصَّوْمُ لِمَنْ خَافَ عَلٰى نَفْسِهِ الْعُزْبَةَ:** شہوتِ جنسی کی شدت کم کرنے کی غرض سے روزہ بطور علاج تجویز کیا گیا ہے۔ غذا کی کمی بیشی طبعاً جسمانی قویٰ پر اثر انداز ہوتی ہے۔ صحف قدیمہ کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کے کاہن سبت وغیرہ میں نیم روزہ رکھتے تھے۔ یعنی بعض غذاؤں سے پرہیز تھا اور مقدار بھی کم ہوتی۔ لیکن ایسے روزہ کی غرض تزکیہ نفس نہ تھی۔ اس کی نسبت تورات میں کوئی ہدایت نہیں پائی جاتی۔ بنی اسرائیل کے صحف قدیمہ میں روزے کے لئے جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں وہ یہ ہیں: جان کو دکھ دینا۔ (احبار ۱۶:۲۹) جیسا کہ اس کے متعلق اپنے موقع پر ذکر آئے گا۔ جان کو دکھ دینا مثبت غرض نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا اِرشاد کا تعلق عفت کی توفیق پانے سے ہے۔ جس طرح پُرخوری شہوت کو غیر معمولی تحریک کرتی ہے۔ اسی طرح کم خوری اِس

☆ یہ عبارت فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء۴ حاشیہ صفحہ ۱۵۳)

کی کمی کا باعث ہوتی ہے۔ اَلْبَآءَ ةُ کے معنی قدرت مباشرت اور اَلْوَجَآءَ وَجِی یُوْجَا سے ہے بمعنی فَتَرَ عَنِ الْمَشْيِ یعنی چلنے میں بوجہ تھکان سُست ہوجانا۔ یہ لفظ وِجَآء سے مشتق ہے بمعنی آختہ کرنا۔ پہلا مفہوم یعنی سُست ہونا قرین قیاس ہے کیونکہ اسلام طبعی قوتوں کو معطل کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔

سابقہ ابواب میں رمضان کے روزوں کی اغراض بیان کی گئی ہے جو خلاصۃً یہ ہیں:-

اوّل: اطاعت الٰہی میں خواہشات کو ضبط میں رکھنا کہ جو نفس کی قربانی ہے اور اُس میں مجاہدہ کرنا پڑتا ہے۔ (باب ۲)

دوم: روزہ سابقہ گناہوں کا کفارہ ہے۔ (باب ۳)

سوم: آئندہ گناہوں سے بچنے کا ایک ذریعہ ہے۔ (باب ۶)

چہارم: تہجد، دعا اور تسبیح وتحمید اور ذکر الٰہی کا موقع اس سے حاصل ہوتا ہے۔ تزکیہ نفس کے لئے زیادہ سے زیادہ مواقع پیدا ہوتے ہیں۔ (باب ۵)

پنجم: تلاوتِ قرآنِ مجید کا موقع ملتا ہے۔ (باب ۷)

ششم: بذریعہ فدیہ صدقہ وخیرات غرباء کی مدد کے مواقع حاصل ہونا۔ (باب ۷)

ہفتم: خورد ونوش میں اسراف سے بچنے اور جسمانی واَخلاقی صحت میں اِعتدال پیدا ہونے کی طاقت۔ (باب ۱۰)

ہشتم: سب سے بڑھ کر یہ غرض ہے کہ اس مجاہدہ سے مَلکی صفات پیدا ہوکر قرب الٰہی کا موجب ہوں۔ (باب ۲، ۹)

بَاب ١١ : قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْهِلَالَ فَصُوْمُوْا وَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُ فَأَفْطِرُوْا

نبی ﷺ کا فرمانا: جب تم (رمضان کا) چاند دیکھو تو روزہ رکھو اور جب تم (شوال کا) چاند دیکھو تو افطار کرو

وَقَالَ صِلَةُ عَنْ عَمَّارٍ مَنْ صَامَ يَوْمَ الشَّكِّ فَقَدْ عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور صلہ نے حضرت عمار (بن یاسرؓ) سے یہ روایت کی: جس نے شک کے دِن روزہ رکھا تو اُس نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی یقیناً نافرمانی کی۔

١٩٠٦ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ رَمَضَانَ

۱۹۰۶: عبداللہ بن مسلمہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا ذکر کیا اور

فَقَالَ لَا تَصُوْمُوْا حَتَّى تَرَوُا الْهِلَالَ وَلَا تُفْطِرُوْا حَتَّى تَرَوْهُ فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوْا لَهُ.

فرمایا کہ روزہ نہ رکھو جب تک چاند نہ دیکھ لو۔ افطار نہ کرو جب تک کہ (شوال کا چاند) نہ دیکھ لو۔ اور اگر تم کو اَبر کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے تو پھر اُس کے لئے دِنوں کا اندازہ کرلو۔

اطرافہ: ١٩٠٠، ١٩٠٧، ١٩٠٨، ١٩١٣، ٥٣٠٢۔

١٩٠٧ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ لَيْلَةً فَلَا تَصُوْمُوْا حَتَّى تَرَوْهُ فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوْا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ.

١٩٠٧: عبداللہ بن مسلمہ نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبداللہ بن دینار سے، عبداللہ بن دینار نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہینہ اُنتیس دِنوں کا بھی ہوتا ہے۔ روزہ نہ رکھو یہاں تک کہ چاند دیکھو۔ اگر اَبر کی وجہ سے چاند تم کو نظر نہ آئے تو پھر گنتی تیس دِن کی پوری کرلو۔

اطرافہ: ١٩٠٠، ١٩٠٦، ١٩٠٨، ١٩١٣، ٥٣٠٢۔

١٩٠٨ : حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ جَبَلَةَ بْنِ سُحَيْمٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا وَخَنَسَ الْإِبْهَامَ فِي الثَّالِثَةِ.

١٩٠٨: ابوالولید نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہمیں بتایا۔ جبلہ بن سُحَیم سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں کی اُنگلیوں سے اِشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ مہینہ اِتنا ہے اور اِتنا۔ اور تیسری بار انگوٹھے کو دبالیا۔

اطرافہ: ١٩٠٠، ١٩٠٦، ١٩٠٧، ١٩١٣، ٥٣٠٢۔

١٩٠٩ :حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ

١٩٠٩: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ محمد بن زیاد نے ہم سے

أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَ قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهِ فَإِنْ غُبِّيَ☆ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوْا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِيْنَ.

بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یا کہا: ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُسے دیکھ کر روزہ رکھو اور اُسے دیکھ کر افطار کرو اور اگر ابر کی وجہ☆ سے تمہیں نظر نہ آئے تو شعبان کے تیس دِن کی گنتی پوری کرلو۔

۱۹۱۰ : حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آلَى مِنْ نِّسَائِهِ شَهْرًا فَلَمَّا مَضَى تِسْعَةٌ وَّعِشْرُوْنَ يَوْمًا غَدَا أَوْ رَاحَ فَقِيْلَ لَهُ إِنَّكَ حَلَفْتَ أَنْ لَّا تَدْخُلَ شَهْرًا فَقَالَ إِنَّ الشَّهْرَ يَكُوْنُ تِسْعَةً وَّعِشْرِيْنَ يَوْمًا.

اطرافہ: ۵۲۰۲۔

۱۹۱۰: ابوعاصم نے ہم سے بیان کیا کہ ابن جریج سے مروی ہے۔ انہوں نے یحيٰ بن عبداللہ بن صیفی سے، یحيٰ نے عکرمہ بن عبدالرحمٰن سے، عکرمہ نے حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج سے ایک مہینہ کنارہ کشی کی قسم کھائی اور جب اُنتیس دِن گذرے تو صبح کو یا شام کے وقت (اُن کے پاس) گئے تو آپؐ سے کہا گیا کہ آپؐ نے قسم کھائی تھی کہ مہینہ بھر نہ آئیں گے تو آپؐ نے فرمایا: مہینہ اُنتیس دِن کا بھی ہوتا ہے۔

۱۹۱۱ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ آلَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نِّسَائِهِ وَكَانَتِ انْفَكَّتْ رِجْلُهُ فَأَقَامَ

۱۹۱۱: عبدالعزیز بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ سلیمان بن بلال نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حُمید سے، حمید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج سے الگ رہنے کی قسم کھائی اور آپؐ کے

☆ فتح الباری مطبوعہ انصاریہ میں اس جگہ لفظ "أُغْمِيَ" ہے۔ (فتح الباری جزء۴ حاشیہ صفحہ ۱۵۴) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

فِي مَشْرُبَةٍ تِسْعًا وَّعِشْرِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ نَزَلَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ آلَيْتَ شَهْرًا فَقَالَ إِنَّ الشَّهْرَ يَكُوْنُ تِسْعًا وَّعِشْرِيْنَ.

پاؤں میں موچ آ گئی تھی اور آپؐ ایک بالا خانہ میں اُنتیس راتیں رہے۔ پھر اُترے تو لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! ایک مہینہ بھر کی آپؐ نے قسم کھائی تھی تو آپؐ نے فرمایا: مہینہ اُنتیس دِن کا بھی ہوتا ہے۔

اطرافہ: ۳۷۸، ۶۸۹، ۷۳۲، ۷۳۳، ۸۰۵، ۱۱۱۴، ۲۴۶۹، ۵۲۰۱، ۵۲۸۹، ۶۶۸۴۔

تشریح: **إِذَا رَأَيْتُمُ الْهِلَالَ فَصُوْمُوْا وَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُ فَأَفْطِرُوْا:** مذکورہ بالا مقاصد بیان کرنے کے بعد ماہِ رمضان کی ابتداء اور انتہاء کی تعیین وتخصیص سے متعلق تین باب (نمبر ۱۱، ۱۲، ۱۳) یکے بعد دیگرے قائم کیے گئے ہیں۔ اس باب (نمبر ۱۱) میں چھ روایتیں نقل کی گئی ہیں۔ جن میں ہلالِ رمضان دیکھ کر روزہ رکھنے کا اِرشاد ہے اور مہینہ کے دِنوں کی تعداد کا بھی ذکر ہے جو کبھی تیس دن کا اور کبھی اُنتیس دِن کا ہوتا ہے اور یہ ذکر بھی ہے کہ بادل وغیرہ سے ہلال نظر نہ آئے اور شبہ کا امکان ہو تو اندازہ سے کام لیا جائے جو آج کل علمِ فلکیات اور علمِ حساب کی رُو سے زیادہ صحت وضبط پر مبنی ہے۔ جس سے شک وشبہ کا امکان بہت ہی کم ہوتا ہے۔ اس صورت میں وہم سے کام لینا مناسب نہیں۔ عنوانِ باب میں صلہ کی روایت کا جو حوالہ دیا گیا ہے؛ وہ بھی اسی غرض سے ہے۔ اس بارہ میں متعدد اقوال ہیں جن سے درج ذیل مفاہیم اخذ ہوتے ہیں: (۱) مشتبہ دن کا روزہ نہ رکھا جائے۔ اگر رکھا جائے گا تو وہ روزہ فرض نہیں نفل ہوگا۔ (۲) ایسا روزہ فرض کا قائمقام ہوسکتا ہے۔ (۳) صرف اُس شخص کے لئے یہ روزہ بطور فرض شمار ہوگا جس نے حساب کی بنا پر اندازہ کر کے روزہ رکھا ہو اور حساب غلط ثابت ہو۔ (۴) احتمال کی صورت میں ہر شخص پر روزہ رکھنا جائز ہے۔ (۵) روزہ قطعاً نہ رکھا جائے۔ یہ مذہب کہ مشکوک دِن میں روزہ بطور نفل رکھا جاسکتا ہے جو رمضان کے روزے کا قائمقام نہیں ہوگا؛ امام ابوحنیفہؒ، امام احمدؒ اور امام مالکؒ کا ہے۔ اس بارہ میں امام بخاریؒ کا رحجان اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ شک پر عمل کی بنیاد نہیں رکھنی چاہیے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے عمدۃ القاری جزء ۱۰ صفحہ ۲۷۹)

مَنْ صَامَ يَوْمَ الشَّكِّ فَقَدْ عَصَى اَبَا الْقَاسِمِ ﷺ: باب نمبر ۱۱ کے عنوان میں صلہ بن زفر کی سند سے حضرت عمار بن یاسرؓ کی روایت کا حوالہ دیا ہے۔ یہ **صلہ بن زفر** اہل کوفہ کے فقہاء میں سے ایک بڑے فقیہہ اور تابعی تھے۔ ابوداؤدؒ، ترمذیؒ اور نسائیؒ ☆ وغیرہ نے ان سے محولہ بالا روایت نقل کی ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۱۵۵) (عمدۃ القاری جزء ۱۰ صفحہ ۲۷۹) اس حوالے سے اس قدر اشارہ کرنا مقصود ہے کہ مشکوک دِن کا روزہ رکھا جائے کیونکہ اِرشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہلال دیکھنے یا اندازہ کرنے کی تصریح ہے۔

☆ (ترمذی، کتاب الصوم، باب ما جاء فی کراهية صوم يوم الشک)
(نسائی، کتاب الصيام، باب صيام يوم الشک)
(ابو داؤد، کتاب الصوم، باب کراهية صوم يوم الشک)

روایت نمبر ۱۹۱۰، ۱۹۱۱ میں اُنتیس دِن تک ازواج سے علیحدہ رہنے کا جو ذکر ہے وہ واقعہ ایلا ہے۔ اس کی تفصیل کے لئے دیکھئے تفسیر صغیر سورۂ احزاب آیت ۵۲، ۵۳۔

رؤیت ہلال کے تعلق میں مخالفین اسلام اعتراض کرتے ہیں کہ یہ طریق غیر علمی ہے اور کسی تعین حساب پر مبنی نہیں لیکن معترضین بھول گئے ہیں کہ علمی حساب سے اِستفادہ محدود طبقہ کر سکتا ہے۔ ہر خاص و عام فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔ بیابان، پہاڑ اور جنگل کے رہنے والے بھی رؤیت ہلال سے اوقات کا علم حاصل کر سکتے ہیں اور اسلامی تعلیم سہولت پر مبنی ہے اور بحر و بر میں مقیم و مسافر سبھی رؤیت ہلال سے معلوم کر سکتے ہیں کہ رمضان کب سے شروع ہوتا ہے اور کب ختم۔ اسی اعتراض کا جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نہایت لطیف انداز میں دیا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:-

> ”.... یہ سچ ہے کہ خدائے تعالیٰ نے اَحکامِ دین سہل و آسان کرنے کی غرض سے عوام الناس کو صاف اور سیدھا راہ بتلایا ہے اور ناحق کی دقّتوں اور پیچیدہ باتوں میں نہیں ڈالا۔ مثلاً روزہ رکھنے کے لیے یہ حکم نہیں دیا کہ تم جب تک قواعد ظنّیہ نجوم کے رو سے یہ معلوم نہ کرو کہ چاند اُنتیس کا ہوگا یا تیس کا؛ تب تک رؤیت کا ہرگز اعتبار نہ کرو۔ اور آنکھیں بند رکھو۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ خواہ نخواہ اعمالِ دقیقہ نجوم کو عوام الناس کے گلے کا ہار بنانا یہ ناحق کا حرج اور تکلیف مالا یطاق ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ایسے حسابوں کے لگانے میں بہت سی غلطیاں واقع ہوتی رہتی ہیں۔ سو یہ بڑی سیدھی بات اور عوام کے مناسب حال ہے کہ وہ لوگ محتاج منجم و ہیئت دان نہ رہیں اور چاند کے معلوم کرنے میں کہ کس تاریخ نکلتا ہے اپنی رؤیت پر مدار رکھیں۔ صرف علمی طور پر اتنا سمجھ رکھیں کہ تیس کے عدد سے تجاوز نہ کریں۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ حقیقت میں عندالعقل رؤیت کو قیاساتِ ریاضیہ پر فوقیت ہے۔ آخر حکماءِ یورپ نے بھی جب رؤیت کو زیادہ معتبر سمجھا تو اس نیک خیال کی وجہ سے بتائیدِ قوتِ باصرہ طرح طرح کے آلات دوربینی و خوردبینی ایجاد کیے۔..... سو مکرر ہم لکھتے ہیں کہ ذرا آنکھ کھول کر دیکھو کہ رؤیت میں کیا کیا برکات ہیں اور انجام کار کیا کیا نیک نتائج اس سے نکلتے ہیں۔.....“

(سرمہ چشم آریہ - روحانی خزائن جلد ۲ صفحہ ۱۹۲، ۱۹۳)

بَاب ۱۲ : شَهْرَا عِيْدٍ لَا يَنْقُصَانِ

عید کے دونوں مہینے کم وبیش ہوتے ہیں

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ قَالَ إِسْحَاقُ وَإِنْ كَانَ نَاقِصًا فَهُوَ تَمَامٌ وَقَالَ مُحَمَّدٌ لَا يَجْتَمِعَانِ كِلَاهُمَا نَاقِصٌ.

ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا کہ اسحاق (بن راہویہ) نے کہا کہ اگر (تیس دِن سے) کم ہوتو وہ پورا ہی ہوگا۔ اور محمد (بن سیرین) نے کہا: اُن دونوں مہینوں سے ایک ناقص ہوگا۔

۱۹۱۲: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۱۹۱۲: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ معتمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اسحاق (بن سُوَید) سے سنا۔ انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ سے، عبدالرحمٰن نے اپنے باپ سے، اُن کے باپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔

وَحَدَّثَنِي مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ شَهْرَانِ لَا يَنْقُصَانِ شَهْرَا عِيْدٍ رَمَضَانُ وَذُو الْحَجَّةِ.

نیز مسدد نے بھی مجھ سے بیان کیا کہ معتمر نے ہمیں بتایا۔ خالد حذاء سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ نے مجھے خبر دی۔ انہوں نے اپنے باپ (حضرت ابوبکرہ) رضی اللہ عنہ سے، اُن کے باپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: دو مہینے (بلحاظِ ثواب) ناقص نہیں ہوتے۔ رمضان کی عید کا مہینہ اور ذوالحج کا مہینہ۔

{☆قَالَ أَبُوعَبْدِ اللهِ قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ إِنْ نَّقَصَ رَمَضَانُ تَمَّ ذُو الْحَجَّةِ وَإِنْ نَّقَصَ ذُوالْحَجَّةِ تَمَّ رَمَضَانُ. وَقَالَ أَبُوالْحَسَنِ كَانَ إِسْحَاقُ بْنُ رَاهْوَيْهِ يَقُوْلُ لَا يَنْقُصَانِ فِي الْفَضِيْلَةِ إِنْ كَانَ تِسْعَةً وَّعِشْرِيْنَ أَوْ ثَلَاثِيْنَ.}

{☆ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: احمد بن حنبلؒ نے کہا: اگر رمضان (تیس دن سے) کم ہوتو ذوالحجہ (تیس دن کا) پورا ہوگا اور اگر ذوالحجہ (تیس دن سے) کم ہوتو رمضان پورا ہوگا اور ابوالحسن نے کہا کہ اسحاق بن راہویہ کہا کرتے تھے کہ وہ دونوں فضیلت میں کم نہیں ہوتے خواہ اُنتیس دن کے ہوں یا تیس کے۔}

☆ یہ عبارت فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ حاشیہ صفحہ ۱۶۰)

تشریح: **شَهْرَا عِيْدٍ لَا يَنْقُصَانِ:** اگر کوئی مہینہ اُنتیس کا ہوتو وہ ناقص نہیں کہلائے گا۔ دورانِ قمری کے حساب سے وہ اِتنے ہی دِنوں کا ہوتا ہے۔ عنوانِ باب میں اسحاق بن راہویہؒ اور محمد بن اسماعیلؒ یعنی امام بخاریؒ کی اپنی رائے کا جوحوالہ دیا گیا، اِس سے وہ اختلاف حل کرنا مقصود ہے جو حدیث شَهْرَانِ لَا يَنْقُصَانِ کے مفہوم میں فقہاء کے درمیان ہوا ہے۔ اُن میں سے ایک فریق کا خیال ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ رمضان اور ذوالحج دونوں تیس تیس دِن کے ہیں جو درست نہیں کیونکہ اگر رمضان پورے تیس دِن کا ہوتو پھر وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ (البقرۃ:۱۸۶) کا اِرشاد بے ضرورت ہے۔ اسحاق بن راہویہؒ نے جو بڑے پایہ کے عالم ہیں، اس کی یہ تاویل کی ہے کہ بلحاظِ فضیلت اور ثواب عمل رمضان اور حج دونوں برابر ہیں قطع نظر اس کے کہ وہ اُنتیس دِن کے ہوں یا تیس دِن کے اور دونوں مہینوں کی عید منائی جاتی ہے۔ اس جملہ کے یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ ایک ہی سال میں دونوں کم نہیں ہوتے۔ یعنی اگر ایک مہینہ اُنتیس دِن کا ہوتو دوسرا تیس کا ہوتا ہے۔ علامہ عینیؒ کے نزدیک اسحاق سے مراد ابن سوید ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ۲۸۳) مگر دونوں کو ایک خیال کا توارد ہوسکتا ہے اور اس بارے میں علامہ ابن حجرؒ کی تحقیق ہی درست ہے۔ نیز صغانی کے نسخہ کتاب بخاری میں یہ الفاظ موجود ہیں: قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ إِسْحٰقُ تِسْعَةٌ وَّعِشْرُوْنَ يَوْمًا تَامٌّ۔ یعنی ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: اسحاق نے کہا کہ اُنتیس دن بھی مکمل ہوتے ہیں۔ مزید برآں احمد بن حنبلؒ کا قول اسی کا مؤید ہے۔ اُن کے الفاظ یہ ہیں: إِنْ نَّقَصَ رَمَضَانُ تَمَّ ذُو الْحَجَّةِ وَإِنْ نَّقَصَ ذُو الْحَجَّةِ تَمَّ رَمَضَانُ. یہ کمی آپس کی نسبت سے ہے ورنہ اِن میں سے ہر ایک مہینہ پورا ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۱۶۰، ۱۶۱)

بَاب ۱۳: قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا: نہ ہم لکھنا جانتے ہیں اور نہ حساب کرتے ہیں

۱۹۱۳: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ قَيْسٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ ابْنُ عَمْرٍو أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّا أُمَّةٌ أُمِّيَّةٌ لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ، الشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا يَعْنِي مَرَّةً تِسْعَةً وَّعِشْرِيْنَ وَمَرَّةً ثَلَاثِيْنَ.

۱۹۱۳: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ اسود بن قیس نے ہم سے بیان کیا۔ سعید بن عمرو نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: ہم اُمی لوگ ہیں۔ نہ ہم لکھنا جانتے ہیں اور نہ حساب کرتے ہیں۔ انگلیوں سے اِشارہ کرتے ہوئے فرمایا: مہینہ اِتنا اور اِتنا ہوتا ہے۔ کبھی اُنتیس اور کبھی تیس کا۔

اطرافہ: ۱۹۰۰، ۱۹۰۶، ۱۹۰۷، ۱۹۰۸، ۵۳۰۲۔

تشریح: لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ: آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اَلدِّيْنُ يُسْرٌ. (کتاب الایمان باب ۲۹) سو اسی اصل کے مطابق رؤیت ہلال سے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آسان طریق اختیار کرنے کا اِرشاد فرمایا ہے اور اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ عرب اُس زمانہ میں عام طور پر علم حساب اور لکھنے پڑھنے سے نابلد تھے اور بوجہ ارشادِ باری تعالیٰ وَمَا اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ. (ص:۸۷) کسی تکلّف سے کام لینا مناسب نہیں۔ آجکل بعض حضرات کا ہوائی جہاز پر سوار ہو کر ہلال کی جستجو کرنا تعجب انگیز ہے اور ارشادِ نبوی کے منافی۔ مذکورہ بالا ارشادِ نبوی سے یہ اخذ کرنا درست نہیں کہ لکھنے پڑھنے اور علومِ ریاضی کے سیکھنے کی ہمیں ضرورت نہیں۔ ایسا استدلال دوسری جہت میں غلو ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی تو فرمایا ہے: اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ بِالصِّيْنِ (شعب الإيمان، السابع عشر من شعب الإيمان، باب في طلب العلم، الجزء الثاني) یعنی علم طلب کرو خواہ چین میں۔ پھر فرمایا ہے: اَلْحِكْمَةُ ضَآلَّةُ الْمُؤْمِنِ فَحَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا. (ترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء في فضل الفقه) حکمت مومن کی کھوئی ہوئی چیز ہے جہاں اُسے پائے؛ لے لے۔ پس اس قسم کی رکیک تاویلیں کرنا دین سے مذاق ہے۔

بَاب ١٤ : لَا يُتَقَدَّمُ رَمَضَانُ بِصَوْمِ يَوْمٍ وَلَا يَوْمَيْنِ

رمضان سے پہلے روزہ نہ رکھا جائے، نہ ایک دِن نہ دو دِن

١٩١٤ : حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيْرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَتَقَدَّمَنَّ أَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ رَجُلٌ كَانَ يَصُوْمُ صَوْمَهُ فَلْيَصُمْ ذٰلِكَ الْيَوْمَ.

۱۹۱۴: مسلم بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا کہ ہشام نے ہمیں بتایا۔ یحيٰ بن ابی کثیر نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: تم میں سے کوئی رمضان سے پہلے ایک دِن یا دو دِن روزہ نہ رکھے، سوائے اُس شخص کے جو اُن دِنوں میں روزہ رکھنے کا خوگر ہو۔ چاہیے کہ وہ اُس دِن روزہ رکھ لے۔

تشریح: لَا يُتَقَدَّمُ رَمَضَانُ بِصَوْمِ يَوْمٍ وَلَا يَوْمَيْنِ: مسئلہ معنونہ میں جمہور نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ ارشادِ نبویؐ کا تعلق احتیاط سے ہے فقہاء میں سے بعض نے مطلق جواز کا فتویٰ دیا ہے (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۱۶۵) مگر رمضان کے روزوں کو جو فرض ہیں ممتاز رکھنا اس لئے ضروری ہے کہ اس بارہ میں ارشادِ نبویؐ صریح ہے اور اس لئے بھی

کہ ایک عمل جس کا انسان عادی ہو جاتا ہے، وہ اپنی نیت واِرادہ میں قوت بوجہ عادت کھو بیٹھتا ہے جو ثواب عمل کے لئے ضروری ہے۔ عادت میں انسان کا فعل ایک طبعی صورت اختیار کر لیتا ہے جس کے صادر ہونے میں کسی جدوجہد کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ رمضان ایک روحانی مجاہدہ ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ امام بخاریؒ نے ابواب قائم کرنے میں خاص ترتیب ملحوظ رکھی ہے۔ رؤیت ہلال کے تعلق میں یہ باب بطور وقفہ ہے۔ اس کے بعد نئی آیت لا کر صیامِ رمضان سے متعلقہ احکام شروع کئے گئے ہیں۔

بَاب ١٥ : قَوْلُ اللهِ جَلَّ ذِكْرُهُ

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَآئِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۚ عَلِمَ اللهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْئٰنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللهُ لَكُمْ ۚ.

(البقرة:١٨٨)

اللہ عزوجل کا فرمانا: روزوں کی راتوں میں تمہارا اپنی بیویوں کے پاس جانا جائز کیا گیا ہے۔ وہ تمہارا لباس ہیں اور تم اُن کا لباس ہو۔ اللہ کو علم ہے کہ تم اپنے نفسوں کی خیانت کرتے تھے۔ سو اللہ تعالیٰ نے تم پر رحم کیا ہے اور تم سے درگذر کیا ہے۔ پس اب تم اُن سے مباشرت کرو اور اللہ نے جو تمہارے لئے لکھا ہے اُسے چاہو۔

١٩١٥ : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ الرَّجُلُ صَائِمًا فَحَضَرَ الْإِفْطَارُ فَنَامَ قَبْلَ أَنْ يُفْطِرَ لَمْ يَأْكُلْ لَيْلَتَهُ وَلَا يَوْمَهُ حَتَّى يُمْسِيَ وَإِنَّ قَيْسَ ابْنَ صِرْمَةَ الْأَنْصَارِيَّ كَانَ صَائِمًا فَلَمَّا حَضَرَ الْإِفْطَارُ أَتَى امْرَأَتَهُ فَقَالَ لَهَا أَعِنْدَكِ طَعَامٌ قَالَتْ لَا وَلَكِنْ أَنْطَلِقُ

1915: عبیداللہ بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے اسرائیل سے، اسرائیل نے ابواسحاق سے، ابواسحاق نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کی، کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں سے جب کوئی شخص روزہ دار ہوتا اور افطار کا وقت آجاتا اور وہ افطار سے پہلے سو جاتا تو وہ نہ اُس رات میں کچھ کھاتا اور نہ دوسرے دن؛ یہاں تک کہ اُسے شام ہو جاتی اور حضرت قیس بن صرمہ انصاریؓ روزہ دار تھے۔ جب افطار کا وقت ہوا تو اپنی بیوی کے پاس آئے تو انہوں نے اُس سے کہا: کیا تیرے پاس کھانا ہے؟

فَأَطْلُبُ لَكَ وَكَانَ يَوْمَهُ يَعْمَلُ فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ فَجَاءَتْهُ امْرَأَتُهُ فَلَمَّا رَأَتْهُ قَالَتْ خَيْبَةً لَّكَ فَلَمَّا انْتَصَفَ النَّهَارُ غُشِيَ عَلَيْهِ فَذُكِرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ؕ فَفَرِحُوْا بِهَا فَرَحًا شَدِيْدًا وَنَزَلَتْ: وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ. (البقرة:۱۸۸)

کہنے لگی: نہیں۔ لیکن میں جاتی ہوں آپؓ کے لئے ڈھونڈ کر لے آتی ہوں اور وہ دن کو مزدوری کیا کرتے تھے تو اُن کی آنکھ لگ گئی۔ اُن کی بیوی اُن کے پاس آئی۔ جب انہیں سوتا پایا، کہنے لگی: ہائے تیری محرومی جب آدھا دِن ہوا تو بے ہوشی اُن پر طاری ہوگئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی کہ روزوں کی راتوں میں تمہارا اپنی بیویوں کے پاس جانا جائز کیا گیا ہے۔ وہ اس آیت پر بہت ہی خوش ہوئے اور یہ آیت بھی نازل ہوئی: اور کھاؤ اور پیو، یہاں تک کہ تمہارے لئے سفید دھاری کالی دھاری سے نمایاں ہوجائے۔

اطرافہ: ٤٥٠٨۔

تشریح: **اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ......:** یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ عربوں میں بھی روزہ رکھنے کا دستور تھا؛ خصوصاً عاشورہ کا روزہ (دیکھئے روایت نمبر۱۸۹۳) جو جمعہ کے دِن عصر کے بعد شروع ہوتا اور دوسرے دِن شام تک رہتا۔ رات روزے ہی میں شمار ہوتی۔ تورات سے ظاہر ہے کہ روزے میں فطیری روٹی، شراب اور تلذذات نفس سے پرہیز کرنے اور عبادت میں مشغول رہنے کی ہدایت تھی۔ روزہ میں کام کاج کرنا بھی ممنوع تھا۔ سوائے ایسے کام کے جس کا تعلق کھانا پینا مہیا کرنے سے ہو بغیر اس کے کہ آگ جلائی جائے۔ لیکن کھانے پینے اور ازدواجی تعلقات سے قطعی پرہیز کے بارہ میں وہ پابندی نہ تھی جو اسلام نے عائد کی ہے۔ عہد قدیم سے اس امر کا بھی پتہ چلتا ہے کہ ازدواجی تعلقات سے بھی پرہیز کیا جائے۔ عربوں میں بھی یہی دستور تھا۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۱۶۷) شریعت اسلام نے طلوعِ فجر سے لے کر غروب آفتاب تک روزے کا وقت مقرر کیا ہے۔ رات کا وقت اس سے مستثنیٰ ہے۔ تورات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سبت کا روزہ جمعہ کے دن شام سے شروع کر کے دوسرے دن ظہر تک ختم کردیا جاتا تھا۔ مگر اس میں تحریف سے کام لیا گیا ہے کیونکہ تورات میں روزے کا مفہوم اَدا کرنے کے لئے یہ فقرہ موجود ہے: ''جان کو دکھ دینا'' (احبار باب ۱۶ آیت ۲۹ تا ۳۱۔ گنتی باب ۲۹ آیت ۷) لیکن کھانے پینے کی سہولت اور یہ آدھے دن کا روزہ اس مفہوم کے مطابق نہیں۔

كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ...... : اس کا مفہوم یہ ہے کہ یہودیوں کے دستور کے مطابق رات کا وقت روزہ کا حصہ شمار کر کے تم صحابہ اپنی بیویوں کے پاس نہیں جایا کرتے تھے اور یہ اس لحاظ سے خیانت نفس ہے کہ وہ اپنے حق سے محروم رکھا جاتا ہے۔ازدواجی تعلقات کی غرض وغائت بقائے سلسلہ نسل ہے۔اس سے نفس کو محروم رکھنا درست نہیں۔اس آیت سے یہ سمجھنا کہ صحابہ کرامؓ بھی اپنی بیویوں سے بحالت روزہ مباشرت کر کے الٰہی حکم کی خلاف ورزی کرتے تھے، درست نہیں کیونکہ اوّل تو اس بارہ میں ابھی تک ازدواجی تعلقات کا حکم نازل ہی نہ ہوا تھا۔یہ امر خیانت نفس تو کہلا سکتا ہے کہ نفس کو اس کے حق سے محروم رکھا جائے۔مگر الٰہی حکم کی خیانت نہیں کہلا سکتا جو ابھی نازل ہی نہ ہوا تھا۔

كَانَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ اِذَا كَانَ الرَّجُلُ صَآئِمًا: جس واقعہ کا ذکر روایت نمبر ۱۹۱۵ میں ہے اُس میں نفس پر حد درجہ کی سختی کا ذکر ہے۔نہ صرف حضرت قیس بن صرمہؓ ہی نے بحالت روزہ اپنی جان پر سختی برداشت کی بلکہ اس میں یہ بھی صراحت ہے کہ صحابہ کرامؓ اس قسم کی سختی اپنے نفس سے برتتے تھے تو اس امر واقعہ کے خلاف آیت مذکورہ بالا سے مذکورہ نتیجہ اخذ کرنا کس طرح درست ہوسکتا ہے۔یہ واقعہ تو محولہ بالا آیت کا صحیح مفہوم بیان کرنے کی غرض سے درج کیا گیا ہے۔جن لوگوں نے آیت کا یہ مفہوم لیا ہے کہ صحابہ کرامؓ بحالت روزہ ازدواجی تعلقات سے پرہیز نہیں کرتے تھے۔انہوں نے آیت کے الفاظ مدنظر نہیں رکھے۔لفظ تَخْتَانُوْنَ، خَتَنَ سے ہے جس کے معنے کاٹنے اور کم کرنے کے ہیں۔اس سے لفظ ختنہ اور مختون ہے۔کہتے ہیں: عَامٌ مَخْتُوْنٌ یعنی قحط کا سال۔(اقرب الموارد—ختن) اس اشتقاق کی رُو سے آیت کا مفہوم یہ ہے کہ تم اپنے نفسوں کو اُن کے حق سے محروم کرتے تھے۔غرض ایسے لوگوں نے آیت کا سیاق ملحوظ نہیں رکھا اور نہ لفظ تَخْتَانُوْنَ اور مندرجہ روایت کی بیّن شہادت تینوں باتیں ہی اُن کے خیال کو ردّ کرتی ہیں۔

وَاِنَّ قَيْسَ ابْنَ صِرْمَةَ... : دیگر روایات کے مطابق ان کا نام حضرت صرمہ بن ابی انسؓ تھا۔اس لحاظ سے اس روایت میں تقلیب معلوم ہوتی ہے۔حضرت صرمہ بن ابی انسؓ مشہور صحابی ہیں جن کی کنیت ابوقیس تھی اور وہ زمانہ جاہلیت میں ہجرت سے قبل بت پرستی چھوڑ چکے تھے۔جب آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف لائے تو وہ بہت بوڑھے تھے۔ انہوں نے مدینہ میں آ کر وہاں کے مشرکین کو اسلام قبول کرنے کی تلقین کی تھی۔اس تعلق میں اُن کا یہ شعر مروی ہے:-

يَقُوْلُ اَبُوْ قَيْسٍ وَاَصْبَحَ غَادِيًا   اِلَّا مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ وُصَاتِيْ فَافْعَلُوْا

یعنی ابوقیس جبکہ اب کوچ کرنے والا ہے کہتا ہے کہ پہلے تم نے میری وصیت نہ مانی اب مان لو۔

(فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۱۶۷، ۱۶۸)

بَاب ١٦ : قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ.(البقرة:١٨٨)

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ فجر کی سفید دھاری کالی دھاری سے تمہارے لئے پورے طور پر ظاہر ہو جائے۔ پھر روزوں کو رات تک پورا کرو۔

فِيْهِ عَنِ الْبَرَاءِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس بارے میں حضرت براء (بن عازبؓ) نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔

١٩١٦ : حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ أَخْبَرَنِي حُصَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَدِيِّ ابْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ: حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ. (البقرة:١٨٨) عَمَدْتُّ إِلَى عِقَالٍ أَسْوَدَ وَإِلَى عِقَالٍ أَبْيَضَ فَجَعَلْتُهُمَا تَحْتَ وِسَادَتِي فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ فِي اللَّيْلِ فَلَا يَسْتَبِيْنُ لِي فَغَدَوْتُ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ لَهُ ذَلِكَ فَقَالَ إِنَّمَا ذَلِكَ سَوَادُ اللَّيْلِ وَبَيَاضُ النَّهَارِ.

اطرافہ: ٤٥٠٩، ٤٥١٠۔

۱۹۱۶: حجاج بن منہال نے ہم سے بیان کیا کہ ہُشَیم نے ہمیں بتایا، کہا: مجھے حصین بن عبدالرحمٰن نے خبر دی۔ انہوں نے شعبی سے، شعبی نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: جب آیت حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ. (یہاں تک کہ فجر کی سفید دھاری کالی دھاری سے تمہارے لئے پورے طور پر ظاہر ہو جائے۔) نازل ہوئی تو میں نے ایک کالی رسی اور ایک سفید رسی لی اور ان دونوں کو اپنے تکیہ کے نیچے رکھ لیا اور رات کو دیکھنے لگا تو مجھے فرق ظاہر نہ ہوا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صبح کو گیا اور آپؐ سے اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا: اس سے مراد تو رات کی سیاہی اور دِن کی سفیدی ہے۔

۱۹۱۷: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ.

حَدَّثَنِي سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ أُنْزِلَتْ: وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ (البقرة:۱۸۸) وَلَمْ يَنْزِلْ: مِنَ الْفَجْرِ فَكَانَ رِجَالٌ إِذَا أَرَادُوْا الصَّوْمَ رَبَطَ أَحَدُهُمْ فِي رِجْلِهِ الْخَيْطَ الْأَبْيَضَ وَالْخَيْطَ الْأَسْوَدَ وَلَمْ☆ يَزَلْ يَأْكُلُ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُ رُؤْيَتُهُمَا فَأَنْزَلَ اللّٰهُ بَعْدُ مِنَ الْفَجْرِ فَعَلِمُوْا أَنَّهُ إِنَّمَا يَعْنِي اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ.

اطرافہ: ۴۵۱۱۔

۱۹۱۷: سعید بن ابی مریم نے ہم سے بیان کیا کہ ابن ابی حازم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، اُن کے باپ نے حضرت سہل بن سعدؓ سے۔

(نیز) سعید بن ابی مریم نے بھی مجھ سے بیان کیا کہ ابوغسان محمد بن مطرف نے ہمیں بتایا، کہا: ابوحازم نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ نازل ہوئی اور اس میں مِنَ الْفَجْرِ کے الفاظ نہیں تھے۔ کچھ لوگ ایسے تھے کہ جب وہ روزہ رکھنے کا اِرادہ کرتے تو اُن میں سے کوئی اپنے پاؤں میں کالا دھاگہ اور سفید دھاگہ باندھ لیتا اور اُس وقت تک کھاتا رہتا☆ کہ اُن دونوں میں فرق معلوم کرنا اُس کے لئے پورے طور پر ظاہر ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے اِس کے بعد مِنَ الْفَجْرِ کے الفاظ نازل فرمائے اور اُن کو علم ہوگیا کہ اس سے تو رات اور دِن مراد ہیں۔

تشریح: كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ: روزہ کے اوقات میں سے رات کا وقت علی الاطلاق خارج ثابت کرنے کے بعد اَب دِن کے اوقات کی حدود بتائی گئی ہیں جس میں روزے سے متعلق پابندی ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ اس تعلق میں سات باب قائم کئے گئے ہیں۔ باب ۱۶ میں قرآنِ مجید کی آیت کا حوالہ دے کر روزے کا وقت معین کیا گیا ہے۔ طلوعِ فجر سے غروب آفتاب تک۔ سفید دھاری سے صبح کی سفیدی اور سیاہ دھاری سے رات کی تاریکی مراد ہے۔ یعنی جب تک اِن دونوں کے درمیان نمایاں فرق

☆ فتح الباری مطبوعہ بولاق میں اس جگہ لفظ "وَلَمْ يَزَلْ" کی بجائے "وَلَايَزَالُ" ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ حاشیہ صفحہ ۱۷۰)

نظر نہ آئے سحری کھائی جاسکتی ہے۔ عام طور پر لوگ وہم سے کام لیتے ہیں اور بہت پہلے سحری کھالیتے ہیں اور اسی طرح بوقتِ افطار رات کی تاریکی کا انتظار کرتے ہیں جو خلافِ منشاءِ شریعت ہے۔ ان چھ ابواب میں اسی وہم کا ازالہ کیا گیا ہے۔

روایت نمبر ۱۹۱۶ میں حضرت عدی بن حاتمؓ کی غلط فہمی کا ذکر ہے جو انہوں نے اَلْخَيْطُ سے دھاگہ سمجھا اور اُن کا ذہن استعارہ کی طرف نہیں گیا۔ یہ صحابی نویں یا دسویں ہجری میں مسلمان ہوئے تھے اور بادہ نشین قبائل میں سے تھے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۱۷۰) بعض شارحین کا خیال ہے کہ ہوسکتا ہے خیطِ ابیض اور خیطِ اسود کا محاورہ اُن کے ہاں نہ ہو۔ یہ خیال درست نہیں جیسا کہ امام ابن حجرؒ نے زمانہ جاہلیت کے قدیم عرب شاعر ابو داؤد ایادی کا حوالہ دیا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ لفظِ خیط کا اِن معنوں میں استعمال قریش میں موجود تھا۔

وَلَـمَّـا تَبَـدَتْ لَـنَـا سُـدْفَةٌ وَلَاحَ مِـنَ الصُّبْحِ خَيْـطٌ اَنَـارَا

(فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۱۷۳)(عمدۃ القاری جزء ۱۰ صفحہ ۲۹۴)

سُدْفَه کے معنی تاریکی اور روشنی۔ یہ لفظ اَضداد میں سے ہے۔ (لسان العرب - سدف) یعنی جب رات میں روشنی ظاہر ہوئی اور صبح کی دھاری چمکی۔ حضرت عدیؓ کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ آیت محولہ بالا پہلے نازل ہوچکی تھی کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اُن کا واقعہ سن کر فرمایا: اِنَّمَا ذٰلِکَ سَوَادُ اللَّيْلِ وَبَيَاضُ النَّهَارِ. یہ نہیں ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے الفاظ مِنَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ کے نزول کا انتظار فرمایا کہ وحی ربانی کی تصریح کے بعد حضرت عدیؓ کو جواب دیں؛ جیسا کہ بعض مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ مِنَ اللَّيْلِ کا جملہ بعد میں بطور وضاحت نازل ہوا اور یہ غلط فہمی روایت نمبر ۱۹۱۷ کے الفاظ سے پیدا ہوئی ہے۔ حضرت عدی بن حاتمؓ کی روایت سے دو باتیں واضح ہیں۔ ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فی البدیہہ تصریح۔ ایک اور روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے اُن سے مزاحاً فرمایا: اِنَّ وِسَادَکَ اِذًا لَعَرِيْضٌ. (روایت نمبر ۴۵۰۹) کہ تمہارا تکیہ بہت لمبا چوڑا ہے جس نے دونوں افقوں کو اپنے نیچے لپیٹا ہوا ہے۔ بعض دوسری روایتوں میں یہ الفاظ ہیں: اِنَّکَ لَعَرِيْضُ الْقَفَا. (بخاری کتاب تفسیر القرآن روایت نمبر ۴۵۱۰) یعنی تمہاری گدی وسیع ہے۔ دوسری بات جو اُن کی روایت سے ظاہر ہے، وہ لفظ نَـزَلَتْ کے مفہوم کا تعین ہے کہ اُس سے مراد تطبیق وتشریح ہے کیونکہ رمضان کے احکام کا نزول یقینی طور پر سورۃ البقرہ میں بہت پہلے ہوچکا تھا اور صحابہ کرامؓ سفیدی کو دیکھ کر سحری کھانے سے رُک جاتے تھے۔ یہ خیال کہ رمضان سے متعلق آیات بعد میں نازل ہوئی ہوں گی؛ محققین کے نزدیک بہت دُور کا خیال ہے۔ چنانچہ علامہ ابن حجرؒ نے اس خیال کی غلطی بدلائل ثابت کی ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۱۷۱ تا ۱۷۴)

امام بخاریؒ نے دونوں روایتوں کا مفہوم واضح کرنے کے لئے ایک لطیف تصرف سے کام لیا ہے اور وہ یہ کہ عنوانِ باب میں حضرت براء بن عازبؓ کی روایت کا حوالہ دیا ہے جو نمبر ۱۹۱۵ میں ابھی گذر چکی ہے۔ اس سے بھی نَزَلَتْ کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے۔ کیونکہ مذکورہ بالا آیت کے دونوں حصوں کی تشریح وتطبیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے بوقتِ نزول ہوچکی تھی۔ امام بخاریؒ نے عنوانِ باب میں حضرت براء بن عازبؓ کی روایت کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے بتایا ہے کہ آیت محولہ بالا کے دونوں حصوں کا نزول ابتداء ہی میں ہوچکا تھا اور لفظِ نزول کا استعمال بمعنے وضاحت وتطبیق سابقہ فقہاء نے بھی تسلیم کیا ہے۔ (دیکھئے فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۱۷۲-۱۷۳)

بَاب ۱۷ : قَوْلُ النَّبِيِّ ﷺ لَا يَمْنَعَنَّكُمْ مِّنْ سَحُوْرِكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا: بلالؓ کی اذان تمہیں سحری کھانے سے نہ روکے

۱۹۱۸-۱۹۱۹: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ ابْنُ إِسْمَاعِيْلَ عَنْ أَبِي أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَالْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ بِلَالًا كَانَ يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتَّى يُؤَذِّنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ فَإِنَّهُ لَا يُؤَذِّنُ حَتَّى يَطْلُعَ الْفَجْرُ قَالَ الْقَاسِمُ وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَ أَذَانِهِمَا إِلَّا أَنْ يَّرْقَى ذَا وَيَنْزِلَ ذَا.

۱۹۱۸-۱۹۱۹: عبید بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا۔انہوں نے ابواُسامہ سے، ابواُسامہ نے عبیداللہ سے، عبیداللہ نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمرؓ اور قاسم بن محمد سے روایت کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: حضرت بلالؓ رات کو ہی اذان دے دیا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ (عبداللہ) ابن امّ مکتومؓ اذان دیں کیونکہ وہ اُس وقت تک اذان نہیں دیتے جب تک فجر طلوع نہ کرے۔ قاسم نے کہا: اُن دونوں کی اذان کے درمیان صرف اِتنا ہی فرق ہوتا تھا کہ یہ چھت پر چڑھے اور وہ اُترے۔

اطرافہ: ٦١٧، ٦٢٠، ٦٢٢، ٢٦٥٦، ٧٢٤٨۔

تشریح: **لَا يَمْنَعَنَّكُمْ مِّنْ سَحُوْرِكُمْ اَذَانُ بِلَالٍ:** حضرت بلالؓ اور حضرت ابن امّ مکتومؓ دونوں مؤذن تھے۔ ثانی الذکر چونکہ نابینا تھے؛ لوگوں کے بتانے پر کہ فجر ہوگئی ہے اذان دیتے۔ یہ دونوں صحابی مہاجرین اوّلین میں سے ہیں جبکہ حضرت عدی بن حاتمؓ نے ان کے بہت بعد اسلام قبول کیا ہے۔ حضرت بلالؓ سفیدی دیکھتے ہی اذان دینے کا شوق رکھتے تھے۔ ارشادِ باری تعالیٰ میں حَتّٰى يَتَبَيَّنَ ہے۔ یعنی پورے طور پر سفیدی نمایاں ہوجائے۔ اس روایت سے بھی سحری کھانے کے وقت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ آج کل عرب مؤذن اذان دینے میں کافی وقت صرف کرتے ہیں اور حضرت بلالؓ کی اذان تو اس لحاظ سے شہرت رکھتی ہے۔ والہانہ انداز میں اذان دیتے تھے اور حضرت ابن ام مکتومؓ چھت پر چڑھنے میں بوجہ معذوری کچھ دیر سے پہنچتے ہوں گے تو ظاہر ہے کہ یہ اذانیں پانچ سے دس منٹ کے اندر اندر ختم ہوجاتی ہوں گی اور یہ اِتنا وقت ہے کہ صبح کی تاریکی پوری سفیدی میں بدل جاتی ہے۔

اس روایت سے امام بخاریؒ ضمناً یہ بھی سمجھانا چاہتے ہیں کہ یہ خیال درست نہیں کہ حضرت عدی بن حاتمؓ کی غلط فہمی پر مِنَ الْفَجْرِ کے الفاظ نازل ہوئے ورنہ اذانوں کے لئے دھاگے استعمال ہوتے جیسا کہ حضرت عدی بن حاتمؓ نے کیا اور دونوں اذانوں کی وہ صورت نہ ہوتی جس کا ذکر روایت نمبر ۱۹۱۸-۱۹۱۹ میں ہوا ہے۔

بَاب ١٨: تَعْجِيْلُ السَّحُوْرِ ☆

سحری کھانے میں دیر کرنا ☆

١٩٢٠ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ اَبِيْهِ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ أَتَسَحَّرُ فِي أَهْلِي ثُمَّ تَكُوْنُ سُرْعَتِي أَنْ أُدْرِكَ السُّجُوْدَ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۱۹۲۰: محمد بن عبیداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالعزیز بن ابی حازم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ ابوحازم سے، ابوحازم نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ میں اپنے گھر والوں میں سحری کھایا کرتا تھا تو پھر مجھے جلدی ہوتی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کی نماز پاؤں۔

اطرافہ: ۵۷۷۔

تشریح: **تَعْجِيْلُ السَّحُوْرِ:** صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں عنوانِ باب بجائے لفظِ تَعْجِيل - تَأْخِير ہے۔ علامہ ابن حجرؒ نے اپنی شرح میں لفظ تَعْجِيْل یعنی جلدی کرنا اختیار کیا ہے اور علامہ عینیؒ نے تَأْخِير یعنی دیر کرنا اور روایت محولہ بالا میں لفظ اَلسُّجُوْد کی بجائے کشمیہنی اور نسفی کے نسخوں میں اَلسَّحُوْر ہے جو علامہ ابن حجرؒ کے نزدیک کتابت کی غلطی ہے۔ دراصل لفظ اَلسُّجُوْد ہے جیسا کہ جمہور کا قول ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۱۷۶) (عمدۃ القاری جزء ۱۰ صفحہ ۲۹۸) یہ روایت نمبر ۵۷۷ میں گذر چکی ہے۔ اُس میں یہ الفاظ ہیں: اَنْ أُدْرِكَ صَلَاةَ الْفَجْرِ یعنی میں فجر کی نماز کو پالوں۔ لفظ اَلسُّجُوْد کا بھی یہی مفہوم ہے۔ یہ کتابت کی غلطی کا احتمال قابل قبول ہوسکتا ہے مگر امام بخاریؒ جیسے محقق اور حسن انتخاب میں ماہر شخصیت کا اس روایت کی وہ سند یہاں اختیار کرنا جس میں اَلسَّحُوْرُ ہے بتاتا ہے کہ یہ لفظ غلط نہیں بلکہ درست ہے۔ کیونکہ یہاں یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ سحری اور نمازِ فجر میں اِتنا کم فاصلہ ہوتا ہے کہ صحابہؓ **جلدی جلدی سحری کھاتے** تا نماز باجماعت اُن سے نہ رہ جائے۔ چنانچہ اس بارہ میں ابن منیرؒ کی رائے بھی یہی ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۱۷۷)

صحیح بخاریؒ کے جن نسخوں میں عنوان تَأْخِيْرُ السَّحُوْر ہے وہ بھی درست ہے۔ اس روایت سے بھی اُن لوگوں کی غلطی ظاہر ہے جو اذان سے بہت پہلے سحری کھا کر فارغ ہوجاتے۔ تُعْجِيْلُ السَّحُوْر کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ سحری سے بہت جلد فارغ ہونا پسندیدہ ہے بلکہ پسندیدہ امر یہی ہے کہ اخیر وقت میں سحری کھائی جائے۔ امام موصوفؒ کی نظر بلیغ کے تعلق میں ملاحظہ ہو کتاب مواقیت الصلوٰۃ تشریح باب ۷۔

☆ مغلطائی کے نزدیک بخاری میں اس جگہ تَأْخِيْرُ السَّحُوْر کے الفاظ ہیں (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۱۷۶) ترجمہ اس کے مطابق ہے

بَاب ۱۹ : قَدْرُ كَمْ بَيْنَ السَّحُوْرِ وَصَلَاةِ الْفَجْرِ

سحری اور فجر کی نماز میں کس قدر وقفہ ہو؟

۱۹۲۱ : حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ تَسَحَّرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ قُلْتُ كَمْ كَانَ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالسَّحُوْرِ قَالَ قَدْرُ خَمْسِيْنَ آيَةً.

۱۹۲۱: مسلم بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا کہ ہشام نے ہمیں بتایا۔ قتادہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے حضرت انسؓ سے، حضرت انسؓ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم نے سحری کھائی۔ پھر آپؐ نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ (قتادہ کہتے تھے:) میں نے پوچھا کہ اذان اور سحری کے درمیان کتنا وقفہ ہوتا؟ تو انہوں نے کہا: بقدر پچاس آیتوں کے۔

اطرافہ: ۵۷۵۔

تشریح: قَدْرُ كَمْ بَيْنَ السَّحُوْرِ وَصَلَاةِ الْفَجْرِ: اس تعلق میں کتاب مواقیت الصلاۃ باب ۲۷ روایت نمبر ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۸ دیکھئے۔ ان روایات میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ عام طور پر نماز صبح ایسے وقت میں ہوا کرتی تھی کہ عورتیں جب اُس سے فارغ ہو کر لوٹتیں تو ابھی خفیف سی تاریکی باقی ہوتی۔ تاخیر کے بارہ میں امام بخاریؒ کے مدنظر امام احمد بن حنبلؒ کی یہ روایت ہے: لَا تَزَالُ أُمَّتِيْ بِخَيْرٍ مَا أَخَّرُوا السَّحُوْرَ وَعَجَّلُوا الْفِطْرَ.

(مسند احمد بن حنبل، مسند الأنصار، حديث ابی ذر الغفاری، جزء۵ صفحہ ۱۷۲)

بَاب ۲۰ : بَرَكَةُ السَّحُوْرِ مِنْ غَيْرِ إِيْجَابٍ

سحری کھانے کی برکت بغیر اِس کے کہ وہ واجب ہو

لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابَهُ وَاصَلُوْا وَلَمْ يُذْكَرِ السَّحُوْرُ.

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ نے بغیر سحری کھائے روزے رکھے ہیں اور سحری کھانے کا ذکر نہیں کیا۔

۱۹۲۲ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ

۱۹۲۲: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ جویریہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے نافع سے،

عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاصَلَ فَوَاصَلَ النَّاسُ فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَنَهَاهُمْ قَالُوْا إِنَّكَ تُوَاصِلُ قَالَ لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ إِنِّي أَظَلُّ أُطْعَمُ وَأُسْقَى.

اطرافهٔ: ۱۹٦۲۔

انہوں نے حضرت عبداللہ (بن عمر) رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی ﷺ نے سحری کھانے کے بغیر روزے رکھے تو لوگوں نے بھی بغیر سحری کھائے روزے رکھے اور یہ اُن پر شاق گذرا تو آپؐ نے انہیں منع کیا۔ انہوں نے کہا: آپؐ تو بغیر سحری کھائے روزے رکھتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: میں تمہاری طرح نہیں۔ مجھے برابر کھلایا بھی جاتا ہے اور پلایا بھی جاتا ہے۔

۱۹۲۳: حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسَحَّرُوْا فَإِنَّ فِي السَّحُوْرِ بَرَكَةً.

۱۹۲۳: آدم بن ابی ایاس نے ہم سے بیان کیا۔ شعبہ نے ہمیں بتایا کہ عبدالعزیز بن صہیب نے ہم سے بیان کیا، کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سحری کھایا کرو کیونکہ سحری میں برکت ہے۔

تشریح: **بَرَكَةُ السَّحُوْرِ مِنْ غَيْرِ اِيْجَاب:** سحری کے تعلق میں یہ آخری باب ہے۔ اگر کوئی سحری نہ کھائے تو اُس کا روزہ ہوگا یا نہیں؟ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا (البقرۃ:۱۸۸) ارشاد باری تعالیٰ فعل امر ہے جو وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ جمہور نے وصال کے روزہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ یہ وجوب مندوب ہے یعنی پسندیدہ بات ہے۔ ضروری نہیں کہ سحری کھائے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ۳۰۰) کیونکہ وصال کا روزہ آپؐ نے ناپسند فرمایا ہے۔ جس سے پایا جاتا ہے کہ ناپسندیدہ فعل کے بالمقابل جو فعل ہے یعنی سحری کھانا؛ وہ یقیناً پسندیدہ امر ہوگا۔ (دیکھئے روایت نمبر۱۹۲۲) اور الفاظ فَلْيُوَاصِلْ حَتَّى السَّحَرِ (روایت نمبر۱۹۶۳) میں اجازت دی گئی ہے کہ سحری کے وقت تک ہی وصال کی صورت محدود ہونی چاہیے۔ مذکورہ بالا باب میں سحری کھانے کی مشروعیت کا مضمون نہیں بلکہ اس کا تعلق صرف وجوب اور عدمِ وجوب سے ہے۔ اگر سحری کھانا ہر حالت میں واجب ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصال کا روزہ نہ رکھتے۔ اس لئے ائمہ کا اجماع اس اَمر پر ہے کہ سحری کھانا مندوب یعنی مستحب ہے۔ آنحضرت ﷺ کے عمل نے صیغہ امر كُلُوْا وَاشْرَبُوْا اور آپؐ کے ارشاد تَسَحَّرُوْا نے اس جگہ کی نوعیت بالکل واضح کر دی ہے کہ یہ حکم مندوب ہے نہ کہ وجوب فرض۔

سحری کھانے کی برکت اس امر سے ظاہر ہے کہ قوائے جسمانیہ کو نقصان سے محفوظ رکھتا ہے اور اس سے کام کرنے کی طاقت قائم رہتی ہے۔ اس تعلق میں مزید باب ۴۸، ۴۹ دیکھئے۔

بَاب ۲۱ : إِذَا نَوَى بِالنَّهَارِ صَوْمًا

جب دن کے وقت روزے کی نیت کرے

وَقَالَتْ أُمُّ الدَّرْدَاءِ كَانَ أَبُو الدَّرْدَاءِ يَقُوْلُ عِنْدَكُمْ طَعَامٌ فَإِنْ قُلْنَا لَا قَالَ فَإِنِّي صَائِمٌ يَوْمِي هَذَا وَفَعَلَهُ أَبُو طَلْحَةَ وَأَبُو هُرَيْرَةَ وَابْنُ عَبَّاسٍ وَحُذَيْفَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ.

اور حضرت امّ درداءؓ نے کہا: ابودرداءؓ کہتے کہ تمہارے پاس کچھ کھانا ہے؟ تو اگر ہم کہتے کہ نہیں تو کہتے: پھر میں آج کے دِن روزہ دار ہوں۔ حضرت ابوطلحہ، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابن عباس اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم نے بھی ایسا ہی کیا۔

۱۹۲٤ : حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ رَجُلًا يُنَادِي فِي النَّاسِ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ إِنَّ مَنْ أَكَلَ فَلْيُتِمَّ أَوْ فَلْيَصُمْ وَمَنْ لَّمْ يَأْكُلْ فَلَا يَأْكُلْ.

۱۹۲۴: ابوعاصم نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے یزید بن ابی عبید سے، یزید نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بھیجا کہ وہ لوگوں میں عاشورہ کے دِن منادی کرے کہ جس نے کھایا ہو وہ روزہ پورا کرے یا (فرمایا:) روزہ رکھے اور جس نے نہ کھایا ہو تو وہ بھی اس دِن نہ کھائے۔

اطرافہ: ۲۰۰۷، ۷۲۶۵۔

تشریح: اِذَا نَوٰی بِالنَّهَارِ صَوْمًا: یہ باب فقہاء کے ایک اختلاف کی وجہ سے قائم کیا گیا ہے۔ سحری کھانے کے تعلق میں یہ سوال اُٹھایا گیا ہے کہ آیا صحت روزہ کے لئے یہ ضروری ہے کہ روزے کی نیت رات کے اوقات ہی میں کرے؟ عاشورہ کا روزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دِن کو رکھوایا۔ اُن صحابہ سے بھی جنہوں نے کھایا تھا اور اُن سے بھی جنہوں نے نہیں کھایا۔ (روایت نمبر ۱۹۲۴) مگر یہ واقعہ رمضان سے متعلق احکام نازل ہونے سے قبل کا ہے۔ (دیکھئے باب ۱) واقعہ مذکورہ بالا سے چونکہ شرعی حکم مستنبط نہیں ہوسکتا۔ اس لئے عنوانِ باب استفہامیہ رکھ کر اس کا جواب محذوف کیا گیا ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک رات کو نیت کرنا ضروری ہے، روزہ خواہ فرض ہو خواہ نفلی۔ مگر جمہور کے نزدیک نفلی روزے میں روزے کی نیت رات گذرنے پر بھی کی جاسکتی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک فرض روزہ میں بھی دِن کو نیت کی جاسکتی ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۰ صفحہ ۳۰۳) اصحاب السنن نے ایسی روایتیں نقل کی ہیں جن میں آنحضرت ﷺ کے

اِرشاد کا ذکر ہے کہ روزے کی نیت رات کو کی جائے[1] عنوانِ باب میں بعض صحابہ (حضرت ابودرداءؓ[2]، حضرت ابوطلحہؓ[3]، حضرت ابوہریرہؓ[4]، حضرت ابن عباسؓ[5]، حضرت حذیفہؓ[6]) کے عمل کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ان حوالوں کی تفصیل فتح الباری (جزء۴صفحہ۱۸۰، ۱۸۱) اور عمدۃ القاری (جزء۱۰صفحہ۳۰۲، ۳۰۳) میں دیکھی جائے۔ ان حوالوں سے دو باتوں کا پتہ چلتا ہے کہ جب گھر میں کھانے کو کچھ نہ ہوتا تو صحابہ کرامؓ روزہ کی نیت دِن کو کر لیتے تھے اور اُن کا یہ روزہ نفلی ہوتا۔ دوسری بات یہ کہ حضرت ابن عباسؓ کو دوپہر تک بھی کھانا نصیب نہ ہوتا تو وہ روزہ کی نیت کر لیتے۔ اسی طرح حضرت حذیفہؓ ظہر کے بعد بھی ایسا ہی کرتے اور اُن دونوں کا فتویٰ بھی اسی کے مطابق تھا۔ گویا ان آخری دو حوالوں سے اُن فقہاء کی رائے کی طرف اِشارہ کیا ہے جن کے نزدیک قبل ظہر یا اس کے بعد روزے کی نیت کرنا جائز نہیں۔ صحابہ کرامؓ کے تعامل میں وسعت ہے۔ اس لئے امام بخاریؒ نے مسائل میں ایسی موشگافیاں نظر انداز کر دی ہیں۔

بَاب ۲۲ : اَلصَّائِمُ يُصْبِحُ جُنُبًا

جو روزہ دار جنبی ہونے کی حالت میں صبح کو اُٹھے

۱۹۲۵-۱۹۲۶ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ ابْنِ هِشَامِ بْنِ الْمُغِيْرَةِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا بَكْرِ ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ كُنْتُ أَنَا وَأَبِي حِيْنَ دَخَلْنَا عَلَى عَائِشَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ ح. حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ

۱۹۲۵-۱۹۲۶: عبداللہ بن مسلمہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے سُمَیّ سے روایت کی جو ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام بن مغیرہ کے آزاد کردہ غلام تھے کہ انہوں نے ابوبکر بن عبدالرحمٰن سے سنا۔ انہوں نے کہا: میں اور میرا باپ جب حضرت عائشہؓ اور حضرت امّ سلمہؓ کے پاس آئے۔ (نیز) ابوالیمان نے بھی ہم سے بیان کیا۔ شعیب نے ہمیں خبر دی کہ زہری سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ

---

[1] (ترمذی، کتاب الصوم، باب ماجاء لا صیام لمن لم یعزم من اللیل)
(نسائی، کتاب الصیام، باب ذکر اختلاف الناقلین لخبر حفصة فی ذلک)
(ابو داؤد، کتاب الصوم، باب النیة فی الصیام)

[2] (مصنف ابن ابی شیبه، کتاب الصیام، من کان یدعو بغدائه فلا یجد فیفرض الصوم، جزء۲صفحہ۲۹۱)

[3] (مصنف عبد الرزاق، کتاب الصیام، باب افطار التطوع وصومه اذا لم یبیته، جزء۴صفحہ۲۷۳)

[4] (سنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الصیام، باب المتطوع یدخل فی الصوم بنیة النهار قبل الزوال، جزء۴صفحہ۲۰۴)

[5] (شرح معانی الآثار، کتاب الصیام، باب الرجل ینوی الصیام بعد ما یطلع الفجر، جزء۲صفحہ۵۶)

[6] (مصنف عبد الرزاق، کتاب الصیام، باب افطار التطوع وصومه اذا لم یبیته، جزء۴صفحہ۲۷۳)

عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ أَنَّ أَبَاهُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ أَخْبَرَ مَرْوَانَ أَنَّ عَائِشَةَ وَأُمَّ سَلَمَةَ أَخْبَرَتَاهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُدْرِكُهُ الْفَجْرُ وَهُوَ جُنُبٌ مِنْ أَهْلِهِ ثُمَّ يَغْتَسِلُ وَيَصُوْمُ وَقَالَ مَرْوَانُ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ الْحَارِثِ أُقْسِمُ بِاللهِ لَتُقَرِّعَنَّ بِهَا أَبَاهُرَيْرَةَ وَمَرْوَانُ يَوْمَئِذٍ عَلَى الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ فَكَرِهَ ذَلِكَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ ثُمَّ قُدِّرَ لَنَا أَنْ نَّجْتَمِعَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ وَكَانَتْ لِأَبِي هُرَيْرَةَ هُنَالِكَ أَرْضٌ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ لِأَبِي هُرَيْرَةَ إِنِّي ذَاكِرٌ لَكَ أَمْرًا وَلَوْلَا مَرْوَانُ أَقْسَمَ عَلَيَّ فِيْهِ لَمْ أَذْكُرْهُ لَكَ فَذَكَرَ قَوْلَ عَائِشَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ فَقَالَ كَذَلِكَ حَدَّثَنِي الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ وَهُنَّ☆ أَعْلَمُ وَقَالَ هَمَّامٌ وَابْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُ بِالْفِطْرِ وَالْأَوَّلُ أَسْنَدُ.

اطراف الحدیث ۱۹۲۵: ۱۹۳۰، ۱۹۳۱۔
اطراف الحدیث ۱۹۲۶: ۱۹۳۲۔

ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام نے مجھے خبر دی کہ اُن کے باپ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے مروان کو بتایا کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت امّ سلمہؓ دونوں نے انہیں خبر دی کہ کبھی صبح ایسی حالت میں ہوجاتی کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اہل سے (ازدواجی تعلق کی وجہ سے) جنبی ہوتے۔ پھر آپؐ نہاتے۔ آپؐ روزہ دار ہوتے اور مروان نے عبدالرحمٰن بن حارثؓ سے کہا کہ میں اللہ کی قسم تمہیں دیتا ہوں کہ حضرت ابوہریرہؓ کو یہ بات ٹھوک بجا کر سنا اور مروان اُن دِنوں مدینہ کے امیر تھے تو ابوبکر (بن عبدالرحمٰن) نے کہا کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے یہ بات پسند نہ کی۔ پھر یوں مقدر رہا کہ ہم ذوالحلیفہ میں اکٹھے ہوئے؛ جہاں حضرت ابوہریرہؓ کی ایک زمین تھی تو عبدالرحمٰنؓ نے حضرت ابوہریرہؓ سے کہا: میں آپؓ سے ایک بات کا ذکر کرتا ہوں اور اگر مروان نے مجھے اِس کے لئے قسم نہ دی ہوتی تو میں آپؓ سے یہ ذکر نہ کرتا۔ انہوں نے حضرت عائشہؓ اور حضرت امّ سلمہؓ کی بات کا ذکر کیا۔ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا: فضل بن عباسؓ نے بھی مجھ سے ایسا ہی بیان کیا ہے اور وہ بہتر جانتے ہیں☆ اور ہمام اور ابن عبداللہ بن عمر نے کہا: انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے یوں روایت کی کہ نبی ﷺ روزہ چھوڑنے کا حکم دیتے تھے اور پہلی بات زیادہ مستند ہے۔

☆ فتح الباری مطبوعہ بولاق میں اس جگہ لفظ "هُوَ" ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ حاشیہ صفحہ ۱۸۳) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تشریح: **اَلصَّآئِمُ يُصْبِحُ جُنُبًا:** اس باب کے عنوان سے ظاہر ہے کہ فجر کا وقت دراصل رات کے اوقات کا حصہ نہیں بلکہ دن ہے جو روزہ کے لئے مخصوص ہے۔ یہاں سے اب اُن باتوں کا ذکر ہوگا جن کا تعلق منہیات اور مکروہات سے ہے جو روزہ کو باطل کر دیتی ہیں۔ جن سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے۔ یہ ابواب نمبر ۳۷ تک ہیں۔ ان میں ضمناً اُن مسائل کا بھی ذکر کیا گیا ہے جو اختلافی ہیں یا جن میں غلو سے کام لیا گیا ہے۔

يَغْتَسِلُ وَيَصُوْمُ: اس سے مراد یہ نہیں کہ فجر ہونے پر نہانے کے بعد روزہ رکھے بلکہ یہ مراد ہے کہ نہانے کے بعد روزہ کی نیت کر لے اور اپنا روزہ پورا کرے۔ یعنی صبح ہو جانے پر حالت جنابت روزہ رکھنے سے مانع نہ ہوتی۔ عنوانِ باب کا مفہوم یہ نہیں کہ روزہ دار ہمیشہ ایسی حالت میں ہی صبح اُٹھا کرے۔ جیسا کہ اگلے باب میں حضرت عائشہؓ کا فتویٰ منقول ہے کہ روزہ دار کے لئے ازدواجی تعلق قائم کرنا قطعی طور پر ممنوع ہے۔ بعض وقت احتلام سے بھی حالت جنابت پیدا ہو جاتی ہے اور اگر سحری وقت پر کھا چکا ہو یا فجر ہونے سے پہلے ہی روزہ کی نیت کی گئی ہو تو احتلام سے روزہ باطل نہیں ہوتا۔ ایسی حالت میں نہا کر روزہ جاری رہ سکتا ہے۔ روایت نمبر ۱۹۲۵-۱۹۲۶ زیر باب ۲۵ نمبر ۱۹۳۱، ۱۹۳۲ میں بھی دہرائی گئی ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ اختلاف کی صورت پیدا ہونے پر ضروری سمجھا گیا کہ یہ مسئلہ حل کرنے میں اُمہات المومنین کی طرف رُجوع کیا جائے۔ جیسا کہ صحابہ کرامؓ نے بوقت ضرورت کیا۔ اس سے اُن کے غایت درجہ تقویٰ اور احتیاط کی حالت کا پتہ چلتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسائل شرعیہ کی وضاحت کرنے یا کرانے میں انہیں کوئی حجاب محسوس نہیں ہوتا تھا۔ حضرت عائشہؓ کے الفاظ اِنْ كَانَ لَيُصْبِحُ جُنُبًا (نمبر ۱۹۳۱) سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کے قول سے جو اختلاف پیدا ہوا ہے اُس کا جواب دیا گیا ہے۔ کیونکہ اس جملے کے یہ معنی ہیں کہ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صبح بحالت جنابت ہوتی تو آپؐ نہا کر روزہ کی نیت کر لیتے۔ روزہ کے لئے یہ ہمیشہ ضروری نہیں کہ سحری ضرور کھائی جائے۔

روایت نمبر ۱۹۲۵-۱۹۲۶ کے آخر میں ہمام اور ابن عبداللہ بن عمر کی حضرت ابو ہریرہؓ سے روایتوں کا جو حوالہ دیا گیا ہے؛ پہلی روایت مسند احمد بن حنبل اور دوسری مصنف عبدالرزاق میں مروی ہے۔ دونوں کا مفہوم یہ ہے کہ بحالت جنابت اگر صبح ہو جائے تو روزہ دار کا روزہ قائم نہیں رہتا۔ (مسند احمد بن حنبل جزء ۲ صفحہ ۳۱۴) (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۱۸۶، ۱۸۷)

امام موصوفؒ نے عنوان میں اپنی رائے کا اظہار نہیں کیا سوائے اس کے کہ یہ بتا دیا ہے کہ بحالت جنابت اگر صبح ہو جائے تو نہا کر روزہ رکھا جا سکتا ہے اور ضمناً یہ اشارہ بھی کیا ہے کہ بلحاظ سند حضرت عبدالرحمٰنؓ کی روایت بہ نسبت حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کے زیادہ معتبر ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے حضرت عائشہؓ کا بیان ردّ نہیں کیا۔ البتہ ابن جریج کی روایت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے اپنے فتویٰ سے رُجوع کر لیا تھا۔

(مسلم، کتاب الصیام، باب صحة صوم من طلع علیه الفجر وهو جنب)

بَاب ۲۳: اَلْمُبَاشَرَةُ لِلصَّائِمِ

روزہ دار کا بیوی سے ہمکنار ہونا

وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا يَحْرُمُ عَلَيْهِ فَرْجُهَا.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اُس کی شرمگاہ اُس پر حرام ہے۔

۱۹۲۷: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ وَيُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ وَكَانَ أَمْلَكَكُمْ لِإِرْبِهِ وَقَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَآرِبُ (طه:۱۹) حَاجَةٌ قَالَ طَاوُسٌ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ (النور:۳۲) اَلْأَحْمَقُ لَا حَاجَةَ لَهُ فِي النِّسَاءِ.

۱۹۲۷: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعبہ سے مروی ہے۔ انہوں نے حکم سے، حکم نے ابراہیم سے، ابراہیم نے اسود سے، اسود نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم بوس و کنار کرتے جبکہ آپؐ روزہ دار ہوتے اور آپؐ تم سب سے زیادہ ضبطِ نفس رکھنے والے تھے۔ اور (اسود نے) کہا کہ حضرت ابن عباسؓ نے مَآرِب کے معنی حاجت کے بتائے ہیں۔ طاؤس نے کہا: غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ کے معنی سادہ لوح، جسے عورتوں سے کوئی غرض نہ ہو۔

وَقَالَ جَابِرُ بْنُ زَيْدٍ إِنْ نَّظَرَ فَأَمْنَى يُتِمُّ صَوْمَهُ.

اور جابر بن زید نے کہا: اگر وہ دیکھے اور منی نکل آئے تو وہ اپنا روزہ پورا کرے۔

اطرافہ: ۱۹۲۸۔

تشریح: **اَلْمُبَاشَرَةُ لِلصَّآئِمِ**: مباشرت کے معنی جسم سے جسم لگانا اور لفظ جماع از دواجی تعلق کے لئے ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۱۹۱) جو روزہ دار کے لئے قطعاً حرام ہے۔ جیسا کہ عنوانِ باب میں اس کی نسبت حضرت عائشہؓ کا فتویٰ نقل کیا گیا ہے۔ باب ۱۴ میں بھی مذکورہ بالا آیت کا حوالہ گذر چکا ہے۔ یہاں پر مباشرت اور جماع میں فرق بتانا مقصود ہے اور اسی غرض کے لئے حکم بن عُتَیبہ کی روایت کے الفاظ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ خود حضرت عائشہؓ کے الفاظ میں یہ صراحت موجود ہے: كَانَ اَمْلَكَكُمْ لِاِرْبِهٖ یعنی آپؐ کو پورا ضبطِ نفس حاصل تھا۔ بوس و کنار میں محض اظہارِ محبت کی صورت تھی، خواہش نفس کا تعلق نہ تھا۔ روزمرہ کے مشاہدہ میں بوسہ لینے دینے یا بغل گیر ہونے میں شہوت رانی کا

دُور کا واسطہ بھی نہیں ہوتا۔ اس لئے روزہ فاسد ہونے کا کوئی محل نہیں۔

روایت نمبر ۱۹۲۷ کے آخر میں حضرت ابن عباسؓ اور طاؤس کا جو حوالہ دیا گیا ہے اُس سے لفظ اِرب کا مفہوم بتانا مقصود ہے جس کے معنی مطلق حاجت کے ہیں نہ کہ شہوت کے۔ اور جابر بن زید کے حوالہ سے استثنائی حالت کی طرف اِشارہ کیا ہے کہ کبھی کسی فرد میں حس کی تیزی ایسی شدید ہوتی ہے کہ محض دیکھنے ہی سے انزال ہو جاتا ہے جو ایک بیماری ہے۔ ایسے شخص کا روزے کی حالت میں بوس و کنار تو کیا نظر اُٹھا کر دیکھنا بھی مناسب نہیں اور اگر انزال ہو جاتا ہے تو وہ بوجہ بیماری معذور ہوگا اور نہا کر روزہ پورا کرسکتا ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۱۹۲ تا ۱۹۴) (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۸ تا ۱۰)

حضرت عائشہؓ کی روایت كَانَ اَمْلَكَكُمْ لِإِرْبِهٖ سے ضمناً یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ دوسروں کو مناسب نہیں کہ بحالت روزہ تقبیل وغیرہ کے بارہ میں احتیاط کا پہلو مدنظر نہ رکھیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ضبط نفس حاصل تھا؛ وہ دوسروں کو حاصل نہیں۔ یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ امام بخاریؒ نے عنوانِ باب مصدریہ رکھا ہے اور جوازِ تقبیل وغیرہ کا استدلال نہیں کیا بلکہ روایت نمبر ۱۹۲۷ کے آخر میں جابر بن زید کا حوالہ دیا ہے جس میں حدتِ احساس کا ذکر ہے۔ اس روایت کا حوالہ بلاوجہ نہیں۔

بَاب ٢٤ : اَلْقُبْلَةُ لِلصَّائِمِ

روزہ دار کا اپنی بیوی سے بوس و کنار کرنا

١٩٢٨ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ح

۱۹۲۸: محمد بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ یحيٰ نے ہمیں بتایا کہ ہشام سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ میرے باپ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے حضرت عائشہؓ سے، حضرت عائشہؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی۔

وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ إِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُقَبِّلُ بَعْضَ أَزْوَاجِهٖ وَهُوَ صَائِمٌ ثُمَّ ضَحِكَتْ.

اور عبداللہ بن مسلمہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے ہشام سے، ہشام نے اپنے باپ سے، اُن کے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعض ازواج کو بوسہ دیتے جبکہ آپؐ روزہ دار ہوتے۔ (یہ کہہ کر) وہ ہنس دیں۔

اطرافه: ١٩٢٧.

١٩٢٩: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامِ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيْرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّهَا رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَتْ بَيْنَمَا أَنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْخَمِيْلَةِ إِذْ حِضْتُ فَانْسَلَلْتُ فَأَخَذْتُ ثِيَابَ حَيْضَتِي فَقَالَ مَا لَكِ أَنَفِسْتِ قُلْتُ نَعَمْ فَدَخَلْتُ مَعَهُ فِي الْخَمِيْلَةِ وَكَانَتْ هِيَ وَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلَانِ مِنْ إِنَاءٍ وَّاحِدٍ وَكَانَ يُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ.

۱۹۲۹: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ یحیٰ (قطان) نے ہمیں بتایا۔ ہشام بن ابی عبداللہ سے مروی ہے کہ (انہوں نے کہا:) یحیٰ بن ابی کثیر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت زینب بنت امّ سلمہؓ سے، حضرت زینبؓ نے اپنی ماں (حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک چادر میں (لیٹی ہوئی) تھی کہ اِتنے میں مجھے حیض آیا تو میں چپکے سے نکلی اور اپنے حیض کے کپڑے لئے تو آپؐ نے فرمایا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ کیا حیض آ گیا ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ پھر میں آپؐ کے ساتھ چادر میں آ گئی اور وہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے نہایا کرتے تھے اور انہیں بوسہ بھی دیتے جبکہ آپؐ روزہ دار ہوتے۔

اطرافہ: ۲۹۸، ۳۲۲، ۳۲۳۔

تشریح: **اَلْقُبْلَةُ لِلصَّآئِمِ:** سابقہ باب کے پیشِ نظر اس باب کے الگ قائم کرنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ لیکن یہ اس لئے ہے کہ بعض روایات ایسی منقول ہیں؛ جن میں روزہ دار کے لئے بوسہ لینا مکروہ سمجھا گیا ہے اور اس ضمن میں عروہ بن زبیر کا یہ قول بھی نقل کیا گیا ہے: لَمْ اَرَ الْقُبْلَةَ تَدْعُوْا اِلَی الْخَیْرِ☆ یعنی میں بوس وکنار میں کوئی خیر نہیں دیکھتا۔ خود اس باب کی روایت نمبر ۱۹۲۸ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ میں بھی یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ بحالت روزہ بوسہ لینا مکروہ ہے۔ جس پر حضرت عائشہؓ کو اس بات کا اظہار کرنا پڑا کہ محض بوسہ روزہ کو فاسد نہیں کر دیتا۔ احکام حلت وحرمت میں غلوّ کرنا مناسب نہیں۔ اس تعلق میں کتاب الحیض باب ۴، ۵ بھی دیکھئے۔

☆ (السنن الکبریٰ للبیهقي، کتاب الصیام، باب اباحة القبلة لمن لم تحرک شهوته...... جزء۴ صفحہ۲۳۳)

بَاب ۲۵ : اِغْتِسَالُ الصَّائِمِ

روزہ دار کا نہانا

وَبَلَّ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ثَوْبًا فَأَلْقَاهُ عَلَيْهِ وَهُوَ صَائِمٌ وَدَخَلَ الشَّعْبِيُّ الْحَمَّامَ وَهُوَ صَائِمٌ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا بَأْسَ أَنْ يَتَطَعَّمَ الْقِدْرَ أَوِ الشَّيْءَ وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَأْسَ بِالْمَضْمَضَةِ وَالتَّبَرُّدِ لِلصَّائِمِ وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ إِذَا كَانَ صَوْمُ أَحَدِكُمْ فَلْيُصْبِحْ دَهِيْنًا مُتَرَجِّلًا وَقَالَ أَنَسٌ إِنَّ لِي أَبْزَنَ أَتَقَحَّمُ فِيْهِ وَأَنَا صَائِمٌ وَيُذْكَرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ اسْتَاكَ وَهُوَ صَائِمٌ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ يَسْتَاكُ أَوَّلَ النَّهَارِ وَآخِرَهُ وَلَا يَبْلَعُ رِيْقَهُ وَقَالَ عَطَاءٌ إِنِ ازْدَرَدَ رِيْقَهُ لَا أَقُوْلُ يُفْطِرُ وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ لَا بَأْسَ بِالسِّوَاكِ الرَّطْبِ قِيْلَ لَهُ طَعْمٌ قَالَ وَالْمَاءُ لَهُ طَعْمٌ وَأَنْتَ تُمَضْمِضُ بِهِ وَلَمْ يَرَ أَنَسٌ وَالْحَسَنُ وَإِبْرَاهِيْمُ بِالْكُحْلِ لِلصَّائِمِ بَأْسًا.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کپڑا بھگویا اور اسے اپنے اُوپر ڈال لیا جبکہ وہ روزہ دار تھے۔ اور شعبی حمام میں داخل ہوئے جبکہ وہ روزہ دار تھے۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے کہا: کوئی قباحت نہیں کہ ہانڈی یا کسی چیز کا مزہ چکھے۔ حسن (بصری) نے کہا: روزہ دار کا کلی کرنے اور اپنے لئے خنکی حاصل کرنے میں کوئی ڈر نہیں۔ اور حضرت ابن مسعودؓ نے کہا: تم میں سے کسی کا جب روزہ ہو تو چاہیے کہ وہ صبح اُٹھ کر تیل لگائے اور کنگھی کرے۔ اور حضرت انسؓ نے کہا: میرا ایک حوض ہے۔ میں اُس میں داخل ہو جاتا ہوں جبکہ میں روزہ دار ہوتا ہوں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مذکور ہے کہ آپؐ مسواک کرتے جبکہ آپؐ روزہ دار ہوتے۔ اور حضرت ابن عمرؓ نے کہا کہ دِن کے پہلے اور آخری حصے میں مسواک کرتے اور وہ اپنا تھوک نہ نگلتے۔ اور عطاء نے کہا: اگر وہ اپنا تھوک نگل جائے تو میں نہیں کہتا کہ وہ بے روزہ ہو جاتا ہے۔ اور ابن سیرین نے کہا: تازہ مسواک کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔ اُن سے کہا گیا: اُس کا تو مزہ ہوتا ہے تو انہوں نے کہا: پانی کا بھی مزہ ہوتا ہے حالانکہ تم اُس سے کُلّی کرتے ہو۔ حضرت انسؓ، حسن (بصریؒ) اور ابراہیم نے روزہ دار کے لئے سرمہ لگانے میں قباحت خیال نہیں کی۔

١٩٣٠ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ وَأَبِي بَكْرٍ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدْرِكُهُ الْفَجْرُ جُنُبًا فِي رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ حُلْمٍ فَيَغْتَسِلُ وَيَصُوْمُ.

۱۹۳۰: احمد بن صالح نے ہم سے بیان کیا کہ ابن وہب نے ہمیں بتایا۔ یونس نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عروہ اور حضرت ابوبکرؓ سے روایت کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی رمضان میں فجر ایسے وقت میں ہوتی کہ بغیر اِحتلام سے جنبی ہوتے۔ پھر آپؐ نہاتے اور روزہ رکھتے۔

اطرافہ: ١٩٢٥، ١٩٣١۔

١٩٣١ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامِ ابْنِ الْمُغِيْرَةِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ كُنْتُ أَنَا وَأَبِي فَذَهَبْتُ مَعَهُ حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ أَشْهَدُ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ كَانَ لَيُصْبِحُ جُنُبًا مِنْ جِمَاعٍ غَيْرِ احْتِلَامٍ ثُمَّ يَصُوْمُهُ.

۱۹۳۱: اسماعیل (بن ابی اویس) نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے مجھے بتایا کہ سُمَیّ سے مروی ہے جو ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام بن مغیرہ کے آزاد کردہ غلام تھے کہ انہوں نے ابوبکر بن عبدالرحمٰن سے سنا۔ میں اپنے باپ کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچا۔ انہوں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت گواہی دیتی ہوں کہ آپؐ جماع سے۔ بغیر اِحتلام کے۔ صبح جنبی ہونے کی حالت میں اُٹھتے۔ پھر اُس دِن روزہ رکھتے۔

اطرافہ: ١٩٢٥، ١٩٣٠۔

١٩٣٢ : ثُمَّ دَخَلْنَا عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ فَقَالَتْ مِثْلَ ذَلِكَ.

۱۹۳۲: پھر ہم حضرت امّ سلمہؓ کے پاس گئے تو انہوں نے بھی ایسا ہی کہا۔

اطرافہ: ١٩٢٦۔

تشریح: **اِغْتِسَالُ الصَّآئِمِ:** اس باب کے عنوان میں دس بارہ ایسے مسئلے نقل کئے گئے ہیں جو اَز قسم وہم ہیں یا غلوّ، یا جن میں سہولت اور وسعتِ نظر کا ذکر ہے۔

یہودی اپنے روزوں میں جو مسلسل کئی دِنوں کے ہوتے؛ نہ تو نہاتے نہ لباس اور بدن کی صفائی کا خیال رکھتے بلکہ اپنی صورت وشکل ایسی بناتے تھے کہ جس سے اُن کا زہد یا تقویٰ نمایاں ہو۔ اُن کی اس حالتِ ریاکاری کے پیشِ نظر حضرت مسیح علیہ السلام اپنے شاگردوں سے فرماتے ہیں:-

''اور جب تم روزہ رکھو تو ریاکاروں کی طرح اپنی صورت اُداس نہ بناؤ کیونکہ وہ اپنا منہ بگاڑتے ہیں تاکہ لوگ اُن کو روزہ دار جانیں۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ وہ اپنا اَجر پاچکے۔ بلکہ جب تو روزہ رکھے تو اپنے سر میں تیل ڈال اور منہ دھو، تاکہ آدمی نہیں بلکہ تیرا باپ جو پوشیدگی میں ہے، تجھے روزہ دار جانے۔ اس صورت میں تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے تجھے بدلہ دے گا۔'' (متی باب ۶ آیت ۱۶ تا ۱۸)

فیج اعوج کے زمانہ میں اسی قوم کی ذہنیت پیدا ہوگئی تھی جس وجہ سے مسلمانوں میں ایسے مسائل پیدا ہوگئے تھے۔ بحالت روزہ مسواک نہ کرنا کہ مبادا اس کا اثر گلے میں پہنچ کر روزہ باطل کردے، غسل نہ کرنا مبادا روزہ کی مشقت میں کمی ہو، سر کے بال پراگندہ رکھنا، تیل نہ لگانا کہ اس سے ظاہراً زینت پیدا ہوتی ہے۔ صحابہ کرام اور فقہاء نے ایسی فضول باتیں ردّ کردی ہیں اور امام بخاریؒ نے انہیں ایک عنوان کے تحت جمع کرکے ایسے مسائل کے بارہ میں کوئی روایت نقل نہیں کی اور اس تصرف کے ذریعہ سے ان باتوں کو نظر انداز کردینا ظاہر کیا ہے۔

عنوانِ باب میں مذکور حوالجات کی تفصیل کے لئے فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۱۹۶ تا ۱۹۸ دیکھئے۔

بَاب ٢٦: اَلصَّائِمُ إِذَا أَكَلَ أَوْ شَرِبَ نَاسِيًا

روزہ دار جب بھول کر کھائے یا پیئے

وَقَالَ عَطَاءٌ إِنِ اسْتَنْثَرَ فَدَخَلَ الْمَاءُ فِي حَلْقِهِ لَا بَأْسَ إِنْ لَّمْ يَمْلِكْ وَقَالَ الْحَسَنُ إِنْ دَخَلَ حَلْقَهُ الذُّبَابُ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ وَقَالَ الْحَسَنُ وَمُجَاهِدٌ إِنْ جَامَعَ نَاسِيًا فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ.

اور عطاء نے کہا: اگر وہ ناک میں پانی ڈالے اور پانی اُس کے حلق میں داخل ہو تو کوئی مضائقہ نہیں، اگر اُسے اختیار نہ ہو۔ اور حسن نے کہا: اگر اُس کے حلق میں مکھی داخل ہو تو اُس پر کچھ نہیں۔ حسن اور مجاہد نے کہا: اگر بھول کر جماع کرے تو اُس پر بھی کچھ نہیں۔

۱۹۳۳: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا ابْنُ سِيْرِيْنَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا نَسِيَ فَأَكَلَ وَشَرِبَ فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللهُ وَسَقَاهُ.

۱۹۳۳: عبدان نے ہم سے بیان کیا۔یزید بن زُریع نے ہمیں خبر دی۔ہشام (بن حسان) نے ہم سے بیان کیا۔ابن سیرین نے ہمیں بتایا۔انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: اگر کوئی بھول سے کھائے پیئے تو چاہیے کہ وہ اپنا روزہ پورا کرے کیونکہ اللہ نے ہی اُسے کھلایا اور پلایا ہے۔

اطرافہ: ٦٦٦٩۔

تشریح: اَلصَّآئِمُ اِذَا أَكَلَ اَوْشَرِبَ نَاسِيًا: بھول کر کھانے پینے سے روزہ باطل نہیں ہوتا۔بھول چوک سے متعلق آنحضرت ﷺ کا صریح ارشاد ہے کہ قابل عفو ہے۔اس تصریح کے باوجود بعض کی یہ رائے ہے کہ گو وہ گنہگار نہیں ہوتا مگر بہتر ہے کہ روزہ دوبارہ رکھا جائے۔جمہور اس رائے کے خلاف ہیں۔(فتح الباری جزء۴ صفحہ۱۹۸ تا۲۰۱) اس باب میں ایسی ہی صورتوں سے متعلق بعض حوالے نقل کئے ہیں جن میں روزہ دار بے اختیار ہوتا ہے یا اُس کے عمل میں ارادہ کا دخل نہیں۔سابقہ باب میں مذکورہ مسائل کی نوعیت بالکل اور ہے۔یہ حوالہ جات مسند عبدالرزاق[1] اور ابن ابی شیبہ[2] میں مفصل منقول ہیں۔

اِنْ جَامَعَ نَاسِيًا: ازدواجی تعلق میں بھول چوک نادر الوقوع ہے مگر تشریح میں یہ نہیں دیکھا جاتا کہ کوئی فعل واقعہ میں بھی صادر ہوتا ہے یا نہیں بلکہ قانون کی مطلق صورت وشکل سے احتمالات کی بنا پر ہی بحث کی جاتی ہے۔روزہ کے مسائل میں تینوں محرمات یعنی اکل وشرب وجماع کی ممانعت کا یکجا ذکر کیا گیا ہے۔

بَاب ۲۷: سِوَاكُ الرَّطْبِ وَالْيَابِسِ لِلصَّائِمِ

روزہ دار کا تازہ اور خشک مسواک کرنا

وَيُذْكَرُ عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَاكُ وَهُوَ صَائِمٌ مَا لَا أُحْصِيْ وَ[3] لَا أَعُدُّ

اور حضرت عامر بن ربیعہؓ سے مذکور ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو مسواک کرتے دیکھا اور آپؐ روزہ دار تھے یا دیکھا کہ میں شمار نہیں کر سکتا۔یا[3] (کہا:)

---

[1] (مصنف عبد الرزاق، كتاب الصيام، باب الرجل يتمضمض ويستنشق صائما فيدخل الماء جوفه، جزء۴ صفحہ۱۷۴)

[2] (مصنف ابن ابى شيبه، كتاب الصيام، باب ما قالوا فى الصائم يتوضأ فيدخل الماء حلقه، جزء۲ صفحہ۳۲۲)

[3] عمدۃ القاری میں اس جگہ لفظ "وَ" کی بجائے "اَوْ" ہے۔(عمدۃ القاری جزء۱۱ صفحہ۱۸) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ وُضُوْءٍ وَيُرْوَى نَحْوُهُ عَنْ جَابِرٍ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَخُصَّ الصَّائِمَ مِنْ غَيْرِهِ وَقَالَتْ عَائِشَةُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ وَقَالَ عَطَاءٌ وَقَتَادَةُ يَبْتَلِعُ رِيْقَهُ.

میں گن نہیں سکتا۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے کہ (آپؐ نے فرمایا:) مجھے اِس اَمر کا خیال نہ ہوتا کہ میں اپنی امت کو مشقت میں ڈال دوں گا تو میں انہیں ہر وضو کے وقت مسواک کا حکم دیتا۔ اور اِسی طرح حضرت جابرؓ اور حضرت زید بن خالدؓ سے مروی ہے۔ اُن دونوں نے نبی ﷺ سے روایت کی۔ آپؐ نے اس بارہ میں روزہ دار اور بے روزہ دار میں فرق نہیں کیا۔ حضرت عائشہؓ نے کہا: نبی ﷺ سے روایت ہے کہ مسواک منہ کو پاکیزہ کرنے اور ربّ کی رضا کا موجب ہوتی ہے۔ اور عطاء اور قتادہ نے کہا: روزہ دار اپنا تھوک نگل سکتا ہے۔

۱۹۳۴: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ قَالَ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ حُمْرَانَ رَأَيْتُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ تَوَضَّأَ فَأَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ ثَلَاثًا ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى إِلَى الْمَرْفِقِ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرَى إِلَى الْمَرْفِقِ ثَلَاثًا ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنَى ثَلَاثًا ثُمَّ الْيُسْرَى ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوْئِي هٰذَا ثُمَّ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ

۱۹۳۴: عبدان نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ نے ہمیں خبر دی کہ معمر نے ہمیں بتایا کہ انہوں نے کہا کہ زُہری نے مجھ سے بیان کیا۔ زُہری نے عطاء بن یزید سے، انہوں نے حمران سے روایت کی کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ انہوں نے وضو کیا اور اپنے دونوں ہاتھوں پر تین بار پانی ڈالا۔ پھر کلی کی اور ناک صاف کی۔ پھر تین بار اپنا منہ دھویا۔ پھر تین بار اپنا دایاں ہاتھ کہنی تک دھویا اور پھر تین بار اپنا بایاں ہاتھ کہنی تک دھویا۔ پھر اپنے سر کا مسح کیا۔ پھر تین بار اپنا دایاں پاؤں دھویا۔ پھر تین بار بایاں پاؤں۔ پھر کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ نے وضو کیا جس طرح میرا یہ وضو

وُضُوْئِي هَذَا ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ نَفْسَهُ فِيْهِمَا بِشَيْءٍ إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

ہے اور فرمایا کہ جس نے میرے اِس وضو کی طرح وضو کر کے دو رکعتیں پڑھیں اور اُن کے درمیان اپنے نفس سے کوئی بات نہ کی تو جو کوتاہیاں اُس سے ہو چکی ہیں، اُن کی ضرور مغفرت کی جائے گی۔

اطرافہٗ: ١٥٩، ١٦٠، ١٦٤، ٦٤٣٣۔

تشریح: **سِوَاکُ الرَّطْبِ وَالْيَابِسِ لِلصَّائِمِ:** مالکیوں نے بعض مسائل میں غلو سے کام لیا ہے اور مسواک تک کو بحالت روزہ مکروہ گردانا ہے۔ (فتح الباری جزء۴صفحہ۲۰۲) جس کی وجہ سے امام بخاریؒ نے علیحدہ عنوان قائم کر کے اس کا ردّ مستند اور مشہور حدیث سے کیا ہے۔ اس تعلق میں کتاب الوضوء باب۳۷ روایت نمبر۲۴۴، ۲۴۵ بھی دیکھئے۔ عنوانِ باب میں حضرت عامر[1] بن ربیعہؓ، حضرت[2] عائشہؓ، عطاء بن ابی رباح، قتادہ، حضرت[3] ابوہریرہؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت زید[4] بن خالدؓ کے جو حوالہ جات نقل کئے گئے ہیں؛ وہ اوّل الذکر دونوں مسند احمد بن حنبل میں اور باقی حوالہ جات سعید بن منصور، عبد بن حمید، نسائی، ابونعیم اور اصحاب السنن سے منقول ہیں۔
(فتح الباری جزء۴صفحہ۲۰۲، ۲۰۳)

بَاب ۲۸

قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْشِقْ بِمَنْخِرِهِ الْمَاءَ

نبی ﷺ کا فرمانا کہ جب کوئی وضو کرے تو چاہیے کہ وہ پہلے اپنے نتھنوں میں پانی لے

وَلَمْ يُمَيِّزْ بَيْنَ الصَّائِمِ وَغَيْرِهِ وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَأْسَ بِالسَّعُوْطِ لِلصَّائِمِ إِنْ لَّمْ يَصِلْ إِلَى حَلْقِهِ وَيَكْتَحِلُ وَقَالَ عَطَاءٌ إِنْ تَمَضْمَضَ ثُمَّ أَفْرَغَ مَا فِي فِيْهِ مِنَ الْمَاءِ لَا يَضِيْرُهُ إِنْ لَّمْ يَزْدَرِدْ رِيْقَهُ

اور آپؐ نے روزہ دار اور غیر روزہ دار کے درمیان فرق نہیں کیا۔ اور حسن نے کہا: روزہ دار کے ناک میں دوا ڈالنے سے کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اُس کے حلق میں نہ پہنچے اور سرمہ لگائے۔ اور عطاء نے کہا: اور اگر وہ کلی کرے اور پھر وہ پانی جو اُس کے منہ میں ہو وہ نکال دے تو کوئی

---

[1] (مسند احمد بن حنبل، جزء۳ صفحہ۴۴۵)

[2] (مسند احمد بن حنبل، جزء۶ صفحہ۴۷) (نسائی، کتاب الطھارۃ، باب الترغیب فی السواک)

[3] (مؤطا امام مالک، کتاب الطھارۃ، باب ما جاء فی السواک)
(بخاری، کتاب الجمعۃ، باب السواک یوم الجمعۃ، روایت نمبر۸۸۷)

[4] (ترمذی، کتاب الطھارۃ، باب ما جاء فی السواک) (ابوداؤد، کتاب الطھارۃ، باب السواک)

وَمَاذَا بَقِيَ فِي فِيْهِ وَلَا يَمْضَغُ الْعِلْكَ فَإِنِ ازْدَرَدَ رِيْقَ الْعِلْكِ لَا أَقُوْلُ إِنَّهُ يُفْطِرُ وَلَكِنْ يُنْهَى عَنْهُ فَإِنِ اسْتَنْثَرَ فَدَخَلَ الْمَاءُ حَلْقَهُ لَا بَأْسَ لَمْ يَمْلِكْ.

نقصان نہیں ہوگا۔اگر اُس نے اپنا تھوک اور جو اُس کے منہ میں ہے نہ نگلا ہو اور مصطگی[1] نہ نگلے۔اگر مصطگی کا تھوک نگل جائے تو میں نہیں کہتا کہ وہ غیر روزہ دار ہو جائے گا لیکن اِس کی ممانعت ہے۔اگر اُس نے پانی ڈال کر ناک صاف کی اور وہ پانی حلق میں داخل ہو گیا تو کوئی قباحت نہیں (کیونکہ) وہ بے اختیار ہے۔

تشریح: **اِذَا تَوَضَّاَ فَلْيَسْتَنْشِقْ بِمَنْخِرِهِ الْمَاءَ:** اس باب میں مسائل غلو سے متعلق بعض حوالہ جات نقل کئے گئے ہیں۔جن کی تائید میں امام بخاریؒ کو کوئی مستند روایت نہیں ملی۔مثلاً بحالت روزہ ناک میں پانی لے اور وہ حلق میں چلا جائے۔دوائی ڈالے اور اس کا اثر حلق تک محسوس ہو یا خشکی محسوس ہونے پر کلی کرے[2] یا مصطگی وغیرہ چبائے[3] اور تھوک نہ نگلے یا بغیر ارادہ حلق میں اس کا لعاب چلا جائے یا بحالت روزہ سرمہ[4] استعمال کرے وغیرہ۔ آیا ان باتوں سے روزہ فاسد ہو جائے گا یا نہیں؟ ایسے مسائل میں تکلّف وغلوّ درست نہیں۔محولہ بالا روایتیں عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ اور سعید بن منصور نے نقل کی ہیں۔(تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری جزء۴ صفحہ ۲۰۵۔عمدۃ القاری جزء۱۱ صفحہ ۲۱) یہ باب سابقہ مضمون کے لئے بطور خاتمہ ہے۔

بَاب ۲۹ : إِذَا جَامَعَ فِي رَمَضَانَ

جب رمضان میں کوئی مباشرت کرے

وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ مَنْ أَفْطَرَ يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ عِلَّةٍ وَلَا مَرَضٍ لَمْ يَقْضِهِ صِيَامُ الدَّهْرِ وَإِنْ صَامَهُ وَبِهِ قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ وَقَالَ

اور حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً مذکور ہے: رمضان میں جس نے کسی دِن بغیر عذر اور بیماری کے روزہ چھوڑا؛ عمر بھر کے روزے اُس کا بدل نہ ہوں گے خواہ وہ کتنے ہی روزے رکھے۔حضرت ابن مسعودؓ نے

---

[1] مَصْطَگی: ایک درخت کا خوشبودار گوند جس کا رنگ سفید زردی مائل شفاف اور مزے میں کسی قدر شیریں ہوتا ہے۔ مختلف امراض میں دوا کے طور پر مستعمل ہے۔(اردو لغت۔مصطگی)

[2] (مصنف عبد الرزاق، كتاب الصيام، باب المضمضمة للصائم، جزء۴ صفحہ ۲۰۵)

[3] (مصنف عبد الرزاق، كتاب الصيام، باب العلک للصائم، جزء۴ صفحہ ۲۰۲)

[4] (مصنف ابن ابی شيبة، كتاب الصيام، باب من رخص فی الكحل للصائم، جزء۲ صفحہ ۳۰۴)

سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَالشَّعْبِيُّ وَابْنُ جُبَيْرٍ وَإِبْرَاهِيْمُ وَقَتَادَةُ وَحَمَّادٌ يَقْضِي يَوْمًا مَكَانَهُ.

بھی یہی کہا اور سعید بن مسیّب، شعبی، ابن جبیر، ابراہیم، قتادہ اور حماد نے کہا: اُس کی جگہ ایک دِن کا روزہ رکھے۔

۱۹۳۵: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُنِيْرٍ سَمِعَ يَزِيْدَ بْنَ هَارُوْنَ حَدَّثَنَا يَحْيَى هُوَ ابْنُ سَعِيْدٍ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ الْقَاسِمِ أَخْبَرَهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ ابْنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ بْنِ خُوَيْلِدٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تَقُوْلُ إِنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّهُ احْتَرَقَ قَالَ مَا لَكَ قَالَ أَصَبْتُ أَهْلِي فِي رَمَضَانَ فَأُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِكْتَلٍ يُدْعَى الْعَرَقَ فَقَالَ أَيْنَ الْمُحْتَرِقُ قَالَ أَنَا قَالَ تَصَدَّقْ بِهَذَا.

اطرافہ: ٦٨٢٢۔

۱۹۳۵: عبداللہ بن منیر نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے یزید بن ہارون سے سنا کہ یحیٰی نے جو سعید کے بیٹے ہیں ہمیں بتایا کہ عبدالرحمٰن بن قاسم نے انہیں خبر دی۔ محمد بن جعفر بن زبیر بن عوام بن خویلد سے مروی ہے۔ انہوں نے عباد بن عبداللہ بن زبیر سے روایت کی۔ انہوں نے اُن کو بتایا کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا۔ وہ کہتی تھیں: ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ وہ جل گیا۔ آپؐ نے فرمایا: تجھے کیا ہوا؟ تو اُس نے کہا کہ رمضان میں مَیں نے (روزہ کی حالت میں) اپنی بیوی سے صحبت کرلی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ٹوکری جسے عرق کہتے ہیں؛ لائی گئی تو آپؐ نے فرمایا: یہ جلنے والا کہاں ہے؟ اُس نے کہا: میں ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: یہ صدقہ دے دو۔

تشریح: اِذَا جَامَعَ فِيْ رَمَضَانَ: بحالت روزہ محرمات کے اِرتکاب پر کفارہ وغیرہ کے دینے کے بارہ میں دو باب یکے بعد دیگرے قائم کئے گئے ہیں۔ سابقہ ابواب میں بھی بتایا گیا ہے کہ نسیان یا بغیر ارادہ واختیار اگر کھانے پینے کی کوئی چیز حلق میں اُتر جائے تو روزہ باطل نہ ہوگا۔ مگر عمداً خلاف ورزی کے بارہ میں فقہاء کے دو بڑے بڑے فریق ہیں۔ ایک فریق کی رائے ہے کہ عمداً خلاف ورزی کرنے والے کے گناہ کا ازالہ نہ صدقہ کرسکتا ہے اور نہ روزۂ قضاء۔ یعنی روزہ باطل ہوجاتا ہے اور اس کے بدلے میں اگر روزہ رکھے تو مقبول نہیں۔ دوسرے فریق کی رائے میں روزہ

بطور قضاء رکھا جاسکتا ہے۔عنوانِ باب میں اسی اختلاف کی طرف اِشارہ کیا گیا ہے۔فریق اوّل کے نقطہ نگاہ کی تائید میں حضرت[1] ابو ہریرہؓ اور حضرت[2] ابن مسعودؓ کا فتویٰ ہے اور دوسرے فریق کی تائید میں سعید[3] بن مسیّب اور شعبی[4]، سعید[5] بن جبیر، ابراہیم نخعی[6]، قتادہ[7]، حماد[8] کے اقوال ہیں۔مشار الیہا روایات علی الترتیب اصحاب السنن، بیہقی، ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاق سے منقول ہیں۔سعید بن جبیر کے فتویٰ کے الفاظ یہ ہیں: يَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ مِنْ ذَلِكَ وَيَتُوبُ إِلَيْهِ وَيَقْضِي يَوْمًا مَكَانَهُ. یعنی وہ اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے اور اس کے حضور توبہ کرے اور ایسے روزہ کی جگہ ایک دِن کا روزہ رکھے۔شعبی کا فتویٰ بھی انہی معنوں میں ہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۲۰۶، ۲۰۷۔نیز عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۲)

بعض فقہاء نے عمداً خلاف ورزی پر یہ کفارہ تجویز کیا ہے کہ ایک غلام آزاد کیا جائے اور دو ماہ مسلسل روزے رکھے جائیں یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔جیسا کہ اگلے ابواب میں اس کفارہ کا ذکر ہے۔امام موصوفؒ نے عنوانِ باب شرطیہ رکھ کر اس کا جواب حذف کر دیا ہے اور مفصل روایت میں سے متعلقہ حصہ ہی نقل کرنے پر اکتفا کی ہے۔جس سے ظاہر ہے کہ عدمِ استطاعت کی صورت میں کوئی کفارہ نہیں۔امام شافعیؒ اور اکثر فقہاء کفارہ کی صورت میں روزہ رکھنا لازم نہیں سمجھتے لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک روزے اور کفارہ دونوں لازم ہیں۔اگرچہ امام بخاریؒ نے مسئلہ کے متعلق اپنی رائے کھلے الفاظ میں ظاہر نہیں کی۔لیکن اُن کے اسلوب سے پایا جاتا ہے کہ سچی ندامت اور توبہ ہی دراصل اس قسم کی کوتاہیوں کے لئے کفارہ ہیں۔جب سچی ندامت دل میں پیدا ہوتی ہے تو پھر نادم اور تائب انسان صرف صدقات وصوم وصلوٰۃ پر ہی کفایت نہیں کرتا بلکہ ہر عمل میں نمایاں تغیر پیدا کر لیتا ہے۔

---

[1] (ترمذی، كتاب الصوم، باب ما جاء فى الإفطار متعمدا) (ابو داؤد، كتاب الصوم، باب التغليظ فيمن أفطر عمدا) (ابن ماجه، كتاب الصيام، باب ماجاء فى كفارة من أفطر يوما من رمضان)

[2] (السنن الكبرىٰ للبيهقى، كتاب الصيام، باب التغليظ على من أفطر يوما......متعمدا من غير عذر، جزء ۴ صفحہ ۲۲۸)

[3]، [4]، [5] (مصنف ابن ابى شيبة، كتاب الصيام، باب ما قالوا فى الرجل يفطر من رمضان يوما، جزء ۲ صفحہ ۳۴۷)

[6] (مصنف ابن ابى شيبة، كتاب الصيام، باب من كان يستحب أن يفطر على تمر او ماء، جزء ۲ صفحہ ۳۴۹)

[7] (مصنف عبد الرزاق، كتاب الصيام، باب من يبطل الصيام ومن يأكل فى رمضان متعمدا، جزء ۴ صفحہ ۱۹۶)

[8] (مصنف عبد الرزاق، كتاب الصيام، باب من يبطل الصيام ومن يأكل فى رمضان متعمدا، جزء ۴ صفحہ ۱۹۷)

بَاب ۳۰: إِذَا جَامَعَ فِي رَمَضَانَ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ شَيْءٌ فَتُصُدِّقَ عَلَيْهِ فَلْيُكَفِّرْ

رمضان میں جو مباشرت کرے اور اُس کے پاس کچھ نہ ہو
اور اُسے بطور صدقہ کے کچھ مل جائے تو چاہیے کہ وہ کفارہ دے

۱۹۳۶: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوْسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكْتُ قَالَ مَا لَكَ قَالَ وَقَعْتُ عَلَى امْرَأَتِي وَأَنَا صَائِم فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تَجِدُ رَقَبَةً تُعْتِقُهَا قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيْعُ أَنْ تَصُوْمَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ تَجِدُ إِطْعَامَ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا قَالَ لَا قَالَ فَمَكَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيْنَا نَحْنُ عَلَى ذَلِكَ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَقٍ فِيْهَا تَمْرٌ وَالْعَرَقُ الْمِكْتَلُ قَالَ أَيْنَ السَّائِلُ فَقَالَ أَنَا قَالَ خُذْهَا فَتَصَدَّقْ بِهِ فَقَالَ الرَّجُلُ عَلَى أَفْقَرَ مِنِّي يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَوَاللّٰهِ مَا بَيْنَ

۱۹۳۶: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں خبر دی۔ زہری سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: حُمَید بن عبدالرحمٰن نے مجھے بتایا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک بار اِس اثناء میں کہ ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے تھے؛ آپؐ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ یارسول اللہ! میں ہلاک ہوگیا۔ آپؐ نے فرمایا: تجھے کیا ہوا؟ کہا: میں نے اپنی بیوی سے مباشرت کی ہے، ایسی حالت میں کہ میں روزہ دار تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہیں ایک بردہ آزاد کرنے کی طاقت ہے؟ اُس نے کہا: نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تمہیں طاقت ہے کہ تم دو مہینے مسلسل روزے رکھو؟ اُس نے کہا: نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: کیا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی طاقت ہے؟ کہا: نہیں۔ (حضرت ابوہریرہؓ نے) کہا: نبی ﷺ ٹھہرے رہے۔ اِس اثناء میں کہ ہم آپؐ کے پاس ہی تھے کہ نبی ﷺ کے پاس ایک عرق لایا گیا جس میں کھجوریں تھیں اور عرق کھجور کی ایک ٹوکری ہوتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: وہ مسئلہ پوچھنے والا کہاں ہے؟ تو اُس نے کہا: میں ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: اِسے لے لو۔ اِس کو

لَابَتَيْهَا يُرِيْدُ الْحَرَّتَيْنِ أَهْلُ بَيْتٍ أَفْقَرُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَدَتْ أَنْيَابُهُ ثُمَّ قَالَ أَطْعِمْهُ أَهْلَكَ.

صدقہ میں دے دو۔ تو اُس شخص نے کہا کہ یارسول اللہ! (کیا) ایسے شخص کو جو مجھ سے زیادہ محتاج ہو؟ بخدا (مدینہ کے) دونوں پتھریلے کناروں کے درمیان کوئی گھر والا میرے گھر والوں سے زیادہ محتاج نہیں۔ (دونوں کناروں سے مراد مدینہ کے دونوں کنکریلے میدان ہیں) تو نبی ﷺ ہنس پڑے یہاں تک کہ آپؐ کے دانت ظاہر ہوئے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اپنے گھر والوں کو ہی کھلاؤ۔

اطرافہ: ۱۹۳۷، ۲۶۰۰، ۵۳۶۸، ۶۰۸۷، ۶۱۶۴، ۶۷۰۹، ۶۷۱۰، ۶۷۱۱، ۶۸۲۱۔

تشریح: اِذَا جَامَعَ فِيْ رَمَضَانَ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ شَيْءٌ: اس باب کی روایت میں جس کفارہ کا ذکر کیا گیا ہے، وہ کفارۂ ایلاء ہے جو سورۃ المجادلہ آیت ۴، ۵ میں مذکور ہے اور ایک غلام کی آزادی کا ذکر بطور کفارہ قتل خطاء سورۂ نساء آیت ۹۳ میں وارد ہوا ہے۔ غلام آزاد کرنے کی نہ طاقت ہو تو دو ماہ کے روزے رکھنے کی تاکید ہے۔ تَوْبَةٌ مِّنَ اللّٰهِ یعنی یہ روزے بطور توبہ اور تعزیری کارروائی کے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محولہ بالا اِرشاد سے واضح ہے کہ فرض روزے میں عمداً ازدواجی تعلق پیدا کرنا بہت سنگین گناہ ہے جس کے لئے مذکورہ بالا کفارہ عدمِ استطاعت کی صورت میں ساقط تو ہو جاتا ہے مگر توبہ واستغفار اس سے ساقط نہیں ہوتے۔ الفاظ هَلَكْتُ یعنی میں ہلاک ہو گیا اور اپنے متعلق یہ اعلان کہ میں بہت ہی بدبخت انسان ہوں؛ ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ گناہ کا اقرار کرنے والا سخت پشیمان ہے۔ اس کی اپنی حالت مضطربانہ اور غایت درجہ افلاس کو دیکھ کر آپؐ نے اُسے اجازت دی کہ وہ صدقہ کی کھجوریں اپنے اہل وعیال کو کھلائے۔ صدقہ کے مصرف سے متعلق فقہاء متفق ہیں کہ صدقہ دینے والا اپنی کفایت کے بعد ہی دے سکتا ہے۔ اس لئے عنوانِ باب میں فَلْيُكَفِّرْ کے الفاظ سے جملہ شرطیہ کا جواب واضح کیا گیا ہے اور اس سے سابقہ باب کے مضمون کی تائید ہوتی ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک اس پشیمان شخص کی نفسی حالت ہی حقیقی توبہ تھی جو اصل مقصود بالذات ہے۔

بَاب ۳۱: اَلْمُجَامِعُ فِي رَمَضَانَ هَلْ يُطْعِمُ أَهْلَهُ مِنَ الْكَفَّارَةِ إِذَا كَانُوْا مَحَاوِيْجَ

کیا رمضان میں مباشرت کرنے والا اپنے گھر والوں کو کفارہ سے کھلائے اگر وہ محتاج ہوں؟

۱۹۳۷: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ الْأَخِرَ وَقَعَ عَلَى امْرَأَتِهِ فِي رَمَضَانَ فَقَالَ أَتَجِدُ مَا تُحَرِّرُ رَقَبَةً قَالَ لَا قَالَ فَتَسْتَطِيْعُ☆ أَنْ تَصُوْمَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ قَالَ لَا قَالَ أَفَتَجِدُ مَا تُطْعِمُ بِهِ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا قَالَ لَا قَالَ فَأُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَقٍ فِيْهِ تَمْرٌ وَهُوَ الزَّبِيْلُ قَالَ أَطْعِمْ هَذَا عَنْكَ قَالَ عَلَى أَحْوَجَ مِنَّا مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا أَهْلُ بَيْتٍ أَحْوَجُ مِنَّا قَالَ فَأَطْعِمْهُ أَهْلَكَ.

۱۹۳۷: عثمان بن ابی شیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ جریر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے منصور سے، انہوں نے زہری سے، زہری نے حمید بن عبدالرحمٰن سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ایک بدبخت نے رمضان میں اپنی بیوی سے مباشرت کر لی ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا: کیا تمہیں اتنی طاقت ہے کہ ایک بردہ آزاد کرو؟ اُس نے کہا: نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: کیا☆ تم طاقت رکھتے ہو کہ لگاتار دو مہینے روزے رکھو؟ اُس نے کہا: نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تمہیں اس کی طاقت ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ؟ اُس نے کہا: نہیں۔ (حضرت ابوہریرہؓ نے) کہا: اِتنے میں نبی ﷺ کے پاس عرق لایا گیا جس میں کھجوریں تھیں اور (عرق) کھجور کی ٹوکری کو کہتے ہیں۔ آپؐ نے کہا: یہ (کھجوریں) اپنی طرف سے (مسکینوں کو) کھلا دو۔ اُس نے کہا: (کیا) اپنے سے زیادہ محتاج کو؟ (مدینہ کے) دونوں پتھریلے میدانوں کے درمیان کوئی گھر والے ہم سے بڑھ کر محتاج نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: تو اپنے گھر والوں کو کھلا دو۔

اطرافه: ۱۹۳۶، ۲۶۰۰، ۵۳۶۸، ۶۰۸۷، ۶۱۶۴، ۶۷۰۹، ۶۷۱۰، ۶۷۱۱، ۶۸۲۱۔

☆ فتح الباری مطبوعہ بولاق میں اس جگہ لفظ "اَفَتَسْتَطِيْعُ" ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ حاشیہ صفحہ ۲۲۰) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تشریح: **اَلْمُجَامِعُ فِیْ رَمَضَانَ هَلْ يُطْعِمُ اَهْلَهٗ مِنَ الْكَفَّارَةِ اِذَا كَانُوْا مَحَاوِيْجَ:** امام شافعیؒ نے اپنی کتاب الام میں کفارہ کے تعلق میں یہ سوال اُٹھایا ہے کہ جب مال کسی کی ملکیت میں نہ ہو وہ بطور صدقہ تصور نہیں کیا جاسکتا۔ روایت زیر باب میں کھجور کی ٹوکری پر سائل کا قبضہ نہیں ہوا تھا۔ اس لئے اُس کی طرف سے اپنے اہل وعیال کو کھجوروں کا دیا جانا صدقہ نہیں کہلا سکتا۔ صدقہ کی تعریف اُس وقت اطلاق پا سکتی ہے۔ جب اُس کے قبضہ میں آئی ہوں۔ مذکورہ بالا شبہ کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انہیں سپرد کر دینا ہی اُس کو مالک قرار دیتا ہے اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے ہی اپنے اہل وعیال کو دینا وہ صدقہ کہلائے گی۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی اُس کے اس فعل کو صدقہ میں شمار کیا ہے اور اس شبہ کا یہ بھی جواب دیا گیا ہے کہ خود آنحضرت ﷺ کی طرف سے ہی وہ صدقہ دیا گیا جو اُس کے گناہ کا کفارہ تھا۔ چنانچہ بعض فقہاء نے آنحضرت ﷺ کے اس طرز عمل سے یہ استدلال کیا ہے کہ عدم استطاعت کی صورت میں دوسرا شخص بھی صدقہ دے سکتا ہے۔

(الأمّ، كتاب الصيام، باب الجماع فی رمضان، جزء۲ صفحہ۹۸) (فتح الباری، شرح باب ۳۰، جزء۴ صفحہ۲۱۹)

واقعہ مذکورہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کریمہ کی شان بھی نمایاں ہے کہ ایک گنہگار کے اعتراف کرنے پر آپؐ نے اُس کی کمزوری کو نظر تحقیر سے نہیں دیکھا بلکہ شفقت واحسان اور رحمت کا اظہار فرمایا ہے۔ امام بخاریؒ نے اس باب کا عنوان هَلْ حرف استفہامیہ قائم کر کے اس کا جواب حذف کر دیا ہے اور لفظ اَلْمُجَامِعُ کو بطور مبتداء رکھ کر جملہ اسمیہ کو بغیر اُس کی خبر کے غیر مکمل چھوڑ دیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا فقیہانہ موشگافیاں نظر انداز کرنے کے قابل ہیں کہ وہ عقل وروحانی کم مائیگی پر دلالت کرتی ہیں۔

بَاب ۳۲: اَلْحِجَامَةُ وَالْقَيْءُ لِلصَّائِمِ

روزہ دار کا پچھنے لگانا اور قے کرنا

وَقَالَ لِي يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَكَمِ بْنِ ثَوْبَانَ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِذَا قَاءَ فَلَا يُفْطِرُ إِنَّمَا يُخْرِجُ وَلَا يُوْلِجُ وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ يُفْطِرُ وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَعِكْرِمَةُ الصَّوْمُ مِمَّا دَخَلَ

اور یحيٰ بن صالح نے مجھ سے کہا: معاویہ بن سلام نے ہم سے بیان کیا کہ یحيٰ نے ہمیں بتایا کہ عمر بن حکم بن ثوبان سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ اگر قے کرے تو روزہ نہ چھوڑے کیونکہ وہ نکالتا ہے داخل نہیں کرتا۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ بھی مذکور ہے کہ وہ بے روزہ ہو جاتا ہے اور پہلی (روایت) زیادہ صحیح ہے اور حضرت ابن عباسؓ اور عکرمہ نے کہا: روزہ (ٹوٹتا ہے) اُس چیز سے جو اندر جائے اور اُس چیز

وَلَيْسَ مِمَّا خَرَجَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَحْتَجِمُ وَهُوَ صَائِمٌ ثُمَّ تَرَكَهُ فَكَانَ يَحْتَجِمُ بِاللَّيْلِ وَاحْتَجَمَ أَبُو مُوْسَى لَيْلًا وَيُذْكَرُ عَنْ سَعْدٍ وَزَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ وَأُمِّ سَلَمَةَ أَنَّهُمْ احْتَجَمُوْا صِيَامًا وَقَالَ بُكَيْرٌ عَنْ أُمِّ عَلْقَمَةَ كُنَّا نَحْتَجِمُ عِنْدَ عَائِشَةَ فَلَا نُنْهَىٰ☆ وَيُرْوَى عَنِ الْحَسَنِ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مَرْفُوْعًا أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُوْمُ وَقَالَ لِي عَيَّاشٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا يُوْنُسُ عَنِ الْحَسَنِ مِثْلَهُ قِيْلَ لَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ ثُمَّ قَالَ اللهُ أَعْلَمُ.

سے نہیں جو باہر جائے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما پچھنے لگاتے تھے جبکہ وہ روزہ دار ہوتے پھر انہوں نے اسے چھوڑ دیا۔ پھر وہ رات کو پچھنے لگاتے تھے۔ اور حضرت ابوموسیٰؓ نے رات کو پچھنے لگائے۔ اور حضرت سعد (بن ابی وقاصؓ)، حضرت زیدؓ بن ارقم اور حضرت امّ سلمہؓ کی نسبت مذکور ہے کہ انہوں نے روزہ رکھنے کی حالت میں پچھنے لگائے۔ اور بکیر (بن عبداللہ) نے امّ علقمہ سے نقل کیا کہ ہم حضرت عائشہؓ کے پاس پچھنے لگاتے تھے تو وہ روکتی نہ تھیں☆ اور حسن سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک سے زیادہ (صحابہ) سے مرفوعاً روایت کرتے ہوئے کہا ہے: پچھنے لگانے والا اور لگوانے والا شخص بے روزہ ہو جاتا ہے۔ اور عیاش نے مجھ سے کہا: عبدالاعلیٰ نے مجھ سے بیان کیا کہ یونس نے حسن سے روایت کرتے ہوئے اِسی طرح ہمیں بتایا۔ اُن سے پوچھا گیا کہ (کیا) یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ پھر کہا: اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

۱۹۳۸: حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَاحْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ.

۱۹۳۸: معلّٰی بن اسد نے ہم سے بیان کیا کہ وہیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب سے، انہوں نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگائے جبکہ آپؐ بحالت احرام تھے اور آپؐ نے پچھنے لگائے جبکہ آپؐ روزہ دار تھے۔

اطرافہ: ۱۸۳۵، ۱۹۳۹، ۲۱۰۳، ۲۲۷۸، ۲۲۷۹، ۵۶۹۱، ۵۶۹۴، ۵۶۹۵، ۵۶۹۹، ۵۷۰۰، ۵۷۰۱۔

☆ عمدۃ القاری میں اس جگہ لفظ "فَلَا تَنْهَى" ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۳۷) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

١٩٣٩ : حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ احْتَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ صَائِمٌ.

۱۹۳۹: ابومعمر (عبداللہ بن عمرو) نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالوارث (بن سعید) نے ہمیں بتایا کہ ایوب (سختیانی) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگائے جبکہ آپؐ روزہ دار تھے۔

اطرافه: ١٨٣٥، ١٩٣٨، ٢١٠٣، ٢٢٧٨، ٢٢٧٩، ٥٦٩١، ٥٦٩٤، ٥٦٩٥، ٥٦٩٩، ٥٧٠٠، ٥٧٠١.

١٩٤٠ : حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ ثَابِتًا الْبُنَانِيَّ قَالَ سُئِلَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَكُنْتُمْ تَكْرَهُوْنَ الْحِجَامَةَ لِلصَّائِمِ قَالَ لَا إِلَّا مِنْ أَجْلِ الضَّعْفِ وَزَادَ شَبَابَةُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۱۹۴۰: آدم بن ابی ایاس نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: میں نے ثابت بنانی سے سنا۔ انہوں نے کہا: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: کیا تم لوگ (آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں) روزہ دار کے لئے پچھنے لگوانا مکروہ سمجھتے تھے؟ تو انہوں نے کہا: نہیں، مگر کمزوری کی وجہ سے۔ اور شبابہ نے (اِسی سند سے) اِتنا بڑھایا کہ شعبہ نے ہم سے بیان کیا کہ نبی ﷺ کے زمانہ میں (ایسا کیا کرتے تھے۔)

تشریح: **اَلْحِجَامَةُ وَالْقَيْءُ لِلصَّآئِمِ:** اب مفطرات الصوم سے متعلق مسائل شروع ہوئے ہیں۔ یعنی وہ باتیں جن سے روزہ دار بے روزہ ہو جاتا ہے۔ یہ باب اس قسم کے مسائل کے بارہ میں قائم کیا گیا ہے۔ فقہاء نے دس باتیں مفطر قرار دی ہیں جن میں سے بموجب تشریح قرآنِ حکیم تین باتوں کا ذکر پہلے ہو چکا ہے جو محرمات ہیں۔ سب حسب ذیل ہیں: حلق سے یا بذریعہ حقنہ کھانے پینے کی اشیاء کا داخل ہونا یا بذریعہ قے باہر نکلنا، خون کا نکلنا قے سے یا پچھنے سے، حیض نفاس، جنون اور ارتداد۔ آخری چار صورتیں تو ظاہر ہیں۔ پہلی دو صورتوں کے بارہ میں اختلاف ہے۔ اس لئے عنوانِ باب میں فقہاء کے مختلف فتووں کا ذکر کرنے کے بعد مستند احادیث پیش کی گئی ہیں اور الفاظ اَلْاَوَّلُ اَلْاَصَحُّ سے بوضاحت رائے دی گئی ہے کہ پہلی روایت زیادہ صحیح ہے جس میں ہے کہ جو شئے بطور دوا وغذا دی جائے گی، اس سے روزہ باطل ہوگا اور جو بطور دوا وغذا نہیں جائے گی وہ مفطرات میں شامل نہیں۔ اسی طرح خون اور غذا کے جسم سے نکلنے میں بھی اختلاف ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کی دو مختلف روایتوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔ پہلی روایت جو موقوف ہے اسے

عنوان میں درج کیا ہے۔ دوسری روایت امام بخاریؒ نے اپنی کتاب تاریخ کبیر میں درج کی ہے اور اسے کمزور بتایا ہے۔[1] حضرت[2] ابن عباسؓ، عکرمہ[3]، حضرت ابو[4] موسیٰ اشعریؓ اور حضرت[5] امّ سلمہؓ کی روایتیں ابن ابی شیبہؒ نے اور امّ علقمہ[6] (مرجانہ) کی روایت امام بخاری نے تاریخ کبیر میں اور حضرت[7] ابن عمرؓ اور حضرت سعدؓ بن ابی وقاصؓ کی روایتیں امام مالکؒ نے اور حضرت زید[8] بن ارقمؓ کی روایت عبدالرزاق نے اور حسن[9] بصریؒ کی روایت نسائی نے نقل کی ہے۔ **وَقَالَ لِيْ عَيَّاشٌ** یہ قول بھی موقوفات میں سے ہے جو تاریخ بخاریؒ میں منقول ہے۔[10] حوالہ جات کی یہ کثرت صریح طور پر غلط مسائل کا ردّ کرتی ہے۔ تفصیلات کے لئے دیکھئے فتح الباری جزء۴ صفحہ ۲۲۲ تا ۲۲۵ نیز عمدۃ القاری جزء۱۱ صفحہ ۳۵ تا ۳۹۔

وَزَادَ شَبَابَةُ: شبابہ کی روایت آدم بن ابی ایاس ہی کی سند سے مروی ہے۔ اُس میں یہ مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک ہی میں صحابہ کرامؓ بحالت روزہ پچھنے لگوایا کرتے تھے اور خون کے نکلنے سے اُن کا روزہ باطل نہ ہوتا تھا۔

بَاب ۳۳: اَلصَّوْمُ فِي السَّفَرِ وَالْإِفْطَارُ

سفر میں روزہ رکھنا اور افطار کرنا

۱۹۴۱: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ سَمِعَ ابْنَ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَقَالَ لِرَجُلٍ انْزِلْ

۱۹۴۱: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عُیینہ) نے ہمیں بتایا۔ ابواسحاق شیبانی سے مروی ہے کہ انہوں نے (حضرت عبداللہ) بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہم ایک سفر میں تھے۔ آپؐ نے ایک شخص سے کہا:

---

[1] (التاريخ الكبير، فى ذكر محمد بن سيرين، جزءاوّل صفحہ۹۱)
[2] (مصنف ابن ابی شيبة، كتاب الصيام، باب من رخص للصائم أن يحتجم، روایت نمبر۹۳۱۹ جزء۲ صفحہ۳۰۸)
[3] (مصنف ابن ابی شيبة، كتاب الصيام، باب ماجاء فى الصائم يتقيا، روایت نمبر۹۲۰۲ جزء۲ صفحہ۲۹۸)
[4] (مصنف ابن ابی شيبة، كتاب الصيام، باب من كره أن يحتجم الصائم، روایت نمبر۹۳۰۷ جزء۲ صفحہ۳۰۷)
[5] (مصنف ابن ابی شيبة، كتاب الصيام، باب من رخص للصائم ان يحتجم، روایت نمبر۹۳۳۵ جزء۲ صفحہ۳۰۹)
[6] (التاريخ الكبير، باب ثور، روایت نمبر۲۱۲۴ جزء۲ صفحہ۱۸۰)
[7] (مؤطا امام مالک، كتاب الصيام، باب ماجاء فى حجامة الصائم)
[8] (مصنف عبد الرزاق، كتاب الصيام، باب الحجامة للصائم، روایت نمبر۷۵۴۳ جزء۲ صفحہ۲۱۴)
[9] (السنن الكبرىٰ للنسائى، كتاب الصيام، باب الحجامة للصائم، جزء۲ صفحہ۲۲۴)
[10] (التاريخ الكبير، باب ثور، روایت نمبر۲۱۲۴ جزء۲ صفحہ۱۷۹)

فَاجْدَحْ لِي قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ الشَّمْسُ قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ لِي قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ الشَّمْسُ قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ لِي فَنَزَلَ فَجَدَحَ لَهُ فَشَرِبَ ثُمَّ رَمَى بِيَدِهِ هُنَا ثُمَّ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ اللَّيْلَ أَقْبَلَ مِنْ هَا هُنَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ. تَابَعَهُ جَرِيْرٌ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ.

(اس جگہ) اُترو اور میرے لے ستو گھولو۔ اُس نے کہا: یارسول اللہ! سورج (ابھی ہے۔) آپؐ نے فرمایا: اُترو اور میرے لیے ستو گھولو۔ اُس نے کہا: یارسول اللہ! سورج (ابھی ہے۔) آپؐ نے فرمایا: اُترو اور ستو گھولو۔ چنانچہ وہ اُترا اور آپؐ کے لئے اُس نے ستو گھولے۔ آپؐ نے پئے۔ پھر آپؐ نے اپنے ہاتھ سے اس (یعنی مغرب کی) طرف اشارہ کیا اور فرمایا: جب تم رات کو دیکھو کہ وہ اس طرف سے آ گئی ہے تو پھر روزے دار کی افطاری ہے۔ جریر اور ابوبکر بن عیاش نے بھی (سفیان بن عیینہ کی طرح ابواسحٰق) شیبانی سے روایت بیان کی کہ حضرت ابن ابی اوفیٰؓ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: نبی ﷺ کے ساتھ مَیں ایک سفر میں تھا۔

اطرافہ: ۱۹۵۵، ۱۹۵٦، ۱۹۵۸، ۵۲۹۷۔

۱۹٤۲: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ حَمْزَةَ بْنَ عَمْرٍو الْأَسْلَمِيَّ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنِّي أَسْرُدُ الصَّوْمَ.

۱۹۴۲: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ یحییٰ نے ہمیں بتایا۔ ہشام (بن عروہ) سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حمزہ بن عمرو اسلمیؓ نے کہا: یارسول اللہ! میں لگاتار روزے رکھتا ہوں۔

اطرافہ: ۱۹٤۳۔

۱۹٤۳: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ حَمْزَةَ ابْنَ عَمْرٍو الْأَسْلَمِيَّ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى

۱۹۴۳: (اور) عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے ہشام بن عروہ سے، ہشام نے اپنے باپ سے، اُن کے باپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ حمزہ بن عمرو اسلمیؓ نے

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَأَصُوْمُ فِي السَّفَرِ وَكَانَ كَثِيْرَ الصِّيَامِ فَقَالَ إِنْ شِئْتَ فَصُمْ وَإِنْ شِئْتَ فَأَفْطِرْ.

اطرافہٗ: ١٩٤٢۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: کیا سفر میں مَیں روزہ رکھوں؟ اور وہ روزے بہت رکھا کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: اگر چاہو تو رکھو اور اگر چاہو تو نہ رکھو۔

تشریح: **اَلصَّوْمُ فِی السَّفَرِ وَالْاِفْطَارُ:** باب۳۳ سے ۳۶ تک سفر میں روزہ رکھنے کے مسائل ہیں۔ پہلے باب میں روزہ رکھنے یا افطار کرنے کا عنوان قائم کر کے جملہ اسمیہ کی خبر محذوف کی گئی ہے یعنی یہ نہیں بتایا گیا کہ دونوں صورتیں جائز ہیں یا اُن میں سے کونسی بہتر ہے اور یہ بھی نہیں بتایا گیا کہ جن روزوں کے چھوڑنے کا یہاں ذکر ہے وہ نفلی ہیں یا فرض۔ اس باب کی دونوں روایتوں سے بات واضح نہیں ہوتی اس لئے عنوانِ باب بھی مجمل ہے۔ پہلی روایت کے آخر میں جریر اور ابوبکر بن عیاش کے قول کا حوالہ دیا گیا ہے۔ جریر کا قول کتاب الطلاق (روایت نمبر ۵۲۹۷) میں آتا ہے دوسرے قول کے حوالہ کے لیے دیکھئے کتاب الصوم باب ۴۵ روایت نمبر ۱۹۵۸۔

إِنْ شِئْتَ فَصُمْ وَإِنْ شِئْتَ فَأَفْطِرْ: امام ابن حجرؒ کا خیال ہے کہ ابوداؤد کی روایت میں حمزہ بن عمرو اسلمی کی نسبت مذکور ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے ذکر کیا کہ وہ لگاتار روزے رکھنے کے خوگر تھے اور رمضان بھی سفر کی حالت میں آتا ہے۔ جس سے انہیں بوجہ عادت کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ اگر رمضان کے روزے بحالت سفر رکھے جائیں تو اُن کا یہ فعل شریعت کے منشاء کے خلاف تو نہ ہوگا۔ ایسے فرض روزے ترک کرنا انہیں شاق ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اَیَّ ذَلِکَ شِئْتَ یَا حَمْزَۃُ (ابو داؤد، کتاب الصوم، باب الصوم فی السفر) یعنی اے حمزہ جو پسند کرو کرلو۔ عنوانِ باب کے مجمل رکھنے سے ابن حجرؒ نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک یہ روایت کمزور ہے۔

(فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۲۲۹)

بَاب ٣٤ : إِذَا صَامَ أَيَّامًا مِّنْ رَّمَضَانَ ثُمَّ سَافَرَ

جب رمضان میں کچھ دِن روزے رکھے پھر سفر کرے

١٩٤٤ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ

۱۹۴۴: عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے ابن شہاب سے، انہوں نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں

فِي رَمَضَانَ فَصَامَ حَتَّى بَلَغَ الْكَدِيْدَ أَفْطَرَ فَأَفْطَرَ النَّاسُ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ وَالْكَدِيْدُ مَاءٌ بَيْنَ عُسْفَانَ وَقُدَيْدٍ.

مکہ کے لئے نکلے تو آپؐ روزہ دار تھے یہاں تک کہ مقام کَدِید میں پہنچے تو روزہ افطار کیا اور لوگوں نے بھی افطار کیا۔ ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: اور کَدِید عُسفان اور قُدَید کے درمیان پانی ہے۔

اطرافہ: ۱۹۴۸، ۲۹۵۳، ۴۲۷۵، ۴۲۷۶، ۴۲۷۷، ۴۲۷۸، ۴۲۷۹۔

بَاب ۳۵

۱۹۴۵ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ جَابِرٍ أَنَّ إِسْمَاعِيْلَ بْنَ عُبَيْدِ اللهِ حَدَّثَهُ عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ فِي يَوْمٍ حَارٍّ حَتَّى يَضَعَ الرَّجُلُ يَدَهُ عَلَى رَأْسِهِ مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ وَمَا فِيْنَا صَائِمٌ إِلَّا مَا كَانَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَابْنِ رَوَاحَةَ.

۱۹۴۵: عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہم سے بیان کیا کہ یحیٰی بن حمزہ نے ہمیں بتایا۔ عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے مروی ہے کہ اسماعیل بن عبیداللہ نے اُن سے بیان کیا۔ انہوں نے حضرت امّ درداءؓ سے، حضرت امّ درداءؓ نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: گرمی کے ایک دِن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم آپؐ کے سفروں میں سے ایک سفر میں نکلے۔ حالت یہ تھی کہ سخت گرمی کی وجہ سے آدمی اپنے سر پر اپنا ہاتھ رکھتا اور ہم میں کوئی بھی روزہ دار نہ تھا، سوائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابن رواحہؓ کے۔

تشریح: **اِذَا صَامَ اَيَّامًا مِّنْ رَمَضَانَ ثُمَّ سَافَرَ:** اس باب میں بھی ایک روایت کی کمزوری کی طرف اشارہ ہے۔ جس میں مذکور ہے کہ رمضان حالت اقامت میں شروع ہونا چاہیے اور اگر رمضان کے روزے شروع کرنے کے بعد سفر میں جانا پڑے تو بحالت سفر روزے رکھے جائیں۔ اس بارے میں آیت فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (البقرة :۱۸۶) سے بھی استدلال کیا گیا ہے اور اس آیت سے یہ سمجھایا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص رمضان کو بحالت اقامت ہو تو اُسے سارا مہینہ روزے رکھنا چاہیے۔ یہ استدلال کمزور ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے خلاف۔ (دیکھئے روایت ۱۹۴۴) تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۲۳۰۔

یہ روایت (نمبر ۱۹۴۵) سابقہ مضمون کے تعلق ہی میں ہے جس کی وجہ سے اس کا کوئی الگ عنوان نہیں۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ ہم رمضان میں جب سخت گرمی تھی نکلے (مسلم، کتاب الصیام، باب التخییر فی الصوم والفطر فی السفر) جبکہ ترمذی میں حضرت عمرؓ کی روایت ہے کہ غزوہ بدر اور فتح مکہ کے لئے ہم رمضان میں نکلے۔ (ترمذی، کتاب الصوم، باب ماجاء فی الرخصة للمحارب فی الافطار) اس لحاظ سے مسلم کی روایت درست نہیں کیونکہ حضرت ابودرداءؓ اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے جب غزوۂ بدر ہوا۔ فتح مکہ بھی گرمی کے ایام میں ہوئی جبکہ رمضان کا مہینہ تھا۔ محولہ بالا روایت میں حضرت ابن رواحہؓ کا ذکر ہے کہ صحابہ میں سے صرف وہی روزہ دار تھے۔ یہ غزوۂ موتہ میں شہید ہوئے جو فتح مکہ سے پہلے تھا۔ اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ یہ کوئی اور سفر تھا اور روزہ نفلی تھا نہ کہ رمضان کا۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۲۳۲، ۲۳۳)
غرض اس باب میں بھی کمزور روایات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ مذکورہ بالا تینوں ابواب بطور تمہید ہیں۔

بَاب ٣٦: قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَنْ ظُلِّلَ عَلَيْهِ وَاشْتَدَّ الْحَرُّ لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ

نبی ﷺ کا اُس شخص کے لئے جس پر سایہ کیا گیا تھا جبکہ گرمی سخت تھی یہ فرمانا: سفر میں روزہ کوئی نیکی نہیں

١٩٤٦: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَرَأَى زِحَامًا وَرَجُلًا قَدْ ظُلِّلَ عَلَيْهِ فَقَالَ مَا هَذَا فَقَالُوْا صَائِمٌ فَقَالَ لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ.

۱۹۴۶: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ محمد بن عبدالرحمٰن انصاری نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میں نے محمد بن عمرو بن حسن بن علی سے سنا کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے تو آپؐ نے ایک جمگھٹا دیکھا اور ایک شخص کو جس پر سایہ کیا ہوا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: یہ کیا ہے؟ تو لوگوں نے کہا: ایک روزہ دار ہے۔ آپؐ نے فرمایا: سفر میں روزہ کوئی نیکی نہیں۔

تشریح: **لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ:** اس باب میں تصریح ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں۔ نیکی اصل میں اطاعت میں ہے نہ مشقت نفس میں۔ (اس تعلق میں دیکھئے کتاب الایمان تشریح باب ۲۹، ۳۲) اللہ تعالیٰ نے جن باتوں کی سہولت دی ہے، اُس سہولت سے فائدہ اُٹھانا تقاضائے ادب ہے۔ اس مسئلہ میں دو مذہب ہیں: ایک مذہب یہ کہ الفاظ لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ...... کا مفہوم ظاہری الفاظ پر محمول کیا جائے کہ سفر میں روزہ رکھنا گناہ ہے اور جہاد کی

حالت میں بھی روزہ عمل صالح نہیں۔ عمل صالح وہ عمل ہے جو موقع ومحل کے مطابق ہو۔ (اس ضمن میں کتاب الجہاد والسیر تشریح باب ۳۶ روایت نمبر ۲۸۴۰ بھی دیکھئے) ارشاد فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَر سے جو سہولت دی گئی ہے اُس پر عمل کرنا واجب ہے۔ اکثر ائمہ کی رائے میں یہ اجازت بغرضِ سہولت ہے۔ اگر سفر میں کوئی مشقت محسوس نہیں ہوتی تو روزہ رکھنا واجب ہے۔ یہ فتویٰ امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا ہے اور اوّل الذکر فتویٰ امام احمد بن حنبلؒ، اوزاعی وغیرہ کا ہے۔ یعنی سفر میں روزہ رکھنا گناہ ہے۔ فقہاء کا ایک تیسرا گروہ بھی ہے۔ جن کی رائے ہے کہ سفر میں روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کے بارہ میں اختیار ہے چاہے رکھے یا نہ رکھے۔ وجوب وغیرہ کا سوال نہیں۔ اُن میں سے ایک چوتھا گروہ بھی ہے جس نے آیت يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ (البقرۃ:۱۸۶) سے یہ استدلال کیا ہے کہ اَفْضَلُهُمَا اَيْسَرُهُمَا یعنی ان میں سے افضل وہی بات ہوتی ہے جس میں آسانی ہو۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۲۳۳)

عنوانِ باب سے ظاہر ہے کہ امام بخاریؒ کا رجحان اس طرف ہے کہ مشقت کی حالت میں مسافر کا روزہ رکھنا نیکی نہیں بلکہ منشائے شریعت کے خلاف ہے۔ فقہاء کا یہ اختلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اِرشاد کے مصداق ہے کہ اِخْتِلَافُ اُمَّتِيْ رَحْمَةٌ. (الأسرار المرفوعة في الأخبار الموضوعه، حرف الهمزة، نمبر ۱۶۰)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا اس بارہ میں یہ بیان ہے کہ اگر مقیم ہونے کی حالت میں روزہ رکھا ہو اور پھر سفر پیش آجائے اور اُس دِن اپنے گھر میں واپس آجائے تو ایسا روزہ سفر میں رکھا جاسکتا ہے۔ حضورؓ فرماتے ہیں:-

> ''جو شخص سفر کرتا اور روزہ رکھتا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے انعام کو ردّ کرتا ہے۔ سفر کے متعلق میرا عقیدہ اور خیال یہی ہے۔ ممکن ہے بعض فقہاء کو اس سے اختلاف ہو کہ جو سفر سحری کے بعد سے شروع ہو کر شام کو ختم ہو جائے؛ وہ روزہ کے لحاظ سے سفر نہیں۔ سفر میں روزہ رکھنے سے شریعت روکتی ہے مگر روزہ میں سفر کرنے سے نہیں روکتی۔ پس جو سفر روزہ رکھنے کے بعد سے شروع ہو کر افطاری سے پہلے ختم ہو جائے؛ وہ روزہ کے لحاظ سے سفر نہیں۔ وہ روزہ میں سفر ہے، سفر میں روزہ نہیں۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۸ ستمبر ۱۹۴۲ء- مطبوعہ روزنامہ الفضل قادیان ۲۵ ستمبر ۱۹۴۲ء صفحہ ۳)

دراصل اس میں وسعت ہے اور حالات کے مطابق اگر نیت بخیر ہو؛ عمل کیا جاسکتا ہے۔ اس مسئلہ کا استنباط آپؐ نے الفاظ مَنْ كَانَ عَلٰى سَفَرٍ سے کیا ہے۔ یعنی حرف ''علٰی'' سے مراد جو سفر کی حالت میں ہو تو وہ روزہ نہ رکھے۔ مَنْ كَانَ عَلٰى سَفَرٍ یعنی سفر کی حالت میں رکھا ہوا روزہ۔ نیز مسافر اگر مقیم ہو تو وہ روزہ رکھ سکتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اِجازت نہیں دی۔ آپؑ فرماتے ہیں:-

> ''جو شخص مریض اور مسافر ہونے کی حالت میں ماہِ رمضان میں روزہ رکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے صریح حکم کی نافرمانی کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے صاف فرما دیا ہے کہ مریض

اور مسافر روزہ نہ رکھے۔ مرض سے صحت پانے اور سفر کے ختم ہونے کے بعد روزے رکھے۔ خدا تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کرنا چاہیے۔ کیونکہ نجات فضل سے ہے نہ کہ اپنے اعمال کا زور دِکھا کر کوئی نجات حاصل کر سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ مرض تھوڑی ہو یا بہت اور سفر چھوٹا ہو یا لمبا ہو۔ بلکہ حکم عام ہے اور اس پر عمل کرنا چاہیے۔ مریض اور مسافر اگر روزہ رکھیں گے تو اُن پر حکم عدولی کا فتویٰ لازم آئے گا۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۳۲۱)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۱۹۹۴ء کی ایک مجلس عرفان میں اس سوال کے جواب میں کہ کتنے میل کا سفر ہو تو روزہ نہ رکھا جائے؛ نہایت مدلل اور سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔ آپؒ نے فرمایا:

".... لفظِ سفر قرآنِ کریم نے رکھا ہے۔ اس کی فاصلے میں تعیین نہیں کی۔ اس میں بہت بڑی حکمت ہے۔ اور وہ حکمت یہ ہے کہ زمانے کے بدلنے سے سفروں کی تعریف بھی بدلتی جاتی ہے۔ ایک سفر وہ تھا جو اُس زمانے میں کیا جاتا تھا۔ عموماً کہا جاتا ہے کہ ایک منزل بارہ میل سے لے کر بیس میل تک ہوتی تھی تو اس خیال سے بعض علماء نے بارہ سے بیس میل کے درمیان کا فاصلہ سفر کا فاصلہ قرار دیا ہے۔ مگر یہ ضروری نہیں ہے اور اب تو خاص طور پر میں نے دیکھا ہے بعض دفعہ ایک شہر میں ہی ایک کنارے سے لے کر دوسرے کنارے تک سو میل کے قریب بن جاتا ہے۔ میں جب ۷۸ء میں امریکہ گیا تھا تو شکاگو میں ایک ایسے گھر میں ٹھہرے ہم جہاں وہ ایک کنارے پر واقع تھا۔ دوپہر کو ہمارا کھانا کہیں تھا وہاں تک کا فاصلہ ۷۰ میل کے قریب تھا یا کچھ زائد اور پھر رات کا کھانا کہیں اور تھا۔ وہاں بھی ۷۰، ۸۰ میل کا فاصلہ طے کر کے پہنچے جو کم و بیش اتنا ہی ہے جیسے ربوہ سے شیخوپورہ چلے جائیں یا لاہور کے کنارے تک پہنچ جائیں۔ اور وہ سفر نہیں تھا۔ ہمارا دِل بتاتا تھا۔ سب جانتے تھے ہم کہ یہ سفر نہیں ہے، Trip ہے۔ شہر کے اندر اتنے بڑے بڑے فاصلے ہوتے ہیں لیکن اگر انسان سفر پر نکلے اور اِرادہ سفر کا ہو تو اِس سے کم بہت کم فاصلے بھی سفر بن سکتے ہیں۔ انسانی مزاج بتاتا ہے، اس کی نیت کا دخل ہوتا ہے کہ ہم سفر پر چل رہے ہیں کہ نہیں۔ اس لیے میلوں میں سفر ناپنا نہ درست ہے، نہ کوئی قطعی سند ایسی ملے گی کہ اتنے میل پر سفر شروع

ہوتا ہے۔ جب آپ گھر سے بے گھر ہوتے ہیں اور کچھ عرصے کے لیے یہ اِرادہ کر کے نکلتے ہیں کہ ہم اَب باہر رہیں گے تو سفر شروع ہو جاتا ہے۔ سفر شروع ہونے کے بعد پھر یہ بحث نہیں رہتی کہ تھوڑا سفر کیا ہے یا زیادہ کیا ہے۔ اگر آپ سفر کی نیت سے نکلتے ہیں تو تھوڑا سا سفر کرنے پر بھی آپ کا سفر شروع ہے اور یہی حال واپسی کا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے متعلق روایت ملتی ہے کہ جب آپؓ سفر سے واپس آیا کرتے تھے تو شہر میں داخل ہونے سے پہلے جو نماز پڑھتے تھے وہ قصر کرتے تھے- حالانکہ شہر ہوسکتا ہے کوس دو کوس کے فاصلے پر رَہ گیا ہو- تو یہ سارے معاملات نیتوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

اس ضمن میں ایک اور بحث جو اُٹھائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اَب ہمارے سفر خواہ کتنے بھی لمبے ہوں، وہ آرام دہ ہو گئے ہیں۔ اس لیے سفر کی جو سہولتیں قرآن کریم نے دی ہیں اُن سے استفادہ جائز نہیں۔ یہ بات بھی غلط ہے اور انسانی فطرت کے خلاف ہے اور قرآنِ کریم کا جو مرتبہ ہے اُس کو نہ سمجھنے کے نتیجہ میں یہ بات پیدا ہوتی ہے۔ قرآنِ کریم میں جب اللہ تعالیٰ سفر کی سہولت دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ ہر زمانے میں سفر کس کس کیفیت سے گذریں گے اور آسان ہوں گے یا مشکل ہوں گے۔ یہ ساری باتیں اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں۔ پھر ہر سفر اُس زمانے میں بھی تو ایک جیسا نہیں تھا۔ کچھ خواتین اونٹوں پر ہودج میں بیٹھ کر سفر کرتی تھیں۔ کچھ کو کہار اُٹھا کر پھرا کرتے تھے۔ کچھ پیدل چلنے والے تھے کچھ سوار تھے۔ گرمیوں کے سفر تھے، سردیوں کے سفر تھے۔ مختلف سفروں کی کیفیات اس زمانے میں بھی اَدلتی بدلتی تھیں تو اس زمانے میں اگر سفر کی کیفیات بدلی ہیں تو یاد رکھنا چاہیے کہ انسانی مزاج بھی تو بہت بدل چکے ہیں۔ اس زمانے میں ایسی بھی شہادت ملتی ہے کہ ہمایوں نے ایک سو میل کی منزل گھڑ سواری کے ساتھ کی ہے۔...... پس وہ بھی لوگ تھے جو ایسے کڑے بدن کے تھے کہ سو سو میل کی منزلیں گھوڑے پر طَے کرتے تھے۔ آج حال یہ ہے کہ دس بارہ میل گھوڑے پر جو کرلے تو جوڑ جوڑ دُکھنے لگتا ہے۔ تو اس لیے مزاج بھی تو بدلے ہیں۔ اب دیکھ لیجیے سفر خواہ کتنے ہی آسان ہو گئے ہوں جو شخص چھ گھنٹے میں

جیٹ (Jet) میں بیٹھ کر لندن سے امریکہ پہنچتا ہے۔ وہاں پہنچتے پہنچتے اس کا تھکاوٹ سے یہ حال ہو جاتا ہے کہ باقاعدہ اس کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ تم فوری طور پر اپنی کسی اہم میٹنگ میں نہ جاؤ اور ڈرائیونگ خود نہ کرو۔ Jet Lag ہو گیا ہے۔ تو زمانہ بدلا ہے تو ساری کیفیات بدلی ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا۔ جہاں آپ سمجھتے ہیں کہ سفر ہے، وہاں سفر کی صعوبتیں ضروری ہوتی ہیں۔ گھر کی اور بات ہے سفر کی اور بات ہے۔ وہ پنجابی میں کہتے ہیں:-

جیڑے عیش چوبارے   نہ بلخ نہ بخارے

جب انسان گھر سے نکلتا ہے تو مسافر بن جاتا ہے اور بے آرامی شروع ہو جاتی ہے۔''

(مجلس عرفان مؤرخہ ۱۶ مارچ ۱۹۹۴ء - مطبوعہ روزنامہ الفضل ربوہ ۲۰ اپریل ۲۰۰۲ء صفحہ ۳)

بَاب ۳۷: لَمْ يَعِبْ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي الصَّوْمِ وَالْإِفْطَارِ

نبی ﷺ کے صحابہ نے روزے اور افطار کے بارے میں ایک دوسرے پر نکتہ چینی نہیں کی

۱۹۴۷: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيْلِ عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُسَافِرُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَعِبِ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ.

۱۹۴۷: عبداللہ بن مسلمہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے حمید طویل سے، حمید نے حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم سفر کیا کرتے تھے تو روزہ دار بے روزہ دار پر اعتراض نہ کرتا اور نہ بے روزہ دار روزہ دار پر۔

تشریح: لَمْ يَعِبْ اَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي الصَّوْمِ وَالْإِفْطَارِ: اس باب میں بتایا گیا ہے کہ مسائل میں صحابہ کرام وسیع النظر اور بلند حوصلہ تھے۔ چھوٹے چھوٹے اختلاف پر گرفت نہیں کرتے تھے۔

بَاب۳۸: مَنْ أَفْطَرَ فِي السَّفَرِ لِيَرَاهُ النَّاسُ

سفر میں جس نے روزہ افطار کیا تا لوگ اُسے دیکھیں

۱۹۴۸: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ إِلَى مَكَّةَ فَصَامَ حَتَّى بَلَغَ عُسْفَانَ ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَرَفَعَهُ إِلَى يَدِهِ☆ لِيَرَاهُ النَّاسُ فَأَفْطَرَ حَتَّى قَدِمَ مَكَّةَ وَذَلِكَ فِي رَمَضَانَ فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ قَدْ صَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَفْطَرَ فَمَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ.

۱۹۴۸: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ ابوعوانہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے مجاہد سے، مجاہد نے طاؤس سے، طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے مکہ کے لئے نکلے تو آپؐ نے روزہ رکھا یہاں تک کہ جب عسفان پہنچے تو پھر پانی منگوایا اور آپؐ نے اپنے ہاتھوں☆ کو بلند کر کے اُسے اُٹھایا تا کہ لوگ دیکھیں۔ پھر آپؐ نے روزہ کھول دیا اور اُسی حالت افطار میں مکہ پہنچ گئے اور یہ واقعہ رمضان میں ہوا۔ حضرت ابن عباسؓ کہا کرتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ بھی رکھا اور افطار بھی کیا۔ پس جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔

اطرافہٗ: ۱۹۴۴، ۲۹۵۳، ٤٢٧٥، ٤٢٧٦، ٤٢٧٧، ٤٢٧٨، ٤٢٧٩۔

تشریح: **مَنْ اَفْطَرَ فِی السَّفَرِ لِيَرَاهُ النَّاسُ:** اس باب میں آنحضرت ﷺ کا اسوۂ حسنہ پیش کیا گیا ہے جس کی برکت سے صحابہ کرامؓ کی اعلیٰ تربیت ہوئی۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ.

☆ عمدۃ القاری میں اس جگہ لفظ "یَدَیْہِ" ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۵۰) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

بَاب ۳۹: وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ (البقرة: ۱۸۵)

اُن پر جو اِس کی طاقت رکھیں فدیہ ہے

قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَسَلَمَةُ بْنُ الْأَكْوَعِ نَسَخَتْهَا شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۡ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۶﴾ (البقرة: ۱۸۶)

حضرت ابن عمرؓ اور حضرت سلمہؓ بن اکوع نے کہا: یہ آیت (وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ) منسوخ کردی ہے اس آیت نے کہ رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو تمام انسانوں کے لئے ہدایت ہے اور جس میں ہدایت کے دلائل ہیں اور حق و باطل کے درمیان کھلا کھلا اِمتیاز ہے۔ پس تم میں سے جو شخص اِس مہینے کو پائے تو چاہیے کہ وہ مہینہ بھر روزے رکھے۔ اور جو بیمار ہو یا سفر پر ہو تو اور دِنوں میں گنتی پوری کرے۔ اللہ تم پر تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے تنگی نہیں چاہتا اور چاہیے کہ تم گنتی پوری کرو اور اللہ کی بڑائی بیان کرو اس بات پر کہ تمہاری اُس نے صحیح راہنمائی کی ہے تاکہ تم شکر گذار ہو۔

وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي لَيْلَى حَدَّثَنَا أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ رَمَضَانُ فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَكَانَ مَنْ أَطْعَمَ كُلَّ يَوْمٍ مِسْكِيْنًا تَرَكَ الصَّوْمَ مِمَّنْ يُّطِيْقُهُ وَرُخِّصَ لَهُمْ فِي ذٰلِكَ فَنَسَخَتْهَا: وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ (البقرة: ۱۸۵) فَأُمِرُوْا بِالصَّوْمِ.

اور (عبداللہ) بن نُمیر نے کہا: اعمش نے ہم سے بیان کیا کہ عمرو بن مُرّہ نے ہمیں بتایا کہ ابن ابی لیلیٰ نے ہم سے بیان کیا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے ہم سے بیان کیا: رمضان کا حکم نازل ہوا تو اُن پر گراں ہوا (کہ روزے رکھیں۔) پس جو ہر روز مسکین کو کھانا کھلاتا روزہ چھوڑ دیتا۔ یعنی وہ شخص جو فدیہ دینے کی طاقت رکھتا اور اِس بارے میں ایسے (کمزور) لوگوں کو سہولت دی گئی۔ تو پھر یہ آیت منسوخ کردی اس آیت نے کہ تمہارے لئے روزہ رکھنا بہتر ہے۔ چنانچہ انہیں روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا۔

١٩٤٩: حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَرَأَ: فِدْيَةٌ طَعَامُ مَسَاكِيْنَ ﻁ(البقرة:١٨٥) قَالَ هِيَ مَنْسُوْخَةٌ.

اطرافہ: ٤٥٠٦۔

۱۹۴۹: عیاش نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالاعلیٰ نے ہمیں بتایا۔ عبیداللہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے یہ آیت یوں پڑھی: فِدْيَةٌ طَعَامُ مَسَاكِيْنَ۔ انہوں نے کہا: یہ منسوخ ہے۔

تشریح: وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ: عنوانِ باب میں رمضان سے متعلق آیات کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور تین ہی روایتوں کا جو موصولاً ہیں حوالہ دیا گیا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کی روایت اسی باب کے آخر میں ہے اور حضرت سلمہؓ بن اکوع کی روایت کتاب التفسیر (روایت نمبر ۴۵۰۷) میں اور ابن نمیر کی روایت مستخرج ابونعیم میں مروی ہے۔ بیہقی اور ابوداؤد نے بھی یہ نقل کی ہے۔ (السنن الکبریٰ للبیھقی، کتاب الصیام، باب ما قیل فی بدء الصیام الی ان نسخ بفرض صوم شھر رمضان، روایت نمبر ۷۶۸۳ جزء ۴ صفحہ ۲۰۰) (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۵۱) (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۲۳۹، ۲۴۰) محولہ بالا آیتیں یہ ہیں:-

۱) وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ. فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ﻁ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ○ (البقرہ:۱۸۵)

۲) شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۳) وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ. (البقرہ:۱۸۶)

یہ آیات دراصل ایک تسلسل میں ہیں۔ ان کو الگ مضمون دکھانے سے یہ مقصود ہے کہ یہ الگ الگ حکم ہیں جن کا تعلق مختلف حالات سے ہے اور ہر حکم واجب العمل ہے۔ روایات محولہ بالا کا خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ رمضان سے متعلق حکم نازل ہونے سے قبل روزہ رکھا کرتے تھے اور اُن میں سے جو روزہ نہ رکھ سکتا وہ فدیہ دیتا۔ لیکن جب رمضان کا حکم نازل ہوا تو اس سے سابقہ طریق منسوخ ہوگیا۔ یہ خلاصہ ہے ان روایات کا۔ ان روایتوں کے مقابلہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی صرف ایک ہی روایت نقل کی گئی ہے۔ جس سے پایا جاتا ہے کہ فدیہ طعام کی آیت جس کی ایک دوسری قرأت میں طعام کے بعد مسکین کی جگہ مساکین ہے یہ قرأت منسوخ ہے اور باعتبارِ سند مرفوع نہیں بلکہ مُعَنْعَن ہے۔ یعنی یہ روایت براہِ راست آنحضرت ﷺ سے روای نے نہیں سنی بلکہ شنیدہ ہے۔ **امام بخاریؒ کے اس لطیف تصرف سے جو عنوانِ باب میں کیا ہے واضح ہوتا ہے کہ اُن کے نزدیک آیت زیرِ عنوان منسوخ نہیں کہ اس کا عمل باطل ہوگیا ہو بلکہ محکمات میں سے ہے اور واجب العمل ہے۔** بلکہ اس آیت سے جو مفہوم سمجھا گیا اور اس کے مطابق جو روِش چلی، دوسری آیت کے نزول سے وہ مفہوم منسوخ ہوگیا اور اس کی وضاحت ہوگئی کہ جو لوگ بڑھاپے، بیماری یا کسی اور وجہ سے روزہ نہ رکھ سکیں وہ فدیہ دیں۔

اَلطَّاقَةُ کے معنی ہیں مشقت وتکلّف سے کوئی فعل کرنا اور افعال کا باب سلب ونفی کے معنے بھی دیتا ہے۔ جیسے اَفْلَسَ کے معنی ہیں اُس کے پاس پیسہ نہ رہا۔ اسی سے لفظ افلاس ہے۔ اسی طرح اَطَاقَ کے معنی ہیں طاقت نہ رہی۔ ان معنوں کی رُو سے آیت کا مفہوم یہ ہوگا جو بمشکل روزہ رکھ سکے یا جسے روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو، وہ ایک مسکین کو بطور فدیہ کھانا کھلائے۔ جس فریق کی یہ رائے ہے؛ اُس میں حضرت علیؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت انسؓ اور حضرت سعید بن جبیرؓ جیسے صحابہ کرام اور ائمہ اور فقہاء میں سے امام ابوحنیفہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ ہیں۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک اگر کوئی عدم قدرت کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکتا تو اُس پر کوئی فدیہ نہیں۔ اگر کوئی بیمار ہو اور بیماری کی وجہ سے فوت ہو جائے تو اُس پر نہ روزہ بدل ہے اور نہ فدیہ۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۵۱)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جیسا کہ بتایا جا چکا ہے آیات متعلقہ رمضان کو تین حصوں میں تقسیم کر کے اس طرف راہنمائی کی ہے کہ ہر حصہ مستقل حکم ہے۔ پہلا حکم علی الاطلاق نفلی یا فرضی روزے سے متعلق ہے۔ اس عام حکم کے ساتھ علاوہ روزہ رکھنے کے فدیہ دینے کی تلقین کی گئی ہے یعنی ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔ اس مفہوم کی رُو سے یُطِیْقُوْنَهٗ کا ترجمہ یہ ہوگا: جو فدیہ کی طاقت رکھتے ہوں جیسا کہ حضرت ولی اللہ شاہ محدث دہلوی نے کہا ہے: یُطِیْقُوْنَهٗ میں ضمیر مذکر ہے اور فدیہ بظاہر مؤنث ہے لیکن چونکہ مصدر ہے اس لیے عربی قواعد کی رُو سے مصدر کی طرف مذکر ضمیر عود کی جا سکتی ہے، خواہ اُس کی ظاہری ترکیب مونث ہی ہو۔

فَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا کے یہ معنی ہیں جو بخوشی بڑھ چڑھ کر نیکی کرے۔ یعنی روزہ رکھنے کے علاوہ فدیہ بھی دے۔ دوسری آیت کا تعلق رمضان کے روزوں سے ہے جو فرض ہیں اور اگر کسی سفر یا بیماری کی وجہ سے وہ نہ رکھے جا سکیں تو اُن کی گنتی حالت صحت یا اقامت میں پوری کرنا ضروری ہے۔ امام ابن حجرؒ کے نزدیک اَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّكُمْ کا ارشاد وجوب اختیاری ہے، چاہے روزہ رکھے یا نہ رکھے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۲۴۰) نہ رکھنے کی صورت میں فدیہ دینا ہوگا اور اسی آیت میں تصریح ہے کہ روزہ رکھنا افضل ہے اور اِن معنوں کی رُو سے یہ آیت ناسخ نہیں ہو سکتی جس سے سابقہ حکم کالعدم ہو۔ مزید بحث **کتاب التفسیر باب ایاما معدودات فمن کان منکم مریضا......** میں دیکھئے۔ وہاں اس آیت کے تحت بتایا گیا ہے کہ جہاں ایک عام حکم ہو، اس سے متعلق کوئی تخصیص کی جائے تو یہ تخصیص ناسخ نہیں کہلائے گی بلکہ حکم کی وضاحت ہوگی۔ اس قسم کی مثالیں قرآنِ مجید میں بکثرت ہیں۔

بَاب ٤٠ : مَتَى يُقْضَى قَضَاءُ رَمَضَانَ

رمضان کے چھوٹے ہوئے روزے کب رکھے جائیں؟

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا بَأْسَ أَنْ يُفَرَّقَ لِقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ (البقرة:١٨٦) وَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ فِي صَوْمِ الْعَشْرِ لَا يَصْلُحُ حَتَّى يَبْدَأَ بِرَمَضَانَ وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ إِذَا فَرَّطَ حَتَّى جَاءَ رَمَضَانُ آخَرُ يَصُوْمُهُمَا وَلَمْ يَرَ عَلَيْهِ اِطْعَامًا وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مُرْسَلًا وَابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ يُطْعِمُ وَلَمْ يَذْكُرِ اللهُ تَعَالَى الْإِطْعَامَ إِنَّمَا قَالَ: فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ.

اور حضرت ابن عباسؓ نے کہا: اگر مسلسل نہ رکھے جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور دِنوں سے گنتی پوری کی جائے۔ اور سعید بن مسیّب نے (ذوالحج کے) دس روزوں کی نسبت کہا کہ اُن کا رکھنا مناسب نہیں تاوقتیکہ رمضان کے چھوٹے ہوئے روزے پورے نہ کر لیے جائیں۔ اور ابراہیم (نخعی) نے کہا: اگر (روزہ رکھنے میں) کوتاہی کرے یہاں تک کہ دوسرا رمضان بھی آجائے تو وہ اُن دونوں کے روزے رکھے اور اُن کی رائے میں فدیہ طعام اُس پر واجب نہیں۔ اور حضرت ابوہریرہؓ سے بطور مرسل روایت مذکور ہے۔ اور حضرت ابن عباسؓ سے بھی کہ وہ کھانا کھلائے اور اللہ تعالیٰ نے (قضائے رمضان کے بارے میں) کھانا کھلانے کا ذکر نہیں کیا؛ صرف یہ فرمایا ہے کہ اور دِنوں میں گنتی پوری کی جائے۔

١٩٥٠: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تَقُوْلُ كَانَ يَكُوْنُ عَلَيَّ الصَّوْمُ مِنْ رَمَضَانَ فَمَا أَسْتَطِيْعُ أَنْ أَقْضِيَهُ إِلَّا فِي شَعْبَانَ قَالَ يَحْيَى الشُّغْلُ مِنَ النَّبِيِّ أَوْ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۱۹۵۰: احمد بن یونس نے ہم سے بیان کیا کہ زُہیر نے ہمیں بتایا۔ یحيٰ (بن ابی کثیر) سے روایت ہے۔ انہوں نے ابوسلمہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا۔ وہ کہتی تھیں: رمضان کے روزے مجھ پر واجب ہوتے تو میں انہیں پورا نہ کرسکتی مگر شعبان میں۔ یحيٰ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مشغولیت کی وجہ سے یا یہ کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مشغول رہتیں۔

تشریح: **مَتٰی یُقْضٰی قَضَآءُ رَمَضَانَ:** رمضان کے روزہ نہ رکھنے کی صورت میں اِرشاد ہے کہ دوسرے دِنوں میں روزے رکھے جائیں۔ اس تعلق میں فقہاء نے سوال اُٹھایا ہے کہ یہ روزے مسلسل اسی طرح رکھے جائیں جس طرح رمضان میں رکھے جائیں یا وقفوں کے ساتھ؟ اس اِختلاف کی طرف اِشارہ کرنے کی غرض سے عنوانِ باب میں حضرت ابن عباسؓ کے قول کا حوالہ دیا گیا ہے جو امام مالکؒ نے موصولاً نقل کیا ہے۔ اُن کا اور حضرت ابوہریرہؓ کا اس بارہ میں اختلاف تھا۔ مؤخرالذکر تفریق کے حق میں ہے۔ (**مؤطا امام مالک، کتاب الصیام، باب ما جاء فی قضاء رمضان والکفارات**) سعید بن میبّب، ابراہیم نخعیؒ، حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے اقوال سے متعلقہ حوالہ جات ابن ابی شیبہ، عبدالرزاق اور دارقطنی سے منقول ہیں☆ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ ترتیب وتسلسل روزوں میں مدنظر رکھی جائے اور نفلی روزوں پر فرض روزے مقدم کئے جائیں۔ مؤخرالذکر روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ رمضان کے روزے نہ رکھے گئے ہوں اور دوسرا رمضان آجائے تو اُس دوسرے رمضان کے روزے پہلے رکھے جائیں اور بعد میں سابقہ رمضان کے اور فدیہ مسکین بھی پورے دِنوں کا دیا جائے۔ آیت **فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ** کے بعد ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ** یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہیں مشقت میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ یعنی سہولت سے احکامِ الٰہی بجالائے جائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

> ’’اور جیسا کہ خدا کے فرائض پر عمل کیا جاتا ہے ویسا ہی اُس کی رخصتوں پر عمل کرنا چاہیے۔ فرض بھی خدا کی طرف سے ہیں اور رخصت بھی خدا کی طرف سے۔‘‘

(الحکم جلد ۵ نمبر ۶ مورخہ ۱۷ فروری ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۳)

آیت محولہ بالا میں لفظ **اَلْيُسْر** کا اختیار کرنا بلاوجہ نہیں۔ عہدنامہ قدیم کے جو اُردو تراجم ہمارے سامنے ہیں اُن میں روزہ کی نسبت یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں: جان کو دکھ دینا۔ (احبار باب ۱۶ آیت ۲۹) اور لفظ روزہ بھی استعمال ہوا ہے۔ (۱-سموئیل باب ۷ آیت ۴، عزرا باب ۸ آیت ۲۱) مگر بوقت تشریح جو محاورہ جابجا استعمال کیا گیا ہے وہ مذکورہ الفاظ ہی ہیں۔ چنانچہ گنتی باب ۲۹ آیت ۷ میں لکھا: ’’پھر اسی ساتویں مہینہ کی دسویں تاریخ کو تمہارا مقدس مجمع ہو۔ تم اپنی اپنی جان کو دکھ دینا اور کسی طرح کا کام نہ کرنا۔‘‘ یعنی روزہ رکھو اور کام کاج سے فارغ رہو۔ اسلام نے اس کے برعکس روزے کا تصور ہی بدل دیا ہے اور کام کاج سے منع نہیں فرمایا مگر آیت **يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ** کی تصریح کے باوجود بعض لوگوں نے مسائل میں بڑی دوراز کار موشگافیاں کی ہیں۔ اللہ بھلا کرے امام بخاریؒ کا کہ انہوں نے محنت کر کے اصل کو غیر اصل سے نمایاں کر دیا ہے۔

☆ (**مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الصیام، باب ما قالوا فی قضاء رمضان فی العشر**، روایت نمبر ۹۵۱۹ جزء ۲ صفحہ ۳۲۵)
(**مصنف عبد الرزاق، کتاب الصیام، باب المریض فی رمضان وقضائه**، روایت نمبر ۷۶۲۰ جزء ۴ صفحہ ۲۳۴)
(**دارقطنی، کتاب الصیام، باب القبلة للصائم**، روایت نمبر ۸۷ تا ۹۲ جزء ۲ صفحہ ۱۹۶ تا ۱۹۸)

بَاب ٤١ : اَلْحَائِضُ تَتْرُكُ الصَّوْمَ وَالصَّلَاةَ

حائضہ روزہ اور نماز ترک کرے

وَقَالَ أَبُو الزِّنَادِ إِنَّ السُّنَنَ وَوُجُوْهَ الْحَقِّ لَتَأْتِي كَثِيْرًا عَلَى خِلَافِ الرَّأْيِ فَمَا يَجِدُ الْمُسْلِمُوْنَ بُدًّا مِّنِ اتِّبَاعِهَا مِنْ ذَلِكَ أَنَّ الْحَائِضَ تَقْضِي الصِّيَامَ وَلَا تَقْضِي الصَّلَاةَ.

اور ابوزناد نے کہا: طریق اور ظاہری حقوق بہت دفعہ قیاس کے خلاف ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کے لئے اِس سے چارہ نہیں کہ اُن کی پیروی کی جائے۔ ان میں سے یہ بات بھی ہے کہ حائضہ (چھوڑے ہوئے) روزے پورے کرتی ہے۔ اور (چھوڑی ہوئی) نمازیں ادا نہیں کرتی۔

١٩٥١ : حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنِي زَيْدٌ عَنْ عِيَاضٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَيْسَ إِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ فَذَلِكَ نُقْصَانُ دِيْنِهَا.

۱۹۵۱: ابن ابی مریم نے ہم سے بیان کیا۔ ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: مجھ سے زید (بن اسلم) نے بیان کیا۔ انہوں نے عیاض (بن عبداللہ) سے، انہوں نے حضرت ابوسعید (خدری) رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ بات نہیں کہ جب وہ حائضہ ہوتی ہے نہ وہ نماز پڑھتی اور نہ روزہ رکھتی ہے تو یہ اُس کے دین میں کمی ہے۔

اطرافہ: ٣٠٤، ٩٥٦، ١٤٦٢، ٢٦٥٨۔

تشریح: **اَلْحَائِضُ تَتْرُكُ الصَّوْمَ وَالصَّلَاةَ:** یہ باب سابقہ موضوع کے تعلق میں ہے۔ یعنی حائضہ چھوڑے ہوئے روزے رکھ سکتی ہے جبکہ قضا شدہ نماز کا ادا کرنا اُس پر واجب نہیں۔ حضرت عائشہؓ نے ایک عورت کو اُس کے پوچھنے پر جواب دیا کہ آیا تو حروریہ ہے یعنی خارجیہ ہے؟ خارجی لوگ دینی احکام کے بارہ میں اپنی عقل سے فیصلہ کرتے ہیں۔ (دیکھئے کتاب الحیض تشریح باب ۲۰ روایت نمبر ۳۲۱) عقل کے فتویٰ کی صحت کا دارومدار مشاہدہ وتجربہ ذہنی تربیت پر ہے۔ اگر ناقص ہے تو اُس کا فتویٰ بھی ناقص ہے اور اگر درست ہے تو درست اور اس طرح وہ بدکتا رہتا ہے۔ عقلمند کہلانے والوں میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو عورتوں اور مردوں کی آزادی کو نکاح پر ترجیح دیتے ہیں بلکہ عریانی کے حق میں ہیں اور حیوانات کی سی بے محابانہ زندگی بسر کرنا عین عقل کے مطابق سمجھتے ہیں۔ اندریں صورت عقل کو

معیار نہیں بنایا جاسکتا۔ تفصیل کے لئے براہین احمدیہ حصہ سوم (حاشیہ نمبر ۱۱، وسوسہ دہم) روحانی خزائن جلد اول صفحہ ۲۹۲ تا ۳۱۰ دیکھئے۔ اس تعلق میں کتاب الحیض باب ۶ روایت نمبر ۳۰۴ بھی دیکھئے جہاں حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت نمبر ۱۹۵۱ کا ذکر ہے۔

عنوانِ باب میں ابوزناد کے قول کا جو حوالہ دیا گیا ہے، اس سے حضرت علیؓ کے اس مشہور قول کی طرف اشارہ ہے: لَوْ كَانَ الدِّيْنُ بِالرَّاىِ لَكَانَ أَسْفَلُ الْخُفِّ اَوْلَى بِالْمَسْحِ مِنْ اَعْلَاهُ (ابو داؤد، کتاب الطهارة، باب كيف المسح) اگر دین قیاس سے ہوتا تو موزے کا نچلا حصہ اوپر کے حصہ کی نسبت مسح کے زیادہ قابل ہے۔ حائضہ اگر بوقت سحری حیض سے پاک ہو تو غسل کرنے سے قبل روزہ رکھ سکتی ہے مگر نماز نہیں پڑھ سکتی جب تک کہ غسل نہ کرلے۔ دراصل جہاں شارع اسلام نے ایک حکم واضح کیا ہے تو وہاں قیاس نہیں ہوسکتا۔ یہی منشاء ہے عنوان باب کا۔

بَاب ٤٢ : مَنْ مَّاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ

جو مر جائے اور اُس کے ذمے روزے ہوں

وَقَالَ الْحَسَنُ إِنْ صَامَ عَنْهُ ثَلَاثُوْنَ رَجُلًا يَوْمًا وَاحِدًا جَازَ.

اور حسن (بصری) نے کہا: اگر تیس آدمی اُس کی طرف سے ایک ہی دن میں روزہ رکھیں تو یہ جائز ہوگا۔

١٩٥٢ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوْسَى بْنِ أَعْيَنَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرٍ حَدَّثَهُ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَّاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ.

۱۹۵۲: محمد بن خالد نے ہم سے بیان کیا۔ محمد بن موسیٰ بن اعین نے ہمیں بتایا کہ میرے باپ نے عمرو بن حارث سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا۔ عبیداللہ بن ابی جعفر سے مروی ہے کہ محمد بن جعفر نے اُن سے بیان کیا۔ انہوں نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مر جائے اور اُس کے ذمہ روزے ہوں تو اُس کا وارث اُس کی طرف سے روزے رکھے۔

تَابَعَهُ ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرٍو وَرَوَاهُ يَحْيَى بْنُ أَيُّوْبَ عَنِ ابْنِ أَبِي جَعْفَرٍ.

ابن وہب نے عمرو سے روایت کرتے ہوئے (موسیٰ کی طرح) بیان کیا۔ اور یحيٰ بن ایوب نے ابن ابی جعفر سے یہی روایت کی۔

۱۹۵۳ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُّسْلِمٍ الْبَطِيْنِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ أَفَأَقْضِيْهِ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ فَدَيْنُ اللّٰهِ أَحَقُّ أَنْ يُّقْضَى قَالَ سُلَيْمَانُ فَقَالَ الْحَكَمُ وَسَلَمَةُ وَنَحْنُ جَمِيْعًا جُلُوْسٌ حِيْنَ حَدَّثَ مُسْلِمٌ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَا سَمِعْنَا مُجَاهِدًا يَذْكُرُ هٰذَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي خَالِدٍ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنِ الْحَكَمِ وَمُسْلِمٍ الْبَطِيْنِ وَسَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَعَطَاءٍ وَمُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَتِ امْرَأَةٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أُخْتِي مَاتَتْ وَقَالَ يَحْيَى وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُّسْلِمٍ عَنْ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَتِ امْرَأَةٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ.

۱۹۵۳: محمد بن عبدالرحیم نے ہم سے بیان کیا۔ معاویہ بن عمرو نے ہمیں بتایا۔ زائدہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے مسلم بطین سے، انہوں نے سعید بن جبیر سے، سعید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور اُس نے کہا: یارسول اللہ! میری ماں مرگئی ہے اور اُس کے ذمہ ایک مہینے کے روزے ہیں تو کیا اُس کی طرف سے انہیں پورا کروں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ اور اللہ کا قرض زیادہ حق دار ہے کہ وہ پورا کیا جائے۔ سلیمان (اعمش) نے کہا: جب مسلم نے یہ (لطیف) حدیث بیان کی اور ہم سب بیٹھے ہوئے تھے تو حکم اور سلمہ دونوں نے کہا کہ ہم نے مجاہد سے سنا ہے۔ وہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہوئے یہ ذکر کرتے تھے۔ اور ابوخالد (سلیمان بن حیان) سے مذکور ہے (کہ انہوں نے کہا) کہ اعمش نے حکم اور مسلم بطین اور سلمہ بن کہیل سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا کہ سعید بن جبیر، عطاء اور مجاہد سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میری بہن مرگئی۔ اور یحیٰی (بن سعید) اور ابومعاویہ نے کہا کہ اعمش سے مروی ہے۔ انہوں نے مسلم (بن عمران) سے، انہوں نے سعید سے، سعید نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی۔ ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میری ماں مرگئی ہے۔

وَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ ابْنُ عَمْرٍو عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَتِ امْرَأَةٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ نَذْرٍ وَقَالَ أَبُو حَرِيْزٍ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَتِ امْرَأَةٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَتْ أُمِّي وَعَلَيْهَا صَوْمُ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا.

اور عبیداللہ بن عمرو نے کہا کہ زید بن ابی اُنیسہ سے مروی ہے۔انہوں نے حکم سے، انہوں نے سعید بن جبیر سے، سعید نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میری ماں مرگئی ہے اور اُس کے ذمے نذر کا روزہ ہے۔اور ابوحریز (عبداللہ بن حسین) نے کہا: عکرمہ نے ہم سے بیان کیا کہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میری ماں مرگئی ہے اور اُس کے ذمے پندرہ دِن کے روزے ہیں۔

تشریح: **مَنْ مَّاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ:** اس باب میں بھی قضائے صوم کی ایک الگ صورت پیش کی گئی ہے یعنی میت کی طرف سے واجب الادا روزے رکھے جاسکتے ہیں یا نہیں؟ امام ملکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایسے روزے نہیں رکھے جاسکتے۔امام شافعیؒ کا بھی آخری فتویٰ اس کے مطابق ہے۔محدثین کے نزدیک یہ جائز ہے۔اسی اختلاف کے پیش نظر عنوان باب میں حسن بصریؒ کا حوالہ دیا گیا ہے، جسے دارقطنی نے کتاب الذبح میں موصولاً نقل کیا ہے۔ امام ابن حجرؒ نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ میت کی طرف سے تیس آدمیوں کے روزے رکھنے میں تسلسل مفقود ہے۔امام نوویؒ نے بھی کہا ہے کہ محولہ بالا روایت کی تائید کسی اور راوی نے نہیں کی۔(فتح الباری جزء۴ صفحہ ۲۴۶)

امام بخاریؒ نے عنوانِ باب کو جملہ شرطیہ سے قائم کر کے اس کا جواب حذف کر دیا ہے اور زیر باب دو روایتیں درج کی ہیں۔ایک حضرت عائشہؓ کی جس میں واجب الادا روزہ رکھنے کا ذکر علی الاطلاق ہے۔دوسری روایت حضرت ابن عباسؓ کی ہے کہ سائل کی ماں کے واجب الادا روزے ایک ماہ کے تھے۔یہ روایت مختلف راویوں سے مختلف الفاظ میں مروی ہے۔کسی میں ہے کہ سائل مرد تھا اور کسی میں ہے کہ عورت تھی۔ایک میں ماں کا ذکر ہے اور دوسری میں بہن کا۔ کوئی رواي یہ بیان کرتا ہے کہ مہینے کے روزے تھے۔دوسرا کہتا ہے کہ پندرہ دن کے روزے تھے۔کسی رواوی کا بیان ہے کہ وہ رمضان کے روزے تھے۔دوسرے نے کہا کہ یہ نذر کے روزے تھے۔نیز سعید بن جبیر ہی سے حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت کتاب جزاء الصید میں گذر چکی ہے۔اس میں روزے کی بجائے حج کے متعلق سوال کئے جانے کا ذکر ہے۔(دیکھئے روایت نمبر ۱۸۵۲)

بَاب٤٣ : مَتَى يَحِلُّ فِطْرُ الصَّائِمِ

روزہ دار کے افطار کا وقت کب ہوتا ہے؟

وَأَفْطَرَ أَبُو سَعِيْدٍ الْخُدْرِيُّ حِيْنَ غَابَ قُرْصُ الشَّمْسِ.

حضرت ابوسعید خدریؓ نے اُس وقت افطار کیا جب سورج کی ٹکیہ چھپ گئی۔

١٩٥٤ : حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَاصِمَ بْنَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هَاهُنَا وَأَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هَاهُنَا وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ.

۱۹۵۴: حمیدی نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عُیینہ) نے ہمیں بتایا۔ ہشام بن عروہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میں نے اپنے باپ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: میں نے عاصم بن عمر بن خطاب سے سنا کہ اُن کے باپ (حضرت عمر) رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رات اِدھر سے آجائے اور دن اُدھر سے پیٹھ موڑ کر چلا جائے اور سورج ڈوب جائے تو روزہ دار افطار کر چکا۔

١٩٥٥ : حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ وَهُوَ صَائِمٌ فَلَمَّا غَابَتِ الشَّمْسُ قَالَ لِبَعْضِ الْقَوْمِ يَا فُلَانُ قُمْ فَاجْدَحْ لَنَا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ أَمْسَيْتَ قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا قَالَ يَا

۱۹۵۵: اسحاق (بن شاہین) واسطی نے ہم سے بیان کیا کہ خالد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے (سلیمان) شیبانی سے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم ایک سفر میں تھے اور آپؐ روزہ دار تھے۔ جب سورج غروب ہو گیا تو آپؐ نے لوگوں میں سے کسی سے کہا: اے فلاں! اُٹھو اور ہمارے لئے ستو گھولو۔ اُس نے کہا: یا رسول اللہ! اگر آپؐ شام

رَسُوْلَ اللهِ فَلَوْ أَمْسَيْتَ قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا قَالَ إِنَّ عَلَيْكَ نَهَارًا قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا فَنَزَلَ فَجَدَحَ لَهُمْ فَشَرِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ اللَّيْلَ قَدْ أَقْبَلَ مِنْ هَاهُنَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ.

ہونے دیں۔ آپؐ نے فرمایا: اُترو اور ہمارے لئے ستو گھولو۔ اُس نے کہا: یارسول اللہ! اگر آپؐ شام ہونے دیں۔ آپؐ نے فرمایا: اُترو اور ہمارے لیے ستو گھولو۔ اُس نے کہا: ابھی آپؐ کے لئے دِن باقی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اُترو اور ستو گھولو۔ چنانچہ وہ (سواری سے) اُترا اور آپؐ کے لئے ستو گھولے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (بھی) پئے۔ پھر فرمایا: جب تم رات کو دیکھو کہ وہ اِدھر سے آرہی ہے تو روزہ دار افطار کر چکا۔

اطرافہٗ: ۱۹۴۱، ۱۹۵۶، ۱۹۵۸، ۵۲۹۷۔

تشریح: **مَتٰى يَحِلُّ فِطْرُ الصَّآئِمِ:** روزہ افطار کرنے کے تعلق میں چار باب قائم کئے گئے ہیں۔ اس باب میں افطار کے وقت کا ذکر ہے۔ عنوانِ باب میں حضرت ابوسعید خدریؓ کا حوالہ دے کر وقت کی تعیین کی گئی ہے جب سورج کی ٹکیہ نظر سے اوجھل ہو جائے تو روزہ کھولا جائے۔ اندھیرے کا انتظار نہ کیا جائے۔ سعید بن منصور اور ابن ابی شیبہ نے اُن کی روایت جو نقل کی ہے۔ اس میں ذکر ہے کہ مجرد سورج غروب ہونے پر انہوں نے افطار کیا اور اُن کے ساتھی انتظار کرنے لگے کہ افق کی سفیدی دور ہو۔ (**مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصیام، باب فی تعجیل الافطار وما ذکر فیہ**، جزء۲ صفحہ۲۷۸) (فتح الباری جزء۴ صفحہ۲۵۰) مذکورہ بالا دونوں روایتیں اسی امر کی تائید میں ہیں۔ اس صراحت کے باوجود وہم سے کام لیا جاتا ہے جیسا کہ سحری کھانے کے وقت۔ ان دونوں میں وہم سے کام لینا منع ہے۔

بَاب ٤٤ : يُفْطِرُ بِمَا تَيَسَّرَ مِنَ الْمَاءِ أَوْ غَيْرِهِ

پانی وغیرہ جو بھی میسر ہو، اُس سے روزہ افطار کرے

١٩٥٦ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ سُلَيْمَانُ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سِرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ صَائِمٌ فَلَمَّا غَرَبَتِ الشَّمْسُ قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا

۱۹۵۶: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالواحد نے ہمیں بتایا۔ سلیمان شیبانی نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہم نے ایک سفر کیا اور آپؐ روزہ دار تھے۔ جب سورج ڈوب گیا تو آپؐ نے فرمایا: اُترو اور ہمارے لئے ستو

قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ لَوْ أَمْسَيْتَ قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ عَلَيْكَ نَهَارًا قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا فَنزَلَ فَجَدَحَ ثُمَّ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ اللَّيْلَ أَقْبَلَ مِنْ هَا هُنَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ وَأَشَارَ بِإِصْبَعِهِ قِبَلَ الْمَشْرِقِ.

گھولو۔ اُس نے کہا: یارسول اللہ! اگر آپؐ شام ہونے دیں۔ آپؐ نے فرمایا: اُترو اور ہمارے لئے ستو گھولو۔ اُس نے کہا: یارسول اللہ! ابھی آپؐ کے لئے دِن باقی ہے۔ فرمایا: اُترو! ہمارے لئے ستو گھولو۔ چنانچہ وہ اُترا اور اُس نے ستو گھولے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: جب تم رات کو دیکھو کہ اِدھر سے آگئی ہے تو روزہ دار افطار کر چکا اور اپنی انگلی سے آپؐ نے مشرق کی طرف اِشارہ فرمایا۔

اطرافہ: ۱۹٤۱، ۱۹۵۵، ۱۹۵۸، ۵۲۹۷۔

تشریح: **يَفْطِرُ بِمَا تَيَسَّرَ مِنَ الْمَآءِ اَوْ غَيْرِهٖ:** افطاری کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ کھجور ہی سے ہو۔ کھانے پینے کی جو شئے میسر ہو اُس سے روزہ افطار کرلیا جائے۔ امام ابن حزمؒ کے نزدیک کھجور بہتر ہے۔ اگر وہ نہ ملے تو پانی سے افطار کرنا ضروری ہے۔ ترمذیؒ اور☆ نسائیؒ وغیرہ نے انہی معنوں میں کچھ روایتیں نقل کی ہیں جو کمزور ہیں اور امام بخاریؒ نے وہ نظر انداز کردی ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے عمدۃ القاری جلد ۱۱ صفحہ ۶۵۔ فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۲۵۲۔

بَاب ٤٥ : تَعْجِيْلُ الْإِفْطَارِ

افطار میں جلدی کرنا

١٩٥٧ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ.

۱۹۵۷: عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے ابوحازم (سلمہ بن دینار) سے، ابوحازم نے حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ بھلائی میں رہیں گے جب تک کہ وہ افطار میں جلدی کریں گے۔

١٩٥٨ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنِ ابْنِ

۱۹۵۸: احمد بن یونس نے ہم سے بیان کیا کہ ابوبکر (بن عیاش) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سلیمان سے،

☆ (ترمذی، کتاب الصوم، باب ما جاء ما يستحب عليه الإفطار)
(السنن الکبریٰ للنسائی، کتاب الصيام، باب ما يستحب للصائم أن يفطر عليه ، جزء ۲ صفحہ ۲۵۳)

أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَصَامَ حَتَّى أَمْسَى قَالَ لِرَجُلٍ انْزِلْ فَاجْدَحْ لِي قَالَ لَوِ انْتَظَرْتَ حَتَّى تُمْسِيَ قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ لِي إِذَا رَأَيْتَ اللَّيْلَ قَدْ أَقْبَلَ مِنْ هَا هُنَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ.

سلیمان نے حضرت ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں ایک سفر میں تھا تو آپؐ نے روزہ رکھا یہاں تک کہ جب شام ہوئی تو آپؐ نے ایک شخص سے فرمایا: اُترو اور میرے لئے ستو گھولو۔ اُس نے کہا: کاش آپؐ اِنتظار فرمائیں یہاں تک کہ شام ہو جائے۔ آپؐ نے فرمایا: اُترو اور میرے لئے ستو گھولو۔ جب تم رات کو دیکھو کہ وہ اِدھر سے آن پہنچی ہے تو روزے دار کا روزہ افطار ہو گیا۔

اطرافہُ: ۱۹۴۱، ۱۹۵۵، ۱۹۵۶، ۵۲۹۷۔

تشریح: تَعْجِيلُ الْإِفْطَارِ: سحری اور افطاری کے بارے میں صریح اِرشاد کے باوجود بعض لوگ جس طرح سحری کا کھانا فجر سے بہت پہلے کھا لیتے ہیں۔ اسی طرح بوقت افطار دیر کرتے ہیں، اس وہم سے کہ مبادا سورج کی روشنی باقی ہو، مسائل میں اس قسم کا توہم بیمار ذہنیت پر دلالت کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ ذہنیت جب بیمار ہو تو خیر اور شر میں تمیز اُٹھ جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے انسان رفتہ رفتہ بالآخر باقی بھلائیوں سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔ یہ مراد ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد محولہ بالا کی: لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ. شریعت کی حدود وہی شخص ملحوظ رکھتا ہے جسے عقلِ سلیم نصیب ہو۔ ابن حبان اور حاکم کی روایت کے یہ الفاظ ہیں: لَا تَزَالُ أُمَّتِيُ عَلٰى سُنَّتِيُ مَا لَمْ تَنْتَظِرْ بِفِطْرِهَا النُّجُوْمَ. ☆ یعنی میری امت اچھی حالت میں رہے گی جب تک لوگ افطاری کے لئے ستاروں کے نکلنے کا اِنتظار نہیں کریں گے۔ بعض شارحین کا خیال ہے کہ یہود اور نصاریٰ کے نزدیک افطاری کا وقت وہ ہوتا جب ستارے نکلتے۔ ہو سکتا ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مدنظر مذکورہ بالا روایت کی تصحیح ہو۔ لیکن اس باب کی ایک اور غرض بھی معلوم ہوتی ہے اور وہ یہ کہ امام شافعیؒ نے اپنی کتاب اُمّ میں لکھا ہے کہ افطاری میں جلدی کرنا مستحب ہے لیکن ہر حالت میں مکروہ نہیں، سوائے اِس کے کہ عمداً دیر کی جائے کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ مستحب کی ضدّ ہمیشہ مکروہ ہی ہو۔ بعض وقت پانی یا کوئی اور خوردنی چیز میسر نہیں ہوتی جس سے افطاری کی جائے تو اس حالت میں تاخیر اِستثنائی ہوگی۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۲۵۳)

☆ (صحیح ابن حبان، كتاب الصوم، باب الإفطار وتعجيله، ذكر العلة التي من أجلها كان يحب صلی اللہ علیہ وسلم تعجيل الإفطار، روایت نمبر ۳۵۱۰ جزء۸ صفحہ۲۷۷)

(المستدرک علی الصحیحین، کتاب الصوم، اجازة الصوم فی السفر، جزءاول صفحہ۴۳۴)

بَاب ٤٦ : إِذَا أَفْطَرَ فِي رَمَضَانَ ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ

رمضان میں جب روزہ افطار کرے پھر سورج نکل آئے

١٩٥٩ : حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ فَاطِمَةَ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَتْ أَفْطَرْنَا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ غَيْمٍ ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ قِيْلَ لِهِشَامٍ فَأُمِرُوْا بِالْقَضَاءِ قَالَ بُدٌّ[1] مِنْ قَضَاءٍ وَقَالَ مَعْمَرٌ سَمِعْتُ هِشَامًا يَقُوْلُ لَا أَدْرِي أَقَضَوْا أَمْ لَا.

۱۹۵۹: عبداللہ بن ابی شیبہ نے مجھ سے بیان کیا۔ ابواُسامہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام بن عروہ سے، ہشام نے فاطمہ (بنت منذر) سے، فاطمہ نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم نے روزہ افطار کیا اور اَبر کا دن تھا۔ پھر سورج نکل آیا۔ ہشام سے پوچھا گیا: کیا روزہ قضا کرنے کا انہیں حکم دیا گیا؟ تو انہوں نے کہا: قضا ہی علاج تھا[1] اور معمر نے کہا: میں نے ہشام کو کہتے ہوئے سنا: میں نہیں جانتا کہ انہوں نے روزہ قضا کیا یا نہیں۔

تشریح: اِذَا اَفْطَرَ فِیْ رَمَضَانَ ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ: مذکورہ بالا صورت میں جمہور کا فتویٰ ہے کہ دوبارہ روزہ رکھے لیکن امام مالکؒ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے متعلق ایک اور روایت نقل کی ہے جس کے یہ الفاظ ہیں: اَفْطَرَ ذَاتَ یَوْمٍ فِی رَمَضَانَ فِی یَوْمٍ ذِیْ غَیْمٍ...... فَجَاءَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ عُمَرُ اَلْخَطْبُ یَسِیْرٌ وَقَدِ اجْتَهَدْنَا[2] یعنی انہوں نے رمضان میں ایک اَبر والے دن روزہ افطار کرلیا...... پھر اُن کے پاس ایک شخص آیا اور اُس نے کہا: امیر المؤمنین! سورج نکل آیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: یہ بات آسان ہے۔ ہم نے اجتہاد سے کام لیا تھا۔ یعنی عمداً قبل از وقت روزہ افطار نہیں کیا۔ کتاب مبسوط میں بھی یہی روایت منقول ہے کہ ایک دفعہ بادل کی وجہ سے صحابہ کرامؓ نے روزہ افطار کرلیا۔ مؤذن اذان دینے کے لئے اذان دینے کی جگہ پر گیا اور اِتنے میں سورج نکل آیا۔ تو اُس نے کہا: اَلشَّمْسُ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ. اے امیر المومنین! سورج ہے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: بَعَثْنَاکَ دَاعِیًا وَلَمْ نَبْعَثْکَ رَاعِیًا مَا تَجَانَفْنَا الْاِثْمَ وَقَضَاءُ یَوْمٍ عَلَیْنَا یَسِیْرٌ۔ یعنی ہم نے تجھے اذان دینے کے لئے بھیجا ہے بطور نگران نہیں بھیجا۔ ہم نے کسی گناہ کا اِرتکاب نہیں کیا اور ایک دن کی قضا ہمارے لئے آسان ہے۔

---

[1] ابوذر کی روایت کے مطابق اس جگہ لَا بُدَّ کے الفاظ ہیں۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۲۵۴) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

[2] (موطأ امام مالک، کتاب الصیام، باب ما جاء فی قضاء رمضان والکفارات)

امام بیہقی نے قضاء کے متعلق حضرت عمرؓ کی متضاد روایتیں نقل کی ہیں۔ مجاہدؒ، حسن بصریؒ اور اسحاق بن راہویہؒ کے نزدیک قضاء ضروری نہیں ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۲۵۵، عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۶۸، ۶۹۔

امام بخاریؒ نے عنوانِ باب کو شرطیہ رکھ کر قضاءِ صوم کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا بلکہ روایت نمبر ۱۹۵۹ کے آخر میں معمر کے قول کا حوالہ دیا ہے جن کے نزدیک قضاء نہیں۔ ہشام کی مذکورہ بالا روایت سے بھی صاف طور پر معلوم نہیں ہوتا کہ صحابہؓ نے روزے کی قضاء کی ہو۔ الفاظ بُدٌّ مِنْ قَضَاءٍ راوی کا اپنا قیاس ہے۔ جن سے پوچھا گیا تھا کہ آیا صحابہؓ نے روزہ قضاء کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس کے سوا کیا چارہ تھا یعنی روزہ رکھا ہی ہوگا۔

بَاب ٤٧ : صَوْمُ الصِّبْيَانِ

بچوں کا روزہ

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لِنَشْوَانٍ فِي رَمَضَانَ وَيْلَكَ وَصِبْيَانُنَا صِيَامٌ فَضَرَبَهُ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان میں ایک شخص سے جو شراب کے نشے میں تھا، کہا: کم بخت! ہمارے تو بچے بھی روزہ دار ہیں اور اُسے بڑی سزا دی۔

١٩٦٠ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرُ ابْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ خَالِدِ بْنِ ذَكْوَانَ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ قَالَتْ أَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةَ عَاشُوْرَاءَ إِلَى قُرَى الْأَنْصَارِ مَنْ أَصْبَحَ مُفْطِرًا فَلْيُتِمَّ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ وَمَنْ أَصْبَحَ صَائِمًا فَلَيَصُمْ قَالَ فَكُنَّا نَصُوْمُهُ بَعْدُ وَنُصَوِّمُ صِبْيَانَنَا وَنَجْعَلُ لَهُمُ اللُّعْبَةَ مِنَ الْعِهْنِ فَإِذَا بَكَى أَحَدُهُمْ عَلَى الطَّعَامِ أَعْطَيْنَاهُ ذَاكَ حَتَّى يَكُوْنَ عِنْدَ الْإِفْطَارِ.

۱۹۶۰: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ بشر بن مفضل نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے خالد بن ذکوان سے، خالد نے حضرت رُبَیِّع بنت مُعَوِّذؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کی صبح کو انصار کی بستیوں میں کہلا بھیجا: جو آج صبح روزہ دار نہیں تو وہ اپنا باقی دن (بغیر کھائے) پورا کرے اور جس نے صبح روزہ رکھا ہو چاہیے کہ وہ روزہ رکھے۔ وہ کہتے تھے: ہم اس کے بعد عاشورہ کا روزہ رکھتے اور اپنے بچوں کو رکھواتے اور اُن کے لئے اُون کا ایک کھلونا بنا دیتے۔ جب اُن میں سے کوئی کھانے کے لئے روتا تو ہم وہ اُسے دے دیتے یہاں تک کہ اُس کے لئے افطار کا وقت ہو جاتا۔

تشریح: **صَوْمُ الصِّبْيَانِ:** عنوانِ باب کے تحت جو روایت نقل کی گئی ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ بچوں کو جو روزہ رکھوایا گیا وہ احکامِ رمضان نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ اہل مدینہ عاشوراء کا روزہ رکھا کرتے تھے جیسا کہ یہود رکھتے تھے۔ (دیکھئے تشریح باب ا، روایت نمبر ۱۸۹۳) لیکن آیا رمضان کے روزے فرض ہونے کے بعد بھی بچوں کو روزہ رکھوایا گیا یا نہیں؟ اس بارے میں چونکہ کوئی مستند روایت نہیں۔ اس لئے عنوانِ باب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کا حوالہ دیا گیا ہے جو سعید بن منصور رحمۃ اللہ علیہ نے موصولاً نقل کیا ہے۔ اس روایت سے ظاہر ہے کہ صحابہ کرامؓ بعد کو بھی بچوں کو روزہ رکھوایا کرتے تھے تا کہ بچپن ہی سے نیکی کی عادت اُن میں پیدا ہو۔ ورنہ کمسن بچے احکام شریعت کے مکلّف نہیں۔ اس بارے میں جمہور کا یہی مذہب ہے کہ بچے جب تک جوان نہ ہو جائیں اُن پر روزہ واجب نہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے دس بارہ سال کی عمر تجویز کی ہے جس میں بچوں پر روزہ واجب ہوتا ہے لیکن وجوب یا عدمِ وجوب کا تعلق اُن کی حالت صحت سے ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۲۵۵، ۲۵۶)

مذکورہ بالا روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ انصاری عورتیں کمسن بچوں کو روزہ رکھواتیں اور اُن کے روزے پر انہیں گڑیوں سے بہلایا کرتی تھیں مگر اُن کا یہ عمل حجت نہیں۔ اس لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عنوانِ باب **صَوْمُ الصِّبْيَانِ** بغیر کسی خبر کے مطلق رکھا ہے۔ ابن خزیمہؒ وغیرہ نے رُزَینہؓ سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ تھیں، روایت نقل کی ہے کہ عاشورہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دودھ پیتے معصوم بچوں کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالتے اور اُن کی ماؤں سے فرماتے کہ رات تک انہیں دودھ نہ پلایا جائے۔ قرطبی کے نزدیک یہ روایت غریب ہے۔ اس باب میں اس قسم کی کمزور روایتوں کی طرف بھی اِشارہ کرنا مقصود ہے۔ ان روایتوں سے کم از کم یہ معلوم ہوتا ہے کہ عربوں میں عاشورہ کی پابندی اور اِس دِن روزہ کی عظمت پائی جاتی تھی حتی کہ دودھ پیتے بچوں کو بھی وہ اِس میں شریک رکھتے تھے۔
(فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۲۵۶، ۲۵۷) (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۶۹، ۷۰)

بَاب ٤٨ : اَلْوِصَالُ

بغیر سحری کھائے مسلسل روزے رکھنا

وَمَنْ قَالَ لَيْسَ فِي اللَّيْلِ صِيَامٌ لِقَوْلِهِ عَزَّوَجَلَّ: ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ (البقرة: ١٨٨) وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ رَحْمَةً لَّهُمْ وَإِبْقَاءً عَلَيْهِمْ وَمَا يُكْرَهُ مِنَ التَّعَمُّقِ.

اور جس نے کہا: رات کو روزہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: پھر رات تک روزہ پورا کرو۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع سے منع فرمایا ہے؛ لوگوں کے لیے بطور شفقت کہ اُن کی طاقت محفوظ رہے۔ روزہ رکھنے میں غلوّ مکروہ ہے۔

١٩٦١ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِي قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُوَاصِلُوْا قَالُوْا إِنَّكَ تُوَاصِلُ قَالَ لَسْتُ كَأَحَدٍ مِّنْكُمْ إِنِّي أُطْعَمُ وَأُسْقَى أَوْ إِنِّي أَبِيْتُ أُطْعَمُ وَأُسْقَى.

اطرافہ: ٧٢٤١۔

۱۹۶۱: مسدد نے ہم سے بیان کیا۔انہوں نے کہا: یحیٰ (قطان) نے مجھے بتایا۔شعبہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: قتادہ نے مجھ سے بیان کیا۔انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: بغیر سحری کھانے کے مسلسل روزے نہ رکھو۔ صحابہؓ نے کہا: آپؐ تو وصال کے روزے خود رکھتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: میں تم میں سے کسی کی طرح نہیں ہوں۔ مجھے تو کھلایا جاتا ہے اور پلایا جاتا ہے۔ یا (فرمایا:) میں تو رات ایسی حالت میں گذارتا ہوں کہ مجھے کھلایا بھی جاتا ہے اور پلایا بھی۔

١٩٦٢ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ نَهَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ قَالُوا إِنَّكَ تُوَاصِلُ قَالَ إِنِّي لَسْتُ مِثْلَكُمْ إِنِّي أُطْعَمُ وَأُسْقَى.

اطرافہ: ١٩٢٢۔

۱۹۶۲: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے روزے سے منع فرمایا۔ صحابہ نے کہا: آپؐ تو خود وصال کا روزہ رکھتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ مجھے تو کھلایا بھی جاتا ہے اور پلایا بھی جاتا ہے۔

١٩٦٣ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنِي ابْنُ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تُوَاصِلُوْا فَأَيُّكُمْ

۱۹۶۳: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا کہ (یزید) بن ہاد نے مجھ سے بیان کیا۔انہوں نے عبداللہ بن خباب سے، عبداللہ نے حضرت ابوسعید (خدری) رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے نبی ﷺ کو فرماتے سنا کہ وصال کے روزے

إِذَا أَرَادَ أَنْ يُّوَاصِلَ فَلْيُوَاصِلْ حَتَّى السَّحَرِ قَالُوْا فَإِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ إِنِّي أَبِيْتُ لِي مُطْعِمٌ يُطْعِمُنِي وَسَاقٍ يَسْقِيْنِ.

اطرافه: ١٩٦٧۔

نہ رکھو۔تم میں سے جو چاہے سحری تک ہی وصال کرے۔ صحابہؓ نے کہا: یارسول اللہ! آپؐ تو وصال کے روزے رکھتے ہیں۔آپؐ نے فرمایا: میری حالت تمہاری حالت جیسی نہیں۔میں تو رات ایسی حالت میں گذارتا ہوں کہ میرے لئے ایک کھلانے والا ہوتا ہے جو مجھے کھلاتا ہے اور ایک پلانے والا جو مجھے پلاتا ہے۔

١٩٦٤: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدٌ قَالَا أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ رَحْمَةً لَّهُمْ فَقَالُوْا إِنَّكَ تُوَاصِلُ قَالَ إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ إِنِّي يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِيْنِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ لَمْ يَذْكُرْ عُثْمَانُ رَحْمَةً لَّهُمْ.

۱۹۶۴: عثمان بن ابی شیبہ اور محمد (بن سلام) نے ہم سے بیان کیا۔اُن دونوں نے کہا: عبدہ نے ہمیں خبر دی۔انہوں نے ہشام بن عروہ سے، ہشام نے اپنے باپ سے، اُن کے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔وہ کہتی تھیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال سے منع فرمایا ہے، اُن پر نرمی کرنے کی غرض سے۔صحابہؓ نے کہا: آپؐ تو وصال کے روزے رکھتے ہیں۔آپؐ نے فرمایا: تمہاری حالت میری حالت جیسی نہیں۔مجھے تو میرا ربّ کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: عثمان نے رَحْمَةً لَّهُمْ کے الفاظ کا ذکر نہیں کیا۔

تشریح: **اَلْوِصَالُ**: افطار کے بعد کچھ نہ کچھ کھایا جائے اور اسی حالت میں سحری کھائے بغیر روزہ رکھ لیا جائے۔ ایسے روزے کو وصال کا روزہ کہتے ہیں۔

وَمَنْ قَالَ لَيْسَ فِي اللَّيْلِ صِيَامٌ: یہ قول ابوسعید الخیر کا ابن سکن نے مرفوعاً نقل کیا ہے۔اس کے الفاظ یہ ہیں: اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكْتُبِ الصِّيَامَ بِاللَّيْلِ وَمَنْ صَامَ فَقَدْ تَعَنّٰى وَلَا اَجْرَ لَهٗ. اللہ تعالیٰ نے رات کے وقت روزہ فرض نہیں کیا۔جس نے روزہ رکھا تو اُس نے یقیناً نافرمانی کی اور ایسے روزے کا کوئی اجر نہیں۔دولابی نے بھی یہی روایت عبادہ بن نسیّ کی سند سے نقل کی ہے۔ترمذیؒ کا قول ہے کہ انہوں نے امام بخاریؒ سے اس حدیث کی بابت دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ میرے نزدیک ثابت نہیں کہ عبادہ نے ابوسعید سے یہ سنا ہو۔

(فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۲۵۸) (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۱۷)

علامہ ابن حجرؒ کے نزدیک اگر ایسی روایات صحیح ہوں تو پھر وصال کا روزہ رکھنے میں کوئی ثواب نہیں مگر یہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کا روزہ رکھا اور آپؐ نے خود تصریح فرمادی کہ یہ وصال کا روزہ آپؐ ہی کے لئے مخصوص ہے۔ چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی عنوانِ باب میں صراحت کی ہے کہ آپؐ کا صحابہ کو اس سے منع کرنا ازروئے تحریم نہ تھا بلکہ بطور شفقت تھا۔ عبادات میں تعمق افراط وتفریط اور تکلیف ومشقت ناپسندیدہ امر ہے۔ اس تعلق میں کتاب الایمان تشریح ابواب ۲۹و۳۲ دیکھئے۔

اِنِّیْ اَبِیْتُ لِیْ مُطْعِمٌ یُّطْعِمُنِیْ وَسَاقٍ یَسْقِیْنِ: زیر بحث باب کی تینوں روایتوں کے الفاظ میں قدرے فرق ہے مگر مفہوم اُن کا ایک ہی ہے۔ پہلی روایت مختصر ہے، دوسری میں مُطْعِمٌ وَسَاقٍ ہے اور تیسری میں وضاحت ہے کہ یہ کھانا کھلانے والا اور پلانے والا میرا ربّ ہے جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی محبت وہ غذا ہے جس کے بغیر عارف ایک لحہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسلامی اصول کی فلاسفی میں روحانی حالتوں کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

> ''پس یاد رکھنا چاہیے کہ اعلیٰ درجہ کی روحانی حالت انسان کی اس دنیوی زندگی میں یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ آرام پا جائے اور تمام اطمینان اور سرور اور لذت اُس کی خدا میں ہی ہو جائے۔ یہی وہ حالت ہے جس کو دوسرے لفظوں میں بہشتی زندگی کہا جاتا ہے۔'' (اسلامی اصول کی فلاسفی - روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۷۸)

پھر اسی مضمون کو ایک دوسری کتاب میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

> ''ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اُس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اُس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اِس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔'' (کشتی نوح - روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۲۱، ۲۲)

بَاب ٤٩ : اَلتَّنْكِيْلُ لِمَنْ أَكْثَرَ الْوِصَالَ

وصال کے روزے کثرت سے رکھنے والے کو عبرت دِلانا

رَوَاهُ أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت انسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کی۔

١٩٦٥ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ فِي الصَّوْمِ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ إِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَأَيُّكُمْ مِثْلِي إِنِّي أَبِيْتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِيْنِ فَلَمَّا أَبَوْا أَنْ يَّنْتَهُوْا عَنِ الْوِصَالِ وَاصَلَ بِهِمْ يَوْمًا ثُمَّ يَوْمًا ثُمَّ رَأَوُا الْهِلَالَ فَقَالَ لَوْ تَأَخَّرَ لَزِدْتُكُمْ كَالتَّنْكِيْلِ لَهُمْ حِيْنَ أَبَوْا أَنْ يَّنْتَهُوْا.

۱۹۶۵: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں خبر دی۔ زہری سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے روزے سے منع فرمایا تو مسلمانوں میں سے ایک شخص نے آپؐ کو کہا: یارسول اللہ! آپؐ تو وصال کے روزے رکھتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: میری مانند تم میں سے کون ہے؟ میں رات ایسی حالت میں گذارتا ہوں کہ میرا ربّ مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔ جب وہ وصال کے روزے رکھنے سے باز نہ آئے تو آپؐ نے اُن کے ساتھ ایک دِن وصال کا روزہ رکھا۔ پھر ایک دِن اور وصال کیا۔ پھر لوگوں نے عید کا چاند دیکھا تو آپؐ نے فرمایا: اگر چاند نکلنے میں تاخیر ہوتی تو میں اِس سے زیادہ وصال کرتا، گویا اُن کو عبرت دِلانے کے لیے جب وہ باز نہ آئے۔

اطرافہ: ١٩٦٦، ٦٨٥١، ٧٢٤٢، ٧٢٩٩۔

١٩٦٦ : حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ

۱۹۶۶: یحيٰ (بن موسیٰ) نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالرزاق نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے معمر سے، انہوں نے ہمام سے روایت کی۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِيَّاكُمْ وَالْوِصَالَ مَرَّتَيْنِ قِيْلَ إِنَّكَ تُوَاصِلُ قَالَ إِنِّي أَبِيْتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِيْنِ فَاكْلَفُوْا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيْقُوْنَ.

رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی ﷺ سے مروی ہے۔آپؐ نے دو دفعہ فرمایا: وصال کے روزوں سے بچو۔(آپؐ سے) کہا گیا: آپؐ تو وصال کے روزے رکھتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: میں ایسی حالت میں رات گذارتا ہوں کہ میرا ربّ مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔سوتم اعمال میں اتنی ہی تکلیف اُٹھاؤ جتنی طاقت رکھتے ہو۔

اطرافہ: ١٩٦٥، ٦٨٥١، ٧٢٤٢، ٧٢٩٩۔

تشریح: **اَلتَّنْكِيْلُ لِمَنْ اَكْثَرَ الْوِصَالَ:** عنوانِ باب میں حضرت انسؓ کی جس روایت کا حوالہ دیا گیا ہے وہ کتاب التمنی باب ۹: ما یجوز من اللَّوْ روایت نمبر ۷۲۴۱ میں آئے گی۔ اُس میں یہ الفاظ ہیں: لَوْ مُدَّ بِیَ الشَّهْرُ لَوَاصَلْتُ وِصَالًا يَدَعُ الْمُتَعَمِّقُوْنَ تَعَمُّقَهُمْ ۔اگر مہینہ لمبا ہوتا تو میں لگا تار روزہ وصال رکھتا تا وہ لوگ جو احکام کے بارے میں تکلّف اور تشدد سے کام لیتے ہیں، انہیں نصیحت حاصل ہو اور وہ تکلّف چھوڑ دیں۔ روایت نمبر ۱۹۶۵ سے ظاہر ہے کہ اعمال صالحہ کی بجا آوری میں میانہ روی پسندیدہ ہے۔

اس تعلق میں کتاب الایمان باب ۲۹ روایت نمبر ۳۹ بھی دیکھئے۔

بَاب ٥٠: اَلْوِصَالُ إِلَى السَّحَرِ

سحری تک وصال کا روزہ رکھنا

١٩٦٧: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تُوَاصِلُوْا فَأَيُّكُمْ أَرَادَ أَنْ يُّوَاصِلَ فَلْيُوَاصِلْ حَتَّى السَّحَرِ قَالُوْا فَإِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَسْتُ

۱۹۶۷: ابراہیم بن حمزہ نے ہم سے بیان کیا کہ (عبدالعزیز) بن ابی حازم نے مجھے بتایا۔انہوں نے یزید (بن ہاد) سے، یزید نے عبداللہ بن خباب سے، عبداللہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: وصال کے روزے نہ رکھو۔تم میں سے جو چاہے کہ اپنے روزے کو دوسرے روزے سے ملائے تو چاہیے کہ وہ افطار کے بعد سحری تک کچھ نہ کھائے۔صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! آپؐ تو وصال کے روزے رکھتے ہیں۔فرمایا: میری حالت

كَهَيْئَتِكُمْ إِنِّي أَبِيْتُ لِي مُطْعِمٌ يُطْعِمُنِي وَسَاقٍ يَسْقِيْنِ.

اطرافہ: ۱۹۶۳۔

تمہاری طرح نہیں ہے۔ میں ایسی حالت میں رات گذارتا ہوں کہ میرے لئے ایک کھلانے والا ہوتا ہے جو مجھے کھلاتا ہے اور ایک ساقی ہوتا ہے جو مجھے پلاتا ہے۔

تشریح: اَلْوِصَالُ اِلَی السَّحَرِ: یہ باب بھی سابقہ مضمون کے تعلق میں ہی ہے۔ روایت نمبر ۱۹۶۷؛ روایت نمبر ۱۹۶۳ میں ایک دوسری سند سے گذر چکی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ جس کا حوالہ باب ۴۸ کے عنوان میں دیا گیا ہے۔ (ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى اللَّيْلِ) اس کے پیش نظر بوقت مغرب افطار کرنا ضروری ہے۔ اگر کوئی افطار تو کرلے؛ لیکن رات کا کھانا سحری تک ملتوی رکھے تو یہ اصطلاحی معنوں میں وصال کا روزہ نہیں کہلائے گا۔ امام ابن حجرؒ نے ایسا روزہ جائز قرار نہیں دیا۔ امام شافعیؒ اور جمہور کا مذہب بھی یہی ہے مگر امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ نے حضرت ابوسعید خدریؓ کی محولہ بالا روایت کے پیش نظر ایسا روزہ رکھنا درست قرار دیا ہے۔ ابن خزیمہؒ نے متضاد روایت میں مطابقت کی صورت یہ بتائی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے وصالی روزے مطلق منع فرمائے اور بعد میں سحری تک اِجازت دی۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۲۶۰، ۲۶۵-۲۶۶) (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۷۶) اس بارہ میں ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اجازت اس تصریح کے ساتھ دی گئی ہو کہ وہ روزے منشائے شریعت کے خلاف ہیں جن سے مقصد یہ ہو کہ عمل کے زور سے رضائے الٰہی طلب کی جائے۔ باوجود اس تصریح کے اگر کوئی چاہے تو پھر سحری تک وصال کا روزہ رکھ سکتا ہے۔ رہبانیت کے دلدادہ عیسائیوں میں اس قسم کے روزے اور دیگر مشقت آمیز ریاضتیں تھیں اور ہندوؤں میں تو اُن سے زیادہ سخت اور جانکاہ مشقتیں تزکیہ نفس کی غرض سے اِیجاد کی گئی ہیں کہ حیرت ہوتی ہے مگر باوجود اِس کے وہ تزکیہ نفس سے محروم رہتے ہیں۔

بَاب ۵۱: مَنْ أَقْسَمَ عَلَى أَخِيْهِ لِيُفْطِرَ فِي التَّطَوُّعِ وَلَمْ يَرَ عَلَيْهِ قَضَاءً إِذَا كَانَ أَوْفَقَ لَهُ

جس نے اپنے بھائی کو قسم دی کہ وہ نفلی روزے کی حالت میں افطار کرے اور اُس پر قضا نہیں جبکہ افطار میں مصلحت کا تقاضا ہو

۱۹۶۸: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْعُمَيْسِ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ آخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

۱۹۶۸: محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا کہ جعفر بن عون نے ہمیں بتایا۔ ابوالعمیس (عتبہ بن عبداللہ) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے عون بن ابی جُحَیفہ سے، عون نے اپنے باپ (وہب بن عبداللہ سوائی) سے روایت کی کہ

وَسَلَّمَ بَيْنَ سَلْمَانَ وَأَبِي الدَّرْدَاءِ فَزَارَ سَلْمَانُ أَبَا الدَّرْدَاءِ فَرَأَى أُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَةً فَقَالَ لَهَا مَا شَأْنُكِ قَالَتْ أَخُوكَ أَبُو الدَّرْدَاءِ لَيْسَ لَهُ حَاجَةٌ فِي الدُّنْيَا فَجَاءَ أَبُو الدَّرْدَاءِ فَصَنَعَ لَهُ طَعَامًا فَقَالَ لَهُ كُلْ قَالَ فَإِنِّي صَائِمٌ قَالَ مَا أَنَا بِآكِلٍ حَتَّى تَأْكُلَ قَالَ فَأَكَلَ فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ ذَهَبَ أَبُو الدَّرْدَاءِ يَقُومُ قَالَ نَمْ فَنَامَ ثُمَّ ذَهَبَ يَقُومُ فَقَالَ نَمْ فَلَمَّا كَانَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ قَالَ سَلْمَانُ قُمِ الْآنَ فَصَلَّيَا فَقَالَ لَهُ سَلْمَانُ إِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَلِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا فَأَعْطِ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ سَلْمَانُ.

انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے حضرت سلمانؓ اور حضرت ابودرداءؓ کو آپس میں بھائی بھائی بنایا۔ حضرت سلمانؓ حضرت ابودرداءؓ سے ملنے گئے تو انہوں نے حضرت امّ درداءؓ کو دیکھا کہ انہوں نے میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ انہوں نے اُن سے پوچھا: تمہارا یہ کیا حال ہے؟ وہ کہنے لگیں: تمہارے بھائی ابودرداءؓ کو دنیا میں کوئی حاجت نہیں۔ اِتنے میں حضرت ابودرداءؓ آئے تو انہوں نے حضرت سلمانؓ کے لئے کھانا تیار کیا اور اُن سے کہا: آپؓ کھائیں (اور) کہا: میں تو روزہ دار ہوں۔ حضرت سلمانؓ نے کہا: میں اس وقت تک ہرگز نہ کھاؤں گا جب تک آپؓ نہ کھائیں۔ (وہب نے) کہا: حضرت ابودرداءؓ نے کھانا کھایا اور جب رات ہوئی تو حضرت ابودرداءؓ کھڑے ہوکر نماز پڑھنے لگے۔ (حضرت سلمانؓ نے) کہا: سوئیں۔ تو وہ سو گئے۔ پھر نماز کے لئے اُٹھنے لگے تو انہوں نے کہا: ابھی سوئیں۔ جب رات کا آخری حصہ ہوا تو حضرت سلمانؓ نے کہا: اب اُٹھیں اور دونوں نے نماز پڑھی اور حضرت سلمانؓ نے اُن سے کہا: تیرے ربّ کا بھی تجھ پر حق ہے اور تیرے نفس کا بھی اور تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے۔ اس لئے ہر حق والے کو اُس کا حق دے۔ حضرت ابودرداءؓ نبی ﷺ کے پاس آئے اور آپؐ سے اس بات کا ذکر کیا تو نبی ﷺ نے اُن سے فرمایا: سلمانؓ نے سچ کہا ہے۔

اطرافہ: ۶۱۳۹۔

تشریح: **اِذَا کَانَ اَوْفَقَ لَهٗ:** یعنی بشرطیکہ نفلی روزہ چھوڑنے میں مصلحت کا تقاضا ہو ورنہ یونہی روزہ چھوڑ دینا جائز نہیں۔ اس تعلق میں امام بیہقیؒ نے حضرت ابوسعید خدریؓ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کی دعوت کی۔ جب کھانا چنا گیا تو ایک شخص نے بوجہ روزہ دار ہونے کے کھانا کھانے سے معذرت کی تو

آپؐ نے فرمایا: دَعَاكُمْ اَخُوكُمْ وَتَكَلَّفَ لَكُمْ...... اَفْطِرْ وَصُمْ مَّكَانَهٗ يَوْمًا اِنْ شِئْتَ. (سنن الكبریٰ للبیہقی، كتاب الصيام، باب التخيير في القضاء إن كان صومه تطوعا ، جزء۴صفحہ۲۷۹) یعنی تمہارے بھائی نے تمہاری دعوت کی اور تمہاری خاطر تکلیف اُٹھائی ہے۔ روزہ افطار کرلو اور اس کی جگہ اگر چاہو تو اور روزہ رکھ لو۔ اس سے ظاہر ہے کہ نفلی روزے کی قضاء واجب نہیں۔ ترمذیؒ اور نسائیؒ وغیرہم بزرگوں نے بعض ایسی روایتیں بھی نقل کی ہیں جن سے پایا جاتا ہے کہ اگر روزہ دار بغیر عذر روزہ چھوڑے تو اس پر قضاء لازم ہے۔ (سنن الترمذی، كتاب الصوم، باب ما جاء في ايجاب القضاء عليه) (السنن الكبرىٰ للنسائی، كتاب الصيام، باب ما يجب على الصائم المتطوع اذا أفطر، جزء۲صفحہ۲۴۷) تفصیل کے لئے دیکھئے: فتح الباری جزء۴صفحہ۲۷۰، عمدۃ القاری جزء۱۱صفحہ۷۸، ۷۹۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی زیر باب ۶۱ روایت نمبر ۱۹۸۲ حضرت انسؓ سے نقل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ اُن کے ہاں آئے، کھانا پیش کیا گیا۔ آپؐ کا روزہ تھا اور آپؐ نے افطار نہیں کیا۔ ان مختلف روایتوں سے ظاہر ہے کہ روزہ چھوڑنا یا نہ چھوڑنا روزہ دار کی مرضی پر منحصر ہے۔ آداب مہمان نوازی میں یہ ادب بھی ہے کہ میزبان کے ساتھ کھانے میں شریک ہو اور مہمان کے قیام کے اثناء میں نفلی روزہ نہ رکھے۔ مسائل دینیہ پر عمل کی بنیاد بصیرت اور حالات کے صحیح موازنہ پر ہونی چاہیے کہ کس جہت میں افراط و تفریط منشائے شریعتِ حقہ کے خلاف ہے۔ یہی سبق اس باب میں سکھایا گیا ہے۔

بَاب ٥٢ : صَوْمُ شَعْبَانَ

شعبان کے روزے رکھنا

١٩٦٩ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ حَتَّى نَقُوْلَ لَا يُفْطِرُ وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُوْلَ لَا يَصُوْمُ فَمَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ إِلَّا رَمَضَانَ وَمَا رَأَيْتُهُ أَكْثَرَ صِيَامًا مِنْهُ فِي شَعْبَانَ.

اطرافه: ١٩٧٠، ٦٤٦٥۔

۱۹۶۹: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، (کہا) کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے ابونضر سے، ابونضر نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ روزے رکھتے تھے تو ہم سمجھتے کہ آپؐ ختم ہی نہ کریں گے اور روزہ چھوڑتے تو ہم سمجھتے کہ اب آپؐ روزہ نہیں رکھیں گے اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیکھا کہ آپؐ نے مہینہ بھر روزے رکھے ہوں سوائے رمضان کے۔ اور میں نے آپؐ کو نہیں دیکھا کہ شعبان سے زیادہ کسی اور مہینے میں روزے رکھے ہوں۔

١٩٧٠: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا حَدَّثَتْهُ قَالَتْ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ شَهْرًا أَكْثَرَ مِنْ شَعْبَانَ وَكَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ كُلَّهُ وَكَانَ يَقُوْلُ خُذُوْا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيْقُوْنَ فَإِنَّ اللهَ لَا يَمَلُّ حَتَّى تَمَلُّوْا وَأَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا دُوْوِمَ عَلَيْهِ وَإِنْ قَلَّتْ وَكَانَ إِذَا صَلَّى صَلَاةً دَاوَمَ عَلَيْهَا.

۱۹۷۰: معاذ بن فضالہ نے ہم سے بیان کیا کہ ہشام نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحيٰ سے، یحيٰ نے ابوسلمہ سے روایت کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اُن سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم شعبان سے زیادہ کسی مہینے میں روزے نہیں رکھتے تھے۔ آپؐ شعبان کا سارا مہینہ روزے رکھتے اور فرمایا کرتے تھے: اُتنا ہی عمل کرو جتنی تم طاقت رکھتے ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ تو نہیں اُکتاتا۔ تم ہی اُکتا جاؤ گے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پیاری نماز وہ تھی جو ہمیشہ پڑھی جائے اگر چہ وہ تھوڑی ہی ہو، اور جب آپؐ کوئی (نفل) نماز پڑھتے تو آپؐ اُسے ہمیشہ ہی پڑھا کرتے۔

اطرافہ: ١٩٦٩، ٦٤٦٥۔

تشریح: **صَوْمُ شَعْبَانَ:** شعبان کا مہینہ رجب اور رمضان کے درمیان ہے۔ یہ نام شعب سے مشتق ہے۔ جس کے معنی ہیں: متفرق ہونا۔ اسی مہینے میں چونکہ قبائل عرب مختلف اغراض سے دُور ونزدیک کے علاقوں میں منتشر ہو جاتے تھے۔ اس لئے اس مہینے کا نام شعبان رکھا گیا۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۸۲) ترمذیؒ، ابن ماجہؒ وغیرہ نے بعض روایتیں نقل کی ہیں؛ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ جو پندرھویں شعبان کو روزہ رکھے گا اور آدھی رات کو چودہ رکعت نماز تہجد پڑھے گا اور پھر اگلے دن بھی روزہ دار ہوگا اور چودہ دفعہ سورہ فاتحہ پڑھے گا تو اُس نے گویا بیس مقبول حج کئے اور بیس سال کے روزے رکھے۔ یہ الفاظ حضرت علیؓ کی سند سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔ ایسی روایتیں نہ صرف جمہور ہی نے ردّ کی ہیں بلکہ خود ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے بھی کمزور قرار دی ہیں۔ علاوہ ازیں یہ روایتیں مقطوع السند بھی ہیں اور امام جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی روایتیں موضوعات میں شمار کی ہیں۔ امام بخاریؒ اور ابوزرعہؒ اور ابوحاتمؒ نے بالاتفاق ثابت کیا ہے کہ ان راویوں کی میل ملاقات اور ایک دوسرے سے اُن کی سماعت قطعاً ثابت نہیں۔ نصف شعبان کی رات کو چراغاں کرنے کے بارے میں بھی بعض روایات ہیں جو عند التحقیق وضعی ثابت ہوئی ہیں اور معلوم ہوا ہے کہ اِس بدعت کا پس منظر ایران کے آتش پرست مجوسیوں کی رسم تھی جو وہ پندرھویں شعبان کو منایا کرتے تھے۔ **برات** ایرانی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے معنی ہیں: قسمت۔ شب برات یعنی قسمت کی رات۔ ہندی زبان میں بھی

برات کے معنی قسمت ہیں۔ پنجاب سے بنگال تک یہ لفظ قسمت کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ بدعت عراق میں یحیٰ بن خالد برمکی کے زمانہ میں ایران سے داخل ہوئی جبکہ وہ آذربائیجان کے حاکم تھے اور پھر ہارون الرشید کے وزیر ہوئے۔ چنانچہ جب علامہ ابن دحیہ کو اس کا علم ہوا تو وہ ملک کامل (۶۳۵ھ) سے ملے اور انہوں نے اس بدعت کا ذکر کیا۔ آخر اُس نیک بادشاہ کے حکم سے مصر کے تمام صوبہ جات میں اس رسم کا قلع قمع کیا گیا۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۸۲، ۸۳)

غرض شعبان کی فضیلت کے بارے میں اس قسم کی روایات ردّ کرنے کی غرض سے مذکورہ بالا باب قائم کیا گیا ہے اور ایسی تمام غیر مستند اور کمزور روایتیں نظر انداز کر دی گئی ہیں۔ مگر باوجود اس کے جائے تعجب ہے کہ ہمارے ملک میں بھی شب برات منائی جاتی ہے اور خیال کیا جاتا ہے کہ اس رات مذکورہ بالا طریق سے جو دعا کی جائے گی وہ قبول ہوگی اور اللہ تعالیٰ کہے گا: مانگ تجھے دیا جائے گا اور تیرے سارے گناہ بخشے جائیں گے۔ آدمی کے ہر بچے کی نیک و بد قسمت کا فیصلہ اس رات کیا جاتا ہے۔

اس باب کے تحت صرف دو مستند روایتیں نمبر ۱۹۶۹، ۱۹۷۰ نقل کی گئی ہیں۔ پہلی روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفلی روزے رکھنے کا ذکر ہے کہ سوائے رمضان کے کسی مہینہ میں بھی آپؐ نے پورے روزے نہیں رکھے اور دوسری روایت میں یہ ذکر ہے کہ شعبان کا سارا مہینہ روزے رکھے۔ دونوں باتوں میں بظاہر تضاد ہے۔ اس بارے میں امام ابن حجرؒ نے جو توجیہ کی ہے وہ معقول ہے اور اُس سے یہ تضاد دُور ہو جاتا ہے۔ یعنی سفر میں جس رمضان کے روزے چھوٹ گئے تھے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان میں رکھے (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۲۷۲، ۲۷۳) اور آپؐ کی عادت تھی کہ جب آپؐ کوئی عبادت کرتے تو اُس پر مداومت فرماتے۔ آپؐ کی اسی پاک عادت سے متعلق روایت نمبر ۱۹۷۰ کے آخر میں ذکر کیا گیا ہے اور شعبان میں یہ کثرت شعبان کی کسی خصوصیت کی وجہ سے نہ تھی۔ اس تعلق میں **کتاب الرقاق باب ۱۸** بھی دیکھئے۔ دوسری روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دو اور روایتوں کا حوالہ دیا گیا ہے جس سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اِتباع میں اپنی طاقت اور مداومت عمل ملحوظ رکھنی چاہیے۔ اس تعلق میں **کتاب التهجد** باب ۱۸ روایت نمبر ۱۱۵۱، **کتاب الإیمان** باب ۳۲ روایت نمبر ۴۳ بھی دیکھئے۔

اہل عراق کا زردشتیوں کے رسم و رواج سے متاثر ہونا یا اُسے اختیار کرنا کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔ خود ہمارے ملک میں دیوالی وغیرہ ہندوانہ رسوم اور پیدائش، شادی و غمی وغیرہ کی رسوم سے مسلمان جس قدر متاثر ہیں وہ محتاج بیان نہیں۔ انگریزوں کی حکومت کے زمانہ میں اُن کی تقلید کی جاتی تھی۔ مشارالیہ موضوع روایت کا حضرت علیؓ کی طرف منسوب کیا جانا بھی اِس کے ایرانی ماخذ و منبع کی غمازی کرتا ہے۔

بَاب٥٣ : مَا يُذْكَرُ مِنْ صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِفْطَارِهِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے اور افطار کا جو ذکر کیا جاتا ہے

١٩٧١ : حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ مَا صَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا كَامِلًا قَطُّ غَيْرَ رَمَضَانَ وَيَصُوْمُ حَتَّى يَقُوْلَ الْقَائِلُ لَا وَاللهِ لَا يُفْطِرُ وَيُفْطِرُ حَتَّى يَقُوْلَ الْقَائِلُ لَا وَاللهِ لَا يَصُوْمُ.

۱۹۷۱: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ ابوعوانہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوبشر سے، انہوں نے سعید بن جبیر سے، سعید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے رمضان کے کبھی پورے مہینے کے روزے نہیں رکھے اور آپؐ روزے رکھتے، یہاں تک کہ کہنے والا کہتا: بخدا آپؐ روزہ نہیں چھوڑیں گے اور روزہ چھوڑتے یہاں تک کہ کہنے والا کہتا: بخدا آپؐ روزہ نہیں رکھیں گے۔

١٩٧٢ : حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ مِنَ الشَّهْرِ حَتَّى نَظُنَّ أَنْ لَّا يَصُوْمَ مِنْهُ وَيَصُوْمُ حَتَّى نَظُنَّ أَنْ لَّا يُفْطِرَ مِنْهُ شَيْئًا وَكَانَ لَا تَشَاءُ تَرَاهُ مِنَ اللَّيْلِ مُصَلِّيًا إِلَّا رَأَيْتَهُ وَلَا نَائِمًا إِلَّا رَأَيْتَهُ.

وَقَالَ سُلَيْمَانُ عَنْ حُمَيْدٍ أَنَّهُ سَأَلَ أَنَسًا فِي الصَّوْمِ. ح

۱۹۷۲: عبدالعزیز بن عبداللہ نے مجھ سے بیان کیا، کہا: محمد بن جعفر نے مجھے بتایا۔ حمید (طویل) سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: رسول اللہ ﷺ کسی مہینے میں روزہ چھوڑتے تو ہم سمجھتے کہ اب آپؐ اِس مہینے میں روزہ نہیں رکھیں گے۔ اور کسی مہینے میں روزہ رکھتے تو ہم سمجھتے کہ آپؐ اس میں اب روزہ نہیں چھوڑیں گے۔ اور آپؐ کی یہ حالت تھی کہ اگر تمہاری خواہش ہوتی کہ رات کو ایسے وقت میں زیارت ہو کہ آپؐ نماز پڑھ رہے ہوں تو تم دیکھتے کہ آپؐ نماز پڑھ رہے ہیں۔ اگر تمہارا خیال ہوتا کہ آپؐ سوئے ہوئے ہوں گے تو تم آپؐ کو سویا ہوا پاتے۔ اور سلیمان نے حمید سے روایت کرتے ہوئے یوں کہا کہ انہوں نے روزہ کے بارہ میں حضرت انسؓ سے پوچھا.....

اطرافه: ۱۱٤۱، ۱۹۷۳، ۳٥٦۱.

١٩٧٣ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ صِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا كُنْتُ أُحِبُّ أَنْ أَرَاهُ مِنَ الشَّهْرِ صَائِمًا إِلَّا رَأَيْتُهُ وَلَا مُفْطِرًا إِلَّا رَأَيْتُهُ وَلَا مِنَ اللَّيْلِ قَائِمًا إِلَّا رَأَيْتُهُ وَلَا نَائِمًا إِلَّا رَأَيْتُهُ وَلَا مَسِسْتُ خَزَّةً وَلَا حَرِيْرَةً أَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا شَمِمْتُ مِسْكَةً وَلَا عَبِيْرَةً أَطْيَبَ رَائِحَةً مِنْ رَائِحَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اطرافہ: ۱۱٤۱، ۱۹۷۲، ۳۵٦۱۔

۱۹۷۳: محمد (بن سلام) نے مجھ سے بیان کیا۔ ابوخالد احمر نے ہمیں خبر دی کہ حمید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ کے روزوں کی نسبت پوچھا تو انہوں نے کہا کہ جب میں چاہتا کہ آپؐ کو اس مہینہ میں روزہ دار دیکھوں تو آپؐ کو روزہ دار ہی دیکھتا اور جب کہیں میں آپؐ کو بغیر روزہ کے دیکھنا چاہتا تو اُسی حالت میں دیکھتا اور جب کسی رات میرا خیال ہوتا کہ آپؐ نماز پڑھ رہے ہوں گے تو اسی حالت میں دیکھتا اور جب یہ خیال ہوتا کہ آپؐ اس وقت سوئے ہوئے ہوں گے تو اسی طرح دیکھتا، اور میں نے نہ کوئی پشم اور نہ ریشم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی سے زیادہ ملائم دیکھا اور نہ کوئی مشک اور نہ عنبر سونگھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے زیادہ اچھی خوشبو والی ہو۔

تشریح: **مَا يُذْكَرُ مِنْ صَوْمِ النَّبِيِّ ﷺ وَإِفْطَارِهِ:** یہ باب بھی سابقہ مضمون یعنی نفلی روزوں کے تعلق ہی میں ہے۔ مندرجہ روایتوں سے واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوائے رمضان کے کسی اور مہینے کو روزوں کے لئے مخصوص نہیں فرماتے تھے اور نہ آپؐ کے لیل ونہار میں سے کوئی خاص وقت نوافل کے لئے مخصوص تھا بلکہ سارے اوقات میں آپؐ کی عبادت کچھ اس طرح منقسم تھی کہ دیکھنے والوں کو حیرت ہوتی اور یوں معلوم ہوتا کہ آپؐ کی نماز اور روزہ کی عبادتیں شان سروری کا نمونہ ہیں۔ چنانچہ آپؐ فرماتے ہیں: میری آنکھیں تو سوتی ہیں مگر دل نہیں سوتا۔ (روایت نمبر ۸۵۹، ۱۱۴۷) اس باب کی پہلی روایت میں آپؐ کے روزوں کی اور دوسری اور تیسری روایت میں روزہ اور نماز کی دوامی کیفیت کا صحیح صحیح نقشہ پیش کیا گیا ہے۔

دوسری روایت میں سلیمان کے قول کا جو حوالہ دیا گیا ہے؛ وہ باب کی تیسری روایت میں دیکھئے جو ابوخالد سے موصولاً منقول ہے۔ ان کا نام سلیمان بن حبان ہے نہ کہ سلیمان بن بلال۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۲۷۵)

بَاب ٥٤ : حَقُّ الضَّيْفِ فِي الصَّوْمِ

روزے میں مہمان کا حق ہے

١٩٧٤ : حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا هَارُوْنُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ يَعْنِي إِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا فَقُلْتُ وَمَا صَوْمُ دَاوُدَ قَالَ نِصْفُ الدَّهْرِ.

۱۹۷۴: اسحاق (بن راہویہ) نے ہم سے بیان کیا کہ ہارون بن اسماعیل نے ہمیں خبر دی کہ علی (بن مبارک) نے ہمیں بتایا۔ یحیٰی (بن ابی کثیر) نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابوسلمہ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے کہا: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے مجھ سے بیان کیا، کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے۔ پھر ساری حدیث کا ذکر کیا۔ یعنی (آپؐ نے فرمایا:) تمہارے ملاقات کرنے والے مہمان کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے تو میں نے پوچھا: حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے کیسے تھے؟ آپؐ نے فرمایا: آدھا زمانہ (یعنی ایک دن روزہ ایک دن افطار۔)

اطرافہ: ١١٣١، ١١٥٢، ١١٥٣، ١٩٧٥، ١٩٧٦، ١٩٧٧، ١٩٧٨، ١٩٧٩، ١٩٨٠، ٣٤١٨، ٣٤١٩، ٣٤٢٠، ٥٠٥٢، ٥٠٥٣، ٥٠٥٤، ٥١٩٩، ٦١٣٤، ٦٢٧٧۔

بَاب ٥٥ : حَقُّ الْجِسْمِ فِي الصَّوْمِ

روزے میں جسم کا حق ہے

١٩٧٥ : حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ

۱۹۷۵: (محمد) ابن مقاتل نے ہم سے بیان کیا۔ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں خبر دی کہ اوزاعی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: یحیٰی بن کثیر نے مجھ سے بیان کیا، کہا: ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے مجھے بتایا، کہا: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے مجھ

الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَصُوْمُ النَّهَارَ وَتَقُوْمُ اللَّيْلَ فَقُلْتُ بَلَى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَلَا تَفْعَلْ صُمْ وَأَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ فَإِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ بِحَسْبِكَ أَنْ تَصُوْمَ كُلَّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَإِنَّ لَكَ بِكُلِّ حَسَنَةٍ عَشْرَ أَمْثَالِهَا فَإِذَنْ ذٰلِكَ صِيَامُ الدَّهْرِ كُلِّهِ فَشَدَّدْتُ فَشُدِّدَ عَلَيَّ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً قَالَ فَصُمْ صِيَامَ نَبِيِّ اللّٰهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَا تَزِدْ عَلَيْهِ قُلْتُ وَمَا كَانَ صِيَامُ نَبِيِّ اللّٰهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ نِصْفَ الدَّهْرِ فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَقُوْلُ بَعْدَ مَا كَبِرَ يَا لَيْتَنِي قَبِلْتُ رُخْصَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: عبداللہ! مجھے جو بتایا گیا ہے کیا یہ سچ ہے کہ تم دن کو روزے رکھتے ہیں اور رات بھر عبادت کرتے ہو؟ میں نے کہا: ہاں یارسول اللہ! آپؐ نے فرمایا: ایسا نہ کرو۔ روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو اور رات کو عبادت بھی کرو اور سوؤ بھی، کیونکہ تمہارے بدن کا بھی تم پر حق ہے، تمہاری آنکھ کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے اور تم سے ملاقات کرنے والے کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے لئے اِتنا کافی ہے کہ ہر مہینے میں تم تین دن روزہ رکھو، کیونکہ تمہارے لئے ہر نیکی کے بدلے میں اُس سے دس گنا بدلہ ملے گا تو یہ ساری عمر کے روزے ہوں گے۔ مگر میں نے سختی کی اور اِس کے نتیجے میں مجھ پر سختی کی گئی۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! میں تو طاقت رکھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: تو پھر اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام کے روزوں کی طرح روزہ رکھو اور اس سے مت بڑھو۔ میں نے پوچھا: (یارسول اللہ!) حضرت داؤد علیہ السلام نبی اللہ کے روزے کیسے تھے؟ آپؐ نے فرمایا: آدھا زمانہ (یعنی ایک دن روزہ اور ایک دن افطار) حضرت عبداللہؓ جب بوڑھے ہوگئے تو کہا کرتے تھے: کاش میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سہولت قبول کر لیتا۔

اطرافہ: ۱۱۳۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۹۷٤، ۱۹۷٦، ۱۹۷۷، ۱۹۷۸، ۱۹۷۹، ۱۹۸۰، ۳٤۱۸، ۳٤۱۹، ۳٤۲۰، ۵۰۵۲، ۵۰۵۳، ۵۰۵٤، ۵۱۹۹، ٦۱۳٤، ٦۲۷۷۔

بَاب ٥٦ : صَوْمُ الدَّهْرِ

ہمیشہ روزہ رکھنا

١٩٧٦ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو قَالَ أُخْبِرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي أَقُوْلُ وَاللهِ لَأَصُوْمَنَّ النَّهَارَ وَلَأَقُوْمَنَّ اللَّيْلَ مَا عِشْتُ فَقُلْتُ لَهُ قَدْ قُلْتُهُ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي قَالَ فَإِنَّكَ لَا تَسْتَطِيْعُ ذَلِكَ فَصُمْ وَأَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ وَصُمْ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَإِنَّ الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا وَذَلِكَ مِثْلُ صِيَامِ الدَّهْرِ قُلْتُ إِنِّي أُطِيْقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ قَالَ فَصُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمَيْنِ قُلْتُ إِنِّي أُطِيْقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ قَالَ فَصُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمًا فَذَلِكَ صِيَامُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ أَفْضَلُ الصِّيَامِ فَقُلْتُ إِنِّي أُطِيْقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ.

١٩٧٦: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا۔ شعیب نے ہمیں خبر دی کہ زہری سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: سعید بن میسّب اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے مجھے خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میری اس بات کی خبر پہنچ گئی کہ جو میں نے کہی تھی کہ بخدا میں زندگی بھر دِن کو روزہ رکھوں گا اور راتیں عبادت میں گذاروں گا تو میں نے آپؐ سے کہا: یقیناً میں نے ایسا کہا ہے، میرے ماں باپ آپؐ پر قربان۔ آپؐ نے فرمایا: تم ایسا نہیں کرسکو گے۔ روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو اور رات کو عبادت بھی کرو اور سوؤ بھی اور ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھو کیونکہ نیکی کا بدلہ دس گناہ ہے اور یہ ویسا ہی ہے کہ سارے زمانہ میں روزے رکھے جائیں۔ میں نے کہا: میں اس سے بڑھ کر طاقت رکھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: تو پھر ایک دن روزہ رکھو اور دو دِن روزہ نہ رکھو۔ میں نے کہا: میں اس سے بڑھ کر طاقت رکھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: پھر ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن روزہ نہ رکھو اور یہ حضرت داوٗد علیہ السلام کے روزے ہوں گے اور وہ افضل روزے ہیں۔ میں نے کہا کہ میں اس سے بڑھ کر طاقت رکھتا ہوں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے افضل کوئی روزہ نہیں۔

اطرافہٗ: ١١٣١، ١١٥٢، ١١٥٣، ١٩٧٤، ١٩٧٥، ١٩٧٧، ١٩٧٨، ١٩٧٩، ١٩٨٠، ٣٤١٨، ٣٤١٩، ٣٤٢٠، ٥٠٥٢، ٥٠٥٣، ٥٠٥٤، ٥١٩٩، ٦١٣٤، ٦٢٧٧۔

بَاب ٥٧ : حَقُّ الْأَهْلِ فِي الصَّوْمِ

روزے میں بیوی کا حق ہے

رَوَاهُ أَبُو جُحَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ابو جُحَیفہ (وہب بن عبداللہ) نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت نقل کی ہے۔

١٩٧٧ : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ أَخْبَرَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ سَمِعْتُ عَطَاءً أَنَّ أَبَا الْعَبَّاسِ الشَّاعِرَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ بَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي أَسْرُدُ الصَّوْمَ وَأُصَلِّي اللَّيْلَ فَإِمَّا أَرْسَلَ إِلَيَّ وَإِمَّا لَقِيْتُهُ فَقَالَ أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَصُوْمُ وَلَا تُفْطِرُ وَتُصَلِّي فَصُمْ وَأَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ فَإِنَّ لِعَيْنَيْكَ عَلَيْكَ حَظًّا☆ وَإِنَّ لِنَفْسِكَ وَأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَظًّا☆ قَالَ إِنِّي لَأَقْوَى لِذَلِكَ قَالَ فَصُمْ صِيَامَ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ وَكَيْفَ قَالَ كَانَ يَصُوْمُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا وَلَا يَفِرُّ إِذَا لَاقَى قَالَ مَنْ لِّي بِهَذِهِ يَا نَبِيَّ اللهِ قَالَ عَطَاءٌ لَا أَدْرِي كَيْفَ ذَكَرَ صِيَامَ الْأَبَدِ قَالَ

۱۹۷۷: عمرو بن علی (فلاس) نے ہم سے بیان کیا کہ ابوعاصم نے ہمیں ابن جریج سے خبر دی۔ (انہوں نے کہا:) میں نے عطاء (ابن ابی رباح) سے سنا کہ ابوالعباس شاعر نے اُن کو خبر دی۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے متعلق اطلاع پہنچی کہ میں لگاتار روزے رکھتا ہوں اور رات بھر نماز پڑھتا ہوں تو آپؐ نے مجھے بلا بھیجا یا میں خود آپؐ سے ملا تو آپؐ نے فرمایا: کیا مجھے یہ نہیں بتایا گیا کہ تم روزہ رکھتے ہو اور افطار نہیں کرتے اور نماز پڑھتے رہتے ہو (اور سوتے نہیں؟ ایسا نہیں چاہیے۔) روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو۔ عبادت بھی کرو اور سوؤ بھی، کیونکہ تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق☆ ہے اور تمہارے نفس اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق☆ واجب ہے۔ حضرت عبداللہؓ نے کہا کہ میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: تو پھر تم حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح روزے رکھو۔ انہوں نے کہا: وہ کیسے تھے؟ آپؐ نے فرمایا: ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن نہ رکھتے۔ جب دشمن سے مقابلہ کرتے تو بھاگتے نہ تھے۔ حضرت عبداللہؓ نے کہا:

☆ فتح الباری مطبوعہ انصاریہ میں ان دونوں جگہ لفظ "حقًّا" ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۲۸۱) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْأَبَدَ مَرَّتَيْنِ.

اے اللہ کے نبی! کون ہے جو مجھے اس میں مدد دے؟ (یعنی میں بے بس ہوں) عطاء نے کہا: میں نہیں جانتا کہ آپؐ نے ہمیشہ کے روزے کا ذکر کن الفاظ میں فرمایا تھا۔ نبی ﷺ نے یہ تو دو دفعہ فرمایا تھا کہ جس نے ہمیشہ کا روزہ رکھا، اُس نے کوئی روزہ نہ رکھا۔

اطرافہ: ۱۱۳۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۹۷۴، ۱۹۷۵، ۱۹۷۶، ۱۹۷۸، ۱۹۷۹، ۱۹۸۰، ۳۴۱۸، ۳۴۱۹، ۳۴۲۰، ۵۰۵۲، ۵۰۵۳، ۵۰۵۴، ۵۱۹۹، ۶۱۳۴، ۶۲۷۷۔

تشریح: **صَوْمُ الدَّهْرِ**: باب ۵۳ میں مذکورہ کیفیتِ صوم وصلوٰۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خارق عادت ہے جو انتہائی عشق الٰہی پر دلالت کرتی ہے۔ یہ حالت نہ تکلف سے حاصل ہوسکتی ہے نہ کوشش وغیرہ سے بلکہ فضل خداداد سے۔ باب نمبر ۵۳ کی روایات سے ظاہر ہے کہ آپؐ نے اپنے جسم کو اس کے حقوق سے محروم نہیں رکھا۔ اسی تسلسل میں یکے بعد دیگرے چار ابواب قائم کئے گئے ہیں اور اُن میں بتایا گیا ہے کہ اسلامی عبادت اس بات کا نام نہیں کہ جسم کو معطل کر دیا جائے اور گھریلو اور اجتماعی تعلقات منقطع کر دیئے جائیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن عاص سے متعلق جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ وہ رات دن صوم وصلوٰۃ میں مشغول رہتے ہیں تو آپؐ نے اُن کو نصیحت فرمائی جس پر انہوں نے اپنی عبادت میں کمی تو کی مگر حالت اعتدال پر قائم نہ رہ سکے اور نتیجہ یہ ہوا کہ آخر عمر میں اُن کو اپنے اس مبالغہ آمیز زُہد کا خمیازہ بھگتنا پڑا اور بالالتزام اپنی یہ عبادتیں جاری نہ رکھ سکے۔ روایت نمبر ۱۹۷۵ کے الفاظ سے جو مفصل ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت متعدد سندوں سے مروی ہے، کہیں مختصر کہیں مفصل۔ ہر جگہ موقع ومحل کی مناسبت سے کوئی نہ کوئی مسئلہ روایت سے مستنبط کیا گیا ہے۔ اس تعلق میں کتاب التہجد باب ۲۰ روایت نمبر ۱۱۵۳ بھی دیکھئے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ مروی ہیں: هَجَمَتْ عَيْنُكَ. روایت نمبر ۱۹۷۹ (زیر باب ۵۹) میں بھی یہی الفاظ ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار سے زیادہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کو نصیحت فرمائی اور انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت کا پاس تھا مگر وہ اس بارے میں قسم کھا چکے تھے جبکہ اُن کے والد حضرت عمروؓ بن عاص نے بھی انہیں باصرار سمجھایا کہ عبادت میں ایسا تشدد نقصان دہ ہوگا اور جب باز نہیں آئے تو اُن کے والد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۲۷۷ شرح باب ۵۵)

باب ۵۵ اور ۵۷ کے درمیان باب صَوْمُ الدَّهْرِ قائم کیا گیا ہے اور دائمی روزے کے جواز یا عدم جواز کے بارے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی معین فیصلہ نہیں کیا۔ بعض شارحین کا خیال ہے کہ ہوسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن عاص کے لئے ہی مخصوص ہو۔ اس لئے اس واقعہ سے کوئی مسئلہ معین صورت میں مستنبط نہیں کیا جاسکتا۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۲۸۰ شرح باب ۵۶)

امام احمد بن حنبلؒ اور ابن خزیمہؒ وغیرہ نے بعض روایتیں مرفوعاً نقل کی ہیں جن کے یہ الفاظ ہیں: مَنْ صَامَ الدَّهْرَ

ضُيِّقَتْ عَلَيْهِ جَهَنَّمُ هٰكَذَا وَقَبَضَ كَفَّهُ. (مسند احمد بن حنبل، حديث ابو موسىٰ الأشعرى، جزء۴ صفحہ۴۱۴) (صحيح ابن خزيمة، كتاب الصيام، باب فضل صيام الدهر اذا أفطر الأيام التى زجر عن الصيام فيها، روایت نمبر۲۱۵۴ جزء۳ صفحہ۳۱۳) (فتح الباری جزء۴ صفحہ۲۸۲ شرح باب ۵۷) یعنی جس نے عمر بھر روزے رکھے جہنم اُس پر اس طرح تنگ ہو جائے گی۔ یہ فرما کر آپؐ نے اپنی انگلیوں سے گرہ بنا کر اشارہ کیا۔ اس فقرے کا مفہوم شدید انذار کا بھی ہوسکتا ہے۔ یعنی اس کے لئے جہنم سے نکلنے کی راہ نہ رہے گی اور ایک فریق نے اس کا مفہوم یہ بھی لیا ہے کہ وہ جہنم میں داخل نہ ہوگا۔ مگر مفہوم معین کرنے کے لئے صرف ایک فقرے کو نہیں دیکھنا چاہیے بلکہ سباقِ کلام کو دیکھنا ضروری ہے۔ وصال کے روزوں کے تعلق میں قائم کردہ ابواب کے پیش نظر دوسرا مفہوم بعید از قیاس ہے اور اس تعلق میں آنحضرت ﷺ کی نصیحت بھی واضح ہے۔ اُن کی روشنی میں مذکورہ بالا فقرے کا مفہوم دیکھنا چاہیے۔ علاوہ ازیں نماز وغیرہ عبادات میں بھی آنحضرت ﷺ نے غلو سے منع فرمایا ہے۔ اس تعلق میں كتاب الإيمان باب ۲۹، ۳۲ نیز كتاب التهجد باب ۱۱، ۱۶ بھی دیکھئے۔

لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْأَبَدَ: ابن عربی جو مالکی المذہب ہیں؛ لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فقرہ اگر دعائیہ ہے تو بھی ہلاکت اور اگر خبریہ ہے تو بھی ہلاکت۔ وہ فریق جس نے عمر بھر کے روزوں کے جواز کا فتویٰ دیا ہے اُن کا خیال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فقرہ اُس شخص کے بارے میں ہے کہ جس نے عیدین کے روزے بھی رکھے۔ اُس فریق کے نزدیک اگر قدرت ہو تو ہمیشہ روزے رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مشار الیہ نصیحت کے الفاظ سے پایا جاتا ہے کہ آپؐ نے جسمانی صحت کو نقصان پہنچنے کے اندیشہ سے دائمی روزوں کی ممانعت فرمائی۔ امام موصوفؒ اس فریق کی رائے کے حق میں نہیں۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۲۸۲، ۲۸۳)

بَاب ۵۸: صَوْمُ يَوْمٍ وَإِفْطَارُ يَوْمٍ

ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن نہ رکھنا

۱۹۷۸: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُّغِيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صُمْ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ قَالَ أُطِيْقُ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَمَا زَالَ حَتّٰى قَالَ صُمْ يَوْمًا

۱۹۷۸: محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا کہ غندر نے ہمیں بتایا۔ شعبہ نے مغیرہ سے روایت کرتے ہوئے ہم سے بیان کیا، کہا: میں نے مجاہد سے سنا۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: ہر مہینے میں تین دن روزے رکھو۔ (حضرت عبداللہؓ نے) کہا: میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ آپؐ انہیں سمجھاتے

وَأَفْطِرْ يَوْمًا فَقَالَ اقْرَإِ الْقُرْآنَ فِي كُلِّ شَهْرٍ قَالَ إِنِّي أُطِيْقُ أَكْثَرَ فَمَا زَالَ حَتَّى قَالَ فِي ثَلاثٍ.

رہے یہاں تک کہ آخر آپؐ نے فرمایا: ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن نہ رکھو، اور یہ بھی فرمایا: مہینہ میں ایک دفعہ سارا قرآن پڑھا کرو۔ انہوں نے کہا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آخر فرمایا: تین دن میں سہی۔

اطرافہ: ۱۱۳۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۹۷٤، ۱۹۷۵، ۱۹۷٦، ۱۹۷۷، ۱۹۷۹، ۱۹۸۰، ۳٤۱۸، ۳٤۱۹، ۳٤۲۰، ۵۰۵۲، ۵۰۵۳، ۵۰۵٤، ۵۱۹۹، ٦۱۳٤، ٦۲۷۷۔

بَاب ٥٩ : صَوْمُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ

١٩٧٩ : حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا حَبِيْبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْعَبَّاسِ الْمَكِّيَّ وَكَانَ شَاعِرًا وَكَانَ لَا يُتَّهَمُ فِي حَدِيْثِهِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ لَتَصُوْمُ الدَّهْرَ وَتَقُوْمُ اللَّيْلَ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ إِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ هَجَمَتْ لَهُ الْعَيْنُ وَنَفِهَتْ لَهُ النَّفْسُ لَا صَامَ مَنْ صَامَ الدَّهْرَ صَوْمُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهِ قُلْتُ فَإِنِّي أُطِيْقُ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ قَالَ فَصُمْ صَوْمَ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَصُوْمُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا وَلَا يَفِرُّ إِذَا لَاقَى.

۱۹۷۹: آدم نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا کہ حبیب بن ابی ثابت نے ہم سے بیان کیا، کہا: میں نے ابوالعباس مکی سے سنا اور وہ شاعر تھے اور اپنی روایت کے بارے میں متہم نہیں تھے۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے سنا۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تم ہمیشہ روزے رکھتے ہو اور رات بھر عبادت کرتے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا: اگر تم نے ایسا کیا تو آنکھوں میں گڑھے پڑ جائیں گے اور نفس ناتواں ہو جائے گا اور جس نے ہمیشہ روزے رکھے اُس نے کوئی روزہ نہ رکھا۔ (مہینے میں) تین دن روزے رکھنا ایسا ہی ہے جیسا کہ ساری عمر روزے رکھنا۔ میں نے کہا: میں تو اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا: حضرت داؤد علیہ السلام کے روزوں کی طرح روزے رکھو۔ وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن نہ رکھتے تھے اور جب دشمن سے مقابلہ کرتے تو بھاگتے نہ تھے۔

اطرافہ: ۱۱۳۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۹۷٤، ۱۹۷۵، ۱۹۷٦، ۱۹۷۷، ۱۹۷۸، ۱۹۸۰، ۳٤۱۸، ۳٤۱۹، ۳٤۲۰، ۵۰۵۲، ۵۰۵۳، ۵۰۵٤، ۵۱۹۹، ٦۱۳٤، ٦۲۷۷۔

۱۹۸۰ : حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ شَاهِيْنَ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو الْمَلِيْحِ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ أَبِيْكَ عَلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو فَحَدَّثَنَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذُكِرَ لَهُ صَوْمِي فَدَخَلَ عَلَيَّ فَأَلْقَيْتُ لَهُ وِسَادَةً مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيْفٌ فَجَلَسَ عَلَى الْأَرْضِ وَصَارَتِ الْوِسَادَةُ بَيْنِي وَبَيْنَهُ فَقَالَ أَمَا يَكْفِيْكَ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ خَمْسًا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ سَبْعًا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ تِسْعًا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ إِحْدَى عَشْرَةَ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَوْمَ فَوْقَ صَوْمِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ شَطْرَ الدَّهْرِ صُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمًا.

۱۹۸۰: اسحاق بن شاہین واسطی نے ہم سے بیان کیا کہ خالد بن عبداللہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے خالد حذاء سے، انہوں نے ابوقلابہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: ابوالملیح نے مجھے خبر دی، کہا: تمہارے باپ کے ساتھ میں حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے پاس آیا تو انہوں نے ہم سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے روزوں کا ذکر کیا گیا تو آپؐ میرے پاس آئے۔ میں نے آپؐ کے لئے چمڑے کی ایک توشک بچھائی، جس میں کھجور کا ریشہ بھرا ہوا تھا۔ آپؐ زمین پر بیٹھ گئے اور وہ توشک میرے اور آپؐ کے رمیان رہی۔ آپؐ نے فرمایا: کیا ہر مہینے میں تین دن روزے تمہیں کافی نہیں ہیں؟ (حضرت عبداللہؓ نے) کہا: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! (مجھ میں اس سے زیادہ کی طاقت ہے) فرمایا: پانچ۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! (اس سے زیادہ۔) آپؐ نے فرمایا: سات (سہی۔) میں نے کہا: یارسول اللہ! (اس سے زیادہ۔) آپؐ نے فرمایا: نو۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! (اس سے زیادہ۔) فرمایا: گیارہ۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے سے بڑھ کر کوئی روزہ نہیں، یعنی نصف زمانہ۔ ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن نہ رکھو۔

اطرافہ: ۱۱۳۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۹۷۴، ۱۹۷۵، ۱۹۷۶، ۱۹۷۷، ۱۹۷۸، ۱۹۷۹، ۳۴۱۸، ۳۴۱۹، ۳۴۲۰، ۵۰۵۲، ۵۰۵۳، ۵۰۵۴، ۵۱۹۹، ۶۱۳۴، ۶۲۷۷۔

تشریح: **صَوْمُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:** یہ دونوں باب بھی سابقہ ابواب کے مضمون کی تائید میں قائم کئے گئے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن نہ رکھتے اور اس کے ساتھ وہ جہاد فی سبیل اللہ

جیسے اہم فریضہ کو بھی خوبی سے اَدا کرتے تھے۔ عبادت کا تعلق صرف صوم وصلوٰۃ ہی سے نہیں بلکہ حقوق النفس اور حقوق العباد کی ادائیگی سے بھی ہے کہ اُن میں اللہ تعالیٰ کی ہدایات کی پیروی کی جائے اور ایک فرض دوسرے فرض کی ادائیگی میں حارج نہ ہو بلکہ اُن میں تناسب قائم رکھنا ضروری ہے۔ یہ وہ صراط مستقیم ہے جس سے سعادت دنیوی اور اخروی وابستہ ہے۔ خود حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کو بھی بالآخر تجربے کے بعد اقرار کرنا پڑا کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت ہی قابل عمل تھی اور اُن کو عبادات میں تشدد سے کام نہیں لینا چاہیے تھا۔ عملی نتائج ہی دراصل کسی حکم کی صحت وسقم کے بارے میں اعلیٰ درجے کی شہادت ہیں۔ مذکورہ بالا دو ابواب (نمبر ۵۸، ۵۹) کا عنوان بلاخبر ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک دراصل آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد مبارک ہی قابل عمل ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ اُن کے ساتھ مخصوص تھا اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کو جو آپؐ نے اِجازت دی، وہ اُن کے ساتھ مخصوص تھی۔ ایسے مخصوص حالات کی بناء پر مسائل شریعت کی بنیاد بغیر قید وشرط نہیں رکھی جاسکتی۔

بَاب ٦٠ : صِيَامُ الْبِيْضِ☆ ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَأَرْبَعَ عَشْرَةَ وَخَمْسَ عَشْرَةَ

چاندنی راتوں کے دِنوں☆ میں روزے یعنی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخ کو روزہ رکھنا

١٩٨١ : حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَبُو التَّيَّاحِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو عُثْمَانَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أَوْصَانِي خَلِيْلِي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثٍ، صِيَامِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَرَكْعَتَيِ الضُّحَى وَأَنْ أُوْتِرَ قَبْلَ أَنْ أَنَامَ.

اطرافہ: ۱۱۷۸۔

۱۹۸۱: ابومعمر نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالوارث (بن سعید) نے ہمیں بتایا۔ ابوالتیاح (یزید بن حمید) نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابوعثمان (عبدالرحمٰن نہدی) نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا۔ انہوں نے کہا: میرے جانی دوست صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتوں کی مجھے تاکید فرمائی ہے۔ یعنی ہر مہینے میں تین روزے اور دو رکعت ضُحٰی (چاشت) کی، اور یہ کہ میں سونے سے پہلے وتر پڑھ لیا کروں۔

تشریح: **صِيَامُ الْبِيْضِ:** اس باب کے تعلق میں شارحین حدیث نے سوال اُٹھایا ہے کہ زیرِعنوان روایت میں چاندنی راتوں کے روزے کا ذکر نہیں بلکہ ہر ماہ صرف تین روزے رکھنے کا اِرشاد ہے۔ امام بخاریؒ نے معنونہ مسئلہ کہاں سے اخذ کیا ہے؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ دراصل بعض دوسری روایتوں میں ان روزوں کا ذکر آتا ہے جن کی صحت وسقم امام موصوفؒ کے مدنظر ہے (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۲۸۷) جیسا کہ اُن کا طریق تحقیق

☆ کشمیہنی کی روایت کے مطابق اس جگہ اَيَّامِ الْبِيْضِ کے الفاظ ہیں (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۲۸۷) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

شروع سے لے کر آخر تک ہے۔ کسی عنوان سے یہ دھوکا نہیں کھانا چاہیے کہ اس میں مندرجہ مسئلہ اُن کے مسلمات میں سے ہے۔ امام ابن حجرؒ نے مسئلہ معنونہ کے بارے میں دس اقوال نقل کئے ہیں: ۱) بقول امام مالکؒ چاندنی راتیں غیر معین ہیں۔ ۲) بقول حسن بصریؒ ہر مہینے کی پہلی تین راتیں۔ ۳) ایک قول کے مطابق یہ تین راتیں بارہویں سے شروع ہوتی ہیں۔ ۴) ایک دوسرے قول میں تیرہویں تاریخ سے۔ ۵) ہر ماہ کا پہلا سبت (ہفتہ) اور اس سے پہلے کا سہ شنبہ اور مابعد کا سہ شنبہ۔ ۶) ہر ماہ کی پہلی جمعرات اور پھر دوشنبہ کا دن اور اس کے بعد کی جمعرات۔ ۷) ہر ماہ کا پہلا دوشنبہ جمعرات اور پھر دوشنبہ۔ ۸) ہر ماہ کی پہلی دسویں اور بیسویں تاریخ۔ ۹) ہر دہا کہ کا پہلا دن۔ ۱۰) بقول نخعیؒ ہر ماہ کے آخری تین دن۔
(فتح الباری جزء۴ صفحہ ۲۸۹)

ان اقوال کی تائید میں مختلف روایتیں ہیں جو امام موصوفؒ کی تحقیق کی رُو سے مستند نہیں۔ چاندنی کی تین راتیں تو تیرھویں تاریخ سے شروع ہوتی ہیں مگر روزے کے بارہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت قابل اعتبار ہے۔ جس میں علی الاطلاق ہر ماہ میں تین روزے رکھنے کا ذکر ہے۔ امام مسلمؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روزوں سے متعلق روایت کی ہے کہ آپؐ ہر ماہ تین روزے رکھا کرتے اور لَمْ يَكُنْ يُبَالِيْ مِنْ اَيِّ اَيَّامِ الشَّهْرِ يَصُوْمُ (صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب استحباب صيام ثلاثة ايام) یعنی یہ خیال نہ فرماتے کہ مہینہ کا کونسا دن ہے۔ البتہ حضرت قتادہ بن ملحانؓ سے جن کا دوسرا نام ابن منہالؓ ہے، یہ روایت نقل کی ہے: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَاْمُرُنَا اَنْ نَّصُوْمَ الْبِيْضَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَاَرْبَعَ عَشْرَةَ وَخَمْسَ عَشْرَةَ. (ابو داؤد، كتاب الصوم، باب في الصوم الثلاث من كل شهر) (ابن ماجه، كتاب الصيام، باب ما جاء في صيام ثلاثة ايام) یعنی رسول اللہ ﷺ ہمیں چاندنی راتوں والے ایام میں روزہ رکھنے کے لئے فرماتے یعنی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخ کو۔ یہ روایت نقل کر کے انہوں نے کہا: وَقَالَ هُنَّ كَهَيْئَةِ الدَّهْرِ. یعنی ہر ماہ میں یہ تین روزے رکھنا عمر بھر کے روزے ہیں۔
(فتح الباری جزء۴ صفحہ ۲۸۸، ۲۸۹) (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۹۵، ۹۷)

یہ روایت سابقہ ابواب کی روشنی میں دیکھی جائے تو ہر ماہ تین روزے رکھنے کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ثابت ہے۔ اس تعلق میں یہ ذکر کر دینا خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ یہودیوں میں پوریم کے روزے رکھنے اور ظفر مندی کی عید منانے کی تقریب بھی ماہ ادار (مارچ) میں چاندنی راتوں والے دِنوں میں ہی ہوا کرتی تھی (آستر باب ۹ آیت ۲۲ تا ۳۲) صحفِ قدیمہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ماہ کی چودھویں اور پندرہویں تاریخ کو بھی یہودیوں کو سوختنی قربانی منانے کا حکم تھا اور اُسے سال بھر کی اور دائمی قربانی کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ (گنتی باب ۲۸ آیت ۱۵ تا ۱۹) اور ہندوؤں میں بھی اکادشی کے برت انہی دنوں میں رکھے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہود میں ہر ماہ کے پہلے سوموار دوسرے سوموار اور جمعرات کا روزہ بھی رکھا جاتا تھا۔ اُن عربوں میں جو یہودی مذہب سے متاثر تھے اُن کے روزوں کے رکھے جانے کا ذکر اسلامی روایات میں آیا ہے اور زمانہ جاہلیت میں روزہ عربوں کے مختلف قبائل میں کسی نہ کسی شکل میں پایا جاتا تھا جو

دراصل ملت ابراہیمی کی یادگار تھی اور اسی سے ہمسایہ قومیں بھی متاثر ہوئیں۔ چنانچہ قدیم مصریوں میں بھی روزہ رکھا جاتا تھا اور اُن کے ہاں بھی بعض ایام اس غرض کے لئے مخصوص تھے۔ قدیم ادیانِ عالم سے متعلق جو تحقیق کی گئی ہے۔ اُس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے کے بعد ان قوموں کے آپس میں تمدنی تعلقات تھے اور یہ امر بعید نہیں کہ انہوں نے ایک دوسرے کی تقلید کی ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے درحقیقت ابراہیمی ملت کی تجدید فرمائی ہے اور جس قدر روزوں سے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مستند اِرشادات اور عمل سے ثابت ہے؛ وہ مسلمانوں کے لئے ضرور قابل اتباع ہے۔

بَاب ٦١ : مَنْ زَارَ قَوْمًا فَلَمْ يُفْطِرْ عِنْدَهُمْ

جو شخص لوگوں کی ملاقات کو آئے اور اُن کے پاس افطار نہ کرے

١٩٨٢ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنِي خَالِدٌ هُوَ ابْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أُمِّ سُلَيْمٍ فَأَتَتْهُ بِتَمْرٍ وَسَمْنٍ قَالَ أَعِيْدُوْا سَمْنَكُمْ فِي سِقَائِهِ وَتَمْرَكُمْ فِي وِعَائِهِ فَإِنِّي صَائِمٌ ثُمَّ قَامَ إِلَى نَاحِيَةٍ مِنَ الْبَيْتِ فَصَلَّى غَيْرَ الْمَكْتُوْبَةِ فَدَعَا لِأُمِّ سُلَيْمٍ وَأَهْلِ بَيْتِهَا فَقَالَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ لِي خُوَيْصَةً قَالَ مَا هِيَ قَالَتْ خَادِمُكَ أَنَسٌ فَمَا تَرَكَ خَيْرَ آخِرَةٍ وَلَا دُنْيَا إِلَّا دَعَا لِي بِهِ قَالَ اللَّهُمَّ ارْزُقْهُ مَالًا وَوَلَدًا وَبَارِكْ لَهُ فِيْهِ فَإِنِّي لَمِنْ أَكْثَرِ الْأَنْصَارِ مَالًا

۱۹۸۲: محمد بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا، کہا کہ خالد نے جو حارث کے بیٹے تھے؛ مجھے بتایا (کہا) کہ حمید نے ہم سے بیان کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اُمّ سلیمؓ کے پاس آئے تو وہ آپؐ کے پاس کھجور اور گھی لائیں۔ آپؐ نے فرمایا: اپنا گھی اُس کی کُپی میں اور اپنی کھجور اُس کے تھیلے میں لوٹا دو کیونکہ میں روزہ دار ہوں، اور پھر اُٹھ کر گھر کے ایک کونے کی طرف گئے اور نماز پڑھی جو فریضہ نہ تھی اور حضرت اُمّ سلیمؓ کے لئے اور اُس کے گھر والوں کے لئے دُعا کی۔ حضرت اُمّ سلیمؓ نے کہا: یا رسول اللہ! میری ایک خاص عرض ہے۔ فرمایا: وہ کیا؟ کہنے لگیں: آپؐ کا خادم انسؓ ہے۔ (اُس کے لئے دُعا کریں۔) تو آپؐ نے کوئی بھلائی آخرت اور دنیا کی ایسی نہ چھوڑی جس کی میرے لئے دُعا نہ کی ہو۔ (فرمایا:) اے اللہ! اسے مال اور اولاد دے اور اسے برکت دے۔ سو میں

وَحَدَّثَتْنِي ابْنَتِي أُمَيْنَةُ أَنَّهُ دُفِنَ لِصُلْبِي مَقْدَمَ حَجَّاجٍ الْبَصْرَةَ بِضْعٌ وَّعِشْرُوْنَ وَمِائَةٌ.

(آج) اُن انصاریوں میں سے ہوں جو سب سے زیادہ مالدار ہیں اور میری بیٹی اُمینہ نے مجھ سے بیان کیا کہ جب حجاج بصرہ میں آیا تو اُس وقت میری پشت سے ایک سو بیس سے کچھ زیادہ بچے فوت ہو چکے تھے۔

قَالَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوْبَ قَالَ حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ سَمِعَ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(سعید) بن ابی مریم نے کہا کہ یحیٰ بن ایوب نے ہمیں خبر دی کہ انہوں نے کہا: حمید نے مجھے بتایا کہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی حدیث نقل کی۔

اطرافہ: ٦٣٣٤، ٦٣٤٤، ٦٣٧٨، ٦٣٨٠۔

تشریح: مَنْ زَارَ قَوْمًا فَلَمْ يُفْطِرْ عِنْدَهُمْ: یہ باب بھی سابقہ مضمون کے تعلق میں ہے۔ کسی مسئلے کی بنیاد کسی ایک واقعہ پر بشکل عمومیت رکھنا مناسب نہیں۔ باب نمبر ۵۱ کی روایت میں گذر چکا ہے کہ مہمان نے نفلی روزے میں اپنے میزبان کو قسم دی کہ وہ اُس کے ساتھ کھانا کھائے اور روزہ افطار کرے۔ اس سے یہ ضروری نہیں پایا جاتا کہ ہر مہمان ایسا ہی کرے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امّ سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاں نفلی روزہ افطار نہیں فرمایا۔ افطار یا عدمِ افطار حالات پر منحصر ہے۔ روایت نمبر ۱۹۸۲ کے آخر میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لمبی عمر پانے کا ذکر ہے۔ حجاج بن یوسف ۷۵ھ میں بصرہ آئے، اُس وقت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر پچاسی سال کے قریب تھی اور وہ اس کے بعد بھی زندہ رہے۔ سو سال کی عمر میں انہوں نے وفات پائی۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۲۹۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبولیت دعا کے متعلق خارق عادت مثالوں میں سے حضرت انسؓ کے لمبی عمر پانے کا واقعہ بھی ہے۔ روایت نمبر ۱۹۸۲ مُعَنْعَن ہے اور نمبر ۱۹۸۳ موصول۔ حمید الطّویل راوی سے متعلق تدلیس کا جو شبہ ہے، اس کا ازالہ دوسری سند سے کیا گیا ہے۔

بَاب ٦٢: اَلصَّوْمُ مِنْ آخِرِ الشَّهْرِ

مہینے کے آخر دِنوں میں روزہ رکھنا

١٩٨٣: حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ عَنْ غَيْلَانَ

۱۹۸۳: صلت بن محمد نے ہم سے بیان کیا کہ مہدی (بن میمون) نے غیلان سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا۔

وَحَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُوْنٍ حَدَّثَنَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيْرٍ عَنْ مُّطَرِّفٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سَأَلَهُ أَوْ سَأَلَ رَجُلًا وَعِمْرَانُ يَسْمَعُ فَقَالَ يَا أَبَا فُلَانٍ أَمَا صُمْتَ سَرَرَ هٰذَا الشَّهْرِ قَالَ أَظُنُّهُ قَالَ يَعْنِي رَمَضَانَ قَالَ الرَّجُلُ لَا يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ فَإِذَا أَفْطَرْتَ فَصُمْ يَوْمَيْنِ لَمْ يَقُلِ الصَّلْتُ أَظُنُّهُ يَعْنِي رَمَضَانَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ وَقَالَ ثَابِتٌ عَنْ مُّطَرِّفٍ عَنْ عِمْرَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سَرَرِ شَعْبَانَ. {☆وَقَالَ أَبُوعَبْدِاللهِ شَعْبَانَ أَصَحُّ.}

نیز ابونعمان نے بھی ہم سے بیان کیا کہ مہدی بن میمون نے ہمیں بتایا کہ غیلان بن جریر نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے مطرف (بن عبداللہ) سے اور مطرف نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے، حضرت عمرانؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ نبی ﷺ نے اُن سے پوچھایا (یہ کہا) کہ کسی اور شخص سے پوچھا اور عمرانؓ سن رہے تھے اور آپؐ نے فرمایا: فلاں کے باپ! کیا تم نے اس مہینے کے آخری دِنوں میں روزہ نہیں رکھا؟ (ابونعمان نے) کہا: میرا خیال ہے کہ اس مہینے سے آپؐ کی مراد رمضان کا مہینہ تھی۔ اُس شخص نے کہا: نہیں۔ یارسول اللہ! (میں نے روزہ نہیں رکھا۔) آپؐ نے فرمایا: جب تم روزہ چھوڑو تو دو دِن روزہ رکھو۔ صلت نے اپنی روایت میں وَاَظُنُّهٗ يَعْنِي رَمَضَانَ نہیں بیان کیا۔ ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: ثابت نے کہا: مطرف سے، مطرف نے حضرت عمرانؓ سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو روایت نقل کی ہے، اُس میں یہ لفظ ہیں: مِنْ سَرَرِ شَعْبَانَ. شعبان کے آخری دنوں میں۔ {☆اور ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: شعبان زیادہ درست ہے۔}

تشریح: **اَلصَّوْمُ مِنْ آخِرِ الشَّهْرِ:** سَرَرَ جمع ہے سرار کی یعنی مہینہ کی آخری راتیں جب چاند نکلتا۔ کہتے ہیں: اِسْتَسَرَّ الْقَمَرُ یعنی چاند چھپ گیا۔ (لسان العرب-سرر) روایت زیرباب دوسندوں سے نقل کی ہے۔ ایک صلت بن محمد راوی ہیں اور دوسرے میں ابونعمان۔ روایت میں شک ہے کہ آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے آخری دن فرمایا یا شعبان کے آخری دن۔ یہ شک ابونعمان کی طرف سے ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کے آخر میں ثابت کی روایت کا حوالہ دے کر واضح کر دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک رمضان

☆ یہ عبارت فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء۴ حاشیہ صفحہ۲۹۲)

کے تو سارے روزے رکھنا فرض تھا۔ اس لئے آپؐ کی مراد شعبان ہی کے آخری دو روزے چھوڑ دینا ہے تا رمضان کے روزوں کے ساتھ التباس نہ ہو۔ ثابت کی یہ روایت امام احمد بن حنبلؒ[1] اور امام مسلمؒ[2] نے حماد بن سلمہ کی سند سے موصولاً نقل کی ہے۔ شارحین نے عنوانِ باب سے متعلق وہی سوال اُٹھایا ہے جو باب ۶۲ سے متعلق اُٹھایا تھا۔ یعنی مندرجہ روایت میں تو رمضان یا شعبان کا ذکر ہے مگر عنوان میں (اَلشَّھْر) مطلق مہینے کا ذکر کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض نے سَرَرٌ سے شعبان کا وسط مراد لیا ہے۔ اس لحاظ سے سَرَرٌ کا لفظ سُرَّۃٌ سے مشتق سمجھا جائے گا جس کے معنی ناف کے ہیں۔ یعنی چاندنی راتیں جو مہینے کے وسط میں آتی ہیں اور بعض نے مہینے کا ابتدا۔ چنانچہ لفظ اَلسِّرِ کے معنے ہیں: مُسْتَهَلُّ (الشَّهْرِ) یعنی مہینے کا شروع۔ (لسان العرب-سرر) عنوانِ باب ہی میں اس لغوی اختلاف کی نسبت اپنی رائے کا اظہار کر دیا ہے اور اس کی تائید باب ۱۴ روایت نمبر ۱۹۱۴ سے بھی ہوتی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ رمضان سے پہلے ایک یا دو روزے نہ رکھے جائیں اور شعبان کا مہینہ ہی رمضان سے پہلے ہوتا ہے۔

بَاب ۶۳: صَوْمُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے دِن روزہ رکھنا

وَإِذَا أَصْبَحَ صَائِمًا يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَعَلَيْهِ أَنْ يُفْطِرَ. {[3] يَعْنِي إِذَا لَمْ يَصُمْ قَبْلَهُ وَلَا يُرِيْدُ أَنْ يَّصُوْمَ بَعْدَهُ.}

اور اگر کوئی جمعہ کے دِن روزہ دار ہو تو اُس پر واجب ہے کہ وہ افطار کرے۔ {[3] یعنی اگر اُس نے اس سے پہلے روزہ نہیں رکھا اور نہ اُس کے بعد روزہ رکھنا چاہتا ہے۔}

۱۹۸۴: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ شَيْبَةَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَبَّادٍ قَالَ سَأَلْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ قَالَ نَعَمْ. زَادَ غَيْرُ أَبِي عَاصِمٍ يَعْنِي أَنْ يَّنْفَرِدَ بِصَوْمِهِ.

۱۹۸۴: ابو عاصم نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ابن جریج سے، ابن جریج نے عبدالحمید بن جبیر بن شیبہ سے، عبدالحمید نے محمد بن عباد سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دِن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ ابو عاصم کے سِوا دوسرے راویوں نے یہ الفاظ مزید کہے کہ وہ صرف جمعہ کا روزہ رکھے۔

---

[1] (مسند احمد بن حنبل، مسند البصريين، حديث عمران بن حصينؓ، جزء۴ صفحہ۴۴۳)
[2] (مسلم، كتاب الصيام، باب صوم شرر شعبان)
[3] یہ عبارت فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء۴ حاشیہ صفحہ۲۹۴)

١٩٨٥ : حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ ابْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَصُوْمُ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا يَوْمًا قَبْلَهُ أَوْ بَعْدَهُ.

۱۹۸۵: عمر بن حفص بن غیاث نے ہم سے بیان کیا کہ میرے باپ نے ہمیں بتایا۔ اعمش نے ہم سے بیان کیا کہ ابوصالح نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے کہ تم میں سے کوئی جمعہ کے روز روزہ نہ رکھے مگر اس صورت میں کہ اُس سے پہلے یا اُس کے بعد بھی ایک دِن روزہ رکھے۔

١٩٨٦ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ. ح

۱۹۸۶: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ یحيٰ (قطان) نے ہمیں بتایا کہ شعبہ سے مروی ہے۔

وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي أَيُّوْبَ عَنْ جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهِيَ صَائِمَةٌ فَقَالَ أَصُمْتِ أَمْسِ قَالَتْ لَا قَالَ تُرِيْدِيْنَ أَنْ تَصُوْمِي غَدًا قَالَتْ لَا قَالَ فَأَفْطِرِيْ. وَقَالَ حَمَّادُ بْنُ الْجَعْدِ سَمِعَ قَتَادَةَ حَدَّثَنِي أَبُو أَيُّوْبَ أَنَّ جُوَيْرِيَةَ حَدَّثَتْهُ فَأَمَرَهَا فَأَفْطَرَتْ.

نیز محمد (بن بشار) نے مجھ سے بیان کیا کہ غندر نے ہمیں بتایا۔ شعبہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے قتادہ سے، قتادہ نے ابوایوب سے، ابوایوب نے حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دِن اُن کے پاس آئے اور وہ روزہ دار تھیں تو آپؐ نے فرمایا: کیا تم نے کل روزہ رکھا تھا؟ اُنہوں نے کہا: نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تم چاہتی ہو کہ کل روزہ رکھو؟ کہا: نہیں۔ فرمایا: تو روزہ افطار کرو۔ اور حماد بن جعد نے کہا: انہوں نے قتادہ سے سنا۔ (انہوں نے کہا:) ابوایوب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت جویریہؓ نے انہیں بتایا کہ آپؐ نے انہیں (روزہ کھول دینے کا) حکم دیا تو انہوں نے روزہ کھول دیا۔

تشریح: **صَوْمُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ:** نفلی روزوں کی عام بحث کے بعد مخصوص ایام کے روزوں کا ذکر کیا گیا ہے اور اس بارے میں سات ابواب قائم کئے گئے ہیں۔ جن میں جمعہ، عرفہ وغیرہ کے روزوں کی تحقیق مدنظر ہے۔

عیدین میں روزہ رکھنے کی حرمت کی نسبت ائمہ کا اتفاق ہے۔ اُن میں سے بعض نے جمعہ کو عید پر قیاس کیا۔ مگر امام مالکؒ وغیرہ کے نزدیک جمعہ کا تنہا روزہ تو ناجائز ہے لیکن جمعرات یا ہفتہ کے ساتھ اُس دِن کا روزہ رکھا جا سکتا ہے۔ امام ابن قیمؒ نے اس بارے میں یہ رائے ظاہر کی ہے کہ ہر جمعہ ہر پہلو سے عید کے مشابہ نہیں۔ اس لئے عید کا حکم اس پر اطلاق نہیں پاتا۔ امام ابن حجرؒ نے مختلف توجیہیں بیان کرنے کے بعد اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کو عید قرار دیا ہے اور چونکہ یہود سبت کی تعظیم میں مبالغے سے کام لیتے تھے اور اس دن نیم روزہ بھی رکھتے تھے۔ اس لئے مسلمان یہود کی تقلید سے روکے گئے ہیں۔ یہ توجیہہ معقول ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۲۹۸، ۲۹۹) امام ابن قیمؒ کی توجیہہ بھی قابل قدر ہے۔ اس تعلق میں یہ بھی ضروری ہے کہ یہود سبت کی تیاری جمعہ کے دن ظہر کے بعد شروع کرتے تھے اور اُن میں سے جو زاہد ہوتے تھے۔ وہ جمعہ کے دن روزہ رکھتے اور سبت کے دن قربانی کے گوشت کے ساتھ روزہ افطار کیا جاتا۔ یہودی دائرۃ المعارف میں اس امر کی صراحت ہے کہ جمعہ کے دن وہ اس لئے روزہ رکھتے کہ سبت کی قربانی سے اچھی طرح حظ اُٹھائیں۔

(The Jewish Encyclopedia, under word:Fasting, Volume 5)

بَاب ٦٤ : هَلْ يَخُصُّ شَيْئًا مِّنَ الْأَيَّامِ

کیا (روزے کے لئے) کوئی دِن مخصوص کیا جا سکتا ہے؟

۱۹۸۷ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا هَلْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْتَصُّ مِنَ الْأَيَّامِ شَيْئًا قَالَتْ لَا كَانَ عَمَلُهُ دِيْمَةً وَأَيُّكُمْ يُطِيْقُ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطِيْقُ.

۱۹۸۷: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ یحییٰ (قطان) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سفیان (ثوری) سے، سفیان نے منصور سے، منصور نے ابراہیم سے، انہوں نے علقمہ سے روایت کی کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی دِن (روزہ کے لئے) مخصوص کیا کرتے تھے؟ تو انہوں نے کہا: نہیں۔ آپؐ کا عمل دوامی صورت رکھتا تھا اور تم میں سے کون ہے جو ایسی طاقت رکھتا ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکھتے تھے۔

اطرافہ: ٦٤٦٦۔

تشریح: هَلْ يَخُصُّ شَيْئًا مِّنَ الْأَيَّامِ: باب کا عنوان استفہامیہ ہے اور مندرجہ ذیل روایت سے ظاہر ہے کہ یہ استفہامِ انکاری ہے۔ امام ابن حجرؒ کا خیال درست معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے

نزدیک پیر اور جمعرات کو روزہ رکھنے کے بارے میں جو روایتیں منقول ہیں وہ غیر مستند ہیں۔

كَانَ عَمَلُهُ دِيْمَةً: آپؐ کے اعمال عبادت میں ایک دوامی صورت تھی جیسا کہ باب ۵۷ کی تشریح میں واضح کیا جاچکا ہے۔ یہود میں پیر کو بھی روزہ رکھنے کا رواج تھا۔ اُن کے ہاں روزے میں صرف گوشت اور آگ پر پکی ہوئی شے کے استعمال سے پرہیز ہوتا۔

بَاب ٦٥: صَوْمُ يَوْمِ عَرَفَةَ

عرفہ کے دِن روزہ رکھنا

١٩٨٨: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ مَّالِكٍ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمٌ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَيْرٌ مَوْلَى أُمِّ الْفَضْلِ أَنَّ أُمَّ الْفَضْلِ حَدَّثَتْهُ. ح

وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ الْعَبَّاسِ عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ أَنَّ نَاسًا تَمَارَوْا عِنْدَهَا يَوْمَ عَرَفَةَ فِي صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ هُوَ صَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَيْسَ بِصَائِمٍ فَأَرْسَلَتُ☆ إِلَيْهِ بِقَدَحِ لَبَنٍ وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى بَعِيْرِهِ فَشَرِبَهُ.

١٩٨٨: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ یحیٰی (قطان) نے ہمیں بتایا۔ مالک سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: سالم نے مجھ سے بیان کیا، کہا: عمیر نے جو حضرت امّ فضلؓ کے آزاد کردہ غلام تھے، مجھے بتایا کہ حضرت امّ فضلؓ نے اُن سے بیان کیا۔

نیز عبداللہ بن یوسف نے بھی ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ ابونضر سے جو عمر بن عبیداللہ کے آزاد کردہ غلام تھے، مروی ہے۔ انہوں نے عمیر سے جو کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ عمیر نے حضرت امّ فضلؓ بنت حارث سے روایت کی کہ اُن کے پاس عرفہ کے دِن کچھ لوگوں نے نبی ﷺ کے روزے کی نسبت اِختلاف کیا۔ اُن میں سے بعض نے کہا کہ آپؐ روزہ دار ہیں اور بعض نے کہا: روزہ دار نہیں۔ تو (حضرت☆ امّ فضلؓ) نے آپؐ کے پاس دودھ کا پیالہ بھیجا۔ اُس وقت آپؐ بحالت وقوف عرفہ اپنے اُونٹ پر سوار تھے تو آپؐ نے وہ پی لیا۔

اطرافہ: ١٦٥٨، ١٦٦١، ٥٦٠٤، ٥٦١٨، ٥٦٣٦۔

☆ عمدۃ القاری میں یہ لفظ "فَأَرْسَلَتْ" ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۱۰۸) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

۱۹۸۹ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ اَخْبَرَنِيْ ابْنُ وَهْبٍ أَوْ قُرِئَ عَلَيْهِ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ مَّيْمُوْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّاسَ شَكُّوْا فِي صِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَرَفَةَ فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ بِحِلَابٍ وَهُوَ وَاقِفٌ فِي الْمَوْقِفِ فَشَرِبَ مِنْهُ وَالنَّاسُ يَنْظُرُوْنَ.

۱۹۸۹: یحیٰی بن سلیمان نے ہم سے بیان کیا کہ (عبداللہ) بن وہب نے مجھے خبر دی۔ یا (کہا) کہ اُن کے سامنے پڑھا گیا۔ انہوں نے کہا: عمرو (بن حارث) نے مجھے بُکَیر سے روایت کرتے ہوئے خبر دی کہ کُرَیب سے مروی ہے۔ انہوں نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ لوگوں نے عرفہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ کی نسبت شک کیا تو انہوں نے آپؐ کے پاس دودھ بھیجا جبکہ آپؐ عرفات کے میدان میں وقوف فرما تھے تو آپؐ نے اُس سے لے کر پیا اور لوگ آپؐ کو دیکھ رہے تھے۔

تشریح: صَوْمُ يَوْمِ عَرَفَةَ: سلف صالح کے نزدیک عرفہ کے دن بھی روزہ رکھنا ممنوع ہے۔ جمہور کا مذہب بھی یہی ہے۔ امام بخاریؒ نے بھی عنوان میں جملہ اسمیہ کی خبر حذف کردی ہے۔ اُن کے نزدیک وہ روایتیں غیر مستند ہیں جن میں عرفہ کے دن روزہ رکھنے کا ذکر ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۳۰۱) (عمدۃ القاری جزء۱۱ صفحہ۱۰۷)

اس صورت میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عنوانِ باب مبہم اور نا تمام کیوں رکھا ہے؟ علاوہ ازیں ایک اور سوال بھی قابل حل ہے کہ عرفہ کے دِن لوگوں کو کیوں شک ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روزہ دار ہیں، آیا اُس دن روزہ رکھا جاتا تھا؟ لوگوں کا یہ شک بلا وجہ نہیں ہوسکتا۔ امام ابن حجرؒ نے تصریح کی ہے کہ زمانہ قبل از اسلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حج کے ایام میں عرفہ کے دِن روزہ رکھا کرتے تھے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۳۰۲) جن لوگوں نے یہ سمجھا کہ آپؐ کا روزہ ہے؛ انہوں نے آپؐ کی معروف عادت کی بنا پر قیاس کیا ہے اور جنہوں نے شک کا اِظہار کیا، اُن کا شک اس بناء پر تھا کہ آپؐ بحالت سفر ہیں اور سفر میں روزہ نہیں رکھا جاتا۔

امام موصوفؒ نے اس مسئلہ میں نفی یا اثبات کی بابت خاموشی اِختیار کی ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیش ہونے پر پیا۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اُس دِن روزہ نہیں تھا۔ مگر اس اَمر سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عرفہ کے دِن روزہ رکھنا ممنوع ہے۔ امام مالکؒ نے باقی ائمہ کے ساتھ اتفاق کیا ہے کہ نذر کا روزہ اِس دِن رکھنا جائز ہے مگر جمہور اُن سے متفق نہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ خلاف شریعت روزے کی نذر نا جائز ہے۔

بَاب ٦٦ : صَوْمُ يَوْمِ الْفِطْرِ

عیدالفطر کے دِن روزہ رکھنا

١٩٩٠ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ مَوْلَى ابْنِ أَزْهَرَ قَالَ شَهِدْتُ الْعِيْدَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ هَذَانِ يَوْمَانِ نَهَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صِيَامِهِمَا يَوْمُ فِطْرِكُمْ مِنْ صِيَامِكُمْ وَالْيَوْمُ الْآخَرُ تَأْكُلُوْنَ فِيْهِ مِنْ نُسُكِكُمْ.

اطرافه: ٥٥٧١.

۱۹۹۰: عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے ابوعبید سے جو کہ ابن ازہر کے آزاد کردہ غلام تھے، روایت کی۔ انہوں نے کہا: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ میں نے عید کی نماز پڑھی تو آپؓ نے کہا: یہ دو دِن ہیں جن میں روزہ رکھنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ ایک تو عیدالفطر کا وہ دن جس میں تم اپنے روزوں کی افطاری کرتے ہو اور دوسرا وہ دن جس میں تم اپنی قربانیوں کا گوشت کھاتے ہو۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ مَنْ قَالَ مَوْلَى ابْنِ أَزْهَرَ فَقَدْ أَصَابَ وَمَنْ قَالَ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ فَقَدْ أَصَابَ.

ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: ابن عیینہ نے کہا: جس نے (ابوعبید کو) ابن ازہر کے آزاد کردہ غلام کہا تو اُس نے درست کہا۔ اور جس نے حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ کے آزاد کردہ غلام کہا تو اُس نے بھی درست کہا۔

١٩٩١ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ وَعَنِ

۱۹۹۱: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ وہیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو بن یحيٰ سے، انہوں نے اپنے باپ سے، اُن کے باپ نے حضرت ابوسعید (خدری) رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ

الصَّمَّاءِ وَأَنْ يَّحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ.

کو روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے اور ایک کپڑا سارے بدن پر لپیٹنے سے بھی، اور اس سے بھی کہ ایک ہی کپڑے میں آدمی گوٹ مار کر بیٹھے۔

اطرافهُ: ٣٦٧، ٢١٤٤، ٢١٤٧، ٥٨٢٠، ٥٨٢٢، ٦٢٨٤.

١٩٩٢: وَعَنْ صَلَاةٍ بَعْدَ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ.

۱۹۹۲: اور صبح اور عصر کی نماز کے بعد نماز پڑھنے سے بھی منع فرمایا ہے۔

اطرافهُ: ٥٨٦، ١١٨٨، ١١٩٧، ١٨٦٤، ١٩٩٥.

بَاب ٦٧: صَوْمُ يَوْمِ النَّحْرِ

عیدالاضحیٰ کے دِن روزہ رکھنا

١٩٩٣: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ عَطَاءِ ابْنِ مِيْنَاءَ قَالَ سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ يُنْهَى عَنْ صِيَامَيْنِ وَبَيْعَتَيْنِ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ وَالْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ.

۱۹۹۳: ابراہیم بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ ہشام نے ہمیں خبر دی کہ ابن جریج سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: عمرو بن دینار نے مجھے عطاء بن میناء سے روایت کرتے ہوئے بتایا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے انہیں (یعنی عطاء بن میناء کو) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا کہ انہوں نے کہا: دو روزے اور دو قسم کی خرید وفروخت ممنوع ہیں۔ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے روزے اور بیع ملامسہ اور منابذہ۔

اطرافهُ: ٣٦٨، ٢١٤٥، ٢١٤٦، ٥٨١٩، ٥٨٢١.

١٩٩٤: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُعَاذٌ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ زِيَادِ ابْنِ جُبَيْرٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَقَالَ رَجُلٌ نَذَرَ أَنْ يَّصُوْمَ يَوْمًا قَالَ أَظُنُّهُ قَالَ الْاِثْنَيْنِ

۱۹۹۴: محمد بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ معاذ (ابن معاذ عنبری) نے ہمیں بتایا۔ (عبداللہ) ابن عون نے ہمیں خبر دی کہ زیاد بن جُبیر سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: ایک شخص حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور اُس نے کہا کہ ایک شخص نے منت

فَوَافَقَ ذَلِكَ يَوْمَ عِيْدٍ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ أَمَرَ اللهُ بِوَفَاءِ النَّذْرِ وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ هَذَا الْيَوْمِ.

اطرافهٔ: ٦٧٠٥، ٦٧٠٦۔

مانی ہے کہ وہ ایک دن روزہ رکھے گا، کہا کہ میرا خیال ہے کہ اُس نے کہا کہ دوشنبہ کو۔ تو اتفاق سے وہ عید کا دن تھا، تو حضرت ابن عمرؓ نے کہا کہ اللہ نے تو حکم دیا ہے کہ نذر پوری کی جائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس دِن روزے سے روکا ہے۔

١٩٩٥: حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ قَزَعَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَكَانَ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً قَالَ سَمِعْتُ أَرْبَعًا مِّنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْجَبْنَنِي قَالَ لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ مَسِيْرَةَ يَوْمَيْنِ إِلَّا وَمَعَهَا زَوْجُهَا أَوْ ذُو مَحْرَمٍ وَلَا صَوْمَ فِي يَوْمَيْنِ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَلَا بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ وَلَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى وَمَسْجِدِي هَذَا.

١٩٩٥: حجاج بن منہال نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ عبدالملک بن عُمَیر نے ہم سے بیان کیا، کہا: میں نے قزعہ (بن یحیٰ) سے سنا۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہ بارہ لڑائیوں میں شریک ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے چار باتیں سنی ہیں جو مجھے بہت پیاری ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: عورت دو دِن کی مسافت کا سفر نہ کرے مگر اس صورت میں جبکہ اُس کے ساتھ اُس کا خاوند یا محرم رشتہ دار ہو، اور دو دِن عید الفطر اور عید الاضحیٰ کو روزہ نہ رکھا جائے، اور صبح کی نماز کے بعد نماز نہ پڑھی جائے یہاں تک کہ سورج نکل آئے اور نہ عصر کے بعد یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے، اور کجاوے نہ کسے جائیں مگر تین مسجدوں کے لئے مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری یہ مسجد۔

اطرافهٔ: ٥٨٦، ١١٨٨، ١١٩٧، ١٨٦٤، ١٩٩٢۔

تشریح: **صَوْمُ يَوْمِ النَّحْرِ:** عیدین کے دِن روزہ نہ رکھنے کے بارے میں فقہاء کا اتفاق ہے اوراس کی ممانعت میں احادیث صحیحہ واضح ہیں مگر یہ دو باب جو جملہ اسمیہ سے معنون ہیں؛ بغیر خبر کے ہیں۔شارحین کا خیال ہے کہ چونکہ بعض فقہاء نے نذر کا روزہ مستثنیٰ کیا ہے یعنی وہ عیدین میں رکھا جاسکتا ہے اور بظاہر اُن کے اِس خیال کی باب ۶۷ روایت نمبر۱۹۹۴ سے تائید ہوتی ہے لیکن مستند روایتیں اس کے خلاف ہیں۔اس لئے عنوانِ باب مصدر یہ رکھا ہے۔حضرت ابن عمرؓ نے بھی نذر کے بارے میں فتویٰ پوچھنے والے کو محتاط الفاظ میں جواب دیا ہے اور یہی احتیاط امام بخاریؒ نے ابواب کے عنوان میں مدنظر رکھی ہے۔ایسے دن نذر کا روزہ رکھنا جو اتفاق سے عید کا دن ہو، اس بارے میں چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صریح حکم مروی نہیں؛ اس لئے امام موصوفؒ نے بھی ادباً خاموشی اختیار کی ہے۔امام احمد بن حنبلؒ، امام شافعیؒ اور امام زفر عید کے دن روزہ رکھنے کے قطعاً خلاف ہیں مگر امام ابوحنیفہ نے قربانی کے دِن نذر پوری کرنے کے جواز میں فتویٰ دیا ہے۔(عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۱۱۰)

روایت نمبر۱۹۹۲ میں **اَلصَّمَّآء** اور **اَلِاحْتِبَاء** کی ممانعت کا ذکر ہے،اس بارہ میں **کتاب الصلاۃ باب ۱۰** روایت نمبر ۳۶۷ کی تشریح دیکھئے اور روایت نمبر۱۹۹۳ میں مذکور ہے کہ بیع ملامسہ و بیع منابذہ سے روکا گیا۔اس کے لیے دیکھئے: **کتاب البیوع** روایت نمبر۲۱۴۴۔

بَاب ٦٨ : صِيَامُ أَيَّامِ التَّشْرِيْقِ

ایامِ تشریق میں روزہ رکھنا

١٩٩٦ : قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ قَالَ لِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تَصُوْمُ أَيَّامَ مِنًى وَكَانَ أَبُوْهَا يَصُوْمُهَا.

۱۹۹۶: ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: (اور) محمد بن مثنیٰ نے مجھ سے بیان کیا کہ یحيٰ (بن سعید) نے ہمیں بتایا کہ ہشام سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میرے باپ (عروہ) نے مجھے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا منیٰ کے دِنوں میں روزہ رکھا کرتی تھیں اور اُن کے باپ (حضرت ابوبکرؓ) بھی اُن دِنوں روزہ رکھا کرتے تھے۔

١٩٩٧-١٩٩٨ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عِيْسَى عَنِ

۱۹۹۷-۱۹۹۸: محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا کہ غندر نے ہمیں بتایا کہ شعبہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا) کہ عبداللہ بن عیسیٰ سے میں نے سنا۔انہوں

الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ. وَعَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ قَالَا لَمْ يُرَخَّصْ فِي أَيَّامِ التَّشْرِيْقِ أَنْ يُّصَمْنَ إِلَّا لِمَنْ لَّمْ يَجِدِ الْهَدْيَ.

نے زہری سے، زہری نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہؓ سے۔ (زہری نے اس حدیث کو) سالم سے بھی روایت کی۔ انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کی۔ اُن دونوں نے (یعنی حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عمرؓ نے) کہا: ایامِ تشریق میں اجازت نہ تھی کہ اُن دِنوں روزہ رکھا جائے مگر اُس کے لئے جو قربانی دینے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔

۱۹۹۹: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ الصِّيَامُ لِمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ إِلَى يَوْمِ عَرَفَةَ فَإِنْ لَّمْ يَجِدْ هَدْيًا وَلَمْ يَصُمْ صَامَ أَيَّامَ مِنًى.

۱۹۹۹: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ مالک نے ابن شہاب سے، انہوں نے سالم بن عبداللہ بن عمر سے اور سالم نے (اپنے باپ حضرت عبداللہ) ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: عرفہ کے دن تک روزے اُس کے لئے ہیں جس نے عمرہ کا حج کے ساتھ فائدہ تو اُٹھایا ہو مگر وہ قربانی کی طاقت نہ رکھتا ہو اور (پہلے) روزے نہ رکھے ہوں تو منیٰ کے دِنوں میں روزہ رکھ لے۔

وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ مِثْلَهُ. وَتَابَعَهُ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ.

اور ابن شہاب سے مروی ہے۔ انہوں نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہؓ سے اسی طرح روایت کی اور اسی طرح ابراہیم بن سعد نے بھی ابن شہاب سے روایت کرتے ہوئے (انہیں مالک کی طرح) بیان کیا۔

تشریح: صِيَامُ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ: ایامِ تشریق بعض فقہاء کے نزدیک دو اور بعض کے نزدیک تین دِن ہیں جو قربانی کی غرض سے منیٰ میں گزارے جاتے ہیں۔ قرآنِ مجید میں ان کا ذکر سورۃ البقرۃ آیت ۲۰۴ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِیْٓ اَیَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِیْ یَوْمَیْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْهِ لِمَنِ اتَّقٰى...... یعنی مزدلفہ سے لوٹنے کے بعد منیٰ میں تین دن ٹھہر کر ذکرِ الٰہی کرو، مگر اجازت ہے کوئی شخص دو دِن کے بعد ہی لَوٹ آئے۔ یہ دِن یوم النحر یعنی قربانی والے دِن کے بعد گیارھویں ذوالحج سے شروع ہوتے ہیں۔

ایام التشریق کی وجہ تسمیہ میں دو اقوال ہیں: پہلا یہ کہ تشریق کے معنی ہیں گوشت دھوپ میں خشک کرنا۔ عرب قدیم سے ان دِنوں قربانی کا گوشت خشک کر کے محفوظ کر لیا کرتے تھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ تشریق شروق سے مشتق ہے۔ جس کے معنے ہیں سورج کا نکلنا۔ عید کی نماز سورج نکلنے پر پڑھی جاتی ہے۔ اس لئے قربانی کے دِنوں کو ایام تشریق کہتے ہیں۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۳۰۷) زمانہ جاہلیت میں عرب مزدلفہ سے منیٰ کی طرف اُس وقت تک کوچ نہیں کرتے تھے جب تک کہ سورج پہاڑ کی چوٹیوں پر نہ چمکتا۔ (دیکھئے کتاب الحج تشریح باب ۱۰۰ روایت نمبر ۱۶۸۴) ایامِ حج میں اعتکاف بھی کیا جاتا اور روزہ بھی رکھا جاتا تھا۔ اسلام نے عید کے دِن روزہ رکھنا منع کر دیا۔ اِن دِنوں میں روزہ رکھنے کے بارے میں فقہاء کا اِختلاف ہے۔ ایک فریق نے قطعی طور پر ممنوع قرار دیا ہے یہاں تک کہ اُس تمتع یا حج کرنے والے کو بھی جائز نہیں جس کے پاس قربانی کا جانور نہ ہو۔ امام شافعیؒ کا آخری فتویٰ بھی یہی ہے اور اسی پر شوافع کا عمل ہے۔ حضرت علیؓ اور عطاء بن ابی رباحؒ نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے۔ دوسرے فریق نے ان دِنوں روزہ رکھنا جائز سمجھا ہے، قربانی میسر ہو یا نہ ہو۔ تیسرا فتویٰ حضرت عائشہؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا ہے جو امام مالکؒ وغیرہ نے اِختیار کیا ہے کہ تمتع کرنے والا قربانی کی طاقت نہ رکھے۔ اس کے لئے دس روزے رکھنے کا اِرشاد ہے۔ تین بموقع حج اور سات اپنے وطن میں جا کر۔ یہ تین روزے ایام التشریق میں ان کے نزدیک رکھے جا سکتے ہیں۔ فقہاء کے مذکورہ بالا اختیار کے لئے مفصل دیکھیں: فتح الباری جزء۴ صفحہ ۳۰۷، ۳۰۸۔ عمدۃ القاری جزء۱۱ صفحہ ۱۱۴، ۱۱۵۔ امام بخاریؒ کا رجحان حضرت عائشہؓ کے فتویٰ کی طرف ہے۔ جیسا کہ عنوانِ باب میں محمد بن مثنیٰ کے قول کا حوالہ دے کر اس بارے میں اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ علاوہ ازیں روایت نمبر ۱۹۹۹ کے آخر میں ابراہیم بن سعد کی ممانعت کا حوالہ بھی اسی غرض سے دیا گیا ہے۔ یہ روایت امام شافعیؒ نے موصولاً نقل کی ہے کہ تمتع کرنے والا قربانی کے جانور نہ پائے اور وقوف عرفات سے پہلے اس نے تین روزے نہیں رکھے تو وہ ایامِ تشریق کے دنوں میں روزہ رکھ سکتا ہے۔ یہ دن قربانی والے دن بھی ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ عید کے دن روزہ رکھنا بہرحال ممنوع ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۳۰۷)

بَاب ٦٩ : صِيَامُ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ

عاشوراء کے دِن روزہ رکھنا

۲۰۰۰: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ إِنْ شَاءَ صَامَ.

اطرافہ: ۱۸۹۲، ۴۵۰۱۔

۲۰۰۰: ابوعاصم نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے عمر بن محمد سے، عمر نے سالم سے، سالم نے اپنے باپ (حضرت عبداللہ بن عمر) رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشوراء کے دِن فرمایا: اگر چاہے تو (اُس دِن) روزہ رکھ لے۔

۲۰۰۱: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِصِيَامِ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ كَانَ مَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ.

۲۰۰۱: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں خبر دی۔ زہری سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: عروہ بن زبیر نے مجھے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کے دِن روزہ رکھنے کا اِرشاد فرمایا تھا مگر جب رمضان فرض ہوا تو جو چاہتا روزہ رکھتا اور جو چاہتا روزہ نہ رکھتا۔

اطرافہ: ١٥٩٢، ١٨٩٣، ٢٠٠٢، ٣٨٣١، ٤٥٠٢، ٤٥٠٤۔

۲۰۰۲: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ تَصُوْمُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ صَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ تَرَكَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ.

۲۰۰۲: عبداللہ بن مسلمہ (قعنبی) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے ہشام بن عروہ سے، ہشام نے اپنے باپ سے، اُن کے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: زمانہ جاہلیت میں قریش عاشورہ کے دِن روزہ رکھا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی زمانہ جاہلیت میں یہ روزہ رکھتے۔ جب آپؐ مدینہ میں آئے تو آپؐ نے وہ روزہ رکھا اور اُس دن روزہ رکھنے کا اِرشاد فرمایا۔ جب رمضان فرض ہوا تو آپؐ نے عاشورہ کا روزہ چھوڑ دیا اور جو چاہتا روزہ رکھتا اور جو چاہتا نہ رکھتا۔

اطرافہ: ١٥٩٢، ١٨٩٣، ٢٠٠١، ٣٨٣١، ٤٥٠٢، ٤٥٠٤۔

۲۰۰۳: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ

۲۰۰۳: عبداللہ بن مسلمہ (قعنبی) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے ابن شہاب

حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ عَامَ حَجَّ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ يَا أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ أَيْنَ عُلَمَاؤُكُمْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ هَذَا يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ وَلَمْ يَكْتُبِ اللهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ وَأَنَا صَائِمٌ فَمَنْ شَاءَ فَلْيَصُمْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُفْطِرْ.

سے، ابن شہاب نے حمید بن عبدالرحمٰن سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو عاشورہ کے دن جس سال انہوں نے حج کیا، منبر پر کہتے سنا: اے مدینہ والو! تمہارے علماء کہاں ہیں؟ (کہ یہ روزہ نہیں رکھتے۔) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا کہ آپؐ فرماتے تھے: یہ عاشوراء کا دِن ہے، اس دِن روزہ اگرچہ اللہ نے تم پر فرض نہیں کیا مگر میں روزہ دار ہوں، سو جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔

٢٠٠٤: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ فَرَأَى الْيَهُوْدَ تَصُوْمُ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ فَقَالَ مَا هَذَا قَالُوْا هَذَا يَوْمٌ صَالِحٌ هَذَا يَوْمٌ نَجَّى اللهُ بَنِي إِسْرَائِيْلَ مِنْ عَدُوِّهِمْ فَصَامَهُ مُوْسَى قَالَ فَأَنَا أَحَقُّ بِمُوْسَى مِنْكُمْ فَصَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ.

۲۰۰۴: ابومعمر نے ہم سے بیان کیا۔ عبدالوارث نے ہمیں بتایا کہ ایوب سے مروی ہے۔ انہوں نے عبداللہ بن سعید بن جبیر سے، انہوں نے اپنے باپ سے، اُن کے باپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو یہود کو دیکھا کہ وہ عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں۔ آپؐ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: یہ بھلا دِن ہے، یہ وہ دِن ہے کہ اللہ نے بنی اسرائیل کو اُن کے دشمن سے نجات دی تھی تو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے یہ روزہ رکھا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: پھر میں تو تم سے بڑھ کر حضرت موسیٰؑ سے تعلق کا حق رکھتا ہوں۔ چنانچہ آپؐ نے وہ روزہ رکھا اور اُس دِن روزہ رکھنے کا اِرشاد فرمایا۔

اطرافہ: ۳۳۹۷، ۳۹٤۳، ٤٦٨۰، ٤٧٣٧.

۲۰۰۵ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ أَبِي عُمَيْسٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي مُوْسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ تَعُدُّهُ الْيَهُوْدُ عِيْدًا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصُوْمُوْهُ أَنْتُمْ.

اطرافہ: ۳۹۴۲۔

۲۰۰۵: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا کہ ابواُسامہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوعُمیس سے، ابوعمیس نے قیس بن مسلم سے، قیس نے طارق بن شہاب سے، انہوں نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: عاشورہ کا دِن ایسا تھا کہ یہود اُسے عید شمار کرتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ سے) فرمایا: تم بھی اس دِن روزہ رکھو۔

۲۰۰۶ : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوْسَى عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرَّى صِيَامَ يَوْمٍ فَضَّلَهُ عَلَى غَيْرِهِ إِلَّا هَذَا الْيَوْمَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَهَذَا الشَّهْرَ يَعْنِي شَهْرَ رَمَضَانَ.

۲۰۰۶: عبیداللہ بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے (سفیان) بن عیینہ سے، سفیان نے عبیداللہ بن ابی یزید سے، عبیداللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے نہیں دیکھا کہ آپؐ یہ سمجھ کر روزہ کی جستجو رکھتے کہ وہ آپؐ کے نزدیک کسی دوسرے دِن سے افضل ہے مگر یہ دن یعنی عاشوراء کا دِن اور یہ مہینہ یعنی ماہِ رمضان۔

۲۰۰۷ : حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِنْ أَسْلَمَ أَنْ أَذِّنْ فِي النَّاسِ أَنَّ مَنْ كَانَ أَكَلَ فَلْيَصُمْ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ وَمَنْ لَّمْ

۲۰۰۷: مکی بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا۔ یزید بن ابی عبید نے ہمیں بتایا کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلم (قبیلے) کے ایک شخص سے فرمایا کہ لوگوں میں اِعلان کردو کہ جس نے کچھ کھایا ہو تو وہ اس دِن کا باقی وقت روزہ سے رہے اور جس نے

يَكُنْ أَكَلَ فَلْيَصُمْ فَإِنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ. کچھ نہ کھایا ہو تو چاہیے کہ وہ بھی روزہ رکھے کیونکہ آج عاشورہ کا دِن ہے۔

اطرافہ: ١٩٢٤، ٧٢٦٥۔

تشریح: **صِيَامُ يَوْمِ عَاشُوْرَآءَ:** عاشورہ کے روزہ کی مشروعیت اور وجہ تسمیہ کے بارے میں دیکھئے باب نمبر۱ جہاں بتایا گیا ہے کہ رمضان فرض ہونے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موسوی شریعت کے مطابق یہ روزہ رکھا کرتے تھے۔ یہاں چونکہ نفلی روزوں کا بیان ہے؛ اس لئے صیامِ رمضان کے احکام نازل ہونے کے بعد اس روزے کی مشروعیت و وجوب قائم نہ رہا بلکہ منسوخ ہوگیا۔ البتہ اس کی حیثیت بطور نفلی روزوں کے ہوگئی۔ اس تعلق میں مذکورہ بالا باب قائم کر کے اس کا اعادہ کیا گیا اور بتایا گیا کہ اب یہ روزہ نفلاً رکھا جاسکتا ہے۔

اس باب میں آٹھ روایتیں نقل کی گئی ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ آپؐ نے رمضان کے بعد بھی عاشورہ کا روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی ترغیب دی کہ ایک عظیم الشان نشانِ الٰہی کی یاد تازہ رہے۔ بنی اسرائیل کو اِس دِن نجات دی گئی تھی۔ روایت نمبر٢٠٠٣ میں حضرت معاویہؓ کے تعجب کا ذکر ہے کہ لوگ یہ روزہ کیوں رکھتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے خیال میں عاشورہ کا روزہ مکروہ سمجھتے تھے مگر انہوں نے بعد میں اپنے اس خیال کی اصلاح کی۔ حضرت معاویہؓ نے پہلا حج ۴۴ھ میں کیا اور آخری حج ۵۷ھ میں۔ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے کہ مذکورہ واقعہ آخر حج کا معلوم ہوتا ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۳۱۳)

شیعہ کے نزدیک بھی عاشورہ کا روزہ رکھنا جائز نہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جس ترتیب سے روایتیں درج کی ہیں اُس سے ثابت ہوتا ہے کہ عاشورہ کا روزہ اُن کے نزدیک مستحب ہے۔ روایت ٢٠٠٦ میں حضرت ابن عباسؓ کے الفاظ خاص طور پر قابل توجہ ہیں: مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَتَحَرَّى صِيَامَ يَوْمٍ فَضَّلَهُ عَلٰى غَيْرِهِ إِلَّا هٰذَا الْيَوْمَ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ وَهٰذَا الشَّهْرَ يَعْنِيْ شَهْرَ رَمَضَانَ. لفظ تَحَرّٰی اہتمام پر دلالت کرتا ہے۔ اس کے معنے ہیں کسی بات کو مناسب سمجھتے ہوئے اختیار کرنا۔ چنانچہ عاشورہ سے متعلق اہتمام فریضہ رمضان کے بعد بھی قائم رہا۔ آخری روایت ٢٠٠٧؛ باب ٢١ روایت نمبر١٩٢٤ میں بھی گزر چکی ہے۔ جہاں روزے کی صحت کے لئے سحری ضروری شرط قرار نہیں دی گئی بلکہ اصل شرط نیت ہے۔

عاشورہ کا دن علامہ محمود پاشا مصری عالم فلکیات کے رُو سے دوشنبہ ٨ ربیع الاول مطابق ٢٠ ستمبر ٦٢٢ اور ١٠ تشری (تشرین) تھا۔ (دیکھئے تقویم العرب قبل الاسلام) مگر مسلمانوں میں اب یہ عاشورہ کا دِن مطابق دسویں محرم یا بقول حضرت ابن عباسؓ نویں محرم کو ہوتا ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۳۱۱) اس تاریخ کو بنی اسرائیل نے فرعون سے نجات پائی تھی۔ (روایت نمبر٢٠٠٤) یہ تاریخ درحقیقت اندازہ ہی ہے کیونکہ اسرائیلی جنتری تین اَدوار سے گزری ہے۔ اوّل عہد قدیم کا دَور، جس میں سورج و چاند کی حرکت کا اندازہ مشاہدہ پر مبنی تھا اور اسی اندازہ کے مطابق مہینوں کا شمار ہوتا تھا۔

دوسرا دَور طالمودی، جس میں مشاہدے کے ساتھ مہینوں کے دِنوں کی کمی بیشی بھی ملحوظ رکھی جاتی تھی۔ بعض مہینے تیس دن اور بعض کم وبیش۔ تیسرا دَور زمانہ مابعد طالمودی، جب بابل میں بنی اسرائیل اسیر ہوکر لے جائے گئے۔ بابلیوں کی جنتری شمسی وقمری کے حساب پر مبنی تھی۔ چھ مہینے تیس دن کے اور سات مہینے انتیس دن کے۔ یہ مہینے بھی نیسان یعنی اپریل سے شروع ہوتے تھے۔ ایام اسیری میں عیدوں اور تہواروں کی تعیین کی غرض سے بابلیوں کا طریق حساب اختیار کیا گیا تھا۔

(The Jewish Encyclopedia, under word:Calendar)

صحف قدیمہ میں ساتویں مہینے کی دسویں تاریخ عاشورہ کی بنائی گئی ہے۔(خروج باب۱۲ آیت۱۰تا ۱۹) (احبار باب۲۳ آیت۲۳ تا۳۲) اس مہینے کا نام تشری ہے۔ نیسان ان کا پہلا مہینہ ہے جو اپریل ہے۔ اس حساب سے اکتوبر کا مہینہ تشری ہوگا۔ جسے آج کل تشرین اوّل بھی کہتے ہیں۔ اس مہینے کی چودہ تاریخ کو ربیع الاول ختم اور اس کی پندرہویں تاریخ کو ربیع الثانی شروع ہوتا ہے۔ تشری کا دوسرا نام ابیب ہے۔(خروج باب۳۴ آیت۱۹) ابیب کا نام غالباً فصل تیار ہونے کی وجہ سے رکھا گیا ہے۔ عربی میں اَبّ کے معنی تیاری کرنا۔ (لسان العرب-ابب)

روایت نمبر۲۰۰۴ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ میں آنے کا ذکر ہے۔ اس سے استدلال کیا گیا ہے کہ آپؐ عاشورہ کے دِن تشریف لائے۔ اسلامی مؤرخین نے اس دِن کی تعیین دوسری یا آٹھویں یا بارہویں ربیع الاول کی ہے اور یہ دِن پیر کا تھا مگر محمود پاشا کے اندازے کی رُو سے پیر کا دن دوسری یا بارہویں ربیع الاول کو نہیں ہوتا بلکہ آٹھویں ربیع الاول کو ہوتا ہے۔ (تقویم العرب قبل الاسلام)

دراصل بنی اسرائیل کو حکم تھا کہ دسویں تاریخ کو عاشورہ کا روزہ منانے سے قبل اور بعد بھی روزہ رکھیں۔(استثنا باب۱۶ آیت ۱تا۸) (احبار باب۲۳ آیت۲۳ تا۳۲) ان ایام کا تعلق اُسی تاریخی واقعہ سے تھا جن میں بنی اسرائیل کو نجات ملی۔ اس لئے عاشورہ سے مراد یہی روزے کے دن تھے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے نہ کہ وہ خاص معین دِن جس میں بنی اسرائیل نے نجات پائی اور وہ اس دِن خوشی مناتے تھے۔ اس سے حساب دانوں کو غلطی ہوگئی۔ آپؐ عاشورہ کے خاص دِن مدینہ پہنچے جو درست نہیں بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ ان ایام میں سے کسی ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تھے جو پیر کا دن تھا۔ عاشورہ کے معنے دسواں دن۔ اس دن بنی اسرائیل کو حکم تھا کہ بطور شکرانہ روزہ رکھیں، عبادت کریں اور سوختنی قربانی کا نذرانہ گزاریں اور یہ بھی حکم تھا کہ ساتویں مہینے کی دسویں تاریخ تمہارا مقدس مجمع ہو تم اپنی جان کو دکھ دینا اور کسی طرح کا کام نہ کرنا بلکہ سوختنی قربانی کے طور پر ایک بچھڑا، ایک مینڈھا اور سات یک سالہ برے خداوند کے حضور چڑھانا تاکہ یہ راحت انگیز خوشبو ٹھہرے۔(گنتی باب۲۹ آیت ۷، ۸) جان کو دکھ دینے سے مراد روزہ رکھنا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

٣١- كِتَابُ صَلَاةِ التَّرَاوِيحِ

✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿

بَاب ١ : فَضْلُ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ

فضیلت اُس شخص کی جو رمضان میں عبادت کی غرض سے راتوں کو بیدار رہا

٢٠٠٨ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ أَبَاهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِرَمَضَانَ مَنْ قَامَهُ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

۲۰۰۸: یحیٰ بن بُکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عُقَیل سے، عقیل نے ابن شہاب سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ابوسلمہ نے مجھے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا؛ رمضان سے متعلق فرماتے تھے: جو جذبۂ ایمان سے بھرپور ہو کر رضاءِ الٰہی حاصل کرنے کی غرض سے عبادت کے لئے رات کو بیدا ہوا تو جو گناہ اُس کے ہو چکے ہوں گے اُن کی مغفرت کی جائے گی۔

اطرافہ: ٣٥، ٣٧، ٣٨، ١٩٠١، ٢٠٠٩، ٢٠١٤۔

٢٠٠٩ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

۲۰۰۹: عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہم سے بیان کیا کہ مالکؒ نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے حُمید بن عبدالرحمٰن سے، حمید نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو جذبہ ایمان سے بھرپور ہو کر رضاءِ الٰہی حاصل کرنے کی غرض سے رمضان میں عبادت کے لئے رات کو بیدار رہا تو جو گناہ اُس کے پہلے ہو چکے ہوں گے اُن کی مغفرت کی جائے گی۔

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ☆ عَلَى ذَلِكَ ثُمَّ كَانَ الْأَمْرُ عَلَى ذَلِكَ فِي خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ وَصَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا.

ابن شہاب نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے اور دستور☆ یہی تھا۔ پھر حضرت ابوبکر کی خلافت میں یہی دستور رہا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کے ابتدائی زمانہ میں بھی۔

اطرافہ: ۳۵، ۳۷، ۳۸، ۱۹۰۱، ۲۰۰۸، ۲۰۱۴۔

۲۰۱۰: وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ أَنَّهُ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَيْلَةً فِي رَمَضَانَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَإِذَا النَّاسُ أَوْزَاعٌ مُتَفَرِّقُوْنَ يُصَلِّي الرَّجُلُ لِنَفْسِهِ وَيُصَلِّي الرَّجُلُ فَيُصَلِّي بِصَلَاتِهِ الرَّهْطُ فَقَالَ عُمَرُ إِنِّي أَرَى لَوْ جَمَعْتُ هَؤُلَاءِ عَلَى قَارِئٍ وَّاحِدٍ لَكَانَ أَمْثَلَ ثُمَّ عَزَمَ فَجَمَعَهُمْ عَلَى أُبَيِّ ابْنِ كَعْبٍ ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ لَيْلَةً أُخْرَى وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلَاةِ قَارِئِهِمْ قَالَ عُمَرُ نِعْمَ الْبِدْعَةُ هَذِهِ وَالَّتِي يَنَامُوْنَ عَنْهَا أَفْضَلُ مِنَ الَّتِي يَقُوْمُوْنَ يُرِيْدُ آخِرَ اللَّيْلِ وَكَانَ النَّاسُ

۲۰۱۰: اور (مالک نے) ابن شہاب سے روایت کی۔ انہوں نے عروہ بن زبیر سے، عروہ نے عبدالرحمٰن بن عبد قاری سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رمضان کی ایک رات میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد کی طرف نکلا تو کیا دیکھتے ہیں کہ لوگ الگ الگ گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ کوئی شخص اپنے طور پر اکیلے نماز پڑھ رہا ہے اور کوئی شخص ایسے طور پر نماز پڑھ رہا ہے کہ اُس کی اِقتداء میں چند ایک لوگ نماز پڑھ رہے ہیں تو حضرت عمرؓ نے کہا: میں سمجھتا ہوں کہ اگر اُن کو ایک ہی قاری کی اِقتداء میں اکٹھا کر دوں تو یہ بہتر ہوگا۔ پھر انہوں نے پختہ اِرادہ کر لیا اور حضرت اُبی بن کعبؓ کی اِقتداء میں انہیں اکٹھا کر دیا۔ پھر آپؓ کے ساتھ میں ایک اور رات نکلا اور لوگ اپنے قاری کی اِقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے کہا: یہ کیا اچھی جدّت ہے۔ اور رات کا وہ حصہ جس میں یہ لوگ سوئے ہوتے ہیں اُس حصہ سے افضل ہے جس میں نماز پڑھتے ہیں یعنی رات کا پچھلا حصہ افضل

☆ فتح الباری مطبوعہ انصاریہ میں "وَالنَّاسُ" کی بجائے "وَالْأَمْرُ" ہے (فتح الباری جزء۴ حاشیہ صفحہ ۳۱۷) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

يَقُوْمُوْنَ أَوَّلَهُ.

ہے اور لوگ شروع ہی رات میں تراویح پڑھ لیتے۔

٢٠١١: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى وَذٰلِكَ فِي رَمَضَانَ.

۲۰۱۱: اسماعیل (بن ابی اویس) نے ہم سے بیان کیا۔انہوں نے کہا کہ مالک نے مجھے بتایا۔انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عروہ بن زبیر سے، عروہ نے نبی ﷺ کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ رمضان میں نماز (تراویح) پڑھی۔

اطرافہٗ: ٧٢٩، ٧٣٠، ٩٢٤، ١١٢٩، ٢٠١٢، ٥٨٦١۔

٢٠١٢: وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ لَيْلَةً مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ فَصَلَّى فِي الْمَسْجِدِ وَصَلَّى رِجَالٌ بِصَلَاتِهِ فَأَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوْا فَاجْتَمَعَ أَكْثَرُ مِنْهُمْ فَصَلَّى فَصَلَّوْا مَعَهُ فَأَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوْا فَكَثُرَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصُلِّيَ☆ بِصَلَاتِهِ فَلَمَّا كَانَتِ

۲۰۱۲: اور یحيٰ بن بکیر نے مجھ سے بیان کیا کہ لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا۔انہوں نے عُقَیل سے، عقیل نے ابن شہاب سے روایت کی، (کہا:) عروہ (بن زبیر) نے مجھے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتایا کہ رسول اللہ ﷺ ایک رات بوقت نصف شب نکلے اور مسجد میں نماز پڑھی اور آپؐ کی اِقتدا میں کچھ مردوں نے بھی پڑھی۔لوگ صبح اُٹھے تو انہوں نے یہ سن کر ایک دوسرے کو بتایا تو (دوسری رات) لوگ اور زیادہ جمع ہو گئے اور آپؐ نے نماز پڑھی تو انہوں نے آپؐ کے ساتھ نماز پڑھی۔لوگ صبح اُٹھے تو لوگوں میں اور چرچا ہوا تو تیسری رات مسجد میں جمع ہونے والے بہت زیادہ ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ نکلے {☆اور نماز پڑھی تو انہوں نے بھی آپؐ کی اِقتدا میں نماز پڑھی۔}

☆ عمدۃ القاری کے مطابق اس جگہ لفظ ''فَصَلَّى فَصَلَّوْا'' ہیں (عمدۃ القاری جزء ۱۱صفحہ ۱۲۸) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

اللَّيْلَةُ الرَّابِعَةُ عَجَزَ الْمَسْجِدُ عَنْ أَهْلِهِ حَتَّى خَرَجَ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ فَلَمَّا قَضَى الْفَجْرَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَتَشَهَّدَ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّهُ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ مَكَانُكُمْ وَلَكِنِّي خَشِيْتُ أَنْ تُفْتَرَضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوْا عَنْهَا فَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْأَمْرُ عَلَى ذَلِكَ.

جب چوتھی رات ہوئی تو (لوگوں کا اِس قدر اَنبوہ ہوا) کہ نمازی مسجد میں سما نہ سکے۔ (مگر اُس رات آپؐ نماز تراویح کے لئے نہ نکلے یہاں تک کہ صبح ہوگئی) اور جب آپؐ صبح کی نماز کے لئے نکلے اور فجر کی نماز پڑھا چکے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور تشہد پڑھا۔ پھر اُس کے بعد فرمایا: تمہاری موجودگی مجھ سے پوشیدہ نہ تھی لیکن میں ڈرا کہ تم پر یہ نماز فرض نہ کر دی جائے اور تم اِس کی ادائیگی میں عاجز آ جاؤ۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی اور پہلا دستور ہی رہا۔

اطرافہ: ٧٢٩، ٧٣٠، ٩٢٤، ١١٢٩، ٢٠١١، ٥٨٦١۔

٢٠١٣: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَا كَانَ يَزِيْدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوْتِرَ قَالَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ عَيْنَيَّ

٢٠١٣: اسماعیل (بن ابی اویس) نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے مجھے بتایا۔ انہوں نے سعید مقبری سے، سعید نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز رمضان میں کیسی تھی؟ تو انہوں نے کہا کہ آپؐ رمضان میں اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت نماز سے زیادہ نہ پڑھتے تھے۔ چار رکعتیں پڑھتے اور اُن کی خوبی اور لمبائی کے متعلق نہ پوچھ۔ پھر چار رکعت پڑھتے اور اُن کی خوبی اور لمبائی کے متعلق نہ پوچھ۔ پھر تین رکعتیں پڑھتے۔ میں نے (ایک بار آپؐ سے) عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپؐ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ فرمایا: عائشہؓ!

تَنَامَانِ وَ لَا يَنَامُ قَلْبِي. میری آنکھیں تو سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

اطرافہ: ۱۱٤۷، ۳٥٦۹۔

تشریح: فَضْلُ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ: اس باب کے تحت چھ روایتیں درج ہیں۔ پہلی روایت میں مطلق قیام کا ذکر ہے۔ دوسری میں بھی صرف قیام رمضان ہی ہے۔ یہ دونوں روایتیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہیں جو زہری بن شہاب سے مروی ہیں۔ یہ روایتیں نقل کرنے کے بعد ابن شہاب ہی کی روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگوں کا یہ حال تھا کہ لوگ اکیلے اکیلے نفل نماز پڑھتے۔ اُن کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے رات کے پہلے حصے میں باجماعت نماز پڑھانے کا انتظام کیا جو اب تراویح کے نام سے مشہور ہے۔ باقی تین روایات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہیں۔ پانچویں روایت میں بایں الفاظ تصریح ہے: لَيْلَةً مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ. یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آدھی رات کو مسجد میں آئے اور نمازِ تہجد پڑھی اور لوگوں نے بھی اِقتداء میں پڑھی۔ اس طرح حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں جو ابہام تھا اُس کی وضاحت کی گئی ہے کہ قیامِ رمضان سے مراد صلوٰۃ اللیل ہے۔

یہاں یہ سوال اُٹھایا گیا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عنوانِ باب میں رات کا ذکر نہیں کیا بلکہ صرف الفاظ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ پر اکتفاء کیا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ قیام رمضان کے بارے میں حضرت ابو ہریرہؓ سے باسناد متعدد روایتیں منقول ہیں۔ (دیکھئے روایت نمبر ۳۷، ۲۰۰۸، ۲۰۰۹) ان سب روایتوں میں قَامَ رَمَضَانَ کے الفاظ ہی مروی ہیں اور لفظ قیام جب بھی رات کے ساتھ استعمال ہوا ہے اُس سے مراد ہر جگہ نمازِ تہجد ہی ہے۔ اس تعلق میں روایت نمبر ۱۱۲۱، ۱۱۳۵، ۱۱۳۷، ۱۱۴۶ بھی دیکھئے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے رمضان کی فضیلت کے تعلق میں لفظ قِيَام کی طرف توجہ مبذول کرانے کی غرض سے لَيْل کا لفظ حذف کر دیا ہے جو روایات مندرجہ سے ظاہر ہے۔ قیامِ لیل کا محاورہ جب بھی استعمال ہوا ہے اس سے مراد تہجد ہی کے لئے اُٹھنا ہے۔ روزانہ تہجد پڑھنے کی فضیلت اپنی جگہ پر ہے مگر رمضان میں روزہ کی فضیلت اُسی صورت میں متحقق ہوگی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کیا جائے۔ رمضان کے شب و روز ہی عبادت اور ذکرِ الٰہی میں گزریں تا روزہ دار کو موعود لیلۃ القدر نصیب ہو اور رمضان کی عبادت محض رسماً نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ عنوانِ باب میں سارے رمضان کو قیام کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور اس کے معاً بعد فضیلت لیلۃ القدر کا بیان ہے۔ الفاظ وَالَّتِي يَنَامُونَ عَنْهَا أَفْضَلُ مِنَ الَّتِي يَقُومُونَ سے بھی واضح ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جاری کردہ طریق لوگوں کی غفلت کے اندیشے سے تھا اور یہ فعل کسی فضیلت کا مستحق نہیں ہو سکتا جب تک کہ قیامِ رمضان اس طریق پر نہ ہو جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ہے۔ غرض دونوں ابواب کے عنوان اور ترتیب سے اس اہم امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ: یہ موعودہ مغفرت اور تزکیہ نفس بھی قیامِ رمضان کی برکت سے اسی روزہ دار کو حاصل ہوں گے جس کے لیل ونہار عبادت اور ذکر الٰہی میں گزریں اور روزے سے جو اصل مقصود ہے وہ مدنظر رہے اور اُس کے روزے میں دو اہم شرطیں پائی جائیں: اِیْمَانًا وَّ احْتِسَابًا. اوّل یہ کہ وہ رسمی نہ ہو۔ دوم حصول رضائے الٰہی مقصود ہو جس کے لئے وہ اعمال بجالائے جائیں جو اس غرض کے لئے ضروری ہیں۔ اس تعلق میں دیکھئے کتاب الایمان تشریح باب ۲۵، ۲۷، ۲۸۔ اور نمازِ تہجد کی رکعتوں کے تعلق میں کتاب التہجد روایت نمبر ۱۱۳۷ تا ۱۱۴۰ دیکھئے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

٣٢- كِتَابُ فَضْلِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ

بَاب ١ : فَضْلُ لَيْلَةِ الْقَدْرِ

لیلۃ القدر کی فضیلت

وَقَالَ اللهُ تَعَالَىٰ: اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِىۡ لَيۡلَةِ الۡقَدۡرِ ۖۚ ﴿٢﴾ وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِ ؕ ﴿٣﴾ لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِ ۙ خَيۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ ؔؕ ﴿٤﴾ تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓٮِٕكَةُ وَالرُّوۡحُ فِيۡهَا بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ ۚ مِنۡ كُلِّ اَمۡرٍ ۛۙ ﴿٥﴾ سَلٰمٌ ۛ هِىَ حَتّٰى مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ ﴿٦﴾ (القدر: ٢-٦)

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: ہم نے اس قرآن کو لیلۃ القدر میں نازل کیا ہے اور اے مخاطب! تجھے کیا معلوم ہے کہ لیلۃ القدر کیا شے ہے؟ لیلۃ القدر ہزار مہینے سے بہتر ہے۔ اِس میں ملائکہ اور روح اپنے ربّ کے حکم سے ہر اَمر لے کر اُترتے ہیں۔ (پھر فرشتوں کے اُترنے کے بعد تو) سلامتی ہی سلامتی ہوتی ہے اور یہ حال صبح کے طلوع ہونے تک رہتا ہے۔

قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ مَا كَانَ فِي الْقُرْآنِ: وَمَآ اَدۡرٰىكَ فَقَدْ أَعْلَمَهُ، وَمَا قَالَ: وَمَا يُدۡرِيۡكَ (الاحزاب: ٦٤) فَإِنَّهُ لَمْ يُعْلِمْ.

ابن عُیَینہ (سفیان) نے کہا: قرآن میں جہاں کہیں وَمَآ اَدۡرٰىكَ کا لفظ آیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اُس کا علم آپؐ کو دے دیا ہے اور جہاں فرمایا ہے: وَمَا يُدۡرِيۡكَ تو اُس کا علم نہیں دیا۔

٢٠١٤: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَفِظْنَاهُ وَاَيَّمَا حِفْظٍ مِّنَ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ

۲۰۱۴: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عُیَینہ) نے ہمیں بتایا، کہا: یہ بات ہمیں یاد ہے یعنی زُہری سے سن کر انہوں نے یاد رکھا۔ زہری نے ابوسلمہ سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ. تَابَعَهُ سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيْرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا کہ جو بجذبہ ایمان رضاءِ الٰہی کی غرض سے ماہ رمضان میں روزے رکھے تو اُس کے جو گناہ پہلے ہو چکے ہوں اُن کی مغفرت کی جائے گی اور جو لیلۃ القدر میں جوش ایمان میں رضاءِ الٰہی کی غرض سے رات کو اُٹھے تو اُس کے جو گناہ پہلے ہو چکے ہوں اُن کی مغفرت کی جائے گی۔ سفیان کی طرح سلیمان بن کثیر نے بھی زہری سے روایت کی۔

اطرافہ: ٣۵، ٣٧، ٣٨، ١٩٠١، ٢٠٠٨، ٢٠٠٩۔

تشریح: **فَضْلُ لَيْلَةِ الْقَدْرِ**: لیلۃ القدر کی فضیلت کے تعلق میں جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے وہ اپنے مفہوم اور مطالب میں بہت وسیع ہے۔ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے لیلۃ القدر کے معنی علاوہ قضا وقدر کے قدر ومنزلت اور عظمت کے بھی کئے ہیں۔ اُن کے یہ الفاظ ہیں: سُمِّيَتْ بِذَالِكَ لِخَطَرِهَا وَشَرَفِهَا. یعنی اس کو لیلۃ القدر اس کی عظمت اور شرف کی وجہ سے کہا گیا ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ١١ صفحہ ١٢٨)

قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ مَاكَانَ فِي الْقُرْآنِ ....: سفیان بن عیینہ کے قول کا جو حوالہ دیا گیا ہے وہ محمد بن یحییٰ ابن ابی عمرو نے کتاب الایمان میں موصولاً نقل کیا ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ٣٢۴) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مدنظر جہاں قیامِ رمضان کی فضیلت ہے وہاں بہت سی روایات کی چھان بین بھی ہے جو لیلۃ القدر کی خاص گھڑی کے بارہ میں زبان زدِ عام ہیں۔ امام ابن حجرؒ نے اس بارہ میں چھیالیس اقوال درج کرنے کے بعد ابن عربیؒ کی رائے اِن الفاظ میں نقل کی ہے: أَنَّهَا لَا تُعْلَمُ یعنی اُس گھڑی کا علم نہیں دیا جاتا۔ علامہ نوویؒ نے اُن کی یہ رائے تسلیم نہیں کی کیونکہ اگر اُس گھڑی کا علم نہ ہوسکتا تو پھر تلاش کرنے کی تلقین کیوں فرمائی جاتی؟ (فتح الباری شرح باب ٣- جزء ۴ صفحہ ٣٣٣ تا ٣٣٨) جو نعمت جس قدر عظیم الشان ہو اُسی قدر جدوجہد اُس کے حصول کے لئے درکار ہوتی ہے۔ عنوانِ باب میں مذکورہ بالا حوالہ اسی قسم کے اختلاف کے پیش نظر دیا گیا ہے۔

آیت محولہ بالا میں لیلۃ القدر بعثت نبوی اور نزولِ قرآن کے ساتھ وابستہ کی گئی ہے۔ بعثت نبوی کا زمانہ بلحاظ ظلمت جہالت اور ضلالت رات کے مشابہ ہے اور بلحاظ نورِ عرفان اور ہدایت طلوعِ فجر سے مشابہ ہے۔ اس لئے زمانہ بعثت نبویہؐ تمام زمانوں سے ممتاز ہے اور وہ تقدیر الٰہی جو انسان کی روحانی پیدائش سے متعلق ہے اسی زمانہ سے مخصوص ہے۔ صفاتِ باری تعالیٰ کی تجلی خارق عادت طور پر اس زمانہ میں نمایاں ہوئی۔ رمضان کے مہینے میں اسلام کی ہدایت کے مطابق مجاہدہ کرے تو یہ مبارک گھڑی اسے نصیب ہوسکتی ہے۔

رمضان کا لفظ رَمَضَ سے مشتق ہے جس کے معنے شدت تپش ہیں۔(لسان العرب–رمض) سالک کے لئے راہ سلوک میں سوز، محبت، شدید ابتلاء بھی آسان ہو جاتے ہیں۔قرآن مجید میں ابتلاؤں کے زمانہ کو بھی شب تاریک سے مشابہت دی گئی ہے۔دیکھئے تفسیر کبیر مؤلفہ حضرت مصلح موعودؓ تشریح آیت وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ (جلد۸ صفحہ۵۰۴تا۵۰۸)
نیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

سب پیاسوں سے نکوتر تیرے منہ کی ہے پیاس — جس کا دل اُس سے ہے بریاں پا گیا وہ آبشار
جس کو تیری دھن لگی آخر وہ تجھ کو جا ملا — جس کو بے چینی ہے یہ وہ پا گیا آخر قرار
عاشقی کی ہے علامت گریہ و دامانِ دشت — کیا مبارک آنکھ جو تیرے لئے ہو اشکبار
کون چھوڑے خواب شیریں کون چھوڑے اکل وشرب — کون لے خارِ مغیلاں چھوڑ کر پھولوں کے ہار
عشق ہے جس سے ہوں طے یہ سارے جنگل پُرخطر — عشق ہے جو سر جھکا دے زیرِ تیغ آب دار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم-روحانی خزائن جلد۲۱ صفحہ۱۳۹، ۱۴۰)

یہی وہ کیفیات ہیں جن کا لفظ رمضان طلبگار ہے اور یہی والہانہ جذبات ہیں جو مومن کے لئے وصالِ الٰہی کی راتیں آسان کر دیتے ہیں۔مذکورہ عنوان کے تحت مندرجہ روایات سے دو باتیں واضح ہیں۔اوّل یہ کہ امام بخاریؒ کے نزدیک لیلۃ القدر سے متعلق بہت سی روایات جو عام طور پر مشہور ہیں اُن کے نزدیک پایہ اعتبار سے ساقط ہیں سوائے اُن احادیث کے جو بعد تحقیق انہوں نے قبول کیں۔اس تعلق میں نہایت قیمتی معلومات کے لئے تفسیر کبیر کا مطالعہ کیا جائے۔جہاں عقلی اور نقلی دلائل سے مختلف روایات پر بسیط جرح وقدح ہے اور امام راغبؒ وغیرہ ائمہ لغت کے معانی مدنظر رکھ کر قرآنِ مجید کی آیات اور احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں لیلۃ القدر کی حقیقت وفضیلت واضح فرمائی گئی ہے۔(تفسیر کبیر-تفسیر سورۃ القدر جلد۹)
علاوہ ازیں اس تعلق میں براہین احمدیہ حصہ چہارم-روحانی خزائن جلد اوّل صفحہ۶۱۸ بھی دیکھئے۔

بَاب ۲ : الْتِمَاسُ لَيْلَةِ الْقَدْرِ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ

رمضان کی آخری سات راتوں میں لیلۃ القدر کی تلاش

۲۰۱۵ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رِجَالًا مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرُوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْمَنَامِ فِي السَّبْعِ

2015: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کئی لوگوں کو آخری سات راتوں میں لیلۃ القدر خواب میں دکھائی گئی تو

الْأَوَاخِرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَى رُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَأَتْ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّيَهَا فَلْيَتَحَرَّهَا فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ.

اطرافہ: ۱۱۵۸، ۶۹۹۱۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں دیکھتا ہوں کہ تمہاری خوابیں آخری سات راتوں کے متعلق ایک دوسرے سے متفق ہیں۔ پس جس کو اس کی تلاش ہو تو چاہیے کہ وہ آخری سات راتوں میں تلاش کرے۔

۲۰۱۶: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا سَعِيْدٍ وَكَانَ لِي صَدِيْقًا فَقَالَ اعْتَكَفْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ مِنْ رَمَضَانَ فَخَرَجَ صَبِيْحَةَ عِشْرِيْنَ فَخَطَبَنَا وَقَالَ إِنِّي أُرِيْتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ ثُمَّ أُنْسِيْتُهَا أَوْ نُسِّيْتُهَا فَالْتَمِسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فِي الْوِتْرِ وَإِنِّي رَأَيْتُ أَنِّي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِيْنٍ فَمَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعِيَ☆ فَلْيَرْجِعْ فَرَجَعْنَا وَمَا نَرَى فِي السَّمَاءِ قَزَعَةً فَجَاءَتْ سَحَابَةٌ فَمَطَرَتْ حَتَّى سَالَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ وَكَانَ مِنْ جَرِيْدِ النَّخْلِ وَأُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فِي الْمَاءِ وَالطِّيْنِ

۲۰۱۶: معاذ بن فضالہ نے ہم سے بیان کیا کہ ہشام نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحيٰ (بن ابی کثیر) سے، یحيٰ نے ابوسلمہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسعیدؓ (خدری) سے پوچھا اور وہ میرے دوست تھے تو انہوں نے کہا: نبی ﷺ کے ساتھ ہم رمضان کے درمیانی عشرہ (دہاکہ) میں اعتکاف بیٹھے۔ پھر بیسویں روزے کی صبح کو آپؐ (اعتکاف سے) نکلے اور ہمیں مخاطب کیا اور فرمایا: مجھے لیلۃ القدر دکھلائی گئی، پھر بھلادی گئی۔ (راوی کہتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اُنْسِیْتُهَا کا لفظ استعمال فرمایا یا نُسِّیْتُهَا کا) سو تم آخری عشرے کی طاق رات میں اسے تلاش کرو اور میں نے دیکھا کہ میں پانی اور کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں۔ پس جس نے اللہ کے رسولؐ☆ کے ساتھ اعتکاف کیا ہو تو وہ لوٹ آئے۔ چنانچہ ہم لوٹے اور آسمان میں ہم ابر کا ایک ٹکڑا بھی نہیں دیکھتے تھے کہ اتنے میں ابر آیا اور برسنے لگا۔ اتنا برسا کہ مسجد کی چھت بہنے لگی اور وہ کھجور کی ٹہنیوں سے بنی ہوئی تھی اور نماز کے لیے تکبیر کہی گئی تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا

☆ فتح الباری مطبوعہ انصاریہ میں اس جگہ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ کے الفاظ ہیں (فتح الباری جزء۴ حاشیہ صفحہ ۳۲۵) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّيْنِ فِي جَبْهَتِهِ.

کہ آپؐ پانی اور کیچڑ میں سجدہ کررہے تھے، یہاں تک کہ آپؐ کی پیشانی میں مَیں نے کیچڑ کا نشان دیکھا۔

اطرافہ: ۶۶۹، ۸۱۳، ۸۳۶، ۲۰۱۸، ۲۰۲۷، ۲۰۳۶، ۲۰۴۰۔

بَاب۳: تَحَرِّي لَيْلَةِ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ

آخری عشرے کی طاق رات میں لیلۃ القدر کی تلاش

فِيْهِ عُبَادَةُ.

اِس بارہ میں حضرت عبادہ (بن صامتؓ) راوی ہیں۔

۲۰۱۷: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا أَبُو سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ.

۲۰۱۷: قتیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا کہ اسماعیل بن جعفر نے ہمیں بتایا کہ ابوسہیل نے اپنے باپ (مالک بن ابی عامر) سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان کے آخری دہاکے کی طاق رات میں لیلۃ القدر کی جستجو کرو۔

اطرافہ: ۲۰۱۹، ۲۰۲۰۔

۲۰۱۸: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي حَازِمٍ وَالدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ يَزِيْدَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَاوِرُ فِي رَمَضَانَ الْعَشْرَ الَّتِي فِي وَسَطِ الشَّهْرِ فَإِذَا كَانَ حِيْنَ يُمْسِي مِنْ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً تَمْضِيْ وَيَسْتَقْبِلُ إِحْدَى وَعِشْرِيْنَ

۲۰۱۸: ابراہیم بن حمزہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: (عبدالعزیز) بن ابی حازم اور (عبدالعزیز) دراوردی نے بھی مجھے بتایا۔ انہوں نے یزید (بن ہاد) سے، یزید نے محمد بن ابراہیم سے، انہوں نے ابوسلمہ سے، انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے اُس دہاکے میں جو مہینے کے وسط میں ہوتا ہے، اعتکاف بیٹھ جاتے تھے اور جب بیس راتیں گزر جاتیں اور شام کی گھڑی ہوتی اور اکیسویں رات شروع کرتے

رَجَعَ إِلَى مَسْكَنِهِ وَرَجَعَ مَنْ كَانَ يُجَاوِرُ مَعَهُ وَأَنَّهُ أَقَامَ فِي شَهْرٍ جَاوَرَ فِيْهِ اللَّيْلَةَ الَّتِي كَانَ يَرْجِعُ فِيْهَا فَخَطَبَ النَّاسَ فَأَمَرَهُمْ مَا شَاءَ اللهُ ثُمَّ قَالَ كُنْتُ أُجَاوِرُ هَذِهِ الْعَشْرَ ثُمَّ قَدْ بَدَا لِي أَنْ أُجَاوِرَ هَذِهِ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ فَمَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعِي فَلْيَثْبُتْ فِي مُعْتَكَفِهِ وَقَدْ أُرِيْتُ هَذِهِ اللَّيْلَةَ ثُمَّ أُنْسِيْتُهَا فَابْتَغُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ وَابْتَغُوْهَا فِي كُلِّ وِتْرٍ وَقَدْ رَأَيْتُنِي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِيْنٍ فَاسْتَهَلَّتِ السَّمَاءُ فِي تِلْكَ اللَّيْلَةِ فَأَمْطَرَتْ فَوَكَفَ الْمَسْجِدُ فِي مُصَلَّى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ إِحْدَى وَعِشْرِيْنَ فَبَصُرَتْ عَيْنِي رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَظَرْتُ إِلَيْهِ انْصَرَفَ مِنَ الصُّبْحِ وَوَجْهُهُ مُمْتَلِئٌ طِيْنًا وَمَاءً.

تو آپؐ اپنے گھر میں لَوٹ آتے اور وہ (صحابہ) بھی لَوٹ آتے جو آپؐ کے ساتھ اعتکاف میں ہوتے۔ ایک رمضان میں ایسا ہوا۔ آپؐ جس رات کو لَوٹ آتے تھے، اُس رات اعتکاف ہی میں رہے اور آپؐ لوگوں سے مخاطب ہوئے اور اللہ نے جو چاہا آپؐ نے اُن سے فرمایا، پھر کہا: میں اس دہاکے میں معتکف ہوا کرتا تھا۔ پھر معلوم ہوا کہ اس آخری دہاکے میں اعتکاف کیا کروں۔ پس جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہو تو چاہیے کہ وہ اپنے اعتکاف ہی میں رہے اور آج رات مجھے لیلۃ القدر دِکھائی گئی۔ پھر وہ مجھے بھلا دی گئی۔ سو اَب تم آخری دہاکے میں اُس کی جستجو کرو اور ہر طاق رات میں ڈھونڈو اور میں نے اپنے تئیں دیکھا کہ میں پانی اور کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں تو اُس رات مینہ برسا کہ مسجد کی چھت اُس جگہ ٹپکی جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے نماز تھی۔ یہ اکیسویں رات کو ہوا جو میری آنکھوں نے مشاہدہ کیا۔ میں نے آپؐ کو دیکھا کہ آپؐ صبح کو لَوٹے ہیں اور حالت یہ تھی کہ آپؐ کا چہرہ کیچڑ اور مٹی سے بھرا ہوا تھا۔

اطرافہ: ٦٦٩، ٨١٣، ٨٣٦، ٢٠١٦، ٢٠٢٧، ٢٠٣٦، ٢٠٤٠.

٢٠١٩: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِي

۲۰۱۹: محمد بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ یحيٰ (قطان) نے ہمیں بتایا کہ ہشام (بن عروہ) سے

أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْتَمِسُوْا ....

اطرافہ: ۲۰۱۷، ۲۰۲۰۔

مروی ہے۔ انہوں نے کہا: میرے باپ نے مجھے خبردی۔ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، حضرت عائشہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: تم (لیلۃ القدر کی) جستجو کرو۔

۲۰۲۰: وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَاوِرُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ وَيَقُوْلُ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ.

اطرافہ: ۲۰۱۷، ۲۰۱۹۔

۲۰۲۰: نیز محمد (بن سلام) نے مجھ سے بیان کیا کہ عبدہ (بن سلیمان) نے ہمیں خبردی۔ انہوں نے ہشام بن عروہ سے، انہوں نے اپنے باپ سے، اُن کے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری دہاکے میں مسجد میں گوشہ نشین ہوا کرتے (یعنی اعتکاف بیٹھا کرتے) تھے اور فرماتے: رمضان کے آخری دہاکے میں لیلۃ القدر کی جستجو کرو۔

۲۰۲۱: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْتَمِسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي تَاسِعَةٍ تَبْقَى فِي سَابِعَةٍ تَبْقَى فِي خَامِسَةٍ تَبْقَى.

اطرافہ: ۲۰۲۲۔

۲۰۲۱: موسیٰ بن اسماعیل (تبوذکی) نے ہم سے بیان کیا کہ وُہَیب (بن خالد) نے ہمیں بتایا کہ ایوب (سختیانی) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے عکرمہ سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان کے آخری دہاکے میں اسے تلاش کرو یعنی لیلۃ القدر کو۔ نویں رات میں جو باقی رہے۔ ساتویں رات میں جو باقی رہے۔ پانچویں رات میں جو باقی رہے۔

۲۰۲۲: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا

۲۰۲۲: عبداللہ بن ابی اسود نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالواحد (بن زیاد) نے ہمیں بتایا کہ عاصم (بن

عَاصِمٌ عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ وَعِكْرِمَةَ قَالَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فِي تِسْعٍ يَمْضِيْنَ أَوْ فِي سَبْعٍ يَبْقَيْنَ. تَابَعَهُ عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوْبَ وَعَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ الْتَمِسُوْا فِي أَرْبَعٍ وَعِشْرِيْنَ يَعْنِيْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ.

سلیمان) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ابومجلز (لاحق بن حمید) اور عکرمہ سے روایت کی۔ اُن دونوں نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ آخری دہا کے میں ہے، جب نو راتیں گزر جائیں یا سات راتیں باقی رہیں۔ عبدالوہاب نے ایوب اور خالد سے نقل کیا ہے کہ عکرمہ سے مروی ہے۔ انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ چوبیسویں رات کو تلاش کرو یعنی لیلۃ القدر۔

اطرافہ: ۲۰۲۱۔

تشریح: تَحَرِّیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ فِی الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ: باب۲ کا عنوان ہے رمضان کی آخری سات راتوں میں لیلۃ القدر کی گھڑی ڈھونڈنا اور باب۳ کا عنوان آخری عشرے کی طاق رات میں لیلۃ القدر ڈھونڈنا ہے۔ یہ دونوں عنوان دو قسم کا اختلاف حل کرنے کی غرض سے قائم کئے گئے ہیں۔ بعض روایتوں کی بنا پر ایک اختلاف یہ ہے کہ لیلۃ القدر آخری ہفتہ کی راتوں میں سے کوئی رات ہے۔ جس میں استجابت دعا کی گھڑی ہے اور بعض روایتوں میں بجائے ہفتہ کے آخری عشرہ مذکور ہے۔ باب کے ماتحت دو مستند روایتیں درج ہیں۔ ایک حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اور دوسری حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی جو امام مسلمؒ نے خفیف سے لفظی اختلاف کے ساتھ نقل کی ہے۔ (مسلم، کتاب الصیام، باب فضل لیلة القدر والحث علی طلبها) پہلی روایت (نمبر۲۰۱۵) میں جو سات راتوں کا ذکر آتا ہے، وہ درحقیقت بعض صحابہؓ کی خوابوں پر مبنی ہے اور دوسری (روایت نمبر ۲۰۱۶) میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رؤیا کا ذکر ہے؛ جس کی تصدیق واقعہ سے ہوگئی۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی شہادت مقدم ہے، آپؐ کے اس قیاس پر جو بعض صحابہؓ کی خوابیں سن کر آپؐ نے فرمایا تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف کا حل اپنے طریق تقدیم و تاخیر کے مطابق پیش کیا ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہدہ اور آپؐ کے آخری ارشاد کو امام موصوفؒ کے نزدیک ترجیح ہے۔ دوسرا اختلاف آخری عشرے کی معین رات کے بارے میں ہے جو باب نمبر۳ میں حل کیا گیا ہے کہ وہ طاق رات ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو رؤیا ہوئی تھی؛ وہ اکیسویں رات کو ہوئی تھی اور اس کے علاوہ امام موصوفؒ نے یہ اشارہ بھی کیا ہے کہ اس واقعہ سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اکیسویں تاریخ ہی لیلۃ القدر کے لئے مقرر ہو چکی ہے اور اس کے خلاف یہ دلیل دی ہے کہ اگر یہی ایک مقررہ رات ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے کہ تَحَرَّوْا لَیْلَةَ الْقَدْرِ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ. یعنی آخری عشرے میں لیلۃ القدر کی جستجو کرو۔

باب۳ کے تحت چھ روائتیں درج کی گئی ہیں۔ اُن میں سے تین حضرت عائشہؓ سے ہیں اور ایک حضرت ابوسعید خدریؓ سے اور دو حضرت ابن عباسؓ سے۔ نیز عنوانِ باب میں حضرت عبادہ بن صامتؓ کی روایت کی طرف اشارہ کیا ہے جسے امام بخاریؒ سند کے ساتھ اگلے باب (نمبر۴) میں لائے ہیں۔ (دیکھئے روایت نمبر۲۰۲۳) یہ سب جہاں آخری عشرے سے متعلق متفق ہیں، وہاں اس بارہ میں بھی متفق ہیں کہ طاق راتوں میں وہ تلاش کی جائے۔

اُلْتَمِسُوْا فِي اَرْبَعٍ وَّعِشْرِيْنَ: روایت نمبر۲۰۲۲ کے آخر میں عکرمہ کی ایک روایت کا حوالہ بھی بسند ایوبؒ اور خالدؒ دیا گیا ہے جو بظاہر طاق والی روایتوں کے خلاف ہے۔ مگر یہ اختلاف صرف حسابی نوعیت کا ہے۔ مہینہ تیس دن کے حساب سے شمار کیا جائے تو طاق راتیں اکیس، تئیس، پچیس، ستائیس اور انتیس ہوں گی اور اگر اَلسَّبْعِ الْاَوَاخِرِ یعنی سات دن شمار ہوں اور آخری تاریخ سے حساب کیا جائے تو تیس سے چوبیس تک سات دن ہوتے ہیں۔
(فتح الباری جزء۴صفحہ۳۳۳)

یہاں یہ سوال اُٹھایا گیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت کا حوالہ عبدالوہاب راوی کی سند سے کیوں دیا گیا ہے۔ جبکہ مسانید کے مصنفین نے موقوف ہونے کی وجہ سے یہ روایت نظر انداز کر دی ہے اور امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ نے حضرت ابن عباسؓ کی یہ روایت بسند عکرمہ موصولاً نقل کی ہے اور اُس میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ وہ سوئے ہوئے تھے کہ اِتنے میں کسی نے اُن سے کہا کہ آج رات لیلۃ القدر ہے تو وہ کھڑے ہو گئے اور غنودگی کی حالت میں ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمے کی رسی سے چمٹ گئے اور کیا دیکھا کہ آپؐ نماز پڑھ رہے ہیں۔ وہ رات چوبیسویں تھی۔ (فتح الباری جزء۴صفحہ۳۳۳)

شارحین نے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ چوبیسویں رات اس صورت میں ہوگی، جب سات دن مدنظر رکھ کر آخر سے شمار کیا جائے۔ اس تکلف کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ خواب کا نظارہ ہے۔ البتہ اس سے اِتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ عشرہ کی طاق رات کے علاوہ بھی لیلۃ القدر میسر آ سکتی ہے۔ چونکہ قمری مہینے کا دَور تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے سال کے مختلف ایام لیلۃ القدر کے مصداق ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور صلحائے امت کا یہ قول مروی ہے کہ لیلۃ القدر سال بھر میں کسی رات کو بھی ظاہر ہو سکتی ہے۔ (فتح الباری جزء۴صفحہ۳۳۴) اس وقت بعض پر لیلۃ القدر کی مبارک گھڑی اکیسویں تاریخ کو بارش کی علامت کے ساتھ ظاہر ہوئی۔

جہاں تک مستند روایات کا تعلق ہے۔ اس بارے میں نہ کوئی شک وشبہ ہے نہ اختلاف کہ رمضان کے آخری عشرے میں طاق رات کو لیلۃ القدر کے ہونے پر سب کو اتفاق ہے اور ساری امت کو تاکید کی گئی ہے کہ ان دنوں میں پوری کوشش کریں کہ لیلۃ القدر والی گھڑی اُن کو نصیب ہو۔ یعنی وہ گھڑی جس کا ذکر سورۃ القدر میں ہوا ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر بتائی گئی ہے۔ یہ مدت ۸۳ سال سے کچھ اوپر ہوتی ہے اور یہ گھڑی جس کا تعلق ساری اُمت سے ہے یقیناً زمانہ تجدید والی موعود گھڑی ہے۔ جس کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: **اِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰى رَاْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَّنْ يُّجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا.** (ابو داؤد، کتاب الملاحم، باب ما يذكر في قرن المأة) یہ آخری حصہ صدی رسالت مآب ﷺ کی ظلی بعثت کا وہ زمانہ ہے جس میں روح القدس کا نزول اُمت محمدیہ کے کسی ایک فرد پر ہو کر تجدید واصلاح کا نیا دَور شروع ہونا تھا اور ملکی تحریکات سے خوابیدہ قلوب میں بیداری پیدا ہو کر ظلمت کے بعد طلوعِ فجر سے اسلام کا سورج

چمکنا تھا۔اس تعلق میں دیکھئے کتاب شہادۃ القرآن جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سورۃ القدر کے تعلق میں فرماتے ہیں:

''علاوہ ان معنوں کے جو مسلّم قوم ہیں لیلۃ القدر وہ زمانہ بھی ہے جب دنیا میں ظلمت پھیل جاتی ہے اور ہر طرف تاریکی ہی تاریکی ہوتی ہے۔تب وہ تاریکی بالطبع تقاضا کرتی ہے کہ آسمان سے کوئی نور نازل ہو۔سو خدا تعالیٰ اُس وقت اپنے نورانی ملائکہ اور روح القدس کو زمین پر نازل کرتا ہے اور اسی طور کے نزول کے ساتھ جو فرشتوں کی شان کے مناسب حال ہے۔تب روح القدس تو اُس مجدد اور مصلح سے تعلق پکڑتا ہے جو اجتباء اور اصطفاء کی خلعت سے مشرف ہو کر دعوتِ حق کے لئے مامور ہوتا ہے اور فرشتے اُن تمام لوگوں سے تعلق پکڑتے ہیں جو سعید اور رشید اور مستعد ہیں اور اُن کو نیکی کی طرف کھینچتے ہیں اور نیک توفیقیں اُن کے سامنے رکھتے ہیں۔تب دنیا میں سلامتی اور سعادت کی راہیں پھیلتی ہیں اور ایسا ہی ہوتا رہتا ہے جب تک دین اپنے اُس کمال کو پہنچ جائے جو اُس کے لیے مقدر کیا گیا ہے۔'' (شہادۃ القرآن- روحانی خزائن جلد۶ صفحہ ۳۱۳-۳۱۴)

اسی جگہ آپ فرماتے ہیں کہ اس حقیقت پر خدا تعالیٰ نے مجھے مطلع کیا ہے۔

بَاب ٤ : رَفْعُ مَعْرِفَةِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ لِتَلَاحِي النَّاسِ

لوگوں کے آپس میں جھگڑنے کی وجہ سے لیلۃ القدر کی شناخت کا اُٹھایا جانا

٢٠٢٣ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنِي خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ حَدَّثَنَا أَنَسٌ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُخْبِرَنَا بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلَاحَى رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَقَالَ خَرَجْتُ لِأُخْبِرَكُمْ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلَاحَى فُلَانٌ وَفُلَانٌ فَرُفِعَتْ وَعَسَى

۲۰۲۳: محمد بن مثنیٰ نے مجھ سے بیان کیا کہ خالد بن حارث نے مجھے بتایا۔حمید (طویل) نے ہم سے بیان کیا۔حضرت انسؓ نے حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا۔انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر آئے تا ہمیں لیلۃ القدر کی بابت بتائیں تو مسلمانوں میں سے دو شخص ایک دوسرے کو سخت سُست کہہ رہے تھے۔آپؐ نے فرمایا: میں نکلا تھا کہ لیلۃ القدر سے متعلق تمہیں خبر دوں تو فلاں اور فلاں

أَنْ يَّكُوْنَ خَيْرًا لَّكُمْ فَالْتَمِسُوْهَا فِي التَّاسِعَةِ وَالسَّابِعَةِ وَالْخَامِسَةِ.

اطرافہ: ۴۹، ۶۰۴۹۔

آپس میں جھگڑ رہے تھے تو (میرے ذہن سے خبر) اُٹھ گئی اور ہوسکتا ہے کہ یہی تمہارے لئے بہتر ہو۔ اس لئے تم اسے نویں، ساتویں اور پانچویں (رات) کو تلاش کرو۔

بَاب ۵: اَلْعَمَلُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ

رمضان کے آخری عشرے میں ریاضت

۲۰۲۴: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي يَعْفُوْرٍ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِئْزَرَهُ وَأَحْيَا لَيْلَهُ وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ.

۲۰۲۴: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا کہ (سفیان) بن عیینہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابویعفور (عبدالرحمٰن) سے، انہوں نے ابوالضحیٰ سے، ابوالضحیٰ نے مسروق سے، مسروق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: جب رمضان کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو نبی ﷺ اپنی کمر کس لیتے اور رات بھر جاگتے رہتے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے۔

تشریح: اَلْعَمَلُ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ: باب نمبر ۴ میں جس واقعہ کا ذکر ہے، اُس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو سبق دیا ہے کہ لوگ اگر آپس میں صلح کاری سے رہیں گے تو اُن کو لیلۃ القدر کی گھڑی نصیب ہوگی اور آپؐ نے اس گھڑی کا علم اُٹھائے جانے کو خیر قرار دیا ہے۔ یہ اس لئے کہ اس کا علم حاصل کرنے میں بذریعہ دعا اور عبادت جدوجہد جاری رہے۔ چنانچہ باب نمبر ۵ میں یہ غرض نمایاں کی گئی ہے؛ جہاں بتایا گیا ہے کہ آخری عشرے میں انسان نہ صرف خود ہی عبادت میں مشغول ہو جائے بلکہ اپنے اہل بیت کو بھی اس میں شامل کرے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔ اندازہ کریں اس روحانی جدوجہد کے کم وکیف اور اس کی تاثیر کا۔ اگر تمام مسلمان گھرانے رمضان کے آخری عشرے میں توجہ الی اللہ کے لئے ہمہ تن مصروف ہو جائیں اور اس میں اُن کا مقصد صرف یہ ہو کہ لیلۃ القدر والی گھڑی نصیب ہو؛ جس کے حصول پر روح القدس کی تجلی ملائکۃ اللہ کے نزول اور ظلمت کے بعد طلوعِ فجر کا ظہور منحصر ہے۔

شَدَّ مِئْزَرَهُ: کنایہ ہے، ازدواجی تعلقات کلیۃً ترک کرنے اور عبادت اور دعاؤں میں ہمہ تن مصروف ہو جانے سے؛ جیسا کہ اعتکاف میں ہوتا ہے۔ ایک عرب شاعر اپنی قوم کی تعریف میں کہتا ہے:-

قَوْمٌ إِذَا حَارَبُوْا شَدُّوْا مَآزِرَهُمْ   عَنِ النِّسَآءِ وَلَوْ بَاتَتْ بِاَطْهَارِ

(فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۳۴۲)

یعنی وہ ایسے لوگ ہیں کہ جب لڑتے ہیں تو اپنے تہ بند مضبوطی سے باندھ کر عورتوں سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں؛ خواہ وہ طہر کی حالت میں ہی ہوں۔

اَحْيَا لَيْلَهُ : رات بھر عبادت گذاری میں بیدار رہتے۔ یعنی رات کا بیشتر حصہ عبادت میں گذارتے۔ رات کو زندہ رکھنے سے یہی مراد ہے۔

اَيْـقَظَ اَهْلَهُ: اپنے اہل بیت کو آپؐ جگاتے۔ اس تعلق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی ہے: اِجْعَلُوْا فِيْ بُيُوْتِكُمْ مِنْ صَلَاتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْرًا (بخاری، روایت نمبر ۴۳۲) لَا تَتَّخِذُوْا بُيُوْتَكُمْ قُبُوْرًا. (ابن ماجه، كتاب إقامة الصلاة، باب ما جاء في التطوع في البيت) یعنی اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ۔

رمضان کے دن رات کا بڑا حصہ عبادت، ذکر الٰہی اور دعاؤں کے لئے وقف رکھنے کے بارے میں جو ہدایت ان روایات میں ہے۔ اُس کا تعلق دراصل قیامِ رمضان اور لیلۃ القدر کی فضیلت کے ابواب ہی سے ہے اور اسی ضمن میں مابعد کے ابواب جن میں اعتکاف کا ذکر ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ابواب کے قائم کرنے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے خاص ترتیب ملحوظ رکھی ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۳۳- كِتَابُ الْاِعْتِكَافِ

بَاب ١ : اَلْاِعْتِكَافُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ

آخری عشرے میں اِعتکاف

وَالِاعْتِكَافُ فِي الْمَسَاجِدِ كُلِّهَا لِقَوْلِهِ تَعَالَى: وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ (البقرة:١٨٨)

اور ہر مسجد میں اِعتکاف کرنا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اورتم عورتوں سے مباشرت نہ کرو جبکہ تم مسجدوں میں معتکف ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں، سوان کے قریب نہ جاؤ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے اپنے اَحکام بیان کرتا ہے تا کہ وہ گناہ سے بچیں۔

٢٠٢٥: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ أَنَّ نَافِعًا أَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ.

۲۰۲۵: اسماعیل بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، انہوں نے کہا: ابن وہب نے مجھے بتایا۔ یونس سے مروی ہے کہ نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے اُن کو خبر دی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں اِعتکاف بیٹھتے تھے۔

٢٠٢٦: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ

۲۰۲۶: عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہم سے بیان کیا کہ لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عُقَیل سے، عُقیل نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عروہ بن زبیر سے، عروہ نے نبی ﷺ کی زوجہ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللهُ تَعَالَى ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی ﷺ رمضان کے آخری دہاکے میں اعتکاف بیٹھتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو وفات دی۔ پھر آپؐ کے بعد آپؐ کی ازواج معتکف ہوتی تھیں۔

۲۰۲۷: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ الْحَارِثِ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوْسَطِ مِنْ رَمَضَانَ فَاعْتَكَفَ عَامًا حَتَّى إِذَا كَانَ لَيْلَةَ إِحْدَى وَعِشْرِيْنَ وَهِيَ اللَّيْلَةُ الَّتِي يَخْرُجُ مِنْ صَبِيْحَتِهَا مِنِ اعْتِكَافِهِ قَالَ مَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعِي فَلْيَعْتَكِفِ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ فَقَدْ أُرِيْتُ هَذِهِ اللَّيْلَةَ ثُمَّ أُنْسِيْتُهَا وَقَدْ رَأَيْتُنِي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِيْنٍ مِنْ صَبِيْحَتِهَا فَالْتَمِسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ وَالْتَمِسُوْهَا فِي كُلِّ وِتْرٍ فَمَطَرَتِ السَّمَاءُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ وَكَانَ الْمَسْجِدُ عَلَى عَرِيْشٍ فَوَكَفَ الْمَسْجِدُ فَبَصُرَتْ

۲۰۲۷: اسماعیل (بن ابی اویس) نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے مجھے بتایا۔ انہوں نے یزید بن عبداللہ بن ہاد سے، انہوں نے محمد بن ابراہیم بن حارث تیمی سے، تیمی نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے، ابوسلمہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے درمیانی عشرے میں اِعتکاف بیٹھا کرتے تھے۔ آپؐ ایک سال (انہی دِنوں میں) معتکف ہوئے یہاں تک کہ جب اکیسویں رات ہوئی اور یہ وہ رات تھی جس کی صبح کو آپؐ اعتکاف سے نکلا کرتے تھے تو آپؐ نے فرمایا: جو میرے ساتھ معتکف تھا، اُسے چاہیے کہ آخری عشرے میں اِعتکاف بیٹھے اور آج رات مجھے لیلۃ القدر دِکھائی گئی اور پھر بھلادی گئی اور میں نے دیکھا کہ اس کی صبح کو میں پانی اور کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں۔ تم آخری عشرے میں اس کی تلاش کرو اور ہر طاق رات میں اسے ڈھونڈو۔ اس رات مینہ برسا اور مسجد چھپر کی تھی۔ وہ ٹپکی اور رسول اللہ

عَيْنَايَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى جَبْهَتِهِ أَثَرُ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ مِنْ صُبْحِ إِحْدَى وَعِشْرِيْنَ.

صلی اللہ علیہ وسلم کو میری آنکھوں نے دیکھا کہ اکیسویں کی صبح کو آپؐ کی پیشانی پر پانی اور کیچڑ کا نشان ہے۔

اطرافہٗ: ٦٦٩، ٨١٣، ٨٣٦، ٢٠١٦، ٢٠١٨، ٢٠٣٦، ٢٠٤٠۔

تشریح: اَلْاِعْتِكَافُ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ: اعتکاف عُکوف سے مشتق ہے۔جس کے معنی ٹھہرنا، روکنا، اپنے اوپر لازم کرنا اور عکوف کے معنی جھکنے، دھرنا مار کر بیٹھنے اور چمٹے رہنے کے بھی ہیں۔چمٹے رہنے کے معنوں میں یہ لفظ کئی آیتوں میں وارد ہوا ہے۔(دیکھئے طٰہٰ :۹۲،۹۸۔الأنبياء:۵۳۔الشعراء: ۷۱) روک رکھنے کے معنوں میں دیکھئے:الفتح:۲٦۔کہتے ہیں الاِعْتِكَاف: الإِقَامَةُ بِالْمَكَانِ وَلُزُوْمُهَا.(لسان العرب: عكف) یعنی دھرنا مار کر کسی جگہ بیٹھ گیا۔اعتکاف کے معنی گوشہ نشین ہونے کے بھی ہیں۔لفظ مجاورت بھی انہی معنوں میں استعمال ہوتا ہے (فتح الباری جزء۴ صفحہ۳۴٦ شرح باب۲) اور یہ لفظ جِوَار سے مشتق ہے یعنی ہم نشین ہونا۔

زمانہ جاہلیت میں عرب بھی بیت اللہ میں اعتکاف بیٹھا کرتے تھے۔ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ ایک رات بیت اللہ میں اعتکاف بیٹھوں گا۔آپؐ نے فرمایا کہ نذر پوری کریں۔(روایت نمبر۲۰۳۲) امام مسلم نے بھی صحیح سند سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (مسلم، كتاب الأيمان، باب نذر الكافر وما يفعل فيه اذا أسلم) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی بعثت سے قبل غارِ حراء میں کئی کئی رات خلوت نشین رہا کرتے تھے۔(دیکھئے بدء الوحی، روایت نمبر۴) اس روایت میں جو لفظ تَحَنُّث استعمال ہوا ہے۔وہ اعتکاف یعنی گوشہ نشینی کے مفہوم میں ہے۔اسے تَحَنُّف بھی کہتے ہیں۔یعنی یکسو ہو جانا۔ثاء اور فاء متبادل حروف ہیں۔اس سے لفظ حَنِيف ہے۔یہ طریق عبادت قدیم سے عربوں میں رائج تھا مگر غیر معین صورت میں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سنت ابراہیمی تھی جو مرورِ زمانہ کے ساتھ بدلی ہوئی صورتوں میں بطور یادگار باقی رہ گئی۔حنیف حضرت ابراہیمؑ کا لقب ہے۔اسلام نے ابراہیمی سنت کو پھر تازہ کر دیا اور اعتکاف کے لئے چند پابندیاں عائد کی ہیں جو ابواب الاعتکاف کا اصل موضوع ہیں۔اُن پابندیوں کی مشروعیت بتانے کے لئے قرآنِ مجید کی مذکورہ بالا آیت کا حوالہ دیا گیا ہے۔یعنی مسجد میں ہو، مباشرت سے بکلی اجتناب ہو اور بموجب تصریح نبویؐ رمضان کے آخری عشرے میں ہو تا بحالت اعتکاف روزہ رکھنے کا موقع بھی ملے۔اس تعلق میں تین روایتیں نقل کی گئی ہیں جو نئی سند سے ہیں اور متفق ہیں کہ رمضان کے آخری دہاکے میں اعتکاف ہوا کرتا تھا۔

اَلْاِعْتِكَافُ فِي الْمَسَاجِدِ كُلِّهَا: عنوانِ باب کے دو حصے ہیں۔ایک میں اعتکاف کے وقوع کا اور دوسرے میں اعتکاف کی جگہ کا ذکر ہے۔جیسا کہ اَلْمَسَاجِدِ كُلِّهَا سے ظاہر ہے کہ اعتکاف ہر مسجد میں کیا جا سکتا ہے۔خواہ

مسجدِ جامع ہو یا مسجدِ محلّہ یا مسجدِ مکان۔ محمد بن عمر مالکیؒ کے نزدیک ہر جگہ میں اعتکاف ہوسکتا ہے۔ مسجد کی تخصیص نہیں۔ مگر احناف کے نزدیک عورت گھر کی مسجد میں اعتکاف کرسکتی ہے اور مرد جہاں باجماعت نماز پڑھی جائے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک مساجد کی تخصیص اس لئے ہے کہ معتکف کو باجماعت نماز میسر ہو جو نوافل سے بدرجہا افضل ہے اور جامع مسجد میں اعتکاف اس لئے افضل ہے کہ نمازِ جمعہ میں شریک ہونے کا موقع ملے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۳۴۵)

اس قسم کے فقہی اختلافات مدنظر رکھتے ہوئے مذکورہ باب قائم کیا گیا ہے جس کی پہلی روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا ذکر ہے کہ آپؐ رمضان کے آخری عشرہ میں خلوت نشین ہوا کرتے تھے۔ دوسری روایت میں یہ ذکر ہے کہ آپؐ کا آخر تک یہی طریق عمل رہا۔ تیسری روایت بھی اسی امر کی تائید کرتی ہے۔

بَاب ۲ : اَلْحَائِضُ تُرَجِّلُ رَأْسَ الْمُعْتَكِفِ

حائضہ کا معتکف کو کنگھی کرنا

۲۰۲۸ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْغِي إِلَيَّ رَأْسَهُ وَهُوَ مُجَاوِرٌ فِي الْمَسْجِدِ فَأُرَجِّلُهُ وَأَنَا حَائِضٌ.

۲۰۲۸: محمد بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ یحییٰ (بن سعید قطان) نے ہمیں بتایا۔ ہشام (بن عروہ) سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میرے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہوئے مجھے خبر دی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر میری طرف جھکا دیتے جبکہ آپؐ مسجد میں گوشہ نشین ہوتے اور میں حائضہ ہونے کی حالت میں آپؐ کو کنگھی کرتی۔

اطرافہ: ۲۹۵، ۲۹۶، ۳۰۱، ۲۰۲۹، ۲۰۳۰، ۲۰۳۱، ۲۰۴۶، ۵۹۲۵۔

بَاب۳ : {اَلْمُعْتَكِفُ☆} لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةٍ

{معتکف☆} بغیر ضرورت گھر میں نہ جائے

۲۰۲۹ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ وَعَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ

۲۰۲۹: قُتیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عروہ اور عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے

☆ لفظ "اَلْمُعْتَكِفُ" فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہے (فتح الباری جزء۴ حاشیہ صفحہ ۳۴۷) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ وَإِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُدْخِلُ {☆عَلَيَّ} رَأْسَهُ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَأُرَجِّلُهُ وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةٍ إِذَا كَانَ مُعْتَكِفًا.

روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر {میری طرف☆} کر دیتے جبکہ آپؐ مسجد میں ہوتے اور میں آپؐ کے کنگھی کرتی اور جب آپؐ معتکف ہوتے تو بغیر حاجت گھر میں نہ آتے۔

اطرافہ: ۲۹۵، ۲۹۶، ۳۰۱، ۲۰۲۸، ۲۰۳۰، ۲۰۳۱، ۲۰۴۶، ۵۹۲۵۔

تشریح: **اَلْمُعْتَكِفُ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ اِلَّا لِحَاجَةٍ:** ارشادِ باری تعالیٰ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ (البقرۃ:۱۸۸) کی وضاحت کی غرض سے یہ باب قائم کیا گیا ہے کہ اس سے مطلق ہم کنار ہونے کی ممانعت نہیں۔ بلکہ ازدواجی تعلق کی ممانعت ہے۔ اعتکاف مسجد میں ضروری ہے۔ اگر یہ ضروری نہ ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سر میں کنگھی وغیرہ کرنے کی ضرورت کے وقت مسجد میں ہی رہتے ہوئے سر باہر نکالنے کی تکلیف نہ فرماتے کیونکہ یہ تکلف ہے۔ (دیکھئے باب ۲) اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ معتکف مسجد سے بحالت اعتکاف اسی وقت باہر جا سکتا ہے جب سخت ضرورت ہو۔ چنانچہ اس باب (نمبر۳) میں تصریح ہے کہ قضاءِ حاجت کی ضرورت کے سوا آپؐ اپنے گھر نہ جاتے۔ حضرت علیؓ، امام نخعیؒ اور امام حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ معتکف سوائے طبعی حاجت کے باہر نہ نکلے۔ اگر بغرضِ جنازہ، عیادت اور جمعہ کے مسجد سے نکلے گا تو اُس کا اعتکاف باطل ہو جائے گا۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۳۴۷)

درحقیقت جامع مسجد میں اعتکاف اسی لئے افضل سمجھا گیا ہے کہ معتکف کو نمازِ جمعہ میں شامل ہونے کا موقع ملتا رہے۔ اگر کسی وجہ سے معتکف جامع مسجد میں اعتکاف نہیں بیٹھ سکا اور محلّہ کی مسجد میں اعتکاف بیٹھا ہے تو جمعہ کی نماز چونکہ فرض ہے اس لئے جمعہ کی نماز میں شامل ہو سکتا ہے۔ لیکن ضروری ہے کہ نمازِ جمعہ پڑھ کر فوراً واپس معتکف میں پہنچ جائے۔

بَاب ٤ : غَسْلُ الْمُعْتَكِفِ

معتکف کا نہانا دھونا

٢٠٣٠ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ

۲۰۳۰: محمد بن یوسف (فریابی) نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے ابراہیم (نخعی) سے، ابراہیم نے

☆ لفظ "عَلَيَّ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے (فتح الباری جزء۴ حاشیہ صفحہ ۳۴۷) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَاشِرُنِي وَأَنَا حَائِضٌ.

اسود سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ہم کنار ہوتے، اس حالت میں کہ مَیں حائضہ ہوتی۔

اطرافهٔ: ٢٩٥، ٢٩٦، ٣٠١، ٢٠٢٨، ٢٠٢٩، ٢٠٣١، ٢٠٤٦، ٥٩٢٥۔

٢٠٣١: وَكَانَ يُخْرِجُ رَأْسَهُ مِنَ الْمَسْجِدِ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فَأَغْسِلُهُ وَأَنَا حَائِضٌ.

۲۰۳۱: اور جب آپؐ معتکف ہوتے تو مسجد سے اپنا سر نکالتے، مَیں اُسے دھوتی اور مَیں حائضہ ہوتی۔

اطرافهٔ: ٢٩٥، ٢٩٦، ٣٠١، ٢٠٢٨، ٢٠٢٩، ٢٠٣٠، ٢٠٤٦، ٥٩٢٥۔

تشریح: **غَسْلُ الْمُعْتَكِفِ:** نہانے دھونے کی غرض سے معتکف مسجد سے باہر جاسکتا ہے۔ جس کی تائید مندرجہ روایت سے ہوتی ہے۔

بَاب ٥: اَلِاعْتِكَافُ لَيْلًا

ایک رات کے لئے اِعتکاف کرنا

٢٠٣٢: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ عُمَرَ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنْتُ نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ أَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ قَالَ أَوْفِ بِنَذْرِكَ.

۲۰۳۲: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ یحيٰ بن سعید (قطان) نے مجھے بتایا۔ انہوں نے عبیداللہ (عمری) سے روایت کی۔ (انہوں نے کہا) کہ نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے مجھے خبر دی کہ حضرت عمرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ جاہلیت میں مَیں نے نذر مانی تھی کہ مسجدِ حرام میں ایک رات اعتکاف کروں گا۔ آپؐ نے فرمایا: اپنی نذر پوری کریں۔

اطرافهٔ: ٢٠٤٢، ٢٠٤٣، ٣١٤٤، ٤٣٢٠، ٦٦٩٧۔

تشریح: **اَلِاعْتِكَافُ لَيْلًا:** اعتکاف کی مدت کے بارے میں فقہاء نے سوال اُٹھایا ہے۔ اُن میں سے بعض نے کم سے کم مدت کی تعیین ایک دِن تجویز کی ہے اور بعض نے اس سے بھی کم۔ یعنی انسان چند گھنٹے کے لئے

بھی ذکر الٰہی دعا وغیرہ کے لئے خلوت نشین ہوسکتا ہے۔بعض کے نزدیک مدتِ اعتکاف غیر معین ہے۔ جتنا عرصہ کوئی اعتکاف میں بیٹھ سکے وہی اس کے اعتکاف کی حدّ ہے۔(فتح الباری-شرح باب۱ جزء۴صفحہ۳۴۵،شرح باب۵ جزء۴صفحہ۳۴۹) روایت نمبر۲۰۲۷ میں بیان ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ درمیانی عشرہ رمضان میں بھی معتکف ہوئے ہیں اور پھر ایک رؤیا کی بناء پر آخری عشرہ میں بھی اعتکاف جاری رکھا۔اعتکاف کے لئے عام مسنون طریق رمضان کے آخری دس دن ہی ہیں۔کمی وبیشی اپنی اپنی طاقت اور حالات پر منحصر ہے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پر چالیس دِنوں کے لئے معتکف ہوئے۔(البقرۃ:۵۲) حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے بھی چالیس دن کا عرصہ ہی اناجیل میں مذکور ہے۔(مرقس باب ۱ آیت۱۳) (لوقا باب۴ آیت۱) مسلمانوں میں چلہ کشی کا دستور جو پایا جاتا ہے۔اُس کا پس منظر بھی انبیاء علیہم السلام کی یہی سنت ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی ۱۸۸۶ء میں چالیس دن کے لئے بمقام ہوشیار پور گوشہ نشین ہوئے تھے اور آپؑ پر انہی دِنوں میں عظیم الشان تجلی ہوئی۔جس میں آپ کو ایک نشانِ رحمت عطا کیا گیا۔ واقعات اس تجلی کے عظیم الشان ہونے کی تصدیق کر رہے ہیں۔ان وجوہ سے اعتکاف کی برکات ظاہر و باہر ہیں۔

اس باب کے عنوان میں لفظ لَیْلًا نمایاں کیا گیا ہے۔اس سے فقہاء کے ایک اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ انہوں نے سوال اُٹھایا ہے کہ مجرد اعتکاف کے لئے روزہ رکھنا ضروری ہے یا نہیں؟ کیونکہ اعتکاف رمضان کے علاوہ اور دِنوں میں بھی بیٹھا جاسکتا ہے۔جن فقہاء کی رائے یہ ہے کہ اعتکاف کے لئے روزہ رکھنا ضروری ہے اور یہ اعتکاف دِن رات میں ہو۔انہوں نے حضرت عمرؓ کے واقعہ سے استدلال کیا ہے۔انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ میں نے ایامِ جاہلیت میں ایک رات اعتکاف کی نذر مانی تھی تو آپؐ نے اُن سے فرمایا تھا کہ اعتکاف کے ساتھ روزہ بھی رکھیں جو دن کو رکھا جاتا ہے۔یہ روایت نسائی اور ابوداؤد سے مروی ہے☆ مگر کمزور ہے۔

(فتح الباری جزء۴صفحہ۳۴۹)(عمدۃ القاری جزء۱۱صفحہ۱۴۶)

حضرت عمرؓ کی نذر والی روایت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کئی سندوں سے نقل کی ہے۔ ہر سند کی روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ صرف یہی ہیں کہ آپؐ اپنی نذر پوری کریں روزے کا ذکر نہیں۔اس تعلق میں روایت نمبر۲۰۴۳ بھی دیکھئے۔اس روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت عمرؓ نے صرف ایک رات کے لئے بیت الحرام میں اعتکاف کی نذر مانی تھی۔بعض فقہاء نے اس واقعہ سے استدلال کیا ہے کہ اعتکاف کے لئے روزہ شرط نہیں۔اس تعلق میں باب ۱۵،۱۶ دیکھئے جہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی سوال اُٹھایا ہے۔

☆ (ابو داؤد، کتاب الصوم، باب المعتکف یعود المریض)

بَاب ٦ : اعْتِكَافُ النِّسَاءِ

عورتوں کا اِعتکاف کرنا

٢٠٣٣ : حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَكُنْتُ أَضْرِبُ لَهُ خِبَاءً فَيُصَلِّي الصُّبْحَ ثُمَّ يَدْخُلُهُ فَاسْتَأْذَنَتْ حَفْصَةُ عَائِشَةَ أَنْ تَضْرِبَ خِبَاءً فَأَذِنَتْ لَهَا فَضَرَبَتْ خِبَاءً فَلَمَّا رَأَتْهُ زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ ضَرَبَتْ خِبَاءً آخَرَ فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى الْأَخْبِيَةَ فَقَالَ مَا هَذَا فَأُخْبِرَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آلْبِرَّ تُرَوْنَ بِهِنَّ فَتَرَكَ الِاعْتِكَافَ ذَلِكَ الشَّهْرَ ثُمَّ اعْتَكَفَ عَشْرًا مِنْ شَوَّالٍ.

۲۰۳۳: ابونعمان نے ہم سے بیان کیا کہ حماد بن زید نے ہمیں بتایا کہ یحیی (بن سعید انصاری) نے ہم سے بیان کیا کہ انہوں نے عمرہ سے اور عمرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ حضرت عائشہؓ نے کہا: نبی ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھا کرتے تھے اور مَیں آپؐ کیلئے ایک چھولداری لگا دیتی۔ آپؐ صبح کی نماز پڑھ کر اُس میں داخل ہو جاتے۔ ایک دفعہ حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ سے ایک چھولداری لگانے کی اجازت لی تو انہوں نے اُن کو اجازت دے دی۔ چنانچہ حضرت حفصہؓ نے چھولداری لگا لی۔ جب حضرت زینب بنت جحشؓ نے دیکھا تو انہوں نے بھی ایک اور چھولداری لگا لی۔ جب نبی ﷺ صبح اُٹھے اور وہ چھولداریاں دیکھیں تو آپؐ نے فرمایا: یہ کیا ہے؟ آپؐ کو بتایا گیا (کہ آپؐ کی ازواج نے یہ خیمے لگائے ہیں) تو نبی ﷺ نے فرمایا: کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ فعل انہوں نے نیکی کی غرض سے کیا ہے؟ آپؐ نے اُس مہینے میں اعتکاف ہی چھوڑ دیا۔ پھر شوال کے دس دِنوں میں آپؐ معتکف ہوئے۔

اطرافہ: ٢٠٣٤، ٢٠٤١، ٢٠٤٥۔

تشریح: **اِعْتِكَافُ النِّسَآءِ:** امام شافعیؒ نے عورتوں کے لئے مسجد میں اعتکاف کرنا مکروہ جانا ہے کیونکہ وہاں مردوں کی آمد ورفت ہوتی ہے۔ اس کا استدلال روایت نمبر ۲۰۳۳ سے ہے۔ البتہ انہوں نے فتویٰ دیا ہے کہ عورت اپنے گھر کی مسجد میں معتکف ہو سکتی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ بھی امام شافعیؒ کی رائے سے متفق ہیں۔ اس بارے میں امام ابوحنیفہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کا یہ فتویٰ بھی ہے کہ عورت اپنے خاوند کے ساتھ مسجد میں اعتکاف بیٹھ سکتی ہے۔ ابن عبد البر کا

قول ہے کہ اگر حدیث زیر باب میں حضرت عائشہؓ کی اجازت حاصل کرنے کا ذکر نہ ہوتا تو امام شافعیؒ فتویٰ سے متفق نہ ہوتے۔(فتح الباری جزء۴صفحہ۳۴۹-۳۵۰)اس مسئلہ کے بارے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی رائے محفوظ رکھی ہے۔

دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ واقعہ محسوس کیا کہ عورتیں ایک دوسرے کی رِیس میں اعتکاف کی غرض سے خیمہ زن ہیں تو آپؐ نے بُرا مانا اور اعتکاف کا ارادہ چھوڑ دیا۔اس واقعہ سے کراہت کا فتویٰ مستنبط کیا گیا ہے لیکن رِیس والی صورت نہ ہو تو عورت اپنے خاوند کی موجودگی میں اور اُس کی اِجازت سے معتکف ہوسکتی ہے ورنہ اُس کا اعتکاف مکروہ ہوگا۔احکام اِلٰہیہ کی بجا آوری مرد وعورت دونوں کے لئے لازم ہے۔اسی طرح نیک اعمال کی جزا کا وعدہ بھی دونوں سے کیا گیا ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَا اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ (آل عمرآن:۱۹۶)یعنی اُن کے ربّ نے اُن کی دعائیں قبول کیں (اور فرمایا) کہ میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کرتا؛ خواہ وہ مرد ہو یا عورت تم (اس میں) ایک سے ہی ہو۔

بَاب ۷: اَلْأَخْبِيَةُ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں چھولداریاں

٢٠٣٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَادَ أَنْ يَّعْتَكِفَ فَلَمَّا انْصَرَفَ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي أَرَادَ أَنْ يَّعْتَكِفَ إِذَا أَخْبِيَةٌ خِبَاءُ عَائِشَةَ وَخِبَاءُ حَفْصَةَ وَخِبَاءُ زَيْنَبَ فَقَالَ آلْبِرَّ تَقُوْلُوْنَ بِهِنَّ ثُمَّ انْصَرَفَ فَلَمْ يَعْتَكِفْ حَتَّى اعْتَكَفَ عَشْرًا مِنْ شَوَّالٍ.

اطرافه: ٢٠٣٣، ٢٠٤١، ٢٠٤٥.

۲۰۳۴: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔انہوں نے یحيٰ بن سعید سے، یحيٰ نے عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے، عمرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف بیٹھنے کا اِرادہ فرمایا۔جب آپؐ اُس جگہ گئے جہاں اعتکاف بیٹھنا تھا تو کیا دیکھتے ہیں، چند پردے لٹکے ہوئے ہیں حضرت عائشہؓ کا پردہ اور حضرت حفصہؓ کا پردہ اور حضرت زینبؓ کا پردہ۔آپؐ نے فرمایا: کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ نیکی کی غرض سے لگائے گئے ہیں۔ پھر آپؐ لوٹ گئے اور معتکف نہیں ہوئے یہاں تک کہ شوال کے عشرے میں اعتکاف کیا۔

تشریح: **اَلْاَخْبِيَةُ فِي الْمَسْجِدِ**: شارحین نے اس باب کی غرض کے تعلق میں سوائے اس کے اور کوئی رائے ظاہر نہیں کی کہ حضرت عائشہؓ کی روایت جو سابقہ باب (روایت نمبر ۲۰۳۳) میں مفصل بیان ہو چکی ہے۔ یہاں ایک اور سند سے نقل کی گئی ہے۔ اسی سند کی بعض روایات میں حضرت عائشہؓ کا ذکر نہیں۔ مؤطا میں بھی اُن کی یہ روایت مرسلاً منقول ہے۔(مؤطا امام مالک، کتاب الإعتكاف، باب قضاء الإعتكاف) (فتح الباری جزء۴ صفحہ۳۵۲) گویا نئی سند سے بتایا گیا ہے کہ ابونعمان روای کی طرح عبداللہ بن یوسف نے بھی یہ روایت موصولاً نقل کی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ امام موصوفؒ کا یہی طریق ہے کہ متعدد سندوں سے اپنی روایت کی صحت کو مختلف عنوانوں کے تحت مضبوط سے مضبوط کرتے ہیں مگر یہاں اس امر کے علاوہ ایک اَور بات بھی ہے جس کی طرف علامہ عینیؒ نے اپنی شرح میں اشارہ کیا ہے کہ محولہ بالا روایت کے الفاظ سابقہ روایت کے الفاظ سے قدرے مختلف ہیں۔ پہلی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پردے دیکھ کر دریافت فرمایا: مَا هٰذَا؟ یہ کیا ہے؟ اور اِس روایت میں یہ الفاظ ہیں: اِذَا اَخْبِيَةٌ. اچانک کیا دیکھا کہ چھولداریاں کھڑی ہیں۔ مسجد میں اُن کا وجود ایک اَوپری بات تھی۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۱۵۰) علامہ عینیؒ کی یہ توجیہہ ممکن ہے درست ہو۔ یکے بعد دیگرے تین عنوان قائم کرنا اور ان میں اپنی رائے کا عدم اظہار اس سے غالباً امام موصوفؒ کا مقصد اس طرف اشارہ کرنا ہے کہ جس امر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس قدر صراحت فرمائی ہو، ادب تقاضا کرتا ہے کہ اُسی حد تک قیاس محدود رکھا جائے اور جس امر میں آپؐ نے خاموشی فرمائی ہو وہاں خاموش رہنا چاہیے اور اُس پر کسی مسئلہ کی بنیاد رکھنا مناسب نہیں۔ کتاب العلم میں امام موصوفؒ اپنا یہ اُصول بیان کر چکے ہیں کہ وہ اشارے سے ہی فتویٰ دیں گے۔ (کتاب العلم باب ۲۴ روایت نمبر ۸۴) چنانچہ اگلا باب بھی استفہامیہ ہے اور یہی امر ذہن نشین کرانے کی غرض سے قائم کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے دروازے تک اپنی بیوی کو چھوڑنے کے لئے تشریف لے گئے۔ اس سے کوئی مسئلہ استنباط کرنا محض تکلف ہوگا۔

بَاب۸: هَلْ يَخْرُجُ الْمُعْتَكِفُ لِحَوَائِجِهِ إِلَى بَابِ الْمَسْجِدِ

کیا معتکف اپنی ضرورتوں کے لئے مسجد کے دروازے تک جائے؟

۲۰۳۵: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عَلِيُّ ابْنُ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ صَفِيَّةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

۲۰۳۵: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں خبر دی کہ زہری سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: حضرت علی بن حسین (امام زین العابدین) رضی اللہ عنہما نے مجھے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ

وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا جَاءَتْ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزُوْرُهُ فِي اعْتِكَافِهِ فِي الْمَسْجِدِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَتَحَدَّثَتْ عِنْدَهُ سَاعَةً ثُمَّ قَامَتْ تَنْقَلِبُ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهَا يَقْلِبُهَا حَتَّى إِذَا بَلَغَتْ بَابَ الْمَسْجِدِ عِنْدَ بَابِ أُمِّ سَلَمَةَ مَرَّ رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ فَسَلَّمَا عَلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رِسْلِكُمَا إِنَّمَا هِيَ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ فَقَالَا سُبْحَانَ اللهِ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَكَبُرَ عَلَيْهِمَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَبْلُغُ مِنِ ابْنِ آدَمَ☆ مَبْلَغَ الدَّمِ وَإِنِّي خَشِيْتُ أَنْ يَّقْذِفَ فِي قُلُوْبِكُمَا شَيْئًا.

حضرت صفیہؓ نے انہیں خبر دی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کی غرض سے آپؐ کے پاس آئیں۔ آپؐ اُس وقت مسجد میں اعتکاف فرما تھے، جو رمضان کے آخری عشرہ میں تھا۔ بی بی صفیہؓ نے کچھ وقت آپؐ کے پاس بیٹھ کر کچھ باتیں کیں۔ پھر جب اُٹھ کر واپس جانے لگیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اُن کو گھر تک پہنچانے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ جب حضرت صفیہؓ مسجد کے دروزے پر اُس جگہ پہنچیں جہاں حضرت امّ سلمہؓ کا دروازہ ہے تو انصار میں سے دو شخص گزرے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو السلام علیکم کہا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن دونوں سے فرمایا: ذرا ٹھہر جائیں۔ یہ صفیہؓ بنت حیّ ہیں تو اُن دونوں نے کہا: سبحان اللہ یا رسول اللہ! اور اُن دونوں پر شاق گزرا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان انسان☆ میں وہاں تک پہنچتا ہے جہاں خون پہنچتا ہے اور مجھے اندیشہ ہوا کہ مبادا تمہارے دِلوں میں کوئی بات ڈال دے۔

اطرافہ: ۲۰۳۸، ۲۰۳۹، ۳۱۰۱، ۳۲۸۱، ۶۲۱۹، ۷۱۷۱۔

تشریح: اس تعلق میں تشریح باب ۱۱ روایت نمبر ۲۰۳۸ دیکھئے۔

☆ فتح الباری مطبوعہ انصاریہ میں اس جگہ لفظ "اَلْاِنْسَان" ہے (فتح الباری جزء ۴ حاشیہ صفحہ ۳۵۳) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

بَاب ٩ : اَلِاعْتِكَافُ

اِعتکاف بیٹھنا

وَخُرُوْجُ[1] النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَبِيْحَةَ عِشْرِيْنَ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیسویں رات کی صبح کو (اِعتکاف سے) نکلے۔[1]

٢٠٣٦ : حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ سَمِعَ هَارُوْنَ بْنَ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قُلْتُ هَلْ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ قَالَ نَعَمِ اعْتَكَفْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ مِنْ رَمَضَانَ قَالَ فَخَرَجْنَا صَبِيْحَةَ عِشْرِيْنَ قَالَ فَخَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَبِيْحَةَ عِشْرِيْنَ فَقَالَ إِنِّي أُرِيْتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ وَإِنِّي نَسِيْتُهَا[2] فَالْتَمِسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فِي وِتْرٍ فَإِنِّي رَأَيْتُ أَنِّي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِيْنٍ وَمَنْ كَانَ

۲۰۳۶: عبداللہ بن منیر نے مجھ سے بیان کیا کہ انہوں نے ہارون بن اسماعیل سے سنا۔ (انہوں نے کہا:) علی بن مبارک نے ہمیں بتایا، کہا: یحيٰ بن ابی کثیر نے مجھ سے بیان کیا، کہا: میں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے سنا۔ انہوں نے کہا: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے میں نے پوچھا۔ میں نے کہا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپؐ نے لیلۃ القدر کا ذکر کرتے سنا؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم رمضان کے درمیانی عشرہ میں معتکف ہوئے۔ انہوں نے کہا: اور ہم بیسویں کی صبح کو (اعتکاف سے) نکلے۔ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیسویں (رات) کی صبح کو خطاب فرمایا اور کہا: مجھے لیلۃ القدر دکھائی گئی اور بھلا دی گئی[2] پس تم آخری عشرے کی طاق راتوں میں اسے تلاش کرو کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ میں پانی اور کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں اور جس نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

[1] عمدۃ القاری میں اس جگہ لفظ "خَرَجَ" ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۱۵۳) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

[2] کشمیہنی کی روایت کے مطابق اس جگہ لفظ نُسِّيْتُهَا ہے (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۳۵۶) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

اعْتَكَفَ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْيَرْجِعْ فَرَجَعَ النَّاسُ إِلَى الْمَسْجِدِ وَمَا نَرَى فِي السَّمَاءِ قَزَعَةً قَالَ فَجَاءَتْ سَحَابَةٌ فَمَطَرَتْ وَأُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَسَجَدَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الطِّيْنِ وَالْمَاءِ حَتَّى رَأَيْتُ الطِّيْنَ فِي أَرْنَبَتِهِ وَجَبْهَتِهِ.

کے ساتھ اعتکاف کیا ہو، وہ واپس آجائے۔ چنانچہ جو لوگ چلے گئے تھے وہ بھی مسجد میں واپس آگئے۔ اس وقت حالت یہ تھی کہ ہم آسمان میں کوئی اَبر کا ٹکڑا نہیں دیکھتے تھے۔ راوی نے کہا: (اچانک) بادل آیا اور مینہ برسا اور جب نماز کے لئے تکبیر اقامت ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیچڑ اور پانی میں سجدہ کیا؛ یہاں تک کہ میں نے آپؐ کی ناک اور پیشانی پر کیچڑ لگی ہوئی دیکھی۔

اطرافہ: ٦٦٩، ٨١٣، ٨٣٦، ٢٠١٦، ٢٠١٨، ٢٠٢٧، ٢٠٤٠.

تشریح: **اَلْاِعْتِکَافُ:** اعتکاف کے بارے میں یہ سوال بھی اُٹھایا گیا ہے کہ وہ کس وقت سے شروع ہو؟ مغرب کے وقت یا صبح کے وقت۔ روایت نمبر ۲۰۲۷ (زیر باب نمبر ۱) میں جو امام مالکؒ سے مروی ہے، یہ الفاظ گذر چکے ہیں: حَتّٰی اِذَا کَانَ لَیْلَةَ اِحْدٰی وَعِشْرِیْنَ. جب رمضان کی اکیسویں رات ہوئی جس رات کی صبح آپؐ کو اپنے اعتکاف سے نکلنا تھا۔ یہی روایت ایک اور سند سے نمبر ۲۰۱۸ میں منقول ہے۔ جس میں ذکر ہے کہ بیس راتیں گذرنے پر اکیسویں رات ہوئی تو آپؐ اپنے قیام کی جگہ لوٹ گئے۔ خواب دیکھنے پر بوقت صبح لوگوں سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: اپنے اعتکاف میں واپس آجاؤ۔ ان روایتوں کے اسلوب بیان سے جو لفظی اختلاف بظاہر نظر آتا ہے۔ اس کی وضاحت باب ۹ میں کی گئی ہے کہ بیسویں رات کی صبح اکیسویں تاریخ کا دِن ہے، اسی اسلوب بیان کے مطابق قرآنِ مجید میں یہ آیت وارد ہوئی ہے: وَلَمْ يَلْبَثُوْا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا (النّٰزعٰت: ۴۷) یعنی وہ نہ ٹھہرے مگر ایک شام یا صبح۔ اس آیت میں صبح کو گذری ہوئی شام کی طرف مضاف کیا گیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے:

”اعتکاف بیسویں کی صبح کو بیٹھتے ہیں۔ کبھی دس دن ہوجاتے ہیں اور کبھی گیارہ....“

(الفضل ۳ نومبر ۱۹۱۴ء)

بَاب ۱۰: اِعْتِكَافُ الْمُسْتَحَاضَةِ

مستحاضہ عورت کا اِعتکاف بیٹھنا

۲۰۳۷: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ ابْنُ زُرَيْعٍ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتِ

۲۰۳۷: قتیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ یزید بن زُریع نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے خالد سے، خالد نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے

اعْتَكَفَتْ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةٌ مُّسْتَحَاضَةٌ مِّنْ أَزْوَاجِهِ فَكَانَتْ تَرَى الْحُمْرَةَ وَالصُّفْرَةَ فَرُبَّمَا وَضَعْنَا الطَّسْتَ تَحْتَهَا وَهِيَ تُصَلِّي.

روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپؐ کی ازواج میں سے ایک زوجہ نے جو مستحاضہ تھیں، اعتکاف کیا۔ وہ (خون میں) سرخی اور زردی دیکھتیں۔ کبھی ہم اُن کے استعمال کے لئے طشت رکھ دیتے اور (ان ایام میں) وہ نماز پڑھتیں۔

اطرافہٗ: ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱۔

تشریح: اِعْتِكَافُ الْمُسْتَحَاضَةِ: صحت اعتکاف کے لئے جہاں نیت اور مسجد میں خلوت نشینی ضروری شرط ہے، وہاں طہارت جسم یعنی حالت جنابت اور حیض ونفاس سے پاکیزگی بھی ضروری ہے۔ اس تعلق میں یہ سوال پیدا ہوا ہے کہ مستحاضہ جس کا بوجہ بیماری خون جاری ہو جاتا ہے، کیا وہ بھی اعتکاف بیٹھ سکتی ہے یا نہیں؟ اس تعلق میں کتاب الحیض باب ۱۰ بھی دیکھئے۔ عبادات میں جسمانی طہارت کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ اس ضمن میں بتایا ہے کہ مستحاضہ اعتکاف بیٹھ سکتی ہے اور حالت استحاضہ اس کے لیے کسی قسم کی عبادت سے مانع نہیں ہوتی اور نہ مستحاضہ کے داخل ہونے سے مسجد ناپاک ہوتی ہے۔

بَاب ۱۱: زِيَارَةُ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا فِي اعْتِكَافِهِ

عورت کا اپنے خاوند سے اُس کے اِعتکاف میں ملاقات کے لئے آنا

۲۰۳۸: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُالرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ صَفِيَّةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ. ح

۲۰۳۸: سعید بن عفیر نے ہم سے بیان کیا، کہا: لیث نے مجھے بتایا۔ انہوں نے کہا: عبدالرحمٰن بن خالد نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت صفیہؓ نے اُن کو خبر دی۔

وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ كَانَ

نیز عبداللہ بن محمد نے مجھ سے بیان کیا، کہا کہ ہشام بن یوسف نے ہمیں بتایا کہ معمر نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے زُہری سے، زُہری نے حضرت علی بن حسینؒ

النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ وَعِنْدَهُ أَزْوَاجُهُ فَرُحْنَ فَقَالَ لِصَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ لَا تَعْجَلِي حَتَّى أَنْصَرِفَ مَعَكِ وَكَانَ بَيْتُهَا فِي دَارِ أُسَامَةَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهَا فَلَقِيَهُ رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ فَنَظَرَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ أَجَازَا فَقَالَ لَهُمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَالَيَا إِنَّهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ فَقَالَا سُبْحَانَ اللهِ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِيْ مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ وَإِنِّي خَشِيْتُ أَنْ يُّلْقِيَ فِي أَنْفُسِكُمَا شَيْئًا.

سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تھے اور آپؐ کے پاس آپؐ کی ازواج تھیں۔ وہ جانے لگیں تو آپؐ نے حضرت صفیہؓ بنت حیّؓ سے کہا: جلدی نہ کریں (ٹھہریں) کہ میں آپؐ کے ساتھ چلوں گا اور اُن کی قیام گاہ حضرت اُسامہؓ کی حویلی میں تھی۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے ساتھ نکلے اور انصار میں سے دو اشخاص آپؐ سے ملے اور اُن دونوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر اُٹھا کر دیکھا۔ پھر وہ دونوں آگے نکل گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن دونوں سے کہا: اِدھر آئیں۔ یہ صفیہؓ بنت حیّ ہیں۔ اُن دونوں نے کہا: سبحان اللہ یا رسول اللہ! آپؐ نے فرمایا: شیطان انسان میں یوں گردش کرتا ہے جیسے خون اور مجھے اندیشہ ہوا مبادا شیطان تمہارے دِلوں میں کوئی بات ڈال دے۔

اطرافہ: ۲۰۳۵، ۲۰۳۹، ۳۱۰۱، ۳۲۸۱، ۶۲۱۹، ۷۱۷۱۔

تشریح: زِيَارَةُ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا فِيْ اِعْتِكَافِهِ: روایت زیر باب اس سے قبل باب ۸ روایت نمبر ۲۰۳۵ میں گذر چکی ہے۔ آیت لَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ. (البقرة:۱۸۸) کے پیش نظر مباشرت کی وہ صورت بتائی گئی ہے جو بحالت اعتکاف جائز ہے۔ یعنی بیوی کا اپنے خاوند کی مزاج پرسی اور دیکھ بھال کے لئے اُس سے ملاقات کرنا۔ اعتکاف اگرچہ دنیا سے کنارہ کشی ہے مگر ایسے قطع تعلق کا نام نہیں جس میں انسان ضروریاتِ معیشت ومعاشرت سے کلیۃً دست بردار ہوجائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی غرض سے آپؐ کی بیویاں دِن کو بھی آتیں اور رات کو بھی۔ اُن میں سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا گھر دُور تھا۔ آپؐ نے انہیں انتظار کرنے کے لئے فرمایا۔ تا وہ تنہا اپنے گھر کو نہ جائیں۔ کچھ فاصلہ تک انہیں چھوڑنے کے لئے آپؐ اُن کے ساتھ گئے۔

زیر باب روایت جو بسند عبدالرحمٰن بن خالد؛ ابن شہاب زہری سے موصولاً مروی ہے، وہ بسند ہشام بن یوسف

بواسطہ معمر مرسل ہے۔لیکن الفاظ مندرجہ بالا معمر کے ہیں۔اس طرح امام بخاریؒ نے روایت کا نقص موصولہ روایت سے دُور کردیا ہے۔اگلے باب میں بھی روایت نقل کرنے میں یہی طریق اختیار کیا گیا ہے۔(فتح الباری جزء۴ صفحہ ۳۵۸)

بَاب ۱۲: هَلْ يَدْرَأُ الْمُعْتَكِفُ عَنْ نَّفْسِهِ

کیا معتکف اپنے متعلق (بدگمانی) دُور کرسکتا ہے؟

۲۰۳۹: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَتِيْقٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ صَفِيَّةَ أَخْبَرَتْهُ. ح

وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يُخْبِرُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ أَنَّ صَفِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فَلَمَّا رَجَعَتْ مَشَى مَعَهَا فَأَبْصَرَهُ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَلَمَّا أَبْصَرَهُ دَعَاهُ فَقَالَ تَعَالَ هِيَ صَفِيَّةُ - وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ هَذِهِ صَفِيَّةُ - فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنِ ابْنِ آدَمَ مَجْرَى الدَّمِ قُلْتُ لِسُفْيَانَ أَتَتْهُ لَيْلًا قَالَ وَهَلْ هُوَ إِلَّا لَيْلٌ.

۲۰۳۹: اسماعیل بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: میرے بھائی نے مجھے بتایا۔انہوں نے سلیمان سے، سلیمان نے محمد بن ابی عتیق سے، انہوں نے (ابن شہاب) زہری سے، زہری نے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضرت صفیہؓ نے اُن کو خبر دی۔

نیز علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا، کہا: میں نے زُہری سے سنا۔وہ بتاتے تھے۔حضرت علی بن حسینؒ سے مروی ہے کہ بی بی صفیہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں جبکہ آپؐ معتکف تھے۔پھر جب لَوٹیں تو آپؐ بھی اُن کے ساتھ گئے۔(راستہ میں) انصار میں سے ایک شخص نے آپؐ کو دیکھا۔جب اُس نے آپؐ کو (تعجب کی نگاہ سے) دیکھا تو آپؐ نے اُس کو بلایا اور فرمایا: اِدھر آؤ۔یہ صفیہؓ ہیں، بسا اوقات سفیان الفاظ هِيَ صَفِيَّةُ کی بجائے هٰذِهِ صَفِيَّةُ کہتے۔ شیطان ابن آدم میں اس طرح چلتا ہے جیسے خون۔(علی کہتے ہیں:) میں نے سفیان سے کہا کہ حضرت صفیہؓ تو آپؐ کے پاس رات کو آئی ہوں گی۔انہوں نے کہا: کیا وہ رات نہیں تھی تو اور کون سا وقت تھا۔

اطرافہ: ۲۰۳۵، ۲۰۳۸، ۳۱۰۱، ۳۲۸۱، ۶۲۱۹، ۷۱۷۱۔

تشریح: **هَلْ يَدْرَأُ الْمُعْتَكِفُ عَنْ نَفْسِهٖ:** صوم وصلوٰۃ اور اعمال صالح بجالانے والے بعض اوقات عُجب کی بیماری میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ پارسا اور تقدس مآب ہیں۔ یہاں تک کہ اپنے تئیں بے عیب اور ہر سوءِ ظن سے اپنے آپ کو پاک سمجھنے لگتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مذکورہ بالا واقعہ میں ملاحظہ ہو۔ بعض زاہدوں کا احساس غلو آمیز شکل اختیار کر لیتا ہے اور دوسروں سے چاہتا ہے کہ اُن سے متعلق کسی قسم کی سوءِ ظنی سے کام نہ لیں اور اُن میں سے بعض تو دوسروں کو اِتنا حقیر خیال کرتے ہیں کہ اُن سے مصافحہ کرنا بھی خلاف شان سمجھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ قابل رشک ہے کہ دوسروں کو تقویٰ کی حدود پر قائم اور اِبتلاء سے محفوظ رکھنے کا اس قدر اہتمام تھا کہ دُور کے احتمال کا سدّباب بھی آپؐ نے ملحوظ رکھا اور اپنی شان تقدس کا مطلق خیال نہیں فرمایا اور دونوں انصاریوں کو ٹھہرا کر بتایا کہ یہ صفیہؓ میری بیوی ہیں جنہیں چھوڑنے جا رہا ہوں۔ وہ انصاری یقیناً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کی نسبت سوائے حسن ظن کے اور کوئی خیال نہیں کر سکتے تھے مگر شیطانی وساوس کی طبعی رَو کے پیش نظر تقویٰ کے تقاضے سے آپؐ نے اپنا فرض سمجھا کہ اس کا پورا پورا سدباب ہو جائے۔ تقویٰ کے معنے ہیں: انتہائی احتیاط اور شیطان جو وساوس کے ذریعہ سے اپنے طبعی فعل کا اظہار کرتا ہے، اس کے بارے میں قرآن مجید فرماتا ہے: **يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ.** (الاعراف:۲۸) اے آدم کے بیٹو! شیطان تم کو بہکا نہ دے جس طرح اُس نے تمہارے ماں باپ کو بہکا کر جنت سے نکال دیا تھا۔ اُن دونوں سے اُن کا لباس (تقویٰ) اُس نے اُتار دیا تھا تا کہ اُن کا ننگ اُن پر ظاہر کر دے۔ وہ اور اُس کے متبع تم کو ایسی جگہ سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم اُن کو نہیں دیکھتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے لئے بطور شاہد اور نگران ہیں۔ اس لئے آپؐ کی نظر سے ایک خفیف سا مقام لغزش اور اصلاح اوجھل نہیں ہونے پایا اور قرآنِ مجید کی یہ آیت ہر حال میں آپؐ کے مدنظر رہی۔ ہم سب کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال ایک کھلی کتاب ہیں۔ اس تعلق میں روایت نمبر ۲۰۳۳ بھی دیکھئے۔ جس میں یہ ذکر ہے کہ آپؐ کی بعض بیویوں نے رِیس میں اعتکاف کی غرض سے مسجد کے صحن میں چھولداریاں نصب کرائیں اور اس پر بھی آپؐ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پاک نمونہ میں آجکل کے پیروں اور گدی نشینوں کے لئے ایک درس ہدایت ہے جو اس قدر دلیر ہیں کہ باوجود اس کے اپنے مریدوں سے وہ کچھ توقعات رکھتے ہیں جو قطعاً خلاف تقویٰ ہیں۔

مذکورہ بالا واقعہ سے امام ابن حجرؒ نے بھی بعض اخلاق فاضلہ کا استنباط کیا ہے کہ علماء اور ائمہ دین کا فرض ہے کہ وہ محتاط رہیں اور شبہات پیدا کرنے والے اُمور سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں کیونکہ اس سے افادہ اور استفادہ کا سلسلہ قائم رہتا ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۳۵۵، ۳۵۶ شرح روایت ۲۰۳۵) بدظنی معاشرے کے شیرازے کو تباہ کر دیتی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب کا عنوان استفتاء کی صورت میں قائم کیا ہے۔ اس سوال کے جواب میں شارحین ساکت ہیں۔ علاوہ ازیں معتکف ہی کی بدگمانی دُور کرنے میں کیا خصوصیت ہے؟ ہر نمازی روزہ دار اور عمل صالح بجالانے

والا اپنے متعلق شبہ کا ازالہ کیوں نہ کرے؟ آیا یہ خصوصیت اس لئے ہے کہ معتکف کلیۃً منقطع الی اللہ ہے۔ ایسی صورت میں اُسے تو دنیا کی چہ میگوئیوں کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔ اس تعلق میں بعض متصوفین نے کہا ہے کہ اس کا ذکر اس لئے خصوصیت سے کیا گیا ہے کہ معتکف جو کہ اپنے خالق کی مناجات میں مشغول ہے، اُسے یہ شایاں نہیں کہ مخلوق خدا کو نظر انداز کرے۔ ہوسکتا ہے کہ متصوفین کی یہ رائے درست ہو یا امام بخاریؒ کے علم میں کسی فقیہہ کا یہ قول بھی ہو کہ معتکف کو پوری خاموشی سے اپنا اعتکاف پورا کرنا چاہیے اور اُس کے لئے جائز نہیں کہ وہ دوسروں سے بات کرے۔ بعض فقہاء کے نزدیک بحالت اعتکاف بغیر ضرورت کے بات کرنا منع ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک مذکورہ بالا واقعہ کافی نہیں کہ اس سے گفتگو یا عدمِ گفتگو کے بارے میں کوئی فتویٰ اثبات یا نفی کے بارے میں مستنبط کیا جاسکے۔

بَاب ۱۳ : مَنْ خَرَجَ مِنِ اعْتِكَافِهِ عِنْدَ الصُّبْحِ

جو صبح کے وقت اپنے اِعتکاف سے نکلے

۲۰۴۰ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَحْوَلِ خَالِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ. ح

۲۰۴۰: عبدالرحمٰن بن بشر نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن جریج سے، انہوں نے سلیمان احول سے، جو ابن ابی نجیح کے ماموں تھے۔ سلیمان نے ابوسلمہ سے، انہوں نے حضرت ابوسعیدؓ سے روایت کی۔

قَالَ سُفْيَانُ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ وَأَظُنُّ أَنَّ ابْنَ أَبِي لَبِيدٍ حَدَّثَنَا عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اعْتَكَفْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ فَلَمَّا كَانَ صَبِيْحَةَ عِشْرِيْنَ نَقَلْنَا مَتَاعَنَا فَأَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ كَانَ اعْتَكَفَ فَلْيَرْجِعْ إِلَى مُعْتَكَفِهِ

نیز سفیان نے کہا: اور محمد بن عمرو نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ابوسلمہ سے، انہوں نے حضرت ابوسعیدؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں سمجھتا ہوں کہ (عبداللہ) بن ابی لبید نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم درمیانے عشرے میں معتکف ہوئے۔ جب بیسویں تاریخ کی صبح ہوئی تو ہم نے اپنا سامان اُٹھایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس

فَإِنِّي رَأَيْتُ هَذِهِ اللَّيْلَةَ وَرَأَيْتُنِي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِيْنٍ فَلَمَّا رَجَعَ إِلَى مُعْتَكَفِهِ قَالَ وَهَاجَتِ السَّمَاءُ فَمُطِرْنَا فَوَالَّذِي بَعَثَهُ بِالْحَقِّ لَقَدْ هَاجَتِ السَّمَاءُ مِنْ آخِرِ ذَلِكَ الْيَوْمِ وَكَانَ الْمَسْجِدُ عَرِيْشًا فَلَقَدْ رَأَيْتُ عَلَى أَنْفِهِ وَأَرْنَبَتِهِ أَثَرَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ.

آئے اور فرمایا: جس نے اِعتکاف کیا تھا، وہ اپنے اعتکاف کی جگہ واپس آئے۔ کیونکہ آج رات میں نے رؤیا دیکھی ہے اور اپنے آپ کو دیکھا کہ پانی اور کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں۔ جب آپؐ اپنے اعتکاف کی جگہ لوٹے۔ کہا: بادل گرجا اور ہم پر مینہ برسا۔ اُسی ذات کی قسم ہے جس نے آپؐ کو سچائی کے ساتھ بھیجا ہے۔ اُس دن آخر وقت تک مینہ گرجتا اور برستا رہا اور مسجد چھپر کی تھی اور میں نے آپؐ کی ناک پر مٹی اور کیچڑ کا نشان دیکھا۔

اطرافہ: ٦٦٩، ٨١٣، ٨٣٦، ٢٠١٦، ٢٠١٨، ٢٠٢٧، ٢٠٣٦۔

تشریح: **مَنْ خَرَجَ مِنِ اعْتِكَافِهِ عِنْدَ الصُّبْحِ:** محولہ بالا روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو اعتکافوں کا ذکر ہے۔ ایک اعتکاف رمضان کے درمیانی عشرہ میں جب آپؐ اس غرض سے مسجد میں نمازِ مغرب کے بعد آئے۔ پھر بیسویں رمضان کو اُس سے فارغ ہوئے اور اُسی رات خواب دیکھنے پر اکیسویں تاریخ کی صبح کو اعتکاف کی نیت کر لی اور آخری عشرہ کی آخری رات کو اس سے فارغ ہوئے۔ گویا دونوں صورتیں جائز ہیں۔ شام کو بھی اور صبح کو بھی اعتکاف کیا جاسکتا ہے۔ نیت پر اس کا دارو مدار ہے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ کی محولہ بالا روایت دوسری سندوں سے پہلے گذر چکی ہے۔ نمبر ۲۰۱۶، ۲۰۱۸، ۲۰۲۷، ۲۰۳۶ ہر سند نئی ہے۔ اس تعلق میں کتاب الاذان باب ۱۳۵ روایت نمبر ۸۱۳ بھی دیکھئے۔

بَاب ١٤: اَلِاعْتِكَافُ فِي شَوَّالٍ

شوال میں اِعتکاف کرنا

٢٠٤١: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ سَلَامٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلِ بْنِ غَزْوَانَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى

۲۰۴۱: محمد بن سلام نے ہم سے بیان کیا کہ محمد بن فضیل بن غزوان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحییٰ بن سعید سے، انہوں نے عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے، عمرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان میں اعتکاف کیا

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ فِي كُلِّ رَمَضَانَ فَإِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ دَخَلَ مَكَانَهُ الَّذِي اعْتَكَفَ فِيْهِ قَالَ فَاسْتَأْذَنَتْهُ عَائِشَةُ أَنْ تَعْتَكِفَ فَأَذِنَ لَهَا فَضَرَبَتْ فِيْهِ قُبَّةً فَسَمِعَتْ بِهَا حَفْصَةُ فَضَرَبَتْ قُبَّةً وَسَمِعَتْ زَيْنَبُ بِهَا فَضَرَبَتْ قُبَّةً أُخْرَى فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْغَدَاةِ أَبْصَرَ أَرْبَعَ قِبَابٍ فَقَالَ مَا هٰذَا فَأُخْبِرَ خَبَرَهُنَّ فَقَالَ مَا حَمَلَهُنَّ عَلَى هٰذَا آلْبِرُّ انْزِعُوْهَا فَلَا أَرَاهَا فَنُزِعَتْ فَلَمْ يَعْتَكِفْ فِي رَمَضَانَ حَتَّى اعْتَكَفَ فِي آخِرِ الْعَشْرِ مِنْ شَوَّالٍ.

کرتے تھے اور جب صبح کی نماز پڑھ چکتے تو وہ اپنی اُس جگہ میں داخل ہو جاتے جس میں اِعتکاف بیٹھتے۔ یحییٰ نے کہا کہ حضرت عائشہؓ نے آپؐ سے اِعتکاف کی اِجازت مانگی تو آپؐ نے اُن کو اِجازت دی۔ چنانچہ انہوں نے وہاں ایک خیمہ لگایا۔ جب حضرت حفصہؓ نے یہ سنا تو انہوں نے بھی ایک خیمہ لگا دیا اور جب حضرت زینبؓ نے یہ سنا تو انہوں نے بھی ایک اور خیمہ لگالیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگلی صبح (نماز سے) فارغ ہو کر واپس لوٹے تو آپؐ نے تین خیمے دیکھے۔ فرمایا: یہ کیسے ہیں؟ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقت حال بتائی گئی تو آپؐ نے فرمایا: کس بات نے ان کو اِس اَمر پر آمادہ کیا ہے؟ کیا یہ نیکی ہے؟ انہیں اُکھیڑ ڈالو۔ میں انہیں مناسب نہیں سمجھتا۔ چنانچہ وہ اُکھیڑے گئے۔ چنانچہ آپؐ اُس رمضان میں اعتکاف ہی نہ بیٹھے یہاں تک کہ شوال کے آخری دہاکے میں آپؐ معتکف ہوئے۔

اطرافہ: ۲۰۳۳، ۲۰۳٤، ۲۰٤٥۔

تشریح: **اَلْاِعْتِكَافُ فِيْ شَوَّالٍ:** روایت زیرباب پہلے گذر چکی ہے۔ دیکھئے روایت نمبر۲۰۳۳،۲۰۳۴۔ جس اعتکاف کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بوجہ ناراضگی چھوڑا تھا۔ وہ آپؐ نے شوال میں پورا کیا۔ کیونکہ آپؐ اعتکاف کی نیت کر چکے تھے اور اس غرض کے لئے مسجد میں تشریف لائے۔ اس لئے آپؐ نے نہ چاہا کہ وہ رہ جائے۔ اسی روایت کی بنا پر بعض فقہاء کا خیال ہے کہ اعتکاف رمضان کے علاوہ دوسرے وقت میں بھی بیٹھا جا سکتا ہے۔

بَاب ۱٥ : مَنْ لَّمْ يَرَ عَلَيْهِ إِذَا اعْتَكَفَ صَوْمًا

جو معتکف کے لئے بحالت اِعتکاف روزہ ضروری نہ سمجھے

۲۰٤۲ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَخِيْهِ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ

۲۰۴۲: اسماعیل بن عبداللہ (بن ابی اویس) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے اپنے بھائی (عبدالحمید)

عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنِّي نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ أَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْفِ نَذْرَكَ فَاعْتَكَفَ لَيْلَةً.

سے، اُن کے بھائی نے سلیمان سے، سلیمان نے عبیداللہ بن عمر سے، انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے، حضرت عبداللہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں نے جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ مسجدِ حرام میں ایک رات اِعتکاف بیٹھوں گا۔ آپؐ نے فرمایا: اپنی نذر پوری کرو۔ چنانچہ وہ ایک رات معتکف ہوئے۔

اطرافہ: ۲۰۳۲، ۲۰۴۳، ۳۱۴۴، ۴۳۲۰، ۶۶۹۷۔

تشریح: مَنْ لَّمْ يَرَ عَلَيْهِ اِذَا اعْتَكَفَ صَوْمًا: اعتکاف سے متعلق یہ سوال بھی ہے کہ آیا اس کی صحت کے لئے روزہ بطور شرط واجب ہے یا مستحب اور اس کے بغیر اعتکاف درست ہے یا نہیں؟ ائمہ اربعہ کے نزدیک جو اعتکاف بطور نذر واجب ہے اس کے لئے روزہ شرط ہے۔ یہی مذہب حضرت علیؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عائشہؓ وغیرہ کا ہے مگر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، طاؤسؒ اور عمر بن عبدالعزیزؒ وغیرہ کے نزدیک روزہ شرط نہیں؛ نہ اعتکاف واجب میں نہ اعتکاف نفلی میں؛ سوائے اس کے کہ معتکف اپنی خوشی سے روزہ رکھ لے۔ پہلے گروہ نے حضرت عائشہؓ کی روایت سے استدلال کیا ہے جو سنن ابی داؤد میں منقول ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں: لَا اعْتِكَافَ اِلَّا بِصَوْمٍ. (ابوداؤد، کتاب الصوم، باب المعتکف یعود المریض) اور اس سے یہ مراد لی ہے کہ وہ اعتکاف جو رمضان میں ہوتا ہے۔ اُس میں روزہ رکھنا ضروری ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں جو نذر مانی تھی وہ شرعی مسئلہ کے استنباط کے لئے کافی نہیں۔ جب تک کہ یہ ثابت نہ ہو کہ مطلق اعتکاف کے لئے اُن دِنوں روزہ بھی رکھا جاتا تھا۔ قدیم عربوں میں جو یہودی خیالات سے متاثر تھے رات کا وقت بھی روزے کا حصہ ہوتا تھا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ سبت کا وقت جمعہ کے بعد عصر سے شروع ہوتا اور سبت میں یہودی روزہ رکھتے۔ اس سے بعض نے یہ قیاس کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا روزہ بھی رات کو ہوگا۔ اس بارے میں انہیں بعض روایات بھی ملی ہیں۔ جن سے انہوں نے اپنے استدلال کے لئے سہارا لیا ہے۔ مگر یہ روایات کمزور ہیں مستند نہیں کہ اُن سے کوئی مسئلہ اخذ کیا جا سکے۔ ابوداؤد نے بھی اس بارے میں ایک روایت نقل کی ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں: اعْتَكِفْ وَصُمْ. (ابوداؤد، کتاب الصوم، باب المعتکف یعود المریض) اور سنن الدارقطنی میں یہ الفاظ ہیں: فَاَمَرَهُ أَنْ يَّعْتَكِفَ وَ يَصُوْمَ. (سنن الدار قطنی، کتاب الصیام، باب الإعتکاف جزء۲ صفحہ۲۰۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ اعتکاف بیٹھیں اور روزہ رکھیں۔ یہ روایتیں غیر مستند ہیں۔ بعض مالکی فقہاء نے آیت ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي

الْمَسَاجِدِ سے استدلال کیا ہے کہ عدمِ مباشرت کو اعتکاف کے لئے لازمی قرار دیا گیا ہے جبکہ روزوں کے لئے یہ فرمایا کہ رات تک انہیں پورا کرو۔ گویا اس آیت میں اُن کے نزدیک ایسی کوئی تصریح نہیں کہ روزہ اور اعتکاف کے درمیان تلازم ہے۔ اُن کا یہ استدلال بھی کمزور ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری جزء۴ صفحہ ۳۴۹ شرح باب ۵۔ نیز عمدۃ القاری جزء۱۱ صفحہ ۱۴۶ شرح باب ۵) غالباً یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ نے اس بارہ میں اپنی کوئی رائے ظاہر نہیں کی بلکہ اس باب کے بعد ایک اور باب قائم کر کے حضرت عمرؓ کے اعتکاف کی صورت بتائی ہے کہ وہ ایک نذر تھی۔

بَاب ١٦ : إِذَا نَذَرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ يَّعْتَكِفَ ثُمَّ أَسْلَمَ

جب کوئی جاہلیت میں نذر مانے کہ اِعتکاف بیٹھے گا۔ پھر وہ مسلمان ہو جائے

٢٠٤٣ : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ نَذَرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ يَّعْتَكِفَ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ قَالَ أُرَاهُ قَالَ لَيْلَةً فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْفِ بِنَذْرِكَ.

۲۰۴۳: عبید بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ ابواُسامہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبیداللہ سے، عبیداللہ نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں منت مانی تھی کہ وہ مسجدِ حرام میں اِعتکاف بیٹھیں گے۔ روای کہتا ہے کہ میرا خیال ہے کہ انہوں نے ایک رات کے لئے کہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا: اپنی نذر پوری کریں۔

اطرافہ: ٢٠٣٢، ٢٠٤٢، ٣١٤٤، ٤٣٢٠، ٦٦٩٧۔

تشریح: **اِذَا نَذَرَ فِی الْجَاهِلِيَّةِ اَنْ يَّعْتَكِفَ ثُمَّ اَسْلَمَ:** فقہاء میں سے ایک فریق کی یہ قطعی رائے ہے کہ زمانہ جاہلیت کی نذر جو خلافِ شریعت نہ ہو وہ ضرور پوری کی جائے۔ اس تعلق میں دیکھئے کتاب النذور باب ۲۹ روایت نمبر ۶۶۹۷۔ یہاں یہ باب ایک اختلاف کے حل کرنے کی غرض سے قائم کیا گیا ہے۔ بعض نے حضرت عمرؓ کے مذکورہ بالا سوال سے متعلق یہ قیاس کیا ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُس وقت پوچھا تھا کہ جب یہ تصریح نہیں ہوئی تھی کہ رات کو روزہ نہیں ہوتا۔ یہ قیاس درست نہیں کیونکہ مذکورہ بالا واقعہ جعرانہ مقام پر ہوا تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ حنین سے لوٹے تھے اور یہ غزوہ رمضان کے احکام نازل ہونے کے بعد ہوا تھا۔ بعض کا خیال ہے کہ جاہلیت سے مراد فتح مکہ سے پہلے کا زمانہ ہے۔ یہ دونوں خیال درست نہیں اور اسی قسم کے خیالات کا ردّ کرنے کی غرض سے یہ باب قائم کیا گیا ہے۔

(فتح الباری جلد۴ صفحہ ۳۴۸ شرح باب ۵) (عمدۃ القاری جزء۱۱ صفحہ ۱۴۶ شرح باب ۵)

بَاب ۱۷ : اَلِاعْتِكَافُ فِي الْعَشْرِ الْأَوْسَطِ مِنْ رَمَضَانَ

رمضان کے درمیانی عشرے میں اِعتکاف بیٹھنا

٢٠٤٤ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ عَنْ أَبِي حَصِيْنٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ فِي كُلِّ رَمَضَانَ عَشْرَةَ أَيَّامٍ فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِي قُبِضَ فِيْهِ اعْتَكَفَ عِشْرِيْنَ يَوْمًا.

۲۰۴۴: عبداللہ بن ابی شیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ ابوبکر (بن عیاش) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوحصین (عثمان بن عاصم) سے، انہوں نے ابوصالح (سمان) سے، ابوصالح نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان میں دس دِن اعتکاف بیٹھا کرتے تھے مگر جس سال آپؐ نے وفات پائی۔ آپؐ بیس دن معتکف ہوئے۔

اطرافہ: ٤٩٩٨۔

تشریح: **اَلْاِعْتِكَافُ فِي الْعَشْرِ الْأَوْسَطِ:** اس سے قبل باب ۹، ۱۳ میں بیان کیا جاچکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درمیانی عشرے میں اعتکاف بیٹھے۔ پھر ایک رؤیا کی بناء پر آخری عشرے میں اُسے جاری رکھا۔ اب یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ بیس دن کا اعتکاف آپؐ کی زندگی کے آخری رمضان میں تھا اور یہ وہ رمضان تھا۔ جس میں حضرت جبریل کے ساتھ قرآنِ مجید بھی دو دفعہ دہرایا گیا۔ اس میں دوسری بات یہ بتائی گئی ہے کہ اعتکاف رمضان کے آخری عشرہ سے مخصوص نہیں بلکہ دوسرے عشرے میں بھی ہوسکتا ہے اور آخری عشرے میں اعتکاف افضل ہے۔ روایت زیر باب سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اعتکاف سنت مؤکدہ ہے۔ ابوداؤدؒ اور ابن ماجہؒ وغیرہ نے اس بارہ میں حضرت ابی بن کعبؓ کی ایک روایت بھی نقل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ کو رمضان میں سفر کی وجہ سے اعتکاف ترک فرمانا پڑا۔ اس لئے اس کے بعد رمضان میں آخری عشرے کے علاوہ درمیانی عشرے میں بھی اعتکاف بیٹھے۔ (ابوداؤد، کتاب الصوم، باب الاعتکاف) (ابن ماجه، کتاب الصیام، باب ماجاء فی الاعتکاف) یہ روایت ابن حبان وغیرہ نے صحیح قرار دی ہے۔ (صحیح ابن حبان، کتاب الصوم، باب الاعتکاف و لیلة القدر، ذکر الإستحباب للمرء لزوم الإعتکاف فی شهر رمضان، ذکر الخبر المدحض قول من زعم ان هذا الخبر تفرد به حمید الطویل، جزء۸ صفحہ ۴۲۲، روایت نمبر ۳۶۶۳) امام ابن حجرؒ کے نزدیک مشارالیہ روایتیں مختلف واقعات سے متعلق ہیں۔ ایک دفعہ سفر کی وجہ سے اعتکاف ترک ہوا اور وہ پورا کیا گیا۔ بیویوں پر ناراض ہونے کی وجہ سے بجائے رمضان کے شوال میں اعتکاف بیٹھے اور پھر آخری رمضان میں حضرت جبریل کی معیت میں قرآنِ مجید کا دو دفعہ دَور ہوا اور اس کی وجہ سے آپؐ بیس دِن اعتکاف میں رہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۳۶۲) عنوانِ باب میں اس طرف توجہ دِلائی گئی ہے کہ بیس دن مسلسل بھی اعتکاف بیٹھا جاسکتا ہے۔

بَاب ١٨ : مَنْ أَرَادَ أَنْ يَّعْتَكِفَ ثُمَّ بَدَا لَهُ أَنْ يَّخْرُجَ

وہ شخص جو اعتکاف کا اِرادہ کرے پھر مناسب سمجھے کہ اعتکاف سے نکل آئے (تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟)

٢٠٤٥ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَتْنِي عَمْرَةُ بِنْتُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ أَنْ يَّعْتَكِفَ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ فَاسْتَأْذَنَتْهُ عَائِشَةُ فَأَذِنَ لَهَا وَسَأَلَتْ حَفْصَةُ عَائِشَةَ أَنْ تَسْتَأْذِنَ لَهَا فَفَعَلَتْ فَلَمَّا رَأَتْ ذَلِكَ زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ أَمَرَتْ بِبِنَاءٍ فَبُنِيَ لَهَا قَالَتْ وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى انْصَرَفَ إِلَى بِنَائِهِ فَأَبْصَرَ الْأَبْنِيَةَ فَقَالَ مَا هَذَا قَالُوْا بِنَاءُ عَائِشَةَ وَحَفْصَةَ وَزَيْنَبَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آلْبِرَّ أَرَدْنَ بِهَذَا مَا أَنَا بِمُعْتَكِفٍ فَرَجَعَ فَلَمَّا أَفْطَرَ اعْتَكَفَ عَشْرًا مِنْ شَوَّالٍ.

اطرافہ: ٢٠٣٣، ٢٠٣٤، ٢٠٤١۔

۲۰۴۵: ابوالحسن محمد بن مقاتل (مروزی) نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں بتایا۔ اوزاعی نے ہمیں خبر دی، کہا کہ یحییٰ بن سعید (انصاری) نے مجھ سے بیان کیا، کہا: عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ذِکر فرمایا کہ آپؐ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھنا چاہتے ہیں۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے آپؐ سے اِجازت مانگی۔ آپؐ نے اُنہیں اِجازت دے دی اور حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ وہ اُن کے لئے بھی اِجازت طلب کریں۔ چنانچہ انہوں نے اجازت لی۔ جب حضرت زینبؓ بنت جحش نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی ٹھکانا بنانے کا حکم دے دیا جو اُن کے لئے بنایا گیا۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھ چکے اور اپنے جائے قیام کو واپس چلے تو آپؐ نے اُن ڈیروں کو دیکھا، پوچھا: یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ عائشہؓ، حفصہؓ اور زینبؓ کے ڈیرے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا انہوں نے اس سے نیکی کا اِرادہ کیا ہے؟ میں نے اِعتکاف نہیں بیٹھنا اور آپؐ (گھر) لوٹ گئے۔ جب عید الفطر ہوئی تو آپؐ شوال کے دس دِن اِعتکاف بیٹھے۔

تشریح: مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّعْتَکِفَ ثُمَّ بَدَا لَهٗ اَنْ یَّخْرُجَ: بعض فقہاء نے یہ جائز قرار دیا ہے کہ اعتکاف شروع کر کے فسخ کیا جاسکتا ہے۔ (فتح الباری شرح باب ۶ جزء۴ صفحہ۳۵۱، شرح باب ۱۸ جزء۴ صفحہ۳۶۲) لیکن انہوں نے اس جواز کے لئے روایت نمبر ۲۰۴۵ سے جو استدلال کیا ہے وہ درست نہیں۔ عنوانِ باب میں امام بخاریؒ نے تصریح کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں داخل نہیں ہوئے تھے بلکہ صرف ارادۂ اعتکاف کیا تھا جو فسخ نہیں بلکہ ملتوی ہوا تھا۔ چنانچہ بعد میں وہ اِرادہ پورا کیا گیا۔ مذکورہ بالا روایت سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ اعتکاف کے لئے اُس جگہ جارہے تھے جو آپؐ کے اعتکاف کے لئے تیار کی گئی تھی کہ اِتنے میں چھولداریوں پر نظر پڑی اور سبب معلوم ہونے پر آپؐ لوٹ آئے پیشتر اس کے کہ آپؐ اعتکاف گاہ میں داخل ہوتے۔

بَاب ۱۹: اَلْمُعْتَكِفُ يُدْخِلُ رَأْسَهُ الْبَيْتَ لِلْغُسْلِ

معتکف جو اپنا سر دھلوانے کے لئے حجرے کے اندر کرتا ہے

٢٠٤٦: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا كَانَتْ تُرَجِّلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ حَائِضٌ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فِي الْمَسْجِدِ وَهِيَ فِي حُجْرَتِهَا يُنَاوِلُهَا رَأْسَهُ.

۲۰۴۶: عبداللہ بن محمد (مسندی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا) کہ ہشام بن یوسف نے ہمیں بتایا۔ معمر نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے زُہری سے، زُہری نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ وہ نبی ﷺ کے سر میں کنگھی کیا کرتی تھیں، اس حال میں کہ وہ حائضہ ہوتیں اور آپؐ مسجد میں معتکف ہوتے اور حضرت عائشہؓ اپنے حجرے میں ہی رہتیں۔ آپؐ اپنا سر اُن کی طرف بڑھا دیتے۔

اطرافہ: ۲۹۵، ۲۹۶، ۳۰۱، ۲۰۲۸، ۲۰۲۹، ۲۰۳۰، ۲۰۳۱، ۵۹۲۵۔

تشریح: اَلْمُعْتَكِفُ يُدْخِلُ رَاْسَهُ الْبَيْتَ لِلْغُسْلِ: باب۴ میں حضرت عائشہؓ کی یہ روایت گذر چکی ہے اور وہاں نہانے دھونے کے بارے میں عنوان قائم کیا گیا ہے۔ یہاں خاتمے پر اس مضمون کا اِعادہ بظاہر بے جوڑ معلوم ہوتا ہے۔ دراصل اس باب میں فقہاء کی توجہ آنحضرت ﷺ کی غایت درجہ احتیاط کی طرف منعطف کی گئی ہے کہ بحالت اعتکاف مسجد میں خلوت نشینی پر مداومت ضروری ہے اور اس سے اِدھر اُدھر نکلنا جائز نہیں۔ اگر یہ جائز ہوتا تو آنحضرت ﷺ سر دُھلوانے یا کنگھی کرانے میں اس قدر تکلف سے کام نہ لیتے جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مسجد سے بالکل ملحق تھا۔ آپؐ کی یہ احتیاط بتاتی ہے کہ اعتکاف کے لئے مسجد میں قیام ضروری رکن ہے اور جب آپؐ نے بغرضِ اصلاح ایک دفعہ اعتکاف ترک کیا تو آپؐ نے نیت فسخ نہیں کی بلکہ دعا بدستور قائم رہی اور شوال میں پوری کی۔ یہ مضمون ہے آخری ابواب کا اور اس تعلق میں حضرت عائشہؓ کی محولہ بالا روایت ایک دوسری سند سے دُہرائی گئی ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتابیات

قرآن کریم

قرآن کریم : ۱- تفسیر صغیر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ۔
۲- اُردو ترجمہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ۔

تفسیر کبیر: حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ۔

الكشاف عن حقائق التنزيل وعيون الأقاويل في وجوه التأويل:
ابو القاسم جاراللّٰه محمود بن عمر الزمخشری الخوارزمی- (المتوفی ۵۳۸ھ)
دار الفكر- بيروت لبنان۔

تفسير القرطبی: محمد بن احمد بن ابی بكر بن فرح القرطبی ابو عبد اللّٰه -(المتوفی ۶۷۱ھ)
دار الشعب القاهرة، الطبعة الثانية، ۱۳۷۲ھ

روح المعانی فی تفسير القرآن العظيم والسبع المثانی:
شهاب الدين محمود الالوسی البغدادی- (المتوفی ۱۲۷۰ھ)
دارالكتب العلمية- بيروت لبنان۔ الطبعة الثانية-۲۰۰۵م/۱۴۲۶ھ۔

كتب لمتون الحديث

صحیح البخاری: ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری-(المتوفی ۲۵۶ھ)

i. فتح الباری – احمد بن علی بن حجر العسقلانی (المتوفی ۸۵۲ھ)
مطبوعه دار السلام الرياض- الطبعة الاولىٰ -۲۰۰۰ء

ii. **فتح الباری** -احمد بن علی بن حجر العسقلانی-
المطبعة الأميرية ببولاق بمصر- ۱۳۰۱ھ

iii. **فتح الباری** -احمد بن علی بن حجر العسقلانی-
المطبع الأنصاري دہلی- ۱۳۰۵ھ

iv. **صحيح البخاری**-قديمی كتب خانه آرام باغ كراچی-۱۳۵۷ھ

v. **عمدة القاری**-بدرالدين ابومحمدمحمودبن احمدالعينی(المتوفی۸۵۵ھ)
داراحياء التراث العربی- بيروت لبنان

صحیح مسلم: مسلم بن الحجاج القشیری النیسابوری – (المتوفی ۲۶۱ھ)
دارالسلام۔ الریاض۔ الطبعة الاولیٰ۔۱۹۹۸ء
جامع ترمذی: ابو عیسیٰ محمد بن عیسی بن سورة الترمذی – (المتوفی ۲۷۹ھ)
دار السلام۔ الریاض۔ الطبعة الاولیٰ۔ ۱۹۹۹ء
سنن ابی داوٗد: ابو داؤد سلیمان بن الأشعث السجستانی الأزدی – (المتوفی ۲۷۵ھ)
دار السلام ۔ الریاض۔ الطبعة الاولیٰ۔ ۱۹۹۹ء
سنن نسائی: ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علی النسائی – (متوفی ۳۰۳ھ)
دارالسلام ۔ الریاض۔ الطبعة الاولیٰ۔ ۱۹۹۹ء
سنن ابن ماجہ: ابو عبد اللّٰہ محمد بن یزید القروینی – (المتوفی ۲۷۵ھ)
دار السلام۔ الریاض۔ الطبعة الاولیٰ۔ ۱۹۹۹ء
مؤطا امام مالک: مالك بن انس – (المتوفی ۱۷۹ھ)
دار إحیاء التراث العربی، ۱۹۸۵ء
مسند احمد بن حنبل: احمد بن محمد بن حنبل ابو عبد اللّٰہ الشیبانی – (المتوفی ۲۴۱ھ)
دار الفکر العربی ، المکتب الاسلامی بیروت۔
التاریخ الکبیر: محمد بن اسماعیل ابو عبد اللّٰہ البخاری الجعفی –(المتوفی ۲۵۶ھ)
دار الفکر۔
صحیح ابن خزیمة: محمد بن إسحاق بن خزیمة ابو بکر السلمی النیسابوری (المتوفی ۳۱۱ھ)
المکتب الإسلامی بیروت– ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء
صحیح ابن حبان: محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم التمیمی – (المتوفی ۳۵۴ھ)
مؤسسة الرسالة بیروت۔ الطبعة الثانیة۔ ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۳ء
المستدرک علی الصحیحین: ابو عبد اللّٰہ الحاکم النیسابوری – (المتوفی ۴۰۵ھ)
دارالمعرفة بیروت۔لبنان۔ الطبعة الاولیٰ ۱۹۸۶ء
مصنف ابن ابی شیبه: ابو بکر عبد اللّٰہ بن محمد بن ابی شیبة الکوفی – (المتوفی ۲۳۵ھ)
مکتبة الرشید الریاض، الطبعة الاولیٰ، ۱۴۰۹ھ
مصنف عبدالرزاق: ابو بکرعبد الرزاق بن ہمام الصنعانی – (المتوفی ۲۱۱ھ)
المکتب الاسلامی بیروت۔الطبعة الثانیة، ۱۴۰۳ھ
سنن الدارقطنی: علی بن عمر ابو الحسن الدار قطنی البغدادی –(متوفی ۳۸۵ھ)
(۱)دار المحاسن القاہرة۔ (۲)دار المعرفة بیروت۔ ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء

سنن الدارمی: عبد اللّٰہ بن عبد الرحمان ابو محمد الدارمی – (متوفی ۲۵۵ھ)
دارالکتاب العربی بیروت – الطبعۃ الاولٰی – ۱۴۰۷ھ

مسند أبی داؤد الطیالسی: سلیمان بن داؤد بن الجارود – أبی داؤد الطیالسی –(متوفی ۲۰۴ھ)
دار المعرفۃ بیروت۔

سنن الکبریٰ: احمد بن الحسین بن علی بن موسی ابو بکر البیھقی – (متوفی ۴۵۸ھ)
مکتبۃ دارالباز مکۃ المکرمۃ، ۱۹۹۴ء

السنن الکبریٰ: ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علی النسائی – (متوفی ۳۰۳ھ)
دار الکتب العلمیۃ بیروت – الطبعۃ الأولٰی – ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء

شرح معانی الآثار: احمد بن محمد بن سلامۃ بن عبد الملک ابو جعفر الطحاوی –(متوفی ۳۲۱)
دار الکتب العلمیۃ بیروت، الطبعۃ الاولٰی، ۱۳۹۹ھ

المعجم الکبیر: ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الطبرانی – (متوفی ۳۶۰ھ)
مکتبۃ العلوم والحکم الموصل۔ الطبعۃ الثانیۃ۔ ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۳ء

مسند الشھاب: محمد بن سلامۃ بن جعفر ابو عبد اللّٰہ القضائی – (متوفی ۴۵۴ھ)
مؤسسۃ الرسالۃ بیروت –الطبعۃ الثانیۃ – ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۶ء

مسند الشافعي: محمد بن ادریس ابو عبداللّٰہ الشافعي – (المتوفی ۲۰۴ھ)
دار الکتب العلمیۃ بیروت۔

مسند الحمیدي: عبد اللّٰہ بن الزبیر ابوبکر الحمیدی – (المتوفی ۲۱۹ھ)
دار الکتب العلمیۃ بیروت۔ مکتبۃ المتنبی القاہرہ۔

دلائل النبوۃ للبیھقی: احمد بن الحسین بن علی بن موسی ابو بکر البیھقی – (متوفی ۴۵۸ھ)
دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان – الطبعۃ الاولٰی – ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵م

شعب الإیمان: احمد بن الحسین بن علی بن موسی ابو بکر البیھقی – (متوفی ۴۵۸ھ)
دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان –الطبعۃ الاولٰی – ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰م

الفتن لنعیم بن حماد: نعیم بن حماد المروزی ابو عبد اللّٰہ – (متوفی ۲۸۸ھ)
مکتبۃ التوحید القاہرۃ، الطبعۃ الاولٰی، ۱۴۱۲ھ۔

العلل المتناھیۃ: عبد الرحمٰن بن علی بن الجوزی – (المتوفی ۵۹۷ھ)
دار الکتب العلمیۃ بیروت –الطبعۃ الاولٰی – ۱۴۰۳ھ

المقاصد الحسنة: محمد بن عبد الرحمٰن السخاوی – (متوفی ۹۰۲ھ)
دارالکتب العلمیة بیروت۔ الطبعة الاولیٰ، ۱۳۹۹ھ – ۱۹۷۹ء

الأسرار المرفوعة فی الأخبار الموضوعة (المعروف بالموضوعات الکبریٰ):
نور الدین علی بن محمد بن سلطان (المشہور بالملا علی القاری)
دار الکتب العلمیة بیروت – الطبعة الاولیٰ –۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء

کتب لشرح الحدیث وعلوم الحدیث

فتح الباری : احمد بن علی بن حجر العسقلانی – (المتوفی ۸۵۲ھ)
مطبوعه دارالسلام الریاض، الطبعة الاولیٰ –۲۰۰۰ء

عمدة القاری: بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی – (المتوفی ۸۵۵ھ)
داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان

الکواکب الدّراری فی شرح البخاری: محمد بن یوسف بن علی الکرمانی –(المتوفی ۷۸۶ھ)
المطبعة المصریة۔ الطبعة الأولیٰ –۱۹۳۲ء

شرح صحیح البخاری لابن بطّال: ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک –
مکتبة الرشد ۔الریاض۔ الطبعة الاولیٰ –۲۰۰۰م/۱۴۲۰ھ

الإصابه فی تمییز الصحابه: احمد بن علی بن حجر العسقلانی (المتوفی ۸۵۲)
دار الجیل۔ بیروت۔ الطبعة الاولیٰ۔۱۹۹۲ء۔

تهذیب التهذیب: احمد بن علی بن حجر ابو الفضل العسقلانی (المتوفی ۸۵۲)
دارالفکر بیروت – الطبعة الاولی – ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء

کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام

براہین احمدیہ حصہ سوم:	روحانی خزائن–جلدا	سرمہ چشم آریہ:	روحانی خزائن–جلد۲
آئینہ کمالاتِ اسلام:	روحانی خزائن–جلد۵	شہادة القرآن:	روحانی خزائن–جلد۶
اسلامی اصول کی فلاسفی:	روحانی خزائن–جلد۱۰	خطبہ الہامیہ:	روحانی خزائن–جلد۱۶
کشتی نوح:	روحانی خزائن–جلد۱۹	براہین احمدیہ حصہ پنجم:	روحانی خزائن–جلد۲۱
چشمہ معرفت	روحانی خزائن–جلد۲۳		

کتب الفقه و التاریخ و اللغات

الأمّ: محمد بن ادریس الشافعي ابو عبد اللّٰہ (متوفی ۲۰۴ھ)
دار المعرفة بیروت–الطبعة الثانیة– ۱۳۹۳ھ

بدایة المجتهد و نهایة المقتصد: محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن رشد–
فاران اکیڈمی۔ اردو بازار لاہور۔

الهدایة شرح البدایة: علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل المرغیانی ابو الحسین– (متوفی ۵۹۳ھ)
المکتبة الإسلامیة، بیروت۔

کتاب الفقه علی المذاهب الأربعة: عبد الرحمان بن محمد عوض الجزیری
دار ابن حزم بیروت– الطبعة الاولٰی– ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء

کشف الغمّة عن جمیع الامّة: ابو المواهب عبد الوهاب بن احمد بن علی الشعرانی
مطبعة مصطفی البابی الحلبی بمصر۔ الطبعة الأخیرة۔ ۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء

المبسوط: شمس الدین السرخسی–
مطبعة السعادة بجوار مصر– الطبعة الاولٰی– ۱۳۲۴ھ

حجة اللّٰه البالغة: شاہ ولی اللّٰہ بن عبد الرحیم المحدث الدهلوی–
ادارة الطباعة المنیریة بمصر– الطبعة الأولٰی– ۱۳۵۵ھ

الدرّ المختار: دار الفکر بیروت۔ الطبعة الثانیة– ۱۳۸۶ھ

السیرة النبویة: عبد الملک بن ہشام– (متوفی ۲۱۳ھ)
دار الجیل بیروت۔ الطبعة الأولٰی– ۱۴۱۱ھ

أدیان العرب فی الجاهلیة: محمد نعمان الجارم–
مطبعة السعادة بجوار، مصر– الطبعة الاولٰی،۱۳۴۱ھ/۱۹۲۳ء

بلوغ الارب فی معرفة أحوال العرب: محمود شکری الالوسی البغدادی–
دار الکتب العلمیة بیروت،لبنان۔

أخبار مکة: محمد بن اسحاق بن العباس الفاکهی ابو عبد اللّٰہ –(متوفی ۲۷۵ھ)
دار خضر بیروت۔ الطبعة الثانیة۔ ۱۴۱۴ھ

قوافل العروبة ومراکبها: محمد جمیل بیهم–
مطابع دارالکشاف بیروت۔ الطبعة الاولیٰ۔ ۱۳۶۹ھ/۱۹۵۰م

التذکرة الحمدونیة: ابن حمدون.(متوفی ۵٦۲ھ) – دار صادر بیروت– ۱۹۹۶م

شرح دیوان الحماسة: ابو زکریا یحیی بن علی بن محمد الشیبانی (متوفی۵۰۲ھ)
دار الکتب العلمیة بیروت لبنان۔الطبعة الاولٰی - ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰م
المنثور: عبد الرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی - (متوفی۵۹۷ھ/۱۲۰۱ء)
الأغانی: ابو الفرج الأصبهانی (متوفی۳۵۶ھ)
المحاضرات فی الأدب واللغة: الحسن بن مسعود ابو علی نور الدین الیوسی (متوفی۱۱۰۲ھ)
نشرة محمد الحجی واحمد الشرقاوی اقبال - بیروت - ۱۹۸۲م
الحیوان: عمرو بن بحر بن محبوب الکنانی ابو عثمان الجاحظ - (متوفی۲۵۵ھ)
معجم البلدان: ابو عبد اللّٰہ یاقوت بن عبد اللّٰہ الحموی - (متوفی۶۲۶ھ/ ۱۲۲۹ء)
دار الفکر، بیروت۔
لسان العرب: محمد بن مکرم بن علی بن احمد جمال الدین ابو الفضل الشہیر بابن المنطور)
دار احیاء التراث العربی۔ الطبعة الاولٰی ۔۱۹۸۸ء
أقرب الموارد فی فصح العربیة والشوارد: سعید الخوری الشرتوتی اللبنانی۔
منشورات مکتبة آیة اللّٰہ العظمی المرعشی النجفی۔ایران۔۱۴۰۳ھ
النهایة فی غریب الحدیث والأثر:
مجد الدین ابو السعادات المبارک بن محمد الشیبانی الجزری ابن الأثیر (المتوفی۶۰۶ھ)
دار إحیاء التراث العربی بیروت لبنان - الطبعة الاولٰی - ۱۴۲۲ھ
المنجد فی اللغة: الاب لویس معلوف الیسوعي۔
المطبعة الکاثولیکیة بیروت۔ الطبعة الخامسة عشرة - ۱۹۵۶ء
اردولغت: اردولغت بورڈ۔ترقی اردو بورڈ کراچی۔ایڈیشن اوّل۔۱۹۹۲ء۔

الکتب الأخرٰی

فصل الخطاب: حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ۔
اسلام میں اختلافات کا آغاز: حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ - انوار العلوم جلد۴
دنیا کا محسن: حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ - انوار العلوم، جلد۱۰
اسلام کا اقتصادی نظام: حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ - لیکچر ۲۶ فروری ۱۹۴۵ء۔

البدر: ایڈیٹر محمد صادق- بدر پریس قادیان-۱۰/ جنوری ۱۹۰۷ء جلد ۶ نمبر ۱، ۲۔
الحکم: ایڈیٹر یعقوب علی تراب احمدی- مطبع انوار احمدیہ قادیان- جلد ۵ نمبر ۶ مورخہ ۱۷ فروری ۱۹۰۱ء
روزنامہ الفضل قادیان: ایڈیٹر غلام نبی- ضیاء الاسلام پریس قادیان- ۲۵ ستمبر ۱۹۴۲ء- جلد ۳۰ نمبر ۲۲۴
روزنامہ الفضل ربوہ: ایڈیٹر عبدالسمیع خان- ضیاء الاسلام پریس ربوہ- ۲۰ اپریل ۲۰۰۲ء- جلد ۵۲، ۸۷ نمبر ۸۸
بائبل: کتاب مقدس (یعنی پرانا اور نیا عہد نامہ) پاکستان بائبل سوسائٹی- انارکلی لاہور- ۱۹۹۳ء

The Historical Role of Islam Author: M.N.Roy
published by: Vora & Co. Ltd Bombay
printed at: The Akhand Bharat Mudranalaya Fort Bombay
third edition 1938.

The Jewish Encyclopedia,
projector & managing editor: Isidore Singer, edition:1916.
published by: Funk and Wagnalls Company (New York & London)